U74670 16-1-10

Title - FATAWA HINDIYA TARJUMA FATAWA ALAMGEERIYA.
Creator - Alamgeer, Aurangzeb; Mutarjum Sayyed Ameer Ali.
Publisher - Matba Nawal Kishore (Lucknow).
Date - 1932.
Pages - 476.
Subject -

جلد ششم

فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد

الحمد للہ والمنۃ کہ

فتاوائے ہندیہ

ترجمہ

فتاوای عالمگیریہ

مترجمہ

علامہ مولانا سیّد امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مؤلف

تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۳۲ء

مطبع نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

فہرست ابواب و فصول فتاوائے ہندیہ ترجمہ فتاوائے عالمگیریہ

جلد ہشتم

اذا اراد اللہ بعبد خیرا فقہہ فی الدین

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاوائے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل احکام مشرع افتا ووقائع انام مدار ومعتمد دین
اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ وسنن سنیہ احسن الفتاوی در فقہ حنفیہ

اعنی

فتاوی ہندیہ

ترجمہ

فتاوی عالمگیریہ

جلد ہشتم

مع ترجمہ جامع معہ افادات یا شیہ وتعلیقات حاوی اضافات وفوائد نفیسہ وحقائق اشارات مصنف تفسیر مواہب الرحمن دلائل القرآن
واسرار الفرقان العلامہ مولانا السید امیر علی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ با جازت تصحیح ومطبع بار ہفتم باہتمام ... ترجمہ ہوکر

بمطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الماذون

اور اسمین تیرہ باب ہین

باب اوّل اذن کی تفسیر شرعی ورکن وشروط وحکم کے بیان مین۔ قال المترجم اذن اجازت ماذون جسکو اجازت
دیگئی اور یہ محجور کا مقابل ہی آذن بمد اول وکسر ذال اجازت دینے والا اور مترجم اجازت دہندہ استعمال کرتا ہے
واضح ہو کہ شرعاً اذن کے معنی فک حجر اور اسقاط حق کے ہین پس کسی زمانہ یا مکان یا کسی قسم کی تجارت کے ساتھ
خاص نہین ہی کذا فی التبیین۔ اور رکن اسکا یہ ہی کہ مثلاً زید اپنے غلام سے کہے کہ مین نے تجھے تجارت کی اجازت دی کذا
فی محیط السرخسی۔ اور شرط اذن یہ ہی کہ غلام ایسا ہو کہ تصرف سمجھتا ہو اور سمجھ کر اسکا قصد کرتا ہو اور اجازت دہندہ مثل بیع و
اجارہ و رہن وغیرہ تصرفات کا مالک ہو اور یہ شرط نہین ہی کہ ماذون کی گردن کا مالک ہو حتی کہ غلام ماذون و مکاتب شریک
مفاوض یا عنان یا باپ و دادا و قاضی و ولی کی اجازت جائز ہی اور اسکا حکم وہی تفسیر شرعی ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور
اگر ایک روز یا ایک مہینہ کے واسطے اجازت دی تو جب تک منع نکرے تب تک برابر علی الاطلاق ماذون رہیگا
اسی طرح اگر قاضی و وصی نے یتیم کے غلام کو اجازت دی یا نابالغ عاقل کو اجازت دی تو بھی یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین
مین ہی۔ اور ہمارے نزدیک اذن بالتصرف کبھی مخصوص نہین ہوتا ہی جب کسی غلام محجور کو اجازت دیجاوے اور
اگر غلام ماذون کو اجازت دیجاوے تو مخصوص ہوتا ہی حتی کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو ماذون کیا پھر اسکو
سو درم دیکر کہا کہ اسکے گیہون خریدے اسنے آٹا خریدا تو اپنی ذات کے واسطے مشتری قرار دیا جاویگا امام محمد رح
نے اسکو ماذون مین صریح بیان فرمایا ہی اور اسکا ثمن غلام ماذون پر ہوگا کہ اپنے مال سے ادا کرے نہ مال مولی سے

ف فک حجر ممانعت تصرف کو توڑ دینا۔ اسقاط حق اپنا حق گرا دینا ۱۲ ف قولہ مثلاً اسواسطے کہا کہ اجازت کچھ مملوک غلام سے
خاص نہین بلکہ پسر کو اجازت دے اور اسقاط الحق سے یہ غرض ہی کہ اگر وہ غلام مقروض ہو تو قرضخواہ اسکو فروخت کرا سکتے ہین
کیونکہ مولے اپنا حق خود اجازت سے ساقط کر چکا ہی ۱۲

اور باوجود اسکے اگر اُسنے مال مولے سے ادا کیا تو مولی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُسکا دامنگیر ہو اگرچہ اُسنے مال مولے کو تلف کیا بلکہ مولے بائع کا دامنگیر ہو کر اُس سے وصول کریگا کذا فی الذخیرہ

باب دوم جو امور تجارت کے واسطے اجازت قرار پاتے ہیں اور جو نہیں قرار پاتے ہیں اُنکے بیان میں۔ واضح ہو کہ اذن جسطرح بصراحت ثابت ہوتا ہے اسی طرح بدلالت بھی ثابت ہوتا ہے مثلاً زید نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور خاموش ہو رہا تو یہ غلام ماذون ہو جاویگا خواہ یہ بیع مولے کے واسطے ہو یا غیر کے واسطے اُسکی اجازت سے ہو یا بلا اجازت ہوا اور خواہ بیع صحیح ہو یا فاسد ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر زید نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور خاموش ہو رہا منع نہ کیا تو یہ غلام ماذون ہو جاویگا اور یہ تصرف جسکو مولی نے مشاہدہ کیا ہے جائز نہ ہوگا مگر اُس صورت میں کہ مولی اپنے قول سے اُسکی اجازت دیدے خواہ یہ بیع مولی کے واسطے ہو یا غیر کے واسطے مگر بعد اسکے جو تصرف کرے اُسکے حق میں ماذون ہو جاویگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام کو کوئی متاع فروخت کے واسطے دی اور عمرو نے اُسکو فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو عمرو کے سکوت سے غلام ماذون التجارۃ ہو جاویگا اور زید کے حکم سے متاع کی بیع جائز ہوگی پھر مشایخ نے اس بیع کے عہدہ میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ اس بیع کا عہدہ زید پر ہوگا اور بعضوں نے کہا غلام پر ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مولی نے اُسکو دیکھکر منع کیا ہو یا نہ دیکھا ہو تو اُسکا عہدہ مالک متاع پر ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام محجور کو غصب کر لیا اور عمرو کو گواہ نہ ملے کہ غلام واپس کر لے اور غاصب قسم کھا گیا پھر غلام نے تصرف کیا اور مولی خاموش رہا پھر عمرو نے گواہ پیش کر کے غلام واپس پایا تو یہ غلام ماذون نہ ہوگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر غلام نے زید کا مال غصب کر کے فروخت کیا حالانکہ غلام کا مولی اُسکو دیکھ رہا ہے اور منع نہیں کرتا ہے تو اُس سے وہ غلام ماذون التجارۃ ہو جائیگا اور یہ بیع جائز نہ ہوگی خواہ بحکم مولی ہو یا بلا حکم مولی ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنے درہم و دینار سے کوئی چیز خریدتے ہوئے اپنے غلام کو دیکھا اور منع نہ کیا تو ماذون ہو جائیگا پس اگر ثمن مال مولی سے ادا کیا تو مولی کو واپس کر لینے کا اختیار ہے اور جب واپس کر لیا تو یہ بیع باطل نہ ہوگی اور اگر مال مولی کیلی یا وزنی چیز ہو اور مولی نے واپس کر لی تو بیع باطل ہو جائیگی بشرطیکہ کیلی و موزون معین ہو اور اگر معین نہو اور مولی نے واپس کر لی تو باطل نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام کو نکاح کرتے دیکھا یا باندی کو خود ہی نکاح کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو صحیح یہ ہے کہ وہ ماذون نہوگا اور اگر مملوک کو اذن عام دیدیا اسکا تصرف تمام تجارات کے حق میں جائز ہے اور اُسکی یہ صورت ہے کہ مملوک سے کہے کہ میں نے تجھے تجارت کی اجازت دیدی اور کسی نوع تجارت کے ساتھ مقید نہ کیا اسی طرح اگر تجارات کی اجازت بلفظ جمع بیان کی تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک نوع تجارت کی اجازت دی نہ غیر کی تو جمیع تجارات کے واسطے ماذون ہوگا خواہ غیر اس نوع سے صریح منع کیا ہو یا سکوت کیا ہو پس جمیع تجارات کے واسطے ماذون ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ مجھے ہر مہینہ پانچ درہم اپنی کمائی سے دیا کر تو یہ اسکے واسطے تمام تجارتوں کی اجازت ہے اسی طرح اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درہم ادا کردے پس تو آزاد ہے یا تو آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھ پر ہر مہینہ دس درہم یا ہر جمعہ پانچ درہم مقرر

کیئے کہ تو مجھے ادا کیا کرے تو بھی تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ کندہ گر یا درزی یا رنگریز کو کام کے واسطے بٹھال تو تمام تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا اور اگر کہا کہ میں نے تجھے روئی کی تجارت کے واسطے اجازت دی تو تمام تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ پہننے کے واسطے کپڑا خرید کر یا کھانے کے واسطے گوشت خرید کر یا ایسے ہی اور کسی چیز کو کہا تو استحساناً ماذون نہوگا اور یہ اذن استخدام شمار ہوگا نہ اذن تجارت اور فرق یہ ہے کہ اگر ایسے طور کی اجازت دی جس سے عقود مرۃ بعد اخری متکرر ہوتے ہیں حتی کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ اسکی مراد نفع ہے تو یہ اجازت اذن شمار ہوگی اور اگر ایک ہی عقد کی اجازت دی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفع مقصود نہیں ہے تو اذن نہوگا بلکہ عرف عادت کے موافق استخدام قرار دیا جائیگا حتی کہ اگر یوں کہا کہ کپڑا خرید کر کے فروخت کر دے تو تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا اور علی ہذا اگر کہا کہ میرا یہ کپڑا فروخت کر کے اُسکے ثمن سے یہ چیز خرید کر تو ماذون التجارت ہو جائیگا اور اسی اصل سے ہم نے کہا ہے کہ اگر زید نے اپنے غلام سے کہا کہ فلان شخص کے پاس جا اور اپنے تئیں لوگون کو اجارہ پر فلان کام کے واسطے دے تو تجارت کے واسطے ماذون ہوگا کیونکہ جو شخص اُس سے معاملہ کرے وہ متعین نہیں ہے پس اس حکم سے لوگون سے معاملہ کرنا ثابت ہوا پس عقود مختلفہ کا حکم ثابت ہوا اور نوادر میں مسئلہ اجارہ تین طور پر قرار دیا گیا ہے۔ ایک یہ صورت کہ غلام سے کہا کہ فلان شخص کو اپنے تئیں اجرت پر دے تاکہ اُسکی خدمت کیا کرے اور اس صورت میں ماذون التجارۃ نہوگا دوسری یہ صورت کہ اس سے کہا کہ اپنے تئیں اُس کو اجارہ پر دے تاکہ تو اُسکے واسطے تجارت کیا کرے اور اس صورت میں ماذون التجارۃ ہو جائیگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ غلام سے فقط اسقدر کہا کہ اپنے تئیں اُسکو اجارہ پر دیدے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو اس صورت میں ماذون التجارۃ نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر مولے نے غلام کو کچھ مدت تک تجارت کرنے کے لیے اجارہ دیا تو یہ اذن ہے اور جو چیز متاجر کے واسطے خریدنے میں غلام پر قرضہ آگیا اُسکو متاجر سے واپس لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر اپنے غلام کو ایک مشک کلان اور گدھا دیا کہ بھرے اور میرے عیال اور پڑوسیون کو بغیر ثمن پانی پلایا کرے تو یہ تجارت کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر طحان نے اپنے غلام کو حمار دیا کہ اسپر لاد کر گیہون لایا کرے تاکہ میں اُسکو پیسون تو یہ تجارت کی اجازت نہیں ہے اور اگر غلام کو مشک و گدھا دیا کہ اسپر بھر لاکر فروخت کیا کر تو یہ تجارت کی اجازت ہے اسی طرح اگر غلام کو گدھا دیکر کہا کہ لوگون سے پسائی کا اناج قبول کر کے اُجرت پر اُسپر لاد لایا کر تو یہ تجارت کی اجازت ہے اسی طرح اگر لوگون کا لفظ نہ کہا مگر کسی شخص کو معین نہ کیا تو بھی اجازت ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ نقالین و خیاطین میں کام کیا کر یا نقالین و خیاطین کو اپنے تئیں اجرت پر دیدے تو یہ غلام کو تجارت کی اجازت ہے اور اگر غلام کو بھیجا کہ میرے واسطے ایک درم کا کپڑا یا گوشت خریدے تو یہ استحساناً تجارت کی اجازت نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ کپڑا خرید کر کے میرے واسطے قمیص قطع کرا دے تو ماذون نہوگا بلکہ بضرورت یہ استخدام قرار دیا جائیگا کذا فی الملتقی اور اجارہ کی اجازت تجارت کی اجازت ہے اور

تجارت کی اجازت اجارہ کی اجازت ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو کسی مکان کے کرایہ وصول کرنے کے واسطے حکم کیا یا لوگوں پر اپنے قرضہ کے وصول کرنے کا حکم دیا یا ایسے معاملہ میں خصومت کے واسطے وکیل کیا تو یہ تجارت کی اجازت نہیں ہے اسی طرح اگر اسکو اپنی کھیتی کی یا زمین کی پرداخت یا اپنی عمارت بنوانے کے مزدوروں کی نگہبانی یا اپنے قرضداروں سے حساب کرنے یا لوگوں سے اپنے قرضہ کے تقاضے اور اسمیں سے اپنی زمین کے خراج ادا کرنے یا اپنے اوپر جو قرضہ ہے اُسکے ادا کرنے کے واسطے مقرر کیا تو اِن میں سے کسی صورت سے غلام ماذون التجارۃ نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میں تجھے تجارت سے منع نہیں کرتا ہوں تو یہ اجازت ہے اسی طرح اگر اُسکو لکڑیاں لاکر فروخت کرنے کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر زید کے پاس ایک بڑا گاؤں ہوا اور اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ اسکی زمین اجارہ پر دے اور اناج خرید کر اسمیں زراعت کرا اور اُسکے پھل فروخت کر کے اُسکا خراج ادا کر تو غلام تمام تجارتوں کے واسطے ماذون ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو مال دیا اور حکم کیا کہ میرے واسطے اناج خریدے تو یہ مسئلہ ماذون میں دو جگہ مذکور ہے ایک جگہ یہ حکم دیا ہے کہ غلام ماذون ہو جائیگا اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ماذون نہ ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ تا ماذون ہونے کی صورت میں یہ تاویل ہے کہ اسکو مال کثیر دیا کہ جس سے ایک مرتبہ خرید آسان نہیں ہے بلکہ چند مرتبہ کر کے خرید سکتا ہے پس اس صورت میں اُسنے عقود متفرقہ کی اجازت دی جس سے ماذون ہوگیا اور ماذون نہ ہونے کی تاویل یہ ہے کہ مال قلیل دیا جس سے ایک ہی مرتبہ خرید سکتا ہے پس ایک ہی عقد کی اجازت دی کہ جس سے ماذون نہوا اور اس معنی کی جانب امام محمدؒ نے کتاب میں اشارہ کیا ہے کہ صورت اذن میں صریح فرمایا کہ مال کثیر دیا کذا فی المغنی۔ اگر زید نے اپنے غلام کو مال دیا اور کہا کہ فلاں شہر میں جا کر عمرو کو دے تاکہ وہ کپڑا خرید کر تجھے دیدے تو اُسکو میرے پاس لا پس غلام نے ایسا کیا تو ماذون التجارۃ نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو زمین خالص دیکر حکم کیا کہ اناج خرید کر اُسمیں زراعت کرے اور مزدور کرایہ کر کے اُنسے جداول تیار کرا دے تاکہ کھیتی کو پانی پہونچے اور زمین کا خراج ادا کر دے تو یہ تجارت کی اجازت ہے اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ میرا یہ کپڑا نفع وڑبھتی کے واسطے یا بطور نفع وڑبھتی کے فروخت کر تو یہ تجارت کی اجازت ہے بخلاف اسکے اگر یہ کہا کہ میرا یہ کپڑا عمرو کے ہاتھ فروخت کر اور یہ نہ کہا کہ بطور نفع کے فروخت کر تو یہ حکم نہیں ہے یہ مغنی میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے آج ایک روز کے واسطے تجارت کی اجازت دی پھر آج کے دن گذرنے پر میں اپنی رائے دوڑاؤنگا تو یہ غلام ہمیشہ کے واسطے ماذون التجارۃ ہو جائیگا یہانتک کہ اُسکو اہل بازار کے سامنے محجور کرے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اس دوکان میں تجارت کی اجازت دی تو جمیع مقامات میں تجارت کے واسطے ماذون ہوگا اسی طرح کسی روز یا کسی ساعت کی اجازت سے تمام ایام کے واسطے ماذون ہوگا تاوقتیکہ اُسکو اہل بازار کے سامنے محجور نہ کرے اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے صرف اس مہینہ میں تجارت کی اجازت دی پھر جب مہینہ گذر جاوے تو اُسکے بعد تو خرید و فروخت نہ کرنا تو یہ حجر باطل ہے کذا فی المبسوط۔ اور اگر اپنے غلام

لہ آبق کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح نہیں ہے اگرچہ آبق کو معلوم ہو جاوے اور اگر آبق کو مع اُس شخص کے جسکے قبضہ مین ہے تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اور اگر غلام مغصوب کو تجارت کی اجازت دی پس اگر غاصب مقر ہو یا مالک کے پاس گواہ ہون کہ جس سے یہ اُسکو غاصب وغیرہ کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہو تو اُسکے واسطے اجازت دینے کا مالک ہوگا اور غاصب منکر ہوا اور اُسکے پاس گواہ نہون تو تجارت کی اجازت صحیح نہیں ہے جیسا کہ اُسکا فروخت کرنا صحیح نہیں ہے یہ فتاوی صغری مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کو مال کثیر دیکر کسی سمت کو کپڑا خریدنے کے واسطے روانہ کیا مگر اُسکے فروخت سے منع کر دیا تو یہ تجارت کی اجازت ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دوسرے اپنے غلام کو اجازت دی اور اُسنے نہ سُنا تو ماذون نہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر غلام فقط ایک شخص کا ہوا اور اُسنے نصف غلام مکاتب کیا تو بیچمیع غلام کو تجارت کی اجازت ہے پھر صاحبین کے نزدیک پورا غلام مکاتب ہو جائیگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک نصف مکاتب ہوگا اور جو مال کما دے اُسمین سے نصف مولی کا ہوگا باعتبار اسکے کہ نصف مکاتب نہیں ہے اور نصف مکاتب کا ہوگا باعتبار اسکے کہ نصف مکاتب ہے اور اُسکے ذمہ جو کچھ قرضہ لاحق ہوا اُسکے ادا کے واسطے سعایت کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر پورا غلام ایک شخص کا ہوا اور اُسنے اہل بازار سے کہا کہ جب تم میرے اس غلام کو تجارت کرتے دیکھو فبایعوہ فقد اذنت لہ تو ماذون التجارۃ نہوگا پھر مولی نے اسکو تجارت کرتے دیکھکر منع نہ کیا خاموش رہا تو ماذون التجارۃ ہو جائیگا کذا فی المغنی وما یتصل بہذا الباب مسائل اور اس باب سے متصل چند مسائل ہین واضح ہو کہ اذن کو زمانہ مستقبل کے کسی وقت کی طرف اضافت کرنا جائز ہے اور ایسے ہی تعلیق بالشرط جائز ہے مگر حجر کی تعلیق بالشرط جائز نہیں ہے اور نہ اُسکی اضافت زمانہ مستقبل کیطرف روا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو ماذون التجارۃ ہے تو کل کے روز ماذون التجارۃ ہو جائیگا اور اگر غلام سے یہ کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو محجور ہے تو صحیح نہیں ہے اور غلام محجور نہ ہو جائیگا اور غلام ماذون نہیں ہوتا ہے تا وقتیکہ اُسکو علم نہ ہو جاوے حتی کہ اگر مولی نے کہا کہ مین نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ غلام نہیں جانتا ہے تو مثل وکالت کے ماذون نہوگا اور اگر کہا کہ میرے غلام سے تم لوگ خرید و فروخت کرو کہ مین نے اُسکو تجارت کی اجازت دیدی ہے اُنھون نے خرید و فروخت کی حالانکہ غلام نہیں جانتا ہے کہ مولی نے مجھے ماذون کیا ہے تو کتاب الماذون کی روایت پر ماذون ہو جائیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ بلا خلاف ماذون ہو جائیگا اور غلام کا محجور کرنا بدون اُسکے علم کے صحیح نہیں ہے اور محجور نہ ہوگا تا وقتیکہ اُسکو معلوم نہ ہو جاوے اور اگر بازار مین اُسکو محجور کیا حالانکہ اُسکو نہیں معلوم ہے پس اگر اُسکو دو مرد ون

لہ آبق بھاگا ہوا غلام اکثر لوگ اُسکو پکڑ لیتے ہین پس جس نے گواہ کر لیے کہ مالک کو واپس دینے کے لیے پکڑتا ہون تو منزل سے لانے مین چالیس درم پائیگا اور اگر اپنے واسطے پکڑا تو غاصب ہو گیا ۱۲ سلہ ظاہر عبارت دلیل ہے کہ بازار کا حکم ایسے مقامات مین ہے جہان ایک یا دو بازار گنتی کے ہون اور جہان ایسا نہو جیسے ہندوستان کے بڑے بڑے شہرون مین وہان محل تامل ہے واللہ اعلم ۱۲ م

یا ایک مرد و دو عورتون عادل نے خبر دی یا ایک مرد اور ایک عورت عادل نے خبر دی تو بالاجماع مجور ماذون ہو جائیگا خواہ ماذون نے اس خبر کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہے - اور اگر مولی نے اپنے غلام کے پاس ایلچی بھیجا یا خط لکھا اور اُسکے پاس ایلچی نے پیغام یا خط پہونچا دیا تو ماذون ہو جائیگا خواہ ایلچی کیسا ہی ہو اور اگر کسی فضولی نے اپنی طرف سے اُسکو خبر دی تو کتاب الکفالت مین مذکور ہے کہ اگر خبر دو شخص عادل یا غیر عادل یا ایک مرد عادل ہو تو ماذون ہو جائیگا خواہ اُسنے مخبر کی تصدیق کی ہو یا نکی ہو بشرطیکہ خبر کی صداقت ظاہر ہو جاوے اور ظاہر ہو جانے سے ہماری مراد یہ ہے کہ اسکے بعد مولی حاضر ہو کر اپنی اجازت دینے کا اقرار کرے اور اگر اُسنے اذن سے انکار کیا تو ماذون نہوگا - اور اگر مخبر ایک مرد غیر عادل ہو پس اگر غلام نے مخبر کی تصدیق کی تو ماذون ہو جائیگا اور اگر تکذیب کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک ماذون نہوگا اگرچہ خبر کی صداقت ظاہر ہو جاوے اور صاحبین کے نزدیک ماذون ہوگا اگر صداقت خبر ظاہر ہو جاوے اور صدر الشہیدؒ نے فتاوی صغری مین لکھا ہے کہ غلام ماذون ہو جائیگا خواہ مخبر کیسا ہی ہو کذا فی المغنی اور امام ابو حنیفہؒ نے حجر اور اذن مین فرق کیا ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک ایک شخص کی خبر سے حجر ثابت نہین ہوتا ہے لیکن اگر یہ شخص عادل ہو یا دو مرد مخبر ہون تو ثابت ہوتا ہے اور ایک شخص فضولی کے کہنے سے ہر حال مین اذن ثابت ہوتا ہے اور شیخ امام خواہرزادہ نے شیخ فقیہ ابو بکر بلخی سے نقل کیا کہ اذن و حجر مین کچھ فرق نہین ہے کہ غلام جبھی ماذون ہوتا ہے کہ جب غلام کے نزدیک مخبر صادق ہو ایسے ہی حجر بھی فضولی کی خبر سے ثابت نہین ہوتا ہے مگر جب کہ فضولی غلام کے نزدیک صادق ہو اور فتوے اسی قول پر ہے کذا فی

فتاوی قاضی خان

تیسرا باب - اُن چیزون کے بیان مین جنکا غلام مالک ہوتا ہے اور جنکا مالک نہین ہوتا ہے - ماذون کو اختیار ہے کہ بمثل[1] قیمت پر خرید فروخت کرے یا اسقدر نقصان پر جو لوگ نہین برداشت کرتے ہین یعنے نقصان فاحش ہو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور نقصان قلیل پر بالاجماع جائز ہے اور نقصان فاحش پر صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے اور یہی حکم نابالغ لڑکے ماذون کا ہے اور اگر غلام ماذون نے اپنے مرض الموت مین بیع مین محاباۃ کی تو جمیع مال سے معتبر ہوگی بشرطیکہ اُسپر قرضہ نہو اور اگر ہو تو باقی سب مین معتبر ہوگی اور اگر قرضہ اُسکے تمام مقبوضہ کو محیط ہو تو مشتری سے کہا جائیگا کہ تو چاہے تو تمام محاباۃ کو پورا کردے ورنہ ہم بیع رد کردینگے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور باتفاق اُسکو بیع سلم و قبول سلم کا اختیار ہے کذا فی الکافی اور غلام ماذون کو اختیار ہے کہ کسی دوسرے کو نقد و ادھار خرید فروخت کیواسطے وکیل کرے کذا فی المغنی - اگر غلام ماذون نے اپنے مدعی یا مدعا علیہ ہونیکی صورت مین

[1] مثل یعنی جو قیمت ہو اُسی کے برابر دامون کو یا فقط اسقدر خسارہ ہو کہ جو اندازہ کرنے والون کے اندازہ مین آجاوے مثلاً ایک نے دس درم اور دوسرے نے پونے دس درم اندازہ کیے تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر نو درم کو بیچے تو کوئی اندازہ نہین کرتا پس یہ خسارہ فاحش ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہے محاباۃ قیمت سے کمی پر بیچنا ۱۲

کسی کو وکیل کیا تو مثل آزاد کے جائز ہے اسی طرح اگر وکیل یا اُسکا مولی یا بعض قرضخواہ یا اُسکا بیٹا یا مدعی کا بیٹا یا اُسکا مکاتب یا اُسکا کوئی غلام ماذون ہو تو بھی جائز ہے کذا فی المبسوط اگر ماذون نے اپنے مولی کو اجنبی کے ساتھ خصومت میں وکیل کیا تو جائز ہے خواہ غلام مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور اس صورت اور دوسری صورت میں جو بیان کرتے ہیں فرق ہے وہ یہ ہے کہ اجنبی نے ماذون کے مولی کو ماذون کے ساتھ خصومت میں وکیل کیا تو یہ توکیل صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر وکیل نے اپنے موکل کے اوپر کچھ اقرار کر دیا تو اقرار صحیح نہ ہوگا خواہ ماذون مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو پس مولی اپنے غلام کیطرف سے بمقابلہ اجنبی وکیل ہو سکتا ہے اور اجنبی کیطرف سے بمقابلہ اپنے غلام کے وکیل نہیں ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ماذون کے وکیل نے ماذون پر قاضی کے سامنے کچھ اقرار کیا تو جائز ہے اگرچہ اُسکا مولی انکار کرے اور اگر سوا اسکے قاضی کے دوسرے کے سامنے اقرار کیا اور خصم اُسکو قاضی کے پاس لایا اور دعوی کیا کہ اُسنے دوسرے کے سامنے اقرار کیا ہے تو قاضی اُس سے دریافت کریگا پس اگر وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے غیر کے سامنے یہاں حاضر ہونے سے پہلے اقرار کیا ہے تو قاضی اُسپر ڈگری کر دیگا اور اگر کہا کہ میں نے قبل اسکے کہ مجھے ماذون وکیل کرے اقرار کیا ہے اور خصم نے کہا کہ حالت وکالت میں اقرار کیا ہے تو قاضی اُسپر ڈگری کر دیگا اور اگر خصم نے تصدیق کی کہ اُسنے قبل وکالت کے اقرار کیا ہے تو قاضی اُسکو وکالت سے خارج کر دیگا اور اُسکے موکل پر بسبب اس اقرار کے کچھ ڈگری نہ کریگا اور اگر وکیل نے اقرار سے انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لیجاویگی اور اگر خصم نے قبل وکالت کے یا قاضی کی وکالت سے نکال دینے کے بعد اقرار کرنے کے گواہ دیئے تو اُسکا اقرار موکل پر جائز نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اگر غلام ماذون نے کسی آزاد کو اپنی متاع فروخت کرنے کا وکیل کیا اُسنے ایسے شخص کے ہاتھ جسکا ماذون پر قرضہ ہے متاع فروخت کی تو طرفین کے نزدیک ثمن بدلا ہو جائیگا مگر امام ابو یوسف نے اسمین خلاف کیا ہے اور اگر دونوں پر قرضہ ہو تو بالاتفاق غلام کے قرضے سے بدلا ہو جائیگا یہ مغنی میں ہے۔ ماذون نے اگر دوسرے کیطرف سے کسی چیز کے خریدنے کی وکالت قبول کی پس اگر اُدھار خریدنے پر قبول کی تو قیاساً اور استحساناً وکالت جائز نہیں ہے اور اگر نقد خریدنے پر قبول کی تو استحساناً جائز ہے اور اگر غیر کی طرف سے بیع کرنے پر وکالت قبول کی تو یہ قیاساً و استحساناً جائز ہے خواہ نقد فروخت کرنے پر یا اُدھار فروخت کرنے پر ہو یہ محیط میں ہے اور اگر ماذون نے زید کی باندی اُسکے حکم سے فروخت کی پھر قبل تسلیم کے زید نے اُسکو قتل کیا تو بیع باطل ہو جاویگی اور اگر ماذون نے اُسکو قتل کیا تو ماذون کے مولی سے کہا جائیگا کہ چاہے ماذون کو دیدے یا جنایت کا فدیہ دے چنانچہ قبل بیع کے اگر قتل کرتا تو یہی حکم تھا پھر اُسکے مولی نے خواہ کوئی فعل دونوں میں اختیار کیا ہو مشتری کو خیار ہوگا کہ چاہے بیع توڑ دے یا جو باندی کے قائم مقام ہوی ہے اُسکو لیکر ثمن ادا کرے اور اگر ماذون کے مولی نے باندی کو قتل کیا اور ماذون پر قرضہ ہے یا نہیں ہے تو مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ باندی کی قیمت تین سال کے اندر ادا کرین اور مشتری چاہے بیع توڑ دے اور اُسکی قیمت موکل کو ملیگی اور اگر چاہے ثمن ادا کرے تین سال میں وکیل کے مولی کی مددگار برادری سے قیمت وصول کرے۔ اور اگر ماذون نے اپنی مقبوضہ چیز دن سے زید کے ہاتھ کوئی باندی بعوض باندی کے فروخت کی

عه یعنی قاضی نے اُسکو وکالت سے خارج کر دیا ہو ۱۲ عه طرفین امام ابو حنیفہ و محمد ۱۲

پھر ماذون نے قبل تسلیم کے اُسکو قتل کرڈالا تو عقد باطل ہو جائیگا کیونکہ غلام کو اپنی کمائی مین وہی اختیار تصرف حاصل ہے جو آزاد آدمی کو اپنی ملک مین حاصل ہوتا ہے پس مبیع اُسکے پاس مضمون ہوگی مگر اُس چیز کے عوض جسکے مقابل فروخت ہوئی تھی اور وہ چیز زید کے پاس موجود ہے پس ضمان کچھ اور نہ دینی ہوگی اور اس صورت مین خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہ ہو یکسان ہے اسی طرح اگر ماذون کے مولے نے اُسکو قتل کیا درحالیکہ ماذون مقروض نہین ہے کیونکہ غلام اپنے مولے کا تابع ہے اسکی کمائی مولے کی خالص ملک ہے اور اگر ماذون مقروض ہو تو مولے قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اس حالت مین اُسکی کمائی قرضخواہون کی ہے یہ مبسوط مین ہے زید نے ایک غلام ماذون کو کوئی چیز مسمی بعوض ثمن مسمی کے خریدنے کے وکیل کیا مگر ثمن نہین دیا تو استحسانًا جائز ہے اور اگر ثمن میعادی اُدھار کیا تو جو چیز ماذون وکیل نے خریدی وہ اُسی کی ہوگی نہ زید کی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے- اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کو ایک باندی دی جو اُسکی کمائی مین سے نہین ہے اور حکم کیا کہ اسکو فروخت کرے اُسنے فروخت کی اور ہنوز مشتری نے اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ مولے نے اُسکو قتل کیا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر ماذون نے اُسکو قتل کیا پس اگر مولی نے جنایت مین ماذون کو دینا اختیار کیا تو مشتری کو خیار ہوگا اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو بیع ٹوٹ جاویگی یہ محیط مین ہے- اگر ماذون نے زید کیطرف سے ایک خاص غلام فروخت کرنے کی وکالت قبول کی اور فروخت کیا پھر ماذون کو مولے نے مجور کردیا پھر مشتری نے غلام مبیع مین عیب پایا تو ماذون جو مجور ہو گیا ہے اُسکا خصم قرار دیا جائیگا پس اگر غلام مبیع بہ ثبوت گواہان یا بانکار قسم یا باقرار عیب درحالیکہ عیب ایسا ہو کہ اُسکے مثل پیدا نہ ہو سکتا ہو ماذون مجور کو واپس دیا گیا تو ثمن کے واسطے وہی غلام مردود فروخت کیا جائے گا ایسا ہی کتاب مین مذکور ہے اور فرمایا کہ اگر مشتری نے ماذون ہونے کی حالت مین وکیل ماذون کو واپس کیا تو مشتری اُسی سے ایفاء ثمن کا مطالبہ کریگا پھر ماذون اُس غلام مبیع مردود کو اپنے موکل کو واپس دیگا اور اُس سے ثمن واپس لیگا- اور درصورتیکہ غلام مبیع فروخت کیا گیا اور اُسمین سے مشتری کو ثمن ادا کیا گیا اور کم پڑا تو کیا غلام مجور فروخت کیا جائیگا تو یہ حکم ہے کہ دیکھا جاوے کہ اگر موکل تنگدست نہو بلکہ خوش حال ہو تو فروخت نہ کیا جائیگا بلکہ مجور سے کہا جائیگا کہ جسقدر دام کم ہوے ہین وہ اپنے موکل سے لیکر مشتری کو دیدے اور اگر موکل تنگدست ہو تو مجور کو فروخت کرکے اُسکا ثمن مشتری اور اُسکے قرضخواہون کے درمیان حصہ رسد تقسیم کیا جائیگا پھر بھی اگر مشتری کے کچھ دام باقی رہے تو ماذون مجور کے موکل سے واپس لیگا اور اسی طرح مجور کے قرضخواہ بھی جسقدر مشتری نے مجور کی قیمت مین سے لیا ہے اسقدر موکل سے واپس لینگے یہ مغنی مین ہے - اگر ماذون اور آزاد شخص کے درمیان ایک مشترک باندی ہو اور آزاد نے اُسکو اُسکے فروخت کرنیکا حکم کیا اور غلام ماذون نے ہزار درم کو فروخت کی پھر اقرار کیا کہ میرے شریک نے تمام ثمن یا نصف ثمن مشتری سے وصول کرلیا ہے اور مشتری نے اُسکی تصدیق کی مگر شریک نے تکذیب کی تو غلام کا اقرار اس امر کے واسطے صحیح ہوگا کہ مشتری نصف ثمن سے بری ہوگا پھر غلام سے شریک کے دعوے پر قسم لیجاویگی پس اگر قسم کھائی تو مشتری سے

نصف ثمن لے لیگا کہ وہ دونون کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر قسم سے نکول کیا تو شریک کو آدھا ثمن تاوان دیگا اور مشتری سے نصف ثمن لیگا کہ وہ اسی کو دیا جائیگا اور انمین سے کسی صورت مین مشتری پر قسم نہین آتی ہے اور اگر شریک نے اقرار کیا ہو کہ ماذون نے تمام ثمن وصول پایا ہے اور مشتری نے تصدیق اور ماذون نے تکذیب کی ہو تو بھی مشتری نصف ثمن سے بری ہوگا اور مشتری پر قسم نہین آتی ہے اور شریک اپنے شریک ماذون سے قسم لیگا پس اگر نکول کیا تو نصف ثمن شریک کو دینا پڑیگا اور اگر قسم کھالی تو شریک کے حصہ سے بری ہوجائیگا اور مشتری سے نصف ثمن وصول کریگا کہ اسمین شریک آزاد اسکا ساجھی نہین ہوسکتا ہے اور اگر شریک نے اقرار کیا کہ غلام نے نصف ثمن وصول کیا ہے تو مشتری چوتھائی ثمن سے بری ہوجائیگا پس مشتری پر ساڑھے سات سو درم باقی رہین گے پس جب اسقدر درم وصول ہوئے تو شریک کو اسکی ایک تہائی اور ماذون کو دو تہائی ملیگی کیونکہ اسی قدر دونون مین سے ہر ایک کا حق بذمہ مشتری رہگیا تھا اور اگر شریک نے اقرار کیا کہ غلام ماذون نے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا یا ہبہ کر دیا ہے تو یہ اقرار باطل ہے اور سب ثمن مشتری کے ذمہ رہیگا اگر غلام نے ایسا اقرار کیا اور شریک نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس مسئلہ مین شریک ماذون کی اجازت سے متولی بیع ہوا پھر اقرار کیا کہ غلام نے تمام ثمن یا اپنا حصہ وصول کر لیا ہے تو اسکا وہی حکم ہے جو درصورت ماذون کے متولی بیع ہونے اور شریک پر ایسا اقرار کرنے کے بیان ہوا ہے اور اگر بائع نے غلام کی نسبت بری کرنے یا ہبہ کر دینے کا اقرار کیا تو باطل ہے جیسا کہ اگر ابراء یا ہبہ کو غلام سے معائنہ کیا ہو تو بھی ہبہ باطل ہوتا ہے اسی طرح اگر غلام نے اقرار کیا کہ بائع نے مشتری کو ثمن سے بری یا ہبہ کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے مگر مشتری کا بائع پر ثمن سے بری کرنیکا دعوی باقی رہا پس بائع سے اسپر قسم لیجائیگی پس اگر قسم کھائی تو تمام ثمن مشتری سے لیگا اور اگر نکول کیا تو مشتری تمام ثمن سے بری ہوگا اور امام اعظم و امام محمد کے نزدیک غلام کو بائع سے نصف ثمن کی ضمان لینے کا اختیار ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایسی صورت مین مشتری فقط بائع کے حصۂ ثمن سے بری ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک غلام ماذون و زید کے عمرو پر دو ہزار درم ہین پس زید نے ماذون کو اپنے حصہ کے درم وصول کرنے کا وکیل کیا تو وکالت جائز نہین ہے اور جسقدر وصول کریگا وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا اور اگر تلف ہوا تو دونون کا مال گیا اور اگر زید نے ماذون کے مولے کو اس کام کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ غلام مقروض نہو اور اگر مقروض ہوگا تو جائز ہے یہ مغنی مین ہے۔ اگر ماذون و اسکے شریک زید کے ہزار درم عمرو پر قرضہ ہون اور عمرو منکر ہوگیا پس غلام و شریک نے غلام کے مولے کو اسکی خصومت مین وکیل کیا اور غلام مقروض ہے یا نہین ہے پھر مولے نے قاضی کے سامنے یون اقرار کر دیا کہ دونون نے مال وصول پایا ہے تو اسکا اقرار دونون کے حق مین جائز ہوگا

ف یعنی نصف ثمن لینے جب غلام ماذون قسم کھا گیا تو مشتری سے فقط نصف ثمن وصول کر سکتا ہے اور وہ شریک کے ساتھ بٹوارہ کر لے اور اگر قسم سے انکار کیا تو حصۂ شریک کا ضامن ہوگا اور وہ نصف ثمن ہے۔ اور مشتری پر نصف ثمن باقی تھا وہ غلام خود وصول کر لے ۱۲

اگرچہ دونوں اُس سے انکار کریں اور اگر شریک نے غلام پر یہ دعویٰ کیا کہ اُسنے اپنا حصہ وصول کیا ہے پس اگر
غلام مقروض ہو تو شریک اُس سے اپنا نصف بایں لحاظ لیسکے واسطے وہ فروخت کیا جائیگا اور اگر غلام
مقروض ہو تو شریک کو اُس سے یا اُسکے مولے سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے جبتک کہ قرضہ ادا نہ کرے
اور اگر غلام نے اپنا قرضہ ادا کیا اور کچھ مال بچا تو جیسی شریک اپنا حصہ اُسکے لیگا اور اگر ایسا
ہوا کہ مولے نے جو کچھ دونوں کی نسبت اقرار کیا ہے اُسکی تصدیق نہیں کی گئی ماذون نے شریک کی خواہ ماذون مقروض ہو
یا نہیں ہو تو دونوں میں سے کوئی شخص اپنے شریک سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر شریک نے فقط ماذون کو اپنے
حصہ کی خصومت کیواسطے وکیل کیا اور ماذون نے قاضی کے سامنے یہ اقرار کیا کہ شریک کا عمرو کی جانب کچھ نہیں ہے
یا یہ اقرار کیا کہ اُسنے عمرو سے اپنا حصہ وصول پایا ہے اور شریک نے اُس سے انکار کیا تو وہ حصہ شریک سے بری ہوگا مگر
ماذون اپنا حصہ عمرو سے وصول کریگا کیونکہ اُسنے اپنے حصہ کی نسبت کچھ اقرار نہیں کیا ہے پس ماذون اُسکو وصول کرے
تو شریک اُسمیں ساجھی ہوجائیگا خواہ غلام مقروض ہو یا نہیں۔ اور اگر ماذون اور زید کے عمرو پر ہزار درم ہوں اور زید سفر
کر کہیں غائب ہوگیا پھر ماذون نے شریک پر عمرو سے دعویٰ کیا کہ اُسنے اپنا حصہ وصول کیا ہے اور چاہا کہ اُسمیں سے نصف
تقسیم کرا لے اور زید نے انکار کیا اور ماذون کے مولے کو اُس مقدمہ میں خصومت کے واسطے وکیل کیا خواہ غلام پر
قرضہ ہو یا نہیں ہو یا ماذون کے بعض قرضخواہوں کو وکیل کیا اور وکیل نے اقرار کردیا کہ زید نے عمرو سے اپنا حصہ
بھر پایا ہے تو یہ اقرار باطل اور وہ وکیل نہیں ہوسکتا ہے اور اگر زید نے ماذون پر دعویٰ کیا کہ اُسنے وصول پایا
ہے اور ماذون نے اُس مقدمہ میں اپنے مولی یا اپنے قرضخواہ کو وکیل کیا اور وکیل نے ماذون کی نسبت وصول
پانے کا اقرار کردیا تو وکیل کا اقرار اُسپر جائز ہے کیونکہ اس اقرار میں وکیل کی کچھ منفعت نہیں ہے بلکہ ضرر ہے اور جب
قرضدار حاضر ہوا اور اُسنے دعویٰ کیا کہ جو وکیل نے کہا ہے وہ ماذون نے وصول پایا ہے تو اُسکی تصدیق
نہ ہوگی اسی سبب سے غلام کو اختیار ہوگا کہ عمرو سے اپنا تمام قرضہ وصول کرے لیکن اگر غلام مقروض نہ ہو
اور وکیل اُسکا مولی ہو تو مولے نے اقرار کی جو اُسنے اپنے ماذون کی نسبت کیا ہے تصدیق کیجائیگی یعنی اس صورت
میں ماذون عمرو سے نہیں لے سکتا ہے کذا فی المبسوط ایک ماذون مقروض ہے اور قرضخواہ نے ماذون کے بیٹے
یا باپ یا باپ کے غلام یا اُسکے مکاتب کو وکیل کیا اُسنے قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا تو تصدیق کیجائیگی کذا فی المغنی
اگر زید شریک ماذون پر ہزار درم قرض ہوں اور غلام نے زید کی نسبت دعویٰ کیا کہ اُسنے اپنا قرضہ وصول پایا
ہے اور زید نے انکار کیا اور ماذون کے مولے کو اس مقدمہ میں اپنا وکیل کیا تو وکیل باطل ہے اور اگر مولے نے
اقرار کیا تو اقرار باطل ہے خواہ غلام مقروض ہو یا نہ ہو اور اگر دوسرا قرضخواہ یعنی عمرو آیا اور جو کچھ ماذون کے مولے نے
زید کی نسبت اقرار کیا تھا وہی دعویٰ کیا اور چاہا کہ اپنا حصہ نصف اُس سے واپس لے تو ایسا نہیں کرسکتا ہے اور
اگر دونوں شریکوں میں سے کسی نے دوسرے کو غلام کے مقدمہ میں اپنا وکیل کیا اُسنے قاضی کے سامنے اپنے
شریک کی نسبت اپنا حصہ وصول پانے کا اقرار کیا تو یہ اقرار اُسپر اور اُسکے شریک پر جائز ہوگا اور قرضہ میں سے

پانچسو درم کم ہوجاوینگے پھر وکیل شریک نے جب باقی پانچسو درم وصول کیے تو اُسکا شریک اُسمین آدھے کا ساجھی
ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہے جاننا چاہیے کہ مولے اپنے غلام ماذون سے اجنبی کی طرف سے اُنکا قرضہ وصول کرنے کا
وکیل نہین ہوسکتا ہے حتےٰ کہ اگر مولے نے اقرار کیا کہ اُسنے میرے ماذون غلام سے اپنا قرضہ وصول پایا ہے تو اقرار
صحیح نہین ہے اور غلام بری نہوگا اسی طرح اگر مولی نے گواہون کے سامنے قرضہ وصول کیا تو وصول صحیح نہین ہے یعنے
غلام اُس اجنبی کے قرضہ سے بری نہوگا اور یہ حکم مولے کے حق مین ہے بخلاف غلام کے کہ اگر اسکو کسی اجنبی نے اُسکے
مولی سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور غلام نے قبول کیا تو توکیل صحیح ہے کیونکہ وہ جو کچھ وصول کریگا اسمین اجنبی
کی طرف سے عامل ہے اپنے واسطے کچھ نہین کرتا ہے اور اپنی جان یا مال کی برائت نہین کرتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ جب
غلام کا وکیل ہونا اس معاملہ مین صحیح ٹھہرا تو ہم کہتے ہین کہ اگر مولے نے گواہون کے سامنے اپنے ماذون وکیل کو
اجنبی کا قرضہ ادا کیا تو مولی بری ہوجائیگا اسی طرح اگر غلام نے اقرار کیا کہ مین نے اپنے موکل کا قرضہ وصول کیا
تھا مگر میرے پاس تلف ہوگیا تو اقرار صحیح ہے یعنے اُسکا مولے قرضہ سے بری ہوجائیگا مگر غلام سے وصول کرنے اور
تلف ہوجانے پر قسم لیجاویگی پس اگر قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو یہ مال اُس کی گردن
پڑیگا جسکے واسطے فروخت ہوگا لیکن اگر مولے اُسکا فدیہ دیدے تو فروخت نہوگا یہ محیط مین ہے۔ زید کے
کلو و خیرو دو ماذون غلام ہین انمین سے ایک کلو پر عمرو کے ہزار درم قرض ہین اُسنے خیرو دوسرے کو اس مال کے
وصول کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر وکیل نے اُسکے وصول پانے کا اقرار کیا تو قسم سے اُسکے قول کی تصدیق
ہوگی اسکی صورت وہی ہے جو مسئلہ سابقہ مین بیان ہے اور اگر اُسنے قسم سے نکول کیا تو یہ مال اُسکی گردن پر لازم ہوگا یہ
مغنی مین ہے۔ اگر زید نے اپنے دو غلام کلو و خیرو کو ماذون کیا اور اُن دونون پر قرضہ ہوگیا اور کلو کے کسی قرضخواہ نے
خیرو کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اُسنے وصول پانے کا اقرار کردیا تو جائز ہے۔ اور اگر دوسرے کے بعضے
قرضخواہون نے پہلے ماذون کو یا اُسکے مولے کو اپنا قرضہ وصول کرنیکا وکیل کیا تو وہ وکیل نہوگا اور اُسکا
قبضہ جائز نہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے اپنے قرضہ کے عوض کچھ رہن کیا اور اُسکو دوسرے کے قبضہ
مین رکھدیا پھر دونون مال مرہون تلف ہوگئے تو پہلے ماذون کا رہن اُسکے قرضہ کے معاوضہ مین تلف ہوگا اور دیگر
مال اُسکے مال کے عوض تلف ہوگا اور اگر ماذون مقروض نے اپنے کسی قرضخواہ کو ایک شخص خالد پر حوالہ کردیا پس اگر
ماذون کا خالد پر کچھ مال آتا تھا اُسکی وجہ سے حوالہ کیا ہے تو حوالہ باطل ہے اور اگر مال نہین آتا تھا تو حوالہ جائز
ہے پھر اگر طالب نے اُسی ماذون محیل کو یا اُسکے مولے کو محتال علیہ سے یہ مال حوالہ وصول کرنے کے واسطے
وکیل کیا تو قبضہ نہین جائز ہے اھ اگر مولے کے کسی دوسرے غلام یا مولے کے بیٹے یا اُس ماذون کے جسپر اصل
مین قرضہ تھا کسی غلام کو وکیل کیا اور اُسنے اقرار کیا کہ مین نے محتال علیہ سے قرضہ وصول کیا ہے تو اقرار جائز ہے

۱؎ یہ معنی ہین اُس قول کے کہ یہ اقرار اُسپر اور اُسکے شریک پر جائز ہوگا ۱۲ منہ ۲؎ اس قول سے اشارہ ہے کہ اگر اُسنے موکل کے وصول
پانے کا اقرار کیا تو صحیح ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

اور اگر مولے پر قرضہ ہوا اور اُسنے خالد پر حوالہ کر دیا پھر قرضخواہ نے مولی کے غلام کو خالد سے قرضہ وصول کرنیکا وکیل کیا اور اُسنے خالد سے وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ غلام مجور نے اگر خالد کی طرف سے خالد کے کسی مال معین فروخت کرنے کی وکالت قبول کی تو جائز ہے اور جب بیع کر دی تو جائز ہوگی اور اُسکا ثمن خالد کو ملیگا مگر بیع کا عہدہ غلام کے ذمہ نہ ہوگا بلکہ خالد پر ہوگا پھر اگر مجور آزاد ہو گیا تو عہدۂ بیع اُسکے ذمہ آجاویگا اور اگر غلام کے آزاد ہونے سے پہلے مشتری نے مبیع میں کچھ عیب پایا تو اُسکے مقابلہ میں خصم اُسکا یہ غلام نہوگا بلکہ مالک متاع یعنے خالد ہوگا پس اگر مشتری نے عیب کے گواہ پیش کیے تو مبیع خالد کو واپس دیکر اُسی سے ثمن واپس لیگا اور گواہ نہوں تو خالد سے علمی قسم لیجاویگی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے غلام نے اس مبیع کو ایسے حال میں فروخت کیا کہ اسمیں یہ عیب تھا پس اگر قسم کھا گیا تو دعوے سے بری ہوگا ورنہ وہ متاع اُسکو واپس دیکر اس سے ثمن واپس لیا جائیگا اور اگر مشتری نے متاع میں عیب لگایا ولیکن ہنوز گواہ پیش نہ کیے تھے کہ غلام آزاد ہو گیا تو مدعا علیہ یہی غلام آزاد قرار پائیگا کہ مشتری اُسی کے مقابلہ میں اپنے گواہ پیش کریگا اور اگر گواہ نہونگے تو اُسی غلام سے قسم لیگا۔ اور اگر مشتری نے غلام کے آزاد ہونے سے پہلے مؤکل پر گواہ پیش کیے مگر ہنوز قاضی نے ان گواہوں پر مؤکل کی ڈگری نہ کی تھی کہ وہ غلام آزاد ہو گیا تو قاضی اُسی گواہی سے اس غلام آزاد شدہ پر ڈگری کر دیگا بعد عتق کے مشتری کو دوبارہ غلام پر گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیگا اسی طرح اگر قبل عتق کے مشتری مؤکل پر ایک ہی گواہ پیش کر چکا ہو تو مجور کے عتق کے بعد مشتری دوسرا گواہ اُس غلام پر پیش کریگا اور قاضی پہلے گواہ کے اعادہ کے واسطے اُسکو تکلیف نہ دیگا پھر ایسے حال میں اگر قاضی نے گواہوں پر بیع توڑ دی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر مشتری نے خود خالد سے ثمن وصول کیا ہے تو مشتری اُسی سے اپنا ثمن لے لیگا غلام آزاد شدہ سے کچھ مطالبہ نہ کریگا اور اگر غلام نے خالد سے وصول کر لیا ہو تو مشتری اُس سے واپس لیگا اور اگر ثمن غلام کے پاس تلف ہوا ہو اور مشتری نے اُس سے واپس لیا تو غلام اپنے مؤکل سے پھر واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ماذون نے زید کے ہزار درم غصب کر لیے اور اُس سے عمرو نے وصول کر لیے اور اُسکے پاس تلف ہو گئے پھر زید حاضر ہوا اور اسنے یہ اختیار کیا کہ عمرو سے تاوان لے تو ماذون بری ہو جاویگا پھر اگر ماذون یا اُسکے مولے کو عمرو سے اپنے تاوانی درم وصول کرنیکا وکیل کیا تو وکیل کا اقرار وصول جائز ہے اسی طرح اگر مالک نے ماذون سے تاوان لینا اختیار کرکے عمرو کو وصول کرنیکا وکیل کیا تو بھی جائز ہے لیکن اگر ماذون کے مولی کو اُس سے وصول کرنیکا وکیل کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مولی نے اس صورت میں قبض وصول پانیکا اقرار لیا تو باطل ہوگا۔ اور اگر مولی نے غلام مقروض کو مدبر کیا اور قرضخواہوں نے یہ اختیار کیا کہ مولی سے اُسکی قیمت تاوان لیویں پھر مدبر کو یہ تاوان مولی سے وصول کرنیکا وکیل کیا تو یہ توکیل و اقرار وصول جائز نہیں ہے اسی طرح اگر مدبر سے دامنگیر ہوکر وصول کرنا اختیار کیا اور مولی کو اُس سے وصول کرنیکا وکیل کیا تو بھی جائز نہیں ہے پھر اگر مدبر کرنیکے بعد مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو از سر نو اُسپر ضمان عود نکریگی یعنے طالبوں کو یہ استحقاق حاصل نہوگا کہ اُسکو ضامن بناویں اور اگر وکالت

اولی مین اسنے مدبر سے کچھ وصول کیا تو یہ قبضہ قرضخواہون کے حق مین جائز نہوگا اور اگر بعد آزاد کرنیکے اُنھون نے کفیل کیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور ماذون کو رہن دینے اور رہن رکھنے کا اختیار ہی کذا فی الکافی۔ اگر ماذون نے اپنے قرضخواہون مین سے کسی کو اُسکا قرضہ ادا کرنا یا قرضہ کے عوض رہن دینا چاہا تو دوسرے قرضخواہون کو روکنے کا اختیار ہی۔ اور اگر قرضخواہ ایک ہی شخص ہو اور ماذون نے اُسکے قرضہ کے عوض رہن دیا اور دونون نے برضامندی مال مرہون مولی کے پاس رکھا اور اُسکے پاس سے ضائع ہوگیا تو غلام کا مال گیا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا اور اگر دونون نے مولے کے کسی دوسرے غلام یا مکاتب یا بیٹے کے ہاتھ مین رکھا ہوا اور مال رہن تلف ہوگیا تو بعوض قرضہ کے گیا اسی طرح اگر ماذون مقروض کے کسی غلام کے پاس رکھا ہو تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر اُسکا تلف ہوجانا سوائے غلام کے قول کے اور کسی طرح معلوم نہو تو بھی یہی حکم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور ماذون کو اختیار ہی کہ زمین اجارہ پر دیوے یا بوئے یا مزارعت پر دیوے ... بوئے خواہ بیج اسکی طرف سے ٹھہرے ہون یا کاشتکار کی طرف سے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اُسکو اختیار ہی گیہون خریدکے ... ذی التبیین اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ گیہون دوسرے شخص کو اس غرض سے دیوے کہ یہ شخص اپنی زمین مین ... بٹائی پر بودے کذا فی النہایہ۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ماذون کو کفالت بالنفس یا بالمال جائز نہین ہی خواہ ماذون مقروض ہو یا نہوا ور اگر ماذون کے مولی نے اُسکو کفالت کی اجازت دیدی اور اُسنے کفالت کی تو جائز ہی بشرطیکہ اُسپر قرضہ نہو اور اگر قرضہ ہو تو نہین جائز ہی اور شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ اگر ماذون نے کفالت بالمال کو قبول کیا خواہ باجازت مولی ہو یا بلا اجازت ہو اور اُسپر قرضہ تھا تو بعد آزادی کے ماخوذ نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ماذون نے اپنے مولی کی اجازت سے زید کے واسطے ضمانت کرلی اور کہا کہ اگر خالد مرگیا اور تیرا حق ادا نہ کیا تو مین ضامن ہون حالانکہ اُس غلام پر بکر کے ہزار درم قرضہ ہین اور قرضہ ایسا ہی کہ حالہ ہی یعنی میعادی نہین ہی پس قاضی نے اس غلام کو ہزار درم کو فروخت کیا تو یہ ہزار درم بکر کو دیکر اس سے مضبوطی کرنے کا پھر اگر خالد مرگیا اور زید کا حق ادا نہ کیا تو زید پہلے قرضخواہ بکر سے غلام کے ثمن سے بقدر حصہ مکفول بہ کے لے لیگا اور اگر ماذون نے معجل یا مؤجل کفالت بالنفس باجازت مولی قبول کی پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا تو جائز ہی اور مکفول لہ کو بیع توڑدینے کا اختیار نہین ہی مگر غلام کو جہان کہین مشتری کے قبضہ مین پاویگا دامنگیر ہوکر اُسکو کفالت مین ماخوذ کریگا اور یہ ایک عیب ہی سو مشتری کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے بائع کو واپس کردے اور اگر مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ زید کے عمرو پر جو ہزار درم آتے ہین اُسکی کفالت اس طور سے کرے کہ اگر عمرو بدون اُس مال کے ادا کرنے کے مرگیا تو مین ضامن ہون پھر اگر مولی نے وہ غلام رب المال کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اور اُسکا ثمن مولی کو ملیگا سو اسکو اختیار ہی جو چاہے سو کرے پھر اگر عمرو مرگیا اور قرضہ ادا نہ کیا تو زید اپنا قرضہ اُس غلام کے ثمن سے واپس لیگا پس اگر اُسکا قرضہ ثمن سے زیادہ ہو تو زیادتی باطل ہوجاویگی اور اگر زید نے اُسمین کوئی عیب پاکر مولی کو واپس کرکے اپنا ثمن واپس کرلیا ہو تو اس صورت مین وہ غلام اُسکے قرضہ کے عوض فروخت کیا جائیگا اور اگر ثمن بائع کے پاس تلف ہوگیا ہو اور مشتری نے عیب پایا تو اُسکو واپس کریگا

[illegible]

اختیار ہے اور بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے مگر غلام اسکے ثمن کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر ثمن سے کچھ زیادہ بچا تو زیادتی اپنے قرضہ میں لے لیگا یہ مغنی میں ہے۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ دوسرے سے شرکت عنان[1] کر لے مگر شرکت مفاوضہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر شرکت مفاوضہ کر لی تو وہ شرکت عنان ہو کر منعقد ہوگی نہ شرکت مفاوضہ یہ محیط میں ہے پھر واضح ہو کہ شرکت عنان بھی جبھی صحیح ہے کہ جب دونوں نے مطلقاً شرکت اختیار کی ہو نقد و اُدھار خریدنے کی قید نہ لگائی ہو اور اگر دو غلام ماذون التجارۃ نے اس طرح سے شرکت عنان کر لی کہ باہم نقد و ادھار خریدیں تو اُنمیں سے اُدھار میں جائز ہے اور نقد میں جائز ہے اگر دونوں کے مولاؤں نے نقد و اُدھار خریدنے کی شرکت کی اجازت دیدی ہو الا انکہ دونوں ماذون قرضدار نہیں ہیں تو جائز ہے جیسا کہ اگر ہر ایک کے مولے نے اُسکو کفالت کی یا اُدھار خریدنے کی وکالت قبول کرنے کی اجازت دیدی تو جائز ہوتی ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر دونوں مولی نے شرکت مفاوضہ کی اجازت دی ہی تو یہی مفاوضہ علی سبیل العموم تمام تجارات میں جائز ہوگی اور جب بعد اجازت ہوئی کے بھی تمام تجارات میں جائز ہوئی تو کیا علی سبیل الخصوص ایک بار جائز ہوگی سو امام محمدؒ نے اس مسئلہ کو کتاب میں نہیں لکھا ہے۔ اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں لکھا کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جائز ہے اور کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور ماذون کو یہ اختیار ہے کہ تجارت کی اجازت دیدے اور مکاتب کا اور شریک عنان کا ایسی چیزوں میں جو دونوں کی شرکت کی ہے یہی حکم ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے ایک صورت میں اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ نوع[2] خاص کے مضارب نے اگر اپنی مضاربت کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو یہ غلام آیا جمیع تجارت کے واسطے ماذون ہوگا یا اسی نوع خاص کے واسطے اور شمس الائمہ سرخسیؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ جمیع تجارت کے واسطے ماذون ہوگا کذا فی الظہیریہ اور ماذون کو اختیار ہے کہ مال کو مضاربت کے واسطے دے اور لے اور بضاعت کے طور پر دے کذا فی المحیط۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ اپنی زمین میں زراعت کرے اور ودیعت دے اور ودیعت لیوے اور عاریت دے اور عاریت لے کذا فی الذخیرہ اور اسکو ہمارے نزدیک اختیار ہے کہ اپنے تئیں جس کام کے واسطے چاہے اجارہ پر دیدے اور جو چیز اُسنے کمائی ہے اسکو بلاخلاف اجارہ پر دے سکتا ہے کذا فی المحیط۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ اپنی باندی کو دودھ پلائی پر اجارہ دے اور جو باندی ماذونہ ہو تو اُسکو اپنے تئیں دودھ پلائی پر اجارہ دینے کا اختیار ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے تئیں فروخت کرے یا رہن کرے کذا فی سراج الوہاج اور اپنے نکاح کرنیکا اختیار بھی نہیں ہے مگر باجازت مولی جائز ہے اور اگر اُسنے کسی آزاد عورت سے خود نکاح کر لیا تو دونوں میں تفریق کر دیجاویگی اور بسبب دخول کے جو کچھ مہر اُسکے ذمہ لازم آیا اُسکے واسطے بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا کذا فی المحیط۔ اور اپنے مملوکون کا نکاح نہیں کرا سکتا ہے پس اگر اپنے غلام کا نکاح کر دیا تو بالاجماع نہیں جائز ہے اور اگر باندی کا نکاح کر دیا تو بھی طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک

۱؎ شرکت عنان اور مفاوضہ کا بیان کتاب الشرکۃ میں دیکھو ۱۲ ۲؎ نوع خاص مثلاً مضاربت میں شرط تھی کہ وہ غلاموں کی تجارت کرے ۱۲

جائز ہے اور لڑکے ماذون و مضارب شریک عنان کا بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج مین ہے - اور ماذون کو اختیار نہین ہے کہ اپنے غلام کو مکاتب کرے اور اگر مکاتب کیا اور مولے نے اجازت دیدی تو جائز ہے بشرطیکہ ماذون مقروض نہو پھر ماذون کو بدل وصول کرنے کی کوئی راہ نہین ہے بلکہ مولی کو استحقاق ہے اور اگر مکاتب نے ماذون کو دیا تو بری نہوگا لیکن اگر ماذون کو مولے وصول کرنیکا وکیل کرے تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر مولی کی اجازت کے بعد ماذون مقروض ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر ماذون پر مال کثیر یا قلیل قرضہ ہو تو اُسکی مکاتبت[۱] باطل ہے اگرچہ مولے نے اجازت دیدے پس اگر مکاتبت رد نکی یہانتک کہ اُسکے مکاتب نے بدل ادا کیا پس اگر مولے نے اجازت نہین دی تھی تو مکاتب آزاد نہوگا بلکہ ماذون کا رقیق کر دیا جائیگا اور اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور جو مال اُسنے مکاتبت مین لیا ہے وہ بھی قرضہ مین صرف کیا جائیگا - اور اگر مولے نے اجازت دیکر ماذون کو قبض البدل کا وکیل کیا ہو حالانکہ ماذون پر اسقدر قرضہ ہے کہ اُسکی جان و مقبوضہ مال کو محیط ہے پھر اُسکے مکاتب نے مال کتابت ادا کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ صورت اور صورت اولی قیاسًا یکسان ہین اور صاحبین کے نزدیک وہ آزاد[۲] ہوجائیگا اور مولی اُسکی قیمت قرضخواہون کو تاوان دیگا اور اسی طرح جو مال کتابت مولی نے وصول کیا ہے وہ بھی واپس لیکر قرضخواہون کو تقسیم کر دیا جائیگا اور اگر ماذون کا قرضہ اُسکی جان و مال کو محیط نہو تو اُسکا مکاتب بالاجماع آزاد ہوجائیگا پھر قرضخواہون کو اُسکی قیمت کی ضمان دیگا اور مال کتابت جو مولی و ماذون نے وصول کیا ہے وہ بھی قرضخواہ اپنے قرضہ مین لے لینگے یہ مبسوط مین ہے اور قرضخواہون کو اختیار ہے کہ تحقیق[۳] عتق سے پہلے عقد کتابت کو باطل کر دین اور اگر باطل نہ کرائی یہانتک کہ مکاتب ادا کر کے آزاد ہوگیا تو مولے اُسکی قیمت قرضخواہون کو تاوان دیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر ماذون کے مکاتب نے بدل کتابت مولی کو مولی کی اجازت دینے سے پہلے ادا کیا تو آزاد نہوگا اور جو کچھ مولے نے وصول کیا ہے وہ اُسی کو سپرد کر دیا جائیگا کیونکہ اُسکے غلام کی کمائی ہے یہ تبیین مین ہے - اور ماذون کو اختیار نہین ہے کہ اپنی کمائی کے غلام کو بعوض مال کے آزاد کرے اور اگر اُسنے باوجود عدم اختیار کے مال پر آزاد کیا اور مولے نے عتق کی اجازت دیدی پس اگر ماذون مقروض نہوگا تو مولی کی اجازت کارآمد ہوگی اور بدل وصول کرنیکا استحقاق مولے کو ہے اور اگر اُس غلام پر کچھ قرضہ چڑھگیا ہوگا تو بدل عتق مین سے کچھ اُسکے قرضہ مین صرف نہ کیا جائیگا اور اگر ماذون مقروض ہو پس اگر قرضہ اُسکے واسطے محیط ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک مولی کی اجازت کارآمد نہوگی اور صاحبین کے نزدیک کارآمد ہوگی اور اگر قرضہ محیط نہ ہو تو بالاجماع اجازت کارآمد ہوگی اور مولی اُسکی قیمت قرضخواہون کو تاوان دیگا اور قرضخواہون کو عوض عتق لینے کی کوئی راہ نہین ہے یہ محیط مین ہے - اور ماذون کو درم یا کپڑا یا ایسی چیز دن کے ہبہ یا صدقہ کرنے کا اختیار نہین ہے اور جو چیز اُسکو

[۱] مکاتبت یعنی اگر اُسنے اپنے کسی غلام کو مکاتب کیا تو باطل ہے ۱۲ [۲] آزاد ہوجائیگا اسوجہ سے کہ یہان مولی کی اجازت لاحق ہے ۱۲ [۳] تحقیق یعنے عتق کا ثبوت پورا ہونے سے پہلے ۱۲

بلا شرط عوض ہبہ کی گئی اُسکا معاوضہ نہیں دے سکتا ہے اور قرض نہیں دے سکتا ہے - اور اگر مولے نے اسکے اُن
تبرعات کی اجازت دیدی پس اگر اسپر قرضہ نہیں ہے تو خیر کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر قرضہ ہو تو اُسمین سے کوئی تصرف جائز
نہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور ماذون کو اختیار ہے کہ ایک پیسہ یا ایک گردہ روٹی یا درم سے کم چاندی صدقہ کرے اور
درم سے کم چاندی صدقہ کرنے کے جواز پر کتاب المکاتب مین صریح حکم کیا ہے اور اصل مین لکھا ہے کہ اگر ماذون نے
صدقہ کیا اور مال صدقہ سوائے گیہون کے کوئی ایسی چیز ہے جسکی قیمت درم یا زیادہ ہے تو جائز نہین ہے یہ ینابیع مین ہے
تو ماذون کو آسان بہت کم خرچ دعوت کرنے کا اختیار ہے اور یہ حکم استحسانا ہے اور اسکو بڑی ضیافت کا
اختیار نہیں ہے پھر آسان وچھوٹی دعوت اور بڑی دعوت کے درمیان حد فاصل[ف] ضرور ہے پس شیخ محمد بن سلمہ
سے روایت ہے کہ یہ مقدار مال تجارت پر ہے پس اگر اُسکا مال تجارت مثلاً دس ہزار درم ہون اور اُسنے دس
درم خرچ کرکے ضیافت کی تو آسان وچھوٹی ہے اور اگر دس درم ہون اور اُسنے ایک دانگ ضیافت مین خرچ
کیا تو عرفاً یہ صرف کثیر ہے یہ تقریر تو اُسکی دعوت کے باب مین ہوئی اور رہا کلام ہدیہ مین سو ہم کہتے ہین کہ ماذون
کو ماکولات یعنے خورش کی چیزین ہدیہ کرنیکا اختیار ہے اور اُسکے سوائے درم و دینار کے ہدیہ کا اختیار نہین ہے اور
ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ماکولات مین بھی اسی قدر ہدیہ کر سکتا ہے جسقدر دعوت مین صرف کرنیکا اختیار ہے
یہ محیط مین ہے - اور واضح ہو کہ غلام ماذون کی دعوت قبول کرنے اور اُسکے کپڑے یا چوپایہ کو عاریت لینے
مین شرعاً کچھ ڈر نہیں ہے کذا فی الخلاصہ اور اگر ان چیزون مین سے جو عاریت لی ہین کوئی چیز مستعیر کے پاس تلف
ہوگئی تو اُسپر ضمان لازم نہیں آتی ہے خواہ ماذون مقروض ہو یا نہو یہ مبسوط مین ہے - اور ماذون کا کپڑا پہننا
مکروہ ہے یہ خلاصہ مین ہے - اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر مولے نے اپنے غلام مجور کو ایک روز کی
خوراک دی تو اُسکو اختیار ہے کہ اس کھانے مین اپنے بعضے رفیقون کی دعوت کرے یعنے شرعاً کچھ ڈر نہیں ہے
اور اگر ایک مہینہ کی خوراک دی تو حکم اسکے خلاف ہے اور عورت کو شرعاً کچھ نہین ہے کہ اپنے شوہر کی بلا اطلاع
اُسکے گھر مین سے مثل گردہ روٹی وغیرہ کے خفیف چیز صدقہ کردے کذا فی الکافی - قال رضی اللہ عنہ اور ہمارے
عرف مین جورو و باندی نقد مال صدقہ کرنے کے حق مین ماذونہ نہین ہوتی ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے -
اور اگر ماذون نے کوئی باندی فروخت کرکے مشتری کو دیدی پھر ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے یا بعد تمام ثمن
یا کچھ مشتری کو ہبہ کردیا یا مشتری کے ذمہ سے کم کردیا تو یہ باطل ہے اور اگر مشتری نے مبیع مین کچھ عیب لگایا یا
اور ماذون نے قبضہ سے پہلے یا بعد کچھ ثمن ہبہ کردیا یا کم کردیا تو جائز ہے لیکن اگر تمام ثمن ہبہ کیا یا کم کیا
تو جائز نہیں ہے اور اگر ماذون نے کوئی باندی خرید کرکے قبضہ کیا پھر بائع نے ثمن ماذون کو ہبہ کردیا تو جائز ہے
اسی طرح اگر بائع نے اُسکے مولی کو ہبہ کیا اور اُسنے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے کہ یہ صورت بمنزلہ غلام کے
ہبہ کرنے کے ہوگی خواہ غلام مدیون ہو یا نہو اور اگر مولے نے اس صورت مین یا غلام نے صورت اول مین قبول نکیا
تو یہ باطل ہوجائے گا اور ثمن ماذون پر بحالہ باقی رہے گا اور اگر بائع نے غلام کو یا اُسکے مولی کو ثمن ہبہ

[ف] یعنی حد فاصل یعنی کوئی حد بیان کر جانا چاہئے جس سے ثابت ہو کہ اس حد تک چھوٹی دعوت ہے پھر اس سے بڑھ کر ہو تو بڑی دعوت ہو جاوے گی ١٢

قبضہ کرنے سے پہلے ثمن ہبہ کیا پھر غلام نے باندی مین کچھ عیب پایا تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ حکم استحساناً ہی اور اسی طرح جو ثمن غیر معین ہوا سمین یہی حکم ہی اور اگر ثمن کوئی اسباب معین قرار دیا گیا ہوا اور ماذون نے قبل قبضہ کے ایسا ثمن مشتری کو ہبہ کیا تو ہبہ جائز ہی اور اگر مشتری نے ہبہ قبول نہ کیا تو باطل ہی اور اگر ماذون کے قبضہ سے پہلے مشتری نے باندی ماذون کو ہبہ کردی اور ماذون نے قبول کیا تو جائز ہی خواہ غلام مقروض ہو یا نہو اور یہ فعل فسخ بیع قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے ماذون کے مولی کو ہبہ کردی پس اگر غلام مقروض نہو تو یہ فسخ بیع صحیح ہی اور اگر مقروض ہو اور مولی نے باندی موہوبہ کو قبول کیا اور قبضہ کر لیا تو یہ امر بیع کا نقض نہین ہی اور اگر باہمی قبضہ کے بعد عرض معین مشتری کو ہبہ کیا اور اُسنے قبول کیا تو ہبہ باطل ہی اور اگر مشتری نے باندی کو بعد باہمی قبضہ کے ماذون یا اُسکے مولی کو ہبہ کردی تو ہبہ بطریق ابتدائی احسان کے جائز ہی پھر اگر ماذون نے عرض معین مین کچھ عیب پایا اور وہ مقروض نہین ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر مقروض ہو اور صورت یہ ہوئی کہ مشتری نے ماذون کو باندی ہبہ کی ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر صورت یہ ہوئی کہ مولی کو ہبہ کی ہی تو ماذون کو اختیار ہی کہ بوجہ عیب کے عرض[له] معین اُسکو واپس کرے اور جو کچھ قیمت قبضہ کے روز باندی کی تھی وہ مشتری سے تاوان لیوے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور ماذون نے اپنے مقبوضہ مال مین سے ایک باندی بعوض ایک غلام کے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرکے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری کے پاس باندی مین کوئی عیب آسمانی آفت سے یا فعل مشتری سے یا فعل اجنبی سے پیدا ہو گیا یا اُسکے بچہ پیدا ہوا یا مشتری نے اُس سے وطی کر لی حالانکہ وہ باکرہ تھی یا ثیبہ تھی یا کسی اجنبی نے اُس سے وطی کر لی پھر مشتری نے وہ باندی ماذون یا اُسکے مولی کو ہبہ کردی حالانکہ غلام مقروض ہی یا نہین ہی پھر ماذون نے غلام مین کچھ عیب پایا تو اُسکو اختیار ہی کہ عیب کی وجہ سے مشتری کو واپس کرے یہ مغنی مین ہی۔ اگر ماذون نے زید سے ایک باندی بعوض ہزار درم و اپنے مقبوضہ ایک غلام کے جسکی قیمت ہزار درم ہی خریدی اور باہمی قبضہ کر لیا پھر زید نے وہ ہزار درم جنپر ماذون سے لیکر قبضہ کیا ہی اور اُسکا غلام دونون ماذون کو ہبہ کئے اور ماذون نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر غلام ماذون نے اپنی خریدی ہوئی باندی کو بوجہ عیب کے واپس کرنا چاہا تو واپس نہین کر سکتا ہی اسی طرح اگر زید نے اُسکے مولے کو ہبہ کیا ہو درحالیکہ ماذون مقروض نہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ماذون مقروض ہوا اور ہبہ اُسکے مولے کے واسطے واقع ہوا ہو تو ماذون کو عیب کی وجہ سے باندی واپس کرنے کا اختیار ہی اور واپس کرکے بائع سے اپنے ہزار درم اور غلام کی قیمت لے سکتا ہی پس اگر اُسنے واپس کرکے بائع سے یہ سب لے لیا پھر ماذون مقروض کو اُسکے قرضخواہون نے بری کیا یا قرضہ اُسکو ہبہ کیا یا مولی یا وارثان مولی کو ہبہ کیا تو ماذون نے جو کچھ بائع سے لیا ہی اُسمین سے کچھ واپس نہ کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اُس ماذون کا کسی شخص آزاد یا غلام یا مکاتب پر ثمن بیع یا مال غصب واجب ہوا اور ماذون نے اُسکو مہلت دیدی تو استحساناً اُسکا مہلت دینا جائز ہی اور اگر ماذون نے اُس سے اسطور سے صلح کی کہ ایک تہائی

[له] عرض یعنی اسباب و متاع ۱۲

بالفعل وصول کرے اور ایک تہائی کے واسطے مہلت دے اور ایک تہائی چھوڑ دے تو مہلت دینا جائز ہی اور چھوڑ دینا باطل ہی اور اگر یہ مال جو واجب ہوا ہی اقراض ہو یعنے ماذون نے اُسکو قرض دیا ہو پھر ماذون نے اُسکو مہلت دی تو پھر اسکو اختیار ہوگا کہ مہلت سے رجوع کرکے فی الحال اُس سے وصول کرے کذا فی المغنی اور اگر اسی طور پر راضی رہے تو بہتر ہی یہ محیط مین ہی- اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکے اور ایک شخص زید کے عمرو پر ہزار درم واجب ہوے جنمین دونون قرضخواہ شریک ہین پھر ماذون نے عمرو کو اپنے حصہ کی مہلت دی حالانکہ فی الحال واجب الادا تھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک تاخیر باطل ہی اور مال ویسا ہی فی الحال واجب الادا رہیگا اور دونون قرضخواہون مین اگر کوئی کچھ وصول کریگا تو وہ اُسکے اور اُسکے شریک کے درمیان مشترک ہوگا اور صاحبین کے نزدیک تاخیر جائز ہی اور تاخیر دہندہ کا ساتھی جسنے تاخیر نہین دی ہی اگر اُسنے کچھ وصول کیا تو خاص اُسی کا ہوگا ماذون اُسمین شرکت نہین کرسکتا ہی تاوقتیکہ میعاد نہ آجاوے یہ مغنی مین ہی- پھر جب میعاد پوری ہوگئی تو ماذون کو خیار ہوگا چاہے اپنے شریک سے جو اُسنے وصول کیا ہی اُسکا آدھا لے لیوے پھر دونون ملکر باقی مال قرضدار سے وصول کرینگے یا شریک کا وصول کیا ہوا اُسکے پاس رہنے دے اور اپنا حصہ قرضدار سے خود وصول کرے اور اگر ماذون نے میعاد پوری ہونے سے پہلے کچھ مال قرضدار سے وصول کیا تو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُسمین سے نصف تقسیم کرا لے اسی طرح اگر تمام مال قرضہ میعادی ہو اور ایک شریک نے میعاد پوری ہونے سے پہلے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو تقسیم کرا لینے کا اختیار ہی- اور اگر قرضہ فی الحال واجب الادا ہو پھر ماذون نے قرضدار کو ایک سال کی مہلت دیدی پھر شریک نے اپنا حصہ وصول کیا پھر سال گذرنے سے پہلے قرضدار نے خود ہی وہ میعاد مہلت جو ماذون نے برضامندی دیدی باطل کردی تو میعاد باطل ہوجاویگی لیکن صاحبین کے نزدیک تاوقتیکہ میعاد پوری نہ ہوجاوے ماذون کو اسقدر مال مین جو شریک نے وصول کیا ہی شرکت کا اختیار نہوگا پھر جب میعاد گذر گئی تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے شریک کے مقبوضہ مین ساجھی ہوجاوے اور اگر میعاد نہ گذری ولیکن قرضدار مر گیا اور مال فی الحال واجب الادا ہوگیا تو ماذون اپنے شریک کے مقبوضہ مین شریک ہوجائیگا اور اگر قرضدار نہین مرا بلکہ دونون نے میعاد توڑ دی پھر شریک نے اپنا حصہ وصول کیا تو ماذون کو اپنے شریک کے مقبوضہ مین ساجھا کرنیکا اختیار ہی اور اگر مال فی الحال واجب الادا ہوا اور شریک نے اپنا حصہ وصول کیا پھر ماذون نے قرضدار کو اپنے حصہ کی مہلت دیدی خواہ شریک کے وصول کرنیکا حال جانتا ہو یا نہ جانتا ہو تو صاحبین کے نزدیک مہلت دینا جائز ہی اور جب تک میعاد نہ گذرے تب تک اُسکو شریک کے مقبوضہ مین شرکت کی کوئی راہ نہین ہی پھر جب میعاد گذر گئی تو اُسکو شریک کے مقبوضہ مین نصف کی شرکت کا اختیار ہوگا اور اگر ادائے مال کی ایک سال میعاد ہو اور شریک نے میعاد سے پہلے وصول کرلیا پھر غلام نے قرضدار کو ایک سال آیندہ کی بھی مہلت دیدی خواہ اسکو شریک کے وصول کرنیکا حال معلوم ہی یا نہین تو صاحبین کے نزدیک اسکا مہلت دینا جائز ہی اور جبتک پورے دونون برس نہ گذرین تب تک شریک

کے مقبوضہ مین ساجھا نہین کرسکتا ہی۔ اور اگر مال فی الحال واجب الادا ہو اور شریک نے اپنا حصہ وصول کیا اور ماذون نے یہ مال اُسی کو سپرد کر دیا تو جائز ہی الا یہ کہ جو کچھ قرضدار پر ہی وہ ڈوب جاوے پس اگر ڈوب گیا تو شریک کے مقبوضہ مین شریک ہو جائیگا۔ اور اگر مال ایک سال کی میعاد پر ہوا اور ماذون نے قرضدار سے اپنے حصہ کے عوض ایک باندی خریدی تو شریک کو اختیار ہی کہ اپنے نصف حصہ کے واسطے ماذون کو ماخوذ کرکے درم وصول کرے پس اگر شریک نے اپنے نصف حصہ کو ماذون سے درمون سے وصول کیا پھر ماذون نے باندی مین عیب پایا اور بحکم قاضی اپنے بائع کو واپس کیا تو پھر مال قرض اپنی میعاد پر عود کریگا اور غلام اپنے شریک سے جو کچھ اُسنے وصول کیا ہی واپس کرلیگا۔ اور اگر ماذون نے وہ باندی بلا حکم قاضی یا باقالہ واپس کی ہو تو شریک سے جو کچھ اسکو دیا ہی واپس نہین لے سکتا ہی اور ماذون و شریک کے پانچ سو درم قرضدار پر میعاد آنے پر واجب الادا ہونگے اور پانچسو درم غلام کے قرضدار پر فی الحال واجب ہونگے اسی طرح اگر ماذون نے وہ باندی قرضدار سے پورے قبضہ ہزار درم مین خریدی ہو تو بھی یہی حکم ہی مگر فرق اسقدر ہی کہ اس صورت مین شریک اپنا حصہ پانچ سو درم کامل ماذون سے لے لیگا پھر اگر بلا حکم قاضی یا باقالہ واپس کرنے کے وقت بائع نے ماذون سے یہ شرط کرلی کہ اُسکا ثمن اپنی میعاد سابقہ پر واجب الادا ہووے تو اپنی میعاد پر واجب الادا ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ماذون نے ایک غلام اس شرط سے خریدا کہ مجھے تین روز تک خیار ہے پھر مدت خیار کے اندر بائع نے اُسکو ثمن سے بری کر دیا پھر ماذون نے وہ غلام بحکم خیار اُسکو واپس کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہی کذا فی الکافی۔ اقالہ بیع مین ماذون کا حکم مثل آزاد کے ہی پس اگر ماذون نے کوئی باندی خریدی اور وہ اُسکے پاس بڑھ گئی یعنے اس مین کچھ زیادتی ہوگئی یہانتک کہ ثمن اُسکی قیمت سے اسقدر گھٹ گیا جسقدر خسارہ لوگون کی برداشت مین نہین آتا ہی پھر ماذون نے اُسکی بیع کا اقالہ کرلیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ماذون نے ہزار درم کو ایک باندی خرید کر ثمن ادا کرنے سے پہلے اُسپر قبضہ کرلیا اور پھر بائع نے اُسکو ثمن سے بری کر دیا پھر باہم بیع کا اقالہ کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک بیع کا اقالہ باطل ہی کذا فی الکافی اور اگر اقالہ بیع سو دینار یا دوسری باندی یا ڈیڑھ ہزار درم پر کیا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک اقالہ باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور اگر ماذون نے باندی پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ بائع نے اُسکا ثمن اُسکو ہبہ کر دیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو بالاجماع اقالہ باطل ہی اسی طرح اگر ایسی حالت مین دوسرے دامون پر اقالہ کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دونون نے بیع کا اقالہ نہ کیا ولیکن قبضہ سے پہلے ماذون نے اس مین عیب پایا اور راضی ہوا یا باندی کو دیکھا نہ تھا پھر جب دیکھا تو راضی نہوا اور بیع توڑ دی حالانکہ بائع ثمن اُسکو ہبہ کر چکا ہی تو بیع توڑنا باطل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایام مین منتقی سے منقول ہی کہ ماذون نے اپنی تجارت مین سے ایک غلام فروخت

ﻠﮧ یہ مال یعنے جو شریک نے وصول کیا ہی اُسکو ماذون نے شریک کو سپرد کر دیا اور خود ماذون نے کچھ نلیا ۱۲ ﺳﻠﮧ یعنی اس مین ایسی بڑھتی ہوگئی جس سے قیمت بڑھ جاتی ہی بلکہ یہانتک قیمت

کیا پھر مولی نے اُسکو مجبور کر دیا پھر مشتری نے اُس غلام مین عیب پا کر واپس کرنا چاہا تو عیب کی وجہ سے واپس کرنے
مین خصم وہی غلام ماذون جو مجبور ہو گیا ہے قرار دیا جائیگا پس اگر مجبور نے عیب کا اقرار کر دیا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا
اور اگر قسم سے انکار کیا اور قاضی نے اُسپر واپس کرنے کی ڈگری کر دی تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ماذون
نے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی پھر مولے نے اُسکی بیع کا اقالہ کر دیا پس اگر ماذون اُسوقت تک مقروض
نہو تو جو کچھ اُسکے مولی نے کیا ہے وہ ماذون پر جائز ہوگا اور اگر ماذون پر اسوقت قرض ہو مگر مولے نے
وہ قرضہ ادا کر دیا یا قرضخواہون نے غلام کو اپنے قرضہ سے بری کر دیا قبل اسکے کہ قاضی اقالہ کو فسخ کرے
تو جائز ہے اور اگر قاضی اقالہ کو فسخ کر چکا پھر قرضخواہون نے اپنے قرضہ سے اُسکو بری کیا تو فسخ کا حکم باقی رہیگا
یعنی اقالہ فسخ رہیگا اور اگر کوئی عرض بعوض ثمن کے فروخت کر کے باہمی قبضہ کر لیا پھر باہم اقالہ کیا حالانکہ عرض تو
باقی ہے مگر ثمن تلف ہو چکا ہے یا بعد اقالہ کے تلف ہوا تو اقالہ پورا ہو جائیگا اور اگر ثمن باقی ہو مگر عرض تلف ہو گیا ہو خواہ
قبل اقالہ کے یا بعد اقالہ کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی المبسوط امام محمد رح نے فرمایا کہ غلام ماذون نے اپنی کمائی مین سے
کوئی مال عین فروخت کیا اور مشتری نے بعد قبضہ کے اُسمین عیب لگایا اور عیب خواہ ایسا ہے جسکے مثل پیدا ہو سکتا ہے یا نہین
پیدا ہو سکتا ہے اور اسنے ماذون سے مخاصمہ کیا اور ماذون نے بغیر حکم قاضی بلا قسم و بلا گواہ جو عیب پر شاہد ہون
قبول کر لیا تو جائز ہے اور بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر قبول نہ کیا یہانتک کہ قاضی نے بگواہی گواہان یا بانکار قسم یا باقرار
عیب واپس کرنیکا حکم دیدیا تو جائز ہے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر ماذون نے ہزار درم کو ایک باندی فروخت کی اور
باہمی قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے اُسکا ہاتھ کاٹا یا اُس سے وطی کر لی یا بدون کسی کے فعل کے اُسکی آنکھ جاتی رہی پھر دونون
نے بیع کا اقالہ کر لیا حالانکہ اُس سے ماذون کو خبر نہ تھی تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا چاہے لے لے یا مشتری کو واپس کر دے اور
اگر ہاتھ کاٹنے والا یا وطی کرنے والا کوئی اجنبی ہو اور اُسپر ارش یا عقر واجب ہوا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کر لیا حالانکہ غلام
جانتا ہے یا نہین جانتا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اقالہ باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے یہ مبسوط مین ہے اگر غلام ماذون نے
زید کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور زید نے اسپر قبضہ کر لیا پھر اُسمین عیب پا کر غلام کو لیجا کر قاضی کے پاس نالش کی اور
گواہ دیئے کہ یہ عیب ماذون کے پاس تھا اور قاضی نے غلام کو وہ باندی واپس کر لینے کا حکم کیا اور ثمن لے لیا پھر
غلام نے اسکے بعد اُسمین ایک دوسرا عیب جو مشتری کے پاس تھا دیکھا جو غلام کو وقت واپسی کے معلوم نہوا تھا
اور نہ قاضی کو معلوم ہوا تھا تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے فسخ کو توڑ دے اور باندی مشتری کو واپس کر کے اُس سے سب
ثمن سوا اُس مقدار عیب کے جو ماذون کے پاس کا ہے واپس کر لے اور اگر چاہے تو فسخ کو جائز رکھکر باندی اپنے پاس رکھے
اگرچہ عیب ماذون کے پاس تھا اُسکے نقصان مین کم یا زیادہ کچھ مشتری سے نہین لے سکتا ہے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام نے
اُسکو واپس نہ کیا یہانتک کہ اُسکے پاس باندی مین دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو واپس نہین کر سکتا ہے مگر ثمن مین سے اُس عیب
کا نقصان جو مشتری کے پاس پیدا ہو گیا ہے واپس لیگا جیسا کہ مشتری درصورت عیب قدیم پائے جانے اور اُسکے
پاس دوسرا عیب پیدا ہو جانیکے کر سکتا تھا پس مشتری کو اس صورت مین اختیار ہوگا کہ چاہے باندی کو مع اس عیب کے جو غلام کے پاس

پیدا ہوا ہے لے پس اگر قبول کر لی اور ثمن دیدیا تو ماذون سے بقدر حصہ عیب قدیم کے جو ماذون کے پاس تھا ثمن
مین سے واپس لیگا مگر دوسرے عیب کا نقصان واپس نہین لیسکتا ہے اسی طرح اگر دوسرا عیب ماذون کی طرف سے کوئی جنایت
یا وطی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اجنبی نے کوئی جنایت یا وطی کی ہو اور عقر یا ارش واجب ہوا ہو تو ماذون مشتری سے
نقصان عیب جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے ثمن مین سے واپس لیگا اور اگر بعد فسخ کے بائع کے پاس باندی
مین زیادت منفصلہ پیدا ہو گئی تو مشتری اُسکو نہین لے سکتا ہے اور جسطرح یہ زیادت مشتری کے پاس لہ بحق شرعی
مانع فسخ عقد ہوتی ہے اسی طرح بائع کے پاس بعد فسخ کے پیدا ہو جانے مین بھی یہی حکم ہے پس جب واپس کرنا متعذر
ہو تو بائع کا حق یہ رہا کہ بقدر حصہ عیب کے واپس لے اور اگر مشتری نے ماذون کو پہلے بسبب عیب کے
باندی واپس کر دی اور ماذون نے اُسپر قبضہ کیا پھر مشتری نے پایا کہ اُسکا ہاتھ قطع کیا گیا ہے یا اُس سے وطی کی
گئی ہے اور اس عیب سے واپس نہ کیا یہانتک کہ اُسمین غلام کے پاس دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہے
چاہے باندی کو لیکر ماذون کو تمام ثمن دیکر پھر ثمن مین غلام سے بقدر حصہ عیب اول کے نقصان واپس لے اور
اگر چاہے تو ماذون کو بقدر نقصان اُس عیب کے جو اُسکے پاس پیدا ہو گیا ہے ثمن سے واپس دے اور مراد
اس نقصان سے یہ ہے کہ بسبب جنایت کے پیدا ہوا یا بسبب وطی کے درصورت باکرہ ہونیکے پیدا ہوا
کہ اُسکی مالیت مین بسبب وطی کے نقصان آگیا۔ اور اگر مشتری نے اُس سے وطی کی مگر وہ ثیبہ تھی کہ اُسمین
وطی سے کچھ نقصان نہین آیا تو ماذون مشتری سے ثمن مین سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور وہ باندی ماذون کے
ذمہ لازم ہو گی اور اگر مشتری کے پاس کسی اجنبی نے اُسکا ہاتھ کاٹا یا اُس سے وطی کی اور عقر یا ارش واجب
ہوا پھر قاضی نے ماذون کو بسبب اُس عیب کے جو ماذون کے پاس تھا ماذون کو واپس کر دی اور جو کچھ اجنبی
نے مشتری کے پاس اُس سے کیا ہے وہ معلوم نہ ہوا پھر ماذون کے پاس باندی مین دوسرا عیب پیدا ہو گیا
پھر ماذون کو وہ عیب جو مشتری کے پاس پیدا ہوا تھا معلوم ہوا تو باندی مشتری کو واپس بیجاوےگی اور ماذون اُسکے
ساتھ اسقدر نقصان عیب بھی جو اُسکے پاس پیدا ہوا ہے کہ جس سے اُسکی قیمت مین نقصان آیا ہے واپس دیگا
پھر ماذون مشتری سے ثمن واپس لیگا اگر اُسکو دے چکا ہو پھر مشتری ماذون سے عیب اول کا نقصان لے لیگا
اور اگر وہ عیب جو غلام کے پاس پیدا ہوا ہے کسی اجنبی کے فعل سے ہوا ہو تو مشتری کو خیار ہو گا چاہے یہ نقصان
ماذون سے لے اور ماذون اُس اجنبی سے پھر لیگا یا اجنبی سے لے اور اگر ماذون کے پاس اجنبی نے اُسکو
قتل کیا تو حکم یکسان ہے اور مشتری ماذون سے باندی کی قیمت لے لیگا اور اجنبی سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے
پھر ماذون اُسکی قیمت اجنبی سے پھیر لیگا بخلاف اسکے اگر جنایت تلف نفس سے کم واقع ہو کہ اس صورت مین
یہ حکم نہین ہے اور اگر ماذون نے وہ باندی بعد قبضہ مشتری کے فروخت کی تو بیع جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر
ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی بعوض ایک باندی کے فروخت کی پھر دونون نے اقالہ کر لیا اور

لہ بحق شرعی یعنی بہ شرع کا حق ہے کہ عقد فسخ ہو یعنی شرع نے اسکو منع فرمایا ہے ۱۲ ؎ عقر وہ مال بطور مہر جو بیجا وطی کی وجہ سے دینا پڑے اور ارش جرمانہ زخم وغیرہ ۱۲

ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ ہر ایک باندی کے ایک بچہ پیدا ہوا جسکی قیمت ایک ہزار درم ہے اور ہر ایک باندی کی قیمت بھی ہزار درم ہے تو ہر ایک اپنی باندی اور اُسکے بچہ کو لے لیگا اور اگر بعد اقالہ کے قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونون باندیان مرگئین تو ہر ایک اپنی باندی مقبوضہ کے بچہ کو مع اُسکی مان کی نصف قیمت کے دوسرے کو دیوے اور اگر ہر ایک باندی کی قیمت پانچ سو درم ہون تو ہر ایک اُس بچہ کو جو دوسرے کے پاس ہے مع اُسکی مان کی تہائی قیمت کے لیوے اور اگر دونون بچہ مرگئے باندیان زندہ ہین تو ہر ایک اپنی اپنی باندی دوسرے سے لیوے اور اس سے زیادہ کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر دونون باندیان اور ایک بچہ مرگیا تو جسکے پاس زندہ بچہ موجود ہے وہ دوسرے کو دیدے اور دوسرے سے تہائی قیمت اُس باندی کی جو اُسکے پاس مرگئی ہے لے یہ تبیین مین ہے اور اگر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی کو ہزار درم کو فروخت کر کے باہمی قبضہ کر لیا پھر باہم اقالہ کر لیا اور ہنوز ماذون نے باندی پر قبضہ نہ کیا تھا کہ عمرو نے(اجنبی ۱۲) اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اُس سے وطی کی جس سے اُسمین نقصان آیا تو غلام کو خیار حاصل ہوگا پس اگر اُسنے باندی کا لینا اختیار کیا تو وطی کرنے والے یا جنایت کنندہ کا دامنگیر ہوکر عقر یا ارش وصول کر لیگا اور اگر اُسنے اقالہ توڑنا اختیار کیا تو عقر یا ارش مشتری کو ملیگا اور اگر بجائے ہزار درم کے ثمن مین کوئی عرض معین ہو تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے مشتری سے باندی لیکر وطی کنندہ یا جنایت کنندہ سے عقر یا ارش وصول کرے یا مشتری سے اُسکے قبضہ کے روز کی باندی کی قیمت لیکر باندی اُسکے پاس رہنے دیوے اور اُسکا عقر وارش مشتری کا ہوگا اسی طرح اگر جنایت کنندہ نے اُسکو قتل کیا تو بھی غلام کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کنندہ کی مددگار برادری سے اُسکی قیمت بطور دیت کے لیوے یا مشتری سے فی الحال اُسکی قیمت لیوے پھر مشتری جنایت کنندہ کی مددگار برادری سے تین سال مین اُسکی قیمت وصول کر لیگا اسی طرح اگر بعد اقالہ کے وہ باندی مشتری کے پاس مرگئی تو بھی غلام کو اختیار ہے کہ مشتری سے اُسکی قیمت وصول کرے اور اگر بعد اقالہ کے مشتری کے فعل سے باندی مین کچھ عیب پیدا ہوگیا تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے مشتری سے قبضہ کے روز کی قیمت لیوے یا باندی کو لیکر بقدر نقصان کے مشتری سے لیوے اور اگر قبل اقالہ کے مشتری نے اُسمین کوئی عیب پیدا کر دیا پھر اقالہ کیا اور پھر غلام کو اُس عیب کی خبر ہوئی تو اختیار ہوگا کہ چاہے مشتری سے باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت لے لے یا باندی کو یونہی عیبدار لیوے اور اسکے سوائے کچھ نہین ملیگا اور اگر ماذون نے چاندی کی چھاگل جسکی قیمت سو درم ہے بعوض دس دینار کے فروخت کی اور باہمی قبضہ کے بعد اقالہ کیا اور قبل قبضہ کے دونون جدا ہوگئے تو اقالہ ٹوٹ جاویگا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔

چوتھا باب ماذون پر قرضہ چڑھ جانے اور مولے کا ماذون مین بطور بیع یا تدبیر و اعتاق وغیرہ کے تصرف کرنے کے مسائل کے بیان مین - واضح ہو کہ قرضہ تین طرح ہے - ایک وہ قرضہ جو اُسکی گردن سے بالاتفاق متعلق ہوتا ہے اور وہ استہلاک یعنی مال تلف کر دینے کی وجہ سے ہوتا ہے - دوسرا [illegible] قرضہ ہے جو بالاتفاق اُسکی گردن سے متعلق نہین ہوتا ہے اور وہ ہر قرضہ ہے جو ایسی چیز کے عوض واجب ہوا ہو جو تجارت کے معنی مین نہین

ہے جیسے بلا اجازت مولے نکاح کرکے وطی کرنے سے مہر واجب ہوا اور تیسرا وہ قرضہ ہے جسکے گردن سے متعلق ہونے اور نہونے مین اختلاف ہے اور وہ ہر قرضہ ہے جو بسبب تجارت وا سکے امثال کے واجب ہوا ہو جیسے خرید و فروخت واجارہ واستیجار[1] و ضمان مغصوب و ودیعت وامانت درحالیکہ اُس سے منکر ہو جاوے اور جیسے استحقاق ثابت ہونے کے بعد خریدی ہوئی باندی سے وطی کرنے کی وجہ سے عقر واجب ہوا کیونکہ یہ بھی خرید کی جانب مستند ہے پس اُسی کے ساتھ ملحق کر دیا گیا کذا فی التوضیح یہ معدن مین ہے۔ اور اگر زید نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور غلام نے خرید و فروخت شروع کی اور بعد چندے اسپر بہت سے قرضے ہو گئے اور قرضخواہ لوگ اُسکو قاضی کے پاس لائے حالانکہ اُسکا مولے حاضر ہے اور مولی سے اُسکے فروخت کی درخواست کی پس اگر غلام کے قبضہ مین بالفعل مال موجود ہو کہ اُسکے ادائے قرض کے واسطے کافی ہے تو اُسکا قرضہ اُسکی کمائی سے ادا کیا جائیگا اور غلام اُنکے قرضے مین فروخت نہ کیا جائیگا اور اگر بالفعل اسکے پاس موجود نہین ہے مگر اسکا مال غائب ہے کہ اُسکی درآمد[2] کی امید ہے یا اُسکا کسی شخص پر ایسا قرضہ ہے جو فی الحال واجب الادا ہے اور اسکے نکل آنے کی امید ہے تو قاضی اُسکے فروخت مین تعجیل نہ کریگا بلکہ انتظار کریگا کہ مال برآمد ہو یا قرضہ وصول ہو جاوے اور اس انتظار کی کوئی مدت مقرر نہین فرمائی اور ہمارے مشائخ مین سے بعضون نے فرمایا کہ اسکی مدت قاضی کی رائے پر ہے پس اگر کچھ مدت نہ گذری اور قاضی کی رائے مین انتظار کی میعاد گذر چکی تو غلام کو فروخت کر دیگا اور اگر اُسکی رائے مین مدت نہین گذری بلکہ انتظار کی گنجائش معلوم ہوئی تو فروخت نہ کریگا اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ انتظار کی مدت تین روز ہین پس اگر تین روز گذرنے پر اسکو مال غائب کے برآمد ہونے یا قرضہ کے وصول ہونے کی امید ہو تو انتظار کرے یہانتک کہ مال غائب برآمد ہو یا قرضہ وصول ہو اور اگر ایسا نہو یعنی تین روز کے گذرنے پر امید نہو تو فروخت کر دے پھر اگر دونون قولون کے موافق انتظار کی مدت گذر گئی اور مال غائب برآمد نہوا اور قرضہ وصول نہوا تو قاضی غلام مقروض کو اُنکے قرضہ مین فروخت کریگا یہ سب اس صورت مین ہے کہ مولے حاضر ہو۔ اور اگر مولی غائب ہو تو جبتک مولے حاضر نہو قاضی اُس غلام کو فروخت نہ کریگا پھر اگر مولے کے حاضر ہونے پر قاضی نے اُس غلام کو فروخت کیا اور ثمن لیکر دیکھیگا کہ اگر ثمن سے تمام قرضے ادا ہو سکتے ہون تو ہر ایک قرضخواہ کو اُسکا پورا حق ادا کر دیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو مولی کو دیدیگا اور اگر ثمن مین سے تمام قرضے ادا نہو سکتے ہون تو ہر ایک قرضخواہ کو اُسکے حصہ رسد ثمن مین سے ادا کر دیگا پھر جو کچھ ہر ایک کا قرضہ رہگیا اُسکو غلام سے وصول کرنے کی کوئی راہ نہین ہے تاوقتیکہ وہ آزاد نہو جائے یہ ذخیرہ مین ہے۔ پھر اگر اس غلام کو اُسی مولی نے خرید کیا جسکے ہاتھ مین قاضی نے قرضخواہون کے واسطے وہ غلام فروخت کیا ہے تو قرضخواہ لوگ اپنے باقی قرضے کے واسطے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اُسکے دامنگیر نہین ہو سکتے ہین اگرچہ وہ غلام اسی کی ملک مین آگیا جسکی ملک مین اُس غلام پر قرضہ

[1] استیجار کرایہ پر لینا ضمان مغصوب یعنی کوئی چیز غصب کر کے تلف کی جسکا تاوان لازم آیا اور جب ودیعت سے منکر ہو تو ضامن ہو جاتا ہے ۱۲ [2] درآمد یعنی وصول ہونیکی امید ہے ۱۲

واجب ہوا تھا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر بعضے قرضے فی الحال واجب الادا ہوں یعنی غیر میعادی ہوں اور بعضے میعادی ہوں تو قاضی غلام کو فروخت کرکے غیر میعادی قرضخواہوں کو اُنکے حصہ کے موافق دیگر باقی میعادی قرضخواہوں کا حصہ رکھ چھوڑیگا کہ بروقت میعاد آنے کے اُنکو ادا کردیگا اور یہ سب اُسوقت ہے کہ سب ظاہر ہوں اور اگر بعضے ظاہر اور بعضے غیر ظاہر ہوں ولیکن سبب وجوب ظاہر ہوگیا ہو چنانچہ غلام نے راہ میں کوئی کنواں کھودا اور اُسپر قرضہ ہے تو قاضی اُسکو فروخت کرکے قرضخواہ کو ثمن سے اُسکے قرضہ کے موافق دیدیگا اور اگر ثمن مثل قرضہ کے ہو یعنے دونوں برابر ہوں تو پورا اسکو دیدیگا پھر اسکے بعد اگر اُس کنوئیں میں کوئی جانور گر کر مر گیا تو جانور کا مالک قرضخواہ سے لیگا بس بقدر قیمت جانور کے مالک کا اور بقدر قرضہ کے قرضخواہ کا ثمن میں حصہ لگایا جائیگا ہکذا فی التاتارخانیہ۔ اور اگر بعضے قرضخواہوں نے قاضی سے اُسکے فروخت کی درخواست کی حالانکہ دوسرے قرضخواہ غائب ہیں اور قاضی نے حاضرین کے واسطے اُسکو فروخت کیا تو سب کے حق میں اُسکی بیع جائز ہے پھر حاضرین کو قاضی ثمن میں سے بقدر اُنکے حصہ کے دیدیگا اور غائبین کا حصہ رکھ چھوڑیگا۔ اور اگر غلام نے قبل فروخت کیے جانے کے یوں کہا کہ مجھپر فلان غائب کا اسقدر مال ہے اور مولی نے اُسکے قول کی تصدیق یا تکذیب کی مگر قرضخواہان حاضرین نے کہا کہ فلان شخص کا اسپر تھوڑا یا بہت کچھ نہیں ہے تو غلام کی اس بارہ میں تصدیق ہوگی پھر اگر فلان غائب نے حاضر ہوکر غلام کے قول کی تصدیق کی تو اپنا حق لے لیگا اور اگر تکذیب کی تو جسقدر قاضی نے اُسکے حق میں رکھ چھوڑا ہے وہ بھی حاضرین کو حصہ رسد تقسیم کردیگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر غلام نے بعد فروخت ہونے کے ایسا اقرار کیا اور مولے نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی تو قرضخواہوں کے حق میں دونوں کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور تمام ثمن قرضخواہان معروفین کو دیدیا جائیگا پھر اگر فلان غائب نے حاضر ہوکر اپنے حق کے گواہ پیش کیے تو جسقدر قرضخواہوں نے ثمن وصول کیا ہے اُنسے بقدر اپنے حصہ کے لے لیگا اور اگر قاضی نے چاہا کہ قرضخواہان حاضر سے غائب کے آنے تک مضبوطی کے واسطے کوئی کفیل لیوے اور قرضخواہوں نے اس سے انکار کیا تو وہ لوگ اس امر پر مجبور نہ کیے جاوینگے لیکن اگر انھوں نے بخوشی خاطر کفیل دیدیا تو جائز ہے اور اگر غائب نے حاضر ہوکر گواہ دیے کہ قبل بیع کے غلام نے میرے قرضہ کا اقرار کیا ہے تو ایسا بھی جائز ہے پھر اگر قرضخواہوں حاضر نے کفیل دیا ہو اور فلان غائب کا حق بگواہی گواہان ثابت ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قرضخواہوں سے اپنا حصہ لے یا کفیل سے وصول کرلے پھر کفیل اُسی قدر مال قرضخواہوں سے واپس لے لیگا یہ مبسوط میں ہے پھر واضح ہو کہ اگر قاضی یا اُسکے امین نے قرضخواہوں کے واسطے غلام کو فروخت کیا تو عہدہ بیع اُسکے ذمہ نہ ہوگا یہانتک کہ اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا تو قاضی یا اُسکے امین کو واپس نہیں کرسکتا ہے ولیکن قاضی ایک وصی مقرر کریگا جسکو مشتری واپس کردیگا اسی طرح اگر مشتری سے یا قاضی یا اسکے امین نے ثمن وصول کیا اور اسکے پاس ضائع ہوگیا پھر وہ غلام مشتری کے پاس سے استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن قاضی یا اُسکے امین سے واپس نہیں لے سکتا ہے بلکہ فقط

قرضخواہون سے واپس لیگا پھر اگر وہ غلام اُسکے بعد آزاد ہوگیا تو قرضخواہ لوگ اس سے اپنا قرضہ وصول کرینگے اور یہ
توظاہر ہے مگر جو کچھ اُنھون نے ڈانڈ بھرا ہے وہ بھی واپس لینگے یا نہین تو اسکا ذکر کسی کتاب مین نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے
اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ تاوان غلام سے نہین لے سکتے ہین اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے شرح کتاب
الماذون مین ذکر کیا کہ قاضی نے اگر اپنے امین کو ماذون مدیون کے فروخت کے واسطے بدرخواست قرضخواہان
حکم کیا پس اگر یون کہا کہ مین نے تجھے اس غلام کی فروخت کے واسطے امین مقرر کیا تو امین اس صورت مین
بیع کا عہدہ دار نہ ہوگا یعنے بیع کا عہدہ اُسکے ذمہ نہوگا اور اگر فقط بیع کے واسطے کہا اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو امین
مشائخ نے اختلاف کیا اور صحیح یہ ہے کہ عہدہ بیع امین کے ذمہ لاحق نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ پھر جس صورت مین کہ مشتری
نے وہ غلام بسبب عیب کے قاضی کے مقرر کئے ہوئے وصی کو واپس کیا تو قاضی اسکو حکم کریگا کہ یہ غلام
فروخت کرے اور اُسکا عیب ظاہر کردے پس اگر اُسنے فروخت کیا اور ثمن وصول کیا تو پہلے مشتری کا قرضہ
ادا کیا جائے گا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر دوسرا ثمن بہ نسبت پہلے ثمن کے کم ہو تو بقدر کمی کے قرضخواہ لوگ
مشتری کو تاوان دینگے اور امین اس کمی کا تاوان نہ دیگا اور اگر دوسرا ثمن زیادہ ہو تو مشتری کو اسکا حق ادا کرکے
باقی قرضخواہون کو دیدیا جائیگا اگرچہ بعد بیع کے قرضخواہون کا حق غلام سے منقطع ہوگیا تھا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر وہ
غلام امین کے پاس واپس آیا اور امین کے فروخت کرنے سے پہلے امین کے پاس مرگیا تو امین اُسکا ثمن قرضخواہون
سے واپس لیکر مشتری کو دیدیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر مولی نے غلام کی کمائی مین سے کچھ لے لیا پس اگر لینے کے وقت
غلام قرضدار نہ تھا پھر اُسکے بعد قرضدار ہوگیا تو جو کچھ مولی نے لیا ہے اُسکا واپس دینا مولے پر لازم نہین ہے اگرچہ
وہ چیز بعینہ قائم ہو اور اگر تلف کردی ہو تو ضمان لازم نہین آتی ہے اور اگر اسوقت غلام قرضدار ہو تو جو کچھ مولی نے
لیا ہے اُسکا واپس دینا مولی پر واجب ہے بشرطیکہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف کردی ہو تو ضمان[1] لازم آویگی یہ مغنی
مین ہے۔ اور اگر مولے نے اُس سے ہزار درم لیکر تلف کردیے اور اسوقت اسپر پانچ سو درم قرضہ ہے
پھر اسکے بعد اُسپر اسقدر قرضہ ہوگیا کہ غلام کی قیمت اور جو کچھ مولے نے لیا ہے سب کو محیط ہوگیا تو مولے پورے ہزار
درم تاوان ادا کرے اور وہ قرضخواہون کو دیدیے جاوینگے اور غلام بھی قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور
اگر غلام پر زیادہ قرضہ نہ ہوگیا ہو تو مولی فقط نصف کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ماذون پر اسقدر قرضہ ہوگیا کہ
اُسکے تمام مال مقبوضہ اور اُسکی گردن کو محیط ہے پھر اسکے بعد مولے نے اُس سے دس درم ماہواری محصول لیا یہان
تک کہ مال کثیر وصول کیا تو جو کچھ مولے نے وصول کیا وہ سب اُسکو دیا جاویگا اور یہ حکم استحسان ہے اسواسطے کہ مولے
کے اس طور پر محصول لینے مین قرضخواہونکی منفعت ہے اسلیے کہ محصول وصول ہونے پر مولے کی طرف سے
غلام ماذون باقی رہیگا اور اگر اُس سے ماہواری سو درم محصول لیا تو باطل ہے اور مولی پر واجب ہوگا

[1] ضمان لازمی یس اگر مثلی ہو یا درم و دینار ہون تو اُسکے مثل دے اور اگر قیمتی ہو تو کیا وہ قیمت دے جو قبضہ کے روز تھی یا وہ
قیمت جو حکم قاضی کے روز تھی اور دونو وجہین ہین اور دوم اصح ہے کیونکہ آج معلوم ہوا کہ مولی کو واپس دینا چاہیے فافہم ۱۲

جو ایسے غلامون سے لیا جاتا ہی اُس سے جسقدر زیادہ لیا ہی وہ سب واپس دیوے یہ مبسوط مین ہی۔ اور تجارت کا قرضہ ہر اُس کمائی سے جو قرضہ سے پہلے یا اسکے بعد حاصل کی ہی اور ہر ہبہ و صدقہ سے جو اسکو قرضہ سے پہلے یا بعد حاصل ہوا ہی متعلق[1] ہوتا ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر غلام ماذون نے پانچ سو درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اسکو ہزار درم قیمت کا ایک غلام ملا اور اُسکو مولے نے لے لیا پھر اسکے بعد غلام پر اسقدر قرضہ ہو گیا کہ جو مولے نے لے لیا ہی اُسکی قیمت کو حاوی ہی تو مولے سے وہ غلام لیکر فروخت کر کے اسکا ثمن سب قرضخواہوں کو تقسیم کر دیا جائیگا اور اگر مولے نے پہلے قرضخواہ کا قرضہ ادا کر دیا تو غلام اسکے سپرد کیا جائیگا مگر دوسرے قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور مولے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جسقدر اُسنے پہلے قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا ہی اُسکے واسطے خصومت کرے اور اگر پہلے قرضخواہ کا قرضہ مولے نے ادا نہ کیا ہو بلکہ اُسنے ماذون کو معاف کر دیا ہو بعد ازانکہ غلام پر دوسرون کا قرضہ چڑھ گیا ہی تو وہ غلام جو مولے نے لے لیا ہی دوسرون کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر قرضخواہ اول نے غلام کو قبل دوسرون کا قرضدار ہونے کے اپنا قرضہ عفو کیا تو وہ غلام جو مولی نے لے لیا ہی مولے کو دیا جائیگا اور اگر معاف نہ کیا یہانتک کہ غلام دوسرون کا قرضدار ہو گیا پھر قرضخواہ اول نے کہا کہ میرا ماذون پر کچھ قرضہ نہین تھا اور ماذون نے جو کچھ میرے واسطے اقرار کیا وہ سب باطل تھا تو بھی مولے کو اُسکا غلام مقبوضہ دیا جائیگا اور دوسرے قرضخواہونکو اختیار نہ ہوگا کہ مولے سے اُسکی بابت کچھ لیوین بخلاف اسکے اگر قرضخواہ اول کا قرضہ ہوا اور وہ معاف کر دے تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ اسکو لیکر فروخت کرا دین اور اگر مولے نے قرضخواہ اول کے قرضہ کا اقرار کیا جیسا کہ غلام ماذون نے اقرار کیا ہی پھر قرضخواہ اول نے کہا کہ میرا کچھ نہین آتا ہی اور میرے واسطے جو کچھ اقرار کیا ہی وہ سب باطل ہی تو دوسرے قرضخواہونکو اختیار ہی کہ جو غلام مولے نے لیا ہی وہ لے لیوین تاکہ اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جاوے یہ مبسوط مین ہی اور غلام ماذون جسطرح قرضہ تجارت کے واسطے فروخت کیا جاتا ہی اسی طرح جو چیز جنس[2] تجارت سے ہی اُسکے واسطے بھی فروخت کیا جائیگا امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کیواسطے اجازت دیدی تو جو کچھ حق اُسپر قرضہ تجارت کا یا غصب کا یا ودیعت کا جس سے انکار کیا ہی یا چوپایہ کی کونچین کاٹنے کی وجہ سے یا مضاربت یا بضاعت یا عاریت کی وجہ سے جس سے انکار کیا ہی یا کپڑے کی قیمت جسکو جلا دیا ہی یا مزدور کی مزدوری یا باندی کا مہر جسکو خرید ا پھر اسپر استحقاق ثابت ہوا اور ماذون نے اُس سے وطی کی ہی یہ سب اُسپر لازم ہوگا کہ اسمین فی الحال ماخوذ ہو کر فروخت کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ چوپایہ کی کونچین کاٹنے یا کپڑا جلا دینے کی ضمان کا حکم جو کچھ ذکر کیا ہی یہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ ماذون نے

[1] متعلق الخ یعنے اس تمام کمائی و حاصلات سے قرضہ ادا کرنے کا حق متعلق ہو جائیگا اور یہ کل مال اس قرضہ مین لیا جائیگا چنانچہ آئندہ مسئلہ اسکی مثال ہی ۱۲ [2] جنس تجارت مثلاً تاجرون مین دستور ہو کہ باہم کفالت کرتے ہون تو یہ کفالت بھی جنس تجارت سے ہی پس وہ کفالت مین بھی ماخوذ ہوگا ۱۲

پہلے چوپایہ یا کپڑا غصب کرکے لے لیا پھر اُسکی کونچیں کاٹ ڈالیں یا جلا دیا ورنہ اگر قبضہ سے پہلے کونچیں کاٹ
ڈالیں یا کپڑا جلا دیا تو امام ابویوسف کے قول کے موافق فی الحال اُس سے مواخذہ ہونا چاہیے اور فی الحال
فروخت کیا جاویگا اور امام محمد رح کے قول کے موافق فی الحال مواخذہ ہوکر فروخت کیا جاویگا یہ مغنی میں ہے اور
اگر ماذون نے کسی شخص سے کسی مقام معلوم تک کے واسطے ایک جانور مستعار لیا پھر اسکو دوسری جگہ بدرجہا لے گیا یہانتک
کہ مخالفت ضامن قرار پایا تو اُسکی ضمانت میں فروخت کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک عورت سے اس ماذون نے اُسکے
ساتھ دخول کیا پس اگر یہ نکاح باجازت مولی ہو تو دین مہر کے واسطے فروخت کیا جائیگا ورنہ کچھ نہ کیونکہ فروخت
کرنے کی صحت کے واسطے قرضخواہوں اور مولی کا بیع کی اجازت دینا شرط ہے یہ مغنی میں ہے۔ اگر صورت مذکورہ میں باندی کو
تجارت کی اجازت دی اور اُسپر قرضہ چڑھ گیا پھر اُسکو کوئی چیز ہبہ یا صدقہ دیگئی اور اُسنے [illegible] غیرہ
سے حاصل کیا تو اس سب مال کے حقدار مولے سے زیادہ اُسکے قرضخواہ ہیں اپنے قرضہ پہلے مشتری کا [illegible]
ادا کیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی باندی کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پس قرضخواہ لوگ بس
باندی کا قرضہ اسکی اولاد پر بھی ساری ہوگا تاکہ مثل ماں کے اولاد فروخت کیجاوے یا نہیں سو اسکے
دو صورتیں ہیں یا تو قبل قرضہ چڑھ جانے کے بچہ جنی ہے پھر قرضدار ہوئی یا بعد قرضدار ہونے کے بچہ جنی پس اگر دوم ہو
یعنی قرضدار ہوکر بچہ جنی ہو تو قرضہ اُسکے بچہ پر بھی ساری ہوگا کہ قرضہ میں اُسکے ساتھ اُسکا بچہ بھی فروخت کیا جاویگا
لیکن اگر مولی دونوں کی طرف سے فدیہ دیدے تو ایسا نہ ہوگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر ماذونہ باندی مقروضہ بچہ جنی پھر بعد
ولادت کے اُسپر دوسرے قرضخواہوں کا قرضہ ہوگیا تو سب اگلے پچھلے قرضخواہ اُس باندی کی مالیت و ثمن
میں وقت فروخت کیے جانے کے مشترک ہونگے مگر اُسکے بچہ کا ثمن خاصۃً پہلے قرضخواہوں کو ملیگا اور اگر اُسکے
دو بچے ہوئے ایک قرضہ سے پہلے اور دوسرا قرضہ کے بعد تو قرضہ صرف دوسرے بچہ پر ساری ہوگا نہ اول پر
کذا فی المبسوط۔ اور غلام کا قرضہ اُس مال سے متعلق نہیں ہوتا ہے جو مولے نے اُسکو تجارت کے واسطے دیا ہے
بخلاف اُس مال کے جو اُسکی کمائی کا اُسکے پاس ہے اگرچہ مولے اُس مال کی نسبت کہدے کہ یہ میرا مال تیرے
پاس تجارت کے واسطے ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو گواہوں کے سامنے کچھ مال دیکر
تجارت کی اجازت دی اُسنے خرید و فروخت کی اور اُسپر قرضہ چڑھ گیا پھر وہ مرگیا اور اُسکے پاس مال ہے مگر اُسمیں سے
مال بعینہ نہیں پہچانا جاتا ہے تو جو کچھ اُسکے پاس ہے سب قرضخواہوں کا ہے مولے کو اُسمیں کچھ نہ ملیگا ولیکن اگر مولی
اُسمیں سے کوئی چیز بعینہ پہچانے تو لے لیگا اُسکو قرضخواہ نہ پاوینگے اسی طرح اگر غلام کے پاس کوئی چیز معلوم ہو جو اُسنے
مال مولے سے خریدی ہے یا اُسکے عوض مال مولے فروخت کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط۔ اگر غلام نے اپنی
حیات و صحت میں بعد مقروض ہوجانے کے اقرار کیا کہ یہ میرا مقبوضہ مال میرے مولی کا ہے جو اُسنے مجھے دیا تھا اور گواہوں کے
سامنے مال دینا ثابت و معلوم ہوا مگر گواہ لوگ مولے کا مال بعینہ نہیں پہچانتے ہیں تو غلام کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور
اگر کسی اجنبی کے واسطے ایسا اقرار کیا تو صحیح ہے اور اگر مولے نے اپنے گواہ پیش کیے کہ یہ مال وہی ہے جو میں نے

[illegible] ۱۲

غلام کو دیا تھا یا قرضخواہون نے ایسا اقرار کیا تو وہ مال مولی کو ملیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام پر فی الحال واجب الادا قرضہ اور میعادی قرضہ ہو اور مولے نے اُسکے ثمن سے فی الحال والا قرضہ ادا کیا پھر میعاد آگئی تو ان قرضخواہونکے قرضہ کا ضامن ہوگا اور پہلے قرضخواہون نے جو کچھ لیا ہے وہ انہین کے سپرد کیا جاویگا اور اگر پہلے قرضخواہون کے واسطے فروخت نہ کیا تو دوسرون کے واسطے فروخت کریگا اور اگر فی الحال والے قرضخواہون نے قاضی سے غلام کی بیع کی درخواست کی تو فروخت کر کے اُنکو اُنکا حصہ دیکر باقی مولے کے پاس دیدیگا یہانتک کہ میعاد آجاوے پس اگر میعاد آنے سے پہلے مولے کے پاس تلف ہو گیا تو مولے ضامن نہ ہوگا اور میعاد والے قرضخواہ پہلے قرضخواہون کے مقبوضہ مین بقدر حصص شریک ہو جاوینگے اور اگر مولی نے وہ مال خود تلف کر دیا یا اپنے قرضخواہ کو قرضہ مین دیا تو میعاد والے قرضخواہون کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر مولے سے وصول نہوا بلکہ ڈوب گیا تو دوسرے قرضخواہ پہلے والون کے مقبوضہ مین شریک ہو جاوینگے پھر دونون ملکر اُس قرضدار سے جسکو مولے نے ادا کیا ہے واپس لینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر قاضی نے قرضخواہ کے واسطے غلام نہین فروخت کیا بلکہ مولے نے فی الحال والے قرضخواہون کے واسطے اُنکی رضامندی سے فروخت کیا تو بیع جائز ہے پھر اس ثمن مین سے نصف ثمن فی الحال والے قرضخواہون کو دیگا اور نصف ثمن مولے کے سپرد کیا جائیگا پھر جب میعاد والون کا وقت آویگا تو وہ لوگ مولی سے نصف قیمت لے سکتے ہین نصف ثمن لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور اگر نصف قیمت مولے سے وصول نہ ہوئی ڈوب گئی تو جن قرضخواہون نے نصف ثمن وصول پایا ہے اُنسے یہ قرضخواہ کچھ نہین لے سکتے ہین اور اگر مولے نے اُسکو بدون حکم قاضی و بدون رضا قرضخواہان فروخت کیا ہو تو بیع باطل ہے پس اگر اُن لوگون نے اجازت دیدی یا مولے نے اُنکا قرضہ دیدیا یا ثمن ادا سے دین کے لیے کافی تھا وہ مولے نے اُنکو دیدیا تو بیع نافذ ہو جاویگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولی نے بدون رضامندی قرضخواہون کے اپنے غلام ماذون قرضدار کو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر قرضخواہون نے حاضر ہو کر اپنے قرضہ کی وجہ سے غلام کا مطالبہ کر کے بیع کو فسخ کرنا چاہا حالانکہ بائع و مشتری دونون حاضر ہین تو قرضخواہون کو فسخ بیع کا اختیار ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ قرضخواہون کو اپنا قرضہ وصول نہوتا ہو اور اگر ثمن وصول ہوتا اور اُس سے قرضہ پورا ادا ہوتا ہو تو فسخ بیع کا اختیار نہوگا پس اگر دونون عاقدین بائع و مشتری مین سے کوئی غائب ہو پس اگر مشتری غائب ہوا اور بائع مع غلام کے حاضر ہو تو بالاجماع قرضخواہون کو بائع سے مخاصمہ کرنے اور فسخ کرنیکا اختیار نہین ہے اور اگر فقط مشتری مع غلام موجود ہو تو امام ابوحنیفہ و امام محمد رح نے فرمایا کہ مشتری کے ساتھ خصومت نہین کر سکتے ہین یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر قرضخواہون نے مشتری و غلام ماذون پر قابو نہ پایا یا فقط بائع پر قابو پایا اور اُس سے غلام کی قیمت کی ضمان لینی چاہی تو اُنکو ایسا اختیار ہے پھر جب بائع سے یعنی مولے سے انھون نے ضمان لے لی تو ہر ایک قرضخواہ اپنے پورے قرضہ کے حساب سے اس قیمت مین شریک قرار دیا جائیگا اور باہم موافق حصہ رسد کے تقسیم کر لینگے اور غلام کی بیع جائز ہو جاویگی اور ثمن مولے کو دیدیا جائیگا اور قرضخواہون کو پھر اُس غلام سے کچھ

وصول کرنے کی راہ نہ ہوگی جبتک کہ آزاد نہو جاوے چنانچہ اگر غلام اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جاتا تو بھی یہی حکم تھا اور اگر اُنھون نے بیع کی اجازت دیدی تو ثمن انکا ہو جائیگا اور بائع قیمت سے بری ہو جائیگا پھر اگر قرضخواہون کو وصول ہونے سے پہلے بائع کے پاس تلف ہو گیا تو قرضخواہون کا مال گیا اور بائع ضمان قیمت سے بری رہا پھر جب غلام آزاد ہو جاوے تو ہر قرضخواہ اپنے تمام قرضہ کے واسطے اُسکا دامنگیر ہو سکتا ہے اور اگر بائع کے پاس ثمن تلف ہو جانیکے بعد قرضخواہون نے بیع کی اجازت دیدی تو اجازت صحیح ہے اور یہ قرضخواہون کا مال گیا ایسا ہی ظاہر الروایہ مین مذکور ہے اور اگر بعضے قرضخواہان نے ضمان قیمت لینا اختیار کیا اور بعضون نے ثمن لینا پسند کیا تو انکو یہ اختیار حاصل ہے اور ایسا کرنیکا فائدہ یہ ہے کہ مثلاً قیمت اُسکی بہ نسبت ثمن کے زیادہ ہو پس جنھون نے قیمت یعنی اختیار کی ہے اُنکو باعتبار قیمت کے اُنکا حصہ ملیگا اور جنھون نے ثمن اختیار کیا ہے اُنکو ثمن کے حساب سے حصہ ملیگا چنانچہ اگر چار قرضخواہ ہون اور ایک نے ضمان قیمت پسند کی تو اُسکو چوتھائی قیمت ملیگی اور باقیونکو جنھون نے ثمن لینا پسند کیا ہے اُنکو چوتھائی ثمن ملیگا اور باقی جو تھائی ثمن مولے کو ملے گا اور پورے غلام کی بیع نافذ ہو جاوے گی اور یہ حکم بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ بائع و مشتری مع غلام کے جو مشتری کے قبضہ مین ہے حاضر ہون اور اگر بعضے قرضخواہون نے بیع کی اجازت دی اور بعضون نے باطل کیا تو باطل کرنے کا حکم مقدم رکھا جائیگا اور غلام مین سے کسی حصہ کی بیع جائز نہو گی کذا فی المحیط۔ اور اگر قرضخواہون نے بائع و مشتری پر قابو پایا اور غلام پر نہ پایا تو انکو اختیار ہے کہ بائع و مشتری مین سے جس سے چاہین غلام کی قیمت تاوان لیوین پس اگر مشتری سے قیمت تاوان لی تو مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا اور اگر بائع یعنی مولی سے ضمان لی تو بائع و مشتری کے درمیان بیع جائز ہو جاویگی اور واضح ہو کہ دونون مین سے جس شخص سے قرضخواہون نے تاوان لینا اختیار کیا اُسکے بعد دوسرا ضمان سے ہمیشہ کے واسطے بری ہو جائیگا یعنے پھر کبھی دوسرا ضامن نہین قرار دیا جا سکتا ہے کذا فی المغنی اور اگر قرضخواہون نے بائع یا مشتری سے تاوان قیمت لے لیا پھر غلام ظاہر ہوا اور قرضخواہون نے چاہا کہ جس سے قیمت لی اُسکو واپس دیکر غلام کو لے لیوین تو دیکھا جائیگا کہ اگر قرضخواہون نے اپنے زعم کے موافق تاوان لیا ہے یعنے دعوی کیا کہ غلام کی قیمت اسقدر ہے اور جسکو ضامن ٹھہرایا ہے اُسنے انکار کیا پس قرضخواہون نے گواہ پیش کر کے اپنا دعوی ثابت کیا یا مدعا علیہ سے قسم لیکر اُسکی نکول پر وہی قیمت لی جو دعوی کیا ہے تو ایسی صورت مین غلام کو نہین لے سکتے ہین اور اگر ضامن کے زعم کے موافق قیمت پائی ہے مثلاً ضامن نے کہا کہ یہ قیمت نہین ہے جو قرضخواہ دعوی کرتے ہین بلکہ قیمت اُسکی اسقدر ہے اور قسم کھالی اور قرضخواہون کے پاس اُنکے دعوی کے گواہ نہین ہین پس انکو زعم ضامن کے موافق ملے تو اس صورت مین غلام کو لے سکتے ہین پھر واضح ہو کہ اگر قرضخواہون نے مولے سے قیمت لینا پسند کر کے اُس سے قیمت وصول کر لی پھر غلام ظاہر ہوا اور مشتری نے اُسمین عیب پا کر بحکم قاضی بائع مولی کو واپس کیا تو مولی اُس عیب کی وجہ سے قرضخواہون کو یہ غلام واپس کر سکتا ہے یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مولی بائع وقت بیع کے اُس عیب سے آگاہ نہو اور اس

ا یہی حکم تھا کہ ایکبار فروخت ہو چکنے کے بعد وہ دوبارہ مشتری کے پاس ماخوذ نہو گا جبتک آزاد نہو ۱۲ ۲ یعنے دوصورت دا کرنیکے ۱۲ منہ ۳ زعم ضامن یعنے ضامن جسقدر بتلاتا ہو

صورت مین اگر وہ عیب ایسا ہو کہ اُسکے مثل پیدا نہین ہو سکتا ہی اور ہوا یہ کہ بائع کو بگواہی گواہان یا بہ نکول بائع یا
باقرار بائع واپس کیا گیا تو قرضخواہون کو واپس کر سکتا ہی اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکے مثل حادث ہو سکتا ہی اور
یہ ہوا کہ بائع کو بگواہی گواہان یا بہ نکول بائع واپس کیا گیا تو قرضخواہون کو واپس دے سکتا ہی اور اگر بائع کے اقرار
عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہو تو قرضخواہون کو واپس نہین دیسکتا ہی لیکن اگر اس امر کے گواہ پیش کر دیے کہ مشتری کے
خریدنے سے پہلے یہ عیب اس غلام مین موجود تھا یا اس امر پر قرضخواہون سے قسم طلب کرے اور وہ نکول کرین تو واپس
دیسکتا ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ بائع کو مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے کے وقت اس عیب سے آگاہی ہوا اور اسوجہ
مین دو صورتین ہین کہ اگر قاضی نے اُسپر عیب دار غلام کی قیمت کی ڈگری کی ہو تو اُسکو اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہون کو
غلام واپس کرے اور اگر قاضی نے اُسپر بے عیب صحیح سالم غلام کی ڈگری کی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ قرضخواہون کو
غلام واپس کرے بشرطیکہ عیب ایسا ہو کہ اُسکے مثل حادث نہ ہو سکتا ہو یا حادث ہو سکتا ہو مگر بگواہی گواہان
یا بہ نکول قسم قاضی نے اُسکو واپس دیا ہو اور اس مسئلہ کے یہ معنی ہین کہ قرضخواہون نے جب مولے سے قیمت لینے کا قصد کیا
تب مولے نے کہا کہ جسوقت مین نے مشتری کے ہاتھ یہ غلام فروخت کیا ہی تب اُسمین عیب موجود تھا اور قرضخواہون
نے اُسکے قول کی تصدیق کرکے اُس سے عیب دار غلام کی قیمت کی ضمان لی یا اُسکی تکذیب کرکے کہا
کہ نہین بلکہ جسوقت تو نے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تھا اُسوقت صحیح سالم تھا اور یہ عیب فقط مشتری کے
پاس پیدا ہوا ہی اور ہمکو تجھ سے صحیح سالم غلام کی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار ہی اور اُس سے صحیح سالم غلام کی
قیمت تاوان لی پس اُسکا حکم وہی ہی جو ہمنے بیان کیا ہی۔ اور اگر قرضخواہون نے مولی سے قیمت حاصل کر لی پھر وہ غلام مشتری
کے پاس ظاہر ہوا اور مشتری اُسکے عیب قدیم سے واقف ہوا اور ہنوز اُسنے واپس نہ کیا تھا کہ اُسمین دوسرا عیب مشتری
کے پاس پیدا ہو گیا تو مشتری اُسکو مولی کو واپس نہین دیسکتا ہی لیکن نقصان عیب قدیم واپس لے سکتا ہی اور اگر
اُسنے نقصان عیب مولی سے واپس لیا تو مولی کو اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہون سے بقدر نقصان عیب کے واپس
لیوے اور یہ مسئلہ اس کتاب مین بلا ذکر خلاف مذکور ہی اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ فقط امام اعظم رح
کا قول ہی اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح کے نزدیک بقدر نقصان عیب کے قرضخواہون سے واپس لے سکتا ہی اور
اس کتاب کے بعضے نسخون مین یہ اختلاف صریح مذکور ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مولی نے ماذون کا کوئی رقیق آزاد
کیا حالانکہ ماذون پر قرضہ ہی پس آیا یہ عتق نافذ ہوگا یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو ماذون پر قرضہ مستغرق
ہوگا یا غیر مستغرق ہوگا پس اگر غیر مستغرق ہو یعنے اُسکے تمام مال و جان کو محیط نہ ہوا تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے
کہ عتق نافذ نہوگا پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ نافذ ہوگا اور اگر قرضہ مستغرق ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک عتق مولی نافذ
نہوگا اس صورت مین انکا ایک ہی قول ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ ہر حال مین اُسکا عتق نافذ ہوگا۔ اور یہ اختلاف امام
اعظم اور صاحبین کے درمیان ہی یہ ایک دوسرے مسئلہ پر متفرع ہی اور وہ مسئلہ یہ ہی کہ غلام پر قرضہ
کی کمائی مین مولی کی ملکیت واقع ہونے کا مانع ہی یا نہین سو امام اعظم رح کے نزدیک اگر قرضہ مستغرق

اور انکا اس صورت مین یہی ایک قول ہی اور اگر غیر مستغرق ہو تو امام اعظم رح سے دو قول مروی ہین پہلا قول یہ ہی کہ مانع ہی
اور دوسرا یہ قول ہی کہ مانع نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک مانع نہین ہی اگرچہ قرضہ مستغرق ہو لیکن مولی اُسکی کمائی
مین تصرف کرنے سے منع کیا جائیگا جب یہ ذہن نشین ہو گیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر مولی نے غلام کی کمائی کا غلام آزاد
کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو
لیکن اگر مولی تنگدست ہو تو قرضخواہ کو غلام آزاد شدہ کا قیمت کے واسطے دامنگیر ہونے کا اختیار ہے پھر غلام آزاد
شدہ یہ قیمت اپنے آزاد کنندہ یعنی مولی سے واپس لے سکتا ہی بخلاف اسکے اگر ماذون نے خود آزاد
کیا اور ماذون کی تنگدستی مین آزاد شدہ نے قرضخواہون کے واسطے اپنی قیمت سعایت کرکے ادا کی تو قیمت مولی سے
واپس نہین لے سکتا ہی کذا فی المغنی۔ اور اگر مولی نے اپنے ماذون مدیون غلامون کو آزاد کیا تو امام اعظم کے
نزدیک آزاد نہونگے اور اس سے یہ مراد ہی کہ قرضخواہون کے حق مین آزاد نہونگے اور انکو اختیار ہوگا کہ
ان غلامون کو فروخت کراکے اُنکے ثمن سے اپنا قرضہ وصول کرین مگر مولی کے حق مین وہ لوگ بالاجماع آزاد ہو
جاوینگے حتی کہ اگر قرضخواہون نے انکو اپنے قرضہ سے بری کیا یا مولی کے ہاتھ انکو فروخت کیا یا مولی نے انکا قرضہ
ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جاوینگے اور صاحبین کے نزدیک مولی کا عتق نافذ ہوگا اور قرضخواہون کیواسطے مولی اُنکی قیمت کا
ضامن ہوگا بشرطیکہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو یہ لوگ اپنی اپنی قیمت سعی کرکے قرضخواہونکو ادا کرینگے پھر مولی
سے واپس لینگے یہ ینابیع مین ہے۔ اور اگر ماذون پر بہت قرضہ ہو گیا اور مولی نے اسکو آزاد کرکے جو کچھ اُسکے پاس
تھا وہ سب مال لیکر تلف کر دیا پھر قرضخواہون نے غلام کا دامنگیر ہونا پسند کرکے اُس سے قرضہ وصول کر لیا تو غلام
اُس مال کی قیمت مین سے جو اُس سے مولی نے لے لیا ہے بقدر اس قرضہ کے واپس لیگا اور اگر وہ مال اپنے قرضہ سے کم ہو
تو غلام دامنگیر ہو کر اُسمین سے بقدر قرضہ کے جو اُسنے ادا کیا ہی لے لیگا اور جسقدر کچھ زیادہ سب مولی کا ہوگا اور اسیطرح
اگر قرضخواہون نے ماذون کو قرضہ معاف کر دیا اور ماذون کو کچھ ادا نکرنا پڑا تو یہ بھی سب مال مولی کا ہی
غلام اُسمین سے مولی سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اسیطرح اگر ماذونہ باندی ہو اور اُسکو آزاد کرکے اُسکا مال
اور فرزند اور ہاتھ کٹنے کا جرمانہ یعنی دیت مولی نے لے لی اور حال یہ ہی کہ قبل ولادت وجنایت کے اُسپر
قرضہ چڑھ گیا تھا پھر قرضخواہ لوگ حاضر ہوئے تو مولی اس امر پر مجبور کیا جائیگا کہ اُسکا مال اُسکو دیدے تاکہ
یہ قرضہ ادا کرے اور فرزند و جرمانہ واپس دینے پر مجبور نکیا جائیگا اگر اُسکو آزاد نہین کیا ہی مگر باندی فروخت
کیجاویگی اور اُسکے ثمن اور ہاتھ کی دیت مین سے قرضہ ادا کیا جائیگا اور اگر مولی نے اسکو آزاد کیا ہو تو قرضخواہون
کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہین تو مولی سے اُسکی قیمت تاوان لیوین پھر اُسکا بچہ بھی اُنکے قرضہ مین فروخت ہو سکتا ہی اور مولی سے
مشتری نے دیت بھی وصول کر سکتے ہین پھر بھی اگر کچھ قرضہ باقی رہا تو باقی کے واسطے باندی آزاد شدہ کے دامنگیر
ہو کر واپس کر سکتا ہے تو یہ بھی اختیار ہے کہ مولی کو چھوڑ کر تمام قرضہ کیواسطے باندی کے دامنگیر ہوون پس اگر اُنھون نے
یہی حکم تھا کہ ایک دامنگیر ہو کر تمام قرضہ وصول کر لیا تو اُس باندی کا بچہ اور ہاتھ کی دیت سب مولی کو سپرد نہ کیگی اور

اُسی کی ہوگی اور باندی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بچہ او ردیت مولے سے واپس لیوے جیسے کہ اُسکو اپنی ذات کی قیمت واپس لینے کا اختیار نہ تھا مگر یہ اختیار ہوگا کہ مولے نے جو کچھ مال اُس سے لیا ہو وہ واپس لیوے اسی طرح اگر مولے نے وہ باندی قرضخواہون کے واسطے اُنکے قرضہ مین فروخت کردی اور ثمن وصول کرلیا پھر مشتری نے وہ باندی آزاد کردی تو قرضخواہون کو اختیار ہو چاہین ثمن لیکر باقی قرضہ کے واسطے باندی کے دامنگیر ہون یا تمام قرضہ کے واسطے باندی کے دامنگیر ہون پس اگر انھون نے اپنا تمام قرضہ باندی سے وصول کرلیا تو مولے کو اُسکا ثمن جو اُسنے وصول کرلیا ہو دیدیا جائیگا اسی طرح اگر قرضخواہون کی اجازت سے مولے نے وہ باندی مکاتب کردی تو بھی قرضخواہون کو اختیار ہو کہ جو کچھ مولے نے مال کتابت وصول کیا ہو سب لے لیوین اور جب تک وہ باندی مکاتبہ ہو تب تک انکو اپنے کچھ قرضہ کے واسطے رجوع کا اختیار نہین ہو پھر اگر مولے نے تمام مال کتابت وصول پایا اور وہ باندی آزاد ہوگئی تو قرضخواہون کو اختیار ہو چاہین مولے سے تمام مال کتابت وصول کرکے باقی قرضہ کے واسطے باندی کا پلو پکڑین یا باندی سے تمام قرضہ وصول کرین اور اگر اُنھون نے باندی سے تمام قرضہ وصول کیا تو مال کتابت جو مولے نے وصول کیا ہو سب مولی کو دیدیا جائیگا یہ مبسوط مین ہو۔ جامع الفتاوی مین لکھا ہو کہ ماذون پر چار ہزار درم قرض ہین اور اسکے پاس اسقدر اسباب موجود ہو جسکی قیمت تین ہزار درم ہین پھر مولی نے اسکا یہ مال تلف کردیا اور غلام کو آزاد کردیا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین آزاد شدہ سے اپنا قرضہ وصول کرین اور وہ اپنے مولی سے تین ہزار درم لینے اسباب کی قیمت واپس لیگا یا مولے سے چار ہزار درم چار ہزار درم ۱۲ ضمان لین اور مولے اُس آزاد شدہ سے کچھ نہین لے سکتا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر مولے و قرضخواہون مین اختلاف ہوا کہ قرضخواہون نے مولے سے کہا کہ تو نے غلام کو آزاد کردیا اور ہمارا تجھپر قیمت لینے کا استحقاق ہو اور مولی نے کہا کہ مین نے آزاد نہین کیا ہو تو مولے کا قول قبول ہوگا اور وہ غلام قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور قرضخواہون کا اقرار[1] باعتاق غلام اس غلام کی بریت کو متضمن نہین ہو اور جب بریت نہوئی اور اُنکا قرضہ اُنکے اقرار اعتاق کے بعد غلام پر رہا تو غلام اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اُنکے قول کی طرف التفات نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ غلام ماذون مدیون کو اگر اُسکے مولی نے بلا اجازت قرضخواہان کے فروخت کیا اور مشتری نے قبل قبضہ کے اُسکو آزاد کردیا تو عتق موقوف رہیگا پھر اگر قرضخواہون نے بیع کی اجازت دیدی یا مولے نے اُنکا قرضہ ادا کردیا یا اُنھون نے غلام کو قرضہ معاف کردیا تو عتق مشتری نافذ ہوگا اور اگر قرضخواہون نے اجازت بیع سے یا مولے نے اُنکے قرضہ ادا کرنے سے انکار کیا تو عتق باطل ہوگا اور وہ غلام قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر مشتری نے بعد قبضہ کے آزاد کیا تو عتق نافذ ہو جائیگا اور جب بعد قبضہ کے مشتری کا آزاد کرنا نافذ ہوا تو اُسکے بعد قرضخواہون کو اختیار رہوگا چاہین بیع کی اجازت دیکر ثمن لے لین یا بائع سے قیمت کی ضمان لین اور اگر قیمت غلام تاوان لی تو مولی کی بیع نافذ ہو جائیگی اور ثمن اُسی کو ملیگا یہ محیط میں ہو اور اگر مشتری نے اُسکو آزاد نہ کیا بلکہ بیع یا ہبہ کرکے سپرد کیا پس اگر بیع اول بعض امور مذکورہ کے پائے جانے

[1] اقرار یعنی قرضخواہون نے جب یہ اقرار کیا کہ تو نے یہ غلام آزاد کردیا ہو تو اس اقرار سے لازم نہین آتا ہو کہ غلام بری ہوگیا ۱۲

یعنے قرضخواہون نے اجازت دیدی یا مولے نے قرضہ ادا کردیا یا ثمن اُنکے قرضہ کے اداکیواسطے کافی تھا وہ اُنھون نے لے لیا تو جو تصرف مشتری نے غلام مین کیا ہو وہ نافذ ہوجائیگا - اور اگر مولے نے اسکو فروخت نہ کیا بلکہ کسی شخص کو ہبہ کرکے سپرد کردیا پھر قرضخواہون کو تاوان قیمت ادا کردیا تو ہبہ نافذ ہوگا - پھر اگر مولے نے بحکم قاضی یا بلاحکم قاضی ہبہ سے رجوع کرلیا تو وہ غلام مولی کو دیا جائیگا اور موہوب لہ پر اُسکی کچھہ قیمت واجب نہوگی اور نہ قرضخواہون کو غلام لینے کی کوئی راہ ہوگی - پھر اگر مولے نے اُس غلام مین کوئی عیب پایا جس سے قیمت مین بہ نسبت اُس قیمت کے جو اُسنے ڈانڈ بھری ہو نقصان آتا ہو تو مولے کو اختیار رہیگا کہ قرضخواہون کو غلام دیکر اپنی قیمت واپس کرلے اور اگر ہبہ سے رجوع کرنے کے بعد عیب پر واقف ہونے سے پہلے مولی نے اُسکو آزاد یا مدبر کردیا یا اسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا تو جسقدر صحیح سالم کی قیمت اور عیب دار کی قیمت مین تفاوت ہو اُسیقدر نقصان واپس لے سکتا ہو مگر آزاد اور مدبر کرنے کی صورت کے سوائے اور صورت مین قرضخواہون کو یہہ بھی اختیار ہوگا کہ غلام کی قیمت مولی کو واپس کرکے غلام کو لیکر اپنے قرضہ مین فروخت کرین لیکن اگر مولے یہہ چاہے کہ قرضخواہون سے نقصان کا مطالبہ نہ کرے اور غلام کو یونہی عیب دار لیوے تو کرسکتا ہو اور اگر یہہ صورت باندی مین ہو جس سے شبہہ کے وجہ سے وطی کرلی گئی اور اُسکا عقر[1] لازم آیا ہو واقع ہوئی ہو تو اُس زیادت متصلہ کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے قرضخواہون کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی - اور اگر مولے نے ماذون کو فروخت کیا اور مشتری نے اسکو عیب دار کردیا پھر قرضخواہون نے مولے سے قیمت ڈانڈ لی پھر مشتری نے غلام مین ایسا عیب پایا جسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہو اور اسمین دوسرا عیب پیدا ہوگیا اور مشتری نے بائع سے قیمت نقصان حسب قدیم واپس لی تو بائع کو اختیار نہوگا کہ قرضخواہون سے قیمت واپس لے کہ جو قیمت ضمان مین دی ہو اُسمین سے بقدر حصہ عیب کے واپس لے سکتا ہو یہہ مبسوط مین ہو - اگر غلام ماذون نے اپنے مولے کے ہاتھ کوئی چیز اپنی کمائی کی چیزون مین سے بعوض مثل قیمت کے فروخت کردی تو جائز ہو بشرطیکہ قرضدار ہو اور اگر قرضدار نہو تو جائز نہین ہو اور صورت جواز مین اگر ثمن وصول کرنے سے پہلے ماذون مدیون نے مبیع اپنے مولے کے سپرد کردی تو مولے کے ذمہ سے ثمن ساقط نہوگا یہہ محیط مین ہو - اور اگر ماذون مدیون نے کم قیمت پر اپنے مولے کے ہاتھ فروخت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہو خواہ تھوڑا نقصان ہو یا بہت ہو اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہو خواہ نقصان قلیل ہو یا کثیر ہو مگر مولے کو یہہ اختیار دیا جائیگا کہ یا تو اُس نقصان کو پورا کردے یا بیع توڑ دے اور یہہ جو ہمنے بیان کیا یہہ بعضے مشائخ کا بیان ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ صحیح یہہ ہو کہ امام اعظم کا قول صاحبین کے قول کے مثل ہو اور اگر ماذون مدیون نے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہو خواہ مثل قیمت پر فروخت کی ہو یا بنقصان قلیل [illegible]
واپس کرسکا اجنبی سے یہہ نہ کہا جائیگا کہ ثمن کا نقصان اُسکی قیمت تک [illegible]

[1] یہی حکم تھا کہ [illegible] اگر اجنبی کے ساتھ [illegible] کیا تو نقصان قلیل [illegible]

[1] عقر وہ مہر ہو جو وطی بشبہ کی وجہ سے لازم آتا ہو [illegible]

رحمہ کے نزدیک اگر اجنبی شخص کے ہاتھ برابر قیمت پر یا فقط اسقدر نقصان ہو کہ لوگ اسکو اندازہ سے برداشت کرتے ہیں فروخت کیا تو جائز ہے اور ایسے نقصان کی صورت میں مشتری سے یہ نہ کہا جائیگا کہ ثمن کو پوری قیمت تک بڑھا دے کذا فی المغنی۔ اگر غلام ماذون نے اپنے مقبوضہ مال تجارت سے مولے کے مرض الموت میں کوئی چیز خریدی یا فروخت کی پھر مولے نے اس مرض میں انتقال کیا اور غلام نے اس خرید و فروخت میں محاباۃ کی تھی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ بیع محاباۃ اگر ایسے نقصان کے ساتھ ہو کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ سے برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہے بشرطیکہ محاباۃ اسقدر نہ ہو کہ مولے کے تہائی مال سے تجاوز کر جاوے اور اگر مولے کے تہائی مال سے تجاوز کیا تو مشتری کو خیار دیا جائیگا چاہے تہائی سے زائد جسقدر نقصان ہے وہ ادا کرے یا بیع توڑ دے اور نہ ادا کرے بخلاف اسکے اگر مولی صحیح و تندرست ہو اور غلام ماذون نے محاباۃ کے ساتھ بیع کی اور ایسا غبن اٹھایا کہ لوگ اپنے اندازہ میں برداشت کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں تو امام اعظم رح کے نزدیک ہر طرح بیع جائز ہے خواہ محاباۃ کا نقصان تہائی مال مولی سے تجاوز کرے یا نہ کرے اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر ماذون نے خرید و فروخت میں اسقدر محاباۃ کی کہ لوگ اندازہ میں ایسا غبن اٹھاتے ہیں تو جائز ہے اور مشتری کو مبیع دیدی جاویگی بشرطیکہ مقدار نقصان مولے کے تہائی مال سے تجاوز نکرے اور اگر تجاوز کرے تو مشتری مختار ہوگا چاہے پورا کر دے یا بیع توڑ دے جیسا کہ اگر مولی نے خود خرید فروخت کرنے میں ایسی محاباۃ کی ہوتی تو یہی حکم تھا اور اگر ماذون نے اسقدر نقصان اٹھایا اور محاباۃ کی کہ لوگ اپنے اندازہ میں نہیں برداشت کرتے ہیں تو صاحبین کے نزدیک بیع جائز نہوگی یہانتک کہ اگر مشتری نے یہ بھی کہا کہ میں مقدار نقصان پورا کرتا ہوں اور بیع نہ توڑونگا تو اسکو یہ استحقاق نہیں ہے یہ صاحبین کا قول ہے اور یہ سب جو ہم نے ذکر کیا اسوقت ہے کہ غلام پر قرضہ نہو اور اگر اسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اسکے رقبہ اور مال مقبوضہ کو محیط ہو یا نہو اور اسنے خرید فروخت میں قلیل یا کثیر محاباۃ کی تو صاحبین کے نزدیک بالاتفاق وہی حکم ہے جو غلام کے مقروض نہونے کی صورت میں ہم نے بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ماذون پر قرضہ نہو بلکہ مولے پر قرضہ ہو تو اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ قرضہ مولے کے تمام مال کو محیط ہو دوسرے یہ کہ محیط نہو پس اگر مولے کے تمام مال کو محیط ہو اور ماذون نے خرید و فروخت میں محاباۃ کی تو محاباۃ مشتری کو سپرد نہ کیجاویگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مگر قلیل محاباۃ کی صورت میں بالاجماع مشتری مختار کیا جائیگا کہ چاہے مقدار نقصان کو پورا کر دے یا بیع توڑ دے چنانچہ خود مولے کی خرید و فروخت میں یہی حکم ہے اور اگر محاباۃ کثیر ہو تو مسئلہ میں اختلاف ہے امام اعظم رح کے نزدیک مشتری کو اختیار دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک نہ دیا جائیگا قلت۔ یعنے بیع باطل ہوگی اور اگر قرضہ تمام مال مولے کو محیط نہو تو ماذون کی بیع جائز ہوگی خواہ محاباۃ قلیل ہو یا کثیر ہو اور مبیع مشتری کے سپرد کیجاویگی بشرطیکہ بعد ادائے قرضہ کے باقی مال مولی کی تہائی سے زائد محاباۃ نہو اور اگر بعد قرضہ کے تہائی مال مولے سے محاباۃ تجاوز

لہ محاباۃ قیمت سے کم داموں پر مشتری کو نفع پہونچانیکے لیے فروخت کرنا ۱۲ ؎ کتاب میں جمیعا مذکور ہے اور صحیح یہ کہ صاحبین کا قول امام کے نزدیک بالاتفاق ہے

مشتری مختار کیا جائیگا اور ماذون کی بیع مثل مولے کے خود بیع کرنے کے قرار دیجائیگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی
اور صاحبین کے نزدیک اگر محاباۃ قلیل ہو تو خرید و فروخت جائز ہی اور محاباۃ مشتری کے سپرد کیجائیگی بشرطیکہ بعد قرضہ
کے باقی مال مولے کی تہائی سے محابات تجاوز نہ کرے اور اگر تجاوز کرے تو محابات مشتری کے سپرد نہ کیجاویگی مگر
مشتری کو اختیار دیا جائیگا اور اگر محابات کثیر ہو تو صاحبین کے نزدیک مشتری کو اختیار نہ دیا جائیگا اور اگر مولی پر
اسقدر قرضہ ہو کہ غلام کے رقبہ اور اُسکے پاس کے مقبوضہ مال کو محیط ہو اور غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ اور
اُسکے پاس کے مقبوضہ مال کو محیط ہو تو محابات مشتری کے سپرد نہ کیجائیگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مگر قلیل محابات کی صورت
مین مشتری کو اختیار دیا جائیگا یہ بالاجماع ہی اور اگر کثیر ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی کہ مشتری مختار کیا جائیگا
اور صاحبین کے نزدیک مختار نہین کیا جائیگا اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہی اسوقت ہی کہ ماذون نے اجنبی کیواسطے
محابات کی ہو اور اگر مولی کے بعضے وارثون کے ساتھ معاملہ مین ایسی محابات کی ہو اور مولے اسی مرض مین مرگیا
تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل ہوگی اور وارث کو اختیار نہ دیا جائیگا اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز
ہوگی اور وارث کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے بیع توڑ دے یا پوری قیمت تک ثمن پورا کر دے اور محابات مین سے
کچھ بھی وارث کو سپرد نہ کیا جائیگا اگرچہ مولے کے تہائی مال مین برآمد ہوتی ہو لیکن اگر باقی وارث لوگ اجازت
دیدین تو ہو سکتا ہی اور یہی حکم ہوگا خواہ مولے پر قرضہ ہو یا نہ ہو یا غلام پر قرضہ ہو یا نہو یہ مغنی مین لکھا ہی اور اگر مولے
نے ماذون کے ہاتھ کوئی چیز اُسکے مثل قیمت پر فروخت کی یا مثل سے کم پر فروخت کی تو جائز ہی پھر اگر ثمن وصول کرنے
سے پہلے مبیع اُسکے سپرد کر دی تو ثمن باطل ہو جاویگا اور جب ثمن باطل ہوا تو ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے
بغیر ثمن فروخت کر دی پس بیع جائز نہ ہوگی اور بطلان ثمن سے یہ مراد ہی کہ تسلیم ثمن واسکا مطالبہ باطل ہوگا اور مولی
کو اختیار رہیگا کہ مبیع کو واپس کرے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور اگر مولے نے مبیع کو استیفائی ثمن کے واسطے روک لیا تو
جائز ہی جیسے اپنے مکاتب کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی کذا فی الکافی۔ اور اگر ثمن مین کوئی اسباب ٹھہرا ہو تو مولے
کو اختیار رہوگا کہ جو اسباب غلام سے خریدا ہی اسکا مطالبہ کرے یہ مغنی مین ہی اور اگر مولے نے اپنی متاع اپنے
ماذون کے ہاتھ فروخت کی اور اُسکی قیمت سے زیادہ دامون پر خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہو فروخت کی تو زیادتی
مولے کے سپرد نہ کیجاویگی اور مولے کو خیار ہوگا کہ چاہے بیع توڑ دے یا قیمت مین سے زیادتی کو کم کر دے
یہ کافی مین ہی اگر ایک غلام ماذون قرضدار ہو اور اُسکے ہاتھ اُسکے مولے نے اپنے مقبوضہ مال سے ایک کپڑا فروخت
کیا تو اس کپڑے مین مولے کا غلام پر ثمن بطور قرضہ کے رہیگا کہ کپڑا فروخت ہو کر اُسکے ثمن مین سے مولی اپنا قرضہ وصول
کریگا پھر باقی قرضخواہون کا حصہ ہوگا اور اگر اسمین نقصان رہا تو بقدر نقصان کے قرضہ باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین
ابانہ سے منقول ہی۔ اور اگر ماذون پر دو شریکون کا قرضہ ہو بعض قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور بعض میعادی ہو

لہ تجاوز یعنے قرضہ ادا کر کے باقی کی تہائی اسیقدر ہو جسقدر محابات ہی یا زیادہ ہو ۱۲ ۲ه سپرد نہ الخ یعنی کسی کے نزدیک نہ دیجائیگی لیکن قلیل
ہو تو کثیر مین امام کے نزدیک مشتری سے کہا جائیگا کہ چاہے کمی پوری کر دے اور صاحبین نے کثیر مین اختلاف کیا ہی ۱۲ ۳ه استیفا یعنی وصول کرنا لیکن مقروض غلام جو ثمن مین ہالیا ودھ

اور مولی نے وہ غلام ایک شریک کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو دوسرے شریک کو ہبہ توڑ دینے کا اختیار ہی اور اگر اُسنے توڑ دیا تو غلام فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے یہ شریک جسنے ہبہ توڑا ہی اپنا قرضہ سب وصول کرلیگا اور جو باقی رہا وہ مولے کا ہوگا اور موہوب لہ کا شریک یا مولے دغلام پر کچھ حق نہ ہوگا اور اگر مولے نے وہ غلام ایک شریک کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا حالانکہ قیمت اُسکی دو ہزار درم تھی اور دوسرے شریک نے بیع توڑدی خواہ قبضہ سے پہلے یا بعد تو وہ غلام دونون کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور دونون اُسکے ثمن کو باہم تقسیم کرلینگے اور مشتری کا کچھ قرضہ باطل نہوگا اور اگر ماذون پر میعادی قرضہ ہوا اور مولی نے ماذون کو قرضخواہ کے ہاتھ کمی قیمت یا زیادتی پر فروخت کیا تو ثمن کا مولی مستحق ہی یہان تک کہ اُسے قرض کی میعاد آجاوے تب وہ ثمن مولے اُسکے قرضخواہ کے سپرد کریگا اور اگر مولے کے پاس وہ ثمن تلف ہوگیا تو قرضخواہ کو مولے سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی۔ اور اگر اُس غلام ماذون پر کسی دوسرے کا بھی قرضہ مثل قرضہ مشتری کے ہو اور اُسکی میعاد آگئی تو اُسکے واسطے مولے نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسکے سپرد کریگا اور وہ قیمت اُسی کی ہوگی اُسمین مشتری ساجھی نہین ہوسکتا ہی خواہ مشتری قرضہ مین شریک ہو یا نہوا اور اگر اس قیمت مین جو اُسنے وصول کی ہی شریک ساجھی ہوگیا تو اُسکے سپرد نہ کیجائیگی بلکہ مولے اس سے لے لیگا پھر دوسرا شریک جسنے نہین خریدا ہی آکر مولے سے لے لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور مولی کو ماذون مقروض کے فروخت کا اختیار نہین ہی لیکن اگر قرضخواہ اسکو فروخت کی اجازت دین یا مولے انکا قرضہ ادا کردے یا قاضی خود اُسکی بیع کا حکم کرے تو بیع جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر ماذون پر میعادی قرضہ ہوا اور مولی نے اُسکو میعاد سے پہلے فروخت کیا تو بیع جائز ہی کیونکہ قرضہ میعادی مولے کو بیع سے مانع نہین ہوتا ہی پھر جب میعاد آجاوے تو قرضخواہ کو بیع توڑنے کا اختیار نہوگا ولیکن مولے سے قیمت کی ضمان لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مولے نے غلام ماذون کو جسپر بہت قرضے ہین آزاد کیا تو اعتاق جائز ہی اور قرضخواہون کو مولی اُسکی قیمت ڈانڈ دیگا پس اگر قیمت اور قرض مساوی ہی تو ادا ہوگیا اور اگر قیمت کم ہو تو باقی قرض کے واسطے ماذون بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا یعنی قرضخواہ اُس سے طلب کرینگے اور اگر قیمت قرضہ سے کم ہو تو فقط بقدر قرضہ کے مولی ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ماذون پر قرضہ نہو بلکہ اُسنے آزاد یا غلام کو خطا سے قتل کیا ہو اور مولی نے اُسکو آزاد کردیا پس اگر مولی کو اس جنایت کا حال معلوم تھا تو اس فعل سے اُسنے یہ اختیار کیا کہ بین فدیہ دونگا پس اگر مقتول کوئی آزاد ہو تو اُسکی دیت ادا کریگا اور اگر مملوک ہو تو اُسکی قیمت ادا کریگا لیکن اگر قیمت دس ہزار درم سے زائد ہو تو اُسمین سے دس درم کم کردیے جاوینگے اور اگر اُسکو اس جنایت کا حال معلوم نہ تھا تو اس غلام کی قیمت تاوان دیگا لیکن اگر قیمت دس ہزار درم تک پہونچ جاوے تو اسمین سے دس درم کم کردیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اسپر قرضہ محیط ہوا اور جنایات بھی محیط ہون یعنی اُسکے رقبہ کو محیط ہون اور مولے نے اُسکو آزاد کردیا حالانکہ وہ جانتا نہ تھا تو قرضخواہون کو اُسکی پوری قیمت ڈانڈ دیگا اور والیان جنایت کو بھی پوری قیمت ڈانڈ دیگا لیکن اگر دس ہزار درم سے زائد ہو تو

[illegible]

دس درم کم کیسے جاوینگے یہ تہذیب مین ہے۔ اور اگر مولے نے مدبر یا ام ولد کو تجارت کی اجازت دیدی اور دونون مین سے ہر ایک پر قرضہ چڑھ گیا پھر مولے نے اُسکو آزاد کردیا تو مولی پر ضمان دین یا مدبر و ام ولد کی ضمان قیمت لازم نہ آویگی کذا فی الکافی۔ اور اگر ماذون پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ و مال مقبوضہ کو محیط ہوا اور اس حالت مین مولے نے اُسکی مقبوضہ باندی آزاد کردی پھر قرضخواہون کو قرضہ ادا کردیا یا قرضخواہون نے ماذون کو قرضہ سے بری کردیا یا بعضے قرضخواہون نے معاف کیا یہانتک کہ ایسا ہوگیا کہ اُسکی قیمت سے باقی قرضہ ادا ہوسکتا ہے اور جو اُسکے پاس مال ہے وہ قرضہ سے بڑھتی رہا تو مولے کا باندی آزاد کرنا جائز ہے اور اگر مولے نے ماذون کی باندی آزاد کردی حالانکہ قبل عتق سے ماذون پر قرضہ محیط ہے پھر مولے نے اسکے بعد اس باندی سے وطی کی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا اور مولے نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو اُسکی دعوت جائز ہے اور مولی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کہ قرضخواہون کو تاوان ادا کریگا پھر باندی آزاد ہوجائیگی کیونکہ قرضخواہون کا حق اُس سے ساقط ہوگیا اور وہ ام ولد ہوئی اور مولے پر واجب ہوگا کہ باندی کو اُسکا عقر ادا کرے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولے نے اپنے ماذون مدیون کو مدبر کیا تو تدبیر جائز ہے اور قرضخواہون کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکی تدبیر کو توڑدین اور جب تدبیر نہین توڑ سکتے ہین تو اُنکو خیار ہوگا کہ چاہین مولے سے قیمت غلام تاوان لین یا غلام سے اپنے قرضہ کے واسطے سعایت کراوین اور ان دونون باتون مین سے جس بات کو اختیار کرلیا پھر دوسری بات کا اُنکو استحقاق نہ رہیگا باطل ہوجائیگا پس اگر مولے سے قیمت کی ضمان حاصل کی تو جب تک غلام آزاد نہو تب تک غلام سے مطالبہ وغیرہ کی کوئی راہ اُنکو حاصل نہوگی اور وہ غلام بحالہ ماذون باقی رہیگا اور اگر غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو اسکی سعایت سے تمام و کمال اپنا قرضہ وصول کرلینگے پھر غلام بحالہ ماذون باقی رہیگا پھر جب ماذون رہا اور اُسنے اسکے بعد خرید و فروخت کی اور اسپر پھر بہت قرضہ چڑھ گیا تو قرضخواہون کو بھی اختیار ہوگا کہ غلام کو ماخوذ کرکے اُس سے اپنے قرضہ کے واسطے سعی کراوین مگر ان لوگون کو مولے سے مواخذہ و مطالبہ قیمت کا کچھ اختیار نہوگا ہان غلام سے سعایت کراسکتے ہین بخلاف پہلے قرضخواہون کے جنکا قرضہ مدبر کرنے سے پہلے غلام پر عائد ہوچکا ہے کہ اُنکے واسطے مولی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر دوسرے قرضخواہون نے غلام سے سعایت کرائی اور مال سعایت سے اپنا قرضہ وصول کیا تو پہلے قرضخواہون کو جنھون نے مولی سے مدبر کی قیمت ضمان مین وصول کرلی ہے اس سعایت مین سے تھوڑا یا بہت کچھ استحقاق نہوگا اور جو کچھ مال سعایت باقی رہیگا وہ مولے کو ملیگا پہلے قرضخواہون کو جنھون نے قیمت تاوان لی ہے تھوڑا یا بہت کچھ نہ ملیگا اور اگر وہ مدبر قتل کیا گیا یہانتک کہ اُسکی قیمت قاتل کے ذمہ واجب ہوئی تو اس قیمت مین سے پہلے قرضخواہون کو جنھون نے مولی سے ضمان قیمت حاصل کرلی ہے کچھ نہ ملیگا بلکہ دوسرے قرضخواہ اس قیمت مین سے اپنا قرضہ وصول کرینگے یہ تتمہ مین ہے۔ اور اگر غلام ماذون پر تین ہزار درم تین شخصون کے قرض ہون اور ماذون کی قیمت ایک ہزار درم ہو پھر مولے نے اُسکو مدبر کردیا پس بعض قرضخواہون نے مولے سے قیمت لینا اختیار کیا اور بعض نے غلام

له [illegible] ۱۲

سے سعایت کرانا پسند کیا تو انکو ایسا اختیار ہوگا پس اگر دو قرضخواہون نے ضمان قیمت اختیار کی تو مولی سے دو تہائی قیمت لے سکتے ہین اور ایک تہائی قیمت مولی کو مسلم رہیگی پھر جسنے سعایت غلام پسند کی ہو اگر دوسرے دونون قرضخواہون کی قیمت وصول کرنے سے پہلے اُسنے اپنا حصہ سعایت غلام سے لے لیا تو اُسکے مقبوضہ مین دونون کو مشارکت کا اختیار نہوگا اور اگر سعایت سے وصول کرنا اختیار کرنے والے نے مولے سے اپنا حصہ ضمان لیا چاہا یا دوسرے دونون قرضخواہون کی مقبوضہ قیمت مین شرکت چاہی تو اُسکو بھی ایسا اختیار نہوگا اور اسی طرح باقی دونون قرضخواہ بھی بعد ضمان قیمت اختیار کرنے کے ایسا اختیار نہوگا یعنے سعایت سے وصول کرنا اختیار کرنے والے سے شرکت یا سعایت غلام سے وصول کرنا اختیار نہین کرسکتے ہین اور اگر دونون نے مولی سے ضمان قیمت لینا اختیار کرنے کے بعد یہ چاہا کہ مدبر کو اپنے قرضہ مین فروخت کرین تو ایسا نہین کرسکتے ہین اگرچہ مولی انکو یہ استحقاق دیدے پھر اسکے بعد اگر مدبر نے خرید فروخت کی اور اُسپر کئی حصون کا قرضہ چڑھ گیا تو مدبر کی سب کمائی پہلے قرضخواہ نے جسنے سعایت سے وصول کرنا اختیار کیا ہو اور پچھلے قرضخواہون کے درمیان مشترک ہوگی اور ان سب قرضخواہون مین سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ اور ون کے سوا اسے خود کچھ وصول کرلے اور اگر پہلے قرضخواہ نے جسنے سعایت سے وصول کرنا اختیار کیا ہو مدبر کی کمائی مین سے پچھلے قرضخواہون کے قرضہ چڑھنے سے پہلے کچھ لے لیا تو یہ اسی کو دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قرضخواہ اُس سے واقف نہوے کہ مولے نے اپنے ماذون مقروض کو مکاتب کردیا ہے یہان تک کہ مکاتب نے سب بدل کتابت ادا کردیا اور آزاد ہوگیا تو مولے پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جیسے کہ فی الحال آزاد کرنے مین واجب ہوتی تھی پھر اسکے بعد قرضخواہون کو یہ اختیار رہیگا کہ چاہین مولے سے غلام کی قیمت تاوان لین اور جو کچھ اُسنے مکاتب سے لے لیا ہے وہ لے کر اپنے درمیان حصہ رسد تقسیم کرلینگے اور اگر کچھ قرضہ باقی رہا تو فی الحال مکاتب آزاد شدہ سے مابقی قرضہ کے واسطے مطالبہ کرینگے یا اگر چاہین تو اپنے پورے قرضہ کے واسطے غلام سے مواخذہ کرین پس اگر انھون نے غلام سے مواخذہ کرکے اپنا تمام قرضہ وصول کیا تو مولے کو غلام کی قیمت اور مال کتابت بھی سپرد رہیگا اور غلام کو یہ اختیار نہوگا کہ اسمین سے تھوڑا یا بہت اپنے مولے سے واپس لے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام نے کچھ مال کتابت ادا کیا اور کچھ باقی رہا کہ اتنے مین قرضخواہ اگر موجود ہو سے لینے انکو آگاہی ہوئی تو انکو اختیار ہوگا کہ چاہین کتابت کو باطل کرین اور وہ غلام اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر انھون نے کتابت باطل نہ کی بلکہ اجازت دیدی تو کتابت جائز ہے اور جو کچھ مال مولے نے اجازت کتابت سے پہلے وصول کیا ہے اور جو کچھ باقی رہا سب قرضخواہون مین حصہ رسد تقسیم ہوگا۔ اور اگر وہ مال کتابت جو مولے نے قبل اجازت کے وصول کیا ہے اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر قرضخواہون نے اجازت دیدی تو کتابت جائز ہے اور مولے اُس مال مقبوضہ کتابت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر بعض نے کتابت کی اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی

[illegible] انکو یہ اختیار نہین ہے کہ کہین کہ ہم غلام سے وصول کرینگے ۱۲ منہ وہ یعنی مال کتابت اس لیے کہ مولے نے تصرف [illegible] کیا اور مکاتب کرکے قرضخواہون کا نقصان کیا ہے تو اسکا ضامن ہوگا ۱۲

تو جب تک سب قرضخواہ اجازت نہ دین تب تک کتابت جائز نہوگی۔ اور اگر انھون نے کتابت توڑ دینے کا قصد کیا اور راستے مین مولے نے انکا قرضہ یا خود غلام نے ادا کر دیا تو پھر اسکے بعد انکو کتابت باطل کرنیکا اختیار نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ماذون کا قرضہ میعادی ہو تو مولے کو اُس سے خدمت لینے کا اختیار ہے اور اگر فی الحال واجب الادا ہو تو قرضخواہون کو اُس سے ممانعت کرنے کا اختیار ہے اسی طرح اگر مولے نے ماذون کو سفر مین ساتھ لیجانے کا قصد کیا تو بصورت میعادی قرضہ ہونے کے قرضخواہون کو ممانعت کا اختیار نہوگا اور اگر فی الحال واجب الادا ہو تو منع کر سکتے ہین اسی طرح مولے اسکو رہن کر سکتا ہے اور اجارہ دیسکتا ہے بشرطیکہ قرضہ میعادی ہو پھر اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے قرضہ کی میعاد آگئی تو یہ عذر ہوگا اور قرضخواہ لوگ اجارہ توڑ سکتے ہین مگر رہن راہن کی طرف سے لازم ہوگا اور میعاد آجانے پر قرضخواہون کو رہن کے توڑنیکا اختیار نہوگا جیسے کہ اُن کو اُس بیع کے توڑنیکا اختیار نہین ہوتا ہے جو مولے کی طرف سے نافذ ہوگئی لیکن مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لے سکتے ہین پھر اگر ایسا ہوا کہ جب قرضخواہون نے اُس سے ضمان لینے کا قصد کیا تب اُسنے فک رہن کر کے قرضخواہون کے سپرد کر دیا تو ضمان سے بری ہو جائیگا اور اگر قاضی نے اسپر ضمان قیمت کی ڈگری کر دی اسکے بعد اُسنے فک رہن کیا تو اسپر قیمت واجب ہوگی اور غلام اُسی کا ہوگا اور قرضخواہ لوگون کو غلام لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مولے نے فک رہن سے انکار کیا اور قرضخواہون کے نام غلام کی ڈگری ہوئی کہ اُسکو اپنے قرضہ مین فروخت کرین تو انکو ایسا اختیار رہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ غلام ماذون قرضدار کو اُسکے مولے نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکو قرضہ سے آگاہ کیا تو قرضخواہون کو بیع رد کر دینے کا اختیار رہوگا اور اُسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ قرضخواہ اُسکے ثمن کو وصول نہ پا سکتے ہون اور اگر وصول پا سکتے ہون اور بیع مین محابات نہو تو اُن کو رد بیع کا اختیار نہوگا مگر صحیح یہ ہے کہ اگر ثمن اُنکے قرضہ کے ادا کے واسطے کافی نہو تو انکو بیع رد کرانیکا اختیار رہوگا یہ جامع صغیر مین ہے اور اگر اپنے قرضدار غلام کو فروخت کیا اور مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا پھر بائع غائب ہو گیا تو مشتری قرضخواہون کا خصم نہ ٹھہرایا جائیگا بشرطیکہ قرضہ سے انکار کرے یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر مشتری نے اُنکے قرضہ کی تصدیق کی تو بالاجماع قرضخواہون کو رد بیع کا اختیار رہوگا اور اگر بائع حاضر اور مشتری غائب ہو تو بالاجماع قرضخواہون اور بائع مین خصومت نہوگی تا وقتیکہ مشتری حاضر نہو لیکن قرضخواہون کو بائع سے ضمان قیمت لینے کا اختیار رہوگا اور جب ضمان قیمت لے لی تو بیع جائز ہوگی اور ثمن بائع کا ہوگا اور اگر انھون نے اجازت بیع دیدی تو ثمن لے سکتے ہین یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر ماذون پر قرضہ نہو اور مولے نے اسکو حکم دیا کہ زید کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کرے پس ماذون نے مکفول لہ سے کہا کہ اگر زید تجھکو تیرے ہزار درم جو اُسپر آتے ہین نہ دیگا تو یہ مال مجھپر ہے تو ضمان جائز ہے اور اسی طرح اگر یون کہا کہ اگر زید مر گیا اور تجھکو تیرا مال اُسپر آتا ہے تجھے ادا

ف۔ عذر ہوگا یعنی اجارہ فسخ ہوجائیگا لیکن یہ عذر شرعی منفصل ہے ۱۲ اور ملتقی میں ولہ ان یسکو اصل میں ہے ردہ (اصلہ بالدین) اور شاید صحیح یہ ہے کہ اصلہ بالدین اور مفاد یہ ہے کہ مشتری بعد آگاہی کے رد نہین کر سکتا ہے لیکن قرضخواہ رد کرا سکتے ہین ۱۲

نہ کیا تو وہی مجبور ہوگا تو یہ بھی اُسکے قول کے موافق جائز ہو پھر اگر مولے نے اس ماذون کو اپنی ملک سے بطریق بیع یا ہبہ کے نکال دیا پھر مکفول عنہ یعنے زید قبل ادا کے حق مکفول لہ کے مرگیا تو مکفول لہ کو اختیار ہوگا کہ مولے سے ماذون کی قیمت اور قرضہ سے جو مقدار کم ہو ضمان لے اور مولی کی بیع وہبہ باطل نہوگی اسی طرح اگر ضمان درک کیواسطے ضامن ہو نیکا حکم کیا تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر مولے نے ایک مکان فروخت کیا اور ماذون کو حکم دیا کہ مشتری کے واسطے ضمان درک کا ضامن ہوجاوے پھر مولے نے وہ ماذون فروخت کردیا پھر وہ مکان استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ مولے سے ماذون کی قیمت اور ثمن مین سے جو کم ہو اسکی ضمان لیوے باعتبار اسکے کہ اُسنے مشتری کا محل حق معدوم کردیا ہو اور اگر مولے نے اسکو اپنی ملک سے خارج نہ کیا یہانتک کہ ماذون پر اسقدر قرضہ چڑھ گیا کہ اُسکے رقبہ کو محیط ہوگیا پھر مشتری کے ہاتھ سے وہ مکان استحقاق مین لے لیا گیا تو غلام کے ذمہ وہ مال جو اُسکی گردن پر ہو مع مال ضمان سب لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر مولے نے ماذون کے ہاتھ اپنا کوئی گھر فروخت کیا پس اگر غلام مقروض نہو تو یہ بیع نہوگی اور اگر مقروض ہو تو بیع جائز ہو پس اگر اسکا ثمن اُسکی قیمت کے برابر یا کم ہو تو شفیع کو شفعہ پہونچتا ہو اور اگر زیادہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل ہوگی اور اسمین شفعہ کچھ نہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ زیادت باطل ہوگی اور شفیع اسکو شفعہ مین برابر پر لے لیگا بشرطیکہ مولے اسقدر پر راضی ہو یہ بیع مین ہو۔ اور اگر ماذون نے کچھ خرید و فروخت کیا تو اسمین مولی کا استحقاق شفعہ نہوگا بشرطیکہ ماذون پر قرضہ نہو اسی طرح اگر مولے نے خرید و فروخت کیا تو اسمین ماذون کو استحقاق شفعہ نہوگا اگر ماذون قرضدار نہو اور اگر قرضدار ہوگا تو دونون مین سے ہر ایک کو سب صورتون مین استحقاق شفعہ حاصل ہوگا مگر ان ایک صورت مین اور وہ یہ ہو کہ اگر غلام نے ایک گھر اسکی قیمت سے اسقدر کمی پر جو لوگ اپنے اندازہ سے اُٹھاتے ہین یا نہین اُٹھاتے ہین فروخت کیا تو مولے کو اسمین شفعہ کا استحقاق نہوگا اور اگر غلام نے اپنے مولے کے ہاتھ ایک گھر فروخت کیا حالانکہ اسپر قرضہ نہین ہو اور ایک اجنبی اُسکا شفیع ہو تو اجنبی کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر اسپر قرضہ ہو اور بیع اُسکے مثل قیمت یا زیادہ پر واقع ہوئی تو اجنبی کو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر قیمت سے کم ثمن پر واقع ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اور صاحبین کے نزدیک شفیع اسکو برابر قیمت پر لے سکتا ہو ورنہ چھوڑ دے پس اگر شفیع نے چھوڑ دیا تو مولے کو اختیار ہوگا کہ چاہے پوری قیمت مین خرید لے یہ مبسوط مین ہو مولا نے اگر اپنے ماذون کا نکاح کردیا تو جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک غلام ماذون التجارۃ نے ایک باندی خریدی اور وہ قرضدار نہین ہو پس مولے نے اسی کے ساتھ باندی کا نکاح کردیا تو جائز ہو اور وہ باندی تجارت سے باہر ہوگئی کہ ماذون اُسکو فروخت نہین کرسکتا ہو اور اسکے بعد اگر ماذون پر قرضہ چڑھ گیا تو قرضخواہون کے واسطے وہ باندی فروخت نہ کیجائیگی اور اگر ماذون نے قرضداری کی حالت مین باندی خریدی ہو اور مولا نے اُسی کے ساتھ نکاح کردیا تو قرضہ کی وجہ سے نکاح جائز نہوگا اور ماذون کو اختیار ہوگا کہ اس باندی کو اور اس باندی سے جو بچہ ماذون کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو فروخت کرے اور اگر بعد

تزویج کے مولے نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو جائز ہی جیسا کہ قرضہ نہونے کی صورت مین جائز تھا پس یہ بھی بمنزلہ اسی کے ہی یہ منتقی مین ہی اور اگر ماذون نے مولے کے حکم سے زید کیطرف سے ہزار درم کی کفالت کرلی حالانکہ اُسپر قرضہ نہین ہی پھر مولے نے اسکو فروخت کیا تو مکفول لہ کو اُسکی بیع توڑ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر بجائے کفالت مال کے زید کی طرف سے کفالت بالنفس قبول کی ہو تو مکفول لہ کو بیع توڑنے کا اختیار نہوگا ولیکن غلام سے جہان کہین ہوگا کفالت کا مواخذہ کر سکتا ہی اور یہ امر غلام مین عیب شمار ہوگا اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے اس عیب کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر اس طور سے کفالت ہو کہ اگر مطلوب تجھکو اس مدت تک تیرا حق جو اُسپر ہی ادا نہ کرے تو مین اُسکے نفس کا کفیل ہون تو ایسی کفالت کے عیب[1] کی وجہ سے مشتری واپس نہین کر سکتا ہی تاوقتیکہ شرط کا وجود متحقق نہو پھر جب شرط پائی جانے سے غلام پر کفالت واجب ہو جاوے تو مشتری اُسکو واپس کر سکے گا بشرطیکہ وقت خرید کے اُسکو اس عیب سے آگاہی نہ ہوئی ہو اور اگر اسکو وقت خرید کے معلوم ہو گیا ہو تو پھر اس عیب کی وجہ سے کبھی واپس نہین کر سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ مولے نے اگر قرضخواہون کی اجازت سے ماذون کو فروخت کیا تو صحیح ہی اور قرضخواہون کا حق ثمن کی طرف متحول ہو جائیگا اور مولے بمنزلہ وکیل کے ہو جائیگا حتے کہ اگر مشتری سے وصول نہوا ڈوب گیا تو یہ قرضخواہونکا مال گیا اور اگر مولے نے وصول کیا اور اُسکے پاس تلف ہو گیا تو بھی قرضخواہون کا مال گیا ولیکن قرضخواہونکا قرضہ ساقط نہوگا بلکہ جب غلام آزاد ہو جائیگا تو اس سے مواخذہ کرینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کو حکم دیا اُسنے زید کی طرف سے عمرو کے واسطے ہزار درم کی کفالت اس طور سے کی کہ اگر زید بدون عمرو کا مال ہزار درم ادا کیئے ہوے مر گیا تو ماذون اس مال کا ضامن ہی تو یہ جائز ہی پھر اگر مولے نے عمرو کے ہاتھ یہ غلام ہزار درم کو یا کم کو فروخت کیا تو بیع جائز ہی اور ثمن اسکا مولے وصول کرے جو چاہے کرے پھر اگر مکفول عنہ یعنے زید بدون ادا سے مال عمرو کے مر گیا تو خریدار یعنے عمرو کو مولے سے ثمن واپس لینے کا اختیار ہوگا کہ اُسکو اپنے ادائے قرض مین شمار کر لیگا اور اگر مولے کے پاس وہ ثمن تلف[2] ہو گیا ہو تو مولے کچھ ضامن نہوگا اور اگر تھوڑا تلف ہو گیا ہو تو خریدار باقی کو اپنے ادائے قرض مین لے لیگا اور جو تلف ہو گیا وہ نابود شمار ہوگا اور اگر مولے کے پاس ثمن تلف ہو گیا پھر مشتری نے غلام مین کچھ عیب پا کر واپس کرنا چاہا تو واپس کر سکتا ہی اور مولے پر ثمن کی بابت اُسکا کچھ حق نہوگا ولیکن وہ غلام اُسکے ثمن مین فروخت کیا جائیگا پس اُسکے ثمن سے اپنا ثمن جو اُسنے مولے کو دیا تھا وصول کر لیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو اسکو اپنے پہلے قرضہ مین لے لیگا اور اگر دوسرا ثمن بہ نسبت اول کے کم ہو تو مولے پر اس کمی مین کچھ واجب نہوگا کذا فی المبسوط

پانچوان باب جس سے ماذون مجحور ہو جاتا ہی اور جس سے مجحور نہین ہوتا ہی اُسکے اور جو اقرار مجحور سے متعلق ہے

[1] عیب الخ یعنے یہ کفالت جو ایک طرح کا عیب ہی ایسا عیب نہین کہ بالفعل اس سے واپس کر سکے ۱۲ [2] یعنے اگر مولے نے خود کسی کام مین تلف کیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر تلف ہو گیا ہو تو کچھ ضامن نہوگا ۱۲

اُسکے بیان مین جاننا چاہیے کہ حجر سے اذن باطل ہوجاتا ہو ولیکن یہ شرط ہو کہ حجر مثل اذن کے ہوتی کہ اگر اذن عام ہو باین طور کہ اسکو اہل بازار جانتے ہون تو حجر جب کارآمد ہوگا کہ جب حجر بھی عام ہو یعنے اکثر اہل بازار اس سے واقف ہوجاوین اور اگر اس سے کم ہو تو کارآمد نہوگا باین طور کہ ایک شخص یا دو شخصون کے سامنے یا تین آدمیون کے سامنے یا اپنے گھر مین مجور کیا خواہ غلام اُس سے واقف ہوجاوے یا واقف نہو یہ حجر کارآمد نہوگا اور اگر اذن خاص ہو باین طور کہ اُسکی اہل بازار مین یہ خبر منتشر نہوئی ہو مثلاً ایک یا دو یا تین شخصون کے سامنے غلام کو ماذون کیا ہو تو اگر انھین لوگون کے سامنے غلام کو مجور کیا اور غلام واقف ہوگیا تو یہ حجر کارآمد ہوگا یعنے غلام مجور ہوجائیگا یہ مغنی مین ہو- اور اگر اذن فقط غلام کے سامنے ہو تو اُسی کے سامنے اسکو مجور کردینا کارآمد ہوگا **قال المترجم** اور حاضر و سامنے ہونے مین آگاہ ہونا کافی ہو علیٰ ما اصطلح القوم رح اور اگر غلام اُس سے واقف نہوا تو حجر کارآمد نہوگا اور اگر غلام کو اجازت دیدی اور وہ آگاہ ہوگیا پھر اسکو مجور کیا اور وہ آگاہ نہوا تو حجر کارآمد نہوگا اور اگر اسکو اذن دیا اور وہ آگاہ نہوا پھر مجور کیا اور وہ آگاہ نہوا تو حجر کارآمد ہوگا کذا فی الذخیرہ اور اگر ماذون کو اپنے گھر مین اکثر اہل بازار کے سامنے مجور کیا تو مجور ہوجائیگا یہ کافی مین ہو **قال المترجم** حاصل یہ ہو کہ اذن و حجر مین باعتبار عموم و خصوص و علم ماذون و عدم علم کے عرفاً مقابلہ و مساوات ہونی چاہیے اور اگر ماذون کسی شہر کو تجارت کے واسطے گیا پھر اکثر اہل بازار مولے کے مکان پر آئے اور اُنکے سامنے شہادت کے ساتھ مولے نے ماذون کو مجور کیا حالانکہ غلام اُس سے واقف نہین ہو تو وہ مجور نہوگا اور یہ امر اسکے حق مین حجر نہوگا اسی طرح اگر غلام اس شہر مین موجود ہو مگر وہ حجر سے واقف نہوا تو یہ امر اُسکے حق مین حجر نہوگا اور جو کچھ اُسنے قبل حجر سے واقف ہونے کے اپنے اہل بازار وغیرہ کے ساتھ تصرف کیا وہ سب نافذ ہوگا اور جب ایک یا دو روز کے بعد غلام اُس سے واقف ہوا تو واقف ہونے کے وقت سے وہ مجور قرار دیا جائیگا اور قبل وقوف کے جو خرید و فروخت اُس سے صادر ہوئی وہ سب جائز ہوگی یہ مبسوط مین ہو- اور اگر ماذون کے مجور کرنیکے بعد غلام کے آگاہ ہونے سے پہلے مولی نے اسکو خرید فروخت کرتے دیکھا اور منع نہ کیا پھر غلام کو مجور ہونا معلوم ہوا تو استحساناً ماذون باقی رہیگا یہ مغنی مین ہو اور اگر مولے نے ماذون کو فروخت کیا پس اگر اسپر قرضہ نہو تو مجور ہوجائیگا خواہ اہل بازار واقف ہوجاوین یا نہون اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے مجور نہوگا بخلاف صورت اول کے کہ اُسمین نفس بیع سے مجور ہوجاتا ہو اور یہ اس صورت مین ہو کہ قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور اگر غلام کا قرضہ میعادی ہو تو مولی کو اُسکی بیع سے ممانعت نہ کیجائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہو- اور اگر مولے نے ماذون کسی شخص کو ہبہ کر دیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا تو مجور ہوجائیگا پھر اگر ہبہ سے رجوع کیا تو اجازت عود نہ کریگی اور یہی حکم بیع کی صورت مین ہو کہ اگر مشتری نے ماذون مین کوئی عیب پاکر بحکم قاضی اُسکو واپس کیا تو اجازت عود نہ کریگی اگرچہ مولی کی قدیم ملک پھر عود کر آئی ہو یہ محیط مین ہو- اگر مولے نے ماذون کو بطور بیع فاسد کے بعوض شراب یا سور کے فروخت کرکے مشتری کے سپرد کیا اُسنے مشتری کے قبضہ مین خرید فروخت کی پھر بائع کو واپس دیا گیا

تو وہ مجور رہیگا اسی طرح اگر اُسپر مشتری نے بائع کے حکم سے بائع کے حضور یا عدم حضور مین قبضہ کیا یا بائع کے حضور مین بغیر اُسکے حکم کے قبضہ کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر بعد افتراق کے بلا حکم بائع کے اُسپر قبضہ کیا تو مجور نہو گا اور اگر مردار یا خون کے عوض فروخت کیا ہو تو بسبب بطلان بیع کے ان سب صورتون مین مجور نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مولی نے بطور بیع صحیح کے تین روز کی اپنی خیار شرط پر فروخت کیا تو جبتک بیع نافذ ہو جائے تب تک وہ غلام ماذون رہیگا کیونکہ مولی کی ملک سے خارج نہین ہوا اور اگر مشتری کیواسطے خیار کی شرط ٹھہری ہو تو مجور ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہی - اور اگر مولے نے اہل بازار کے حضور مین اپنے ماذون کو مجور کیا حالانکہ غلام غائب ہی اور مولے نے اُسکے پاس حجر سے آگاہ کرنے کے واسطے ایک ایلچی بھیجدیا اُسنے غلام کو آگاہ کر دیا تو غلام مجور ہو جائیگا خواہ وہ ایلچی آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ عورت ہو یا مرد ہو خواہ عادل ہو یا فاسق ہو اسی طرح اگر اسکو خط لکھکر بھیجا اور خط پہونچگیا تو مجور ہو جائیگا خواہ نامہ بر آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ مرد ہو یا لڑکا یا عورت ہو خواہ عادل ہو یا فاسق ہو یہ معنی مین ہی - اور اگر ماذون کو مجور ہو جانے کی خبر کسی ایسے شخص نے دی جسکو مولے نے نہین بھیجا تھا تو امام اعظم رح کے قیاس مین مجور نہوگا تاوقتیکہ اُسکو دو شخص خبر نہ دین یا ایک شخص عادل جسکو غلام پہچانتا ہو خبر نہ دے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ جو شخص عورت یا مرد یا لڑکا اسکو یہ خبر دیوے تو مجور ہو جائیگا بعد اسکے کہ خبر سچی ہو کذا فی المبسوط - اور قولہ بعد از انکہ خبر سچی ہو اس قول کے یہ معنی ہین کہ اسکے بعد مولے اگر اقرار کرے کہ مین نے مجور کیا ہی اور اگر اُس نے انکار کیا تو مجور نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر ماذون پر جنون مطبق طاری ہو گیا کہ جس سے افاقہ نہین ہوتا ہی تو مجور ہو جائیگا پھر اگر اسکے بعد اُسکو افاقہ ہو گیا تو اذن عود نہ کریگا یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر جنون مطبق نہو یعنی جنون سے مجنون ہو جاتا ہو پھر افاقہ ہو جاتا ہو تو مجور نہ ہوگا - پھر جنون مطبق کی حد مین اختلاف کیا ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک مہینہ سے کم ہو تو جنون مطبق نہین ہی اور اگر ایک مہینہ یا زیادہ ہو تو مطبق ہی پھر اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ ایک سال سے کم مطبق نہین ہی اور ایک سال یا زیادہ تک مطبق ہی یہ معنی مین ہی - اور ذخیرہ ہی مین ہی کہ اگر ماذون مرتد ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مجور ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک نہوگا پھر جب دار الحرب مین جا ملا تو وقت لحوق سے صاحبین کے نزدیک اور وقت ارتداد سے امام اعظم رح کے نزدیک مجور ہوگا اور اگر اُسپر بیہوشی طاری ہوئی یعنی بدون نشہ پیے ہوئے اغما طاری ہوا تو مجور نہ ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر دار الحرب مین جا ملنے اور مشرکون کے ہاتھ گرفتار ہونیکے بعد قید ہو کر آیا تو اُسکا مولے اسکا حقدار نہوگا اور جو قرضہ اُسپر تھا وہ بحالہ باقی رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ قرضہ باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر ماذون بھاگ گیا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک مجور ہو جائیگا پھر اگر اباق سے واپس آیا تو کیا اذن عود کریگا یا نہین سو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین کیا اور مشائخ نے

---

[1] نامہ بر یعنے جو شخص خط لایا ہی اسمین بھی مثل پیغام کے عدد و عدالت و آزادی وغیرہ شرط نہین ہی ۱۲ [2] جنون مطبق کہا گیا کہ ایک ماہ تک برابر مجنون رہے اور اسی پر فتوے ہی لیکن اس مقام پر شاید ایک سال ہو لحوق جاننا ۱۲

اسمین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہی کہ عود نہ کریگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر غلام نے حالت اباق مین خرید فروخت کی تو اُسمین سے اُسپر کوئی عقد لازم نہوگا پھر اگر غلام کے ساتھ معاملۂ بیع کرنے والے نے یہ کہا کہ غلام بھاگا ہوا نہ تھا بلکہ مولے نے اُسکو بھیجا تھا اور مولے نے کہا کہ بھاگا ہوا تھا تو قول اُسی کا لیا جائیگا جسنے غلام سے بیع کا معاملہ کیا ہی اور مولی پر گواہ لانا واجب ہوگا کہ میرا غلام بھاگا ہوا تھا اور اُسنے حالت اباق مین اسکے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا اور اگر دونون نے اپنے دعوے کے گواہ پیش کیے تو جسنے غلام سے معاملۂ بیع کیا ہی اُسی کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر مولی اور معاملہ کرنے والے نے غلام کے اباق پر اتفاق کیا مگر معاملہ کرنے والے نے یہ کہا کہ مین نے اباق سے پہلے اسکے ساتھ معاملہ کیا تھا اور مولے نے کہا کہ نہین بلکہ بعد اباق کے معاملہ کیا ہی تو بھی معاملہ کرنے والیکا قول لیا جائیگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو بھی بائع کے گواہ مقبول ہونگے یہ مغنی مین ہی۔ اگر غلام مدبر کو ماذون کیا ہو اور وہ بھاگ گیا تو مجور نہوگا اور اگر غلام ماذون کو کسی شخص نے غصب کیا تو کتاب مین اُسکا حکم مذکور نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مجور نہ ہوگا اور اگر ماذون کو حربی دشمن نے قید کر لیا تو دارالحرب مین محفوظ کر لینے سے پہلے مجور نہ ہوگا اور جب لیجا کر دارالحرب مین محفوظ کر لیا تو مجور ہو جائیگا پھر اگر اسکے بعد وہ غلام اُسکے مولے کے ہاتھ آیا تو ماذون نہو جائیگا یعنی اذن عود نہ کریگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ غلام ماذون نے ایک غلام خرید کر اُسکو تجارت کیواسطے اجازت دی تھی کہ اجازت صحیح ہوئی پھر مولے نے دونون مین سے ایک کو مجور کیا پس اگر دوسرے کو مجور کیا تو اسکا مجور کرنا صحیح نہین ہی خواہ اول پر قرض ہو یا نہو اور اگر اول کو مجور کیا تو مجور ہو جائیگا پھر آیا دوسرا بھی مجور ہو جائیگا یا نہین سو اگر اول پر قرض ہو تو مجور ہو جائیگا اور اگر اول پر قرض نہو تو دوسرا مجور نہو جائیگا **قال المترجم** کذا فی النسخۃ الموجودۃ۔ اور اگر اسمین سے کوئی بات نہوئی بلکہ غلام اول مرگیا تو اُسکا حکم وہی ہی جو غلام اول کے مجور کرنے مین مذکور ہوا ہی۔ اگر غلام اول نہین مرا بلکہ مولی مرگیا تو دونون غلام مجور ہو جاوینگے خواہ غلام اول مقروض ہو یا نہو یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر اپنے مکاتب کے ماذون کو مولے نے مجور کیا تو نہین جائز ہی جیسے ماذون کے ماذون کو مجور کرنا نہین جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے اجازت دی پھر خود عاجز ہو گیا خواہ اسپر قرضہ ہو یا نہین ہو تو اُسکا ماذون بھی مجور ہو جائیگا اسی طرح اگر مکاتب ادائے کتابت کے لائق کافی مال یا غیر کافی مال یا کتابت کے اندر جنا ہوا لڑکا چھوڑ کر مرگیا تو بھی یہی حکم ہی پھر اگر فرزند مکاتب نے بعد موت مکاتب کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو اُسکی اجازت جائز نہو گی اسی طرح اگر آزاد مرگیا اور اسپر قرضہ ہو اور اسکا ایک غلام ہو کہ اُسکو وارث نے تجارت کے واسطے اجازت دی تو اجازت باطل ہی پھر اگر وارث نے مال میت سے قرضہ ادا کر دیا تو بھی اُسکی اجازت نافذ نہو گی اور اگر وہ مال جو اُسنے میت کیطرف سے ادا کیا ہو اسکو طالب نے معاف کر دیا بعد ازانکہ وارث غلام کو تجارت کی اجازت دیچکا ہی تو اجازت نافذ ہو جائیگی اور اگر میت پر قرضہ نہو بلکہ غلام پر قرضہ ہو تو وارث کا تجارت کیواسطے غلام کو اجازت دینا جائز ہوگا اسی طرح اگر مکاتب کے بیٹے نے اُس غلام کو

جسکو اسکے باپ نے بعد موت کے چھوڑا ہی اجازت دی پھر کسی شخص سے مال قرض لیکر کتابت ادا کی تو اسکی اجازت
صحیح نہوگی اور اگر کسی شخص نے مکاتب نے بیٹے کو کچھ مال ہبہ کیا پھر اُسنے مال کتابت ادا کر دیا تو غلام کو اُسکا
اجازت دینا صحیح ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وصی نے یتیم یا اُسکے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر خود مرگیا اور
کسی دوسرے کو وصی مقرر کر گیا تو اُسکی موت سے یتیم و اُسکا غلام مجور ہوجائیگا اور اگر قاضی نے اسکو اجازت
دی پھر قاضی معزول ہوگیا یا مرگیا تو یتیم و اُسکا غلام ماذون رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور فتاوی عتابیہ مین
لکھا ہی کہ اگر باپ نے اپنے بیٹے کے غلام کو اذن تجارت دیا پھر باپ نے اُسکو خریدا یا وارث ہوا تو اذن باطل ہوجائیگا
اور نابالغ کے غلام کا اذن اُسکے بالغ ہونے سے باطل نہوگا اور ایسے ہی اُسکے بالغ ہونے کے بعد باپ کے
مرنے سے بھی باطل نہوگا اور اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے غلام کو تصرف کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو یہ اذن ہی
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مولی مرتد ہوگیا پھر غلام نے خرید فروخت کی پس اگر مولے قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب
مین جا ملا اور قاضی نے اُسکے لحاق[۱] کا حکم جاری کر دیا تو جو تصرف غلام نے اسکے مرتد ہونے کے بعد کیا ہی سب
باطل ہی اور اگر دار الحرب مین جا ملنے سے پہلے یا جا ملنے کے بعد حکم قاضی جاری ہونے سے پہلے مسلمان
ہوکر واپس آیا تو امام اعظم رح کے نزدیک سب تصرفات جائز ہونگے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا
کہ سب تصرفات جائز ہین سوا اسے اس تصرف کے جو مولے کے دار الحرب مین جا ملنے کے بعد اُس سے صادر ہوا ہی وہ
باطل ہوگا بشرطیکہ واپس نہ آیا ہو یہانتک کہ قاضی نے اُسکے لحاق کا حکم جاری کر دیا ہو اور اگر اُس سے پہلے واپس آیا ہو
تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر عورت مرتدہ ہوئی ہو تو اُسکا ماذون اُسکے اذن پر رہیگا اور اگر وہ عورت دار الحرب
مین جا ملی اور قاضی نے اُسکے لحاق کا حکم دیدیا تو اُسکا ماذون مجور ہوجائیگا اور اگر حکم قاضی سے پہلے واپس آ گئی تو ماذون اپنے
اذن پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر مضارب نے مال مضاربت کے کسی غلام کو تجارت کی اجازت دی تو
یہ اجازت رب المال پر جائز ہوگی اور اگر رب المال نے اسکو مجور کیا تو حجر باطل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ماذونہ
باندی اپنے مولی سے بچہ جنی تو مجور ہوجائیگی اور اگر اُسپر قرضہ چڑھ گیا ہو تو مولی اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر
مولی کے سوائے کسی دوسرے سے بچہ جنی ہو تو مجور نہ ہوگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر لڑکے کے دودھ چھوٹنے تک
اسپر قرضہ نہین ہوا ہی تو لڑکا مولے کا ہوگا حتے کہ اگر اُسکے بعد اسپر قرضہ ہوگیا تو قرضخواہون کو بچہ کی گردن مین کچھ
حق نہوگا اور اگر ثبوت[۲] قرضہ کے بعد اُسکے بچہ ہوا تو وہ بچہ بھی اُن قرضخواہون کے واسطے جنکا حق قبل ولادت
کے ثابت ہو چکا ہی فروخت ہوگا نہ اُنکے واسطے جنکا حق بعد ولادت کے ثابت ہوا کذا فی الجوہرۃ النیرۃ۔ ایک
باندی کو اسکے مولے نے اجازت دی اور اُسنے اپنی قیمت سے زیادہ قرض کر لیا پھر مولی نے اسکو مدبرہ
کر دیا تو یہ باندی بحالہا ماذونہ رہیگی اور مولی قرضخواہون کیواسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ جامع صغیر مین ہی
اور جب مولی نے ماذون کو مجور کیا تو جو مال اُسکے قبضہ مین ہی اسکی بابت اُسکا اقرار امام اعظم رح کے نزدیک

[۱] لحاق یعنی قاضی نے حکم دیا کہ فلان مرتد جاکر دار الحرب مین ملگیا ہی [۲] ثبوت قرضہ یعنی تحقیق قرضہ چڑھ جانے کے بعد بھی ۱۲

جائز ہوگا اور اُسکے یہ معنی ہین کہ اُسنے اپنے مقبوضہ مال مین یہ اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کی امانت ہے اور یہ فلان شخص کی غصب کی ہوئی ہے یا اپنے اوپر کچھ قرضہ کا اقرار کرے کہ اُسکے مقبوضہ مین سے ادا کیا جاوے اور صاحبین نے فرمایا کہ اسکا اقرار صحیح نہین ہے اور بعد عتق کے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا اور جو کچھ اسکے پاس ہے وہ اُسکے مولی کا ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر کسی نے اپنے غلام ماذون کو جسکو تجارت کی اجازت دی تھی مجور کر دیا پھر غلام نے اپنی ذات پر اقرار کیا تو اسکی دو صورتین ہین اگر اُسکے ہاتھ مین زمانۂ اجازت کی کمائی نہو تو فی الحال کے واسطے اُسکا اقرار صحیح نہوگا یعنی فی الحال اُس سے مواخذہ نہین ہو سکتا ہے خواہ اسپر زمانۂ اجازت کا قرضہ ہو یا نہو اور اس مسئلہ مین سب اماموں کا اتفاق ہے۔ اور اگر اُسکے پاس زمانۂ اجازت کی کمائی موجود ہو تو اسمین تین صورتین ہین - ایک یہ کہ زمانۂ اجازت کے قرضہ سے یہ سب مال فارغ ہو دوم یہ کہ سب مال اسی قرضہ مین مشغول ہو تیسرے یہ کہ کچھ فارغ ہو اور کچھ اُس قرضہ مین مشغول ہو پس اگر سب مال قرضۂ اجازت مین مشغول ہو تو اسکا اقرار اس مال مین جو اُسکے قبضہ مین موجود ہے صحیح نہین ہے حتی کہ بعد مجور ہونے کے مقرلہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہوں کے ساتھ زمانۂ اجازت کی کمائی مین شرکت کرے بلکہ سب مال قرضخواہوں کو زمانۂ اجازت کے قرضہ مین دیا جائیگا اور اگر بعض مال مشغول اور بعض فارغ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اسقدر مال مین جو قرضہ اجازت سے فارغ ہے اسکا اقرار صحیح ہوگا اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ وہ غلام اپنے اجازت دینے والے کی ملک مین باقی ہو اور اگر اجازت دہندہ کی ملک سے کسی وجہ سے مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے خارج ہو گیا ہو پھر اُسنے اقرار کیا تو بالاتفاق اُسکا اقرار صحیح نہوگا خواہ اُسکے پاس کچھ کمائی موجود ہو یا نہو کذا فی المحیط۔ اور اگر اُسکے پاس اس قسم کا مال ہو کہ اُسنے لکڑیان وغیرہ جنگل سے لاکر فروخت کی ہون یا اُسکے مثل کسی محنت سے جمع کیا ہو پھر اُسنے اُس مال کی نسبت دوسرے کے واسطے اقرار کیا تو بالاتفاق اُسکے اقرار کی تصدیق نہوگی یہ نہایہ مین ہے اور اگر مولی نے ماذون کو مجور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم تھے انکو مولی نے لے لیا پھر ماذون نے یہ اقرار کیا کہ یہ مال فلان شخص کا میرے پاس ودیعت تھا اور مولے نے اُسکی تکذیب کی تو اقرار مین سچا نہ ٹھہرایا جائیگا پھر اگر آزاد کیا گیا تو اس اقرار کی وجہ سے اسکے ذمہ کچھ لاحق نہوگا اور اگر غصب کا اقرار کیا ہو تو بعد عتق کے ماخوذ ہوگا۔ اور اگر مجور کیا گیا اور اُسکے پاس ہزار درم تھے اور اسپر ہزار درم قرضہ تھے پس اُسنے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم فلان شخص کی ودیعت یا مضاربت یا قرض یا غصب کے میرے پاس ہین اور اُسکی تصدیق نہ کی گئی اور صاحب قرض نے یہ درم اپنے قرضہ مین لے لیئے پھر غلام آزاد کیا گیا تو اسپر ہزار درم قرضہ رہینگے کہ اُنکے واسطے ماخوذ ہوگا۔ اور اگر ماذون کو مجور کیا اور اسکے پاس ہزار درم ہین اُسنے اپنے اوپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ یہ ہزار درم فلان شخص کے ودیعت ہین تو امام اعظم رح کے قیاس مین یہ ہزار درم صاحب قرضہ کے ہونگے اور جب صاحب قرض کو جسکے واسطے اقرار کیا ہے یہ درم دیدیے گئے پھر آزاد کیا گیا تو بعد آزادی صاحب ودیعت اُسکا دامنگیر ہوگا۔ اور اگر پہلے صاحب ودیعت کے واسطے اقرار کیا ہو تو یہ درم صاحب ودیعت کو دیے جاوینگے اور صاحب قرض اُس سے بعد آزادی کے

اپنے قرض کے واسطے مواخذہ کریگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر اقرار ودیعت باطل ہوگا
اور یہ ہزار درم مولی لے لیگا اور جب آزاد ہوجاوے تو صاحب ودیعت اُس سے مواخذہ نہ کریگا مگر جسکے
واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ بعد عتق کے قرضہ کے واسطے دامنگیر ہوگا اور اگر متصل کلام میں یون اقرار کیا
کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم قرضہ ہین اور یہ ہزار درم فلان شخص کی ودیعت ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک
یہ ہزار درم دونون مقر لہ مین نصفا نصف تقسیم ہونگے اور جب آزاد ہوجائیگا تو باقی کے واسطے دونون اس سے
مواخذہ کرینگے اور اگر اس اقرار متصل مین پہلے ودیعت سے شروع کیا یعنے یہ ہزار درم فلان شخص کی
ودیعت ہین اور مجھپر فلان شخص کے ہزار درم قرض ہین تو یہ ہزار درم صاحب ودیعت کو دیے جاوینگے اور اگر
دونون نے دعوی کیا اور ماذون نے کہا کہ تم دونون سچے ہو تو یہ ہزار درم دونون مین برابر تقسیم ہونگے یہ مبسوط
مین ہے۔ اگر اپنے غلام ماذون کو مجحور کیا پھر اسکو دوبارہ اجازت دی پس ماذون نے دوبارہ اذن کے زمانہ مین یہ
اقرار کیا کہ مین نے بعد مجحور ہونے کے یہ اقرار کیا کہ مین نے اس شخص سے ہزار درم زمانہ اذن اول مین غصب
کر لیے یا قرض لیے تھے پس اگر مقر لہ نے اُسکی اس بات مین تصدیق کی تو غلام سے فی الحال اُسکا مواخذہ نہ کیا جائیگا
بلکہ بعد آزادی کے مواخذہ کیا جائیگا اور اگر مقر لہ نے اسکی تکذیب کی اور یہ کہا کہ نہین تو نے دوبارہ اجازت
پانے کے بعد ایسا اقرار کیا ہے تو قول اُسی مقر لہ کا لیا جائیگا اور فی الحال غلام سے مواخذہ کیا جائے گا
اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر ماذون نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اس شخص سے حالت حجر مین ہزار
درم غصب کر لیے ہین کہ اس صورت مین یہ حکم ہے کہ ماذون سے فی الحال مواخذہ کیا جائیگا خواہ مقر لہ اسکی تکذیب
کرے یا تصدیق کرے یہ مبسوط مین ہے اور اگر اپنے غلام کو مجحور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم ہین پھر اُسنے ایک
شخص کے واسطے ہزار درم قرض یا معین ہزار درم ودیعت کا اقرار کیا پھر مال ضائع ہوگیا تو جب تک غلام
آزاد نہ ہووے تب تک اسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا پھر جب آزاد ہوگیا تو قرضہ لازم ہوگا نہ ودیعت اور اگر مجحور کیا اور اُسکے
پاس ہزار درم ہین اور اسپر ہزار درم قرضہ ہے پھر اسکو اجازت دوبارہ حاصل ہوئی پس اُسنے ایک دوسرے
شخص کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا یا گواہون سے ثابت کیا گیا تو جو ہزار درم اسکے پاس
موجود ہین وہ پہلے قرضخواہ کو بالخصوص دیے جاوینگے اسی طرح اگر ماذون نے اقرار کیا کہ یہ قرضہ
حالت اذن سابق کا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ یہ مال فلان شخص کی ودیعت ہے کہ اُسنے
میرے پاس زمانہ اذن سابق مین ودیعت رکھا تھا تو بھی قرضخواہ اول اسکا مستحق ہوگا اور صاحب ودیعت
اپنے مال کو اُسکے رقبہ سے وصول کریگا اور صاحبین کے نزدیک یہ ہزار درم اُسکے مولے کے ہونگے اور
قرضخواہ اپنا مال اُسکے رقبہ سے وصول کرینگا پس غلام اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر اسکا مولے قرضہ
ادا کر دے تو فروخت نہوگا۔ اور اگر غلام مجحور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم ہین اور اسپر پانچ سو درم قرضہ ہے
پس بعد حجر کے اُسنے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر اسکو مولے نے دوبارہ ماذون کیا پس اُسنے اقرار کیا کہ یہ

ہزار درم موجودہ میرے پاس اُس شخص کی ودیعت ہین تو ودیعت ہونے پر اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور
ان ہزار درم موجودہ مین سے پانچ سو درم قرضخواہ اول کو دیے جاوین اور باقی پانچ سو درم دوسرے قرضخواہ
کو جسکے واسطے حجر کی حالت مین اقرار کیا تھا دیے جاوین اور پھر بھی اسپر پانچ سو درم قرضہ رہگیا سو اُسکے واسطے
بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا اور صاحب ودیعت اپنی پوری ودیعت کے واسطے دامنگیر ہوگا پس غلام
اُسکے واسطے فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولے اسکو ادا کردے تو فروخت نہوگا اور صاحبین کے نزدیک
ہزار درم مین سے پانچ سو درم قرضخواہ اول کو دیے جاوینگے اور باقی پانچ سو درم مولی لے لیگا اور صاحب
ودیعت اپنی ودیعت مین سے پانچسو درم کے واسطے دامنگیر ہوگا اور جو پانچسو درم مولی نے لیے ہین اسقدر ودیعت
مین سے باطل ہوجاوینگے اور اگر ہزار درم موجودہ مین سے غلام کے پاس پانچسو درم تلف ہوگئے تو باقی پانچسو درم
قرضخواہ اول کو خاصۃً ملینگے اور صاحب ودیعت غلام کے رقبہ سے پانچسو درم وصول کریگا صرف اسیقدر اُسپر
لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر غلام کو اجازت دی پھر مجور کیا پھر اجازت دی پھر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے زید سے
زمانہ اذن اول مین ہزار درم قرض لیکر قبضہ کر لیا تھا یا یہ اقرار کیا کہ زید نے مجھے حالت اذن اول مین ودیعت دی
تھی اور مین نے تلف کر دی اور رب المال نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو غلام فی الحال اسکے واسطے ماخوذ ہوگا
بخلاف اسکے اگر حالت حجر مین یہ اقرار کیا کہ مین نے حالت اذن مین قرض لیا تھا یا ودیعت تلف کر دی تھی
کہ اس صورت مین فی الحال اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام مجور شدہ نے کسی شخص کے ہزار درم
تلف کر دینے کا اقرار کیا تو جبتک آزاد نہو تب تک اُس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا اور بعد آزاد ہونیکے ماخوذ ہوگا اور اگر
اُسکی طرف سے کسی شخص نے قبل اُسکی آزادی کے اس قرضہ کی کفالت کر لی تو کفیل فی الحال ماخوذ ہوگا اور اگر اُسکو
صاحب قرض نے خرید کر کے آزاد کیا یا اپنے پاس رکھا تو غلام سے اسکا قرضہ باطل ہوجائیگا و لیکن کفیل سے مواخذہ
کرکے جسقدر مال کی اُسنے ضمانت کی ہے اس سے اور ثمن مین سے جو مقدار کم ہو وہ وصول کریگا اور اگر خرید انہو بلکہ
مالک نے قرضخواہ کو غلام ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہو تو غلام سے قرضہ باطل ہوگا اور کفیل سے بھی باطل ہوگا پھر اگر
مالک نے ہبہ سے رجوع کیا تو امام محمد رح کے قول پر قرضہ کبھی عود نہ کریگا اور امام ابو یوسف کے قول پر بعد
رجوع کے قرضہ عود کریگا یہ مبسوط مین ہے اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر مجور کیا پھر اجازت
دی اور اُسکے پاس ہزار درم ہین اور یہ معلوم ہے کہ درم پہلے اذن کی کمائی ہے پس غلام نے اقرار کیا کہ یہ مال فلان شخص کی ودیعت ہے
یا مین نے فلان شخص سے غصب کیا ہے اور مولی نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا اقرار صحیح ہے اور
صاحبین کے نزدیک نہین صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر مجور کیا پھر اجازت دی اور اسکے
پاس ہزار درم ہین کہ یہ معلوم ہے کہ درم حالت اذن اول مین اُسکے پاس تھے پس اُسنے اقرار کیا کہ یہ درم فلان شخص
کی ودیعت ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے اقرار کی تصدیق ہوگی اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ یہ درم فلان شخص سے
مین نے حالت اذن اول مین غصب کیے تھے تو بھی تصدیق کیجائیگی یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے

نزدیک ان ہزار درم مین اُسکے قول کی تصدیق نہوگی بلکہ یہ مولے کے ہونگے اور مقرلہ اپنا اقراری مال اُسکے رقبہ سے وصول کریگا اور غلام فروخت[1] کیا جائیگا اسی طرح اگر غلام نے اس مال کی نسبت یہ اقرار اسوقت کیا کہ جب اسیر دوسری اجازت کی حالت مین قرضہ چڑہ گیا ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہ مال مقرلہ کو دیا جائیگا اور صاحبین کے نزدیک یہ مال مولی کا ہوگا یہ مبسوط مین ہی

چھٹا باب غلام ماذون اور اُسکے مولی کے اقرار کے بیان مین۔ اگر غلام نے قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکی دو صورتین ہین اگر اُسنے قرضہ تجارت کا اقرار کیا تو اقرار حق مولی مین صحیح ہوگا یعنے غلام فی الحال ماخوذ ہوگا خواہ مولی اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے۔ اور اگر تجارت کے سوا ے کسی دوسری وجہ سے قرضہ کا اقرار کیا تو فی الحال ماخوذ نہوگا بلکہ بعد آزادی کے مواخذہ کیا جائیگا۔ کتاب الاصل مین امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ماذون غصب کا یا ودیعت کا جس سے انکار[2] کر گیا تھا یا مضاربت یا بضاعت کا یا عاریت کا جس سے منکر ہو گیا تھا یا کسی چوپایہ کی کونچین کاٹنے کا یا کسی کپڑے کے جلا ڈالنے کا اقرار کیا یا کسی اجیر کو اجرت پر مقرر کرنیکا یا کسی باندی کے مہر کا جسکو خرید کر اس سے وطی کی تھی پھر وہ استحقاق[3] مین لے لیگئی اقرار کیا تو یہ سب ایسا قرضہ اُسکے ذمہ ہوگا جسکے واسطے فی الحال ماخوذ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ کونچین کاٹنے اور کپڑا جلانے کا جو حکم مذکور ہی وہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب اُسنے ان دونون چیزون پر قبضہ کرکے کونچین کاٹنے اور جلانے کا اقرار کیا ہو تا کہ قبضہ سے غاصب قرار پاوے اور وقت قبضہ سے ضمان واجب ہوجاوے اور اس حالت مین مال مضمون ہوگا ورنہ اگر قبضہ سے پہلے چوپایہ کی کونچین کاٹ ڈالین یا کپڑا جلا دیا ہو تو اسکا اقرار صحیح نہوگا حتی کہ اُس سے مواخذہ نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے یہ اقرار کیا کہ مین نے آزاد عورت یا باندی کی فرج کو حالانکہ دونون باکرہ ہین اپنی اُنگلی سے چیر دیا یہانتک کہ پیخانہ اور پیشاب کا ایک سوراخ ہو گیا تو طرفین کے نزدیک فی الحال اسپر کچھ لازم نہوگا مگر[4] مولے کی تصدیق کرنے سے اور یہ جنایت کا اقرار ہی۔ اور امام ابو یوسف[ابو حنیفہ و محمد رح] نے فرمایا کہ یہ اقرار مال ہی اور فی الحال ماخوذ ہوگا اور اگر اُسنے ایک باکرہ باندی غصب کرکے اُنگلی سے اُسکی فرج چیر کر پیخانہ کے سوراخ سے ملا دی پس اگر باندی کے مولے نے قبل اُسکے اقرار کے اس سے غصب کی وجہ سے ضمان لینی چاہی تو اسکو اختیار ہوگا کیونکہ ضمان غصب وجوہ تجارت مین سے ہی اور اگر انتضاض یعنے چیرنے کے جرم کی وجہ سے ضمان چاہی تو اُسکو اختیار نہوگا کیونکہ یہ جنایت ہی اُسکے اقرار سے ثابت نہوگی اور اگر کوئی باکرہ باندی غصب کرکے لیگیا اور اُس سے وطی کی پس اگر باندی کے مولے نے غصب کی وجہ سے نقصان بکارت کی ضمان چاہی تو

---

[1] فروخت الخ کیونکہ اب ماذون ہی اور اگر اقرار کے وقت محجور ہوتا تو ابھی مواخذہ نہوتا جب تک آزاد نہوتا ۱۲ [2] انکار کیونکہ ودیعت امانت بعد انکار کے ضمانت ہوجاتی ہی وعلی ہذا عاریت وغیرہ مین انکار شرط ہی ۱۲ [3] استحقاق کیونکہ اسی صورت مین عقر لازم ہوگا ۱۲ [4] مگر یعنے مولے کی تصدیق سے فی الحال جرم واجب المواخذہ ہو جائیگا ۱۲

فی الحال ضمان لے سکتا ہے اور اگر وطی سے ضمان چاہی تو اسپر فی الحال لازم نہ ہوگی یہانتک کہ آزاد ہوجاوے
یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ماذون نے اقرار کیا کہ میں نے اس شخص کی باندی باکرہ خرید کر اُس سے اقتضاض
کیا ہے تو مثل اور قرضون کے اُسپر اسکا عقر لازم ہوگا جب کہ وہ باندی استحقاق میں لیلیجاوے اور فی الحال ماخوذ
ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اسی طرح اگر اسنے باکرہ باندی غصب کرلی اور اُسکے پاس کسی شخص نے اُس باندی سے
اقتضاض کیا پھر بھاگ گیا تو باندی کے موے کو اختیار ہوگا اُسکے عقر کے واسطے ماذون کو گرفتار کرادے
یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر یون اقرار کیا کہ میں نے اس باکرہ سے بدون اجازت اپنے موے کے نکاح کرکے
اقتضاض کیا ہے تو اُسپر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر موے[1] نے نکاح فاسد اُسکے اقتضاض کے اقرار کی تصدیق
کی ہو تو پہلے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہا تو باندی کا مولی اُسکے عقر میں لے لیگا اور
امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ یون چاہیے کہ باندی کا موے قرضخواہون کے ساتھ شریک کیا جاوے خواہ مولی
نے اُسکی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ مغنی میں ہے اور اگر ماذون نے اقرار کیا کہ میں نے اس سے نکاح سے
وطی کی ہے اور موے نے اجازت نکاح دینے سے انکار کیا تو فی الحال عقر کے واسطے ماخوذ نہ ہوگا جبتک
کہ آزاد نہ ہوجاوے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ماذون نے اپنے مقبوضہ غلام کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ شخص فلان بن فلان
کا بیٹا ہے وہ میرے پاس ودیعت چھوڑ گیا ہے یا کہا کہ یہ آزاد ہے کبھی مملوک نہیں ہوا ہے تو قول اُسی کا لیا جائیگا اور اس
جنس کے مسائل میں اصل یہ ٹھہری ہے کہ ماذون نے اگر اپنے مقبوضہ مملوک کے واسطے حریت طاریہ کا اقرار کیا یعنی حریت
و آزادی طاری[2] ہوگئی ہے تو اسکا اقرار صحیح نہوگا اور اگر اصلی آزادی کا جو بظاہر ثابت ہے اقرار کیا تو صحیح ہوگا و ماذون
کے اقرار کو حریت طاریہ کا اقرار جب ہی کہا جائیگا کہ جب مقر بہ[3] مملوکیت کی نشانیان اور علامات ظاہر ہون
اور یہ مثلاً اس طرح کہ ماذون نے یون اقرار کیا کہ یہ شخص مملوک و رقیق ہے اور مملوک نے اُسکے قول کی تصدیق
کی بشرطیکہ مملوک اپنی ذات کو تعبیر کرسکتا ہو اور اگر نہیں تعبیر کرسکتا ہے حتے کہ اُسکے مملوک ہونے کے بارہ
میں ماذون ہی کا قول لازم القبول ٹھہرا پھر ماذون نے بعد اقرار رقیت کے اُسکی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ حر الاصل
ہے تو اُسکا یہ اقرار حریت طاریہ کا اقرار قرار دیا جائیگا پس صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر اس شخص میں رقیت کے علامات
و نشانات ظاہر نہون اور ماذون نے یون اقرار کیا کہ یہ حر الاصل ہے تو یہ حریت اصلی کا اقرار قرار دیا جائیگا نہ
حریت طاریہ کا پس ماذون کا یہ اقرار صحیح ہوگا اور جس صورت میں اُسنے کہا کہ یہ فلان شخص کا بیٹا ہے اُسنے مجھے ودیعت
دیا ہے اور اس شخص میں رقیت کے علامات ظاہر نہیں ہین پس جب غلام نے کہا کہ یہ فلان بن فلان کا بیٹا ہے
یا کہا کہ یہ حر الاصل ہے تو یہ حریت اصلی کا اقرار ہے پس صحیح ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ماذون نے زید سے ایک
غلام خریدا حالانکہ غلام موجود و حاضر ہے اور ساکت ہے پھر اقرار کیا کہ فلان شخص کا بیٹا ہے یا حر الاصل ہے کبھی

[1] مولی الخ یعنی غلام نے بغیر اجازت موے کے باکرہ سے نکاح کرکے اقتضاض کا اقرار کیا تھا مولی نے کہا کہ سچا ہے ۱۲ [2] طاری یعنی پہلے یہ
مملوک تھا پھر آزاد کیا گیا ہے خواہ باندی ہو یا غلام ہو ۱۲ [3] مقر بہ جس مملوک کے حق میں اقرار کیا ہے ۱۲

مملوک نہیں ہوا ہی تو ماذون کا اقرار صحیح نہوگا اور نہ اُسکی تصدیق ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ماذون نے اپنی مقبوضہ
چیزون مین سے کسی خاص چیز کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ چیز فلان شخص کی ہی مین نے اُس سے غصب کر لی یا اُسنے
مجھے ودیعت دی تھی حالانکہ ماذون پر بہت قرضہ ہی تو پہلے مقر لہ کو اُسکی اقراری چیز دیدی جاویگی یہ مبسوط
مین ہی۔ اور اگر ماذون نے بہت سے قرضون کا اقرار کیا تو اسکے قرضخواہ اسکی مقبوضہ کمائی مین اور اُسکے
ثمن مین جب فروخت کیا جاوے یکسان شریک ہونگے یہ نہوگا کہ سابق کا قرضخواہ پچھلے قرضخواہ پر مقدم ہو
یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ماذون نے کسی شخص سے ایک غلام خریدا اور اُسکو ثمن ادا کر دیا خواہ اُس پر قرضہ
ہی یا نہین ہی پھر اقرار کیا کہ میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے بائع نے اُسکو آزاد کر دیا تھا یہ اصلی آزاد ہی
اور بائع نے اُس سے انکار کیا تو وہ غلام بحالہ مملوک رہیگا اسی طرح اگر بائع کی طرف سے مدبر کرنے کا
اقرار کیا یا باندی تھی کہ جسکی نسبت یہ اقرار کیا کہ بائع سے بچہ جنی ہی تو بھی یہی حکم ہی لیکن اگر بائع نے
اُسکے اقرار کی تصدیق کی تو دونون مین بیع ٹوٹ جاویگی اور ثمن اُس سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔
اور اگر ماذون نے اُنمین سے کسی بات کا اقرار نہ کیا ولیکن یہ اقرار کیا کہ بائع نے میرے ہاتھ فروخت
کرنے سے پہلے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور فلان شخص نے اسکی اقرار کی تصدیق کی مگر بائع
نے تکذیب کی تو ماذون اس اقرار مین بائع کے حق مین صادق قرار نہ دیا جائیگا تا کہ بائع سے اپنا ثمن واپس
کر لے مگر اپنے حق مین سچا شمار ہوگا اور اسکو حکم دیا جائیگا کہ فلان شخص یعنے مقر لہ کو غلام دیدے اور اگر بائع
نے ماذون کے اقرار کی تصدیق کی تو ماذون اُس سے اپنا ثمن واپس لیگا اسی طرح اگر ماذون نے اپنے
دعوے پر جو بائع پر کیا ہی گواہ پیش کیے یا بائع سے اپنے دعوے پر قسم طلب کی اور اُسنے قسم سے نکول
کیا تو بھی اپنا ثمن واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ماذون پر قرضہ ہوا اور اُسنے اپنی مقبوضہ کسی چیز کی نسبت یہ اقرار انکار ۱۲
کیا کہ یہ چیز مولے کی یا اُسکے بیٹے یا باپ یا اُسکے غلام تاجر مقروض یا غیر مقروض کی یا اُسکے مکاتب یا ام ولد کی
ہی تو اسکا اقرار اپنے مولے اور اُسکے مکاتب و ماذون و ام ولد کے واسطے باطل ہوگا مگر مولے
کے بیٹے یا باپ کے واسطے جائز ہوگا اور اگر غلام پر قرضہ نہوگا تو اسکا اقرار ان سب صورتون مین جائز ہوگا
پھر اگر اسکے بعد اُس غلام پر قرضہ ہو گیا تو اُس اقرار کا حکم باطل نہوگا اور اگر ان لوگون مین سے کسی کے
قرضہ کا اقرار کیا پھر اسکے بعد اُسپر قرضہ چڑھ گیا تو مولے یا اُسکی ام ولد و غلام غیر مقروض کو کچھ نہ ملیگا اور اُسکے
غلام مقروض و مکاتب و باپ کیواسطے ایسے اقرار مین بعد قرضہ چڑھ جانے کے یہ حکم ہی کہ یہ لوگ قرضخواہون کے
ساتھ شریک ہوجاوینگے اور اگر ماذون مقروض یا غیر مقروض نے اپنے فرزند آزاد یا باپ یا اپنی آزاد
جورو کے واسطے یا اپنے فرزند آزاد کے مکاتب یا غلام مقروض یا غیر مقروض کے واسطے اقرار کیا
تو امام اعظم رح کے نزدیک ان لوگون کے واسطے اسکا اقرار باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور یہ
لوگ اُسکی کمائی مین قرضخواہون کے ساتھ شریک ہوجاوینگے۔ اور اگر ماذون مقروض نے اپنی باندی کو

تجارت کی اجازت دی پھر باندی پر قرضہ چڑھ گیا اور ماذون نے کسی چیز کی نسبت اقرار کیا کہ یہ چیز اس ماذونہ کی
میرے پاس ودیعت ہی تو اسکی تصدیق کیجاویگی خواہ ماذون مقروض ہو یا نہو پس وہ باندی بہ نسبت قرضخواہون
کے اس چیز کی مستحق ہوگی اسی طرح اگر ماذون نے اس باندی کے لیے قرضہ کا اقرار کیا تو بھی صحیح ہی مگر قرضہ کی
صورت مین یہ باندی اُسکے قرضخواہون کے ساتھ اسکی کمائی مین شریک ہوگی۔ اور شی معین[1] کے اقرار مین اس چیز
کی مستحق خاصتہً باندی ہوگی ماذون کے قرضخواہ نہ پاوینگے یہ مبسوط مین ہی اور اگر اُس ماذونہ باندی نے مقروض ہونیکی
حالت مین اپنی کسی چیز معین یا قرضہ کا ماذون کے واسطے اقرار کیا تو جائز نہین ہی اور اگر قرضہ نہو تو چیز معین کا اقرار جائز
اور قرضہ کا اقرار نا جائز ہوگا اور اگر باندی کے قرضخواہون مین مولی کا مکاتب یا اسکا غلام ہو اور ماذون پر قرضہ ہی
تو ماذون کا اقـــرار اُس باندی کی نسبت جائز نہین ہی اور اگر قرضہ نہو تو ماذون کا اقرار باندی کے قرضخواہون[2]
کے واسطے جائز ہوگا یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین مولے کا باپ یا بیٹا ہو اور ماذون
نے باندی کے واسطے ودیعت یا قرضہ کا اقرار کیا حالانکہ غلام مقروض ہی تو اقرار جائز ہوگا اور اگر باندی کے بعضے
قرضخواہون مین سے ماذون کا باپ یا بیٹا ہو اور ماذون خود قرضدار ہی یا نہین ہی تو امام اعظم رح کے قیاس پر
اُسکا اقرار باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اسی طرح اگر باندی کے بعضے قرضخواہون سے ماذون
کے باپ یا بیٹے کا مکاتب ہو تو بھی یہی اختلاف ہی اور اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین سے ماذون کا
بھائی ہو تو باندی کے واسطے اسکا اقرار جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر قاضی سے قرضخواہان ماذون نے ماذون
کی بیع کی درخواست کی پس قبل فروخت کئے جانے کے ماذون نے اقرار کیا کہ فلان غائب کا مجھپر اسقدر قرضہ ہی
اور مولے اور قرضخواہون نے اُسکی تصدیق یا تکذیب کی تو غلام کی اس اقرار مین تصدیق کیجائیگی اور
غلام فروخت کرکے غائب کا حصہ رکھ لیا جاویگا اور اگر غلام نے اقرار نہ کیا یہانتک کہ قاضی نے اُسکو
فروخت کر دیا پھر اسکے بعد اُسنے ایسا اقرار کیا تو تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر مولے نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی
پس اگر اسپر دوسرا قرضہ ہوا تو اقرار صحیح نہوگا اور اگر دوسرا قرضہ نہو تو صحیح ہوگا پھر اگر ہمارے اس مسئلہ کی صورت
مین وہ غائب آیا اور اُسنے اپنے حق کے گواہ قائم کیے تو قرضخواہونکا دامنگیر ہو کر اپنا حصہ ثمن اُنسے لیلیگا
ورنہ اسکو کچھ نہ ملیگا یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر ماذون پر بہت قرضہ ہون اور اُسنے ایک دوسرے قرض کا اقرار کیا
تو یہ بھی اُسپر لازم ہوگا اور سب قرضخواہ باہم حصہ رسد تقسیم کر لین گے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ماذون نے اپنے
اوپر حالت حجر کے بہت سے قرضون کا اقرار کیا یعنے مین نے زید سے قرض لیا اور فلان کا مال غصب کیا اور
فلان کی ودیعت تلف کر دی یا عاریت یا مضاربت تلف کر دی تو آیا فی الحال ماخوذ ہوگا یہ تفصیل ہی کہ غصب مین فی الحال
ماخوذ ہوگا خواہ مقر لہ حالت حجر مین اقرار غصب کی تصدیق کرے یا کہے کہ نہین بلکہ تونے حالت اذن مین غصب

---

[1] شی معین یعنے اگر بجاے اقرار دین یعنی درم و دینار کے اسنے مال عین ومتاع کا اقرار کیا ہو الخ [2] یعنے بالاتفاق
جائز ہوگا ۱۲ منہ [3] یعنے مقر لہا بھی ان قرضخواہون کے ساتھ حصہ رسد شریک ہوگا ۱۲ منہ

کیا ہے بہرصورت ماخوذ ہوکر فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولے اُسکا فدیہ دیدے تو فروخت نہوگا اور قرض یا ودیعت عاریت
وبضاعت میں اگر مقرلہ نے حالت حجر میں ایسا کرنے کی تصدیق کی کہ حالت حجر میں وہ مستودع و مستعیر ہوا تھا
تو بقول ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ فی الحال نہیں بلکہ بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا اور اگر مقرلہ نے اسکی تکذیب کی تو
فی الحال ماخوذ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اسی طرح اگر نابالغ یا معتوہ سمجھ دار ماذون نے اس قسم کا اقرار کیا
تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ماذون نے کفالت بالمال کا اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ
میں ہے غلام ماذون نے اگر ایسے آزاد کے واسطے اقرار کیا کہ اگر غلام کو آزاد فرض کریں تو غلام
کی گواہی اسکے لیے مقبول نہو جیسے جورو تو اسکا اقرار صحیح نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے
اور ایضاح میں ہے کہ اگر ماذون نے کسی غلام یا آزاد پر جنایت یا ایسے مہر کا جو نکاح صحیح یا فاسد یا بطور وطی
شبہہ کے اُسپر واجب ہوا ہے اقرار کیا تو اقرار باطل[1] ہے جب تک آزاد نہو ماخوذ نہوگا اور اگر ایسے امر کا اقرار
کیا جس سے قصاص لازم آتا ہے تو صحیح ہے اور مقرلہ کو اس سے قصاص لینے کا اختیار ہوگا یہ
نہایہ میں ہے۔ (ولو کان[2] العبد صغیرا او کان صغیرا حرا او معتوہا فاقروا بعد الاذن انہم قد اقرانہ بذلک قبل الاذن کان
القول قولہم کذا فی المبسوط) اور اگر ماذون نے مولے کے مرض الموت میں غصب یا بیع یا قرض یا ودیعت
موجودہ بعینہا یا مستہلکہ یا مضاربت قائمہ بعینہا یا مستہلکہ وغیرہ اقسام تجارات کیوجہ سے اپنے اوپر قرضہ کا اقرار
کیا تو اسکی دو صورتیں ہیں کہ اگر مولے پر قرضہ ہو جو اسکی صحت میں واجب ہوا ہے اور وہ مولی کے مال اور غلام
کے رقبہ اور مال مقبوضہ کو محیط ہے تو غلام کا اقرار قرضہ اپنے اوپر مولے کے مرض الموت میں درحالیکہ مولے پر
قرضہ صحت موجود ہے صحیح نہیں ہے بشرطیکہ مولے کے مال اور ماذون کے رقبہ و مال مقبوضہ میں مولے کے قرضہ
سے زیادتی نہو۔ اور اگر مولے پر ایسا قرضہ ہو جسکا اسنے مرض الموت میں اقرار کیا ہے تو غلام کا اپنے اوپر قرضہ
کا اقرار مولے کے مرض الموت میں صحیح ہے۔ اور اگر مولے کے ترکہ اور رقبہ غلام و اسکے مقبوضہ مال میں قرضہ مولی سے
زیادتی ہو تو غلام کا اقرار صحیح ہوگا اور پہلے مولی کا قرضہ ادا کیا جائیگا اور جو کچھ باقی رہیگا وہ غلام کے قرضخواہوں کو ملیگا اور اگر
مولی کا مال غائب ہو اور غلام اور اُسکا مقبوضہ اسباب فروخت کرکے مولی کا قرضہ ادا کیا گیا پھر مولی کا مال ہاتھ آیا حالانکہ مولی
کے قرضہ میں سے کچھ باقی قرضہ رہگیا ہے تو اس مال مولے سے جو ہاتھ آیا ہے پہلے مولی کا مابقی قرضہ ادا کیا جائیگا
پھر جو کچھ اسمیں سے باقی رہا اسمیں قاضی غور کرکے بقدر غلام کے ثمن اور اُسکے اسباب مقبوضہ کے ثمن کے
نکالکر اس سے غلام کا قرضہ اُسکے قرضخواہوں کو ادا کریگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غلام کا قرضہ اس سے بھی زیادہ ہو

[1] باطل سے یہ مراد ہے کہ فی الحال ماخوذ نہوگا ۱۲ منہ [2] یہ عبارت یونہی اصل میں ہے اور شاید صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اگر غلام صغیر ہو یا آزاد صغیر ہو یا معتوہ ہو
پھر یہ ماذون ہوئے کے اُنھوں نے اقرار کیا کہ غلام نے ماذون ہونے سے پہلے ایسے تاوان کا اقرار کیا تھا تو انھیں کا قول قبول ہوگا المبسوط
یعنی فی الحال مواخذہ نہیں ہو سکتا کیونکہ معتوہ کا اقرار موثر نہیں ہے [3] بعینہا یعنی وہ ودیعت معین بذاتہ خود موجود ہے اور یہی مضاربت
میں ہے لیکن اسکی وجہ سے قرضہ کی یہ صورت ہے کہ غلام اس سے منکر ہو جائے ۱۲

تو اس مال مین سے بقدر غلام و اُسکے اسباب کے ثمن کے نکالنے کے بعد جو کچھ باقی رہا وہ وارثان مولے کو میراث ملیگا اور اسمین سے غلام کے قرضخواہون کا کچھ حق نہوگا کذا فی المبسوط اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ جب مولی پر صحت کا قرضہ ہو اور غلام پر قرضہ نہو مگر اُسنے مولے کے مرض الموت مین اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا ہو اور اگر دونون مین سے ہر ایک پر ایسا قرضہ ہو جو مولے کی صحت مین واجب ہوا ہے اور غلام نے اپنے اوپر مولے کے مرض الموت مین قرضہ کا اقرار کیا تو اس مسئلہ مین چند صورتین ہین۔ ایک یہ کہ غلام کے رقبہ و اُسکے مقبوضہ مال مین غلام کے قرضہ سے جو مولی کی صحت مین واجب ہوا ہے زیادتی ہو مگر قرضہ مولے سے زیادتی نہو اور اس صورت مین غلام کا اقرار صحیح نہوگا اور غلام کے رقبہ و اُسکی کمائی سے پہلے غلام کا وہ قرضہ جو مولے کی صحت مین واجب ہوا ہے ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ زیادہ بچ رہا ہے اس سے مولے کا قرضہ ادا کیا جائیگا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام کے رقبہ و اُسکی کمائی مین غلام کے قرضہ اور مولے کے قرضہ دونون کی بہ نسبت جو دونون پر حالت صحت مولے مین واجب ہوا ہے زیادتی ہو تو اس صورت مین غلام کا اقرار اسقدر مال مین جو دونون کے قرضہ سے زائد ہے صحیح ہوگا پس پہلے مولے کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر غلام کا وہ قرضہ جو مولی کی حالت صحت مین واجب ہوا ہے ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ باقی رہا وہ غلام کے اقراری قرضہ مین دیا جائیگا تیسری صورت یہ ہے کہ غلام کے مال و رقبہ مین بہ نسبت قرضہ غلام کے بھی زیادتی نہو تو اس صورت مین غلام کا اقرار صحیح نہوگا ایسا ہی امام محمد رح نے اس مسئلہ کو کتاب مین ذکر کیا ہے۔ اور اگر مولی پر قرضہ نہو مگر غلام پر ایسا قرضہ ہو جو مولی کی صحت مین واجب ہوا ہے اور وہ غلام کے رقبہ و مال مقبوضہ کو محیط ہے پھر غلام نے مولے کے مرض الموت مین قرض یا بیع و غصب وغیرہ اقسام تجارات کے قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے اس مرض مین مرگیا تو غلام کا اقرار صحیح ہوگا اور قاضی اُس غلام و اُسکے مقبوضہ مال کو فروخت کرکے سب ثمن اُسکے سب قرضخواہون کو حصہ رسد تقسیم کر دیگا کسی کو کسی پر مقدم نکریگا۔ اسیطرح اگر مولے کے مرض الموت مین درحالیکہ مولے پر قرضہ نہین ہے اپنے مقبوضہ مین سے کسی خاص چیز کا کسی شخص کے واسطے اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے اور مقر لہ کو پہلے وہ چیز دیدیجاویگی پس ظاہر ہوا کہ مولے کے مرض مین غلام جبھی مجور رہوتا ہے یعنی اقرار عین و دین سے جبھی مجور رہوتا ہے کہ جب مولی پر صحت کا قرضہ موجود ہو اور اگر مولی پر صحت کا قرضہ نہو تو مرض مولے مین ایسے اقرار سے مجور نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے پر زمانہ صحت کا اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے مال اور اُسکے ماذون کے رقبہ و مقبوضہ مال کو محیط ہو پھر ماذون نے مولے کے مرض مین ایک شخص سے ہزار درم قرض لیے اور گواہون کے سامنے اُنپر قبضہ کیا یا کسی شخص سے کوئی چیز خریدی اور گواہون کے سامنے اُسپر قبضہ کیا پھر مولی مرگیا تو قاضی غلام کو اور اُسکے مقبوضہ مال کو فروخت کرکے اس سے غلام کا قرضہ ادا کریگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ مولے کے قرضہ مین دیدیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کو جسکی قیمت ہزار درم ہے تجارت کی اجازت دی اور سوائے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہے پھر مولے مریض ہوا اور اپنے اوپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر

غلام نے بھی اپنے اوپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے مرگیا تو قاضی اُس غلام کو فروخت کرکے اسکا ثمن دونوں مقرلہ قرضخواہوں کو برابر تقسیم کردیگا اور اگر غلام نے پہلے اقرار کیا پھر مولی نے اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا ہوا اور دونوں اقرار مولی کے مرض مین واقع ہوے پھر مولی مرگیا تو قاضی پہلے غلام کا قرضہ ادا کریگا پھر جو کچھ باقی رہا وہ مولے کے قرضخواہ کو دیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے نے پہلے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسی اقرار سے متصل[ل] یا منقطع کرکے دوسرے ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم قرض کا اپنے اوپر اقرار کیا پھر مولے مرگیا تو تینون قرضخواہ غلام کے ثمن مین برابر حصہ دار ہونگے اور تینون کو تین تہائی ثمن تقسیم کردیا جائیگا اسی طرح اگر غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا پھر اسی اقرار سے متصل یا منقطع کرکے دوسرے ہزار درم کا اقرار کیا تو اُسکے دونون قرضخواہ اقراری مولے کے قرضخواہ کے ساتھ برابر شریک کردیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہے اور اگر مولے نے ہزار درم کا اقرار کیا پھر ہزار درم کا اقرار کیا پھر ہزار درم کا اقرار کیا اور سب اقرار اپنے مرض مین کیے پھر غلام نے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا تو قاضی غلام کو فروخت کرکے اُسکا ثمن مولے کے قرضخواہون اور غلام کے قرضخواہ مین چار حصے کرکے تقسیم کردیگا۔ اور اگر مولے نے اپنے مرض مین ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام نے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر مولے نے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر مولے مرگیا تو قاضی غلام کا ثمن دونون قرضخواہ مولی اور تیسرے قرضخواہ غلام کے درمیان تین حصے کرکے تقسیم کردیگا یہ مغنی مین ہے اگر غلام کی قیمت دو ہزار درم ہون پھر اُسنے مولے کے مرض مین ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مولے نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر زید سے ہزار درم قیمت کا غلام ہزار درم مین خرید کر گواہون کے سامنے اُسپر قبضہ کرلیا اور وہ غلام ماذون کے پاس مرگیا پھر ماذون کا مولی مرگیا اور سواے غلام کے کچھ مال نہ چھوڑا اور وہ دو ہزار درم کو بیچا گیا تو ماذون کے قرضخواہ ثمن باہم تقسیم کرلینگے اور اسمین سے مولی کے قرضخواہ کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر غلام نے غلام نہ خریدا ہو بلکہ مولے نے اپنے مرض مین ہزار درم کا غلام خریدا ہو اور گواہون کے سامنے اُسپر قبضہ کیا اور وہ مولی کے پاس مرگیا پھر مولی اپنے اس مرض مین مرگیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہا اور وہ ماذون دو ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو پہلے بائع کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ باقی رہا وہ غلام کے قرضخواہون مین تقسیم ہوگا اور اس مسئلہ مین خواہ اجازت مولی کی صحت مین واقع ہوئی یا مرض مین واقع ہوئی ہو کچھ حکم مین فرق نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ماذون کی قیمت دو ہزار درم ہون پس اُسنے اپنے اوپر ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مولے نے اپنے اوپر ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مولے مرگیا تو قاضی غلام کو فروخت کردیگا اور غلام کے قرضخواہ کو ہزار درم دیدیگا۔ پھر باقی ہزار درم مولے کے قرضخواہ کو دیدیگا۔ اور اگر غلام کا نرخ گھٹ گیا اور ڈیڑھ ہزار درم رہگیا اور قاضی نے غلام کو فروخت کیا تو ہزار درم غلام کے قرضخواہ کو دیدیگا اور باقی مولے کے قرضخواہ کو دیدے گا اور اگر اسکا نرخ گھٹ کر ہزار درم رہگیا تو سب ثمن غلام کے قرضخواہ کو دیدیگا اور اگر غلام نے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مولے نے غلام پر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور غلام کی قیمت دونون اقرارون کے وقت

[ل] متصل الخ جیسے مجھپر زید کے ہزار درم ہین اور مجھپر [illegible] کے ہزار درم ہین اور منقطع جیسے اول اقرار کے بعد خاموش رہا پھر کسی وقت [illegible] کہا [illegible]

دو ہزار درم ہے پھر اُسکا نرخ گھٹ گیا پھر غلام فروخت کیا گیا تو اُسکا ثمن دونون قرضخواہون مین برابر تقسیم کیا جاویگا
یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولی نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم
کا اقرار کیا اور غلام کی قیمت ہزار درم ہے پس وہ ہزار درم کو فروخت کیا گیا بعد ازانکہ مولی مرچکا ہے تو مولے کے
قرضخواہ کو کچھ نہ ملیگا اور قرضخواہان غلام باہم حصہ رسد تقسیم کرینگے اور غلام نے جسکی قیمت دو ہزار درم ہے
ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام دو ہزار
درم کو فروخت کیا گیا تو تینون قرضخواہ برابر تین حصہ کرکے تقسیم کرلینگے اور اگر قاضی نے اُسکو ڈیڑھ ہزار درم کو فروخت کیا تو
قرضخواہون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اسمین سے ایک حصہ مولی کے قرضخواہ کو ملیگا اور اگر ایک ہزار کو فروخت ہوا
تو مولے کے قرضخواہ کو کچھ نہ ملیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر پہلے غلام نے ایک ہزار درم کا اقرار کیا پھر مولے نے ایک ہزار
درم کا اقرار کیا پھر ایک ہزار درم کا اقرار کیا اور دونون اقرار متصل واقع ہوئے یا منفصل پھر غلام نے
ایک ہزار درم کا اقرار کیا پھر مولے مرگیا اور غلام دو ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو غلام کے دونون
قرضخواہ اپنے پورے قرضے اور مولی کے قرضخواہ فقط ایکہزار درم کے حساب سے شریک کیے جاوینگے اور اگر
غلام ڈیڑھ ہزار کو فروخت ہوا تو قرضخواہان غلام پورے قرضے اور قرضخواہان مولے پانچسو درم کے حساب سے
شریک کیے جاوینگے پس اُسکا ثمن تمام قرضخواہون مین پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے غلام کے ہر قرضخواہ کو
دو پانچوین حصے جسکے چھ سو درم ہوے اور مولے کے قرضخواہ کو ایک پانچوان جسکے تین سو درم ہوے دیا جائیگا
پس اگر اس حساب سے تقسیم کرلیا پھر مولی کا لوگون پر کچھ قرضہ ظاہر ہوا اور اُسمین ایکہزار یا دو ہزار اور پانچسو درم برآمد
ہوے تو اُسمین فقط مولی کے قرضخواہون کا حق ہوگا غلام کے قرضخواہون کا کچھ حق نہوگا اور وہ لوگ قرضخواہان غلام
کے ساتھ اُسکے ثمن مین بقدر دو ہزار پانچسو کے حصہ کے شریک نہین کیے گئے تھے اسی واسطے وہ لوگ اُس سب کے
جو برآمد ہوا ہے مستحق ہوئے اور اگر تین ہزار قرضہ برآمد ہوا تو قرضخواہان مولے اُسمین سے دو ہزار سات سو لے لینگے
اور قرضخواہان غلام اُسمین سے تین سو درم لے لینگے اور اگر دو ہزار چھ سو درم برآمد ہوے تو قرضخواہان مولے
اُسمین سے دو ہزار ساڑھے پانچ سو درم لے لینگے اور باقی پچاس درم قرضخواہان غلام کو ملینگے۔ اور اگر غلام نے قرضہ
اول کا اقرار نہ کیا ہو اور باقی مسئلہ یہی رہے تو مولے کے قرضخواہ تمام مولی کا قرضہ جو نکلا ہے لے لینگے یعنے دو ہزار چھ سو درم
پھر غلام فروخت کیا جائیگا پس اگر ہزار درم کو فروخت ہوا تو قرضخواہان مولے اُسمین سے اپنے باقی قرضے
اور قرضخواہان غلام اپنے پورے قرضہ کے حساب سے یعنی ہزار درم کے حساب سے شریک کیے جاوینگے پس ثمن
کے سات حصہ ہوکر دو حصہ مولے کے قرضخواہون کو اور پانچ حصہ غلام کے قرضخوان کو ملینگے یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رح
نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسنے اپنے غلام پر قیمت غلام سے زیادہ قرضہ کا
اقرار کیا اور اُسوقت تک غلام مقروض نہین ہے اور غلام نے اُسکے اس اقرار کی تکذیب کی تو تمام قرضہ اقرار کی اُسپر
لازم ہوگا اور جب کہ مولے کا اقرار قرضہ غلام پر صحیح ہوا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین اپنے قرضے کے واسطے

غلام کو فروخت کرادین یا اُس سے سعایت کرادین اسی طرح اگر مولے نے اسپر کفالت مال کا اقرار کیا یعنی مثلاً یون کہا کہ تو نے میری طرف سے فلان شخص کے واسطے اسقدر مال کی کفالت کی ہے اور غلام نے اس سے انکار کیا تو یہ مال غلام پر لازم ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے نے غلام پر دس ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور غلام نے انکار کیا پھر غلام اُس قرضہ مین فروخت کیا گیا اور ثمن قرضخواہون نے باہم تقسیم کر لیا تو مشتری کے پاس قرضخواہون کو غلام سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی پھر اگر مشتری نے اُسکو آزاد کر دیا تو قرضخواہ لوگ اُس سے اُسکی قیمت وصول کرینگے۔ اور اگر مولے نے اُسکو فروخت نہ کیا بلکہ مدبر کر دیا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ چاہین مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لین یا مدبر سے اپنے تمام قرضہ کے واسطے سعایت کرادین پھر اگر مولی نے بعد مدبر کرنے کے اُسکو آزاد کر دیا تو اس صورت مین اُس سے فقط اُسکی قیمت کا مواخذہ کرینگے۔ اور اگر ماذون نے پانچ ہزار درم سعایت سے ادا کیے تھے کہ اتنے مین مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو بھی قرضخواہ اُس سے اُسکی قیمت کا مواخذہ[١] کرینگے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ باطل ہو جائیگا۔ اور اگر اُسکو مدبر کیا یہانتک کہ مولے مریض ہو گیا پس اُسکو آزاد کر دیا پھر مر گیا اور سوا اسکے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعی کرنی واجب ہوگی اور اُسکو وارث نہین بلکہ قرضخواہ لے لینگے پھر اسکے بعد بھی قرضخواہ لوگ غلام کو ماخوذ کر کے بقدر اُسکی قیمت کے لے لینگے اور اُسمین سے وارثون کو اور قرضخواہان مولی کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر اپنے مرض مین غلام پر قرضہ کا اقرار کیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہا تو پہلی قیمت خاصتہً قرضخواہان مولی کو ملیگی پھر غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کر کے خاصتہً اپنے قرضخواہون کو ادا کریگا۔ اور اگر مولے نے اُسپر قرضہ کا اقرار نہ کیا بلکہ خطا سے کسی جنایت کا اقرار کیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے۔ اسی طرح اگر ماذون کی مقبوضہ باندی یا غلام کی نسبت قرضہ یا جنایت کا اقرار کیا تو ایسا ہی حکم ہے جیسے اُسنے اپنے ماذون پر ایسا اقرار کیا پھر اگر اُن دونون کو اسکے بعد آزاد کر دیا تو یہ بھی بمنزلہ ماذون کے آزاد کرنے کے ہے یعنی وہی حکم ہوگا جو ماذون کے آزاد کرنے مین[٢] اس صورت مین مذکور ہوا ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر اپنے ماذون پر دس ہزار درم کا اقرار کیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہے اور غلام نے تکذیب کی پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو مولے قرضخواہون کے واسطے ضامن ہوگا مگر ضمان مین مولی صرف اُسکی قیمت یعنی ایکہزار درم کا ضامن ہوگا اور اُس سے زیادہ ضامن نہوگا اگرچہ جسقدر قرضہ کا غلام پر اقرار کیا ہے وہ اُسکی قیمت سے زیادہ ہو پھر جب مولے نے ایکہزار درم ضمانت دیدی تو کتاب مین مذکور ہے کہ قرضخواہ لوگ دوبارہ[٣] اُس سے ایک ہزار درم وصول کرینگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام نے بھی اسقدر قرضہ کا اقرار کیا تو اُسپر پورا قرضہ واجب ہوگا

---

[١] مین کہتا ہون کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ باقی یا پانچ ہزار سے اسکی قیمت کم ہو بدلیل اس قول کے کہ جسقدر اس سے زائد ہو وہ باطل ہوگا چنانچہ اوپر گذرا فافہم ۱۲ [٢] یعنے اُسپر قرضہ کے اقرار کرنے کے بعد اُسکو آزاد کیا ۱۲ منہ [٣] یعنے اور ایک ہزار درم لینگے ۱۲

چنانچہ اگر مولی سے یہ اقرار بالکل نہ پایا جاتا تو بھی یہی حکم تھا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ماذون نے مولے کے مرض الموت میں اپنی مقبوضہ چیزون میں سے کوئی چیز فروخت کی اور مولے کی صحت کا مولی یا غلام پر کچھ قرضہ نہیں ہے اور غلام نے اقرار کیا کہ مین نے ثمن وصول پایا ہے مگر یہ امر سوا اسکے اقرار کے اور طرح ثابت نہیں ہے تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اسی طرح اگر غلام پر قرضہ مستغرق یا غیر مستغرق موجود ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مولے پر اسقدر قرضہ ہو جو غلام کے رقبہ و اُسکے مقبوضہ مال کو محیط ہو تو غلام کا ثمن وصول پانے کا اقرار بالکل صحیح نہ ہوگا تاوقتیکہ گواہ قائم نہون بشرطیکہ قرضہ مولے قرضہ صحت ہو اور اگر مولے پر مرض کا قرضہ ہو تو غلام کا اقرار ثمن وصول پانے کا مشتری کے حق مین صحیح نہیں ہے یہان تک کہ مشتری کو ثمن دینا پڑیگا مگر اُسکے حق مین یہ اقرار صحیح ہوگا یہان تک کہ مشتری بھی اُسکے قرضخواہون کے ساتھ یکسان شریک کر دیا جائیگا جیسا کہ اگر مولے نے ایسا اقرار کیا ہو تو یہ حکم ہے لیکن اگر استیفاء[1] ثمن کے گواہ قائم ہون تو اقرار صحیح ہے اور ایسا نہ ہوگا جیسا کہ حق مولے مین صحیح ہوگا۔ اور اگر اس صورت مین غلام سے خریدنے والا مولے کا کوئی وارث ہو اور غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ و تمام مقبوضہ کو محیط ہو اور مولے پر کچھ قرضہ نہیں ہے تو مولے کے وارثون سے اُسکا ثمن وصول پانیکا اقرار جائز نہوگا اسی طرح اگر مولے پر بھی مع غلام کے قرضہ ہو تو بھی ثمن وصول پانے کا اقرار صحیح نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ماذون نے اپنے مرض الموت مین قرضہ یا ودیعت معین یا عاریت و مضاربت و اجارہ معین یا غصب معین وغیرہ تجارات کا اقرار کیا پھر اس مرض مین مر گیا تو اس سب کا اقرار صحیح ہے بشرطیکہ اُسپر صحت کا قرضہ نہو اور اگر صحت کا قرضہ ہوگا تو یہ اقرارات صحیح نہونگے مگر اسقدر مال مین جو قرضہ صحت سے زائد ہو پس اُسکا مقبوضہ مال فروخت کر کے پہلے صحت کا قرضہ ادا کیا جائیگا۔ اور اگر وہ مال غصب جسکا اپنے مرض مین اقرار کیا ہے گواہون نے معائنہ کیا ہو یا عاریت و ودیعت وغیرہ کا معائنہ کیا ہو پس اگر گواہ لوگ وہ مال غصب یا ودیعت عاریت کو بعینہ پہچانتے ہون تو مقر لہ اس مال کا مستحق ہوگا یعنے اُسی کو دیا جائیگا اور اگر وہ لوگ مال غصب عاریت[2] ودیعت کو بعینہ نہ پہچانتے ہون صرف اُنھون نے غصب کرنا و عاریت دینا و ودیعت دینا دیکھا ہو تو مقر لہ اُسکے صحت کا قرضخواہون کے ساتھ شریک کر دیا جائیگا اسی طرح ہر قرضہ جو حالت مرض مین اُسپر گواہون کے سامنے ثابت ہو کر لازم آوے تو مرض کا قرضخواہ بھی صحت کے قرضخواہون کے ساتھ یکسان کر دیا جائیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر اُسپر صحت کا قرضہ نہو اور مرض مین اُسنے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا اور یہ اقرار کیا کہ مین نے ہزار درم ثمن مبیع کے جو اُسکے مرض مین فلان مشتری پر واجب ہوے تھے وصول پائے ہین تو اُسکے وصول پانے پر تصدیق نہ کیجاویگی و لیکن جو اُسپر آتا ہے وہ اُسکے اور دوسرے قرضخواہ کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر ماذون بیمار ہوگیا اور اُسپر صحت کے قرضہ موجود ہین پس اُسنے بعض قرضخواہون کو ادا کیا بعض کو نہ دیا تو یہ جائز نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ماذون نے اپنے مرض

[1] استیفاء تمام و کمال وصول کرنا ۱۲ قولہ عاریت کو بعینہ پہچانتے ہون یعنے وہ مال عین ہو جو گواہون کی شناخت مین موجود ہے ۱۲

[2] یعنے لیکر برابر تقسیم کیا جائیگا ۱۲

مین ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر دوسرے شخص کے واسطے ہزار درم ودلیعت کا اقرار کیا پھر مرگیا اور اسکے پاس سوا اُس ہزار درم کے جسکی نسبت یہ اقرار کیا ہو کہ یہ بعینہ فلان شخص کی ودلیعت ہو اور کچھ موجود نہین ہے تو یہ ہزار درم ودلیعت کے صاحب ودلیعت اور قرضخواہ کے درمیان برابر تقسیم ہونگے جیسے آزاد شخص کے ایسے اقرار مین حکم ہو اور اگر ماذون مریض ہوا اور اسپر صحت کا قرضہ ہو اور اُسکا کسی دوسرے شخص پر صحت کا قرضہ تھا اور اُسنے اقرار کیا کہ مین نے اپنا قرضہ وصول پایا ہو تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا حتی کہ اسکا قرضدار بری ہوجائیگا۔ اسی طرح اگر اُسنے اپنے اُس قرضہ کے وصول پانے کا اقرار کیا جو اُسکا حالت صحت مین واجب ہوا تھا اور اُسپر مرض کا قرضہ موجود ہو تو بھی اقرار وصول صحیح ہوگا۔ اور یہ حکم تو حالت صحت کے قرضہ وصول پانیکا ہو اور اگر ایسے قرضہ کے وصول پانے کا اقرار کیا جو حالت مرض مین اُسکا دوسرے پر واجب ہوا تھا پس اگر اسپر صحت کا قرضہ موجود ہو تو اُسکا اقرار وصول صحیح نہوگا نہ اُسکے قرضدار کی برارت کیواسطے صحیح ہوگا اور نہ اُسکے حق مین یہ اقرار[له] ہوجائیگا حتے کہ اسکا اقراری اُسکے قرضخواہون کے ساتھ یکسان نہ ہوجائیگا اور اگر ماذون پر مرض کا قرضہ ہو تو اُسکا اقرار وصول صحیح نہوگا یعنے اُسکے قرضدار کی برارت کے واسطے صحیح نہوگا مگر اُسکے حق مین صحیح ہوگا حتے کہ مقرلہ اُسکے قرضخواہون کے ساتھ یکسان کردیا جائیگا جو کچھ اُسپر آتا ہو اُسمین سے اسقدر حصہ جو اُسکے حصہ مین واقع ہوگا وہ اُسکے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا اور جو کچھ اُسپر باقی رہیگا وہ ماذون کے قرضخواہون کو ادا کر دیگا یہ مغنی مین ہو۔ اور اگر ماذون مریض ہو پس اُسنے اقرار کیا کہ میرا جو قرضہ ہزار درم کا ثمن مبیع وغیرہ کا زید پر صحت مین واجب ہوا ہو وہ مین نے زید سے وصول پایا اور ماذون پر کچھ قرضہ نہین ہو اور سوا اس مال قرض کے اُسکا کچھ اور مال نہین ہو پھر اُسکے بعد اُسنے اپنے اوپر ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مرگیا تو ماذون کا اقرار وصول باطل ہوگا۔ اور اگر اُسنے قرضہ کا اقرار نہ کیا ولیکن گواہون کے سامنے اُسپر قرضہ لاحق ہوا تو اُسکا اقرار وصول جائز ہوگا کیونکہ جو قرضہ گواہون کے معائنہ سے واجب ہوا وہ اقرار وصول کے وقت بمنزلہ قرض ظاہر کے شمار ہوگا اسواسطے کہ گواہون کی گواہی مین کچھ تہمت نہین ہو اسلیے اقرار وصول باطل ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر مولے نے اپنے ماذون کی باندی فروخت کی اور ثمن مشتری پر ڈوب گیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے اپنے مولے کو باندی فروخت کرنے کا حکم دیا تھا تو مولے اُسکی قیمت کا ضامن نہوگا اور اگر وہ انکار کر جاوے تو مولی ضامن ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہو کہ باندی موجود ہو یا اُسکا حال معلوم نہ ہوا اور اگر مرگئی ہو تو صحیح یہ ہو کہ اُسکی تصدیق نکیجاویگی اور اگر غلام نے اُسکی تکذیب کی تو مولے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا۔ پس اگر ماذون نے کہا کہ مین نے اُسکو حکم نہین دیا تھا مگر مین نے بیع کی اجازت دیدی پس اگر باندی موجود ہو تو جائز ہو اور مولے ضامن نہوگا

له فی الاصل ولا فی حق الاقرار له حتی لیصیر اسوة الغرماء الصحة یعنے اس اقرار وصول سے دو طرح کا فائدہ مقصود ہوا کرتا ہو اول اصلی معنی یعنے قرضدار بری ہوجاوے دوم مجازی معنے یعنی گویا اُسکے حق مین اسقدر مال کا اقرار کیا تو وہ مستحق ہو کر اسکے تحقیقی قرضخواہون کا ساجھی ہوجاتا ہو لیکن یہان ماذون کے اقرار سے کچھ فائدہ نہین ہو ۱۲

ورنہ جائز نہیں اور مولے ضامن ہوگا۔ اور اگر مولے نے اُسکو مجبور کر دیا پھر ماذون نے کہا کہ مین نے اسکو بیع کا حکم دیا تھا تو قول قبول نہوگا اور مولے ضامن رہیگا اسی طرح اگر اُسنے قرضخواہون کے فروخت کرانے کے بعد ایسا اقرار کیا تو بھی اقرار صحیح نہوگا یہ مغنی مین ہے۔ اگر ماذون پر قرضہ کثیر ہوا اور اُسنے اپنی ایک باندی اپنے مولے کے بیٹے یا باپ یا مکاتب یا غلام ماذون التجارت مقروض یا غیر مقروض کے ہاتھ باندی کی قیمت سے زیادہ دامون کو فروخت کر کے مشتری کو دیدی پھر اُس سے ثمن وصول پانے کا اقرار کیا تو ایسا اقرار جائز ہے مگر مولے کے ماذون و مکاتب کے ہاتھ فروخت کرنے کی صورت مین جائز نہین ہے اور اگر ماذون کے وکیل نے ایسا امر کیا تو اس کا اقرار بمنزلہ اقرار ماذون کے ہے۔ اور اگر ماذون کا بیٹا آزاد ہو اور اس نے اپنے باپ یا باپ کے مکاتب یا جورو یا اس کے ماذون مقروض یا غیر مقروض کا مال لے کر تلف کر دیا پھر ماذون نے اقرار کیا کہ مین نے یہ مال اس تلف کنندہ سے وصول پایا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکے قول کی تصدیق نہوگی خواہ ماذون مقروض ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک تصدیق کیجائیگی اور اگر تلف کرنے والا ماذون کا بھائی ہو تو اُس سے وصول پانے کا اقرار جائز ہوگا اور اُسکے اقرار وصول کے بعد اُسکے بھائی پر قسم عائد نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہے اور اگر ماذون نے اپنے مولے کو اپنی تجارت کا غلام فروخت کرنے کا حکم دیا اُسنے فروخت کیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ ماذون نے مشتری سے ثمن وصول پایا ہے تو مولے سے اُسکے قول پر قسم لیجائیگی کہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ پس اگر مولی نے قسم کھالی تو ضامن نہوگا اور اگر نکول کیا تو اپنے ماذون کے واسطے ثمن کا ضامن ہوگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر زید نے اپنے غلام کو جسکی قیمت ہزار درم ہے تجارت کی اجازت دی اور اسنے بعد اجازت کے ہزار درم قرض کر لیے پھر مولے نے اسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا حالانکہ وہ منکر ہے پھر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو جس قرضخواہ نے غلام کو قرضہ دیا ہے اُسکو اختیار ہوگا چاہے مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لے یا غلام آزاد سے اپنا قرضہ وصول کرے پس اگر مولے نے اسکو ضمان دیدی تو دوسرے قرضخواہ یعنے مقرلہ کا مولے یا غلام پر کچھ حق نہوگا اور اگر اُسنے غلام سے اپنا قرضہ لینا اختیار کیا تو دوسرے مقرلہ کو اختیار ہوگا کہ مولے سے غلام کی قیمت لے۔ اور اگر مولے نے غلام پر دو ہزار درم کا اقرار کیا ہو اور غلام پر اسکے سوا کوئی قرضہ نہین ہے اور غلام نے اقرار مولے سے انکار کیا پھر غلام پر اقراری یا بثبوت گواہان ہزار درم لازم ہوے تو غلام فروخت کیا جائیگا اور ہر ایک قرضخواہ اُسکے ثمن مین بحساب اپنے پورے قرضہ کے شریک کیا جائیگا اور اگر اولا غلام نے اقرار کیا ہو تو پہلے اُسی کا اقراری قرضہ ادا کیا جائیگا اسی طرح اگر غلام دو ہزار کو فروخت ہوا اگر اُسمین سے ایکہزار وصول ہوے اور ایکہزار ڈوب گئے تو بھی جسقدر وصول ہوا ہے وہ غلام کے مقرلہ قرضخواہ کو ملیگا۔ اور اگر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا تو فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن مین سے وہ دونون قرضخواہ جنکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہے حصہ رسد تقسیم کر لین گے پھر اگر ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اُسکو ملیگا جسکے واسطے مولے

اقرار کیا ہو۔ اور اگر غلام نے کچھ اقرار نہ کیا مگر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسپر دوسرے شخص کے ہزار درم قرضہ کا جدا اقرار کیا تو غلام فروخت کیا جائیگا اور اوّل پہلے قرضخواہ کا قرضہ دیگا اگر کچھ باقی رہا تو دوسرے کو دیا جائیگا اور اگر جدا نہ کیا بلکہ متصل دونوں اقرار کیے مثلاً یون کہا کہ زید کے میرے اس غلام پر ہزار درم اور عمرو کے ہزار درم قرضہ ہین تو دونوں قرضخواہ اُسکے ثمن مین حصہ رسد شریک ہوجاوینگے اور اگر غلام نے مولے کے اقراری دوسرے قرضخواہ کے قرضہ کی تصدیق کی خواہ کلام اقرار متصل ہو یا منقطع تو دونوں اُسکے ثمن مین حصہ دار ہونگے اور اگر اول کی تصدیق کی تو پہلے اُسکا قرضہ دیا جائیگا مگر یہ حکم اس صورت مین ہے کہ مولے کے دونوں اقرار بکلام منقطع واقع ہوے ہون اور اگر بکلام متصل ہون تو دونوں اُسکے ثمن مین حصہ دار ہونگے یہ مبسوط مین ہے اور اگر اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار کیا تو صحیح ہے اگرچہ غلام تکذیب کرے اور غلام پر قرضہ نہو یہانتک کہ قرضخواہون کو غلام کی قیمت سے وصول کرلینے کا استحقاق ہوگا اور اگر غلام آزاد ہوگیا تو فقط کمتر مال کا اپنی قیمت و قرضہ سے ضامن ہوگا یعنے اگر قرضہ کم ہو تو اسکا اور اگر قیمت کم ہو تو اُسکا ضامن ہوگا یہ فتاوی صغری مین ہے۔ اور اگر ماذون کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہون اور غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر ماذون نے ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام دو ہزار کو فروخت کیا گیا تو غلام کے دونوں قرضخواہون مین سے ہر ایک اپنے پورے قرضہ اور جسکے واسطے مولے نے اقرار کیا ہے پانچ سو درم کے حساب سے اُسکے ثمن مین شریک ہوگا پس تمام ثمن اُنکے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا۔ اور اگر فروخت نہ کیا گیا بلکہ مولے نے اُسکو آزاد کردیا اور اُسکی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہے تو مولے اُن قرضخواہون کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت جو بدل مالیت رقبہ ہے مثل ثمن بیع کے ہے پس اُنکے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگی اور غلام کے قرضخواہ کو دو دو پانچوین حصہ یعنے چھ سو درم ملین گے اور ہر ایک اپنے باقی چار سو درم کے واسطے غلام کا دامنگیر ہوگا مگر جسکے واسطے مولے نے اقرار کیا ہے وہ صرف دو سو درم کے واسطے دامنگیر ہوسکتا ہے۔ اور قرضخواہون کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہین مولے کا پیچھا چھوڑ کر اپنے قرضہ ثابت کے واسطے غلام آزاد شدہ کے دامنگیر ہون پس اگر اُسکے دامنگیر ہوے تو اُسکے اقراری دونوں قرضخواہ پورا قرضہ دو ہزار درم لے لینگے اور مولیٰ کا اقراری قرضخواہ پانچ سو درم لے لیگا یعنے مولے سے بھی پانچ سو درم لیگا۔ اور اگر غلام کی قیمت ایکہزار درم ہو اور غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے اُسپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام کی قیمت بڑھ گئی یہانتک کہ دو ہزار درم ہوگئے پھر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر دو ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو تمام ثمن انھین دونوں کو دیا جائیگا جنکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہے اور اگر مولے نے اُسکو آزاد کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اُن دونوں نے جنکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہے غلام کا دامنگیر ہونا اختیار کیا اور مولے کو قیمت سے بری کردیا تو اُس قرضخواہ کو جسکے واسطے مولے نے اقرار کیا ہے یہ اختیار ہوگا کہ مولے سے اپنا پورا قرضہ وصول کرے اور اگر غلام کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہوا اور مولے نے اُسپر ایکہزار درم کا اقرار کیا پھر دوسرے ہزار درم کا اقرار کیا اور دونوں اقرار جدا جدا واقع ہوے

پھر غلام ایک ہزار درم کو فروخت کیا تو یہ ثمن پہلے دونون قرضخواہون مین تین تہائی ہوکر تقسیم ہوگا پس اسمین سے پہلا بحساب ہزار درم کے اور دوسرا بحساب پانچ سو درم کے شریک کیا جائے گا اور اگر مولے نے اسکو آزاد کیا درحالیکہ اُسکی قیمت ہزار درم تھی تو اُسکے ہزار درم قیمت کا ضامن ہوگا اور ہر دو قرضخواہ اول اس قیمت کو تین حصہ کرکے بقدر اپنے اپنے قرضہ ثابتہ کے باہم تقسیم کرلینگے پھر پانچ سو غلام سے بھی لیکر تین حصہ کرکے تقسیم کرلینگے اور اگر انھون نے اولاً غلام سے لینا اختیار کیا تو بقدر اُسکی قیمت کے ہزار درم لے لینگے اور تین حصہ کرکے بقدر اپنے اپنے قرضہ ثابتہ کے باہم تقسیم کرلینگے پھر مولے سے بھی اُسکی پوری قیمت لے لینگے۔ اور اگر مولے نے غلام پر یہ دونون اقرار ایک ہی کلام متصل مین کیے ہون تو قرضخواہ غلام کے ثمن مین برابر شریک ہونگے اور اگر مولی نے اُسکو آزاد کردیا تو مولے سے اُسکی قیمت تاوان لینگے پھر باقی قرضہ کے واسطے غلام کی طرف رجوع کرکے بقدر اُسکی قیمت کے لینگے اور جسقدر قرضہ اُس سے زیادہ رہگیا وہ ڈوب گیا اُسکو کسی سے نہین لے سکتے ہین اور اگر غلام کی قیمت ہزار درم ہو اور مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اسکے بعد ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر اُسپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام دو ہزار کو فروخت ہوا تو یہ ثمن پہلے اور تیسرے کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور درمیانی کو اُسمین سے کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر دو ہزار پانچ سو درم کو فروخت کیا گیا تو پہلا اور تیسرا اپنا اپنا قرضہ وصول کرلینگے اور باقی دوسرے کو ملیگا۔ اور اگر مولے نے اُسکو آزاد کردیا اور اُسکی قیمت دو ہزار درم ہے تو اول و سوم اُس سے اپنی قیمت کی ضمان لینگے اور درمیان والے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر آزاد کیا حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار پانچ سو درم تھی تو اول و سوم مولے سے دو ہزار درم لے لینگے اور باقی پانچ سو درم دوسرے کو ملینگے اسوجہ سے کہ مولے نے اُسکے قرضخواہ ہونے کا اقرار کیا ہے اور اُسکا ماذون پر کچھ حق نہوگا اور اگر کچھ قیمت مولے پر ڈوب گئی تو یہ مقدار خاصۃً دوسرے کے حصہ مین شمار ہوگی۔ اور اگر قیمت غلام ڈیڑھ ہزار درم ہو اور مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا پھر ہزار درم قرضہ کا پھر دو ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام تین ہزار کو فروخت ہوا تو اول اپنا پورا قرضہ ہزار درم وصول کرلیگا اور ایسے ہی دوسرا بھی اور باقی ہزار درم تیسرے کو ملینگے اور اگر ثمن مین سے فقط ہزار درم وصول ہوئے اور باقی دو ہزار درم ڈوب گئے تو ہزار کی دو تہائی اول کو اور ایک تہائی دوسرے کو ملیگی پس جسقدر ثمن وصول ہوا اُسمین سے بقدر اپنے اپنے قرضہ ثابتہ کے حصہ رسد تقسیم کرینگے پس جو برآمد ہوتا جاوے تو اُسمین تین تہائی تقسیم ہوگا یہانتک کہ اول اپنا قرضہ ہزار درم پورا کرلے پھر جو کچھ برآمد ہو وہ دوسرے کو ملیگا یہانتک کہ وہ بھی اپنا قرضہ پورا کرلے پھر اگر اسکے پورا کرلینے کے بعد بھی کچھ برآمد ہوا تو تیسرے کو ملیگا اور اگر یہ سب اقرارات بکلام متصل واقع ہون تو جسقدر برآمد ہوتا جاوے وہ اُن سب مین بقدر ہر ایک کے قرضہ کے حصہ رسد تقسیم ہوگا اور جسقدر ڈوب جاوے وہ سب کے حصہ مین قرار دیا جائیگا بمنزلہ اس صورت کے کہ اقرار ان سب قرضخواہون کے واسطے ایک ہی کلام مین واقع ہو۔ اور اگر اقرار منقطع ہون پھر غلام نے اُسکے بعد اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر تین ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو پہلا قرضخواہ اور وہ قرضخواہ جسکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہے

ل [illegible]

ہر ایک اپنا قرضہ پورا وصول کرلینگے پھر باقی ثمن مین سے دوسرا قرضخواہ مولی کا اقراری بھی اپنا قرضہ پورا لے لیگا اور تیسرے کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر ثمن مین سے ایک ہزار ڈوب گئے اور دو ہزار برآمد ہوے تو اول و ثانی و غلام کے اقراری قرضخواہ کے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے مولے کے اول اقراری و غلام کے اقراری ہر ایک کو دو پانچوین اور دوسرے مولی کے اقراری کو ایک پانچوان حصہ ملیگا۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ اُسکی قیمت ہزار درم ہے اُسنے خرید و فروخت کی یہانتک کہ اُسکے پاس ہزار درم ہوگئے پھر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور مولے نے اسپر ہزار درم کا اقرار کیا تو ہزار درم جو اُسکے پاس ہین وہ دونون قرضخواہون مین نصفا نصف تقسیم ہونگے اور اگر مولے نے اُسپر دو ہزار درم کا معًا اقرار کیا تو غلام کا ثمن و مال دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر غلام کے پاس پانچ سو درم ہون اور غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا اور مولے نے اُسپر دو ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا تو مولے کا اقراری غلام کے ثمن و کمائی مین فقط پانچ سو درم کا شریک کیا جائیگا۔ اور اگر مولی کا اقرار غلام کے پہلے قرضہ کے اقرار سے پہلے واقع ہو تو غلام کا ثمن و مال سب قرضخواہون مین چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے مولے کے اقراری قرضخواہ کو دو حصہ اور غلام کے ہر ایک قرضخواہ اقراری کو ایک ایک حصہ ملیگا یہ مبسوط مین ہے

ساتوان باب دو شخصون سے مشترک غلام مین اور غلام کو ایک یا دونون کی تجارت کی اجازت دینے کے بیان مین۔ قال المترجم اس باب مین مترجم اجازت دہندہ کو بہ لفظ مجیز اور غیر اجازت دہندہ کو بہ لفظ ساکت تعبیر کرتا ہے اصل یہ ہے کہ دو مولاؤن مین ایک غلام کو اجازت دینا اس کے حصہ مین صحیح ہے دوسرے کے حصہ مین نہین صحیح ہے اور جب مجیز کے حصہ مین سوائے ساکت کے حصہ کے اجازت صحیح ہوئی اور ساکت نے چاہا کہ اس کے حصہ کی اجازت فسخ کردے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا پھر امام نے ذکر فرمایا کہ اُس کی سب خرید و فروخت جائز ہونگی ایسا ہی کتاب مین مذکور ہے۔ اور جب کل مین اُس کی خرید و فروخت جائز ہوئین پھر اُس پر بہت قرضے ہوگئے اور اُس کے پاس کمائی موجود ہے پس اگر یہ قرضے اسی کمائی کی وجہ سے جو اس کے پاس موجود ہے لاحق ہوے ہون باین طور کہ یہ تجارت کی کمائی ہو اور قرضہ بسبب تجارت کے لاحق ہوا ہوا اور یہ بات معلوم ہوجاوے تو قیاسا یہ حکم ہے کہ قرضہ کے ادا کرنے مین کمائی مین سے مجیز کا حصہ صرف کیا جاوے اور ساکت کا نصف حصہ اسکو دیدیا جاوے مگر استحسانًا یہ حکم ہے کہ کل کمائی مجیز و ساکت دونون کا حصہ قرضخواہون کو دیا جاوے اور یہی قیاس و استحسان اس صورت مین بھی جاری ہے کہ جب پورا غلام مجور ہوا اور اُسنے خرید و فروخت کرکے تجارت سے مال کمایا اور وہ اُسکے پاس موجود ہے اور تجارت کی وجہ سے اُسپر قرضہ ہوگیا تو جس کمائی کی جہت سے اُسپر قرضہ ہوگیا ہے وہ استحسانًا اُسکے ادائے قرضہ مین صرف کیجاوے اور قیاسًا صرف نہ کیجاوے بلکہ پوری کمائی اُسکے مولے کو دیجاوے رہا قرضخواہون کا مطالبہ سو وہ لوگ اُسکے آزاد ہوجانے تک انتظار کرین۔ اور اگر یہ کمائی اس سبب

حاصل نہ ہوئی ہو جس وجہ سے قرضہ ہو گیا ہو تو ادائے قرض میں مجیز کا حصہ صرف کیا جائیگا نہ ساکت کا اور اگر کمائی کا حال کچھ معلوم نہو کہ اسی جہت سے حاصل ہوئی ہو جس وجہ سے قرضہ ہو گیا ہو یا اسکے سوائے دوسرے سبب سے حاصل ہوئی ہو اور دونوں مولاؤں نے اختلاف کیا پس ساکت نے کہا کہ کمائی اسوجہ سے حاصل نہیں ہوئی ہو جس وجہ سے قرضہ ہوا ہو مثلاً یوں کہا کہ یہ بطور ہبہ کے حاصل ہوئی ہو نہ بطور تجارت کے اور یہ کمائی ہم دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہونی چاہیے اور مجیز نے مع غلام کے یہ کہا کہ نہیں بلکہ اسی وجہ سے حاصل ہوئی ہو جو قرضہ کا سبب ہو یعنے کہا کہ تجارت سے حاصل ہوئی تو وہی قرضہ کا سبب ہو اور سب کمائی ادائے قرضہ میں صرف ہونی چاہیے تو قیاساً مولائے ساکت کا قول قبول ہوگا مگر استحساناً غلام کا قول قبول ہوگا یہ مغنی میں ہو۔ اور اگر ماذون کے پاس اسکے کسی دوست وغیرہ کا مال اسکی تجارت میں ہو پس ساکت نے کہا کہ میں اسمین سے نصف لے لونگا تو اسکو یہ اختیار نہوگا و لیکن اسمین سے تمام قرضہ قرضخواہوں کو ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو دونوں مولاؤں میں سے ہر ایک کو اس کا نصف حصہ ملیگا اور اگر اُسکے مقبوضہ مال سے قرضہ زیادہ نکلا تو یہ زیادتی غلام کے رقبہ سے خاصۃً مجیز کے حصہ سے ادا کیجائیگی اسی طرح اگر غلام نے غصب یا مال تلف کر دینے وغیرہ کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر مال تلف کرنا گواہوں سے ثابت ہوتا ہو تو غلام کے پورے رقبہ سے وصول کیا جائیگا جیسے کہ ایک کی اجازت دینے سے پہلے غلام کے مال تلف کر دینے اور گواہی سے ثابت ہو جانے کی صورت میں حکم تھا یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہوا اور ایک نے اُسکو اجازت دی اور غلام نے خرید و فروخت کرنا شروع کیا اور ساکت نے اُسکو دیکھکر منع نہ کیا تو یہ امر اُسکی طرف سے بھی تجارت کی اجازت ہو جائیگا اور اگر مولائے ساکت اہل بازار کے پاس آیا اور کہا کہ غلام سے خرید و فروخت نہ کرنا اور تم لوگ اُس سے ایسا معاملہ کروگے تو فقط میرے شریک کے حصہ میں پڑیگا پھر مولائے ساکت نے اُس غلام کو خرید فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو قیاساً اُسکا حصہ بھی ماذون ہوگا مگر استحساناً ماذون نہوگا اور یہ حکم استحسان اس صورت میں بخلاف ایسی صورت کے ہو کہ جب پورا غلام محجور ہوا اور مولے نے اہل بازار کو اُسکے ساتھ خرید فروخت کرنے سے منع کر دیا پھر اسکو تجارت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو ماذون ہو جائیگا اگرچہ اس سکوت سے پہلے تجارت سے ممانعت کر چکا ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر دو مولاؤں میں سے ایک نے اسکو تجارت کی اجازت دیدی اور دوسرا اہل بازار کے پاس آیا اور اُنکو اُسکے ساتھ معاملہ خرید و فروخت سے منع کر دیا پھر ساکت نے مجیز کا حصہ خرید لیا تو پورا غلام محجور ہو گیا پھر اگر مشتری نے اُسکو خرید و فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو یہ تجارت کی اجازت ہوگی یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے شریک سے کہا کہ غلام کو اپنے حصہ میں یا کہا کہ میرے حصہ میں تجارت کی اجازت دیدے اُسنے قبول کیا تو پورے غلام کو اجازت ہو جائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور اگر غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے دوسرے کو اجازت دی کہ تو میرا حصہ غلام مکاتب کر دے تو دونوں کی طرف سے غلام کو تجارت کی اجازت ہوگی مگر کتابت فقط حصہ مکاتب کنندہ کے ساتھ مقصود ہوگی یہ امام اعظم رحمہ کا قول ہو یہانتک کہ اُسکی آدھی کمائی اُسکو ملیگی جسنے اُسکو مکاتب نہیں کیا ہو اسیطرح

اگر ایک نے دوسرے کو اپنا حصہ مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو اسکے بعد غلام کی کمائی مین نصف مکاتب کنندہ کو اور نصف وکیل کو ملیگی - اور اگر دونون مین سے ایک نے غلام کو اجازت دی اور اُسپر قرضہ ہوگیا پھر اُسنے شریک کا حصہ شریک سے خرید لیا پھر غلام نے اسکے بعد خرید فروخت کی اور مولے کو معلوم نہوا اور اُسپر قرضہ ہوگیا تو پہلا اور دوسرا قرضہ دونون پہلے نصف مین شمار ہونگے اور اگر مولی کو بعد خریدنے کے اُسکی خرید فروخت کا حال معلوم ہو تو نصف خریدی ہوئی مین بھی یہ تجارت کی اجازت ہوگی پس پہلا قرضہ پہلے نصف مین اور دوسرا قرضہ پورے غلام مین قرار دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر دو مولاون مین سے ایک نے غلام کو اجازت دی اور اسپر قرضہ ہوگیا تو مجیز سے کہا جائیگا کہ اسکا قرضہ ادا کردے ورنہ ہم غلام مین سے تیرا حصہ فروخت کر دینگے یہ سراجیہ مین ہے - اور اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اسمین سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا تو یہ فعل اُسکی طرف سے اسکو تجارت کی اجازت ہے اور دوسرے کو اختیار ہوگا کہ کتابت کو باطل کردے اور اگر اسپر قرضہ ہوگیا پھر دوسرے نے کتابت کو باطل کیا تو یہ حصہ خاصۃ مکاتب کرنیوالے کے حصہ مین قرار دیا جائیگا - اور اگر اُسنے کتابت کو باطل نکیا یہانتک کہ غلام کو خرید فروخت کرتے دیکھا اور اُسکو منع نہ کیا تو اُس سے اسکی طرف سے اجازت کتابت ثابت نہوگی بلکہ اُسکو کتابت باطل کرنے کا اختیار رہیگا مگر اُس سے اُسکی طرف سے تجارت کی اجازت ثابت ہوگی پس اگر اُسنے کتابت کو باطل کر دیا حالانکہ غلام مقروض ہوگیا ہے تو سب غلام قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر اُسکا مولے اُسکا فدیہ دیدے تو ایسا نہوگا یہ مبسوط مین ہے یہ غلام کے دو مالک شریکون نے اُسکو تجارت کی اجازت دی اور ہر ایک نے اُسکو سو درم قرضہ دیا اور ایک اجنبی نے بھی اُسکو سو درم قرضہ دیا یعنے ہر ایک نے اسکے ہاتھ کوئی اسباب بعین سو درم کو اُدھار فروخت کیا پھر وہ غلام سو درم کو فروخت کیا گیا یا سو درم چھوڑکر مر گیا تو اسمین سے نصف اجنبی کو اور باقی نصف دونون مولاون مین برابر تقسیم ہوگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر اُسکو فقط ایک ہی مولے نے سو درم قرض دیے ہون یعنی قرض معاملہ کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو غلام کے سو درم اُسکے اور اجنبی کے درمیان تین حصہ ہوکر اسطرح تقسیم ہونگے کہ دو تہائی مولے کو اور ایک تہائی اجنبی[له] کو ملیگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف وامام محمد رح نے فرمایا ہے کہ اُسکی چوتھائی مولی کو اور تین چوتھائی اجنبی کو ملیگی یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر دو شخص باہم بطور مفاوضہ یا عنان کے شریک ہون اور دونون مین ایک مشترک غلام ہو کہ وہ اس مال شرکت مین سے نہو پس ایک نے اُسکو مال شرکت سے سو درم کا اسباب قرض دیا اور کسی اجنبی نے بھی سو درم کا قرض دیا پھر غلام مر گیا اور سو درم چھوڑے یا سو درم کو فروخت کیا گیا تو اُسمین سے اجنبی کو دو تہائی اور دونون شریک کو ایک تہائی ملیگا اور اگر دونون مین بطور عنان شرکت ہو اور یہ غلام مال شرکت سے ہو اور ایک نے سو درم کا مال شرکت سے اسباب قرض دیا اور اجنبی نے بھی سو درم کا قرضہ دیا تو سو درم کی دو تہائی مال اجنبی کو اور سو درم کی تہائی دونون شریکون کو نصفا نصف ملیگی اور اگر غلام دونون مین مشترک ہو اور دونون نے یا ایک نے اُسکو

[له] کذا وجدنا فی النسخۃ الموجودۃ عند الترجمۃ واللہ اعلم بالصواب ۱۲

سو درم کا قرضہ مال شرکت سے دیا اور اجنبی نے سو درم کا قرضہ دیا اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو سو درم سب اجنبی کو دیے جاوینگے اور اس صورت میں دونون میں سے کسی شریک کو کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط میں ہے جامع الفتاوی میں لکھا ہے کہ دو شخصون کے مشترک غلام ماذون پر ہزار درم کا قرضہ ہو گیا اور دونون میں سے ایک غائب ہو گیا پس قرضخواہ نے حاضر ہو کر گرفتار کر کے اسکا حصہ سات سو درم کو فروخت کر کے اپنے قرضہ میں لے لیا پھر دوسرا حاضر ہوا اور اپنا حصہ پانچ سو درم کو فروخت کیا تو صاحب قرض کو تین سو درم دیدیگا کہ اُسکا قرضہ پورا ہو جاوے یعنی پورے قرضہ تک اُسکو دیدیگا پھر دو سو باقی رہے وہ اُس حصہ دار کو جسکا حصہ سات سو کو فروخت کیا گیا تھا دیدیگا تاکہ دونون تاوان دینے میں برابر رہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر دو شخصون نے اپنے مشترک غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر ایک نے اُسکو سو درم کا اسباب قرض دیا اور ایک اجنبی نے سو درم کا قرضہ دیا پھر جسنے قرضہ نہین دیا ہے وہ مولے غائب ہوا اور اجنبی حاضر رہا اور لینے کا قصد کیا کہ جس مولے نے اُسکو قرضہ دیا ہے اُسکا حصہ فروخت کراوے اور اپنا قرضہ وصول کرے تو فروخت کیا جائیگا پس اگر پچاس درم کو فروخت کیا جاوے تو سب اجنبی لے لیگا۔ اور اگر دوسرا مولے حاضر ہوا تو اسکا حصہ اُس اجنبی کے واسطے اور اُس مولے کے واسطے جسنے قرضہ دیا ہے فروخت کیا جائیگا اور دونون باہم نصفا نصف تقسیم کر لینگے۔ اور اگر قرضہ دینے والے مولی کے حصہ کا ثمن مشتری پر ڈوب گیا اور اُس مولے کا حصہ جسنے قرضہ نہین دیا ہے پچاس درم یا کم زیادہ کو فروخت کیا گیا تو یہ ثمن دونون میں تین تہائی تقسیم ہوگا اُسمین سے دو حصہ اجنبی کو اور ایک حصہ قرضہ دینے والے مولے کو ملیگا پس اگر انھون نے اسطور سے بانٹ لیا پھر پہلے پچاس درم برآمد ہوئے تو سب اجنبی لے لیگا اسی طرح اگر پچاس سے زیادہ ہوتی کہ سو کی دو تہائی سے بڑھجاوے پس جسقدر زیادہ ہو وہ قرضہ دینے والے مولی کو ملیگی اور دونون مولاؤن میں سے کوئی دوسرے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر ایک غلام دو شخصون میں مشترک ہو اور دونون نے اسکو تجارت کی اجازت دی پھر ہر ایک نے اسکو کسی دوسرے شخص کے سو درم اُسکے حکم سے قرضہ میں دیے اور سو درم کسی اجنبی نے اُسکو قرضہ مین دیے پھر وہ غلام سو درم کو فروخت ہوا تو یہ سو درم اجنبی اور دونون مولاؤن کے درمیان تین حصہ ہو کر مساوی تقسیم ہونگے۔ اور اگر وہ مال جو ہر ایک مولے نے اُسکو قرضہ مین دیا ہے وہ اس مولے اور اجنبی کے درمیان مشترک ہو کہ اجنبی نے اسکو قرضہ مین دینے کی اجازت دی ہو اور باقی مسئلہ یونہی رہے تو یہ سو درم دس حصہ ہو کر تقسیم ہونگے کہ جسمین سے چار حصہ فقط اجنبی کو ملینگے اور چار حصہ اُن دونون اجنبیون کو ملینگے جو دو سو درم مین دونون مولاؤن کے شریک تھے یعنی ہر ایک کو دو حصہ ملینگے اور ہر ایک مولے کو ایک ایک حصہ ملیگا اور اگر ایک غلام دو سو درم قیمت کا دو شخصون مین مشترک ہوا اور اُسکو اجنبی نے سو درم قرضہ دیے پھر قرضخواہ آیا اور اپنا قرضہ طلب کیا اور دونون مولاؤن مین سے ایک غائب ہوا تو غائب کے حصہ مین کچھ ڈگری نہ ہوگی جب تک کہ حاضر نہو پس اگر حاضر کا حصہ سو درم کو فروخت ہوا تو سب قرضخواہ لے لیگا پھر جب غائب حاضر ہو تو جسکا حصہ فروخت ہوا ہے وہ پچاس درم کے واسطے

اُسکے حصہ غلام مین مواخذہ کریگا پس یا تو وہ فروخت کیا جائیگا یا غائب اسقدر درم ادا کردیگا اسی طرح اگر غلام قتل کیا گیا اور حاضر نے اُسکی قیمت مین نصف یعنے سو درم پائے تو قرضخواہ سب لے سکتا ہے پھر جب غائب حاضر ہوکر اپنے حصہ کی قیمت وصول کرے تو جسکے حصہ سے قرضخواہ نے لیا ہے وہ شریک سے نصف قیمت لیگا یہ مبسوط مین ہے

آٹھوان باب

ماذون کے محجور ہونے کے بعد جو اختلافی خصومت ماذون اُسکے مولے کے درمیان غلام یا کسی غیر کے مقبوضہ مال مین واقع ہو اُسکے بیان مین اگر غلام ماذون کے پاس مال ہو اور مولے نے کہا کہ یہ میرا مال ہے اور ماذون نے کہا کہ میری کمائی ہے پس اگر غلام مقروض ہو تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اگر نہو تو مولے کا قول قبول ہوگا کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر مال غلام و مولے دونون کے قبضہ مین ہو پس اگر وہ غلام مقروض ہو تو دونون کا قبضہ معتبر ہوکر دونون کے واسطے شرکت کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر قرضہ نہو تو مولے کا قبضہ معتبر ہوکر اُسی کے نام ڈگری ہوگی اور اگر یہ مال غلام و مولے و اجنبی سب کے قبضہ مین ہو اور ہر ایک دعوی کرتا ہو کہ میرا ہے پس اگر غلام مقروض نہو تو وہ مال مولی و اجنبی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر مقروض ہو تو تین تہائی تقسیم ہوگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر ایک کپڑا ایک ماذون و ایک آزاد کے قبضہ مین ہو اور ہر ایک دعوی کرتا ہو کہ میرا ہے اور اگر کپڑا ایک کے قبضہ مین ہو اور دوسرا اُسکا کنارہ پکڑے ہوے ہے تو وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر ایک اُسکو ازار کے طور پر یعنی لنگی باندھے ہوے ہو یا چادر کے طور پر اوڑھے ہوے ہو یا پہنے ہوے اور دوسرا اُسکو پکڑے ہوے ہون یا بجائے کپڑے کے چوپایہ ہوکہ ایک اُسپر سوار ہو اور دوسرا اُسکی لگام پکڑے ہوے ہو تو یہ چیز سوار یا پہننے والے کو ملیگی۔ اور اگر ایک شخص سوار ہو مگر دوسرا اُسکو پکڑے ہوے ہو تو صرف تعلق سے یعنے پکڑے ہوے ہونے سے ترجیح کا مستحق نہوگا اور اگر ایک سوار ہو اور دوسرا متعلق بھی تو سوار مستحق ہوگا پس اگر ایسا امر ہو کہ جس سے وقت انفراد کے ایک مستحق ہو اور دوسرے کو وہ امر یا اُسکے مثل حاصل نہو تو پہلا مستحق ہوگا یعنے اُسی کے نام ڈگری ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کسی غلام ماذون یا مکاتب یا آزاد نے اپنے تئین کسی درزی کو اُسکے ساتھ کام کرنے یا اُسکے واسطے خرید و فروخت کرنے کے لیے اجرت پر دیا پس اگر اجیر کے ہاتھ مین ایک کپڑا ہو اور اجیر نے کہا کہ یہ میرا ہے اور مستاجر نے کہا کہ یہ میرا ہے پس اگر یہ اجیر اپنے مستاجر کی دوکان یا گھر مین موجود ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر اجیر کسی گلی مین یا اپنے گھر مین ہو تو اجیر کا قول قبول ہوگا اور اگر اجیر یہ کپڑا پہنے ہوے ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اجیر ہی کا قول قبول ہوگا خواہ مستاجر کے گھر مین ہو یا گلی مین۔ اور منقول ہے کہ شیخ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر جھگڑے کی چیز کاریگری کے آلات مین سے ہو تو اجیر کا قول قبول ہوگا خواہ اجیر مستاجر کے گھر مین ہو یا کوچہ گلی مین ہو یہ مغنی مین ہے اور اگر غلام محجور کو اُسکے مولے نے کسی کام کے واسطے اجرت پر دیدیا اور اُسکے پاس ایک کپڑا ہے پس مستاجر نے کہا کہ یہ میرا ہے اور مولی نے کہا کہ یہ میرا کپڑا اُسکے پاس ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اگرچہ گلی مین ہو اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ مولے نے اُسکو سوائے خرید فروخت تجارتی کے اور کسی کام کے واسطے اجارہ دیا ہو تاکہ وہ غلام محجور رہے ورنہ اسکو خرید فروخت تجارتی کے واسطے کسی کو اجارے پر دیدے

تو ماذون ہوجائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا ہے - اور اگر یہ غلام اُس کپڑے کو پہنے ہوئے ہو تو مولے کا قول قبول ہوگا اور کپڑے کی صورت مین یہ حکم بخلاف چوپایہ سواری کے ہے کہ اگر غلام مجور جانور پر سوار ہو اور مستاجر و مولے مین اختلاف واقع ہو پس اس صورت مین مستاجر ہی کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر غلام مجور مولے کے گھر مین موجود ہو اور اُسکے پاس کپڑا ہو اور مستاجر و مولے مین اختلاف واقع ہو یعنے مستاجر نے کہا کہ میرا ہے اور مولے نے کہا کہ میرا ہے تو مولے کا ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر غلام تجارت کے واسطے ماذون ہو اور غلام کے پاس متاع ہو اور وہ مولے کے گھر مین ہو اور مولے نے کہا کہ یہ میری متاع ہے اور غلام ماذون نے کہا کہ میری ہے پس اگر یہ متاع غلام کی سوداگری کی ہو تو وہ غلام کی ہوگی یعنے جن چیزون کی غلام سوداگری کرتا ہے اُسی قسم کی چیز ہے - اور اگر غلام کی سوداگری نہو تو مولے کی ہوگی - اور امام محمد رحمۃ اللہ نے ایک صورت ذکر نہین فرمائی یعنے جبکہ وہ چیز دونون کی تجارت کی ہو اور فقیہ ابوبکر بلخی سے منقول ہے کہ اُنھون فرمایا کہ مولے کے واسطے حکم ہونا چاہیے اور اگر ماذون کپڑا پہنے ہوئے ہو یا جانور پر سوار ہو اور ماذون و اُسکے مولے مین اس چیز کی ملک مین اختلاف ہوا تو غلام کے نام ڈگری ہوگی خواہ اُسکی تجارت کی قسم سے ہو یا نہو یہ محیط مین ہے - اور جامع مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے زید کے غلام کو کچھ ہبہ دیا پھر ہبہ سے رجوع کرنا چاہا پس غلام نے کہا کہ مین مجور ہون جب تک میرا مولے حاضر نہو تب تک تجھے ہبہ واپس لینے کا اختیار نہین ہے اور واہب نے کہا کہ نہین بلکہ تو ماذون ہے پس غلام نے اپنے مجور ہونے کے اقرار واہب کے گواہ دیے یعنے گواہون نے یہ گواہی دی کہ واہب نے اسکے مجور ہونے کا اقرار کیا ہے تو غلام کے گواہ مقبول ہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہے امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ غلام نے اگر خرید فروخت کی اور وقت خرید فروخت کے یہ نہ کہا کہ مین ماذون ہون یا مجور ہون پھر اُسپر قرضے چڑھ گئے پھر کہا کہ مین مجور ہون میرے مولے نے مجھے اجازت نہین دی ہے اور قرضخواہون نے کہا کہ نہین بلکہ تو ماذون ہے تو استحساناً قرضخواہون کا قول قبول ہو کر غلام ماذون قرار دیا جائیگا اور جب وہ ماذون قرار پایا اور اُسنے خود ہی صریحاً ماذون ہونے کا اقرار کر دیا تو قیاساً اسکی کمائی قرضہ مین تا وقتیکہ مولے حاضر نہو فروخت نہ کیجاوے مگر استحساناً اُسکے ادا ے قرضہ کے واسطے فروخت کیجائیگی پھر اگر اُسکی کمائی فروخت کر کے ادا ے قرض کے باوجود بھی کچھ قرضہ باقی رہ گیا تو قیاساً و استحساناً جب تک مولے حاضر نہو خود غلام فروخت نہ کیا جائیگا - اور اگر قرضخواہون نے گواہ دیے کہ یہ غلام ماذون ہے اور غلام انکار کرتا ہے اور مولے غائب ہے تو اُنکے گواہ مقبول نہونگے یہانتک کہ اُنکے قرضہ مین غلام فروخت نہوگا - اور اگر غلام نے اجازت کا اقرار کیا اور قاضی نے اُسکی کمائی کا اسباب فروخت کر کے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا پھر مولے نے اگر اجازت سے انکار کیا تو قاضی قرضخواہون سے گواہ طلب کریگا کہ اُسکی اجازت کے گواہ پیش کرین پس اگر انھون نے گواہ پیش کیے تو جو کچھ گذرا سب جائز ہے ورنہ جسقدر غلام کی چیزون کا ثمن اُنھون نے وصول کیا سب مولی کو واپس دینگے مگر قاضی سے جسقدر بیوع واقع ہوئی ہین وہ نہین ٹوٹ سکتی ہین اور یہ سب اُس صورت مین ہے

کہ غلام نے اپنے مجبور ہونے کا دعوی کیا ہو۔ اور اگر بائع نے غلام کے مجبور ہونے کا دعوی کیا اور کہا کہ مین اسکو سپرد نہین دونگا کیونکہ مجھے میرا حق جب تک کہ یہ آزاد نہوگا وصول نہوگا اور غلام نے کہا کہ مین ماذون ہون تو اس باب مین غلام کا قول قبول ہوگا اور غلام پر قسم عائد نہوگی۔ اور بائع پر جبر کیا جائیگا کہ جو چیز تو نے اُسکے ہاتھ فروخت کی ہے اسکو دیدے اور بائع اُس سے اپنا ثمن لے لیگا پھر اگر بائع نے کہا کہ مین اس امر کے گواہ دیتا ہون کہ یہ مجبور ہے تو قبول نہونگے ایسا ہی کتاب مین مذکور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین یعنی حکم مختلف دو روایتون کی راہ سے ہے یا از راہ قیاس واستحسان حکم مختلف ہے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام نے قاضی کے سامنے اپنے مجبور ہونے کا اقرار کیا کہ مین وقت بیع کے مجبور تھا تو بیع کو قاضی رد کر دیگا پھر اگر اسکے بعد مولے حاضر ہوا اور غلام کے قول کی تکذیب کی اور کہا کہ مین نے غلام کو خرید فروخت کی اجازت دی تھی تو نقض بیع جو غلام و مشتری کے درمیان ہوچکا وہ جائز رہیگا پھر اُسکے بعد اگر مولے نے اُسکے بیع کی اجازت دی تو باطل ہوگی اور اگر قاضی نے غلام کے مجبور ہونے کے اقرار پر بیع نہ توڑی یہانتک کہ مولے حاضر ہوا اور بیع کی اجازت دی تو جائز ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام ہی مشتری ہوا اور بائع نے کہا کہ مین تجھکو کچھ ندونگا کیونکہ تو مجبور ہے اور اُسنے کہا کہ مین ماذون ہون تو غلام کا قول قبول ہوگا پھر اگر بائع نے گواہ دیے کہ بعد خرید کے قاضی کے پاس پیش ہونے سے پہلے غلام نے اپنے مجبور ہونے کا اقرار کیا ہے تو گواہ قبول نہونگے۔ اور اگر ایک شخص خرید فروخت کرتا ہوا اور اُسپر قرضے چڑھ گئے اور اسکا حال معلوم نہوا کہ یہ غلام ہے یا آزاد ہے پھر اسکے بعد کہا کہ مین فلان شخص کا غلام ہون اور اُس شخص نے تصدیق کی اور کہا کہ میرا غلام ہے اور مجبور ہے اور قرضخواہون نے کہا کہ یہ آزاد ہے تو یہ غلام اپنے اقرار مین مصدق ہوگا حتی کہ فلان شخص کا غلام قرار دیا جائیگا مگر قرضخواہون کے حق مین مصدق نہوگا کہ انکا قرضہ توقف مین پڑا رہے کہ بعد اُسکی آزادی کے وصول ہو ایسا نہوگا۔ پھر امام نے فرمایا کہ یہ غلام فروخت کیا جائیگا اور قرضخواہ لوگ اُسکے ثمن سے اپنا قرضہ وصول کرینگے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر کسی شخص پر غلام کا قرضہ بیع یا اجارہ یا قرض یا استہلاک[1] مال کی وجہ سے واجب ہوا یا اُسنے کسی کے پاس مال ودیعت رکھا تھا پھر مولے نے اُسکو مجبور کر دیا تو ان سب مین خصم وہی غلام ہوگا پس اگر قرضداروں نے غلام کو یہ قرضہ ادا کر دیا تو ہر ایک بری ہو جائیگا خواہ غلام مقروض ہو یا نہو۔ اور اگر مولے کو دیا پس اگر غلام مقروض نہو تو مشتری ثمن سے بری ہو جائیگا اور اگر ہو تو ثمن سے بری نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام بعد مجبور ہونے کے مر گیا تو مولے کو اُسکے قرضداروں سے بابت قرضہ کے خصومت کا استحقاق ہے خواہ غلام مقروض ہو یا نہو۔ اور آیا مولے کو اُسکے قرضہ وصول کرنیکا اختیار ہے پس اگر غلام پر قرضہ نہو تو اُسکے قرضہ پر قبضہ کر سکتا ہے اور اگر قرضہ ہو تو قبضہ نہین کر سکتا ہے یون ہی یہ مسئلہ ماذون الاصل مین مذکور ہے اور وکالت الاصل مین لکھا ہے کہ قبضہ کر سکتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو روایت مختلف نہین ہین بلکہ بات یہ ہے کہ جو حکم کتاب الماذون مین لکھا ہے وہ ایسی صورت مین ہے کہ مولی پر وثاقت نہو یعنی ثقہ نہو مگر تقاضا کر سکتا ہو اور جو حکم کتاب الوکالت مین ہے وہ ایسی صورت پر محمول ہے

[1] استہلاک یعنی اُسنے کسی شخص کا مال کسی وجہ سے تلف کر دیا ۱۲

اگر مولی ثقہ ہوا اور اگر بعد محجور ہونے کے غلام نہیں مرا لیکن مولی نے اُسکو اپنی ملک سے نکال دیا تو اس قرضہ کے وصول
مین مولی خصم ہوگا مگر کیا قبضہ کر سکتا ہے یا نہیں تو اسمین بھی وہی تفصیل ہے جو ہمنے ذکر کی ہے پھر اگر مشتری نے وہ غلام
آزاد کر دیا تو غلام بھی خصم قرار دیا جائیگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پس
اُسنے ایک شخص کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور اُس شخص مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن اسکو دیدیا پھر مولی
نے اُسکو محجور کر دیا پھر مشتری نے غلام مین عیب پایا تو خصم اس معاملہ مین وہی غلام محجور رہوگا پھر اگر مشتری نے
غلام پر گواہ قائم کیے تو غلام خرید کردہ اسکو واپس کر سکتا ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنے ثمن وصول کرنے
تک مبیع کو روک رکھے اور اگر غلام محجور کے پاس مال نہو اور اُسپر قرضہ ہو تو پہلے واپس کیا ہوا غلام فروخت کر کے
اُسکا ثمن مشتری کو دیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے کچھ بچا تو محجور کے قرضخواہون کو دیا جائیگا اور اگر ثمن اُسکا قرضہ
مشتری سے کم پڑا تو غلام محجور کے رقبہ مین یہ مشتری اُسکے قرضخواہون کے ساتھ شریک کر دیا جائیگا پس ان سب
کے واسطے محجور فروخت کیا جائیگا اور اگر مشتری نے اپنے ثمن کے واسطے غلام کو نہ روکا بلکہ محجور کو دیدیا پھر
اپنا ثمن طلب کرنے کے واسطے آیا تو مشتری قرضخواہون کے ساتھ غلام واپس کردہ اور غلام محجور کے رقبہ مین
شریک کیا جائیگا اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہون اور اُسنے محجور سے قسم طلب کی تو قاضی اُس سے قطعی قسم لیگا
کہ واللہ مینے یہ غلام بحکم اس بیع کے اس مشتری کو سپرد کیا درحالیکہ اُسمین یہ عیب نہ تھا یہ محیط مین ہے - اور اگر
محجور نے عیب سے انکار نہ کیا بلکہ قاضی کے سامنے اقرار کر دیا پس اگر وہ عیب ایسا ہو کہ ویسا عیب حادث نہین
ہوتا ہے تو قاضی مبیع اسکے بائع محجور کو واپس کر دیگا اور اگر اُسکے مثل حادث ہو سکتا ہو تو قاضی محجور کے اقرار
سے اُسکو واپس نہ دیگا مگر غلام محجور اپنے اقرار کے بعد مشتری کا خصم باقی نہ رہیگا پھر مشتری اُسکے مولے سے
مخاصمہ کر کے مولے پر گواہ قائم کر کے اُسکو واپس دیگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر مشتری کے پاس اسوقت مین گواہ نہون
اور اُسنے مولے سے قسم لینی چاہی تو قاضی اُس سے علم پر قسم لیگا پس اگر مولے نے قسم سے نکول کیا یا عیب کا اقرار
کر دیا تو مولے کو وہ غلام واپس دیا جائیگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ یہ عیب اگر ایسا عیب ہے کہ حادث نہین ہوسکتا
ہے تو محجور کے قرضخواہون کے حق مین یہ واپسی جائز ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکے مثل حادث ہو سکتا ہو اور
محجور کے قرضخواہون اور مولے نے غلام کے اقرار عیب کی تکذیب کی ہو تو یہ واپسی سوا ے قرضخواہون کے غلام و
مولی کے حق مین صحیح ہوگی اور وہ غلام واپس شدہ فروخت کر کے اُسکا ثمن مشتری کو دیا جائیگا اور اگر دوسرا ثمن بہ نسبت
ثمن سابق کے زیادہ ہوا تو جسقدر زیادہ ہو وہ قرضخواہون کو دیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر کم ہوا تو کمی محجور کے رقبہ
مین پڑیگی پھر جب محجور فروخت کیا گیا تو پہلے اُسکے ثمن سے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر بعد ادا ے قرض
کے اگر کچھ باقی رہا تو وہ مشتری کو دیا جائیگا اور اگر کچھ نہ بچا تو مشتری کو کچھ نہ ملیگا - اور اگر محجور پر قرضہ نہو تو مشتری کا
قرضہ اُس غلام واپس شدہ و محجور دونون کی گردن پر ہوگا کہ دونون اُسکے ثمن کے واسطے فروخت کیے جا سکتے
ہین اور اگر فیصلہ مقدمہ مین مولے نے قسم کھا لی ہو تو پھر غلام مبیع اُسکو واپس نہ دیا جائیگا مگر جب غلام محجور آزاد

انکار ۱۲

[illegible]

ہوجاوے تب اُسکا غلام مبیع بوجہ اقرار عیب کے اُسکو واپس دیا جائیگا کذا فی المغنی

نوان باب غلام ماذون و مجور و نابالغ و معتوہ پر گواہی واقع ہونے کے بیان مین۔ واضح ہو کہ جو چیز از قسم تجارت ہے اُسمین ماذون خصم قرار دیا جائیگا اور اُسپر گواہی مقبول ہوگی اور مولی کا موجود ہونا معتبر نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اگر دو گواہون نے ماذون پر گواہی دی کہ اسنے یہ چیز غصب کر لی یا یہ ودیعت تلف کر دی یا منکر ہو گیا ہے یا یون گواہی دی کہ اسنے ایسے افعال کا اقرار کیا ہے جو اُسپر خرید یا فروخت یا اجارہ کی گواہی دی حالانکہ غلام منکر ہے اور مولے غائب ہے تو ماذون پر ایسی گواہی مقبول ہوگی اور قاضی اُسپر ڈگری کریگا اور اگر ایسی صورت مین بجائے ماذون کے غلام مجور ہو اور مولے کے غائب ہونے کی حالت مین دو گواہون نے اُسپر یہ استہلاک مال یا غصب کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی اور غلام مجور پر ڈگری نہوگی اور مشائخ نے اُسکے معنی یہ بیان فرمائے ہین کہ ایسے حکم کے واسطے گواہی قبول نہوگی جو متعلق بحق مولے ہو یعنے غلام فروخت نہ کیا جائیگا مگر ایسے حق کے واسطے جو غلام ہی کی طرف راجع ہو قبول ہوگی پس بعد عتق کے اُس سے یعنے ماذون مذکور سے مواخذہ کیا جائیگا اور جیسا کہ مولے کا حاضر ہونا یہان شرط ہے ایسے ہی غلام کا حاضر ہونا بھی شرط ہے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر گواہون نے کسی غلام مجور پر غصب یا اتلاف ودیعت کی گواہی دی پس اگر گواہون نے معاینہ کی گواہی دی اُس مجور کے ایسے فعل کے اقرار کی گواہی نہ دی تو اسپر گواہی مقبول ہوگی مگر غصب کی ڈگری اسوقت ہوگی جب مولے حاضر ہو اور اتلاف ودیعت و مضاربت کی ضمان کی ڈگری نہ ہوگی جب تک کہ آزاد نہو جاوے یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر دونون گواہون نے یون گواہی دی کہ مجور نے ایسے فعل کا اقرار کیا ہے اور مولی حاضر ہے یا غائب ہے تو انمین سے کسی کی ڈگری نہ ہوگی تا وقتیکہ غلام آزاد نہو جاوے پھر جسوقت آزاد ہوا اسوقت اسپر وہ مال لازم ہوگا جسکی گواہی دی تھی۔ اور گواہون نے اُسپر قتل عمد یا قذف محصن[1] یا زنا یا شرب خمر کی گواہی دی حالانکہ غلام انکار کرتا ہے تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مولی کی غیبت مین اُسپر ایسی گواہی قبول نہ ہوگی۔ اور اگر یون گواہی دی کہ غلام نے ایسے افعال کا اقرار کیا ہے مگر مولے غائب ہے تو جن افعال مین اقرار سے رجوع کرنا کارآمد ہوتا ہے انمین یہ گواہی مقبول نہوگی اور جنمین اقرار سے رجوع کرنا کارآمد نہین ہے جیسے قصاص و حد القذف تو انمین یہ گواہی مقبول ہوگی یہ مغنی مین ہے۔ اور جو نابالغ لڑکا کہ اُسکو اسکے باپ یا باپ کے وصی نے تجارت کی اجازت دی وہ بمنزلہ غلام ماذون کے ہے کہ اُسپر ضمان تجارت کی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اجازت دہندہ غائب ہو اور معتوہ ماذون مین بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر گواہون نے نابالغ ماذون یا معتوہ ماذون پر قتل عمد یا قذف یا شراب خواری یا زنا کی گواہی دی پس قذف و شراب خواری و زنا مین انکی گواہی قبول نہوگی اگرچہ اجازت دہندہ حاضر ہو اور قتل مین اگر اجازت دہندہ حاضر ہو تو گواہی قبول ہو کر اُسکی مددگار برادری پر ڈگری ہوگی اور اگر غائب ہو تو گواہی قبول نہوگی۔ اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس ماذون غلام یا معتوہ یا ماذون لڑکے نے انمین سے کسی فعل کا اقرار کیا ہے تو گواہی قبول نہوگی خواہ اجازت دہندہ حاضر ہو یا غائب ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر گواہون نے

[1] یعنی محصن یعنی جامع الشرائط احصان کو زنا کی تہمت لگائی یا شراب پی یعنی خمر ... چوری کی ۱۲

ماذون پر دس درم یا زیادہ کی چوری کی گواہی دی اور وہ منکر ہے پس اگر اسکا مولی حاضر ہو تو بالاتفاق سب ائمہ کے نزدیک اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر غائب ہو تو مال مسروق کا ضامن ہوگا اور امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا کذا فی المغنی اور اگر دس درم سے کم کی چوری پر گواہی دی ہو تو گواہی قبول ہوگی خواہ مولی حاضر ہو یا غائب ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر گواہوں نے یوں گواہی دی کہ اُسنے دس درم یا زیادہ کی چوری کا اقرار کیا ہے اور ماذون انکار کرتا ہے تو قاضی اُسپر اسقدر مال ضمان کی ڈگری کریگا ہاتھ نہ کاٹیگا اگرچہ مولے حاضر ہو یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر غلام مجور پر دس درم کی چوری کی گواہی دی حالانکہ وہ منکر ہے تو قاضی اُسپر کچھ ڈگری نہ کریگا جبتک کہ اُسکا مولی حاضر نہو پھر مولے کے سامنے ہاتھ کاٹنے اور مال عین واپس کرنے کی ڈگری کریگا بشرطیکہ مال مسروق بعینہ قائم ہو اور تاوان کی ڈگری نہ کریگا اور اگر گواہوں نے مجور کے دس درم یا زیادہ کی چوری کا اقرار کرنے پر گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا اور اُسپر ہاتھ کاٹنے کی یا مال کی ڈگری نہ کریگا اگرچہ مولے حاضر ہو۔ اور مال کی ڈگری نہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ حق مولے میں ڈگری نہ کریگا حتی کہ وہ اس مال کے واسطے فروخت نہ کیا جائیگا مگر بعد آزادی کے اس سے اس مال کا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور نابالغ ماذون و معتوہ پر دس درم چوری کی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اجازت دہندہ غائب ہو۔ اور اگر ان دونوں کے اقرار سرقہ پر گواہی دی ہو تو اصلا مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اُسنے شراب یا سور خریدے تو جائز ہے خواہ اسپر قرضہ ہو یا نہو۔ اور اگر مردار یا خون خریدا یا کسی کافر کے ساتھ ربو کا معاملہ کیا تو باطل ہے اور اُسپر دو کافروں نے غصب یا ودیعت مستہلکہ یا بیع یا اجارہ کی گواہی دی یا یوں گواہی دی کہ اسنے ایسے افعال کا اقرار کیا ہے حالانکہ وہ اور اسکا مولے اُس سے منکر ہیں تو دونوں کی گواہی استحسانا جائز ہے اسی طرح اگر نابالغ کافر کو اُسکے وصی مسلم یا سگے دادا نے تجارت کی اجازت دی ہو تو ایسی صورت میں یہی حکم ہے۔ اور اگر غلام ماذون مسلمان ہو اور اسکا مولے کافر ہو تو کافروں کی گواہی اُسپر کسی فعل پر ان افعال میں سے جائز نہوگی اگرچہ اُسپر قرضہ نہو اور اگر دو کافروں نے مجور کافر پر غصب کی گواہی دی اور اُسکا مولے مسلمان ہے تو گواہی باطل ہوگی اور اگر مولے کافر ہو تو گواہی جائز ہوگی۔ اور اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اور اُسپر دو کافروں نے خطا سے یا عمدا قتل کی یا شرب خمر یا قذف کی گواہی دی یا چار کافروں نے اسپر زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ اور اسکا مولے اُس سے منکر ہیں تو گواہی باطل ہوگی۔ اسی طرح اگر غلام مسلمان اور مولے کافر ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اور اسپر دو کافروں نے دس درم یا کم کی چوری کی گواہی دی تو اُسپر تاوان مال مسروق کی ڈگری ہوگی ہاتھ کاٹنے کی نہوگی خواہ مولے حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر غلام مسلمان اور مولے کافر ہو تو گواہوں کی گواہی باطل ہوگی اور اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی پھر اسپر دو کافروں نے کسی کافر یا مسلمان کی طرف سے ہزار درم قرضہ کی گواہی دی اور ماذون اُس سے منکر ہے اور اُسپر کسی مسلمان یا کافر کا ہزار درم قرضہ بھی ہے تو گواہی جائز ہوگی اگرچہ پہلا قرضخواہ مسلمان ہو و فاتحکان صاحب

الدین الاول کافر اقی الدینین) اور اگر مسلمان ہو تو ماذون اور جو کچھ اُسکے پاس ہے پہلے قرضہ میں فروخت
کیا جائیگا اور وہ قرضخواہ اپنا قرضہ تمام وکمال وصول کرلیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو دوسرے قرضخواہ کو جسکے واسطے
دو کافرون نے گواہی دی ہے دیا جائیگا۔ اور اگر اُسپر دو مسلمانون نے ہر ایک نے ہزار درم کا دعوی کیا پس ایک کے واسطے
دو مسلمانون نے اور دوسرے کیواسطے دو کافرون نے گواہی دی تو قاضی دونون کی ڈگری کریگا مگر پہلے اسکا قرضہ
دیا جائیگا جسکے واسطے دو مسلمانون نے گواہی دی ہے پھر اگر کچھ باقی رہا تو اُسکو ملیگا جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی
دی ہے۔ اور غلام نے اُسکے قرضہ کی جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی ہے تصدیق کی تو دونون قرضخواہ اُسکی
کمائی و ثمن رقبہ مین شریک ہوجاوینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مسلمان کیواسطے دو کافرون نے اور کافر کیواسطے دو مسلمانون نے
گواہی دی تو دونون قرضخواہ شریک ہو کر وصول پاوینگے۔ اور اگر قرضخواہ تین آدمی ہون دو مسلمان اور ایک کافر پس کافر
کے واسطے دو مسلمانون اور ایک مسلمان کے واسطے دو کافرون نے اور دوسرے کے واسطے دو مسلمانون نے
گواہی دی پھر غلام فروخت کیا گیا تو پہلے اُن دونون کا قرضہ دیا جائیگا جنکے واسطے مسلمانون نے گواہی دی ہے اور
باہم برابر تقسیم کرینگے پھر جو کچھ کافر قرضخواہ نے لیا ہے وہ اس مسلمان کے ساتھ جسکے گواہ کافر ہین ملاکر نصفا نصف دونون
تقسیم کرلینگے یہ مغنی مین ہے۔ پھر مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جسکے واسطے کافرون نے گواہی دی ہے اس سے لیوے
اور اگر ایک شخص قرضخواہون مین سے مسلمان ہو جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی اور باقی دو کافر ہون کہ
ہر ایک کے واسطے دو کافرون نے گواہی دی تو پہلے مسلمانون کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اُسکے قرضہ کے بعد اگر کچھ باقی
رہا تو دونون کافرون مین نصفا نصف ہو جائیگا۔ اور اگر غلام مسلمان ہوا اور مولے کافر ہوا اور دو قرضخواہ مین سے
ایک مسلمان ہو جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی اور ایک کافر ہو جسکے واسطے دو مسلمانون نے گواہی دی اور
غلام اُس سے منکر ہے تو قاضی اُس مسلمان کا دعوی جسکے گواہ کافر ہین باطل کردیگا اور دوسرے کے واسطے
وہ غلام فروخت کیا جائیگا اور وہ ثمن سے اپنا قرضہ پورا وصول کریگا پھر اگر کچھ ثمن باقی رہا تو اُسکے مولی کو ملیگا اسیطرح
اگر اس صورت مین غلام محجور ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولی مسلم ہوا اور غلام کافر محجور ہو اور اُس پر
دو کافر گواہون نے کسی مسلمان کے واسطے ہزار درم غصب کرنے کی گواہی دی اور کافر کے واسطے دو مسلمانون
نے ہزار درم غصب کرنے کی گواہی دی تو کافر کے واسطے ہزار درم کی ڈگری ہوگی اور پھر اُسمین مسلمان اُسکا شریک
ہوجائیگا اور باقی مسلمان کا قرضہ غلام پر رہا کہ اُسکو بعد آزاد ہونیکے اُس سے لیگا یہ مغنی مین ہے۔ اگر مسلمان نے
اپنے غلام کافر کو اجازت دی پھر دو کافرون نے کسی مسلمان یا کافر کے واسطے ہزار درم قرضہ کا بوجہ اقرار
یا غصب کے گواہی دی اور قاضی نے ڈگری کرکے ہزار درم کو غلام فروخت کیا اور قرضخواہ کو ادا کردیے پھر
ایک مدعی قرضخواہ نے اُسپر دعوی کیا کہ اسکے فروخت کیے جانے سے پہلے کے ہزار درم میرے اسپر قرض ہین
پس اگر مدعی نے اسپر دو مسلمان گواہ قائم کیے تو قاضی قرضخواہ اول سے جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی
دی تھی ہزار درم واپس لیکر اُس دوسرے قرضخواہ کو جسکے گواہ مسلمان ہین دیدیگا اور اگر دوسرا قرضخواہ کافر ہو تو اُسکے

واسطے پہلے نے جو کچھ لیا ہو اسکا آدھا لے لیگا - اور اگر اول کا فر کے گواہ مسلمان ہون اور دوسرا مسلمان یا
کافر یا اسکے گواہ کافر ہون تو اول سے اُسکا لیا ہوا آدھا لے لیگا - اگر کسی شخص نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی
اجازت دیدی اسنے خرید فروخت کی پھر مسلمان ہو گیا پھر اُس پر دو شخصون نے قرضہ کا دعویٰ کیا اور دونون
مسلمان ہین یا دونون کافر ہین اور مولی مسلمان ہو یا کافر لیکن ایک مدعی دو کافر گواہ لایا کہ اسپر حالت کفر کا
ہزار درم قرضہ ہو اور دوسرا دو مسلمان گواہ اسی مضمون کے لایا تو مسلمان گواہون کی گواہی جائز ہوگی اور جسکے گواہ
کافر ہین اُسکو کچھ نہ ملیگا - اگر ایک شخص نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اور دو شخص مسلمان یا ذمی نے
پھر ماذون پر دو مسلمانون نے ایک مسلمان کے قرضہ کی اور دو ذمیون نے ایک مسلمان کے قرضہ کی اور دو
مستامنون نے ایک مسلمان کے قرضہ کی گواہی دی تو قاضی دو مستامنون کی یعنی دو شخص حربی جو امان لیکر دارالاسلام
مین آئے تھے اور اُنھون نے ایک مسلمان کیواسطے گواہی دی تھی باطل کر دیگا اور دو ذمیون اور دو مسلمانون کی گواہی
پر ڈگری کر دیگا پھر غلام فروخت کر کے پہلے اُس قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا جائیگا جسکے واسطے دو مسلمانون نے گواہی دی ہو
پھر اگر اُسکے ادا ے قرضہ کے بعد کچھ باقی رہا تو اُسکو دیا جائیگا جسکے واسطے دو ذمیون نے گواہی دی ہو پھر اگر اسکے بعد بھی
کچھ ثمن باقی رہا تو مولے کو ملیگا اسی طرح اگر مولے حربی ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر مولے و غلام دونون حربی ہون اور باقی
مسئلہ بحالہ رہے تو سب قرضہ کی ڈگری ہوگی اور پہلے اُسکا قرضہ ادا کیا جائیگا جسکے گواہ مسلمان ہین پھر اُسکا جسکے گواہ
ذمی ہین پھر اگر کچھ رہا تو اُسکو دیا جائیگا جسکے گواہ حربی ہین - اور اگر سب قرضخواہ ذمی ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے
تو دو قرضخواہ ایک وہ کہ جسکے واسطے مسلمانون نے گواہی دی اور دوسرے وہ جسکے واسطے ذمیون نے گواہی دی ہو
ماذون کے ثمن مین حصہ رسد تقسیم کر کے اپنا قرضہ پورا کرینگے پھر اگر کچھ باقی رہا تو اُسکو ملیگا جسکے گواہ حربی ہین -
اور اگر سب قرضخواہ حربی مستامن ہون تو سب قرضخواہ اُسکے ثمن مین حصہ رسد تقسیم کر لینگے اور اگر مولے مسلمان
یا ذمی ہو اور غلام حربی ہو کہ امان لیکر دارالاسلام مین آیا ہو اور اُسکو اس مولے نے اسکے حربی مولے سے خرید لیا ہو
اور تجارت کی اجازت دی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو حربیون کی گواہی اُسپر جائز نہ ہوگی - اور اگر حربی ہمارے ملک
مین امان لیکر آیا اور اُسکے ساتھ اُسکا غلام ہو اور مولے نے اُسکو تجارت کی اجازت دی تو مستامنون کی گواہی
اُسپر جائز ہوگی جیسے کہ اُسکے مولے پر جائز ہوتی ہو یہ مبسوط مین ہو - اور اگر ایک مسلمان کے واسطے دو حربیون نے
ہزار درم کی گواہی ایک حربی غلام ماذون پر جو ہمارے ملک مین با امان داخل ہوا ہو ادا کی اور ایک ذمی کیواسطے
دو ذمیون نے اُسپر ہزار درم قرضہ کی اور ایک حربی کے واسطے دو مسلمانون نے اُسپر ہزار درم قرضہ کی گواہی دی
اور وہ ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو حربی و ذمی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا پھر حربی قرضخواہ سے مسلمان قرضخواہ
اُس مال سے جو اُسنے پایا ہو نصف لے لیگا یہ مغنی مین ہو - اور اگر ذمی کے گواہ دو حربی ہون اور مسلمان کے دو ذمی
ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو تمام ثمن مسلمان و حربی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر جو کچھ حربی کو ملا ہو
اُسکا آدھا اُس سے ذمی لے لیگا یہ مبسوط مین ہو - اور اگر ذمی کے دو مسلمان گواہ اور حربی کے دو ذمی اور مسلمان کے دو

ہون تو ذمی اور حربی کے درمیان مال نصفا نصف تقسیم ہوکر پھر حربی کے حصہ سے مسلمان نصف لے لیگا یہ مغنی مین ہے
اور اگر غلام پر قرضہ ہو گیا اور مولے نے کہا یہ محجور ہے اور قرضخواہون نے کہا کہ ماذون ہے تو مولی کا قول قبول
ہوگا پھر اگر قرضخواہ اجازت کے دو گواہ لائے ایک نے گواہی دی کہ اسکے مولی نے کپڑا خریدنے کی اجازت
دی تھی اور دوسرے نے کہا کہ گیہون خریدنے کی اجازت دی تھی تو دونون کی گواہی جائز ہوگی اگرچہ قرضہ دونون
اقسام تجارت سے علاوہ کسی قسم کی تجارت مین واقع ہوا ہو اور اگر ایک نے یون ہی گواہی دی کہ مولے نے اسکو
کپڑے خریدنے کی اجازت دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ مولی نے اسکو کپڑا خریدتے دیکھکر منع نہین کیا تو گواہی
باطل ہوگی اور اگر ایک نے یون گواہی دی کہ مولی نے اسکو اناج خریدتے دیکھکر منع نہین کیا تو دونون گواہی باطل ہوگی اور
اگر دونون نے یون گواہی دی کہ مولے نے اسکو کپڑا خریدتے دیکھکر منع نہین کیا تو خرید جائز اور وہ غلام ماذون التجارۃ
ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہے

دسوان باب غلام ماذون کی بیع فاسد اور ماذون کے غرور وطفل کے غرور کے بیان مین۔ امام ابوحنیفہ
و امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی اُسنے کوئی
باندی یا غلام یا کوئی اسباب وغیرہ بطور بیع فاسد فروخت کیا اور مشتری نے باندی یا غلام پر قبضہ کرکے آزاد کیا یا بیع
کو اُمین سے کچھ ہی ہو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو مشتری کا یہ سب تصرف جائز اور اُسپر اُس مبیع کی قیمت خواہ
اُمین سے کوئی چیز ہو واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر ماذون نے کوئی باندی یا غلام یا اسباب بطور بیع فاسد خرید کرکے دوسرے
کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی جائز ہے۔ اور اگر ماذون نے باندی یا غلام بطور بیع فاسد کے خرید کیا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر باندی
یا غلام کو کچھ حاصلات ماذون کے پاس حاصل ہوئی مثلاً غلام نے اپنے تئین کسی کو اجرت پر دیا اُسنے اُسکو مزدوری
دی یا کسی نے اُسکو کچھ ہبہ کیا اور اُسنے قبول کیا پس آیا یہ مال ماذون کو دیا جائیگا یا نہین تو فرمایا کہ اگر باندی یا غلام مین
ماذون کی ملک متقرر ہوگئی مثلاً اُسنے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا یا اُسکے پاس مرگیا اور اُسنے بایع کو قیمت تاوان دیدی
تو ایسی صورت مین یہ حاصلات ماذون کو دیدیجاویگی۔ اور اگر باندی و غلام کی ملک متقرر نہوئی باینطور کہ اُسنے بائع کو واپس
کی تو مذکور ہے کہ بائع کو یہ حاصلات بھی واپس دیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ کتاب مین یہ حکم جو مذکور ہے کہ اگر ماذون
نے بائع کو باندی و غلام واپس کی تو حاصلات بھی بائع کو واپس دیگا تو یہ امام ابو یوسف و امام محمد کے قول پر ہے ورنہ امام
اعظم رح کے نزدیک یہ حاصلات ماذون کو دیجاویگی اور وہ بائع کو واپس نہ دیگا پھر جب اصل مبیع واپس کی اور اُسکے ساتھ
حاصلات بھی واپس کی پس آیا بائع اس حاصلات کو صدقہ کر دیگا تو اگر بائع آزاد ہو تو بالاجماع اس حاصلات کو
صدقہ کر دیگا اور اگر ماذون ہو تو صدقہ نہ کریگا۔ اور جب ماذون ہونے کی صورت مین صدقہ نہ کیا تو مذکور ہے کہ اگر وہ قرضدار
ہوا اور اُسنے اُس سے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا تو قرضخواہون کو یہ مال حلال ہوگا اور اگر قرضدار نہو اور مولے نے یہ
مال لے لیا تو فرمایا کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اسکو صدقہ کر دے لیکن اگر مولی ہی بائع ہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ
صدقہ کر دے ہان اگر ماذون ہی بائع ہو تو فرمایا کہ مولی پر صدقہ کرنا مستحب ہوگا اور یہ سب جو ذکر کیا گیا ایسی صورت

مین ہی کہ غلام خرید کردہ شدہ نے خود ہی اپنے تئین اجرت پر دیا ہو یا اُسکو کچھ ہبہ کیا گیا تاکہ یہ مال اُسکی کمائی تھا اور ہو اور اگر ماذون نے اُسکو اجرت پر دیا ہو تو ہر حال مین یہ کمائی ماذون کو دیجاویگی یہ معنی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی بعوض ایک باندی کے بطور بیع فاسد کے فروخت کرکے مشتری کو دیدی اور اُسنے قبضہ کرکے عمرو کے ہاتھ فروخت کرکے اُسکو ہبہ کردی تو بیع ثانی جائز ہوگی اور اُس سے بیع اول کا نقض نہوگا حتی کہ زید کا عمرو پر ثمن واجب ہوگا اور ماذون کی زید پر مبیع کی قیمت واجب ہوگی خواہ ماذون مقروض ہوا ہو یا نہو۔ اور اگر زید نے وہ باندی ماذون ہی کے ہاتھ جس سے خریدی تھی فروخت کرکے دیدی تو اُس سے بیع اول ٹوٹ جاویگی حتی کہ زید کا ماذون پر ثمن واجب نہوگا اور زید بھی ضمان قیمت سے بری ہوجائیگا خواہ ماذون مقروض ہو یا نہو۔ اور اگر مشتری نے مولا کے ماذون کے ہاتھ فروخت کرکے دیدی ہو پس اگر ماذون مقروض نہو تو پہلی بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر مقروض ہو تو دوسری بیع جائز ہوگی حتی کہ زید کا مولے پر ثمن واجب ہوگا اور وہ ماذون کو باندی کی قیمت کی ضمان ادا کریگا۔ اور اگر مشتری نے ماذون کے مولے کے دوسرے ماذون کے ہاتھ فروخت کی ہو اور سپرد کردی ہو پس اگر دونون پر قرضہ ہو تو بیع جائز ہوگی اور پہلی بیع کا نقض نہوگا اور اگر دونون مین سے کسی ایک پر قرضہ ہو تو بھی اُس سے بیع اول نہ ٹوٹیگی اور اگر دونون پر قرضہ نہو تو جب ہی اُسنے دوسرے ماذون کو دی اُسی وقت بیع اول ٹوٹ جاویگی مگر واضح رہے کہ جسوقت مشتری نے دوسرے ماذون کو باندی سپرد کی ہو اسوقت ضمان سے بری نہوگا جب تک کہ دوسرا ماذون یہ باندی ماذون اول یا مولے کے سپرد نہ کرے اور اگر دوسرے ماذون نے ماذون اول یا مولے کو سپرد نہ کی تو مشتری ویسا ہی ضامن باقی رہیگا حتی کہ اگر ماذون ثانی کے پاس وہ باندی مرگئی تو مشتری ماذون اول کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسنے ماذون کے ہاتھ بطور بیع صحیح فروخت کی مگر اُسکے سپرد نہ کی تو ضامن باقی رہیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے ماذون کے مضارب کے ہاتھ فروخت کی تو جائز ہو۔ جیسے کہ اگر مولے کے مضارب کے ہاتھ فروخت کی تو بھی جائز ہی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو اور اگر اُسنے مولے کے بیٹے یا باپ یا مکاتب کے ہاتھ یا مولے کے ہاتھ اُسکے نابالغ بیٹے کے واسطے جو باپ کی عیال مین ہی فروخت کی تو یہ سب یکسان ہین یعنی بیع جائز ہی اور اسی طرح اگر کسی اجنبی نے مولے کو اُسکی خرید کے واسطے وکیل کیا اور مولے نے خرید دی یا اُسنے خود ماذون کو اسکی خرید کے واسطے وکیل کیا اور ماذون نے خرید دی تو یہ باندی اس بیع سے اجنبی کے واسطے ہوگی اور مشتری کا ثمن وکیل پر یعنی ماذون پر واجب ہوگا اور پھر ماذون اسکو موکل سے وصول کرلیگا اور ماذون کے مشتری پر ضمان قیمت واجب ہوگی پس اس قیمت اور ثمن مین باہم بدلا ہو جائیگا پھر غلام نے جو کچھ ثمن موکل کی طرف سے ادا کیا ہی وہ موکل سے

ف قولہ یہ مال یعنی خواہ مالک ماذون متقرر ہو جاوے یا واپس کرنا پڑے ۱۲ ف قولہ ماذون یعنی ایک صورت مین جبکہ ماذون کو وکیل کیا ہو ۱۲ منہ ف قولہ بدلا ہو جاویگا یعنی جسقدر بدلا ہو سکتا ہو پھر جسکا کچھ زائد حق رہجاویگا وہ دوسرے سے وصول کرلیگا ۱۲ منہ

واپس لیگا۔ اور اگر خود ماذون بائع نے کسی شخص کو اُسکی باندی کے خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے مشتری سے موکل کے واسطے خریدی اور قبضہ کرلیا تو اُس سے بیع اول یعنے بیع فاسد ٹوٹ جاویگی گویا ماذون نے خود ہی خرید کی ہے۔ اور اگر مولے نے کسی شخص کو اپنے واسطے خریدنے کا وکیل کیا تو یہ صورت اور مولے کے خود خرید کرنے کی صورت یکسان ہے یعنے غلام ماذون کے مقروض ہونے مین اور نہ ہونے مین حکم مختلف ہوجائیگا۔ اور اگر ماذون نے مشتری کے پاس اُس باندی کو قتل کیا تو بیع ٹوٹ گئی اسی طرح اگر ماذون نے سرراہ ایک کنوان کھودا خواہ قبل بیع کے یا بعد بیع کے اور اسمین یہی باندی گر پڑی یا گرنے سے اسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا اور مشتری نے اُس سے باندی کو منع نہ کیا یہان تک کہ اُسی فعل سے مرگئی تو اُس سے بیع اول ٹوٹ جاویگی۔ اور اگر مولے نے یہ فعل کیا ہو اور غلام مقروض نہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مقروض ہو تو مولے باندی کے واپس لینے پر ایسی حالت مین قادر نہین ہے تو اپنے فعل مین مثل اجنبی کے ہوگا اور اُسکی مددگار برادری پر مشتری کے واسطے تین سال مین باندی کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی بشرطیکہ باندی اُسی فعل سے مری ہو اور اگر اس فعل سے اسمین عیب آیا مگر کسی اور فعل سے مری تو مشتری بسبب قبضہ کرنے کے باندی کی قیمت کا ضامن ہوگا اور واپس کرنے سے معذور رہیگا مگر مولے سے نقصان عیب فی الحال مال مولے سے واپس لیگا اور اگر ایسے کنوین مین جسکو ماذون نے اپنے تجارتی مال کے مکان مین یا مولے نے اپنی ملک مین کھودا ہے گر کر مرگئی تو اُس سے بیع اول نہ ٹوٹیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے لوگون سے کہا کہ یہ میرا غلام ہے مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی ہے تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو پھر اُسپر بہت قرضہ ہوگیا پھر ایک شخص نے استحقاق ثابت کرکے اسکو لیا پس اگر مستحق نے اقرار کیا کہ مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی تھی تو غلام ماذون باقی رہیگا اور قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر اجازت سے انکار کیا تو فی الحال غلام کے رقبہ سے کچھ قرضہ متعلق نہوگا مگر چونکہ زید نے قرضخواہون کو دھوکا دیا کہ میرا غلام ہے اور تم اُس سے خرید و فروخت کرو اسوجہ سے زید پر واجب ہوگا کہ قرضخواہون کو قرضہ و قیمت مین سے جو کم مقدار ہو تاوان ادا کرے اور اگر اس مسئلہ مین زید نے یہ لفظ نہ کہا ہو کہ یہ میرا غلام ہے یا نہ کہا کہ تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو تو انکے واسطے ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے انکو دھوکا نہین دیا ہکذا فی شرح الطحاوی۔ اور دھوکے کا حکم جاری ہونے کے حق مین کچھ فرق نہین اسمین کہ جسنے یہ کلام سُنا ہے اور جسنے نہین سُنا و تجارت کی ہے یعنے سامع و غیر سامع کے واسطے دھوکے کی وجہ سے ضامن ہونے مین کچھ فرق نہین ہے دونون کے واسطے ضامن ہوگا بشرطیکہ زید نے عامہ اہل بازار کے سامنے یہ لفظ کہا ہو۔ اور اگر زید نے جب اہل بازار پاس آیا تو اُنسے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اُس سے کپڑے کی تجارت کرو کہ مین نے اسکو کپڑے کی تجارت کی اجازت دی ہے پھر اہل بازار نے اُس سے کپڑے کے سوا اور چیزون کی خرید فروخت کی تھی پھر معلوم ہوا کہ یہ غلام نہین ہے آزاد ہے یا اُسکا مستحق عمرو ہے تو جسنے سوائے کپڑے کے دوسری چیز کی خرید فروخت کی ہے اور اُسکا اس غلام تاجر پر قرضہ ہے وہ زید سے قرضہ و قیمت سے کم مقدار کی ضمان لیوے اور زید کا یہ

قوله اور مشتری الخ ... [illegible] ... باندی ... کنوان کھودا ... مشتری ... واقع۔

کلام کہ مین نے کپڑے کی تجارت کی اجازت دی ہے لغو[1] قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر اپنے غلام کو تجارت کیواسطے اجازت دی مگر اُسکے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت کسی کو نہین دی پھر مولے نے کسی شخص خاص یا کسی قوم خاص کو اُسکے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت دی پس اُن لوگون نے اور ایک دوسری قوم نے اُسکے ساتھ معاملہ کیا اور مولے کے حکم پر کارروائی ہوئی پھر اُسپر قرضہ چڑھ گیا پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا یا مدبر نکلا تو جن لوگون نے مولے کے حکم کے موافق اُس سے معاملہ کیا ہے اُنکے واسطے مولی پر بقدر اُنکے حصہ قرض اور قیمت سے جو کم ہو اُسکی ضمان واجب ہوگی اور دوسرون کے واسطے کچھ ضمان واجب نہوگی - اور اگر اُسنے کسی خاص قوم کو اُسکے ساتھ کپڑے کی تجارت مین معاملہ کی اجازت دی ہو اور اُنھون نے سواے کپڑے کے دوسری قسم کی تجارت مین بھی اُس سے معاملہ کیا تو کچھ فرق نہوگا بلکہ اُنکے واسطے مولی پر یعنے جسنے اُنکو دھوکا دیا ہے اُسپر ضمان واجب ہوگی - اور اگر زید اُسکو اہل بازار کے پاس لایا اور کہا کہ تم لوگ اُس سے معاملہ خرید فروخت کیا کرو اور نہ کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور اہل بازار نے اُس سے خرید فروخت کی اور اُسپر قرضہ ہو گیا پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا یا آزاد نکلا یا مدبر نکلا تو زید پر کچھ واجب نہوگا اور اگر اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے مبایعت کرو پھر اُسکو مدبر کر دیا پھر اُسپر قرضہ ہو گیا تو زید اُنکے واسطے کچھ ضامن نہوگا مگر غلام قرضہ کے واسطے سعایت کریگا - اسی طرح اگر بعد اجازت کے اُسکو آزاد کر دیا پھر اُسپر قرضہ ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد اجازت کے اُسکو فروخت کیا پھر اہل بازار نے اُس سے مبایعت کی اور وہ اُنکا قرضدار ہو گیا تو زید پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایک شخص اُسکو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے مبایعت کرو کہ مین نے اُسکو تجارت کی اجازت دی ہے پس اُنھون نے مبایعت کی پھر وہ غلام استحقاق مین لیا گیا یا آزاد نکلا اور جس شخص نے اہل بازار کو اُسکے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ غلام ماذون یا مکاتب یا نابالغ ماذون التجارت نکلا تو حکم کرنے والے پر اہل بازار کی کچھ ضمان[2] واجب نہوگی خواہ وہ لوگ جنھون نے اُس سے مبایعت کی ہے حکم دہندہ کے حال سے واقف ہون یا نہون - اور اگر حکم دہندہ مکاتب ہو اور وہ ایک باندی بازار مین لایا اور کہا کہ یہ میری باندی ہے اسکو مین نے تجارت کی اجازت دی ہے تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو پھر اسپر قرضہ ہو گیا پھر معلوم ہوا کہ قبل اجازت کے اس باندی کے مکاتب سے کتابت مین بچہ پیدا ہو چکا ہے تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ مکاتب سے اس ام ولد کی قیمت بحساب[3] باندی کے اور اپنے قرضہ سے جو مقدار دونون مین سے کم ہو اسقدر ضمان لین یہ مبسوط مین ہے اگر زید نے اہل بازار سے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو کہ مین نے اسکو تجارت کی اجازت

---

[1] قوله لغو یعنے خصوصیت لغو قرار دیجائیگی یعنی اس اجازت مین کپڑے کی خصوصیت لغو ہوگی اور غلام تمام تجارت کے واسطے ماذون ہو جاویگا اور یہ مراد نہین ہے کہ یہ کلام سب لغو ہو گا کیونکہ یہی کلام منشا باذن ہے لغو کیونکر ہو سکتا ہے فتامل ۱۲ [2] ضمان یعنے قیمت و قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا ۱۲ [3] قوله بحساب باندی کے یعنے اب وہ ام ولد ہو گئی ہے اور پہلے بھی تھی مگر چونکہ اُسنے باندی کہکر دھوکا دیا اس سے باندی قرار دیکر اسکی قیمت لگا کر دیکھین کہ مثلاً سو درم ہے اور قرض ڈیڑھ سو درم ہے پس دونون مین سے کم مقدار کی ضمان لینگے ۱۲

دی ہو اور اُنھون نے مبایعت کی پھر اسپر قرضہ ہو گیا پھر اُس غلام کو عمرو نے باثبات استحقاق خود لے لیا اور حال
یہ تھا کہ زید کے قبضہ مین آنے سے پہلے عمرو اس غلام کو تجارت کی اجازت دیچکا تھا تو غلام اس قرضہ مین فروخت
کیا جائیگا لیکن اگر عمرو اُسکے عوض فدیہ دیدے تو فروخت نہو گا اور زید پر جسنے بازاریون کو مبایعت کا حکم دیا ہی
کچھ ضمان لازم نہوگی اور اگر یہ معلوم ہوا کہ یہ غلام عمرو کا مدبر ماذون التجارۃ تھا تو قرضخواہون کو اختیار ہو گا کہ
زید سے اُسکی قیمت بحساب قن یعنی محض مملوک ہونے کے اعتبار سے اور قرضہ مین سے جو کم ہو اُسقدر ضمان لین یہ
محیط مین ہی۔ اور اگر عمرو کا غلام مجہور ہو اُسکو زید اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہی تم لوگ اس سے مبایعت
کرو پھر مولے نے اسکو تجارت کی اجازت دیدی پھر اسکے بعد اُسپر قرضہ چڑھگیا تو زید پر اس معاملہ مین کچھ ضمان
واجب نہوگی۔ اور اگر عمرو کی اجازت دینے سے پہلے اُسپر ہزار درم قرض ہوگئے پھر عمرو کے اجازت دینے کے بعد
اُسپر ہزار درم قرض ہوگئے تو قرضخواہون کے زید پر پہلے قرضہ یعنے ہزار درم قرضہ قبل اجازت مین سے اور غلام
کی نصف قیمت مین سے کم مقدار کی ضمان واجب ہوگی اور اگر زید ایک غلام کو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ
عمرو کا غلام ہو اُسنے مجھے وکیل کیا ہی کہ مین اُسکو تجارت کی اجازت دیدون اور تم لوگون کو اُسکے ساتھ معاملہ
کرنے کا حکم دون اور مین نے اُسکو تجارت کی اجازت دیدی پس تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پس اُنھون نے معاملہ
کیا اور غلام پر خرید فروخت مین قرضہ چڑھگیا پھر عمرو آیا اور اُسنے توکیل سے انکار کیا تو وکیل یعنے زید قرضخواہون
کے واسطے قیمت اور قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہو گا اور اگر وہ غلام خالد نے استحقاق مین لے لیا اور
اپنے مولے کا مدبر نکلا یا محض آزاد تھا تو بھی وکیل ضامن ہوگا اور جسقدر ماذون ادا کریگا اسقدر موکل یعنے عمرو سے
واپس لیگا بشرطیکہ عمرو توکیل کا اقرار کرے اور اگر انکار کیا تو کچھ واپس نہین لے سکتا ہی لیکن اگر وکالت کو
گواہون سے ثابت کرے تو لے سکتا ہی۔ اور اگر زید نے کہا کہ یہ میرے بیٹے نابالغ کا جو میرے عیال مین ہی غلام ہی
تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پھر وہ غلام استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا یا محض آزاد نکلا تو زید غلام کی قیمت
اور قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور باپ و دادا اسکے وصی کا بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر مان یا بھائی وغیرہ
ایسے قرابت کے لوگون نے یہ فعل کیا تو وصی کا شمار نہوگا اور نہ ان لوگون پر ضمان واجب ہوگی یہ مبسوط مین
ہی۔ اگر ایک شخص ایک لڑکے کو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی مین نے اسکو تجارت کی اجازت
دی ہی تم لوگ اُس سے مبایعت کرو اور یہ وہ نابالغ خرید فروخت کو سمجھتا ہی پس اُن لوگون نے اس سے معاملہ
کیا اور اُسپر قرضہ ہو گیا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور اس مستحق نے اُسکو تجارت کی اجازت نہین
دی تھی تو نابالغ پر فی الحال یا بعد بلوغ کے کبھی کچھ لازم نہوگا لیکن قرضخواہ لوگ اُس شخص سے جسنے اُن لوگون
کو اُس سے مبایعت کرنے کا حکم کیا تھا اپنا قرضہ پھیر لینگے بخلاف غلام مجہور کے کہ ایسی صورت مین غلام
مجہور بعد آزادی کے ماخوذ ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر زید ایک غلام کو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہی
اور مدبر ہی تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پس اُن لوگون نے اُس سے مبایعت کی اور وہ قرضدار ہو گیا پھر عمرو نے

[illegible]

گواہ دیئے کہ یہ میرا مدبر ہے تو جب تک مدبر آزاد نہ ہو جاوے تب تک اُسکے ذمہ سے قرضہ کا مطالبہ باطل ہوگا اور زید پر اُسکے رقبہ کی قیمت یا کمائی کی ضمان واجب نہو گی- اور اگر وہ مدبر عمرو کے پاس مقتول ہوا تو زید مدبر ہونے کے حساب سے اُسکی قیمت قرضخواہوں کو تاوان دیگا- اور اگر ایک باندی کو اہل بازار کے پاس لایا اور کہا کہ یہ میری باندی ہے تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پھر اُسپر اسقدر قرضہ چڑھ گیا جو اُسکے رقبہ کو محیط ہے پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور پھر عمرو نے استحقاق ثابت کرکے باندی مع بچہ کے لے لی تو زید اُسکی اور اُسکے بچہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر یہ حال ہو کہ جسدن لوگوں کو اُس سے مبایعت کا حکم کیا ہے اُسدن باندی کی قیمت بوقت استحقاق کی نسبت زیادہ یا کم ہو تو زید اُسیدن کی قیمت کا ضامن ہوگا جسدن استحقاق میں لیگئی ہے- اور اگر زید نے اسی امر کے گواہ پیش کیے کہ عمرو نے دھوکا دینے سے پہلے یا دھوکا دینے کے بعد باندی کے قرضدار ہونے سے پہلے عمرو اسکو تجارت کی اجازت دے چکا ہے تو زید ضمان سے بری ہو جائیگا کذا فی المبسوط-

گیارھواں باب ماذون یا ماذون کے غلام کی جنایت کرنے یا اُسپر کسی شخص کی جنایت کرنے کے بیان میں اگر ماذون نے کسی شخص آزاد یا مملوک پر خطا سے جنایت کی یعنے قتل کیا اور اُسپر قرضہ ہے تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا قبول کیا تو ماذون جرم جنایت سے بری ہو گیا پس اُسپر قرضخواہوں کا حق باقی رہ گیا سو اُسکے قرضہ میں فروخت کیا جائیگا- اور اگر اُسنے ماذون[1] کو دیدیا تو قرضخواہ لوگ اولیاء جنایت کے پاس ماذون کے دامنگیر ہو کر اُسکو اپنے قرضہ میں فروخت کرا دینگے لیکن اگر اولیاء مقتول اس ماذون قاتل کا فدیہ ادا کر دیں تو ایسا ہوگا یہ مبسوط میں ہے پھر جب وہ غلام قرضخواہوں کیواسطے اولیاء جنایت کے پاس فروخت کیا گیا تو اولیاء مقتول کو اسکے پورا ہونے سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہوگا بخلاف اسکے اگر قرضہ چڑھ جانے سے پہلے ماذون سے جنایت صادر ہوئی اور مولی نے ماذون کو اولیاء جنایت کے حوالہ کیا اور وہ قرضخواہوں کے قرضہ میں فروخت کیا گیا پس اس صورت میں اولیاء مقتول کو اختیار ہوگا کہ مولی سے ماذون کی قیمت واپس لیں یہ محیط میں ہے اور اگر ماذون کے غلاموں میں سے کسی غلام نے جنایت کی اور کسی آزاد یا غلام کو خطا سے قتل کیا تو اسکو دینے یا اسکا فدیہ دینے کیواسطے ماذون سے کہا جائیگا نہ مولا سے ماذون سے یہ مغنی میں ہے- اور اگر ماذون کے پاس تجارت کی باندی ہو اور اُسنے کسی کو خطا سے قتل کیا تو ماذون کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے خواہ ماذون مقروض ہو یا نہو پس اگر باندی کا جرم یہ ہو کہ اُسنے کسی نفس کو مار ڈالا اور باندی کی قیمت ہزار درم ہو اور ماذون نے دس ہزار درم فدیہ میں دیے تو امام اعظم رح کے قیاس پر جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر باندی نے عمداً قتل کیا اور اُسپر قصاص واجب ہوا پھر ماذون نے اُس سے ولی مقتول سے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر خود ماذون قاتل ہو اور اُسنے اپنی جان سے صلح کر لی خواہ اُسپر قرضہ ہو یا نہیں ہو تو صلح جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے- اور جب قاضی نے ماذون کا

[1] ماذون یعنی قاتل غلام ماذون کو اسکے مولے نے مقتول کے اولیاء کے حوالہ کیا مقتول کے والی وہ لوگ ہیں جو اُسکے خون کے دعویدار ہوں اور انھیں کو اولیائے مقتول کہتے ہیں اور واضح ہو کہ غلام جب خطا سے قاتل ہو تو حکم یہ ہے کہ خون کے دعویداروں کو یا تو یہی مجرم غلام قرار دیا جاوے یا اُسکا فدیہ یعنے اُسکی قیمت خواہ پوری یا جسقدر پر باہمی رضامندی ہو دیدی جاوے ۱۲-

اپنی ذات کے واسطے صلح کر لینا باطل کر دیا تو ولی مقتول کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ ماذون کو قتل کرا دے یا اُس سے
بدل الصلح میں سے کچھ لیوے تاوقتیکہ وہ آزاد نہ ہو جاوے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون نے عمداً کسی کو قتل کیا
اور اُسپر قرضہ ہے پس مولے نے والیان مقتول سے اس طور پر صلح کی کہ اسکے حق میں غلام اُنکو دیدے تو جائز
نہیں ہے اور اُن لوگوں کو اُسکا قتل کرنا اپنے قصاص میں جائز نہ رہیگا اور قصاص ساقط ہو گیا اور یہ غلام
قرضہ میں فروخت کیا جائیگا اور قرضخواہوں کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ بچ رہا تو والیان مقتول کو دیا
جائیگا ورنہ اُنکو کچھ نہیں ملیگا یہ مغنی میں ہے۔ اگر ماذون کے پاس اُسکی تجارت کا کوئی مکان ہو اور اس میں
ایک شخص مقتول پایا گیا اور ماذون مقروض ہے یا نہیں ہے تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اُسکی دیت
مولی کی مددگار برادری پر ہوگی۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر غلام پر قرضہ محیط نہ ہو تو یہی حکم ہے اور اگر قرضہ
محیط ہو تو قیاساً مولی کی مددگار برادری پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اُس سے یوں کہا جائیگا کہ یا غلام کو دیدے
یا اُسکا فدیہ دے مگر امام اعظم رح نے استحساناً دیت مولی کی مددگار برادری پر ڈالی ہے۔ اسیطرح اگر اس گھر کی کوئی
دیوار جھکی ہوئی ہو اور ماذون پر گواہ کر دیے گئے کہ اُسے توڑ دے مگر اُسنے اُس دیوار کو نہیں گروایا یہانتک کہ وہ خود ایک شخص پر
گر پڑی اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ صورت بمنزلہ صورت
اولے کے ہے کہ اس گھر میں کوئی شخص مقتول پایا گیا۔ اور اس مسئلہ میں امام اعظم رح کا قول مذکور نہیں ہے
اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک جواب الاستحسان یہی حکم ہے۔ اور یہی حکم بالاتفاق ایسی صورت کا
حکم ہے کہ یہ دیوار کسی جانور پر گر پڑی اور وہ مر گیا کہ اس صورت میں جانور کی قیمت ماذون کی گردن پر ہوگی
کہ اُسکے واسطے یا تو غلام فروخت کیا جائیگا یا مولے اُسکا فدیہ دیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ہمارے علماء ثلثہ یعنی امام
اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ماذون پر قرضہ ہو اور اُسنے جنایت کی اور مولے نے اُسکو
قرضخواہوں کے ہاتھ اُنکے قرضہ میں فروخت کیا پس اگر اُسکو جنایت کا حال معلوم تھا تو اس فعل سے فدیہ دینے کو
اختیار کرنے والا قرار دیا جائیگا اور اگر جنایت کو نہیں جانتا تھا تو اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی لیکن اگر دیت
قیمت سے کم ہو تو یہ حکم نہ ہوگا۔ فرمایا کہ اگر مولے نے ماذون کو قرضخواہوں کے ہاتھ فروخت نہ کیا یہانتک کہ اولیاء
جنایت اُسکے پاس آئے اور مولے نے بلا حکم قاضی وہ غلام اُنکو دیدیا تو قیاساً یہ حکم ہے کہ قرضخواہوں کے واسطے
قیمت کا ضامن ہو مگر استحساناً کچھ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اُسپر واجب تھا کہ اُسکو دیدے پس اگر ٹھہرا تو قرضخواہوں
کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اُسکو اپنے قرضہ میں فروخت کرا دیں لیکن اگر اولیاے جنایت اُسکا فدیہ ادا کریں تو ایسا
نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قرضخواہ لوگ حاضر ہوئے

ف ساقط ہو گیا کیونکہ وہ لوگ خون معاف کر کے مال صلح لینے پر راضی ہوئے تو خون کا قصاص ساقط ہو گیا اگرچہ صلح
کی صورت ناجائز تھی ۱۲ ۔ سه قرار دیا الخ کیونکہ اسپر یہ غلام دینا یا اُسکا فدیہ دینا لازم تھا تو جب اُسنے غلام روک لیا تو دلیل
ہے کہ فدیہ دینا منظور ہے کیونکہ حق خون مقدم ہے ۱۲

اور ماذون کے قرضہ کیواسطے فروخت کی درخواست کی اور وہ اپنے مولے کے پاس موجود ہے اور اسنے ہنوز جنایت
میں نہیں دیا ہے اور اصحاب جنایت اپنے حق طلب کرنے کیواسطے حاضر نہیں ہوے اور مولی اور قرضخواہوں نے
جنایت کا اقرار کرلیا ہے اور قاضی کو بھی خبر کردی ہے تو جبتک اصحاب جنایت حاضر نہوں تب تک قاضی اسکو قرضخواہوں
کیواسطے نہ فروخت کریگا بلکہ اصحاب جنایت کی حاضری پر اسکو دیگا اگر مولے اسکا فدیہ اگر ادا کردے تو ایسا نہ کریگا
پھر اسکے بعد قرضخواہوں کیواسطے فروخت کیا جائیگا تاکہ وہ لوگ اپنا قرضہ پورا وصول کرین اور اگر اصحاب جنایت
کی غیبت مین قاضی کی راے مین آیا کہ ماذون کو قرضخواہوں کیواسطے انکے قرضہ مین فروخت کرے تو بیع جائز ہوگی اور اصحاب
جنایت کا مولی یا غلام پر کچھ نہوگا اور انکی جنایت باطل ہوگئی یہ مبسوط مین ہے اور اگر قاضی نے اسکو قرضخواہوں کے ہاتھ یا
غیر کے ہاتھ قرضہ سے زیادہ داموں کو فروخت کیا تو اسمین سے قرضخواہونکو انکا قرضہ دیا جائیگا پھر اسمین سے کچھ بچا
وہ بقدر جرمانہ جنایت کے اصحاب جنایت کو دیا جائیگا اگرچہ جنایت کا جرمانہ غلام کی قیمت سے زیادہ ہو پھر اگر جرمانہ جنایت کیکر
کچھ باقی رہا تو وہ مولی کو دیا جائیگا بخلاف اسکے اگر مولی نے خود بدون حکم قاضی کے غلام کی قیمت سے زیادہ داموں کو
فروخت کیا اور وہ جنایت والقرض تھا مثلاً اُسنے پانچہزار درم کو غلام فروخت کیا حالانکہ اسکی قیمت ہزار درم تھی اور
قرضہ کے ہزار درم تھے پھر جب قرضہ کے ہزار درم دیدیے گئے اور مولی کے پاس چار ہزار درم رہے تو اسمین سے اصحاب
جنایت کو غلام کی قیمت کے برابر یعنے ہزار درم دیدیے جاوینگے اگرچہ جنایت کا جرمانہ ہزار درم سے زیادہ ہو پس باقی
تین ہزار درم مولی کو ملینگے۔ اور بخلاف اسکے اگر ولی جنایت حاضر ہوا اور مولی نے وہ غلام ولی جنایت کو دیدیا پھر
قاضی نے دیدینے کے بعد ولی جنایت کے پاس سے قرضخواہوں کے قرضہ مین فروخت کیا اور اسکا ثمن قرضہ سے
زیادہ ادا کیا پس اسمین سے قرضہ ادا کیا گیا تو باقی سب اولیاے جنایت کو دیا جائیگا اگرچہ جرمانہ جنایت سے زیادہ
باقی رہا ہو اور مولی کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہے۔ امام اعظم و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر
غلام ماذون کو کسی شخص نے عمداً قتل کیا تو قاتل پر مولے کے واسطے قصاص واجب ہوگا اور قرضخواہونکا کچھ حق واجب
نہوگا خواہ غلام مقروض ہو یا نہو پس اگر قاتل نے قصاص سے کچھ درم یا دینار یا عروض قلیل یا کثیر دیکر صلح کی تو صلح
جائز ہے پس اسمین سے قرضخواہ لوگ اپنا قرضہ پورا وصول کرینگے اور قصاص منقلب بمال ہوگیا اور مال سے قرضخواہوں
کا حق متعلق ہوگیا پس اگر بدل صلح مین درم یا دینار ٹھہرے تو انہین سے وہ لوگ اپنا قرضہ لینگے کیونکہ یہ انکے حق کی جنس ہے
اور اگر بدل الصلح مین عروض یا غلام ہو تو انکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولے اسکا فدیہ بعوض قرضہ کے ادا کردے
تو ایسا نہوگا اور یہ سب اُسوقت ہے کہ ماذون کو عمداً قتل کیا ہو اور وہ قرضدار ہو یا نہو۔ اور اگر ماذون کو نہین بلکہ اسکی کمائی
کے کسی غلام کو قتل کیا ہو پس اگر ماذون پر قرضہ نہو تو مولے کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے مگر ماذون کو استیفاء

سلہ جرمانہ جنایت مثلاً ہزار درم ہو اور بعد باقی رہا وہ چار ہزار درم ہو ۱۲ سلہ منقلب یعنے قصاص کا حق بدل کر مال ہوگیا پس یہی مال
ملیگا گویا وہ اور مثل اسکے لیکن درم و دینار مین حق کہ اگر غلام کا ثمن کچھ متاع واسباب یا لونڈی غلام ہو تو اولیاے خون کے
واسطے یہ چیزین فروخت کیا دین ۱۲

قصاص کا اختیار نہوگا کذا فی المغنی۔ پس اگر ماذون نے قاتل کے ساتھ کچھ مال پر صلح کی تو ظاہر الروایت میں امام محمدؒ
نے اُسکے جواز یا عدم جواز کو نہیں ذکر فرمایا ہے مگر فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ یہ مسئلہ
دو روایتوں پر ہونا چاہیے یعنے مسئلہ وصی پر قیاس کیا جاوے کہ اگر اُسنے ایسے قصاص سے جو یتیم کے واسطے
قاتل پر واجب ہوا تھا صلح کر لی تو ایک روایت میں ہے کہ وصی کی صلح جائز نہیں ہے پس اس روایت پر قیاس کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ ماذون کی صلح ناجائز ہوگی اور دوسری روایت میں ہے کہ وصی کی صلح جائز ہوگی پس اس روایت پر
قیاس کرنے سے معلوم ہوا کہ ماذون کی صلح بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے لیکن اگر ماذون پر قرضہ ہو خواہ تھوڑا ہو یا بہت
تو مولی یا قرضخواہوں یا ماذون کو قصاص کا استحقاق نہوگا علیحدہ علیحدہ نہ علی الاجتماع[1] کذا فی المغنی اور قاتل پر
واجب ہوگا کہ اپنے مال سے تین برس میں مقتول کی قیمت ادا کرے لیکن اگر قیمت دس ہزار تک پہونچ جاوے
تو اُس میں سے دس درم کم کر دیے جاوینگے اور یہ سب ماذون کے قرضخواہوں کو ملینگے یہ مبسوط میں ہے اور امام ابو یوسفؒ
اور امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اگر زید کے غلام نے جنایت کر کے عمرو کو خطا سے قتل کیا پھر زید نے اُسکو تجارت کی اجازت
دیدی خواہ زید کو اُسکی جنایت کا حال معلوم ہو یا نہیں ہے پھر ماذون نے اسکے بعد خرید فروخت کی اور اُسپر
قرضہ چڑھ گیا تو یہ فعل زید کا فدیہ کا اختیار کرنا شمار نہوگا اور زید سے اسکے بعد کہا جائیگا کہ یا تو غلام کو دیدے
یا اُسکا فدیہ دے پس اگر زید نے اولیاے جنایت کو جرمانہ ادا کیا تو ماذون اپنے قرضخواہوں کے واسطے فروخت
کیا جائیگا اور کسی کو مولے سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی۔ اور اگر زید نے جرمانہ نہ دیا بلکہ اولیاے جنایت کو غلام
دیدیا تو قرضخواہوں کو اختیار ہوگا کہ غلام کا پیچھا کریں اور اپنے قرضہ میں فروخت کرا دیں لیکن اگر اصحاب جنایت
قرضخواہوں کو اُنکا قرضہ ادا کر دیں تو ایسا نہوگا پھر اگر انھوں نے غلام کا قرضہ ادا کر دیا یا نہ ادا کیا اور غلام اُنکے
قرضہ میں فروخت کیا گیا تو اُنکو اختیار ہوگا کہ زید سے غلام کی قیمت اور قرضہ سے کم مقدار واپس لیویں بخلاف
اسکے اگر مولی نے ماذون سے کوئی ایسی خدمت لی جس سے وہ مر گیا تو اس صورت میں اولیاے جنایت کیواسطے
مولے کچھ ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر بعد جنایت کے مولے نے اُسکو خرید فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو یہ سکوت
بمنزلہ صریح اجازت تجارت کے قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے فرمایا کہ اگر مولے نے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور
اُسکی قیمت ہزار درم ہے پھر اُسپر ہزار درم قرضہ ہو گئے پھر اُسنے جنایت کی تو مولے اُس غلام کو اولیاے جنایت کو دیسکتا
ہے پس اگر اُسنے دیدیا اور وہاں سے قرضخواہوں نے اپنے قرضہ میں فروخت کرا دیا تو اولیاے جنایت کو اختیار
نہوگا کہ مولے سے غلام کی قیمت واپس لیویں بخلاف اسکے اگر جنایت قرضہ سے پہلے واقع ہوئی ہو تو ایسی صورت
میں غلام کی قیمت مولے سے لے سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جنایت سے پہلے ماذون پر ہزار درم قرضہ ہو گئے
ہوں پھر جنایت کے بعد ہزار درم قرضہ ہو گئے اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے پھر مولے نے اُسکو جنایت میں دیدیا
تو غلام دونوں قرضوں کے واسطے فروخت کیا جائیگا پس اگر فروخت کیا گیا یا اولیاے جنایت نے دونوں قرضہ

[1] علی الاجتماع یعنے سب لوگ قصاص کے مستحق ہوں یا علیحدہ علیحدہ کسی صورت میں قصاص نہیں ہوتا

اور اگر دیدے تو اولیائے جنایت مولے سے غلام کی نصف قیمت یعنی پچاس قرضہ کے حساب سے جو حصہ ہوتا ہے لے لینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ماذون یا مجور نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولے نے اُسپر قرضہ کا اقرار کیا تو یہ اقرار دیون قرار دیا جائیگا کہ اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اگرچہ وقت اقرار کے جنایت سے آگاہ ہو بلکہ مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام قرضخواہوں کے قرضہ میں فروخت کیا جائیگا اور کسی کو مولے سے مطالبہ کا کچھ استحقاق باقی نہ رہیگا۔ اور اگر فدیہ نہ دیا بلکہ غلام اولیائے جنایت کو دیدیا تو قرضخواہ لوگ اُسکو اپنے قرضہ میں فروخت کرا دینگے لیکن اگر اولیائے جنایت اُسکا فدیہ دیدین تو ایسا نہ ہوگا کذا فی المغنی پھر ولی جنایت مولے سے اُسکی قیمت لے لیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مولی نے اُسپر کسی شخص کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا پھر دوسرے شخص کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اگر اول اولیائے جنایت نے مولے کے دوسرے اقرار جنایت کی تکذیب کی تو مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو دونوں جنایتوں کے والیوں کو غلام دیدے یا دونوں کا فدیہ ادا کرے پس اگر اُسنے دونوں کو غلام دیدیا تو اول اولیائے جنایت مولے سے غلام کی نصف قیمت لے لینگے اور اس مسئلہ میں اور ایک دوسرے مسئلہ میں فرق ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام پر معروف قرضہ یا مولے کے اقرار سے ثابت ہوا ہو کہ اُسکے تمام رقبہ کو محیط ہو پھر مولے نے اسپر جنایت کا یا دوسرے قرضہ کا اقرار کیا تو مولی کا اقرار صحیح نہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ماذون نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اسپر قرضہ ہے پھر مولے نے جنایت سے غلام کے دینے پر اولیائے جنایت سے صلح کی تو یہ صلح قرضخواہوں کے حق میں نافذ نہوگی مگر ولی جنایت کو اس صلح کے بعد یہ اختیار نہ رہیگا کہ غلام کو قصاص میں قتل کرا دے پھر وہ غلام اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پس اگر بعد ادائے قرضہ کے اُسکے ثمن میں سے کچھ باقی رہا تو اولیائے جنایت کو ملیگا اور اگر کچھ نہ بچا تو صاحب جنایت کا مولے پر یا غلام پر اُسکی حالت رقیت میں یا بعد عتق کے کچھ حق واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اصحاب قصاص نے صلح نہ کی مگر ایک ولی نے خون عفو کیا تو مولے آدھا[۱] غلام دوسرے کو دیدیگا یا اُسکا فدیہ دیگا پھر پورا غلام قرضہ میں فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر غلام نے اقرار کیا کہ میں نے فلان شخص[۲] کو عمداً قتل کیا ہے اور اُسپر قرضہ ہے تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی خواہ مولے تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور اگر اولیائے جنایت میں سے ایک شخص نے عفو کیا تو پورا خون معاف ہوجائیگا یعنی قصاص نہ لیا جائیگا پس غلام قرضہ میں فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولی پورا قرضہ ادا کردے تو ایسا نہ ہوگا پس اگر مولے نے فدیہ دیدیا اور جنایت میں غلام کے قول کی تصدیق کی تو اُس سے کہا جائیگا کہ آدھا غلام اُس ولی کو دیدے جسنے خون معاف نہیں کیا ہے اور اگر مولے نے اقرار جنایت کی تکذیب کی ہو تو پورا غلام مولے کا ہوگا دریں حالیکہ اُسنے قرضہ فدیہ میں ادا کردیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر غلام ماذون نے کسی شخص کو قتل کیا اور اسپر قرضہ ہے پس اگر قرضخواہ لوگ اور مقتول کے وارث دونوں حاضر ہوئے

[۱] آدھا یہ اس صورت میں کہ قصاص کے مستحق دو شخص ہوں ۱۲ [۲] قولہ فلان شخص اقول اصل میں ہے کہ ایک مرد کو قتل کیا اور مترجم نے اُسکے واسطے معین کردیا کہ مجہول نکرہ کے اقرار قتل سے حکم متعلق نہیں ہے پس مراد شخص معین ہے ۱۲ منہ

تو قاضی اس غلام کو مقتول کے وارثوں کو دیدیگا پھر وارثوں سے قرضخواہ لوگ اُسکا بیچا کرکے اپنے قرضہ میں فروخت
کرا دینگے اور ثمن اُن کو ملیگا اُس سے بقدر قرضہ کے لے لینگے پھر جو باقی رہا وہ مقتول کے وارثوں کو ملیگا یہ حکم اُس وقت ہے کہ دونوں
فریق حاضر ہوے ہوں۔ اور اگر پہلے مقتول کے وارث حاضر ہوے تو بھی یہی حکم ہے کہ غلام اُنکو دیدیگا اور قرضخواہوں کے
حاضر ہونے کا انتظار نہ کریگا۔ اور اگر قرضخواہ لوگ پہلے حاضر ہوے پس اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ اُسپر جنایت ہے تو اُسکے
قرضہ میں اسکو فروخت نہ کریگا اور اگر معلوم نہ ہوا اور قاضی نے فروخت کر دیا تو وارثان مقتول کا حق باطل ہو گیا
اور مولیٰ کچھ ضامن نہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر ماذون اپنے مولیٰ کے گھر میں مقتول پایا گیا اور اُسپر قرضہ
نہیں ہے تو اُسکا خون ہدر ہے یعنی باطل ہے اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو فی الحال مولیٰ کے مال سے اُسکی قیمت اور قرضہ
سے جو کم مقدار ہو لے لیجاویگی جیسا کہ مولیٰ کے خود قتل کرنیکی صورت میں حکم ہے۔ اور اگر ماذون کے تجارتی
غلاموں میں سے کوئی غلام مولیٰ کے احاطہ میں مقتول پایا گیا اور ماذون مقروض نہیں ہے تو اُسکا خون ہدر ہوگا و
اگر ماذون پر قرضہ ہو کہ اسکی قیمت اور کمائی کو محیط ہو تو مولیٰ پر اُس مقتول کی قیمت مولیٰ کے مال سے تین برس میں
ادا کرنی واجب ہوگی یہ قیاس قول امام اعظمؒ ہے اور صاحبین کے نزدیک فی الحال اسکی قیمت واجب ہوگی اور
اگر قرضہ اس سب کو محیط نہو تو بالاجماع مولیٰ پر فی الحال اُسکی قیمت واجب ہوگی جیسا کہ مولیٰ کے خود قتل کرنیکی
صورت میں حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ کافر دشمنوں نے ماذون کو قید کرکے اپنے احراز میں کر لیا یعنی اپنے ملک میں
محفوظ کر لیا پھر مسلمان لوگ انپر غالب ہوئے اور غلام کے مولیٰ نے اپنا غلام لے لیا حالانکہ غلام پر پہلی جنایت یا
قرضہ ہے تو دونوں عود کر آئینگے اسی طرح اگر اسکو کسی شخص نے خرید لیا اور مولیٰ نے دام دیکر لے لیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر
مولیٰ نے بے دام دیئے لے لیا ہو تو قرضہ عود کریگا جنایت عود نہ کریگی اور جب قرضہ میں وہ غلام فروخت کیا جاوے تو قرضخواہ
کو جسقدر قیمت میں وہ غلام پڑا تھا اسکو بیت المال سے عوض دیا جائیگا جیسا کہ غلام کے مدبر یا مکاتب ہونے کی
صورت میں یہی حکم ہے اور بعض نے فرمایا کہ عوض نہ دیا جائیگا جیسا کہ مقروض غلام جنایت میں دیا گیا پھر وہ قرضہ میں
فروخت ہوا تو عوض نہیں دیا جاتا ہے اور اگر دشمن کافر مسلمان ہو گئے تو یہ غلام انہیں کا ہوگا اور جنایت باطل
ہو جائیگی قرضہ باطل نہوگا اسی طرح اگر کافر حربی غلام کو ہمارے ملک میں امان لیکر لایا تو بھی قرضہ عود کریگا اور مولیٰ کو
اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر حربی کافر سے اُسکے مولیٰ نے خرید لیا تو قرضہ عود کریگا نہ جنایت یہ مبسوط میں ہے۔ اور
اگر ماذون کے دار میں اُسکا مولیٰ مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت اُسکی مددگار برادری پر تین برس میں واجب ہوگی کہ اُسکے
وارثوں کو ادا کرینگے یہ قیاس قول امام اعظمؒ ہے اور صاحبین کے نزدیک اُسکا خون ہدر ہوگا۔ اور اگر غلام ماذون
کے تجارتی گھر میں مقتول پایا گیا اور اُسپر قرضہ نہیں ہے تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو مولیٰ پر اُسکی
قیمت اور قرضہ میں سے کم مقدار ادا کرنی واجب ہوگی کہ فی الحال اپنے مال سے ادا کرے جیسا کہ مولیٰ کے دوسرے گھر
میں ماذون مقتول پایا جاوے تو اُسکی صورت میں حکم ہے اور ماذون صغیر میں مذکور ہے کہ یہ حکم باستحسان ہے خواہ اُسپر

۱؎ ماذون صغیر و ماذون کبیر امام محمدؒ کی دو کتابیں ہیں جن میں مسائل ماذون مذکور ہیں ۱۲

قرضہ ہو یا نہو اور اگر ماذون کا قرضخواہ ماذون کے تجارتی گھر میں مقتول پایا گیا تو اسکی دیت ماذون کے مولے کی مددگار برادری پر تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر غلام کے قرضخواہ کا غلام مقتول پایا جاوے تو اسکا بھی یہی حکم ہے کہ اسکی دیت مولی کی مددگار برادری پر تین برس میں واجب ہوگی اسکا غلام اور غیر کا غلام اس حکم میں یکساں ہیں اور اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر ماذون کے گھر میں ایک شخص مقتول پایا گیا اور ماذون مقروض ہے یا نہیں ہے تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ ماذون کی قیمت اپنے مال سے فی الحال وارثان مقتول کو ادا کرے جیسے کہ مکاتب کی ملکی اُسکے دوسرے گھر میں اگر کوئی مقتول پایا جاوے تو اسمیں یہی حکم ہوتا ہے۔ اور اگر مکاتب کے ماذون کے گھر میں مکاتب ہی مقتول پایا گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا جیسے کہ اپنے دوسرے گھر میں خود مقتول پایا جاوے تو یہی حکم ہوتا ہے۔ اور واضح ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ اس صورت میں مکاتب اور آزاد میں فرق کرتے ہیں۔ اور اگر مکاتب کے مکان میں اُسکا ماذون مقتول پایا گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ اپنے مال سے فی الحال اُسکی قیمت اور اپنی قیمت میں سے کم مقدار اپنے ماذون کے قرضخواہوں کو ادا کرے کذا فی المبسوط

بارھواں باب نابالغ ومعتوہ یا اُن دونوں کے غلام کو اُنکے باپ یا وصی یا قاضی کی تجارت کی اجازت دینے اور قبل اجازت کے اُن دونوں کے تصرفات کے بیان میں۔ اگر نابالغ کو جو خرید فروخت کو سمجھتا ہو تجارت کے واسطے اجازت دی تو جائز ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ یہ سمجھتا ہو کہ بیع سے ملک جاتی رہتی ہے اور خرید سے آجاتی ہے اور قلیل نقصان اور کثیر نقصان کو جانتا ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ خرید فروخت کی مثلاً عبارت کو جانتا ہو یعنی نفس خرید وفروخت کو الفاظ سے سمجھتا ہو یہ فتاوی صغری میں ہے۔ اور اگر نابالغ کو اُسکے ولی نے تجارت کی اجازت دی تو وہ خرید فروخت میں مثل ماذون کے ہوگا جبکہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو یہانتک کہ اُسکا تصرف نافذ ہوگا اور تصرفات تین قسم کے ہیں ایک وہ کہ جسمیں محض ضرر ہے جیسے طلاق عتاق وہبہ وصدقہ پس ایسے تصرف نابالغ کا نہیں ہوتا ہے اگرچہ ولی اسکی اجازت دیدے دوسرے وہ کہ محض نافع ہیں جیسے ہبہ وصدقہ قبول کرنا پس ایسے تصرف کا بلا اجازت مالک ہوتا ہے تیسرے وہ کہ نفع وضرر میں دائر ہیں جیسے خرید فروخت واجارہ و نکاح وغیرہ پس ایسے تصرف کا باجازت مالک ہوتا ہے بلا اجازت مالک نہیں ہوتا ہے۔ اور نابالغ کا ولی اول اُسکا باپ پھر باپ کا وصی پھر دادا پھر دادا کا وصی ہے پھر والی ملک اور قاضی اور قاضی کا وصی ہے اور ماں اور ماں کے وصی کا اسکو تجارت کے واسطے اجازت دینا صحیح نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اور چچا و بھائی و والی شرط و والی غیر مولی القضاء کی اجازت ناجائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور نابالغ کی بہن و پھوپھی و خالہ کی اجازت ناجائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے

له والی شرط یعنی اسی شہر میں ہوں کہ نفع ہوگا یا ضرر ہوگا ۱۲ منہ قولہ ناجائز ہے اسواسطے کہ والی شرط تو وہ کوتوال ہے جو اپنے ماتحتوں کا ذمہ دار ہے اسکی ولایت ایسے امور میں نہیں ہے اور رہا والی غیر مولی القضاء یعنی ایسے والی جسکی ولایت میں قضا کا کام سلطان نے نہیں دیا تو اسکی ولایت بھی ناقص ہے ۱۲

اور جبکہ نابالغ کے واسطے اجازت صحیح ہوگئی تو جو چیز اسکی اجازت کے تحت مین داخل ہوئی اسمین نابالغ مثل آزاد بالغ کے قرار دیا جائیگا پس اسکو اختیار ہوگا کہ اپنے تئین اجرت پر دیوے یا اپنے واسطے اجیر مقرر کرے اور جو چیز اسکو ورثہ مین ملی ہی خواہ منقول ہو یا غیر منقول اسکو فروخت کرے جیسا کہ بالغ آزاد کو ایسا تصرف جائز ہوتا ہی اور اسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے کسی مملوک کو مکاتب کرے یہ محیط مین ہی جامع الفتاوے مین ہی کہ اگر باپ نے اپنے دو نابالغ لڑکون کو تجارت کی اجازت دی پس ایک نے دوسرے سے خرید فروخت کی تو جائز ہی اور وصی کی اجازت دینے مین یہ ناجائز ہی اور ابن سماعہ رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنے دو نابالغون کو تجارت کی اجازت دی پھر ایک شخص کو حکم کیا کہ ان دونون مین سے ایک سے دوسرے کے واسطے کوئی چیز خریدے پس اگر وہی شخص دونون کی طرف سے معبر ہو تو صحیح نہین ہی اور اگر اسنے ایک کی طرف سے تعبیر کی اور دوسرے نے خود ہی ایجاب یا قبول کیا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر نابالغ ماذون نے کوئی غلام خریدا اور اسکو تجارت کی اجازت دی تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر نابالغ نے اپنے مال سے کوئی چیز فروخت کی یا اپنے واسطے کوئی چیز خریدی مگر ہنوز اسکو اجازت حاصل نہین ہوئی ہی حالانکہ وہ خرید فروخت کو سمجھتا ہی تو ہمارے نزدیک اسکا تصرف منعقد ہوگا مگر نافذ جب ہوگا کہ جب ولی اجازت دیدے اسی طرح جو نابالغ خرید فروخت کو سمجھتا ہی اگر اسنے دوسرے شخص کی طرف سے خرید فروخت کی وکالت قبول کی اور خرید یا فروخت کی تو ہمارے علماء کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور ماذون لڑکے کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی باندی کو بیاہ دے یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہی اگرچہ اسکے باپ اور وصی کو ایسا اختیار ہو اور غلام کا نکاح کر دینا سو اسکا اختیار نہ اس ماذون کو ہی اور نہ اسکے باپ یا وصی کو ہی اسیطرح اگر نابالغ نے بعد بلوغ کے اسکی اجازت دیدی تو بھی جائز نہوگا اسی طرح اگر کسی اجنبی نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی بخلاف اسکے اگر اجنبی نے اسکی باندی کا نکاح کر دیا تو ایسا نہین ہی اور اگر اجنبی نے اسکے غلام کو مکاتب کیا اور بعد بلوغ کے اسنے اجازت دی تو کتابت جائز ہوگی۔ اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ نابالغ کے مال مین جو فعل اسکا باپ اور وصی نہین کر سکتا ہی اگر اسکو کسی اجنبی نے کیا اور نابالغ نے اجازت دی تو اجازت باطل ہی اور جو فعل اسکا باپ و وصی کر سکتا ہی اور وہ جائز ہوتا ہی اگر اسکو اجنبی نے کیا اور نابالغ نے بعد بلوغ کے اسکی اجازت دیدی تو جائز ہی کیونکہ انتہا مین اسکی اجازت دہندہ کی اجازت مثل ابتدا مین واقع ہونے کے ہی اور ایسے تصرفات اجازت سے ابتدا مین ایسے شخص کے فعل سے نافذ ہوتے ہین جسکی رائے اس نابالغ کی رائے کے قائم مقام کیگئی ہو پس انتہا مین اسی اجازت دہندہ کی اجازت سے نافذ ہونگے یا بعد بلوغ کے لڑکے کی اجازت سے نافذ ہونگے کیونکہ لڑکا خود اپنے معاملات مین لحاظ کرنے کے واسطے اصل ہی یہ مبسوط مین ہی اور نابالغ کو جو چیز اپنی ماں کے ورثہ مین ملی ہی اسمین ماں کے وصی کو تجارت کی ولایت حاصل نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر نابالغ ماذون نے اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کر دیا یا اسکے باپ یا باپ کے وصی نے ایسا کیا تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی

خواہ لڑکے پر قرضہ ہو یا نہو اس حکم مین کچھ فرق نہوگا۔ اور اگر نابالغ کی جورو ہو اور اُسکے باپ یا اجنبی نے اُس
عورت سے خلع کر دیا یا طلاق دیدی یا اُسکا غلام آزاد کر دیا پھر بعد بلوغ کے اُسنے اجازت دی تو باطل ہے اور اگر اُسنے
بعد بلوغ کے یون کہا کہ مین نے اس عورت پر وہ طلاق جو فلان شخص نے دی تھی واقع کی یا غلام پر وہ عتاق جو فلان
شخص نے کیا تھا واقع کیا تو طلاق و عتاق واقع ہو جائیگا[ف] یہ مبسوط مین ہے اور منتقی مین لکھا ہے کہ باپ کے وصی و باپ
کو نابالغ کے مال مین اسقدر اختیار ہے جسقدر ماذون غلام کو ہوتا ہے یعنے خفیف صدقہ و ضیافت یہ نہایہ مین ہے -
اگر ایک نابالغ نے جو بیع کو سمجھتا ہے ایک غلام کسی شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر کے ثمن وصول کر لیا
اور غلام دیدیا پھر زید نے مشتری کے واسطے ضمان درک کر لی پھر وہ غلام مشتری کے پاس سے استحقاق مین لیا
گیا پس اگر نابالغ ماذون ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنا ثمن چاہے نابالغ ماذون سے اور چاہے کفیل سے
واپس لے پس اگر کفیل سے لیا تو کفیل اس ماذون نابالغ سے واپس لیگا بشرطیکہ نابالغ کی اجازت سے کفالت
کی ہو اور اگر نابالغ محجور ہوگا تو اُسکی طرف سے ضمان باطل ہے اگر ثمن تلف ہو گیا یا محجور نے تلف کر دیا ہو اور اگر بعینہ
قائم ہو تو مشتری اُسکو لے لیگا۔ اور اگر زید نے اصل خرید مین ضمانت کر لی ہو یا قبل اسکے کہ مشتری ثمن ادا کرے
زید نے ضمانت کی ہو پھر کفیل کی ضمان پر مشتری نے ثمن ادا کیا ہو پھر وہ غلام مشتری سے استحقاق مین لیا گیا تو ضمانت
جائز ہے اور مشتری کفیل سے اپنا ثمن لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر نابالغ ماذون نے اپنے باپ کے ہاتھ ایک غلام فروخت
کیا تو اُسکی چند صورتین ہین یا تو اُسنے لوگون کی طرح برابر قیمت پر فروخت کیا یا قیمت سے زیادہ اسقدر کہ لوگ
اتنا خسارہ اندازہ مین اُٹھاتے ہین یا نہین اُٹھاتے ہین فروخت کیا یا کم قیمت پر فروخت کیا مگر اسقدر کمی کہ لوگ
اندازہ مین اُٹھاتے ہین پس ان سب صورتون مین بالاجماع بیع جائز ہے یا اُسنے اسقدر کمی پر فروخت کیا کہ لوگ
اپنے اندازہ مین ایسی کمی نہین اُٹھاتے ہین پس اس صورت مین امام اعظم رح سے روایات مختلف آئی ہین اور ماذون
کے بعض نسخون مین لکھا ہے کہ ایسی بیع امام اعظم رح و امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور اگر
[کتاب] اُسنے اپنے وصی کے ہاتھ برابر قیمت یا زیادہ قیمت یا کم پر مگر اسقدر کم کہ لوگ اپنے اندازہ مین برداشت کرتے
ہین فروخت کیا تو مذکور ہے کہ بیع جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اسمین حکم تفصیل ہونا واجب ہے اور بلا خلاف ہونا
چاہیے یعنے اگر نابالغ کے حق مین منفعت ظاہرہ ہو مثلاً اُسنے قیمت سے زیادہ کو مگر اسقدر زیادتی کہ لوگ اپنے
اندازہ مین برداشت کرتے ہین فروخت کیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اگر منفعت ظاہرہ
نہو مثلاً اُسنے برابر قیمت پر یا اسقدر کمی پر کہ لوگ برداشت کرتے ہین فروخت کیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے
نزدیک نہین جائز ہے جیسا کہ اگر وصی نے نابالغ کا مال اپنے ہاتھ فروخت کیا تو ایسی صورت مین یہی حکم ہے مگر امام اعظم رح
کے قول پر اس مسئلہ مین دو روایتین ہونی چاہیے ہین ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہے یہ
منتقی مین ہے۔ اور اگر اجنبی کے ہاتھ قیمت سے کم پر مگر اسقدر کمی کہ لوگ اپنے اندازہ مین اُٹھاتے ہین فروخت کیا

[ف] واقع اسواسطے کہ انشاے جدید کے لیے اسقدر کافی ہے گویا اب اُسنے خود طلاق دی یا آزاد کیا ۱۲

تو باتفاق الروایات امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی۔ اور اگر نابالغ نے اپنا ثمن جو اُسکے باپ یا وصی پر واجب ہوا تھا وصول پانیکا اقرار کیا تو اس صورت مین روایات مختلف وارد مین بعض مین مذکور ہی کہ اقرار جائز ہی اور بعض مین ہی کہ اقرار نہین جائز ہی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ رح نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ اقرار مین یہ اختلاف روایات امام اعظم رح کے قول پر ہونا چاہیئے ورنہ صاحبین کے نزدیک باپ یا وصی کے واسطے اُسکا اقرار جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور ظاہر الروایۃ مین مذکور ہی کہ جیسے اُسکا اقرار اپنی کمائی مین جائز ہی ویسے ہی جو چیز اپنے باپ سے میراث پائی ہی اسمین بھی جائز ہی کذا فی المبسوط۔ اور اگر اُسنے اپنے وصی سے اپنا مال وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز نہین ہی اور اگر وصی نے بعد اجازت کے اُسکو اُسکا مال دیا تو جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور منتقی مین بیان کیا کہ اگر اُسنے قرضہ تجارت کا اقرار کیا تو صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور غیاثیہ مین ہی کہ اگر وصی نے اسکو اجازت دی پھر اُسنے اپنے پدر متوفی پر قرضہ کا یا قبل حصول اجازت کے غصب کا اقرار کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر اُسنے اپنے باپ کے ترکہ مین تصرف کیا تو جائز ہی مگر ایک روایت مین ناجائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ نابالغ ماذون یا معتوہ ماذون نے اگر غصب یا مال تلف کردینے کا اقرار کیا مگر اس فعل کو حالت[1] حجر کی طرف منسوب کیا تو فی الحال اس سے مواخذہ کیا جائیگا خواہ مقرلہ اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے جیسا کہ غلام ماذون کے مسئلہ مین حکم ہی۔ اگر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے حالت حجر مین قرض لیا یا ودیعت تلف کردی ہی تو بھی امام ابو یوسف کے نزدیک یہی حکم ہی اور امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اگر مقرلہ نے اسکی حالت حجر کی طرف منسوب کرنے کی تصدیق کی تو اُس سے نہ فی الحال اور نہ بعد بلوغ کے کبھی مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر تکذیب کی ہو تو فی الحال ماخوذ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور جو معتوہ کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہی وہ بمنزلہ نابالغ کے ہی کہ فقط باپ و وصی و دادا کی اجازت سے ماذون ہو جاتا ہی مگر انکے سوائے اور لوگون کی اجازت سے ماذون نہین ہوتا ہی پھر اُسکا حکم وہی ہی جو نابالغ کا ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور اگر معتوہ خرید فروخت کو نہ سمجھتا ہو اور اُسکو باپ یا باپ کے وصی نے تجارت کی اجازت دی تو صحیح نہین ہی۔ اور اگر معتوہ کو جو خرید فروخت کو سمجھتا ہی اُسکے پسر نے اجازت دی تو باطل ہی اور اسی طرح اگر سوائے باپ و دادا کے کسی اہل قرابت نے مثل بھائی یا چچا وغیرہ کے اجازت دی تو بھی اجازت باطل ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر اپنے بالغ فرزند معتوہ کو تجارت کی اجازت دی تو اُسکا حکم مثل نابالغ کے ہی یعنے اگر خرید فروخت کو سمجھتا ہو تو اجازت صحیح ہی اور اگر خرید فروخت کو نہ سمجھتا ہو تو اجازت صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین۔ اور یہ اسوقت ہی کہ وہ معتوہ ہی بالغ ہوا ہو اور اگر بالغ ہونے کے وقت عاقل ہو پھر معتوہ ہوگیا اور باپ نے اسکو تجارت کی اجازت

[1] حالت حجر یعنے مین نے غصب یا تلف اسوقت کیا جب مین مجحور تھا واضح ہو کہ مقرلہ کی تصدیق و تکذیب کے یہ معنی نہین ہین کہ نفس اقرار کی تکذیب کی بلکہ اضافت بحالت حجر کی تکذیب کی ہو یعنے یہ کہا ہو کہ نہین بلکہ حالت اذن مین ایسا کیا ہے ۱۲ منہ۔

دی تو فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ استحساناً اجازت صحیح ہے اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور فقیہ ابو بکر محمد بن ابراہیم المیدانی فرماتے تھے کہ استحساناً صحیح ہے اور یہ ہمارے علماے ثلثہ کا قول ہے۔ اسی طرح اگر بالغ ہونے پر عاقل تھا پھر مجنون ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر باپ خود معتوہ یا مجنون ہو گیا تو بیٹے کو تصرف کی ولایت حاصل نہ ہوگی فقط اسکو تزویج کی ولایت حاصل ہوگی نہ غیر کذا فی الذخیرہ اور جس شخص کو نابالغ کے مال میں ولایت تجارت و تصرف حاصل ہے اُسکو یہ ولایت بھی حاصل ہے کہ نابالغ کو تجارت کی اجازت دے اسی طرح نابالغ کے غلام کو بھی اجازت دیتا ہے اور جب یہ بات معلوم ہو گئی تو ہم بیان کرتے ہیں کہ اگر باپ نے نابالغ کے غلام کو اجازت تجارت دی تو جائز ہے اسی طرح باپ کے وصی نے باپ کے مرنے کے بعد اگر ایسا کیا تو جائز ہے اور باپ کے مرنے کے بعد اگر دادا نے ایسا کیا اور باپ کی طرف سے کوئی وصی نہیں ہے تو اجازت صحیح ہوگی اور اگر باپ زندہ موجود ہو تو باپ کے باپ یعنے دادا کی اجازت صحیح نہوگی اور اگر باپ کا وصی موجود ہو تو بھی دادا کی اجازت صحیح نہ ہوگی اور یہ ہمارے مذہب میں ہے یہ مغنی میں ہے اور اگر قاضی نے یتیم کے غلام کو اجازت تجارت دی اور یتیم کا کوئی وصی اُسکے باپ کی طرف سے موجود نہیں ہے تو قاضی کی اجازت صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جس صورت میں باپ یا اُسکے وصی یا قاضی کی اجازت صحیح ہوئی اور غلام پر قرضہ چڑھ گیا تو ہمارے نزدیک وہ غلام قرضہ تجارت میں فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر ایک عورت مر گئی اور کسی شخص کو وصیت کر گئی یعنے وصی بنا گئی اور ایک لڑکا نابالغ چھوڑا کہ اسکا باپ یا باپ کا وصی یا دادا موجود نہیں ہے اور عورت اس فرزند نابالغ کے واسطے بہت سا مال میراث چھوڑ مری پھر اُس شخص وصی نے ان غلاموں میں سے جنکو نابالغ نے اپنی ماں کے میراث میں پایا ہے کسی غلام کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر قاضی نے غلام سے کہا کہ فقط اناج یا گیہوں کی تجارت کر اور غلام نے دوسری چیزوں کی تجارت کی تو جائز ہے کیونکہ قاضی اس اجازت دہی میں نابالغ کا نائب ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مولے بالغ ہو اور اُسنے غلام سے کہا کہ فقط گیہوں کی تجارت کر تو غلام کو تمام تجارتوں کا اختیار رہتا ہے پس اسیطرح اگر قاضی نے اُسکو فقط گیہوں کی تجارت کی اجازت دی تو بھی اسکو تمام تجارات کا اختیار حاصل ہوگا اسیطرح اگر قاضی نے اُس غلام سے کہا کہ تو فقط گیہوں کی تجارت کر دوسری چیز کی تجارت نہ کرنا کہ مین نے تجھے محجور[1] کیا اگر تو اسکے سواے دوسری تجارت کرے تو یہ غلام تمام چیزوں کی تجارت کا مجاز ہوگا اور قاضی کا یہ قول باطل قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایسے غلام نے تصرف کیا اور اسپر بہت قرضے ہو گئے بعضے اُن تجارتوں کی وجہ سے جنکی قاضی نے اجازت دی ہے اور بعضے بوجہ اُن تجارتوں کے جنکی اجازت نہین دی ہے اور قرضخواہوں نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے اُس تجارت کے قرضے جسکی اجازت نہین دی تھی باطل کر دیے تو اُسکے بعد اُس غلام کے تصرفات اس قسم کی تجارت مین نافذ نہونگے اور اگر اسکے بعد اُس قاضی کے فیصلہ کا

---

[1] یہ قول کہ اگر سواے اسکے کسی چیز کی تجارت کریگا تو محجور ہے ۱۲

مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس کیا گیا تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ قاضی اول کے فیصلہ کو منسوخ کرے جیسا کہ امور مجتہد فیہا میں حکم ہے اسی طرح اگر قاضی نے اُس غلام کی تمام تجارتوں کے جواز تصرفات کا حکم دیا اور تمام قرضخواہوں کا قرضہ ثابت رکھا تو اُسکا فیصلہ نافذ ہوجائیگا اور اسکے بعد کسی دوسرے قاضی کو اُس فیصلہ کے منسوخ کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر قاضی نے کسی نابالغ یا معتوہ کو تجارت کی اجازت دی پھر قاضی معزول ہوا تو نابالغ ومعتوہ اپنی اجازت پر رہینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر نابالغ کا یا معتوہ کا باپ یا وصی یا اسکا دادا موجود ہو اور قاضی کی رائے میں آیا کہ اس نابالغ یا معتوہ کو تجارت کی اجازت دے پس اُسنے اجازت دیدی مگر باپ نے انکار کیا تو قاضی کی طرف سے اجازت جائز ہوگی اگرچہ قاضی کی ولایت باپ وصی کی ولایت سے موخر ہے کذا فی المحیط۔ اور اس قاضی کی زندگی میں[ف۱] اگر باپ یا وصی نے اُسکو محجور کیا تو صحیح نہیں ہے کذا فی المغنی۔ اور اگر یہ قاضی مرگیا یا معزول ہوگیا پھر انمیں سے کسی ولی نے اُسکو محجور کیا تو حجر باطل ہے اسیطرح اگر اُس قاضی نے بعد اپنی معزولی کے اُسکو محجور کیا تو بھی باطل ہے ہاں اُسکو محجور وہ قاضی کرسکتا ہے جو اُس قاضی کی موت یا معزول ہونے کے بعد اُسکی جگہ مقرر ہو یہ مبسوط میں ہے اور نوادر ابراہیم رحمہ میں امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر قاضی نے نابالغ کے غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ اُسکا وصی راضی نہیں ہے تو اجازت جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر قاضی نے نابالغ کے غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ اُسکا باپ زندہ موجود ہے اور راضی نہیں ہے تو جائز ہے یہ مغنی میں ہے۔ اور ماذون شیخ الاسلام میں ہے کہ اگر قاضی نے نابالغ یا معتوہ یا نابالغ کے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ امر اسکے حق میں تجارت کی اجازت نہوگا اور فرمایا کہ اگر نابالغ محجور نے جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہے کچھ خریدا یا فروخت کیا یا اجارہ دیا یا اجارہ لیا تو یہ تصرف اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا پس اگر ولی نے اجازت میں نفع دیکھکر اجازت دی تو جائز ہے اور اگر نقصان دیکھکر توڑ دیا تو ٹوٹ جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ یا معتوہ فرزند کو جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہے تجارت کی اجازت دی یا باپ کے وصی نے اجازت دی پھر باپ یا وصی نے اسپر قرضہ یا بیع یا خرید یا اجارہ کا یا ودیعت کا جو اُسکے پاس[ف۲] موجود ہے یا مضاربت کا جو اُسکے پاس موجود ہے یا رہن وغیرہ کا جو اُسکے پاس ہے یا جنایت کا اقرار کیا تو باپ یا وصی کے ایسے کسی اقرار کی تصدیق نکیجاویگی بشرطیکہ نابالغ یا معتوہ اُسکے قول کی تکذیب کرے بخلاف اسکے اگر اپنے غلام ماذون پر قرضہ یا جنایت کا اقرار کیا تو یہ حکم نہیں ہے یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر باپ یا وصی نے اُس نابالغ کے غلام ماذون پر قرضہ یا جنایت کا اقرار کیا تو اقرار باطل ہوگا اور اگر نابالغ یا معتوہ نے اپنے غلام ماذون پر قرضہ[ف۳] یا جنایت کا یا اُسکے مقبوضہ معین چیز کی نسبت ودیعت وغیرہ کا اقرار کیا تو جائز ہوگا یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم والجواز لا یستلزم النفاذ فی الحال واللہ تعالی اعلم۔ اگر ایک

ف۱ زندگی میں یعنے جب تک یہ قاضی اپنے عہدہ پر مقرر و موجود ہے ۱۲ ف۲ قولہ موجود ہے اس لفظ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ودیعت ہے جو اسکے پاس موجود ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ اسکے مقبوضہ مال کی نسبت کہا کہ وہ ودیعت ہے یا مضاربت ہے یا رہن ہے وغیر ذلک ۱۲ منہ ف۳ مترجم کہتا ہے کہ جواز سے لازم نہیں آتا کہ فی الحال نافذ

شخص نے اپنے فرزند کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکو مجور کیا تو حجر صحیح ہے بشرطیکہ حجر مثل اذن[1] کے ہو اسی طرح اگر وصی نے اُسکو اجازت دی پھر مجور کیا تو بھی صحیح ہے اسی طرح اگر قاضی نے نابالغ یا معتوہ یا انمین سے کسی کے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکو مجور کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ حجر مثل اذن کے ہو اور اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ یا اُسکے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر مرگیا اور ہنوز فرزند نابالغ ہے تو مجور ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر وصی نے یتیم یا اُسکے غلام کو اجازت دی پھر مرگیا اور دوسرے کو وصی مقرر کیا تو اُسکی موت سے وہ مجور ہو جائیگا اور اگر قاضی نے اجازت دی پھر معزول ہوا یا مرگیا یا مجنون ہو گیا تو ماذون اپنے اذن پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ فرزند کے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر نابالغ مرگیا اور باپ وہ غلام میراث مین پایا تو اس سے وہ غلام مجور ہو جائیگا اسیطرح اگر باپ نے اُسکو بیٹے سے خرید لیا تو بھی مجور ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ فرزند کے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر وہ لڑکا بالغ ہوا تو غلام اپنی اجازت پر رہیگا اسی طرح اگر معتوہ اچھا ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر نابالغ کے بالغ ہونے یا معتوہ کے اچھے ہونے کے بعد باپ مرگیا تو غلام اپنی اجازت پر رہیگا۔ اور اگر ایک شخص نابالغ فرزند کو تجارت کی اجازت دینے کے بعد مرتد ہو گیا پھر اُسکو مجور کر دیا پھر دوبارہ مسلمان ہو گیا تو حجر جائز ہوگا اور اگر حالت ارتداد مین مقتول ہوا تو بھی مجور ہو جائیگا جیسا کہ فرزند ماذون کے بلوغ سے پہلے باپ کے مرجانے کی صورت مین حکم ہے بمنزلہ اسی صورت کے بیان کبھی حکم ہے۔ اور اگر مرتد ہونے کے بعد اپنے فرزند کو اجازت دی اُسنے خرید فروخت کی اور قرضدار ہو گیا پھر اُسکو مجور کر دیا پھر وہ مسلمان ہوا تو فرزند نابالغ نے جو کچھ تصرف کیا ہے سب جائز ہوگا اور اگر حالت ردت مین قتل کیا گیا یا مرگیا تو جو کچھ فرزند ماذون نے کیا ہے سب باطل ہوگا اور اسمین تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اور اگر ذمی نے اپنے نابالغ فرزند کو جو اُسکے دین پر ہے یا معتوہ کو جو اُسکے دین پر ہے تجارت کی اجازت دی تو سب باتون مین جو ہمنے بیان کی ہین اُسکا حکم بمنزلہ مسلمانون کے ہے اگر اُسکا لڑکا بوجہ اپنی مان کے یا بذات خود مسلمان ہو یعنے مثلاً عاقل ہو کر مسلمان ہو گیا ہو تو ذمی باپ کی اجازت اُسکے حق مین باطل ہوگی اور اگر اجازت دیکر ذمی باپ مسلمان ہو گیا تو یہ اجازت جائز نہوگی[2] یہ مبسوط مین ہے

تیرھوان باب متفرقات مین

۱۳ اگر ایک شخص شہر مین آیا اور کہا کہ مین فلان شخص کا غلام ہون اور اُسنے خرید فروخت کی تو تجارت کی ہر چیز اُسپر لازم ہوگی اور اس مسئلہ کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ غلام یہ خبر دے کہ میرے مولے نے مجھے تجارت کی اجازت دی پس استحساناً اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی خواہ عادل ہو یا غیر عادل ہو اور دوسری یہ کہ غلام نے کچھ خبر نہین دی اور خرید فروخت کرتا رہا پس اس صورت مین قیاساً اُسکے حق مین اجازت ثابت نہوگی مگر استحساناً ثابت ہوگی پھر جب اُسکا ماذون ہونا ثابت ہوا تو اُسکے

[1] مثل اذن اُسکا بیان باب اول مین گذر چکا ہے ۱۲ منہ [2] نہوگی یعنے بدلکر اب جائز نہو جائیگی ۱۲

سب تصرفات صحیح ہونگے اور اُسپر جسقدر قرضہ ہوجاوے سب اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اُسکی کمائی سے وصول کیا جائیگا
اور اگر سب قرضہ اُسکی کمائی سے ادا نہوسکے تو وہ غلام فروخت نکیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکا مولی حاضر نہو پھر اگر مولی نے
حاضر ہوکر اجازت کا اقرار کیا تو قرضہ کیواسطے فروخت کیا جائیگا اور اگر کہا کہ یہ محجور ہے تو مولی کا قول قبول ہوگا کذا
فی الکافی۔ اگر زید نے کوئی غلام کار تجارت کیواسطے اجیر لیا تو زید کے حق مین وہ غلام مثل وکیل کے قرار دیا جائیگا
اور غلام و متاجر کے درمیان تمام احکام وکالت کے مرعی ہونگے نہ احکام ماذون التجارۃ کے یہانتک کہ عہدہ متاجر
کے ذمہ لاحق ہوگا اور غلام کو اختیار ہوگا کہ مثلاً ثمن مبیع کا متاجر سے مطالبہ کرے قبل اسکے کہ بائع اس سے ثمن کا مطالبہ
کرے ایسے ہی اور احکام بھی مثل وکیل کے مرعی ہونگے اور وہ غلام اپنے مولی کے حق مین مثل ماذون کے
قرار دیا جائیگا اور اُسکے دعوے کے درمیان ماذون کے احکام مرعی ہونگے یہ مغنی مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ زید
نے عمرو سے ایک غلام دس درم ماہواری پر اپنی راے کے موافق خرید فروخت کے کام کیواسطے اجارہ لیا کہ
میرے واسطے خرید فروخت کرے تو جائز ہے پس اگر غلام نے زید کے واسطے اُسکے حکم کے موافق خرید فروخت کی اور
اُسپر بہت قرضہ ہوگیا تو قرضخواہ لوگ متاجر سے اپنے قرضہ کا مطالبہ نہین کرسکتے ہین بلکہ فقط اُس غلام سے مطالبہ
کرسکتے ہین پھر غلام کو اختیار ہے کہ متاجر سے اپنے ادا کرنے سے پہلے اور اسکے بعد اسقدر مال کا مطالبہ کرے اور اگر متاجر
تنگدست ہو کہ اُسکے پاس کچھ نہو اور غلام کے پاس بھی کچھ کمائی نہو تو وہ غلام قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا
لیکن اگر مولی اسکا فدیہ دیدے تو ایسا نہین ہوسکتا ہے پس اگر مولے نے اسکا فدیہ دیدیا تو جسقدر اُسنے دیا ہے اُسکو
متاجر سے واپس لیگا اور واپس لینے کا استحقاق خود مولی کو حاصل ہوگا اور غلام کو یہ استحقاق نہ ہوگا
اور اگر مولی نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور غلام ایک ہزار درم کو فروخت کیا گیا اور قرضخواہون کا قرضہ مثلاً دس
ہزار درم ہے تو یہ ہزار درم اُسکے قرضخواہون مین حصہ رسد تقسیم ہونگے اور پھر قرضخواہونکو اپنے باقی قرضہ کیواسطے غلام
سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہانتک کہ وہ غلام آزاد ہوجاوے پھر آزاد ہوجانیکے بعد لینے باقی قرضہ کیواسطے اُسکے
دامنگیر ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور فرمایا کہ مولی کو یہ اختیار ہوگا کہ متاجر سے غلام کا ثمن یعنے ہزار درم واپس لے اور یہ
مولے کو دیے جاوینگے اور قرضخواہون کو اُس سے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور قرضخواہون کے واسطے قاضی ایک وکیل
مقرر کریگا جو متاجر سے قرضخواہون کے باقی قرضہ کا مطالبہ کرے۔ اور کتاب الماذون مین مذکور ہے کہ مولے
خود متاجر سے مخاصمہ کریگا اور اسقدر اُس سے وصول کرکے قرضخواہون کو دیدیگا اور شیخ حاکم عبدالرحمن نے
فرمایا کہ اختلاف الروایت نہین ہے بلکہ مولی ہی متاجر سے مخاصمہ کریگا جیسا کہ ماذون مین مذکور ہے پس اگر اُسنے
انکار کیا تو قاضی ایک وکیل مقرر کریگا جیسا کہ یہان مذکور ہے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر متاجر نے ہنوز کچھ نہ ادا کیا تھا
کہ مرگیا اور پانچ ہزار درم چھوڑے تو یہ مال مولی اور قرضخواہون کے درمیان دس حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمین
سے ایک حصہ مولی کو اور نو حصے قرضخواہون کو دیے جاوینگے۔ اور اگر غلام قرضہ مین فروخت نہ کیا گیا یہانتک
کہ اسکو ایک غلام ہزار درم قیمت کا ہبہ کیا گیا اور مولی نے فدیہ سے انکار کیا تو دونون غلام قرضہ مین فروخت

کیے جاوینگے اور کتاب مین مذکور ہی کہ اگر ماذون پر قرضہ ہوجانیکے بعد اسکو غلام ہبہ کیا گیا یا لحوق قرضہ سے پہلے ہبہ کیا گیا دونون صورتین یکسان ہین پھر جب یہ حکم واجب ہوا کہ ماذون و موہوب دونون غلام فروخت کیے جاوین اور دونون مثلاً دو ہزار درم مین فروخت کیے گئے تو یہ سب مال قرضخواہون کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اور مولے مستاجر سے ماذون کا ثمن بھر لیگا مگر موہوب کا ثمن نہین لے سکتا ہی اور قاضی ایک وکیل کھڑا کر یگا جو مستاجر سے نو ہزار درم کا مطالبہ کریگا یعنے آٹھ ہزار درم قرضخواہون کا باقی قرضہ اور ہزار درم موہوب غلام کا ثمن اور وکیل یہ سب وصول کرکے مولے کو سپرد کریگا یعنے مولے کو دیا جائیگا۔ اور اگر مستاجر نے موہوب غلام کا ثمن اور قرضخواہون کا باقی قرضہ کچھ ادا نکیا یہانتک کہ مرگیا اور پانچ ہزار درم چھوڑے تو اُسکے دس حصے کیے جاوینگے اس حساب سے ہزار درم غلام موہوب کا ثمن اور ہزار درم ماذون کا ثمن اور آٹھ ہزار درم قرضخواہون کا باقی قرضہ پس مستاجر کے ترکہ مین سے جسقدر آٹھ ہزار درم کے پرتے مین پڑے وہ قرضخواہون کو ملیگا اور بھی جسقدر موہوب غلام کے ثمن کے پرتے مین پڑے وہ بھی قرضخواہونکو ملے گا اور جسقدر ماذون کے ثمن کے پرتے مین پڑے وہ مولے کو ملے گا اور جسقدر غلام موہوب کے ثمن کے پرتے مین آیا ہی اُسکے لینے کی مولے کو کوئی راہ نہین ہی کذا فی المحیط۔ اور اگر قرضخواہون نے اپنے قرضہ سے کچھ وصول نکیا یہانتک کہ آخرکار اُنھون نے ماذون کو اپنا قرضہ ہبہ کر دیا یا ماذون کو بری کر دیا خواہ غلام ماذون کے فروخت کیے جانے سے پہلے یا اسکے بعد خواہ مستاجر کے مرنے سے پہلے یا اسکے بعد جو حق مستاجر کے ذمہ واجب ہوا ہی اُسمین سے کچھ ساقط نہوگا پس اگر غلام ماذون فروخت نہوا ہو تو یہ حق وہی مستاجر سے وصول کر لے گا اور اگر فروخت ہوگیا ہو تو یہ حق اسکا مولے مستاجر سے وصول کریگا کذا فی المغنی۔ اور اگر مستاجر نے اس غلام کو جسوقت اجارہ پر لیا ہی اُسوقت اس غرض سے اجارہ پر لیا ہو کہ میرے واسطے خاصہ سوتی کپڑے کی خرید فروخت کرے پس اُس غلام نے کپڑا خرید فروخت کرکے نفع اٹھایا تو نفع مستاجر کا ہوگا اور اگر کچھ گھٹی پڑی تو مستاجر کے ذمہ ہوگی اور اگر اُسنے ریشمی کپڑا خرید فروخت کرکے نفع حاصل کیا تو یہ نفع مولی کو ملے گا اسمین مستاجر کا کچھ نہین ہی اور اگر کچھ گھٹی پڑے تو غلام کی گردن پر ہوگی کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اسمین سے مولے پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ماذون نے زید سے سو درم قیمت کے ایک کر گیہون اسی درم کو خریدے اور قبل قبضہ کے اُسمین پانی ڈالدیا جس سے وہ فاسد ہوکر اسی درم کے رہگئے پھر اسکے بعد بائع نے اُسمین پانی ڈالدیا جس سے وہ بگڑ کر ساٹھ درم کے رہگئے تو ماذون کو خیار ہوگا پس اگر اُسنے لینا اختیار کیا تو چونسٹھ درم مین لے سکتا ہی اور اگر چھوڑ دیا تو اُسپر جو کچھ بگاڑا ہی اُسکی ضمان نہوگی۔ اور اگر اولاً بائع نے اُسمین پانی ڈال دیا ہو پھر مشتری نے پانی ملایا تو مشتری مجبور کیا جائیگا کہ چونسٹھ درم دیکر اُسپر قبضہ کرے اور یہی حکم ہر کیل و موزون مین ہی۔ اگر مبیع کوئی عرض ہو کہ اسکو پہلے مشتری نے بگاڑا پھر بائع نے بگاڑا پس اگر مشتری نے لینا اختیار کیا تو اُسکے ذمہ سے ثمن سے جسقدر

عــہ پارچہ پشمینہ ۱۲

بائع نے بگاڑا ہے ساقط ہو جائیگا اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور جسقدر نقصان کیا ہے اسقدر ثمن ادا کرے اور اگر مشتری نے بعد بائع کے اسکو بگاڑا تو مبیع کا لینا اُسکے ذمہ لازم ہوگا مگر ثمن سے جسقدر بائع نے بگاڑا ہے اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور فرمایا کہ اگر کسی اجنبی کا کچھ مال مولیٰ پر آتا ہو اور مولیٰ نے بنظر وثاقت اُسکے عوض کچھ چیز رہن کر کے اپنے ماذون کے پاس رکھی اور وہ ضائع ہو گئی تو جسکے عوض رہن تھی اُسکے عوض گئی اور مولیٰ قرضہ سے بری ہو گیا یہ مغنی میں ہے۔ اگر ماذون نے ایک کُر چھوہارے جید بعوض ایک کُر چھوہارے ردی کے جو معین ہیں خرید کیے پھر جسکو خریدا ہے اُسمیں ماذون نے پانی ڈالدیا اور وہ خراب ہو گئے پھر بائع نے اُسمیں پانی ڈالدیا اور وہ خراب ہو گئے تو اسکو خیار ہوگا چاہے خرید کردہ کُر لیکر اسکے معاوضہ کا کُر دیدے یا بیع توڑ دے اور دونوں صورتوں میں کسی کو دوسرے سے نقصان لینے کا اختیار نہوگا۔ اور اگر مشتری نے بعد بائع کے اُسمیں پانی ڈالا ہو تو اُسپر لازم ہوگا کہ جو کُر اُسنے جس کُر کے عوض خریدا ہے پورا عوض دیکر لیوے اور اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اسکو عیب کی وجہ سے واپس کرے خواہ قبضہ سے پہلے پاوے یا اسکے بعد بوجہ اسکے کہ اُسنے پانی ڈالکر اُسکو خراب کر دیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر باپ یا وصی نے نابالغ یا معتوہ کے واسطے ایک باندی جو نابالغ یا معتوہ کی ذات رحم محرم[۲] ہے خرید کر دی تو بیع تھی۔ اُن دونوں پر نافذ نہ ہوگا بلکہ باپ یا وصی پر نافذ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ماذون نے زید کے ہاتھ دس قفیز گیہوں اور دس قفیز جو یہ کہکر فروخت کیے کہ میں نے یہ دس قفیز گیہوں اور یہ دس قفیز جو تیرے ہاتھ ہر قفیز ایک درم کے حساب سے فروخت کیے تو بیع جائز ہے پس اگر اس صورت میں کہ ہر قفیز ایک درم کے حساب سے فروخت کیا ہے دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر زید نے گیہوں میں عیب پایا تو اُنکو آدھے ثمن پر بحساب ہر قفیز ایک درم کے واپس کرے اور اگر اُسنے یہ کہا ہو کہ دونوں میں سے ہر قفیز ایک درم کو ہے اور باہمی قبضہ ہو گیا پھر گیہوں میں عیب پایا ہو تو زید اُنکو ہر دونوں کے ایک قفیز ایک درم کے حساب سے لینے آدھے گیہوں اور آدھے جو ایک درم کے حساب سے واپس کر سکتا ہے اور اسکی یہ صورت ہوگی کہ تمام ثمن یعنے بیس درم گیہوں اور جو کی قیمت پر پھیلایا جاوے پس اگر گیہوں کی قیمت مثلاً بیس درم ہے اور جو کی قیمت دس درم ہو تو سب گیہوں جنمیں عیب پایا ہے بعوض دو تہائی ثمن کے واپس کریگا اسی طرح اگر یہ کہا ہو کہ دونوں کے ایک قفیز ایک درم کے حساب سے ہے تو یہ قول اور پہلا قول یعنے دونوں میں سے ہر قفیز ایک درم کو ہے یکسان ہے۔ اور اگر اُسنے یوں کہا کہ میں نے یہ گیہوں اور یہ جو تیرے ہاتھ فروخت کیے اور دونوں کا ہر ایک قفیز کا ایک درم کا حساب بتلایا مگر دونوں کی تمام مقدار نہ بیان کی تو امام اعظم رح کے نزدیک تا وقتیکہ سب کیل و پیمانہ معلوم نہ ہو بیع فاسد ہے پھر اگر اُسکو سب پیمانہ بتلا دیا تو مشتری مختار ہوگا چاہے ہر قفیز گیہوں ایک درم کے حساب سے گیہوں اور جو ہر قفیز ایک درم کے حساب سے خرید لے یا بیع ترک کر دے اور صاحبین

---

[۱] میں کہتا ہوں کہ یہاں یہ کوئی نہیں کہ کیا اسکو اختیار ہے کہ بائع سے وہ نقصان عیب جو پیدا ہوا ہے لے سکتا ہے یا نہیں کیونکہ نقصان بائع کے فعل سے پیدا ہوا ہے ۱۲

[۲] ذات رحم جس سے قرابت نسبی ہو۔ محرم وہ نسب میں اسپر دائمی حرام ہو جیسے خالہ و پھوپھی وغیرہ ہیں ۱۲-

نزدیک بیع جائز ہی گیہون ہر قفیز ایک درم کے حساب سے اور جو ہر قفیز ایک درم کے حساب سے خرید لیگا - اور اگر یون کہا کہ دونون مین سے ہر قفیز ایک درم کو ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک قفیز جسمین آدھے گیہون اور آدھے جو ہونگے ایک درم پر بیع واقع ہوگی اور جسقدر ایک قفیز سے زیادہ رہے اُن مین اگر تمام پیمانہ معلوم ہو گیا تو مشتری مختار ہوگا چاہے ہر قفیز دونون مین سے ایک درم کے حساب سے خرید لے یا بیع ترک کر دے - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک کل کی بیع جائز ہوگی دونون مین سے ہر قفیز آدھے گیہون اور آدھے جو حساب ایک درم کے لیگا - اور اگر یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گیہون اس شرط سے کہ یہ ایک کر سے زائد ہین فروخت کیے اور مشتری نے اسی شرط سے خریدے پھر اُنکو کر سے کم پایا تو بیع جائز ہی اور اگر اُسکو ایک کر یا زیادہ پایا تو بیع فاسد ہی - اور اگر یون کہا کہ اس شرط سے کہ یہ ایک کر یا اُس سے کم ہین پس اگر مشتری نے ایک کر یا اُس سے کم پائے تو بیع جائز ہی اور اگر کر سے زیادہ پائے تو اسمین سے مشتری کو ایک کر لینے لازم ہونگے اور بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ ایک کر سے بھی کم کرے اور جو زائد رہے وہ بائع کے ہونگے اور اگر اس شرط سے فروخت کیے کہ یہ ایک کر یا اس سے زیادہ ہین پس اگر مشتری نے موافق شرط کے پائے تو بیع جائز ہی اور اگر کم پائے تو مشتری کو خیار ہوگا کہ چاہے مقدار موجودہ کو اُسکے حصہ ثمن[1] کے عوض لے لے یا ترک کر دے - کذا فی المبسوط - ایک شخص نے صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی کہ آیا اُس سے قسم لیجاویگی یا نہین اور کتاب الاقرار مین لکھا ہی کہ ماذون سے قسم لیجاویگی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور اگر ماذون نے زید سے دس رطل زیت ایک درم کو خریدا اور اُسکو حکم کیا کہ اس شیشے مین جسکو ماذون لایا تھا ناپ دے پس بائع نے اسمین ناپنا شروع کیا پھر جب دو رطل ناپ چکا تو شیشہ ٹوٹ گیا حالانکہ بائع و مشتری دونون اُس سے لاعلم ہین پھر بائع نے اُسکے بعد اسمین سب تیل جسقدر فروخت کیا تھا ناپ دیا اور سب بہ گیا تو ماذون کے ذمہ اسمین سے سوائے ثمن رطل اول کے کچھ لازم نہوگا - اور اگر رطل اول سب نہ بہا ہو جسوقت بائع نے دوسرا رطل اسمین ڈالا ہی تو شیشہ مین جسقدر رطل اول مین سے رہا ہی اُسکا بائع ضامن ہوگا اور اگر شیشہ پہلے سے ٹوٹا ہوا ہو جسوقت ماذون نے اُسکو دیا ہی اور ماذون نے حکم دیا کہ اسمین ناپ دے اور دونون اُسکے ٹوٹے ہونے سے بے خبر ہین اور بائع نے اسمین دس رطل ناپ دیا اور سب بہ گیا تو ماذون کے ذمہ کل ثمن لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہی - زید نے اپنے مدبر کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکو عمرو نے حکم دیا کہ میرے واسطے ایک باندی پانچ ہزار درم کو خرید دے اُسنے موافق عمرو کے حکم کے باندی خرید کر کے اُسکو دیدی پھر عمرو کے پاس مرگئی یا عمرو نے اُسکو آزاد کر دیا یا ام ولد بنا لیا یا مدبر کے پاس قبل سپردگی عمرو کے مرگئی تو ان سب صورتون مین یکسان حکم ہی یعنے وہ عمرو کا مال گیا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ ثمن کیواسطے مدبر کا دامنگیر ہو لیکن اگر اُسنے عمرو سے مطالبہ کا قصد کیا تو ایسا نہین کرسکتا ہی اور جب بائع ثمن کیواسطے مدبر کا دامنگیر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ ثمن کے واسطے مدبر سے

[1] حصہ ثمن یعنی ثمن کو کر کے مقابلہ مین لگا کر اسکے حساب سے مقدار موجودہ کو لے لے ۱۲

سعایت کرا دے اور مدبر کو اپنے ادا کرنے سے پہلے اور اُسکے بعد یہ اختیار ہوگا کہ اپنے موکل سے ثمن کا مطالبہ کرے اور اگر مدبر و موکل کے پاس کچھ نہ ہو پھر ایک غلام نے مدبر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ غلام ارش جنایت میں مدبر کو دیا گیا اور مدبر نے بطور تجارت یا ہبہ کے ایک باندی حاصل کی تو وہ غلام جو جنایت میں ملا ہے اور یہ باندی دونوں بائع کے قرضہ میں فروخت کیے جاوینگے لیکن اگر مولے دونوں کا فدیہ دیدے تو فروخت نہ ہونگے پس اگر مولے نے دونوں کا فدیہ دیدیا تو پورا فدیہ مدبر کے موکل سے واپس لیگا اور واپس لینے والا متولی خود مولی ہوگا نہ مدبر۔ اور اگر مولی نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور دونوں دو ہزار درم کو یعنے غلام ہزار درم کو اور باندی ہزار درم کو فروخت کی گئی تو بائع یہ سب اپنے قرضہ میں لے لیگا اور مولی خود موکل سے اُس غلام کا ثمن جو جنایت میں ملا تھا لے لیگا اور باندی کا خود ثمن نہیں لے سکتا ہے مگر مدبر اسکا ثمن واپس لیگا اور جسقدر بائع کا قرضہ رہگیا وہ بھی واپس لیگا اور یہ چار ہزار درم ہونگے جسمین سے تین ہزار درم بائع کو دیے جاوینگے جبکہ اسکا قرضہ پانچ ہزار درم ہو اور دو ہزار درم اُسکو مل چکے پس باقی ایک ہزار درم مولی کو ملینگے۔ اور اگر مدبر و مولی نے موکل سے کچھ وصول نہ کیا یہانتک کہ موکل دو ہزار درم چھوڑ کر مر گیا تو اُسکے پانچ حصہ کیے جاوینگے جسمین سے ایک حصہ مولی کو دیا جاویگا اور چار حصہ مدبر کو دیے جاوینگے تاکہ بائع کو ادا کردے۔ اور اگر مدبر کا ہاتھ نہ کاٹا گیا بلکہ خطا سے قتل کیا گیا اور قاتل نے اسکی قیمت ادا کردی تو یہ قیمت اُسکے بائع کو دیجاویگی اور مولی اُسکی قیمت اُسکے موکل سے واپس لیگا بخلاف ثمن غلام موہوب کے یہ منتقی میں لکھا ہے۔ اور اگر ماذون نے ایک باندی خرید کر قبل ادا ے ثمن کے بلا اجازت بائع اسپر قبضہ کرلیا اور وہ اسکے پاس مر گئی یا اُسکے مولی نے اسکو قتل کیا حالانکہ ماذون مقروض نہیں ہے یا اُسکو آزاد کردیا تو بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ ماذون یا اُسکے مولی سے باندی کی قیمت کی ضمان حاصل کرے مگر ماذون سے اُسکے ثمن کا مطالبہ کریگا اور ماذون اس ثمن کے واسطے فروخت کیا جائیگا پس اگر ماذون کے ثمن میں بائع کے حق سے کمی ہو تو مولی پر واجب ہوگا کہ جس باندی کو اُسنے تلف کیا ہے اُسکی قیمت سے اس کمی کو پورا کرے۔ اور اگر ماذون نے کسی کو اس باندی پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے قبضہ کیا اور وہ وکیل کے پاس مر گئی تو وکیل بائع کو اُسکی قیمت کی ضمان دیگا پھر بقدر ضمان اپنے موکل یعنے ماذون سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ماذون نے اپنے مولی کی بلا اجازت احرام باندھ لیا تو مولی کو اختیار ہوگا کہ اسکو حلال کرا دے یعنے احرام سے باہر کرادے[1] اور اگر ماذون نے باجازت مولی احرام باندھا اور اُسکے بعد مولی نے اسکو فروخت کیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اسکو احرام سے باہر کرادے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر زید کا غلام ماذون سالم نام اور عمرو کا غلام افلح نام ہو اور ہر ایک نے دوسرے کو اُسکے مولے سے خرید کیا پس اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ پہلے مثلاً سالم نے افلح کو عمرو سے خریدا ہے اور اُسپر قرضہ نہیں ہے پھر افلح نے سالم کو زید سے خریدا ہے تو سالم کا افلح کو خریدنا جائز ہوگا

[1] کرادے یعنے احرام کے مخالف افعال سے بالقصد کیونکہ طواف کعبہ کے بعد سر منڈانے سے خود حلال ہو جاتا ہے یا باندی کو مولے خود وطی سے حلال کرسکتا ہے اگرچہ مکروہ ہے ۱۲-

اور افلح اپنے خریدار سالم کے مولی کی ملک ہو جائیگا اور مجبور ہو جائیگا پھر افلح کا سالم کو خریدنا باطل ہوگا اور اگر یہ معلوم نہو کہ اول کونسی بیع واقع ہوئی ہے تو دونوں بیع رد ہو جاوینگی گویا کہ دونوں ایکبارگی واقع ہوئی ہیں پس معًا واقع ہونے میں جسطرح دونوں رد ہوتی ہیں ایسے ہی نہ معلوم ہونے کی صورت میں بھی رد ہونگی اور اگر دونوں ماذون قرضدار ہوں تو اول کی بیع بھی ناجائز ہوگی لیکن اگر اسکے قرضخواہ اجازت دیدیں تو جائز ہو جاویگی یہ مبسوط میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ معلے رحمتہ اللہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر ماذون نے کسی کو اپنا قرض ادا کرنے یا قرض وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر مولے نے اسکو مجبور کر دیا پھر وکیل نے قرضہ ادا کیا یا وصول کیا اور اسکو ماذون کے مجبور ہونے کی خبر نہیں ہے تو جائز ہے اور منتقی میں کہا کہ میں نے امام محمد رحمتہ اللہ سے سنا ہے کہ وہ یوں فرماتے تھے کہ وکیل کا یہ تصرف جائز ہے خواہ اسکو ماذون کے مجبور ہونے کا علم ہو یا نہو اور کہتے تھے کہ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ اور بھی منتقی میں ہے کہ اگر غلام مجبور نے ایک کپڑا خریدا اور مولی کو معلوم نہیں ہے یہانتک کہ اُسنے غلام کو فروخت کیا پھر اُس خریداری کی اجازت دیدی تو خرید جائز ہوگی اور اگر غلام نے ایک کپڑا کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مولی کو معلوم نہیں ہے یہانتک کہ اُسنے غلام کو فروخت کیا پھر بیع کی اجازت دی تو جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید کے غلام ماذون کا عمرو پر ہزار درم قرضہ ہو پھر زید نے عمرو کو وہ غلام ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا تو ہبہ جائز اور زید کا عمرو پر ہزار درم قرضہ بحالہ رہیگا اگر ماذون پر پانچسو درم کا قرضہ ہوا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہو پھر اُسنے ایک شخص کی طرف سے دوسرے کے واسطے ہزار درم کی کفالت مولی کی اجازت سے قبول کر لی پھر اُسنے ایک ہزار درم قرضہ کر لیے پھر اُسنے دوسرے شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت قبول کی پھر وہ غلام ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو ہم کہتے ہیں کہ پہلی کفالت میں سے نصف باطل ہوگی اور باقی نصف کے واسطے مکفول لہ اُسکے ثمن میں شریک قرار دیا جائیگا اور دوسری کفالت بالکل باطل ہوگی پس پہلا قرضخواہ پانچسو درم کے حساب سے اُسکے ثمن میں شریک ہوگا پس غلام کا ثمن ہزار درم ان لوگوں میں چار حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور ہر پانچسو درم ایک سہم قرار دیا جائیگا پس اس حساب سے دو سو پچاس درم پہلے قرضخواہ کے اور اسیقدر پہلے مکفول لہ کے اور پانچسو درم دوسرے قرضخواہ کے حصہ میں آوینگے اور دیے جاوینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ماذون نے کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ گھر اس شرط سے فروخت کرتا ہوں کہ ہزار گز ہے اور مشتری نے اسکو کم یا ہزار گز یا زیادہ پایا تو بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ اس شرط سے کہ ہزار گز سے زیادہ ہے پس اسکو ہزار گز سے تھوڑا بہت زیادہ پایا تو بیع لازم ہوگی اور اگر اسکو ہزار گز یا کم پایا تو مشتری کو خیار ہوگا چاہے اُسکو پورے ثمن میں خرید لے یا ترک کر دے پس اگر لینا اختیار کیا تو اسپر پورا ثمن لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے اگر غلام نے کسی شخص کو کوئی چیز ودیعت دی تو مولے کو ودیعت لینے کا اختیار نہوگا خواہ غلام ماذون ہو یا مجبور ہو اور اگر مودع نے ودیعت اُسکے مولی کو دیدی پس اگر غلام پر قرضہ نہو تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص سے ایک کپڑا دس درم کو اس شرط سے کہ دس گز ہے خریدا اور اُسکو آٹھ گز پایا پس بائع نے کہا کہ میں نے اس شرط سے کہ آٹھ گز ہے فروخت کیا ہے تو قسم سے

قول بائع کا قبول ہوگا اور مشتری پر واجب ہوگا کہ اپنی شرط کے دعوی پر گواہ لادے جیسا کہ اس صورت مین کہ ایک غلام اس شرط سے خرید کیا کہ یہ کاتب یا خبّاز[1] ہے حکم ہے یعنے بائع کا قول قبول اور مشتری پر گواہ لانا واجب ہوتے ہین اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے دس درم کو اس شرط سے خریدا ہے کہ دس گز ہے ہر گز ایک درم کو اور پھر مین نے اس کو آٹھ گز پایا ہے اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اس شرط سے دس درم کو فروخت کیا ہے کہ آٹھ گز ہے اور مین نے فی گز ایک درم کی شرط نہین لگائی تو دونون باہم قسم کھا کر بیع واپس کر دینگے یہ مبسوط مین ہے منتقی کے باب الحجر مین لکھا ہے کہ اگر مولے نے ماذون کو مجحور کیا اور اس پر میعادی قرضہ ہے تو قرضہ میعادی رہے گا - کذا فی المغنی - منتقی مین ہے کہ ایک ماذون کو اس کے مولے نے مجحور کیا اور اس کے قرضدارون کو منع کیا کہ اس کو قرضہ کچھ نہ دین تو فرمایا کہ اگر اس کے قرضدارون نے اسکو قرضہ دیدیا تو بری ہوجاوینگے اسیطرح اگر مولے نے اس غلام کو فروخت کر دیا اور قرضدارون نے بعد فروخت کے اسکو دیا تو بھی بری ہوجاوینگے یہ ذخیرہ مین ہے - زید نے اپنے ماذون مقروض کو عمرو کے پاس رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس بھاگ گیا تو قرضخواہون کو عمرو سے ضمان لینے کا اختیار ہوگا یہ قنیہ مین ہے - غلام مرہون کو اسکے مولی نے خرید فروخت کی اجازت دی اسنے خرید فروخت کی اور اسپر قرضہ ہوگیا تو فرمایا کہ رہن بحالہ باقی رہیگا ولیکن قرضخواہون کو غلام پر جبتک رہن ہے کوئی راہ نہوگی یہ مغنی مین ہے - غلام ماذون نے اگر کوئی لقیط اٹھایا اور یہ امر صرف اسی قول سے ثابت ہوتا ہے اور مولے نے کہا کہ تو جھوٹا ہے یہ تو میرا غلام ہے تو قول ماذون کا قبول ہوگا پھر اسکے بعد باعتبار اصل کے اس لقیط کی آزادی ثابت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے -

اور اگر ماذون نے ایک باندی ہزار درم کو اس شرط سے خریدی کہ اگر مین تین روز تک ثمن ادا کرون تو ہم دونون مین بیع نہین ہے تو یہ جائز ہے بمنزلہ تین روز تک خیار شرط کے قرار دیا جائیگا جو کہ مرد آزاد سے جائز ہے اسی طرح اگر اسکو خرید کر ثمن ادا کر کے قبضہ کر لیا اس شرط سے کہ اگر بائع نے تین روز مین مشتری کو ثمن واپس کیا تو دونون مین بیع نہین ہے تو یہ بھی موافق شرط کے جائز ہے اور یہ بمنزلہ بائع کے واسطے شرط خیار ہونے کے قرار دیا جائیگا - اور اگر اس شرط سے خریدی کہ اگر مین نے تین روز مین ثمن ادا نہ کیا تو ہم دونون مین بیع نہین ہے پس اسپر قبضہ کر کے فروخت کر دی تو بیع نافذ ہوجائیگی پھر اگر تین روز گذر گئے اور اسنے ثمن ادا نہ کیا تو بائع کو اس باندی کے لینے کی کوئی راہ نہوگی ولیکن مشتری ثمن کے واسطے دامنگیر ہوگا - اسی طرح اگر مشتری نے اسکو قتل کیا یا اسکے پاس مر گئی یا کسی اجنبی نے اسکو قتل کر کے اسکی قیمت تین روز کے درمیان تاوان ادا کی تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر مشتری نے اس سے تین روز کے درمیان وطی کی خواہ وہ باکرہ تھی یا ثیبہ تھی یا اسپر کوئی جنایت کی یا بدون کسی شخص کے فعل کے اسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا پھر ثمن ادا کرنے سے پہلے تین روز گذر گئے تو بائع کو خیار ہوگا کہ چاہے اسکو لے لے مگر اور کچھ اسکو نہ ملیگا یا مشتری کے سپرد کرے اور اگر وطی کرنے والا یا جنایت کرنے والا کوئی

[1] خباز نانبائی یعنی روٹی پکانے والا ۱۲

اجنبی ہوا اور عقر یا ارش واجب ہوا تو بائع کو باندی لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر تین روز گذرنے کے بعد کسی اجنبی
کے فعل سے اسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا تو بائع کو اختیار ہوگا چاہے باندی کو لیکر اجنبی سے بموجب حکم
اسکے فعل کے خواہ وطی ہو یا جنایت ہو مواخذہ کرکے عقر یا ارش وصول کرے یا مشتری کو بعوض ثمن کے سپرد
کرے پس اگر اُسنے مشتری کے سپرد کردی تو مشتری اجنبی کا دامنگیر ہوکر عقر یا ارش وصول کرنیکا اختیار ہوگا۔ اور یہ
خیار بائع کو اُسوقت حاصل ہوگا کہ وہ باندی باکرہ ہو کہ جس سے اجنبی کے وطی کرنے سے اُسکی مالیت مین نقصان آگیا
ہو اور اگر ثیبہ ہو کہ اس سے وطی کرنے سے نقصان نہ آیا ہو تو بائع اُسکو لیکر اجنبی سے اُسکا عقر وصول کریگا اور اُسکو
باندی ترک کرنیکا کچھ اختیار نہوگا۔ اور اگر خود مشتری نے تین روز گذرنے کے بعد باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا باکرہ تھی اور
اُس سے اقتضاض کیا تو بائع کو خیار ہوگا چاہے ثمن کے عوض وہ باندی مشتری کے سپرد کرے یا ہاتھ کاٹنے کی
صورت مین نصف ثمن مع باندی کے واپس لے اور در صورت اقتضاض کے اُسکے عقر پر لحاظ نکیا جائیگا
بلکہ دیکھا جائیگا کہ وطی سے اُسکی قیمت مین کسقدر نقصان آیا ہے پس اسقدر[1] حصہ اُسکے ثمن مین سے مشتری پر واجب ہوگا
اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اُسکے عقر اور نقصان قیمت دونون مین سے دیکھا جائیگا کہ کون
زیادہ ہے اسکے حساب سے مشتری پر اُسکے ثمن مین سے حصہ واجب ہوگا۔ اور اگر وطی سے باندی مین کچھ نقصان نہ آیا ہو
تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع اُس باندی کو لے لیگا اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ثمن اُسکی قیمت
اور اسکے عقر[2] پر تقسیم کیا جائیگا پس بائع وہ باندی مع حصہ عقر کے اُسکے ثمن سے مشتری سے واپس لیگا۔ اور اگر تین روز کے
اندر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر تین روز گذر گئے اور وہ دونون زندہ موجود ہین اور مشتری نے ہنوز نہین ادا کیا ہے تو باندی
مع بچہ کے ثمن کے عوض مشتری کو ملیگی اور بائع کو کچھ اختیار نہوگا اور اگر بعد تین روز گذرنے کے بچہ پیدا ہوا اور ولادت سے
باندی مین نقصان آیا تو بائع کو خیار حاصل ہوگا اور اگر بعد تین روز گذرنے کے مرگئی اور بچہ نہین پیدا ہوا تو مشتری پر
ثمن واجب ہوگا۔ اور اگر تین روز گذرنے کے بعد اسکے بچہ ہوا پھر وہ مرگئی اور بچہ باقی رہا تو بائع کو خیار ہوگا چاہے بچہ کو
مشتری کو دیکر اُس سے سب ثمن وصول کرلے یا بچہ مع اُسکی مان کے حصہ ثمن کے مشتری سے واپس کرلے یہ مبسوط
مین ہے۔ ایک غلام مجور نے زید کو قرضہ دیا پھر اُسکے مولے نے زید کو منع کردیا کہ مال قرضہ اُسکو نہ دینا پھر زید نے
اُسی کو دیا پس اگر بعینہ وہی درم دیدیے جو اُس سے لیے تھے تو قرضدار بری ہوجائیگا اور اگر دوسرے درم دیے
تو بری نہوگا اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون صورتون مین بری نہوگا یہ محیط مین
ہے۔ اور اگر کوئی باندی کسی عرض معین کے عوض اس شرط سے خریدی کہ اگر مین یہ عرض تین روز مین نہ دیدون
تو میرے اور بائع کے درمیان بیع نہین ہے تو بمنزلہ شرط خیار کے یہ جائز ہے پس اگر مشتری کے پاس باندی مین عیب
آگیا یا اُسنے باندی کی آنکھ پھوڑ دی یا اُس سے وطی کی اور وہ باکرہ یا ثیبہ تھی یا کسی اجنبی نے ایسا فعل کیا پھر وہ
عرض معین دینے سے پہلے تین روز گذر گئے تو یہ صورت اور درم سے خریدنے کی صورت جو ہمنے بیان کی ہے دونون یکسان ہین

[1] تو اسقدر مثلاً نصف قیمت کا نقصان آیا تو نصف ثمن واجب ہوگا ۱۲ [2] جرمانہ وطی بطور مہر المثل ۱۲

اور اگر مشتری نے بائع کو مال بشرط ضمان دیا اور تین روز گذر گئے پھر مشتری کے پاس وہ باندی مرگئی یا مشتری نے اُسکو قتل کیا تو بائع کی قیمت مشتری پر واجب ہوگی مگر ثمن کسی راہ سے نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر باندی کی آنکھ جاتی رہی یا مشتری نے پھوڑدی تو بائع باندی کو مع نصف قیمت واپس لیگا اور ثمن لینے کی کوئی راہ نہوگی۔ اور اگر کسی اجنبی نے اُسکی آنکھ پھوڑدی یا قتل کیا تو بائع کو خیار ہوگا چاہے قتل کی صورت میں مشتری کے مال سے فی الحال اُسکی قیمت لے لے یا قاتل کی مددگار برادری سے تین سال میں وصول کرے پس اگر مشتری سے لے لے تو وہ قاتل کی مددگار برادری سے وصول کرلیگا اور آنکھ پھوڑنے کی صورت میں باندی کو واپس لیگا اور آنکھ پھوڑنے کا جرمانہ فی الحال مشتری یا اجنبی سے لے لیگا پس اگر مشتری سے لیا تو وہ قاتل سے واپس لیگا۔ اور ان صورتوں میں سے کسی صورت میں بائع کو ثمن لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ مبسوط میں ہے ایک ماذون پر پانچسو درم قرضہ ہے اور مولی نے ماذون اُسکے قرضخواہ کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو بیع جائز ہے اور وہ پانچسو درم اپنے قرضہ کے نکال کر باقی پانچسو درم مولی کو دیدیگا پس اس مقام پر قرضخواہ کے قرضہ ساقط ہونے کا حکم نہ کیا حتی کہ کہا کہ پانچسو درم اپنے قرضہ کے نکالیگا حالانکہ وہ ماذون کا مالک ہوگیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ماذون نے یا آزاد مرد نے ہزار درم کو ایک باندی فروخت کی اور باہمی قبضہ ہوگیا اس شرط سے کہ اگر تین روز میں بائع نے مشتری کو دام واپس کیے تو دونوں میں بیع نہیں ہے پھر مشتری نے تین روز کے اندر باندی سے وطی کی یا آنکھ پھوڑدی پھر اگر بائع نے تین روز میں مشتری کو ثمن واپس دیا تو اپنی باندی لے سکتا ہے اور وطی میں عقر اور آنکھ پھوڑنے میں نصف قیمت لے سکتا ہے۔ اور اگر تین روز پورے ہوگئے اور ہنوز ثمن واپس نہ کیا تو بیع تمام ہوجاویگی اور مشتری پر ارش[1] یا عقر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر کسی اجنبی نے ایسا کیا پھر بائع نے تین روز میں ثمن واپس دیا تو اپنی باندی واپس لے سکتا ہے اور اُسکے ساتھ آنکھ پھوڑنے کی صورت میں نصف قیمت خواہ مشتری سے پھر مشتری اُس اجنبی سے لے لیگا یا آنکھ پھوڑنے والے سے واپس لے سکتا ہے اور وطی کی صورت میں اگر باکرہ ہو تو یہی حکم ہے اور اگر ثیبہ ہو کہ جسکو وطی سے کچھ نقصان نہیں پہونچا تو باندی واپس لیگا اور اجنبی وطی کنندہ سے اُسکا عقر لیگا اور مشتری سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر بائع نے تین روز میں ثمن واپس نہ کیا تو بیع پوری ہوگئی اور مشتری وطی کنندہ یا آنکھ پھوڑنے والے سے عقر یا ارش لے لیگا اور اگر خود بائع نے اُس سے وطی کی یا آنکھ پھوڑی تو بیع ٹوٹ گئی خواہ اسکے بعد ثمن واپس کرے یا نہ کرے اور اپنی باندی لے لیگا اور اگر تین روز بعد بائع نے ایسا کیا اور ثمن واپس نہیں کیا ہے تو مشتری کا اُسپر عقر یا ارش واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ جامع میں ہے کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو جسنے جنایت کی ہے تجارت کی اجازت دی اور اسپر قرضہ ہوگیا یا رہن یا اجرت پر دیا تو یہ نہوگا کہ اس فعل سے مولے اُسکا فدیہ[2] دینا اختیار کرنے والا قرار دیا جاوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور زید نے باندی کے سامنے اُسپر قبضہ کیا اور اُس باندی کا

[1] ارش جرمانہ عقر وطی مشتبہ کا عوض ۱۲ [2] فدیہ یعنی مولی پر جرم مذکور میں غلام دینا یا اُسکا فدیہ دینا لازم ہے جو چاہے اختیار کرے پھر تجارت کی اجازت وغیرہ سے وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہیں ٹھہریگا ۱۲

حال معلوم نہوا پھر عمرو نے دعوی کیا کہ یہ میری بیٹی ہے اور اُسکے دعوی کی مشتری اور غلام نے تصدیق کی تو وہ باندی عمرو کی بیٹی قرار پاکر اُسکو دیدیجاویگی اور ان دونون مین بیع نہ ٹوٹیگی۔ اور اگر ماذون نے اُسکو بکر سے خرید کر قبضہ کیا ہو اور بائع نے ایسا اقرار کردیا تو سب بیوع ٹوٹ جاوینگی اور باہم ثمن واپس کرلینگے اور اگر ماذون نے اُسکو بکر سے باندی کے حضور مین خرید کر باندی پر قبضہ کیا ہو اور وہ ساکت رہی کچھ منکر نہوئی پھر عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کرلیا پھر زید نے دعوی کیا کہ یہ میری بیٹی ہے اور ماذون اور باندی اور مشتری نے اُسکے قول کی تصدیق کی مگر بکر نے انکار کیا تو باندی بسبب اقرار مشتری کے آزاد اور زید کی بیٹی قرار پاویگی مگر جو بیع ماذون اور عمرو کے درمیان تھی وہ منتقض نہوگی (لان اقرار العبد باطل) اسیطرح اگر عمرو نے دعوی کیا کہ بکر نے ماذون کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اُسکو آزاد یا مدبرہ کردیا تھا اُس سے بیچی تھی اور ماذون نے جسنے عمرو کے ہاتھ بیچی ہے اُسکی تصدیق کی تو عمرو کا اقرار صحیح ہوگا مگر ماذون کا اقرار باطل ہوگا پس اگر باندی کی حریت کا اقرار کیا ہو تو وہ باندی آزاد ہوجاویگی مگر اُسکی ولاء موقوف رہیگی اور اگر اُسکے مدبرہ یا ام ولد ہونیکا اقرار کیا تو عمرو پر موقوف ہوگی پھر اگر بائع اول مرگیا تو آزاد ہوجاویگی اور عمرو اپنا ثمن ماذون سے تاوقتیکہ آزاد نہو واپس نہین لے سکتا ہے بان بوقت آزاد ہوجانے کے واپس لیگا اور یہی حکم اُس صورت مین ہے کہ جب ماذون اس سبب اقرار مشتری سے منکر ہو لیکن فرق یہ ہے کہ اس صورت مین ماذون کے آزاد ہوجانے کے بعد بھی اپنا ثمن اُس سے واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر مشتری یعنی عمرو نے یون دعوی کیا کہ بکر نے ماذون کے ہاتھ بیچنے سے پہلے اُسکو مکاتب کیا تھا اور ماذون نے تصدیق کی یا تکذیب کی اور باندی نے بھی یہی دعوی کیا تو وہ باندی مشتری یعنے عمرو کی مملوکہ رہیگی چاہے اسکو فروخت کرے کذا فی المبسوط

کتاب الغصب

اسمین چودہ باب ہین

باب اول غصب کی تفسیر و شروط و حکم و مختلفات یعنے مثلیات وغیرہ کے بیان مین۔ شرع مین کسی شخص کے مال متقوم[1] محترم کو بلا اجازت اُسکے مالک کے اسطرح لے لینا کہ اگر اُسکے ہاتھ مین ہو تو اُسکے ہاتھ سے زائل ہوجاے اور اگر ہاتھ مین نہو تو اُس چیز تک اُسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے غصب کہتے ہین یہی صحیح ہے پس اگر کسی شخص اور اسکی ملک کے درمیان کوئی شخص حائل ہوجاوے تو وہ شخص ضامن نہوگا کیونکہ یہ غصب نہین ہے اور اگر کسی نے مالک کو اُسکے مال کی حفاظت سے روکدیا یہانتک کہ وہ مال تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا یہی صحیح ہے۔ اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک غصب کی شرط یہ ہے کہ جو چیز لے لی وہ مال منقول ہو اور یہی آخر قول امام ابو یوسف کا ہے پس اگر کسی شخص نے

لہ کیونکہ اقرار مذکور بالکل مولی مین صحیح نہوا اور نفس اقرار سے مشتری کو دینی پڑی مگر انکے اقرار کا اثر مولی پر نہوگا ۱۲

[1] متقوم یعنے قیمتی نہ مانند مردار وغیرہ کے محترم جسپر دوسرے کی دست اندازی حرام ہے ۱۲

مال غیر منقول یعنے عقار لے لیا تو ان دونون امامون کے نزدیک ضمان واجب نہوگی یہ نہایہ مین ہے حکم غصب کا یہ ہے
کہ اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو گنہگار ہوا اور تاوان دے اور بدون علم ایسا کیا تو مثلاً جو چیز لے لی اُسکو اس گمان
سے لیا کہ یہ میرا مال ہے یا کوئی مال خریدا پھر معلوم ہوا کہ سوائے بائع کے اسکا کوئی شخص غیر مستحق ہے تو اس صورت
مین واجب ہے کہ تاوان دیدے اور گنہگار نہوگا۔ اور غاصب پر واجب ہے کہ مالک کو اسکا مال بعینہ اگر موجود ہو تو واپس
کرے اور اگر اُسکے واپس کر لینے سے عاجز ہو مثلاً اُسکے پاس اُسکے فعل سے تلف ہو گیا یا بدون اُسکے فعل کے تلف ہو گیا
پس اگر وہ مال مثلی ہو تو اسکا مثل واپس دے جیسے کیلی و وزنی چیزین اور اگر مثل اسوجہ سے نہ واپس کر سکے
کہ وہ چیز اُن دنون بازار مین نہین ملتی ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک جس روز نالش ہوئی ہے اُسدن کے حساب سے
اُسکی قیمت دیدے اور امام ابو یوسف کے نزدیک غصب کے روز کی قیمت اور امام محمد رح کے نزدیک جسدن سے
بازار سے منقطع ہوئی اُسدن کی قیمت واپس دے کذا فی الکافی اور اگر ایسی چیز غصب کی جسکا مثل نہین ہوتا ہے تو
بالاجماع جس روز غصب کی ہے اس روز کی قیمت دینی واجب ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اور منقطع ہو جانے مین یہی اعتبار
ہے کہ بازار مین وہ چیز نہ ملتی ہو اگرچہ لوگون کے پاس گھرون مین موجود ہو کذا فی التبیین اور اکثر مشائخ نے
امام محمد رح کے قول پر فتوی دیا اور برہان الائمہ صدر الکبیر برہان الدین اور صدر شہید حسام الدین نے بھی اسی
قول پر فتوی دیا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے یہ کفایہ کی آخر کتاب الصرف
مین لکھا ہے اور صدر الاسلام ابو الیسر نے شرح کتاب الغصب مین لکھا ہے کہ ہر کیلی چیز یا وزنی چیز مثلی نہین ہوتی ہے بلکہ کیلی و
وزنی چیزون مین فقط وہی مثلی ہوتی ہین جو باہم متقارب ہوتی ہین اور جو متفاوت ہون وہ مثلی نہین ہین اور صاحب المحیط نے
شرح جامع صغیر مین لکھا ہے کہ کیل و وزن و عدد کے اعتبار سے تمام عددیات متقاربہ سب مثلی ہین اور متفاوتہ
ذوات القیم مین یعنے اُنکی قیمت دینا چاہیے۔ اور جس چیز کے احاد مین باعتبار قیمت کے تفاوت ہو وہ عددی متفاوت
ہے جیسے بکریان اور جسکے احاد مین تفاوت قیمت نہو ہان اُسکے انواع مین تفاوت ہو جیسے بادنجان تو مثلی متقارب ہے
پس اُسپر قیاس کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیاز و لہسن دونون مثلی ہین اور اگر انڈے ایک جنس کے ہون تو اسمین بڑا
و چھوٹا یہان حکم مین ہے اور شیخ الاسلام علی اسبیجابی نے شرح الصحیح مین لکھا ہے کہ نحاس و صفر دونون مثلی ہین اور کشمش
و اخروٹ سب مثلی ہین کیونکہ یہ عددی متقارب ہین یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور انگور ایک جنس ہے اگرچہ اسکے انواع
و اسما مختلف ہین اور یہی حکم زبیب کا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور سیر کبیر مین مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کا
جبن تلف کیا تو اُسپر قیمت واجب ہوگی لیکن با وجود اسکے کہ جبن موزونات مین سے ہے اسکو مثلی نہین قرار دیا کیونکہ اسمین
فی نفسہ کھلا ہوا تفاوت ہوتا ہے اگرچہ بیع سلم مین جواز کے واسطے اسکو مثلی اعتبار کیا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ شحم مثلی ہے اور
فحم یعنے کوئلہ مثلی ہے اور تراب یعنے مٹی ذوات القیم ہے۔ اور سوت مثلی ہے اور جو چیز سوت سے تیار ہوتی ہے وہ بھی مثلی ہے یہ قنیہ
مین ہے۔ اور فتاوی مین ہے کہ سرکہ اور عصیر دونون مثلی ہین اسی طرح آٹا اور چوکر اور گچ اور چونا اور روئی اور اسکا سوت
اور صوف اور اُسکا سوت اور سب طرح کا تبن اور کتان و ابریشم و رصاص و حدید و شبہ و حنا و وسمہ اور چقندر خشک

کتان ۱۲ لوہا ۱۲ قلعی ۱۲ بھوسہ ۱۲

ریاحین ہین سب مثلی ہین اور برف مثلی ہے اور فتاوی رشید الدین مین دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ برف قیمی ہے اور فوائد صاحب المحیط مین ہے کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف کے نزدیک پانی ذوات القیم مین سے ہے اور کاغذ مثلی ہے اور انار وسیب و کھیرا و ککڑی و خربوزہ سب کے آحاد متفاوت ہوتے ہین پس سب ذوات القیم ہین اور صابون و سکنجبین و گلقند ذوات القیم مین سے ہین اور فتاوی رشید الدین مین لکھا ہے کہ ہر دو وزنی چیزین کہ باہم اسطرح مخلوط کیجا دین کہ انہین تمیز ہو سکے تو مثلی رہینگی اور ذوات القیم مین سے ہو جاویگی اور یہ حکم اسواسطے ہے کہ مثلاً ایک صابون مین روغن کم اور دوسرے مین زیادہ ہوتا ہو اور ایک سکنجبین مین سرکہ زیادہ اور دوسری مین سرکہ کم ہوتا ہے ہی کہ اگر دونون صابون مثلاً ایک ہی روغن سے بنائے گئے ہون تو مثلی رہینگے اور جسقدر صابون تلف کیا ہے اُسی قدر یعنے اسکے مثل ضمان دیگا اور گوبر ذوات القیم مین سے ہے اور ہیزم اور درختون کے پتے سب قیمتی ہین اور بساط و حصیر و بوریہ و اُسکے امثال سب ذوات القیم ہین اور اُدیم و برم و جلود سب مثل کپڑے کے ذوات القیم ہین اور سوئی ذوات القیم مین سے ہوتی ہے اور ریاحین تازہ و بقول و قصب و حطب یعنے لکڑیان ذوات القیم ہین اور دودھ مثلی ہے اور حضرات ذوات القیم مین سے ہونا چاہیے کیونکہ یہین باعتبار خشکی و ترشی کے تفاوت ہوتا ہے فتاوی قاضی ظہیر الدین کی بیوع مین لکھا ہے کہ اگر گوشت پختہ ہو تو بالاجماع بتعدی تلف کرنے سے باعتبار قیمت کے اُسکی ضمان واجب ہوتی ہے اور اگر خام ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفصول العمادیہ اور گوشت و چربی و چکتی ذوات القیم ہین کذا فی القنیہ اور اگر گیہون جو کے ساتھ مخلوط کر دیے تو قیمت واجب ہوگی کیونکہ اسکا مثل نہین ہے کذا فی الہدایہ قال المترجم اور ہندوستان مین گیہون اور جو مخلوط جو گوجئی کے نام سے معروف ہے میرے نزدیک اُسکا مثل نہوگی واللہ اعلم۔ اور فتاوی قاضی خان کی اول کتاب البیوع مین ہے کہ ظاہر الروایہ کے موافق روئی ذوات القیم مین سے ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔ قال رضی اللہ عنہ کرم پیلہ یعنے ابریشم کے ساتھ اگر خوب دھوپ دیا گیا تو مثلی ہے اور اگر خوب نہ سوکھا ہو تو قیمتی ہے یہ قنیہ مین ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ روپئین ذوات القیم مین سے ہے اور قاضی خان نے فرمایا کہ مثلی ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور خشت خام و پختہ کے مثلی ہونے مین امام اعظم رح سے دو روایتین ہین کذا فی القنیہ اور واضح ہو کہ مغصوب مال ضرور ہے کہ یا تو غیر منقول ہوگا جیسے دار و ارض و کرم یعنے باغ انگور و حانوت وغیرہ یا منقول ہوگا اور منقول مین ضرور ہے کہ یا تو مثلی ہوگا جیسے کیلی چیزین اور وزنی چیزین کہ جنکی تبعیض یعنے ٹکڑے کرنے مین ضرر نہین ہے یعنی غیر مصوغ ہون اور عددی متقارب جیسے اخروٹ اور فلوس وغیرہ عددیات جنکے آحاد متفاوت نہین ہین یا غیر مثلی ہوگا جیسے حیوانات و ذرعیات یعنے گزون سے ناپنے کی چیزین اور عددیات غیر متقارب یعنے عددی متفاوت جیسے خربوزہ و انار وغیرہ اور وزنی چیزین جنکے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہے مصوغ پس اگر مال مغصوب غیر منقول ہو جیسے دار و عقار و حانوت وغیرہ اور وہ آسمانی کسی آفت سے منہدم ہو گیا یا پانی کی بہیا آئی اور عمارت و درخت وغیرہ بہا لیگئی یا کسی زمین پر سیل چڑھ گئی جس سے زمین ناقص ہو گئی اور پانی کے نیچے برباد ہو گئی تو قول امام اعظم و آخر قول امام ابو یوسف کے موافق غاصب پر ضمان واجب نہوگی کذا فی شرح الطحاوی اور یہی صحیح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی اور اگر یہ چیزین کسی شخص کے فعل سے حادث ہوئی ہون تو اُس تلف کرنے والے پر ضمان

ہوگی یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے پس اسمین اختلاف ہے اور اگر یہ چیزین خود غاصب کے فعل اور اُسکی سکونت سے حادث ہوئی ہون تو بالاجماع اُسی پر ضمان واجب ہوگی اور زادہین لکھا ہے کہ صحیح قول امام اعظم و امام ابو یوسف کا ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر غاصب کی سکونت و زراعت سے کچھ نقصان آیا تو مثل مال منقول کے بالاجماع بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہے شیخ نصیر بن یحیی رح نے فرمایا کہ نقصان یون دریافت کیا جاوے کہ یہ زمین قبل استعمال کے کتنے پر اجارہ ہوتی تھی اور بعد استعمال کے کتنے پر اجارہ ہوتی ہے پس جسقدر تفاوت ہو وہی نقصان ہے اُسکا ضامن ہوگا کذا فی التبیین اور یہی الیق ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ کبری مین ہے پھر غاصب پیداوار زراعت مین سے بقدر اپنے راس المال یعنی بیج اور ضمان نقصان و خرچہ و زراعت کے لیکر باقی کو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک صدقہ کردیگا پس اگر اُسنے ایک زمین غصب کی اور اسمین دو کر گیہون بوئے اور آٹھ کر پیدا ہوئے اور بقدر ایک کر کے اُسپر خرچہ پڑا اور اُسنے ایک کر ضمان نقصان دیا تو آٹھ کر مین سے چار کر لیکر باقی صدقہ کردیگا یہ تبیین مین ہے۔ ایک شخص دوسرے کے بچھونے پر سویا دوسرے کے فرش پر بیٹھا تو غاصب نہوگا کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک مال منقول کا غصب بدون نقل و تحویل کے متحقق نہین ہوتا ہے پس جبتک اپنے فعل سے اسکو تلف نکرے تب تک ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی مین ہے۔ زید کے غلام کو عمرو نے اپنے کام مین لگایا تو یہ غصب ہے حتی کہ اگر اس فعل سے مرگیا تو عمرو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ یہ جانتا ہو کہ یہ شخص غیر کا غلام ہے یا نجانتا ہو مثلاً غلام نے اگر کہا کہ مین آزاد ہون مجھے مزدور کرلے اور عمرو نے مزدور کرلیا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اپنے کامون مین سے کسی کام مین لگایا ہو اور اگر اپنے کسی کام مین نہ لگایا ہو تو غاصب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام کو کہا تو اس درخت پر چڑھکر اسمین سے کشمش جھاڑتا کہ تو کھاوے اور وہ درخت سے گرکر مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ میرے کھانے کے واسطے جھاڑ اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ضامن ہوگا کذا فی المحیط و ہکذا فی فتاوی قاضی خان۔ اگر نابالغ سے کہا کہ یہ دیوار توڑ دے اُسنے ایسا ہی کیا اور اس کام مین مرگیا تو ضامن نہوگا اور اگر کہا ہو کہ میرے واسطے اس دیوار کو توڑ دے تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر لڑکے سے کہا کہ اس درخت پر چڑھکر میرے واسطے پھل توڑ دے وہ چڑھگیا اور وہان اُسنے ایک پھل کھایا جو اُسکے حلق مین اٹک رہا اور وہ مرگیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا کیونکہ فعل نابالغ اُسکے قول کا معارض ہوگیا یہ اسولۃ و اجوبہ محمد بن محمود بن الحسن الاشتر دشتی مین ہے۔ اور اگر کسی چوپایہ کی نکیل تھامکر لے چلا یا ہانکا یا سوار ہوا اور اُسپر کچھ لادا اور یہ سب مالک کی بلا اجازت کیا تو ضامن ہوگا خواہ وہ چوپایہ اُس خدمت سے مرا ہو یا دوسری طرح مرا ہو یہ ینابیع و فصول عمادیہ مین ہے۔

باب دوسرا غاصب یا غیر کے فعل سے مال مغصوب متغیر ہوجانے کے بیان مین۔ اگر عین مغصوبہ بفعل غاصب متغیر ہوگئی حتی کہ اُسنے اُسکا نام اور بڑی منفعت بدل دی تو اُس سے مغصوب منہ کی ملک جاتی رہیگی اور غاصب اُسکا مالک ہوگا اور اُسکا ضامن ہوگا مگر اُس سے انتفاع حلال نہین ہے تا وقتیکہ اُسکا بدلہ ضمان ادا نہ کرے

---

[۱] الیق زیادہ لائق و مناسب ہے ۱۲

یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مال مغصوب غاصب کے ہاتھ میں ناقص ہو گیا تو غاصب بقدر نقصان ضامن ہوگا پس مال کو مع نقصان مغصوب منہ کو واپس دیگا لیکن اگر نقصان سوائے غاصب کے دوسرے کے فعل سے پیدا ہو گیا ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے نقصان لے اور غاصب اُسکو غیر سے واپس لیگا یا غیر سے ضمان لے اور پھر اُسکو غاصب سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مغصوب چیز غاصب کے پاس بڑھ گئی تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا کہ مع زیادتی واپس کر لے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کوئی کپڑا غصب کیا اور اُسکو سُرخ یا زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے سپید کپڑے کی قیمت لے لے اور کپڑا غاصب کا ہوگا یا اپنا کپڑا لیکر غاصب کو اسقدر درم دیدے جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی ہے یا اُس کپڑے کو فروخت کر دے پس اسکے ثمن میں مالک اُسکی قیمت میں سپید ہونے کے حساب سے شریک ہوگا اور جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی اُسکے حساب سے غاصب شریک ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایک شخص کا کپڑا دوسرے شخص کے رنگ میں گر پڑا پس اگر رنگ گیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اُسکو اُسکے رنگ کے دام دیدے یا کپڑا فروخت کرے اُسکے ثمن میں دونوں بقدر اپنے اپنے حق کے شریک ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر غاصب نے غصب کیے ہوئے کپڑے کو سیاہ رنگا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ سیاہ رنگ کپڑے کے حق میں نقصان ہوتا ہے پس مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب کے پاس چھوڑ کر اُس سے اپنے سپید کپڑے کی قیمت تاوان لے یا کپڑا لیکر اُس سے نقصان لے لے اور امام ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا کہ سیاہ رنگ بھی زیادتی ہے پس اسکا حکم وہی ہے جو عصفر میں حکم ہے کذا فی شرح الطحاوی اور صحیح یہ ہے کہ باہم کچھ اختلاف درحقیقت نہیں[لہ] ہے اسواسطے کہ امام اعظم کا فتوی ایسے وقت میں ہوا جسوقت کہ سیاہ رنگ نقصان قرار دیا جاتا تھا یا عیب شمار کیا جاتا تھا اور صاحبین کا فتوی ایسے وقت میں ہوا کہ جب سیاہ رنگ زیادتی شمار کیا جاتا تھا پس رنگ میں عرف و عادت کی رعایت رکھنی واجب ہوگی یہ مضمرات میں ہے اور اگر کپڑا اس قسم کا ہو کہ جسمیں رنگ سے نقصان ہوتا ہو مثلاً تیس درم قیمت ہو اور رنگ کے بعد بیس درم رہجاوے تو امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایسے کپڑے کی طرف لحاظ کیا جاوے کہ جسمیں رنگ سے زیادتی قیمت ہو جاتی ہے پس اگر پانچ درم مثلاً زیادہ ہوتے ہوں تو مالک اپنا کپڑا اور پانچ درم لے لیگا یہ تبیین میں ہے۔ اگر کپڑے کے مالک نے عصفر غصب کر کے اُس سے اپنا کپڑا رنگا تو عصفر کے مثل تاوان دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید نے عمرو سے کپڑا غصب کیا اور بکر سے عصفر غصب کیا اور اُس سے وہ کپڑا رنگا پھر دونوں نے حاضر ہو کر دعوی کیا تو عصفر والا وہ کپڑا لے لیگا یہانتک کہ اُسکو اُسکے عصفر کے مثل ادا کرے اور اگر مثل نہ ملتا ہو تو قیمت ادا کرے اور اس صورت میں بالاجماع سیاہ رنگ کا حکم مثل اور رنگوں کے ہے اور اگر زید نے عمرو سے کپڑا اور بکر سے رنگ غصب کیا پھر اُسپر قدرت حاصل نہوئی تو استحساناً یہ حکم ہے کہ اگر کپڑے کے مالک نے کپڑا لیا تو رنگ کے مالک کو بقدر اُسکے رنگ کی زیادتی کے ضمان دیگا یا اُسکو اختیار ہوگا کہ کپڑے کو فروخت کرے پس اُسکے ثمن میں مالک بحساب سپید کپڑے کی قیمت کے اور مالک رنگ بحساب قیمت رنگ کے شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کپڑا اور عصفر ایک ہی شخص کا غصب کیا

لہ نہیں ہے اقول یوں ہی توفیق دی گئی لیکن صواب یہ کہ اجتہاد میں اختلاف ہے اور مذہب یہ کہ اسمیں عرف و عادت کا اعتبار رہے ۱۲

اور رنگا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ رنگا ہوا کپڑا لے لے اور غاصب ضمان سے بری ہوگیا یا اُس سے سپید کپڑے کی قیمت
لے لے اور اپنے عصفر کے مثل عصفر لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عصفر زید کا اور کپڑا عمرو کا ہو اور دونوں راضی
ہوئے کہ رنگا ہوا کپڑا لے لیں تو دونوں کو یہ اختیار حاصل نہوگا مگر کپڑے کے مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنا کپڑا رنگا ہوا
لیکر رنگ والے کو جسقدر رنگ سے زیادتی ہوگئی ہے تاوان دے پھر عصفر والا غاصب کا دامنگیر ہوکر اپنے عصفر کے
مثل لے لیگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر عمرو کا کپڑا زید کے پاس رہن ہوا اور عمرو نے عصفر سے اسکو رنگ دیا تو وہ
رہن سے نکل گیا اور عمرو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر کپڑا اور عصفر دونوں رہن ہوں تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ
اُس سے کپڑے کی قیمت کی ضمان اور عصفر کے مثل عصفر لے لے یا رنگے ہوئے کپڑے پر راضی ہوجاوے پس وہ
رنگا ہوا اُسکے پاس رہن رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کپڑے کے مالک نے عصفر غصب کرکے اُس سے کپڑا رنگ
فروخت کیا تو عصفر کے مالک کا مشتری پر کچھ واجب نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اپنے ذاتی عصفر سے ایک کپڑا
غصب کرکے رنگا اور اُسکو فروخت کرکے غائب ہوگیا اور مالک ثوب نے حاضر ہوکر نالش کی تو اُسکے نام کپڑے کی
مشتری پر ڈگری ہوجاویگی مگر اُس سے عصفر کے مالک کے واسطے کفیل لے لیا جائیگا اور بائع و مشتری کے درمیان
بیع ٹوٹ جاویگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور کپڑے پر نشاستہ و سریش سے کندی کرنا مثل رنگنے کے ہے اور بایک چیز سے
اُسپر نقش کرنا مثل رنگنے کے ہے مگر جس سے چھاپنا تنقیص ہے یعنی ناقص کرنا ہے یہ قنیہ میں ہے اور اگر کپڑا غصب کرکے
اُسکو بل دیا یا دھویا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اسکو لے لے اور غاصب کو کچھ نہ ملیگا کیونکہ کپڑے کے چناؤ میں کوئی شے
زیادہ نہیں ہوجاتی ہے بلکہ چناؤ میں صرف اُسکی صفت اجزا کا تغیر ہوتا ہے اور غسل دینے میں اُسکا میل صاف ہوجاتا ہے
اور صابون یا اشنان جس سے میل چھٹتا ہے وہ کچھ کپڑے میں نہیں رہجاتا ہے بلکہ وہ تو پانی کے ساتھ دھل جاتا ہے اور
واضح ہو کہ چناؤ سے مراد یہ ہے کہ بغیر حریر کے ہو جیسے آستینوں کو بل دیکر ایک دوسرے کے ساتھ چن لیے اور اگر حریر
کے ساتھ اُسکا چناؤ کیا ہو تو زیادتی ہوگی جیسے رنگ سے زیادتی ہوتی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر کسی شخص نے ستو غصب
کرکے مسکہ میں لتھ کردیے تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے ستو غاصب کے پاس چھوڑکر اُسکے مثل غاصب سے تاوان
لے یا اُنہیں کو لیکر جسقدر مسکہ سے زیادتی ہوئی ہے اُسکو تاوان دیدے اور اصل میں فرمایا کہ ستو کی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے
کہ ستوون میں باعتبار بھوننے کے تفاوت ہوتا ہے پس مثلی نرہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیمت سے امام محمد رح کی مراد
مثل ہے اُسی کو قیمت کہا ہے مثل کے قائم مقام قیمت ہوتی ہے کذا فی الہدایۃ اور شہد و مسکہ دونوں اصل میں جبکہ دونوں
مخلوط ہوں۔ اور اگر تیل کے ساتھ مشک مختلط ہوجاوے پس اگر تیل کی قیمت بڑھجاوے اور اچھا ہوجاوے
تو مشک بمنزلہ رنگ کے کپڑے کے حق میں ہوگا اور اگر تیل سے اچھا نہوا اور قیمت نہ بڑھی مثلاً تیل بدبودار تیلوں میں سے
ہو تو مشک کا تلف کردینا قرار دیا جائیگا یہ فتاوی کرخی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا کپڑا غصب کرکے قطع کرایا مگر ہنوز نہیں
سلایا تو دیکھا جائیگا کہ اگر قطع کرنے سے کھلا ہوا عیب نہیں پیدا ہوگیا تو مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ اُس سے کپڑا لیکر بقدر
نقصان قطع کے ضمان لے اور نہیں ہوسکتا ہے کہ کپڑا اُسی کے ذمہ ڈالے اور اگر قطع سے ایسا عیب فاحش پیدا ہوگیا

کہ بمنزلہ اُسکے تلف کے ہے تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس سے کپڑا لیکر بقدر نقصان کے ضمان لے یا کپڑا اُسی کے پاس
چھوڑ دے اور اپنے صحیح سالم کپڑے کی قیمت لے لے۔ اور اگر غاصب نے قطع کر کے سلایا تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہوگیا
پس غصب کے وقت کی قیمت اُس سے ضمان لیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا کپڑا پھاڑ دیا اور
بہت پھٹ گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اس سے کپڑے کی پوری قیمت تاوان لے اور وہ کپڑا غاصب کا ہو جائیگا
کیونکہ وہ کپڑا ایک وجہ سے گویا تلف ہوگیا کیونکہ جن کاموں کے لائق پہلے تھا اُنکے لائق اب نہ رہا یا کپڑا لیکر اُس سے نقصان
کی ضمان لے کیونکہ ایک جہت سے وہ عیب دار ہوگیا ہے اسلیے درحقیقت تو وہ کپڑا باقی موجود ہے اور لیسے ہی[1] بعض
منافع بھی اُس سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ اور اگر تھوڑا پھٹا ہو تو غاصب بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور مالک اپنا
کپڑا واپس لیگا اسلیے کہ وہ کپڑا ہر وجہ سے قائم موجود ہے اب رہا کہ بہت پھٹا ہوا اور تھوڑا پھٹا ہو اُسکو کہتے ہیں پس صحیح
یہ ہے کہ خرق فاحش اُسکو کہتے ہیں جس سے کسی قدر وہ شی عین اور بعض منفعت زائل ہو جاوے اور بعض وہ شی اور بعض
منفعت باقی رہجاوے اور خرق یسیر یعنے قلیل وہ ہے کہ جس سے کچھ منفعت زائل نہو جاوے فقط اُسمیں کچھ نقصان آجاوے
اور یہ تفسیر خرق کثیر کی ہمنے اسواسطے صحیح بیان کی کہ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں کپڑا قطع کرنے کو نقصان فاحش
قرار دیا ہے حالانکہ بعض منفعت اُس سے زائل ہوتی ہے یہ کافی میں ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ جو حکم کپڑے کی
خرق میں مذکور ہوا یعنی اگر خرق فاحش ہو تو مالک مختار ہے چاہے کپڑا لیکر نقصان لے لے یا بالکل قیمت لے لے
اور اگر کپڑا دیدے اور اگر قلیل ہو تو کپڑا لیکر نقصان لے لے یہی حکم ہر مال عین میں ہے۔ مگر اموال ربویہ یعنی جن میں ربا
جاری ہوتا ہے یہ حکم نہیں ہے کیونکہ اموال ربویہ کے عیب دار کرنے میں خواہ خرق فاحش کثیر ہو یا قلیل ہو مالک کو یہ اختیار
ہوگا کہ چاہے وہ مال معیب واپس کر لے اور غاصب سے کچھ نہ لے یا وہ مال اسکو دیکر اُسکے مثل یا اُسکی قیمت لے لے کیونکہ
نقصان کی ضمان لینا ایسے مالوں میں اسوجہ سے متعذر ہے کہ ربو تک پہونچ جائیگا یہ نہایہ میں ہے۔ اگر ایک کپڑا غصب کیا
اور غاصب کے پاس متعفن ہوگیا یا زرد پڑ گیا تو مالک اُسکو مع ضمان نقصان واپس لیگا اور یہ اُسوقت ہے کہ نقصان
یسیر ہو اور اگر نقصان کثیر ہو تو مختار ہوگا چاہے کپڑا اُسی کے پاس چھوڑ کر قیمت لے لے یا لیکر اُسکے ساتھ نقصان لے
اور اگر مال مغصوب کیلی یا وزنی چیز ہو مثلاً گندم ہوں اور وہ غاصب کے پاس متعفن ہوگئے تو اُسپر اُسکے مثل واجب ہونگے
اور یہ فاسد گیہوں اُسی کے ہو جاوینگے یا مالک چاہے تو متعفن گیہوں لے لے اور غاصب پر کچھ واجب نہوگا کذا فی المحیط
قلت لانہ لو اخذ ضمان النقصان لادی الی الربوا واللہ اعلم۔ اور اگر مال مغصوب باندی یا غلام ہو اور غاصب نے اُسکا
ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے مغصوب اسکو دیکر پوری قیمت غاصب سے ضمان لے یا اس
مغصوب کو لیکر اُسکے ساتھ ضمان نقصان لے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے زید کی بکری ذبح کر ڈالی تو زید کو
اختیار ہے چاہے مذبوحہ اسکو دیکر اُس سے قیمت واپس لے یا بقدر نقصان مذبوحہ کے ساتھ ضمان لے اور یہی حکم اونٹ
وغیرہ کا ہے اسی طرح اگر بکری یا اونٹ وغیرہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظاہر الروایہ کا حکم ہے۔ اور اگر چوپایہ غیر ماکول اللحم

---

[1] میں کہتا ہوں کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ نقصان تاوان لے تو یہ بیاج کے حکم میں ہوگا ۱۲

ہو یعنی اُسکا گوشت حلال نہو اور غاصب نے اُسکا ہاتھ یا پاؤن کاٹ ڈالا تو مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ غاصب سے اُسکی پوری قیمت کی ضمان لے کیونکہ اس صورت مین ہر وجہ سے تلف کرنا ثابت ہوا بخلاف مملوک کے ہاتھ یا پاؤن کاٹنے کے کہ اس صورت مین اُس مملوک کو مع ارش بھی واپس لے سکتا ہے اسوجہ سے کہ ہر وجہ سے استہلاک نہین ہے کیونکہ ہاتھ یا پاؤن کٹ جانیکے بعد بھی آدمی سے نفع حاصل ہو سکتا ہے کذا فی الہدایۃ والکبری نوادر مین ہے کہ اگر چوپایہ کا کان یا تھوڑا کان کاٹ ڈالا تو نقصان کا ضامن ہوگا پس چوپایہ کے کان کاٹنے کو نقصان خفیف قرار دیا ہے اسیطرح اگر چوپایہ کی دم کاٹ ڈالی تو نقصان کا ضامن ہوگا اور شریح رح سے منقول ہے کہ اگر قاضی کے خچر کی دم کاٹی تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر دوسرے کے خچر کی دم کاٹی تو فقط نقصان کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے - قلت[۱] کانہ اراد التعزیر بضمان جمیع القیمۃ والافلا وجہ لہ ولعلہ تعریض - اور اگر کسی نے خچر کا ہاتھ یا پاؤن کاٹ ڈالا پھر مالک نے اُسکو ذبح کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مالک کا کاٹنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے زید نے عمرو کے بیل کو اسقدر مارا کہ اُسکی پسلیان ٹوٹ گئین تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نقصان کا ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہے - اگر حمار کی دونون آنکھین پھوڑ ڈالین تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ مالک کو اختیار ہے کہ آنکھین پھوڑنے والے کو اُسکا جثہ دیدے اور پوری قیمت تاوان لے اور نہین ہو سکتا ہے کہ اندھا گدھا رکھ لے اور اُس سے نقصان کی ضمان لے اور یہی جثۃ العمیاء کا مسئلہ ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور بعد ذبح کیے جانے کے بکری کی کھال کھینچکر اُسکا عضو الگ الگ کر دیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے مذبوحہ چھوڑ کر اُس سے قیمت کی ضمان لے یا مذبوحہ کو لیکر نقصان کی ضمان لے اور فقیہ ابو جعفر سے مروی ہے کہ اگر مالک نے مذبوحہ کو لیلیا تو ضمان نقصان نہین لے سکتا ہے مگر فتوے ظاہر الروایۃ پر ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے - اگر زید نے عمرو کا خچر ذبح کر دیا تو عمرو کو ضمان نقصان لینے کا اختیار نہین ہے ہان پوری قیمت تاوان لینے کا اختیار ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام محمد رح کے قول پر ہے کہ مالک کو اختیار ہے کہ مذبوحہ کو رکھ لے اور ضمان نقصان لیلے یا مذبوحہ کو دیکر پوری قیمت تاوان لے - اور اگر زید نے اُسکو فقط قتل کر ڈالا ہو تو مالک کو ضمان نقصان لینے کا اختیار نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے ہر ڈھالا ہوا برتن اگر اسکو کسی شخص نے توڑ ڈالا پس اگر چاندی کا ہو تو اُسپر (ضمان یعنی قیمت لے سکتے ہیں اور [illegible] ۱۲) واجب ہوگا کہ اُس برتن کی قیمت ڈھلے ہوے کے حساب سے سونے سے ادا کرے یعنے دینار یا اشرفی وغیرہ سے ادا کرے اور اگر وہ ظرف سونے کا ہو تو اُسکی قیمت ڈھلے ہوے کے حساب سے چاندی سے ادا کرے یہ مبسوط مین ہے -

اگر کسی شخص نے زبردستی زید کا کنگن توڑ ڈالا اور کنگن چاندی کا تھا تو زید کو اختیار ہوگا چاہے ٹوٹا ہوا کنگن لیلے اور زیادہ کچھ نہین لے سکتا ہے یا کنگن چھوڑ دے اور صحیح سالم ڈھلے ہوے کی قیمت سونے سے لے لے اور اگر زید نے یہ چاہا کہ ٹوٹا ہوا کنگن لیکر ضمان نقصان لے تو ایسا نہین ہو سکتا ہے اور جب توڑنیوالے پر خلاف جنس سے قیمت ادا کرنے کی ڈگری قاضی نے کر دی اور جانبین سے باہمی قبضہ ہونیسے پہلے دونون جدا ہو گئے تو حکم قضا باطل نہوگا کیونکہ قیمت قائم مقام عین مال کی ہو گئی (یعنی بیع صرف نہین ہوئی تا کہ تقابض شرط ہوتا) پھر واضح ہو کہ سونا و چاندی دونون ڈھلنے سے

---

[۱] مین کہتا ہون کہ شاید یہ حکم تعزیری ہے کہ پوری قیمت کا ضامن ہوگا ورنہ کوئی وجہ نہین اور شاید تعریض ہے ۱۲

وزنی ہونیسے خارج نہین ہوتے ہین اور انکے سوا ے لوہا پیتل و تانبا وغیرہ ڈھالنے سے کبھی وزنی رہتے ہین اور کبھی
وزنی نہین رہتے ہین یعنی مثلاً عددی ہوجاتی ہین پس اگر ان چیزون سے بنی ہوئی کوئی چیز ہو اور وہ وزنی ہونیسے خارج
نہوئی ہو مثلاً ایسی جگہ ہو جہان یہ چیزین ساختہ ہوکر وزن سے فروخت ہوتی ہین عدد سے شمار نہین ہوتی ہین اور اسکو
کسی شخص نے توڑ ڈالا اور اسمین خفیف یا کثیر نقصان پیدا ہوگیا تو اسکا حکم سونے و چاندی کی ڈھلی ہوئی چیز کے مثل
ہے یعنی مالک کو اختیار ہوگا چاہے شکستہ لیلے اور زیادہ کچھ نہین لے سکتا ہے یا شکستہ اس شخص توڑنیوالے کو دیدے اور
اسکی قیمت مین درم و دینار لے لے اور باہمی قبضہ ہونا بالاجماع شرط نہین ہے۔ اور اگر ڈھالنے سے وہ چیز وزنی نرہی بلکہ عددی
ہوگئی پس اگر ٹوٹنے سے اسمین کوئی عیب فاحش نہین آیا تو اسکے مالک کو چھوڑ دینے کا اختیار نہوگا بلکہ اسکو لے لے اور اسکے ساتھ
قیمت کی راہ سے اسمین جسقدر نقصان آگیا ہو اسکی ضمان لے اور اگر ٹوٹنے سے اسمین عیب فاحش پیدا ہوگیا ہو تو مالک کو اختیار
ہوگا چاہے شکستہ کو لیکر اسکے ساتھ نقصان کی ضمان لے یا شکستہ کو لیکر اسکے ساتھ صحیح سالم کی قیمت کی ضمان لے یہ شرح
طحاوی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے شکستہ تلوار تلف کردی تو اسپر اسکے مثل لوہا دینا لازم ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر
درم یا دینار توڑ ڈالا تو اسکے مثل دینا واجب ہوگا اور ٹوٹا ہوا توڑنے والے کا ہوجائیگا اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ہمارے
مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ ٹوٹنے سے اسکے چلنے مین نقصان آگیا ہو اور اگر نقصان نہ آیا ہو تو مالک کو
فقط ٹوٹا ہوا ملیگا اور یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ ہمنے بیان کیا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی گردا روٹی توڑ ڈالی تو مالک کو
فقط وہی ٹوٹی ہوئی روٹی ملیگی اور امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ درم یا دینار توڑنے والے پر اسکے مثل واجب ہونگے
اور مالک کو یہ بھی اختیار ہے کہ اسکو لے لے اور زیادہ کچھ نہین لے سکتا ہے خواہ ٹوٹنے سے اسکی مالیت مین نقصان
آگیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اور اگر زید نے عمرو کی باندی غصب کی اور زید کے پاس رہی یہانتک کہ بڑھیا ہوگئی تو عمرو کو یہ اختیار
ہوگا کہ اسکو مع نقصان کی ضمان کے لے لے اسی طرح اگر جوان غلام غصب کیا اور اسکے پاس رہا یہانتک کہ بڈھا ہوگیا
تو مالک اسکو مع ضمان نقصان لے لیگا۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ نقصان خفیف ہوا ہو اور اگر نقصان فاحش ہو تو
مالک کو اختیار ہوگا چاہے مع ضمان نقصان لے لے یا چھوڑ دے اور قیمت لے لے اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے
اور اگر لڑکا غصب کیا اور اسکے پاس رہا یہانتک کہ بالغ ہوگیا یا ڈاڑھی نکل آئی تو مالک اسکو لے لیگا اور کچھ
ضمان نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر باندی جسکی کوبخین چھاتیون کی ابھار تھی غصب کی اور غاصب کے پاس اسکی چھاتی یعنے
پستان منکسر[1] ہوگئین تو مع نقصان واپس لیگا اور اگر کوئی حرفہ جانتا ہو ایسا غلام غصب کیا اور وہ غاصب کے پاس رکہکر یہ حرفہ
بھول گیا تو غاصب بقدر نقصان ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے غلام خوش آواز غصب کیا اور اسکے پاس
اسکی آواز متغیر ہوگئی تو مالک کو نقصان ملیگا۔ اور اگر غلام گوتا تھا اور غاصب کے پاس یہ فعل بھول گیا تو غاصب
ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر زید نے عمر کے غلام کی زلفین منڈوا دین پھر جم آئین لیکن جیسی تھین
ویسی نہ جمین تو زید کچھ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے عمر کا سونا و چاندی غصب کرکے دینار و درم بنائے

[1] منکسر یعنے مضمحل ہوکر لٹک گئین کڑی نہین رہین اور قولہ حرفہ یعنے ہنر مثلاً سینا لیکن گانا عیب ہے ۱۲

بنائے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی ملک اُس سے زائل نہو گی پس مالک اُسکو لے لیگا اور غاصب کو اُسمین سے کچھ نہ ملیگا اور نہ اُسکے کام کے عوض مالک کچھ دیویگا - اور امام ابو یوسفؒ امام محمد رح نے فرمایا کہ مالک کو درم و دینار مغصوب لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور غاصب پر واجب ہوگا کہ اُسکے مثل ادا کرے اور بعد ادا کے مغصوب کا مالک ہو جائیگا اور امام شیخ خجندی نے فرمایا کہ اگر چاندی یا سونا غصب کیے اُسکا زیور ڈھال کر بنایا تو مالک اُسکو واپس لے سکتا ہے اور غاصب کو اُسکی ڈھلوائی کچھ نہ دیگا لیکن اگر اُس چاندی سونے کو اُسنے اپنے کسی مال مین اسطرح جڑ دیا کہ اُس کے اکھاڑنے مین مضرت ہے مثلاً اپنی مشک کا دہانہ بنایا یا چھت مین تیر جڑ دیے یا مثل اُسکے کوئی فعل کیا تو ایسے فعل سے مالک کا حق منقطع ہو جائیگا اور غاصب پر اُسکے مثل ضمان دینا واجب ہوگا اور وقت غصب کے حساب سے ضمان دیگا اور اگر اُسنے سونے چاندی کو فقط گلایا مگر ڈھال کر کوئی چیز یا درم و دینار مضروب کیے بلکہ فقط اُسکو مربع یا مدور یا مستطیل پتر بنایا تو بالاجماع اُس سے مالک کا حق منقطع نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر درم غصب کیے اُسکو گلا کر کوئی چیز نہین بنائی تو اُس سے مالک کا حق منقطع نہوگا اسمین کچھ اختلاف نہین ہے یہ محیط مین ہے اور اگر فلوس غصب کر کے برتن بنائے تو فلوس کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے فلوس کو ثمن ہونے سے خارج کر دیا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر پیتل غصب کر کے اُس سے کوزہ بنایا تو مالک کا حق منقطع ہو جائیگا اور شیخ کرخی رح فرماتے تھے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ بعد ساخت کے وہ برتن وزن کر کے فروخت نہوتا ہو اور اگر وزن سے فروخت ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک مثل چاندی کے اُسمین بھی حق مالک منقطع نہونا چاہیے اور شیخ شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ صحیح یہ ہے کہ اس صورت مین بخلاف چاندی کے امام اعظم رح کے نزدیک مطلقاً[ل] حق مالک منقطع ہو جاتا ہے - اور اگر پیتل کے مالک نے بعد اسکے کہ غاصب اُسکو اُسکے پیتل کی قیمت ادا کر چکا ہے یا قبل ازانکہ اسپر پیتل کی قیمت کی ڈگری ہووے وہ کوزہ توڑ ڈالا[ع] تو فرمایا کہ مالک پر صحیح کوزہ کی قیمت کی ڈگری کیجائیگی اور شکستہ مالک کو دیا جائیگا اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ دونون مین باہم قیمت کا ادلا بدلا نہو جائیگا بلکہ مالک پر کوزہ کی قیمت واجب ہوگی اور دو تاوان مین مقاصہ یعنے ادلا بدلا نہین ہوتا ہے - اور کتاب مین فرمایا کہ لیکن اگر غاصب اُس حق سے جو اُسپر ہے باہم مالک کے ساتھ حساب کر لے اور رہا رہے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس قول سے یہ مراد ہے کہ دونون باہم صلح کرین تو ایسی صورت مین استبدال[ق] ہو جائیگا اور جائز ہوگا مگر بدون اسکے تو ناجائز ہے - اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ غصب کیا ہوا پیتل ایسا پیتل ہو کہ اُسکا مثل موجود نہو تاکہ اُسکی قیمت غاصب پر واجب ہو پس مقاصہ یعنی باہم بدلا ہو جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر زید نے کوئی حیوان غصب کیا اور اُسکے پاس بڑا ہو گیا اور اُسکی قیمت زیادہ ہو گئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اسکو لے لے اور غاصب کو کچھ نہین ملیگا اسی طرح اگر زخمی یا مریض غصب کیا اور دوا کی یہانتک کہ وہ اچھا ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر ایسی زمین جسمین زراعت موجود ہے یا نخل غصب کیا اور کھیتی کو سینچا یا نخل کو گوڑ کر اُسمین نرادی لگائی اور

ل مطلقاً خواہ وزن سے فروخت ہو یا نہو کچھ فرق نہین ہے ۱۲ ع توڑ ڈالا یعنے مالک نے توڑا قبل ازانکہ غاصب پر تاوان کا حکم ہو یا بعد حکم کے اور ق استبدال باہم بدلا کر لینا مقاصہ ہر ایک کا جو کچھ دوسرے پر قصاص یعنے برابری کا سمجھ کر لے ۱۲

اصلاح مین مستعد رہا تو بھی یہ سب مالک کو ملیگا اور غاصب کو اُسکا خرچہ نہین ملیگا اور اگر غاصب نے کھیتی کاٹ لی یا پھل جھاڑ لیے اور تلف کر دیے تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے ۔ اور اگر خرما کے پتے غصب کر کے اُس سے زنبیل بنائی تو مالک کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہین رہی اور اگر نخل کو غصب کر کے اُس سے جُدا کر کڑیان بنوائین تو مالک کو اُسکے لینے کا اختیار ہے کیونکہ نام ابھی تک زائل نہین ہوا مگر صرف اُسکے اجزا متفرق ہوگئے ہین پس ایسا ہوگیا کہ جیسے کپڑا غصب کر کے اُسکو قطع کرایا یہ سراج الوہاج مین ہے ۔ ایک شخص نے دوسرے کا مصحف غصب کر کے اُسمین نقطہ لگا دیے تو یہ زیادتی ہے اور مالک کو اختیار ہوگا چاہے مصحف لیکر غاصب کی زیادتی کرنے کا حق اُسکو دیدے اور چاہے غیر منقوطہ مصحف کی قیمت اُس سے تاوان لے اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور معلی نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ مالک اُسکو بدون کچھ دیے ہوئے لے لیگا جیسا کہ اس صورت مین حکم ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کر کے اُسکو لکھنا سکھلایا اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا کاغذ غصب کر کے اُسپر لکھا تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ مالک کا حق اُس سے منقطع ہو جائیگا اور قاضی رکن الاسلام علی سغدی رح نے ذکر کیا کہ اسمین مشائخ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مالک کا حق منقطع ہوگا یہ محیط مین ہے ۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی کتان غصب کر کے اُسکو کاتا اور کپڑا بنوایا تو اُسپر اُسکے مثل واجب ہوگا اور اگر مثل نہ پایا جاوے تو قیمت واجب ہوگی اور مالک کو اُس کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہین ہے یہ مبسوط مین ہے ۔ زید نے عمرو کی روئی غصب کر کے اُسکو کات کر بنوایا یا سوت غصب کر کے اُسکو بنوایا تو مالک کا حق منقطع ہو جائیگا اور اگر روئی غصب کر کے اُسکو کاتا اور نہ بنا تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مالک کا حق منقطع ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے ۔ اور اگر غاصب نے غصب کے گیہون پیسے تو ہمارے نزدیک آٹا اُسکا ہوگا مگر اُسکے مثل گیہون ضمان ادا کر دے یہ مبسوط مین ہے اگر غاصب نے آٹے کو گوندھ ڈالا تو مالک کا حق منقطع ہو جائیگا یہ قنیہ مین ہے ۔ آٹا غصب کر کے روٹی پکائی یا گوشت کو بھون ڈالا یا تلون کا تیل نکالا تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ کے موافق مالک کا حق منقطع ہو جائیگا اسیطرح اگر ساکھو غصب کر کے اُسکے کواڑ بنا لیے یا لوہا غصب کر کے اُسکی تلوار بنائی تو بھی مالک کا حق منقطع ہوگا اور ساکھو اور لوہے کی قیمت ادا کرنے پر یہ چیزین غاصب کی ہو جاوینگی یہ محیط مین ہے ۔ اور اگر ساکھو یا لکڑی غصب کر کے اُسکو اپنی عمارت مین داخل کیا یا پختہ اینٹ غصب کر کے عمارت مین داخل کی یا گچ کو لیکر اُس سے عمارت بنائی تو ہمارے نزدیک ان سب صورتون مین اُسپر قیمت واجب ہوگی اور مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ غاصب کی عمارت توڑ دے اور یہی صحیح ہے یہ مبسوط مین ہے ۔ اور اگر میدان غصب کر کے اُسمین عمارت بنائی تو مالک کا حق منقطع نہوگا اور اُسکو لینے کا اختیار ہوگا اور قاضی امام ابو علی نسفی رح شیخ کرخی سے نقل کرتے تھے کہ انھون نے اپنی بعض کتابون مین یون تفصیل کی ہے کہ اگر میدان کی قیمت عمارت سے کم ہو تو نہین لے سکتا ہے اور زیادہ ہو تو لے سکتا ہے اور فرمایا کہ جو حکم کتاب مین مذکور ہے اُس سے یہی مراد ہے جو ہم نے بیان کی ہے اور زعم کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول اُن اقوال سے قریب ہے جو چند مسائل مین امام محمد رح سے محفوظ ہین کہ اگر ایک شخص نے

ہاتھ میں ایک موتی ہوا اور وہ گر پڑا اور اُسکو کسی شخص کی مرغی نگل لی تو مرغی اور موتی کی قیمت پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر مرغی کی قیمت کم ہو تو موتی کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے مرغی کو لیکر اُسکی قیمت اُسکے مالک کو دیدے یا چھوڑ کر اپنا موتی لے لے اپنے مرغی کا مالک موتی کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر زید نے عمرو کے پاس اونٹ کا بچہ مثلاً ودیعت رکھا اور عمرو نے اپنے گھر میں پالا پھر وہ بچہ پورا اونٹ ہوگیا اور گھر سے اُسکا نکالنا بدون دیوار توڑے ممکن نہوا تو دیوار و اونٹ کی قیمت پر غور کیا جائیگا پس جس چیز کی قیمت زیادہ ہو اُسکے مالک کو خیار دیا جائیگا انتہی۔ پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے اصل میں یہ ذکر نہ کیا کہ اگر غاصب نے چاہا کہ عمارت توڑ کر میدان یعنی جسمیں عمارت بنائی تھی واپس کردے پس آیا اُسکو یہ حلال ہے یا نہیں اور اسکی دو صورتیں ہیں اگر قاضی نے غاصب پر میدان کی قیمت کی ڈگری کردی تو اُسکو عمارت توڑنا حلال نہیں ہے اور اگر توڑ ڈالی تو میدان واپس نہیں کرسکتا ہے اور اگر قاضی نے اُسپر ڈگری نہ کی ہو تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ عمارت توڑنا حلال ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں حلال ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بڑھئی نے لکڑی غصب کرکے غیر شخص کی عمارت میں مالک کی بلا اجازت داخل کردی تو بڑھئی اور صاحب عمارت کوئی اسکا مالک نہو جائیگا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر تختہ غصب کرکے کشتی میں لگایا یا ابریشم غصب کرکے اپنا یا اپنے غلام کا پیٹ اُس سے ٹانکا تو مالک کا حق منقطع ہو جائیگا یہ جواہر کردری میں ہے اگر زید نے عمرو کی زمین غصب کرکے اُسمیں درخت لگائے یا عمارت بنائی تو اُس سے کہا جائیگا کہ درخت و عمارت دور کرکے مالک کو واپس دے اور اگر درخت وغیرہ اُکھاڑنے سے زمین ناقص ہوئی جاتی ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ اسکو عمارت شکستہ کی اور اُکھیڑے ہوئے درختوں کی قیمت دیدے اور عمارت و درخت کا خود مالک ہو جائیگا اور مراد یہ ہے کہ جسدن اُکھاڑنے کا حکم ہوا ہے اسدن کے حساب سے دیدے کیونکہ حق اُسکا اُسی دن ہے پس بدون درخت و عمارت کے زمین کی قیمت انداز ہ کیجاوے اور وہی زمین مع عمارت و درخت جن کے دور کرنے کا حکم دیا گیا ہے انداز ہ کیجاوے پس دونوں کے درمیان جو فرق ہو وہی عمارت شکستہ و درخت برکندہ کی قیمت قرار دیجاویگی پس اُسیقدر غاصب کو ضمان دے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے غصب کی زمین میں اُسی زمین کی مٹی سے چار دیواری بنائی تو فقیہ ابو بکر بلخی رح نے فرمایا کہ وہ چار دیواری مالک زمین کی ہوگی بنانے والیکا کچھ استحقاق نہوگا کیونکہ اگر اُسکے توڑ دینے کا حکم دیا جاوے تو جیسی مٹی تھی ویسے ہی ہو جاویگی اور ایسا ہی شیخ ابو القاسم نے فرمایا ہے اور ان دونوں کے سواے مشائخ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے باغ انگور میں اُسکی بلا اجازت چار دیواری بنائی پس اگر مٹی کی کچھ قیمت نہو تو چار دیواری باغ کے مالک کی ہوگی اور بنانے والا اس فعل میں احسان کرنیوالا شمار ہوگا اور اگر مٹی کی قیمت ہو تو چار دیواری بنانے والے کی ہوگی اور اُسپر مٹی کی قیمت واجب

ف۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ نہیں ہے کہ اسی مسئلہ میں دیگر مشائخ سے روایت ہے اگرچہ لفظا ہر وہم ہوتا ہے اسلیئے کہ اول میں جو مذکور ہے وہ ذیل کی روایت میں نہیں ہے کیونکہ اول میں غصب کی زمین سے مٹی تھی اور ذیل میں ایسا نہیں ہے تو فرق بعید ہو گیا لیکن ما بعد میں قولہ بنانیوالا اس فعل میں الخ مشعر ہے کہ مٹی اسی باغ کی غصب سے تھی فتامل فیہ ۱۲ منہ

ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان والکبری ایک شخص نے دوسرے سے زمین غصب کرکے اُسمین عمارت بنائی یا کھیتی بوئی
پس مالک نے عمارت ڈھادی یا کھیتی اُکھاڑ ڈالی تو ضامن ہوگا بشرطیکہ غاصب کی لکڑی و اینٹین وغیرہ نہ ٹوٹی
ہون یہ حاوی مین ہے اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا عصا توڑ ڈالا تو نقصان کا ضامن
ہوگا اور اگر بہت شکستہ کردیا کہ ایندھن یا میخ کے لائق ہوگیا عصا کا فائدہ اُس سے جاتا رہا تو مالک کو ضمان لینے کا
اختیار حاصل ہوگا انتہی اور ترک لوگ جو دھنیان دعوارض اور لکڑیان غصب کرکے نہایت شکستہ کر ڈالتے
ہین تو اُنسے مالک کا حق منقطع نہین ہوتا ہے اگرچہ اُنکی قیمت شکستگی کے سبب زیادہ ہوجاوے یہ قنیہ مین ہے اور
اگر کسی شخص نے ایک دار غصب کرکے اُسپر گچ کرائی تو مالک سے کہا جائیگا کہ اسمین بسبب گچ کے جو کچھ زیادتی ہوگئی ہے
غاصب کو دیدے لیکن اگر مالک راضی ہوجاوے کہ غاصب اسی مین سے کچھ حصہ لیلے تو ہوسکتا ہے اسیطرح اگر غاصب
نے اُسپر رنگ کرایا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے مکان کو لیکر رنگ سے جسقدر زیادتی ہوگئی ہے غاصب کو دیدے اور اگر انکار
کیا تو وہ دار غاصب کو بہ قیمت دلایا جائیگا اور قیمت مالک لیگا بشرطیکہ رنگ کرائی کا خرچہ کثیر ہوا اور ہشام نے امام
ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر مالک نے غاصب کو جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی ہے دینے سے انکار کیا تو مین اسکو
رنگ دور کرنیکا حکم دونگا اور اس دور کرنے اور رنگ جدا کرنے مین جو کچھ نقصان پہونچیگا اُسکی ضمان کی ڈگری کرونگا
اسیطرح اگر دروازہ کے کواڑ غصب کرکے رنگ سے نقش کرائے تو اسمین بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر دروازہ کے
کواڑ پر بعد غصب کے رنگ سے نقش نہ کرائے بلکہ کھود کر نقش کرائے تو اسمین کواڑ کا تلف کرنا ہے پس غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی
اور کواڑ اُسکے ہوجاوینگے اسیطرح اگر چاندی کے برتن پر کھدوائی[1] سے نقش کرائے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے اگر غاصب نے کسی شخص کے
دار مغصوب خریدا اور اُسکی عمارت منہدم کرکے اپنی عمارت مین داخل کرلی پھر مالک حاضر ہوا پس اگر اُسکی عمارت قلیل ہو کہ
جسکے ڈہرانے مین مشکل نہو تو ڈہرا کر مالک کو واپس دے اور اگر بہت ہو کہ جسکے ڈہرانے مین مشکل پڑے اور اُسکے واسطے
ایک زمانہ درکار ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے نہ ڈہراوے بلکہ چھوڑ دے اور مشتری سے زمین اور عمارت سابق کی ضمان لیے
اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق ائمہ کا قول ہے اور البتہ ابو جعفر کے سوائے مشائخ نے فرمایا کہ یہ فقط امام محمد رح کا قول ہے یہ
تاتارخانیہ مین ذخیرہ سے منقول ہے۔ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی شراب غصب کرکے سرکہ بنائی تو کتاب مین ذکر ہے
کہ مالک اُسکو لے سکتا ہے اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ غاصب نے اُسکو ایسی چیز کے ساتھ سرکہ
بنایا کہ جسکی کچھ قیمت نہین ہے مثلاً سایہ سے دھوپ مین یا دھوپ سے سایہ مین رکھدیا یا اُسمین بہت قلیل نمک سا سرکہ جسکی قیمت
کچھ نہین ہے ڈالا اور اگر اُسمین نمک یا سرکہ اسقدر ڈالا کہ جسکی قیمت ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک سب سرکہ غاصب کا ہوجائیگا اور اُسپر کچھ
واجب نہوگا اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسمین نمک ڈالا ہے تو مالک اُسکو لے لیگا اور جسقدر نمک سے اسمین زیادتی ہوئی ہے وہ غاصب کو
دیدیگا اور اگر سرکہ ڈالا ہے تو تمام سرکہ دونون مین ہر ایک کی ناپ کے موافق تقسیم ہوگا خواہ اُسی وقت سرکہ ہوگیا ہو یا دیر سے یا کچھ
دیر بعد تیار ہوا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے شراب مین بہت سا سرکہ ڈالدیا تھا کہ اُسی وقت وہ

[1] کھدوائی سے یہ غرض ہے کہ اسمین زائد مال نہ لگایا جاوے کیونکہ ابھرے نقوش مین مال زائد صرف ہوگا ۱۲

سب سرکہ ہوگئی تو سب غاصب کو ملیگی۔ اور اگر تھوڑا سرکہ ڈالا کہ جس سے دیر بعد سرکہ ہوئی تو دونون مین اپنی اپنی ناپ کے موافق تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مسلمان کی شراب کسی ذمی نے غصب کرلی اور وہ اُسکے پاس سرکہ ہوگئی یا اُسنے اُسکا سرکہ بنائی تو مسلمان کو اُسکے واپس لینے کا اختیار ہوگا اور اگر سرکہ ہوجانے کے بعد ذمی کے پاس تلف ہوگئی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر خود ذمی غاصب نے تلف کرڈالا تو مسلمان کو اُسکے مثل سرکہ تاوان دیگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شراب غصب کی پس آیا غاصب پر واجب ہے کہ اُسکو واپس دے حتی کہ اگر نہ دیگا تو قیامت مین ماخوذ ہوگا یا نہین تو اگر جانتا ہے یعنے قطعًا جانتا ہے کہ یہ شخص سرکہ بنانے کے واسطے واپس لیتا ہے تو اُسپر واپس کرنا واجب ہے ورنہ قیامت مین ماخوذ ہوگا۔ اور اگر قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا تو تامل کرے پس اگر قاضی کو یقین معلوم ہوا کہ یہ شخص سرکہ بنانے کے واسطے واپس مانگتا ہے تو واپس کرنے کی ڈگری کرے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص شراب خواری کے واسطے واپس مانگتا ہے تو غاصب کو حکم دے کہ وہ بہادے اور یہ مسئلہ ویسا ہی ہے کہ ایک شخص کے پاس دوسرے کی تلوار ہے اور مالک اُس سے لینے کو آیا پس اگر قابض نے یہ معلوم کیا کہ اسواسطے مانگتا ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے جیسا کہ سابق مین اُسکی رائے تھی تو اُسکو نہ دیوے بلکہ اپنے پاس رکھے اور اگر قابض نے معلوم کیا کہ اُسنے رائے سابق کو ترک کیا ہے اور اب اسواسطے مانگتا ہے کہ بطور مباح اُس سے فائدہ اُٹھاوے تو اُسپر واپس کرنا واجب ہے۔ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی شراب غصب کرکے اُسکو پی لیا تو اُسپر دنیا مین کچھ دعوی اُسکا نہین ہے مگر آخرت مین اگر وہ شراب سرکہ سازی کی تھی اور اُسنے انگور یا عصیر سرکے کے واسطے خریدے تھے تو گنہگار ہوگا اور اگر اُسنے انگور و عصیر واسطے شراب خواری کے لیے تھے تو آخرت مین بھی اُسکا غاصب پر کچھ حق نہوگا فقط شراب خوار پر شراب خواری کا گناہ کبیرہ ہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ زید نے عمرو کے گھر مین شراب پائی اُسمین نمک ڈال دیا اور وہ سرکہ ہوگئی تو اُسی کی ہوجائیگی اگرچہ مٹکے کو اپنی جگہ سے منتقل نہ کیا ہو قال الشیخ رضی اللہ عنہ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ فقط نمک ملا دینے سے سرکہ کا مالک ہوجاتا ہے کذا فی القنیہ۔ اگر عصیر کو غصب کیا اور وہ اُسکے پاس شراب ہوگیا تو مالک اُس سے عصیر کے مثل ضمان لے سکتا ہے اگر زمانہ عصیر باقی ہو یعنے اُسوقت عصیر ملسکتا ہو اور اگر بیوقت ہو تو اُسکی قیمت تاوان لے اور اگر یہ چاہا کہ شراب لے لے اور غاصب سے ضمان نہ لے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اسکو یہ اختیار نہین ہے قال المترجم وہو الحق الاحق بالاتباع فافہم۔ اور اگر دودھ غصب کیا پس وہ مخیض ہوگیا یا انگور غصب کیے اور وہ خشک ہوکر زبیب ہوگئے تو مالک کو اُسکے مثل ضمان لینے کا اختیار ہے اور اگر

ل سرکہ کیواسطے یعنے سرکہ بنانے کیواسطے اور کچھ شک نہین کہ اس سے بنانا جائز ہے ولیکن عصیر جب گرمی پاکر شراب ہوگیا تو اب سوال یہ ہے کہ اس کیس سے عمدًا سرکہ بنانا جائز ہے یا نہین تو صاحبین وجمہور نے اسکو مکروہ جانا اور ایک روایت مین صاحبین و امام ابوحنیفہ رح سے بلا کراہت جواز ہے ولیکن کہا گیا کہ جہان پڑی ہے وہین نمک ڈال دے تاکہ شراب اُٹھانے والا نہو اور بحث طویل ہے۔ قولہ مثلیات یعنی جن چیزون کا مثل دیا جاتا ہے اور مدبوغ جو چمڑا دھوپ یا مصالحہ سے دباغت کیا گیا ہو ۱۲۔

چاہے تو اُسی کو جو موجود ہو لے لے اور کچھ نقصان نہین لے سکتا ہی اور یہی حکم تمام مثلیات مین ہی کذا فی التہذیب اور
اگر اُسنے رطب غصب کیے اور وہ ایک کر تمر ہو گئے تو مالک کو اختیار ہی چاہے اُنکو بعینہ لے لے اور کچھ نہ ملیگا یا اُنکے
مثل کی ضمان لے یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور اگر مردار کی کھال غصب کر کے اُسکو بے قیمت چیز سے مدبوغ کیا تو
مالک اُسکو مفت لے لیگا اور اگر قیمت دار چیز سے مدبوغ کیا تو مالک اُسکو لیکر جو کچھ دباغت سے زیادتی ہوگئی ہی
غاصب کو دیدے کذا فی المحیط اور زیادتی کی مقدار پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ یون دیکھا جاوے کہ اگر یہ کھال ذبح
کی ہوئی غیر مدبوغ ہوتی تو کتنے کو خریدی جاتی اور اب کتنے کی ہی پس جسقدر دونون مین تفاوت معلوم ہو وہی
مقدار زیادتی کی اُسی قدر غاصب کو دیدے کذا فی الذخیرہ اور امام قدوری نے اپنی کتاب مین لکھا کہ یہ حکم اسوقت
ہی کہ غاصب نے وہ مردار جسکی کھال نکالی ہی مالک کے مکان کے اندر سے لیکر اُسکی کھال کو مدبوغ کیا ہو اور اگر مالک نے وہ
مردار راہ مین پھینک دیا اور کسی شخص نے اُسکو اُٹھا کر اُسکی کھال بے قیمت چیز سے مدبوغ کی تو مالک کو یہ اختیار
نہوگا کہ اُسکو لے لے اور غاصب کو یہ اختیار ہوگا کہ جبتک اُسکو کھال کی قیمت نہ پہونچ جاوے تب تک کھال کو روک رکھے
اور اگر مالک نے چاہا کہ وہ کھال غاصب کے پاس چھوڑ کر غاصب سے اُسکی قیمت کی ضمان لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن اگر مغصوب
کھال ذبح کیے ہوے جانور کی ہو تو مالک کو اختیار ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ مردار اور ذبح کیے ہوے
کی کھال مین یہ جو فرق بیان کیا گیا ہی اسطرف حاکم شہید رحمہ اللہ تعالی گئے ہین یعنی یہ فرق اُنکا مذہب ہے ورنہ ایسی[1]
صورت مین مردار اور ذبح کیے ہوے کی کھال کا یکسان حکم ہی کذا فی المحیط اور اگر غاصب کے پاس بدون کسی شخص
کے فعل کے وہ کھال تلف ہوگئی تو غاصب پر ضمان واجب نہوگی خواہ قیمت دار چیز سے اُسکو مدبوغ کیا ہو یا بے قیمت
چیز سے مدبوغ کیا ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر بعد دباغت کے غاصب نے اُسکو تلف کر دیا پس اگر اُسکو بے قیمت
چیز سے مدبوغ کیا ہو تو مالک کو بالاجماع ضمان دیگا اور اگر قیمت دار چیز سے مدبوغ کیا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک
اُسپر کچھ ضمان واجب نہوگی کذا فی شرح الطحاوی اور اگر غاصب نے اس کھال کو ادیم یا مشک یا دفتر یا جراب یا فردہ
بنا لیا تو مغصوب منہ کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی پھر اگر ذبح کیے ہوے جانور کی کھال ہو تو غصب کے روز کی قیمت
مالک کو ضمان دیگا اور اگر مردار کی کھال ہوگی تو مالک کو کچھ نہ ملیگا یہ نہایہ مین ہی۔ اور اگر غیر کی مٹی سے ایک کوزہ بنایا
تو بنانے والے کا ہوگا اور اگر مٹی کے مالک نے کہا کہ مین نے اسکو ایسا حکم دیا تھا تو مٹی کے مالک کو ملیگا۔ اور اگر مٹی
غصب کر کے اُسکی کچی اینٹین بنوائین یا برتن بنوائے پس اگر مٹی کی قیمت ہو تو اسکا وہی حکم ہی جو گیہون کو غصب کر کے
پیس ڈالنے مین ہی اور اگر کچھ قیمت نہ ہو تو یہ چیزین غاصب کی ہونگی اور اُسپر کچھ ضمان واجب نہ ہوگی۔ اور واضح ہو
کہ جن صورتون مین شی مغصوب سے مغصوب منہ کا حق منقطع ہو جاتا ہی اُن صورتون مین اگر غاصب کے قرضخواہ

[1] ایسی صورت یعنی غصب مین اور فرق سے ظاہر ہوا کہ مردار کی کھال بدون دباغت کے بے قیمت ہی اور واضح ہو کہ فی زمانا ہر قسم کی
کھالین مشرکین بہت قیمت سے لیتے ہین تو اس صورت مین مفتی کو جواز کا قول لینا چاہیے اور علی ہذا اسکی خرید مین وکیل ہونا بھی جائز ہی فردہ
پوستین جو پہنی جاتی ہی خادم ہر مملوک جو خدمت کرتا ہی خواہ غلام ہو یا لونڈی ہو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو ۱۲ -

ہوں تو سب قرضخواہوں میں سے مغصوب منہ اُس شے مغصوب کا زیادہ حقدار قرار دیا جائیگا یہانتک کہ وہ اپنا
حق پورا کر لے اور اگر یہ چیز ضائع ہو گئی تو غاصب کا مال گیا اور اسکا حکم بمنزلہ رہن کے نہوگا ایسا ہی منتقی
میں مذکور ہے۔ اور قدوری میں ہے کہ مغصوب منہ بھی اور قرضخواہوں کے مانند ثمن میں شریک ہوگا اور کسی شے
کے ساتھ اُسکے بہ نسبت دوسروں کی زیادہ خصوصیت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام غصب
کیا اور اُسکی قیمت پانچ سو درم ہے پس اُسکو خصی کر ڈالا پھر وہ اچھا ہو گیا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہو گئی تو
فرمایا کہ مالک کو اختیار ہے چاہے پانچ سو درم خصی کرنے کے روز کی قیمت لیکر غلام غاصب کو دیدے یا غلام لیلے
اور زیادہ اسکو نہ ملیگا اور نہ اُسپر کچھ واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ زید نے کوفہ میں عمرو کے جانور غصب
کیے اور خراسان میں اُسکو واپس دیے پس اگر خراسان میں انکی قیمت کوفہ کے برابر ہو تو عمرو کو حکم دیا جائیگا
کہ انکو لے لے اور اگر خراسان میں انکی قیمت کوفہ کے بہ نسبت کم ہو تو عمرو کو خیار ہوگا چاہے جانوروں کو لیلے
یا انکی کوفہ کی قیمت لے لے اسی طرح خادم اور ہر چیز کا جسکی دوسری جگہ تک باربرداری و خرچہ ہو یہی حکم ہے
اور فرمایا کہ ہر وزنی و کیلی چیز کا یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر درم و دینار غصب کیے تو مالک انکو جہاں پاویگا لے لیگا
اور مالک کو قیمت کے مطالبہ کا اختیار نہوگا اگرچہ نرخ میں دونوں نقد مختلف ہوں۔ اور اگر کسی مال عین کو غصب کیا پھر
مالک سے دوسرے شہر میں ملا اور وہ مال بعینہٖ اُسکے پاس موجود ہے پس اگر اُسکی قیمت یہاں اُسی قدر ہو جسقدر مقام
غصب میں تھی یا اُس سے زیادہ ہو تو مالک اُس مال کو لے سکتا ہے مگر اسکی قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر
مقام غصب سے یہاں اُسکی قیمت کم ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے مقام غصب کے حساب سے قیمت لے لے یا انتظار کرے
اور اگر مال مغصوب مثلی ہو اور وہ تلف ہو گیا ہو پس اگر ان دونوں جگہ اسکی قیمت یکساں ہو یا مطالبہ کی جگہ زائد
ہو تو غاصب قیمت مثل واپس دیگا اور اگر مطالبہ کی جگہ نرخ کم ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے مثل یہاں
لے لے یا مقام غصب کی قیمت لے لے یا انتظار کرے یہانتک کہ غاصب اسی شہر میں واپس جاوے
پھر وہاں اُس سے اُسکے مثل لے لے اور اگر مطالبہ کی جگہ اُسکی قیمت زائد ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے مقام
مطالبہ میں اُسکے مثل مالک کو دیدے یا جہاں غصب کیا ہے اُسکے حساب سے قیمت دیدے لیکن اگر مغصوب منہ
اس بات پر راضی ہو کہ میں تاخیر دیتا ہوں اور انتظار کرتا ہوں تو اُسکو اختیار ہے اور اگر دونوں جگہ قیمت یکساں ہو تو مالک
اس سے مثل کا مطالبہ کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مالک نے غاصب کو مقام غصب میں پایا مگر مغصوب کا
نرخ ارزاں ہو چکا ہے تو مالک اپنا مال مغصوب لے لیگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا[ف] کہ مال کو چھوڑ کر غاصب سے
روز غصب کی قیمت کا مطالبہ کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے منتقی میں ہے کہ زید نے عمرو کے ایک کر گیہوں سو درم
قیمت کے غصب کیے پھر نرخ گران ہو کر ایک سو پچاس درم کی قیمت ہو گئی پھر نایاب ہو گئے اور بازار میں ملنا
موقوف ہو گیا اور نرخ گران ہو گیا اور مثل اُسکا دستیاب نہیں ہو سکتا ہے اور قیمت بڑھکر دو سو درم ہو گئی پھر غاصب نے

ف نہوگا اسواسطے کہ اصل اسمیں عین المال ہے اور جب وہ تلف ہوا یا کیا گیا ہو تو ناچاری سے قیمت یا مثل دلائی جاتی ہے تو فقط بضرورت تک ہوگا

اُسکو تلف کر دیا تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ زید سے تلف کرنے کے روز کی قیمت دو سو درم ضمان لے۔ اور اگر زید نے عمرو کا ایک کُر گیہوں دو سو درم کا غصب کیا پھر نرخ گھٹ کر ڈیڑھ سو درم قیمت رہگئی پھر لوگوں کے ہاتھ سے منقطع ہو گئے پھر اُسکی قیمت ایک سو درم رہگئی پھر غاصب نے اُنکو تلف کر دیا تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ اُس سے ڈیڑھ سو درم قیمت کا مطالبہ کرے یعنی آخر وقت موجودگی تک جو قیمت تھی وہ ضمان لے اور اُس سے زیادہ ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور مغصوبہ چیز کے زوائد[1] خواہ متصلہ ہوں یا منفصلہ از قسم اولاد و میوہ شہد و جمال وغیرہ کے مغصوب نہیں قرار دیے جاتے ہیں بلکہ غاصب کے پاس بطور امانت پیدا ہو کر رہتے ہیں اور اُسپر ضمان بھی واجب نہیں ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ غاصب نے اُنکو تلف کر دیا یا مالک کو منع کیا حتی کہ اگر مالک نے اگر غاصب سے درخواست کی کہ زوائد واپس دے اور غاصب نے انکار کیا اور نہ دیے تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر زوائد کو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کیا تو زوائد منفصلہ کی صورت میں مالک کو خیار ہوگا چاہے روز فروخت و سپردگی کی قیمت غاصب سے تاوان لے یا مشتری سے اور اگر آدمی کے سوائے اور چیز کے زوائد متصلہ کو تلف کر دیا تو امام کے نزدیک ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غاصب کے پاس مغصوب میں زیادتی ہوگئی تو مالک اسکو مع زیادتی کے واپس کر سکتا ہے اگرچہ زیادتی نرخ میں یا بدن میں ہوا ہو اور اگر نقصان آگیا پھر غاصب کے پاس وہ شی تلف ہوگئی تو سب کے نزدیک روز غصب کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ چیز قائم ہو تو مالک کو واپس دیگا پس اگر بدن میں نقصان آیا ہو تو بقدر نقصان ضامن ہوگا اور اگر نرخ میں نقصان ہوا ہو تو نہیں۔ اور اگر بعد نقصان آجانے کے غاصب نے تلف کر دی تو وقت غصب کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر بعد زیادتی کے تلف کی مثلاً فروخت کر کے مشتری کو دیدی اور مشتری کے پاس تلف ہوگئی تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے روز غصب کی قیمت ضمان لے اور بیع جائز ہو جائیگی اور ثمن غاصب کو ملیگا یا مشتری سے قبضہ کے روز کی قیمت لے اور بیع باطل ہو جائیگی اور مشتری اپنا ثمن غاصب سے واپس لیگا اور غاصب سے سپرد کرنے کے روز کی قیمت امام اعظم رح کے نزدیک تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر ایک غلام ہزار درم قیمت کا غصب کیا پھر اُسکی قیمت بڑھکر بعد غصب کے دو ہزار درم ہوگئے پھر اُسکو کسی شخص نے قتل کیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے روز غصب کی ہزار درم قیمت لے یا قاتل سے روز قتل کے دو ہزار لینا اختیار کرے کہ جسکو قاتل کی مددگار برادری سے وصول پاویگا پس اگر اُسنے غاصب سے لینا منظور کیا تو غاصب دو ہزار درم قاتل کی مددگار برادری سے وصول کر کے ہزار درم سے زائد سب صدقہ کر دیگا۔ اور اگر غاصب کے پاس خود غلام نے اپنے تئین قتل کر ڈالا تو غاصب روز غصب کے ہزار درم قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور روز خودکشی کی قیمت کا ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا گیہوں کا کھلیان پھونک دیا تو عمرو اُس سے بھوسہ کی قیمت تاوان لیگا پھر اگر بالیوں کے گیہوں کے بہ نسبت نکالے ہوئے

---

[1] زوائد جو چیزین کہ مغصوب کے ذریعہ سے مغصوب کے ساتھ زائد ہو گئیں جیسے غصبی گائے یا بکری کے بچہ ہوا یا اون اتاری یا غلام یا بیل کی مزدوری ملی یا باندی موٹی ہوگئی یا بدن زائد ہو گیا ۱۲

کی زیادہ قیمت ہو تو اُسپر قیمت واجب ہوگی اور اگر نکلے[۱] ہوے زیادہ قیمت کے ہوں تو اُسپر اسکے مثل گیہوں اور بھوسے میں قیمت واجب ہوگی۔ ایک شخص نے کھلیان غصب کرکے اُسکو روندوایا تو اُسپر بھوسے کی قیمت واجب ہوگی اور گیہوں کے مثل گیہوں واجب ہونگے یہ وجیز کردری میں ہے۔ امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو کا ایک دانہ گیہوں غصب کرلیا تو غاصب پر کچھ واجب ہوگا اسلیے کہ اسکی قیمت کچھ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر بہت آدمیوں نے زید کا ایک ایک دانہ گیہوں غصب کیا یہانتک کہ سب دانے ملکر ایک قفیز گیہوں ہوگئے تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک قوم نے ایک شخص کی کچھ چیز جسکی کچھ قیمت ہے غصب کی تو اُن سب سے ضمان لیگا اور اگر ایک نے بعد دوسرے کے آکر غصب کی ہو تو میں اُسکو کچھ تاوان نہیں دلاؤنگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے کسی شخص سے ایک انڈا غصب کرکے اُسکو تلف کردیا تو اُسپر اسکے مثل واجب ہوگا اور یہ امام ابو یوسف کا دوسرا قول ہے اور پہلا قول اُنکا یہ تھا کہ اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے غاصب نے اگر مال مغصوب کو تلف کردیا حالانکہ وہ ذوات القیم میں سے تھا حتی کہ اُسپر ضمان قیمت واجب ہوئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر بازار میں یہ چیز درموں سے فروخت ہوتی ہے تو درموں سے اندازہ کیجائیگی اور اگر دینار سے فروخت ہوتی ہے تو دینار سے اندازہ کیجاویگی اور اگر دونوں سے فروخت ہوتی ہے تو قاضی کی راے ہے پس اُسکو چاہیے کہ جس نقد سے قیمت لگانے میں مغصوب منہ کا نفع ہو اُس سے اندازہ کرکے ضمان کی ڈگری کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی بکری غصب کرکے اُسکا دودھ دوہ لیا تو دودھ کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر باندی غصب کی جسنے غاصب کے بچہ کو دودھ پلایا تو اسکے دودھ کی قیمت کا ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر گوشت غصب کرکے اُسکو بھونا یا پکایا تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ مالک کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر کسی مسلمان کا زیتون کا تیل یا چربی پگھلائی ہوئی جسمیں چوہا گر گیا تھا بہادی تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مسلمان کا سکھلایا ہوا چیتا یا باز کسی مسلمان نے تلف کردیا تو ہمارے نزدیک اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا مسلمان نے اگر اپنی زمین میں کھاد ڈالی اور اُسکو کسی شخص نے تلف کردیا تو قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں جسمیں کوئی نہیں ہے مالک کی بلا اجازت داخل ہوا تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک دار کا غاصب نہیں قرار دیا جائیگا اسی طرح اگر اسمیں رہا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی جوڑی کو اڑیا جوڑی موزہ یا مکعب[۲] میں سے ایک تلف کردیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دوسرا بھی اُسکو دیکر اُس سے دونوں کی قیمت تاوان لے یہ فتاوی قاضی خان و خلاصہ و جامع کبیر میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے دوسرے کی انگوٹھی کا حلقہ تلف کردیا تو فقط حلقہ کا ضامن ہوگا نگینہ کا ضامن نہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر زین کے دونوں طرف کے پلّے تلف کردیے یعنی جو اُسمیں جوڑے ہوئے ہیں تو اُنکا ضامن ہوگا زین کا ضامن نہوگا اور

[۱] امام اول یعنی اس مسئلہ پر قیاس کرکے حکم نکل سکتا ہے ۱۲ منہ [۲] پس یعنے اولی یہ کہ مغصوب منہ کے نفع کا لحاظ کرے نہ غاصب کا اگرچہ وہ مختار رہے ۱۲ [۳] مکعب تختہ دار ایک قسم کا موزہ ہوتا ہے جسمیں اسی مقام کا چمڑا دکھلائی دیتا ہیچ میں معتبر ہے کما فی رد المحتار البیوع ۱۲۔

فرمایا کہ ہر دو چیز جو علیحدہ علیحدہ ہون یا ایک ہی شئ ہو مگر اُسکے ٹکڑے بلا ضرر کے الگ ہو جاتے ہون جیسے زین کے دونون پلے واندر کی بھرت وغیرہ تو ایسی صورت مین جو چیز غاصب کی زیادتی سے تلف ہوئی ہے فقط اُسی کا ضامن ہوگا سب کا ضامن نہ ہوگا کذا فی الذخیرہ وہکذا فی الوجیز الکردری۔

تیسرا باب ان صورتون کے بیان مین جنہین تلف کرنے سے ضمان واجب نہین ہوتی ہے کسی شخص کا انڈا یا اخروٹ توڑ ڈالا پھر جو کچھ اُسمین سے نکلا وہ فاسد تھا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اسنے مال تلف نہین کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کا درم توڑ ڈالا پھر ظاہر ہوا کہ ستوق[1] یا رصاص تھا حالانکہ ٹوٹنے سے پہلے چلتا تھا تو توڑنے والے پر کچھ ضمان واجب نہوگی کیونکہ اُسکا رواج غش وخیانت تھا یہ شرح طحاوی مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کے بوریہ کی تالیف یعنی بندش کا جوڑ نکال کر بوریہ خراب کر دیا یا دروازہ کے کواڑ اپنی جگہ سے اُکھاڑ دیے یا زین کے اجزا کھول ڈالے یا اور کوئی چیز مؤلف تھی اُسکی تالیف توڑ دی تو دیکھا جائیگا کہ اگر ایسا ممکن ہے کہ جیسی تھی ویسی ہی ہو جاوے تو توڑنے والے سے کہا جائیگا کہ اسکو ویسا ہی کر دے اور اگر یہ ممکن نہو تو مالک اُس سے صحیح سالم مؤلف کی قیمت تاوان لے لیگا اور ٹوٹی ہوئی یعنی غیر مؤلف اُسکو دیدیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی شخص کے جوتے کا تسمہ کھول ڈالا پس اگر ایسی جوتی ہے جیسے عام لوگ پہنتے ہین تو اُسپر کچھ ضمان واجب نہوگی کیونکہ اسکے تسمہ کو پھر دوبارہ لگا لیتے ہین کچھ مؤنت نہین ہے اور اگر عربی جوتی ہو پس اگر اعادہ کرنے سے اُسکا دوال ناقص نہوتا ہو اور نہ عیب پیدا ہوتا ہو تو حکم دیا جائیگا کہ اسکو دوبارہ لگا دے اور کچھ ضامن نہوگا اور اگر اُسکے دوال مین شکست و نقصان آتا ہو اور اُسمین عیب پیدا ہو جاتا ہو تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر سونے کی زنجیر کی کڑیان کھول ڈالین تو چاندی سے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے غلام کے دانت سونے سے باندھے اور انکو کسی شخص نے کھول پھینکا تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایک شخص نے جولاہے کا تانا کھول کر پریشان کر دیا تو فرمایا کہ تانا ہونے کی صورت مین اُسکی قیمت اور پریشان ہونیکے بعد اسکی قیمت اندازہ کیجاوے جسقدر دونون قیمتون مین فرق ہو اُسکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اگر ایک شخص نے اپنے پڑوسی کی دیوار گرا دی تو ہمسایہ کو اختیار ہے چاہے اُس سے دیوار کی قیمت لے لے اور شکستہ اُسکی ہوگی یا ٹوٹی ہوئی دیوار لیکر اُس سے نقصان لے لے اور ہمسایہ کا یہ اختیار نہوگا کہ اُسکو جیسی تھی ویسی بنانے پر مجبور کرے پھر واضح ہو کہ دیوار کی قیمت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ اس دار کی قیمت مع دیوار کے اندازہ کرایا جاوے اور بدون اُسکے اندازہ کرایا جاوے جسقدر دونون مین فرق ہو وہی دیوار کی قیمت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کی مٹی کی دیوار گرا دی پھر اُسکو جیسی تھی ویسی ہی بنا دیا تو ضمان سے بری ہوگیا اور اگر لکڑی کی تھی اور اُسکو اُسی لکڑی سے بنا دیا تو بھی بری ہوگیا اور اگر دوسری لکڑی سے بنوایا تو بری نہوگا کیونکہ لکڑی

---

[1] ستوق اقول لغات یہ ہین ستوق جس درم مین بل بہت ہو کہ تاجر قبول نہ کرے غش کھوٹ یعنی مکر خیانت لوگون سے بے ایمانی کا معاملہ کرنا مؤلف ترکیب سے ملائی ہوئی۔ دوال تسمہ ۱۲ ؎ چاندی سے تاکہ بیاج کا شبہہ نہ رہے اور شبہہ بیان بمنزلہ اصل ہے ۱۲۔

لکڑی مین فرق ہوتا ہی حتی کہ اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ دوسری لکڑی پہلی سے بہتر ہی تو بری ہوجائیگا یہ وجیز کردری مین ہی - اگر کسی شخص نے مسجد کی دیوار گرادی تو حکم دیا جائیگا کہ اسکو برابر کرکے درست کردے یہ قنیہ مین ہی - درزی نے ایک شخص کا کپڑا ایکا ڑدیا اور مالک نے باوجود جاننے کے اُسکو پہن لیا تو پھر تاوان نہین لے سکتا ہی (بخوا دیتے ۱۲) یہ وجیز کردری مین ہی - اگر غیر کی زمین سے مٹی اُٹھالی پس اگر وہان مٹی کی کچھ قیمت نہو لیکن مٹی اُٹھانے سے زمین ناقص ہوگئی تو نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر ناقص نہوئی تو کچھ ضامن نہوگا اور اسکو حکم نہ دیا جائیگا کہ گڈھا پاٹ دے اگرچہ بعضے علمائے نے یہ حکم دیا ہی - اور اگر وہان مٹی کی قیمت ہو تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ زمین مین نقصان آگیا ہو یا نہ آیا ہو اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین مین گڈھا کھودا جس سے اُسکی زمین مین نقصان آگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور واضح ہو کہ اس قول سے کہ جس سے اُسکی زمین مین نقصان آگیا یہ اشارہ نکلتا ہی کہ اگر اُسکی زمین مین نقصان نہ آیا تو کچھ ضامن نہوگا کذا فی الذخیرہ - اگر صراف نے مالک کی اجازت سے درمون کو پرکھا اور کسی درم کو دبایا جس سے وہ ٹوٹ گیا تو اُسپر ضمان نہین ہی مگر فتوی کے واسطے یہ مختار ہی کہ اگر مالک نے اُسکو درم کے دباکر دیکھنے کا حکم کیا ہو تو اُسپر ضمان نہین ہی اور اگر حکم نہ کیا ہو مگر لوگ درمون کو ایسی طرح دباکر پرکھتے ہون تو بھی اُسپر ضمان نہین ہی ورنہ اگر دباکر نہین پرکھتے ہون تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر غیر شخص کا گوشت اُسکی بلا اجازت پکایا تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے گوشت دیگچی مین کرکے چولھے پر چڑھا دیا اور اُسکے نیچے لکڑیان لگا دین پھر ایک شخص نے آکر آگ جلاکر گوشت پکا دیا تو استحساناً ضامن نہوگا اور اس جنس کے پانچ مسئلہ ہین ایک ان مین سے یہی مسئلہ ہی جو مذکور ہوا دوسرا یہ ہی کہ اگر غیر شخص کے گیہون اُسکی بلا اجازت پیس ڈالے تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے بیل چکی یا گدھے چلانے کی چکی مین گیہون بھر دیے اور بیل کو چکی مین باندھ دیا ہو پھر ایک شخص نے آکر بیل ہانک دیا اور گیہون پس گئے تو ضامن نہوگا - تیسرا یہ ہی کہ اگر غیر شخص کا بدھنا اُسکی بلا اجازت اُٹھا دیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے خود اُسکو اُٹھا کر اپنی طرف جھکایا اور ایک شخص نے اُٹھانے مین اُسکی مدد کی اور اس بیچ مین وہ ٹوٹ گیا تو ضامن نہوگا - چوتھا مسئلہ یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے مالک کی بلا اجازت اُسکے خچر پر بوجھ لادا اور وہ مرگیا تو ضامن ہوگا اور اگر خود مالک نے لادا پھر راہ مین بوجھ گر پڑا اور غیر شخص نے اسکی بلا اجازت آکر لاد دیا اور جانور مرگیا تو ضامن نہوگا پانچوان مسئلہ یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی قربانی کا جانور اُسکی بلا اجازت ذبح کر دیا پس اگر غیر ایام قربانی مین ذبح کر دیا تو جائز نہین ہی اور ضامن ہوگا اور اگر ایام قربانی مین ذبح کیا تو جائز ہی اور وہ ضامن نہوگا کیونکہ ایسے مسائل مین اجازت بدلالت ثابت ہوتی ہی اور حکم دلالت کا اسوقت تک اعتبار ہی جسوقت تک صریح اُسکے برخلاف نہ پایا جاوے یہ ذخیرہ مین ہی - اور اسی جنس کے مسائل سے وہ مسئلہ بھی ہی جسکو امام محمد رحمہ نے مزارعت مین باب المزارعة التی یشترط فیہا المعاملة (عہ) سے پہلے ذکر کیا ہی کہ اگر ایک شخص نے چند لوگون کو اپنے دار کے منہدم کرنے کے واسطے بلایا پھر ایک شخص نے آکر مالک کی بلا اجازت گرانا شروع کیا تو استحساناً ضامن

عہ ایسی مزارعت کے بیان مین جسمین معاملہ شرط کیا گیا ہو ۱۲ منہ

نہوگا پس اس جنس کے مسائل مین یہ اصل قرار پائی کہ جس کام کے کرنے مین لوگون کا فعل باہم متفاوت نہین ہوتا ہی اُسمین ہر شخص کو استعانت بدلالت ثابت ہوتی ہی اور اگر ایسا کام ہو جسمین لوگون کا فعل متفاوت ہوتا ہی تو اسمین ہر شخص کو اجازت ثابت نہو گی چنانچہ اگر بکری ذبح کرنے کے بعد کھال کھینچنے کے واسطے لٹکائی اور ایک شخص نے آکر بلا اجازت مالک اُسکی کھال کھینچ دی تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک قصاب[1] نے ایک بکری خریدی پس ایک شخص نے آکر اُسکو ذبح کر دیا پس اگر قصاب نے اُسکو پکڑ کر ذبح کرنے کے واسطے اُسکے پاؤن باندھ دیے ہون تو ذبح کرنیوالا ضامن نہوگا اور اگر پاؤن نہ باندھے ہون تو ضامن ہوگا کذا فی الصغری۔ قلت ہذا انما یعرف فی موضع متعارف فیہ شد رجل الشاۃ للذبح وفیما لا فلا وانت تعلم ان المراد ان یفعل بہا فعلا یعلم منہ قصد الذبح فی الحال فافہم واللہ تعالی اعلم۔ اگر کسی شخص نے اپنے باغ انگور یا زراعت مین کوئی چوپایہ پیلا ہوا پایا کہ اُسنے نقصان کر دیا تھا پس اُسکو باندھ رکھا یہانتک کہ وہ مرگیا تو ضامن ہوگا۔ اور اُسکو نکال دیا تو مختار یہ ہی کہ اگر اُسکو نکال کر ہانکا اور وہ مرگیا تو ضامن ہوگا اور نہ ہانکا فقط نکال دیا تو ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر کسی اجنبی کی زراعت سے کسی اجنبی کا چوپایہ نکالا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہی اور اگر اُس چوپایہ کو صرف اتنی دور تک ہانکا کہ وہان سے اپنی زراعت سے بخوف ہوگیا تو ایسا حکم ہی کہ جیسے اُسکنے اپنی زراعت سے فقط باہر نکال دیا یعنے ضامن نہوگا اور ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک ضامن ہوگا۔ اور اسی پر فتوی ہی۔ اگر اپنی زراعت مین کوئی چوپایہ پایا اور اُسپر لادا اور اُسنے تیز دوڑایا کی تو جو مصیبت اُسکو پہونچیگی اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسکو نکال دینے کے بعد بہت دور تک اُسکا پیچھا کیا اور وہ کہین چلا گیا تو بھی ضامن ہوگا اور اگر اُسکو کسی اجنبی نے نکال دیا ہو تو خود ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی چرواہے نے اگر گاؤخانہ یا شترخانہ مین دوسرے شخص کی گائے دیکھکر ہانک دی کہ وہ گاؤخانہ سے باہر ہوگئی تو ضامن نہوگا اور اگر گاؤخانہ سے باہر ہونے کے بعد بھی اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا یہ محیط و فتاوی کبری مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی زراعت مین دوسرے کا جانور دیکھکر اُسکو باہر نکال کر اس غرض سے ہانکا کہ اُسکے مالک تک پہونچا دے اور وہ راستہ مین مرگیا یا اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہم لیتے نہین ہین کہ اس روایت کو اختیار کرین ہم تو وہی روایت لیتے ہین جو امام محمد رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کا چوپایہ اپنی کھیتی مین پیلا ہوا دیکھکر عمرو کو اس حال کی خبر دی اور اتنے مین چوپایہ نے کھیتی کو خراب کر دیا پس اگر زید نے اُسکو یہ حکم دیا کہ اپنا جانور کھیت سے باہر کر دے تو عمرو کچھ ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے غیر کی خچری کو اُسکی بلا اجازت ہانکا اور اُسکے نوجوان بچے کو بھیڑیا کھا گیا کہ وہ ضائع ہوگیا اور خچری اپنے مالک کے پاس واپس پہونچی پس اگر اُسنے خچری کو مع نوجوان بچے کے ہانکا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر بچہ بدون اُسکے ہانکنے کے خود گیا ہو تو ضائع ہونے سے ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر چرواہا گلہ کو زراعت سے اتنا قریب لیکر چلا کہ جانور چاہے

---

[1] قصاب اسواسطے شرط ہوا کہ ذبح کرنا اسکی شان سے ظاہر ہی قولہ قلت اقول یعنی یہ شناخت وہان ہوسکتا ہی جہان بکری کی ٹانگ باندھنا متعارف ہو وہان یہ مراد لی جاوے کہ قصاب ایسا فعل کرے جس سے فی الحال قصد ذبح معلوم ہو ۱۲۔

تو کھیتی مین منھ ڈال کر کھالے تو ایسی صورت مین اگر زراعت مین نقصان پہونچا تو چرواہا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ
مین ہے۔ اگر زید کا چوپایہ رات یا دن مین بدون زید کے چھوڑے ہوئے چھوٹ کر چلا گیا اور اُسنے کسی شخص
کے کھیت مین نقصان پہونچا دیا تو ہمارے نزدیک مالک پر ضمان نہین آتی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ زید نے عمرو
کو مزارعت یعنی بٹائی پر زمین دی اور بیج اور بیل دیے اور عمرو نے بیل کسی چرواہے کو دیے اور وہ ضائع
ہوگئے تو عمرو یا چرواہا کوئی ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ زید اپنی کھیتی کو سینچنا چاہتا تھا کہ عمرو نے
اُسکو زبردستی روکا یہانتک کہ زراعت خراب ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر مربط مین گائے کو دیکھکر
کسی شخص غیر نے باہر نکال دیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن ہوگا۔ اور اگر زید نے عمرو کا مربط غصب کر کے اسمین
اپنے جانور باندھے پھر اُنکو عمرو نے باہر نکال دیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے زید عمرو کا مقروض تھا
سو روپیہ لیکر عمرو کے پاس اُسکا قرضہ ادا کرنے آیا اور عمرو کو روپیہ پرکھنے کے واسطے دیا کہ اتنے مین عمرو کے ہاتھ
سے وہ سب روپیہ تلف ہوگیا تو زید کا مال گیا اور قرضہ بحالہ باقی رہا کیونکہ پرکھنے مین عمرو زید کی طرف سے وکیل ہے
پس اس صورت مین عمرو کا ہاتھ مثل زید کے ہاتھ کے ہے اور اگر زید نے زر قرضہ عمرو کو دیدیا اور کچھ نہ کہا پھر عمرو نے
زید کو پرکھنے کے واسطے دیا اور زید کے ہاتھ مین تلف ہوگیا تو عمرو کا مال گیا کیونکہ عمرو اپنا حق پا چکا تھا پھر جو اُسنے
پرکھنے کو دیا تو زید اُسکا وکیل ہوگیا پھر اسکے بعد اگر زید کے پاس سے تلف ہوا تو گویا عمرو کے پاس سے تلف ہوا
یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر غیر کی باندی سے جماع کیا کہ جس سے وہ مرگئی تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ
مین غیاثیہ سے منقول ہے۔ زید کی بلی نے عمرو کا کبوتر مار ڈالا تو زید ضامن نہوگا یہ مضمرات مین ہے زید نے
ایک بلی پکڑ کر عمرو کی مرغی یا کبوتر کی طرف پھینکی اور اُسنے مرغی یا کبوتر کو داب کر مار ڈالا پس اگر زید کے پھینکنے پر
اُسنے پکڑا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر بعد پھینکنے کے اُسنے پکڑ کر مارا ہے تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے
زید نے عمرو کا شیر یا بھیڑیا قتل کر دیا تو ضامن نہوگا اور اگر بندر قتل کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ بندر گھر مین خدمت کرتا ہے
اُسکی قیمت ہوتی ہے پس بمنزلہ سگ کے ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر شراب یا سور تلف کر دی پس اگر کسی مسلمان
کی تھی تو تلف کرنیوالے پر کچھ ضمان نہوگی خواہ تلف کرنیوالا مسلمان ہو یا ذمی ہو اور اگر ذمی کی تھی تو تلف کرنیوالا
ضامن ہوگا خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو صرف فرق اسقدر ہے کہ اگر ذمی ہوگا تو اُسپر مثل شراب کے شراب واجب
ہوگی اور اگر مسلمان ہوگا تو شراب کی قیمت تاوان دیگا اور سور کے اتلاف مین دونون کو قیمت دینی پڑیگی
اور اگر مسلمان یا ذمی نے ذمی کی سور تلف کر دی پھر طالب یا مطلوب یا دونون مسلمان ہوگئے تو مطلوب
تلف کنندہ اُس ضمان سے جو اُسپر لازم ہو چکی تھی بری نہوگا۔ اور اگر ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کر دی اور
متلف پر شراب کے مثل شراب تاوان واجب ہوئی پھر طالب یا دونون مسلمان ہوگئے تو بالاجماع مطلوب کے ذمہ
سے تاوان ساقط ہوکر بری ہو جائیگا۔ اور اگر پہلے مطلوب مسلمان ہوا پھر اسکے بعد طالب مسلمان ہوا یا نہوا تو

لہ ضامن نہوگا اگرچہ اپنی بدکرداری واذیت دینے کی سزا پاوے اور اذیت کا اندازہ ایسے نقصان سمیت کیا جائیگا ۱۲

امام ابو یوسف کے قول کے موافق اور یہی امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے کہ مطلوب شراب کی ضمان سے بری ہو جاوے گا اور مثل کی تحویل بجانب قیمت نہو گی اسیطرح اگر بعد قبضہ کے مسلمان ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی مین ہے اگر ایسی مذبوحہ بکری جسکے ذابح نے عمداً بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ترک کیا تھا تلف کر دی تو ضامن نہ ہوگا

کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب کیفیت ضمان کے بیان مین- امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو کی طیلسان پھاڑ کر پھر اُسکو رفو کیا تو بین رفو کی ہوئی اور صحیح سالم دونون طرح طیلسان کی قیمت اندازہ کر کے جسقدر دونون مین فرق ہو اُسقدر زید سے عمرو کو مع طیلسان دلواؤنگا- زید نے اپنی ملک مین کنوان کھودا اور عمرو نے نکلی ہوئی مٹی سے اُسکو پاٹ دیا تو فرمایا کہ مین کھودے ہوئے اور بے کھودے ہوئے دونون کا خرچہ اندازہ لگا کر دونون کا فرق دلواؤنگا اور اگر اُسنے اپنی مٹی اُسمین ڈالی ہو تو اُسکو مجبور کرونگا کہ نکال لیوے اور اگر اُسنے جنگل مین کھودا ہو پس اگر ہنوز پانی نہ نکلا ہو تو پاٹ دینے سے کچھ ضمان لازم نہو گی اور پانی نکل آیا ہو تو زید اُسکا مستحق ہو جائیگا کیونکہ وہ شئے عمدہ ہے یعنی اُس سے پانی پلا کر اونٹ بکری وغیرہ اُسکے گرد آرام پاوینگے پس اُسکا پاٹ دینے والا اُسی حساب سے اندازہ کو لگا کر ضامن ہوگا جو پہلے مذکور ہوا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے- کسی شخص نے دوسرے کی دستاویز یا دفتر حساب پھاڑ ڈالا تو مشائخ نے گفتگو کی ہے کہ اُسپر کیا واجب ہوگا اور اصح قول یہ ہے کہ لکھی ہوئی دستاویز کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے- اگر کسی نے دوسرے کا بربط یا طنبورہ یا دف وغیرہ آلات لہو کو توڑ ڈالا تو صاحبین کے نزدیک کچھ ضامن نہوگا- مگر امام اعظم رح کے نزدیک ضمان واجب ہوتی ہے اور جامع صغیر مین مذکور ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک ضمان واجب ہوگی لیکن اگر امام وقت کے حکم سے توڑا ہو تو کچھ ضمان نہین ہے اور امام قاضی صدر الاسلام نے فرمایا کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ لوگون مین کثرت سے فساد پھیلا ہوا ہے اور امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین ذکر کیا کہ امام اعظم رح کا قول یہ قیاس ہے اور صاحبین کا قول باستحسان ہے اور امام صدر الاسلام نے فرمایا کہ جب امام اعظم رح کے نزدیک ضمان واجب ٹھہری تو آلات لہو مین ایسی وجہ کے اعتبار سے ضمان واجب ہوگی کہ جس وجہ پر ان آلات سے بطور صلاح[1] انتفاع ممکن ہو اور ایسا ہی اختلاف نرد و شطرنج مین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ان چیزون سے ترازو کا بانٹ بنایا جاوے- اور قدوری مین مسئلہ طنبور و بربط مین مذکور ہے کہ گھڑی ہوئی لکڑی کی قیمت کا ضامن ہوگا اور منتقی مین ہے کہ لکڑی کی لوح کے اعتبار سے قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط و ذخیرہ مین ہے- اور وہ طبل جو لڑکون کے بہلانے کو بجایا جاتا ہے اُسکے تلف کرنے سے بلا خلاف ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے- اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک مسلمان نے کچی اینٹین نقشی تلف کر ڈالین پس اگر نقش مین جاندار کی صورتین بنی ہون تو غیر منقوش اینٹون کا ضامن ہوگا اور اگر سر کٹی ہوئی تصویرین ہون تو نقشی اینٹون کا ضامن ہوگا کیونکہ ایسی تصویرین بمنزلہ درختون کے نقش کے حرام نہین ہین- اور اگر ایسا فرش جسمین

---

[1] صلاح یعنے شرعی طریقہ سے وہ ان چیزون کو صندوق وغیرہ بنانے کے کام مین لا سکے ۱۲-

صورتیں بنی ہوئی تھیں جلا دیا تو نقشی بساط کا ضامن ہوگا اسلیے کہ فرش میں تمثال حرام نہیں ہے اسلیے کہ فرش روندا جاتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ اگر کسی نے دوسرے کا دروازہ جسپر جاندار کی تصویریں کھدی ہوئی تھیں جلا دیا تو فرمایا کہ میرے قول کے موافق بے نقش دروازہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر دروازہ کے مالک نے تصویروں کے سر کاٹ ڈالے ہوں تو بمنزلہ تصویر درخت کے نقشی دروازے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کسی نے ایسا گھر جسمیں رنگ سے جاندار کی تصویریں بنی ہوئی تھیں ڈھا دیا تو گھر کی قیمت اور فقط رنگ کی قیمت کا ضامن ہوگا تصویر کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ گھر میں ایسی تصویروں کا رکھنا شرع میں حرام ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر چاندی کا ایسا برتن جسپر جاندار کی پوری تصویریں بنی ہوں تلف کر دیا تو اسپر بے تصویر برتن کی قیمت واجب ہوگی اور اگر تصویریں جاندار کی بے سر ہوں تو با تصویر برتن کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مغنیہ باندی کو قتل کیا تو غیر مغنیہ باندی کی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر باعث مغنیہ ہونے کے قیمت میں نقصان آتا ہو تو یہ عیب قرار دیا جائیگا اور حق غاصب میں اسکا اعتبار کیا جائیگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ قال المترجم المراد بقتل الجاریۃ انہ قبضہا ثم قتلہا حتی تحقق الغصب فتامل[1] اور اگر باندی خوش آواز ہو مگر مغنیہ نہ ہو تو اسکے تاوان قیمت میں خوش آوازی معتبر ہوگی۔ اور اگر کبوتر یا قمری خوش آوازی سے بولتی ہو تو اسکی قیمت اسکے اعتبار سے اندازہ کیجاویگی۔ اور اگر کبوتر دور سے چلا آتا ہو تو قیمت لگانے میں اسکا اعتبار نہ کیا جائیگا اور اگر ایسا گھوڑا ہو جیسے گھوڑدوڑ میں آدمی سبقت لیجاتا ہو تو سبقت پر اسکی قیمت لگائی جائیگی اور اگر کبوتر خوب اڑتا ہو تو اڑان پر اسکی قیمت نہیں لگائی جائیگی اور اسیطرح جو چیز بلا تعلیم ہو اسکا یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر لڑائی کا مینڈھا یا لڑائی کا مرغ تلف کر دیا تو اس صفت کے ساتھ اسکی قیمت نہیں لگائی جائیگی اسواسطے کہ یہ صفت دونوں میں حرام ہے اسکے مقابلہ میں کچھ قیمت نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اخروٹ کے درخت میں چھوٹے چھوٹے تر و تازہ اخروٹ پھلے اور کسی شخص نے ان پھلوں کو تلف کر دیا تو درخت کے نقصان کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ یہ پھل اگرچہ کچھ قیمت نہیں رکھتے اور نہ مال ہیں حتی کہ درخت پر ہونے کی صورت میں انکے تلف کرنے سے ضمان نہیں آتی ہے ولیکن درخت پر انکے تلف کرنے سے درخت میں نقصان بیٹھ جاتا ہے پس لحاظ کیا جائیگا کہ ان پھلوں سمیت اس درخت کی کیا قیمت اٹھتی تھی اور بدون انکے کیا قیمت اٹھتی ہے پس جسقدر دونوں قیمتوں میں فرق ہوا اسقدر ضامن ہوگا اسیطرح اگر موسم بہار میں درخت پر کلیاں آئیں اور کسی شخص نے اسمیں ایسا نقصان کر دیا کہ اسکی کلیاں جھڑ گئیں تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی درخت کی شاخ توڑ ڈالی اور شاخ کی قیمت قلیل ہے تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے پورے درخت کے نقصان کی ضمان لے لے اور وہ شاخ شکستہ توڑنیوالے کو دیدے یا بدون شاخ کے درخت کے نقصان کی ضمان لیکر شاخ شکستہ خود لے لے یہ ملتقط میں ہے زید نے عمرو کے باغ انگور کے درخت کاٹ ڈالے تو قیمت کا ضامن ہوگا اسلیے کہ اُسنے غیر مثلی تلف کیا ہے پھر قیمت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ باغ انگور مع جمے ہوئے درختوں کے اندازہ کیا جاوے اور یہی باغ

---

[1] قال یعنی باندی قتل کرنے سے یہ مراد کہ اسپر قبضہ کرکے تب قتل کیا تا کہ غصب ثابت ہو ۱۲ -

انگور درخت کٹا ہوا یعنے بدون درخت کے اندازہ کیا جاوے پس جسقدر دونون قیمتون مین فرق ہو وہی درختون کی قیمت ہوگی
پھر اسکے بعد مالک کو اختیار ہوگا چاہے کٹے ہوے درخت زید کو دیکر اس سے یہ قیمت لے لے یا کٹے ہوے درخت
خود لے لے پس قیمت مین سے ان درختون کی قیمت منہا کرکے باقی قیمت لے لیگا۔ ایک شخص نے دوسرے کا گھر کا
درخت بدون اُسکی اجازت کے قطع کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قطع کرنیوالے کو وہ درخت دیکر اُس سے
لگے ہوے درخت کی قیمت تاوان لے اور اُسکی قیمت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ گھر کی مع لگے ہوے درخت کے قیمت
اندازہ کیجاوے اور گھر کی بدون درخت کے قیمت اندازہ کیجاوے پس جسقدر دونون قیمتون مین فرق ہو وہی درخت قائم کی
قیمت قرار پائی ہے یا درخت اپنے پاس رکھے اور اُس شخص سے بقدر نقصان درخت کے یعنے درخت قائم کو قطع کر دیا ہے اسقدر
نقصان کی قیمت لے لے اسواسطے کہ اُسنے قیام درخت کو ضائع کرکے نقصان کیا ہے اور اس نقصان کے دریافت کرنیکا یہ
طریقہ ہے کہ جب تجھکو طریقہ مذکورہ سابقہ سے درخت قائم کی قیمت دریافت ہو گئی تو پھر درخت مقطوعہ کی قیمت دریافت
کرکے جسقدر دونون مین فرق ہو وہی مقدار نقصان قیام ہے اور اگر غیر مقطوعہ یعنی قائمہ اور مقطوعہ کی قیمت برابر ہو تو وہ
شخص کچھ ضامن نہوگا یہ کبری مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین سے خشک درخت کاٹ کر تلف کر دیا تو
اُسپر حطب کی قیمت واجب ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص ایک تنور پر آیا اور وہ تنور قصب سے گرم کیا گیا تھا
پس اُسمین پانی ڈال دیا تو اُس تنور کے مسجور وغیر مسجور دونون اعتبار سے قیمت دریافت کرکے جسقدر دونون مین
فرق ہو اُسقدر ضامن ہوگا اور واقعات ناطفی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے تنور کا منھ کھول دیا تھا یہانتک
کہ تنور سرد ہو گیا تو اُسپر اسقدر لکڑیون کی قیمت واجب ہوگی جسقدر سے تنور گرم کیا گیا تھا اور ممکن ہے کہ یون کہا جاوے
کہ تنور مسجور الیسا کہ بدون دوبارہ گرم کرنے کے اُس سے انتفاع حاصل کیا جاوے کتنے کو اجارہ لیا جائیگا
پس اسی قدر کا ضامن ہوگا یا دیکھا جائیگا کہ اُسکی اجرت مسجور ہونے کی اور غیر مسجور ہونے کی حالت مین کسقدر ہے
پس جسقدر دونون مین فرق ہو وہ مقدار ضمان ہوگی کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے دوسرے کے تنور کا منھ کھول
دیا یہانتک کہ وہ سرد ہو گیا تو اُسپر اسقدر لکڑیون کی جس سے تنور گرم کیا گیا تھا قیمت واجب ہوگی (یعنے اسقدر کا ضامن ہوگا ۱۲) اور امام فخر الدین
قاضی خان نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ تنور مسجور انتفاع حاصل کرنے کیواسطے قبل ازانکہ دوبارہ گرم کیا جاوے
جتنے کو اجارہ لیا جاوے اتنے مقدار کا ضامن ہوگا یا اُسکی اجرت حالت مسجور ہونے کی اور اجرت حالت
غیر مسجور ہونے کی دیکھکر جسقدر دونون اجرتون مین فرق ہو اُسقدر مقدار کا ضامن ہوگا کذا فی التمہ اگر کسی شخص نے
دوسرے کی قمیص اُدھیڑ ڈالی تو اُس قمیص کی سلی ہوئی اور بے سلی ہوئی کے اعتبار سے قیمت لگا کر بقدر فرق کے
ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کوئی کنوان خاص ہو یعنے کسی خاص شخص یا قوم کا ہو اور اُس مین نجاست
ڈال دی تو کنوان تمام اُلچوانے کا ضامن نہوگا مگر بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور اگر عام کنوان ہو تو حکم
دیا جائیگا کہ اسکو بالکل اُلچوا دے کذا فی القنیہ قال المترجم شرح البحر یعنی کنوان تمام اُلچوانے سے یہ مراد ہے کہ موافق
مسئلہ مفتی بہا کے پانی کا حکم دیا جاوے واللہ اعلم

پانچوان باب دو شخصون کے مال کو یا غیر کے مال کو اپنے مال کے ساتھ خلط کرنے یا بدون خلط کیے مختلط ہوجانے کے بیان مین۔ غاصب نے اگر مال مغصوب کو اپنے مال یا غیر کے مال کے ساتھ خلط کر دیا تو اُسکی دو قسمین ہین خلط ممازجت اور خلط مجاورت پھر خلط ممازجت کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ تقسیم سے دونون مین تمیز ممکن نہو اور دوسرے یہ کہ اس طور سے تمیز ممکن ہو پس اگر ایسا خلط ہو کہ تقسیم سے تمیز ممکن نہو جیسے روغن بادام کو روغن تِل کے ساتھ خلط کیا یا آرد گندم کو آرد جو مین ملا دیا تو ملانیوالا ضامن ہوگا اور بالاجماع موجود مخلوط سے مالک کا حق منقطع ہوجائیگا اور اگر تقسیم سے تمیز ممکن ہو جیسے ایک جنس کو اُسی جنس مین ملایا مثلاً گیہون کو گیہون مین یا دودھ کو دودھ مین ملایا تو بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے اپنے حق کے مثل ضمان لے یا اس مخلوط مین شریک ہوجاوے پس موافق اپنے حق کے باہم تقسیم کر لینگے۔ اور خلط مجاورت کی بھی دو قسمین ہین ایک یہ کہ بلا کلفت و مشقت جدا کرنا ممکن ہو اور دوسرے یہ کہ مشقت و کلفت کے ساتھ علیحدہ کرنا ممکن ہو پس اگر ایسی صورت ہو کہ بلا کلفت و مشقت جدا کرنا ممکن ہو جیسے درم و دینار کا خلط کیا یا درہم سپید کو سیاہ کے ساتھ مخلوط کیا تو ملانیوالا ضامن نہوگا اور مالک کو جدا کر کے دیا جائیگا اور اگر تکلیف و مشقت سے تمیز ممکن ہو جیسے گیہون و جو کے خلط مین ہے تو کتاب مین مذکور ہے کہ غاصب سے ضمان لیگا اور مالک کو خیار حاصل ہونا صریح مذکور نہین ہے مگر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مالک کو خیار حاصل ہوگا چاہے شرکت کرلے جیسا صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک تاوان ہی لیگا شریک نہوجائیگا اسواسطے کہ گیہون دانہا جو سے خالی نہین ہوتے ہین پس گویا اُسنے جنس کو جنس مین خلط کیا ہے پس امام کے نزدیک مالک کا حق منقطع ہوگا اور غاصب اُسکا مالک ہوجائیگا۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک مالک کو خیار حاصل ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق سب کے نزدیک اُسکے ساتھ مخلوط مین شریک نہوگا اور اگر غاصب ایک شخص زید کے گیہون و عمرو کے جو باہم خلط کر کے غائب ہوگیا پس اگر زید و عمرو نے باہم صلح کر لی کہ اس مخلوط کو ایک شخص ہم دونون مین سے لیکر دوسرے کو اُسکی نابے کے مثل جنس یا اُسکی قیمت ضمان دیدے تو جائز ہے اسواسطے کہ مخلوط موجود دونون مین مشترک ہے اور مخلوط مشترک مین سے اگر ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز ہے اور اگر دونون نے صلح نہ کی تو دونون اُسکو فروخت کرین اور ثمن کو باہم اسطرح تقسیم کرین کہ زید جو ملے ہوے گیہون کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور عمرو گیہون ملے ہوے جو کی قیمت کے حساب سے شریک نہ کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ منتقی مین یہ روایت ہشام رحمہ اور امام محمد رحمہ سے مروی ہے کہ اگر زید کے پاس ستو اور عمرو کے پاس روغن یا زیتون کا تیل ہے اور بکر نے دونون آدمیون کو مضبوط باندھ کر عمرو کا روغن یا تیل زید کے ستو دن مین ملا یا تو زید بمثل روغن یا روغن زیتون کے عمرو کو تاوان دیگا یعنی اُسکے روغن یا تیل کے برابر ناپ کر تاوان دیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر بدون کسی شخص کے ملانے کے ایک شخص کا نورہ[۱] دوسرے کے

[۱] نورہ ہونا چونا پسا ہوا اور نورہ آرد گندم مین مخلوط ہو کر جدا کرنے کے قابل نہ رہا اور شاید وہ کسی کام کے واسطے مانند جلد سازون کے خرید کیا جاوے ۱۲

آرد گندم مین ملگیا تو مخلوط فروخت کرکے اُسکے ثمن مین ہر ایک اپنے مال کی قیمت ملی ہوئی کے حساب سے شریک کیا جائیگا
کیونکہ یہ نقصان کسی شخص کے فعل سے نہین ہوا ہے پس کوئی شخص بہ نسبت دوسرے کے ضامن ہونے مین مرجح
نہین ہو سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ردی چیز کو کھری چیز مین ملا دیا تو کھری کے مثل ضامن ہوگا اور
اگر ردی قلیل ہو تو جسقدر ملائی ہے اُسکے حساب سے دونون شریک ہونگے اور قدوری مین لکھا ہے کہ اگر
کسی شخص نے دوسرے کے اناج مین پانی ڈال کر اُسکو بگاڑ دیا اور اُسکا اندازہ بڑھگیا لیعنی کیل مین زیادتی ہوگئی
تو اناج والے کو اختیار ہوگا کہ قبل پانی ملانے کے جو کچھ اُسکی قیمت تھی اُسقدر تاوان لے اور یہ اختیار نہوگا کہ
اپنے اناج کے مثل تاوان لے اسی طرح اگر روغن یا روغن زیتون مین پانی ڈال دیا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے
کہ بھیگے ہوئے اناج کا یا جس تیل مین ملا دیا ہے اُسکا کچھ مثل نہین ہے پس قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ نہین جائز ہو سکتا
ہے کہ پانی ملانے سے پہلے جو کچھ مقدار پیمانہ کے حساب سے اناج یا روغن کی تھی اسقدر ضمان لے اسواسطے
کہ غاصب کی طرف سے قبل اُسکے غصب متحقق نہین ہوا تھا ہان اگر اُسنے پہلے غصب کرکے پھر پانی ڈال دیا ہو تو
اُسپر اُسکے مثل واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے کھرے درم اور زیوف درم ایک مین ملا دیے پس اگر
یہ امر معلوم ہو جاوے کہ کھرون مین کھوٹے اور کھوٹون مین کھرے درم تھے تو ملانے والا ضامن نہوگا اسواسطے
کہ درحقیقت تمیز کرنا متعذر رہی اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ کھرون مین کوئی کھوٹا نہ تھا اور نہ کھوٹون مین کھرا تھا
تو ضامن نہوگا اسواسطے کہ کھرے و کھوٹے کو الگ کر لینا ممکن ہے پس خلط سے استہلاک نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے
ایک شخص کے ہاتھ مین کچھ درم تھے وہ اُنکو دیکھ رہا تھا کہ اُنمین سے کچھ درم غیر شخص کے درمون مین گر کر مخلوط
ہو گئے تو جسکے ہاتھ سے درم گرے ہین وہ غاصب و ضامن ہوگا اور یہ فعل اُسکی طرف سے جرم قرار دیا جائیگا
اگرچہ اُسنے عمداً نہین کیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر کسی شخص کا ترنج دوسرے کے شیشے مین گھس گیا تو
دیکھا جائیگا کہ کسکی زیادہ قیمت ہے پس زیادہ قیمت والے کو حکم دیا جائیگا کہ دوسرے کو اسکے مال کی قیمت ادا
کرے اور اگر کسی شخص نے ایک شخص کا ترنج دوسرے کے شیشے مین داخل کر دیا تو ہر ایک مالک کو اُسکے
مال کی قیمت ادا کریگا اور کسی مالک کو کچھ اختیار نہوگا کیونکہ اُسنے دونون کا مال تلف کر دیا ہے پھر وہ ترنج مع قارورہ
اُسکا ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر اونٹ کسی شخص کا موتی نگل گیا اور موتی بیش قیمت ہے یعنی اونٹ سے زیادہ قیمت کا ہے
تو موتی کے مالک کو اختیار ہوگا کہ اونٹ والے کو اونٹ کی قیمت دیدے اور اگر موتی کی قیمت یونہی خفیف ہو یعنی
ایک درم یا اُس سے کم ہو) تو اونٹ کے مالک پر کچھ واجب نہوگا۔ ایک شخص دوسرے کا موتی نگل گیا اور مر گیا
تو موتی کی ضمان اُسکے ترکہ مین سے دیجائیگی اگر اُسنے ترکہ چھوڑا ہو اور اگر کچھ مال نہ چھوڑا تو موتی کے واسطے
اُسکا پیٹ چاک نکیا جائیگا اور اگر موتی نگل جانیکے بعد زندہ موجود ہو تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسقدر
انتظار نکیا جائیگا کہ اُسکے پیٹ سے باہر نکلے اور اگر زید کی املاک مین ایک کدو کا درخت اُگا اور اُسکا پھل عمرو کے مٹکے مین
اٹکا اور مٹکے کے اندر بڑا ہو گیا حتی کہ بدون مٹکا توڑے نکل نہین سکتا ہے تو یہ صورت بمنزلہ ایسی صورت کے ہے کہ کسی کی

بھی دوسرے کا موتی نگل گئی پس دیکھا جائیگا کہ دونوں مالوں میں سے کس مال کی زیادہ قیمت ہے پس زیادہ قیمت والے سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے دوسرے کو اُسکے مال کی قیمت دیدے اور وہ مال تیرا ہو جائیگا اور اگر اُسنے انکار کیا تو وہ مٹکا یوں ہی فروخت کیا جائیگا اور اُسکی بیع دونوں پر نافذ[1] ہوگی پھر اُسکے ثمن میں دونوں اپنے حق کے موافق حصہ دار ہو جاوینگے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے- اور اگر کرایہ کے مکان میں کرایہ دار کا کوئی مٹکا ایسا ہو کہ بدون کسی قدر دیوار توڑے اُسکا نکالنا ممکن نہو تو دونوں چیزوں پر لحاظ کیا جائیگا کہ جسقدر دیوار ٹوٹتی ہے وہ زیادہ قیمت کی ہے یا مٹکا کذا فی المحیط- اور اگر درم یا موتی کسی شخص کی دوات میں گھس گیا اور اب بدون دوات توڑے وہ نہیں نکلتا ہے پس اگر موتی یا درم بہ نسبت دوات کے زیادہ قیمت کا ہے اور دوات کے مالک کی حرکت سے اسمیں گھس گیا ہے تو دوات توڑی جائیگی اور جسکا موتی یا درم ہے اُسپر کچھ تاوان لازم نہوگا اور اگر موتی یا درم کے مالک کے فعل سے یا بدون اُسکے فعل کے گھس گیا ہے تو بھی دوات توڑی جاویگی اور موتی یا درم کا مالک دوات کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ چاہے تو صبر کرے یہانتک کہ دوات خود ہی ٹوٹے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے- اور اگر کسی شخص کے چوپایہ نے دوسرے کی ہانڈی میں (جو بہ نسبت چوپایہ کے کم قیمت ہے) سر ڈال دیا اور اب بدون ہانڈی توڑے اُسکا سر نہیں نکلتا ہے تو چوپایہ کا مالک مختار ہے کہ دوسرے کو اُسکی ہانڈی کی قیمت ادا کرکے ہانڈی کا مالک ہو جاوے اور اُسکے نظائر بہت ہیں کہ زیادہ قیمت کے مال والے کو اختیار ہے کہ کم قیمت کے مال والے کو قیمت ادا کرکے اُسکا مالک ہو جاوے اور اگر دونوں کی قیمت برابر ہو تو دونوں چیزیں فروخت کیجاوینگی اور بیع اُن دونوں پر نافذ ہوگی اور دونوں اُسکا ثمن باہم تقسیم کر لینگے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ زید کا موتی عمرو کے آٹے کے ڈھیر میں گر پڑا تو فرمایا کہ اگر آٹے کے لوٹ پوٹ کرنے میں ضرر ہو تو میں اُسکو لوٹ پوٹ کرنے کا حکم نہ دونگا اور موتی کا مالک منتظر رہیگا یہانتک کہ ایک سرے سے آٹا بکجاوے یا بعد دوسری بار کے فروخت ہوتا جاوے اور اگر لوٹ پوٹ کرنے میں ضرر نہو تو حکم دونگا کہ لوٹ پوٹ کر کے تلاش[2] کرلے اور شیخ بشر نے (جو امام ابو یوسفؒ کے شاگرد و راوی ہیں) فرمایا کہ وہی لوٹ پوٹ کریگا جو موتی تلاش کررہا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے- ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک اونٹ کا بچہ ودیعت رکھا اور مستودع نے اُسکو اپنے گھر میں داخل کرلیا یہانتک کہ وہ رہتے رہتے بڑا ہو گیا پھر یہ نوبت پہونچی کہ بدون دروازہ اکھاڑے وہ نکل نہیں سکتا ہے تو مودع کو اختیار ہوگا چاہے اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کی غرض سے مودع کو اُسکی قیمت اس روز کی قیمت کے حساب سے جس دن وہ ایسا ہو گیا تھا کہ نکل نہیں سکتا تھا دیدے یا اپنا دروازہ اکھاڑ کر مودع کو اُسکا اونٹ کا بچہ واپس کرے اور شیخ صدر الشہید رحمہ اللہ نے اپنے واقعات میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں جو حکم مذکور ہے اُسکی اسطرح تاویل کرنی واجب ہے کہ حکم اُسوقت ہے کہ جب گھر میں سے جسقدر منہدم کرنا پڑتا ہے اُسکی قیمت اونٹ کے بچہ کی قیمت سے زائد ہو اور اگر اونٹ کے بچے کی قیمت اُس سے زائد ہو اور مستودع نے اونٹ کا بچہ نکالنے کے واسطے

---

[1] نافذ یعنی اگر خود فروخت نکریں اور حاکم ان دونوں کے لیے فروخت کرے تو بیع دونوں پر نافذ ہوگی ۱۲ منہ
[2] تلاش یعنے خواہ مالک یا اُسکا وکیل ۱۲ —

دروازہ اکھاڑنے سے انکار کیا تو واجب ہے کہ شتربچہ کے مالک کو حکم دیا جاوے کہ گھر سے جسقدر منہدم ہوتا ہے اُسکی قیمت مستودع کو دیکر شتربچہ کو باہر نکال لے اور کتاب الحیطان میں ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ مستودع نے اپنے گھر میں ودیعت کا شتربچہ داخل کر لیا ہو اور اگر کوئی گھر مستعار لیکر اُسمیں شتربچہ داخل کیا ہو یہانتک کہ وہ بڑا ہو گیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو شتربچہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ اگر تو اپنے شتربچہ کو نکال سکے تو نکال لے ورنہ اُسکو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکال لے اور اگر ودیعت میں خم پایا گیا ہو پس اگر دروازہ گرانے کا ضرر نقصان فاحش ہو تو یہی حکم ہوگا اور اگر یسیر و قلیل ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دروازہ سے نکال لے اور جو کچھ نقصان دروازہ میں آوے اُسکا تاوان دیدے اور یہ ایک طرح کا استحسان ہے یہ محیط میں ہے اور واقعات ناطفی میں ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک کے پاس مثلجہ ہے انمیں سے ایک شخص نے دوسرے کے مثلجہ میں سے کچھ برف لیکر اپنے مثلجہ میں ڈال لیا تو اُسکی دو صورتیں ہیں تو جسکے مثلجہ سے برف لیا ہے اُسنے کوئی ایسی جگہ بنائی تھی جسمیں بدون جمع کیے ہوے برف جمع ہو جاتا تھا یا ایسی جگہ تھی جسمیں اُسکو برف جمع کرنے کی حاجت پڑتی تھی پس اول صورت میں اُس شخص کو جسکے مثلجہ سے برف لیا ہے اختیار ہوگا کہ لینے والے کے مثلجہ سے اپنا برف اگر جدا ہو تو لے لیوے اور اگر دوسرے برف سے مخلوط کر دیا ہو تو جس دن مخلوط کیا ہے اُسدن کے حساب سے اُسکی قیمت[۵] لے لے اور دوسری صورت میں مسئلہ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ لینے والے نے اُس شخص کے مثلجہ میں سے نہیں لیا بلکہ اُسکی حد میں سے لے لیا اور دوسرے یہ کہ اُسکے مثلجہ میں سے لے لیا پس پہلی قسم میں وہ برف اُسی کا ہے جسنے اُسکو لے لیا اور دوسری قسم میں حکم صورت اول کے مانند ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے - اور اگر کسی شخص نے اپنا مال دوسرے کے مال میں مخلوط کر دیا تو ضامن ہوگا مگر غلام ماذون قرضدار نے جسکو اُسکے مولے نے ہزار درم اپنے واسطے اسباب خریدنے کے لیے دیدیے تھے اور اُسنے اپنے درموں میں خلط کر کے سب درموں سے کوئی اسباب خریدا تو یہ اسباب اُسکے و اُسکے مولی کے درمیان مشترک ہوگا اسکو ابن سماعہ نے امام محمد رح سے ذکر کیا ہے - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید نے عمرو کو دو درم دیے اور بکر نے اُسکو ایک درم دیا اور دونوں نے اُسکو خلط کرنے کے واسطے حکم دیدیا اور اُسنے تینوں درم خلط کر دیے پھر انمیں ایک درم ستوق پایا تو اس باب میں کہ یہ درم زید کا ہے یا بکر کا ہے عمرو امین کا قول قبول ہوگا اور اگر عمرو امین نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کس کا ہے تو میں اِس سے اسکی ضمان لونگا اگرچہ امین نے اُسکو دونوں کی اجازت سے خلط کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے

چھٹا باب - غاصب سے مال مغصوب کے استرداد کے وجوہ جن صورتوں میں غاصب ضمان سے بری ہوتا ہے اور جنمیں نہیں بری ہوتا ہے اُنکے بیان میں

شیخ کرخی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر مغصوب منہ نے مال مغصوب میں ایسی بات کی جس سے غاصب قرار دیا جاتا ہے پس اگر یہ بات مالک غیر میں واقع ہوتی تو غصب کا پھیرنے والا قرار دیا جائیگا اور اُس سے غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اور اُسکی یہ صورت ہے کہ مثلاً مغصوب سے خدمت لی اسواسطے کہ محل

۵ قیمت قول اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برف عینی ہے نہ مثلی اور یہاں بالفعل ساختہ برف مثلی ہونا چاہیے ۱۲

اپنا قبضہ مقرر کرنا غصب ہے پس جب اُسنے ایسی بات کی کہ جس سے غاصب ہوجاتا ہے تو مملوک پر اُسنے اپنا قبضہ قائم کیا اور مالک کا قبضہ قائم ہونا غاصب سے ضمان ساقط ہونے کا موجب ہے خواہ مالک اسکو پہچانے یا نہ پہچانے اسلیے کہ حکم تو سبب پر مبنی ہوتا ہے نہ علم پر اور ایسی حالت میں غاصب پہلے غصب کی وجہ سے غاصب نہ رہیگا ہاں اگر پھر از سر نو کوئی غصب کا فعل کرے تو غاصب ہوگا اسی طرح اگر غاصب نے غصب کیا ہوا کپڑا مالک کو پہنایا اور اُسنے پہن لیا حتے کہ پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے خواہ مالک اُسکو پہچانے یا نہ پہچانے اور اسی طرح اگر مالک نے وہ کپڑا فروخت کیا یا اسکو ہبہ کردیا یہانتک کہ اُسنے پہن لیا اور پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر غاصب نے اناج غصب کرکے مالک کو کھانے کو دیا اور اُسنے کھایا تو بھی یہی حکم ہے خواہ مالک نے اُسکو جانا ہو یا نہ جانا ہو اسی طرح اگر مالک خود غاصب کے گھر میں آیا اور وہی اناج جو غاصب نے غصب کیا تھا خود کھالیا خواہ پہچانا ہو یا نہ پہچانا ہو تو بھی یہی حکم ہے غاصب ضمان سے بری ہوجائیگا اور اگر غاصب نے آٹے کی روٹیاں پکا کر یا گوشت کو بھون کر پھر مالک کو کھلا دیا تو ضمان سے بری نہوگا اسواسطے کہ مالک نے مال مغصوب پر اس صورت میں اپنا قبضہ ثابت نہیں کیا۔ اور اگر مغصوبہ باندی غاصب کے پاس ایک آنکھ سے سفید[1] ہوگئی یا اُسکا دانت گر گیا پھر غاصب نے مالک کو واپس کردی پھر مالک کے پاس اُسکی آنکھ کا عذر زائل ہوگیا یا دانت جم آیا تو اُسکی ضمان سے غاصب بری ہوجائیگا۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کوئی غلام غصب کیا پھر اُسکی آنکھ میں پھلی پڑگئی پھر غاصب نے مالک کو واپس دیا اور مالک نے اس نقصان کا جرمانہ لے لیا پھر مالک نے اُسکو فروخت کیا اور مشتری کے پاس اُسکی آنکھ صاف ہوگئی تو جسقدر مالک نے آنکھ کے نقصان کا جرمانہ غاصب سے لیا ہے اُسکو غاصب واپس لیگا اسواسطے کہ جرم کا اثر زائل ہوگیا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا دار غصب کیا پھر مالک نے اُسکو کرایہ لیا حالانکہ وہ دار دونوں کے حضور میں نہیں ہے تو ضمان سے بری نہوگا اور اگر غاصب اسمیں رہتا ہو یا اسمیں رہنے پر قادر ہو تو ضمان سے بری ہوجائیگا کیونکہ اُسپر کرایہ واجب ہوگیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کے غصب کیے ہوئے غلام کو عمرو سے اپنی کوئی دیوار معلوم بنانے کیواسطے اجارہ پر لیا تو جب تک وہ غلام دیوار کا کام شروع نہ کرے تب تک اُسکی ضمان میں رہیگا پھر جب دیوار کا کام شروع کریگا تب غاصب ضمان سے بری ہوجائیگا اسی طرح اگر مالک نے خدمت کے واسطے اجارہ لیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا پھر مالک نے اسکو اجارہ پر لیا تو صحیح ہے اور مستاجر فقط عقد ہی سے اُسپر قابض قرار دیا جائیگا اور ضمان غصب سے بری ہوجائیگا اسواسطے کہ قبضہ غصب قبضہ اجارہ کا نائب ہوگا اسلیے کہ جب قبضہ غصب قبضہ خرید کا نائب ہوتا ہے تو بدرجہ اولی قبضہ اجارہ کا نائب ہوگا پس جب فقط عقد ہی سے بطریق اجارہ قابض قرار دیا گیا تو وہ غاصب نہ رہیگا بلکہ امین ہوجائیگا اور ضمان مرتفع ہوجائیگی اور پھر ضمان

[1] یعنی کسی خاص شخص کی طرف نہیں بلکہ جس شخص کو وہ کپڑا ہو پہنچ جاوے ۱۲ [2] قولہ سفید یعنے فقط بینائی جاتی ہی اسواسطے کہ اگر آنکھ جاتی رہی تو اسکا اعادہ غیر متصور ہے فافہم ۱۲ منہ رحمہ [3] یعنے مغصوب آتا ہو ۱۲

عود نہ کریگی مگر جبکہ دوبارہ کوئی تعدی کرے یعنے پھر کوئی فعل موجب ضمان صادر ہو پس اگر مدت اجارہ مین
غلام مرگیا تو امانت مین مرا اور جسقدر مدت گذری ہو اُسکی اجرت غاصب پر واجب ہوگی اور باقی ساقط ہو جائیگی
پھر اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور غلام زندہ موجود ہے تو ضمان عود نہ کریگی یعنی مال مضمون نہو جائیگا اور منتقی مین ہے کہ اگر
کسی شخص سے غلام غصب کرکے پھر اُس سے کسی کام کیواسطے اجارہ لیا تو جسوقت غلام اُس کام کو شروع کریگا
اُسوقت غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اسواسطے کہ غاصب پر اجرت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مال مغصوب
کو مالک نے غاصب سے عاریت لیا تو غاصب فقط لینے سے بری نہو جائیگا حتی کہ اگر قبل استعمال کے وہ مال تلف ہوگیا تو غاصب
پر اُسکی ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر مالک نے غاصب سے کہا کہ مین نے مال مغصوب تیری ودیعت مین دیا پھر وہ مال غاصب کے پاس
تلف ہوگیا تو غاصب ضامن ہوگا اسواسطے کہ ضمان سے بری کرنا صریحاً نہیں پایا گیا اور عقد ودیعت فقط حکم حفاظت دینا ہے تو
ضمان غصب کے منافی نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ واضح ہو کہ مغصوب منہ نے اگر مغصوبہ باندی کا نکاح کردیا تو امام
ابو یوسف کے قیاس پر غاصب فی الحال ضمان سے بری ہو جائیگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہیں بری ہوگا اور یہ اختلاف
فرع اختلاف بیع ہے آیا نکاح کرنے سے مالک قابض ہو جائیگا یا نہیں۔ اور اگر اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کرلی
تو بالاجماع غاصب بری ہو جائیگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مغصوب منہ نے مغصوب کو کوئی کام سکھلانے
کیواسطے غاصب کو اجیر مقرر کیا تو جائز ہے مگر وہ غاصب کے پاس اسی طرح مضمون رہیگا کہ اگر یہ کام سیکھنا شروع
کرنے سے پہلے یا بعد مرگیا تو غاصب ضامن ہوگا اسی طرح اگر غاصب کو مغصوب کپڑے کے دھونے کیواسطے اجیر
مقرر کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے گیہون غصب کیے پھر عمرو کو دیے کہ میرے واسطے ان کو
پیس دے اُسنے پیسے پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ وہی میرے گیہون ہین تو اُسکو اختیار ہوگا کہ آٹا سب لے لے
اسی طرح اگر عمرو کا سوت غصب کرکے پھر عمرو کو دیکر کہا کہ میرے واسطے اسکا کپڑا بُن دے پھر عمرو کو معلوم ہوا کہ
میرا سوت ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر زید نے عمرو کا جانور غصب کیا اور عمرو مرگیا اور اُسکا وارث زید کے
پاس آیا اور وہ جانور عاریت مانگا اور زید نے دیدیا اور وہ وارث کے پاس مرگیا تو زید اُسکے تاوان
سے بری ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ غاصب نے اگر مال مغصوب کو بحکم قاضی فروخت کیا تو ضمان سے
بری ہو جائیگا جیسے بحکم مالک فروخت کرنے مین بری ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مالک نے غاصب کو حکم دیا کہ غلام
مغصوب فروخت کرلے تو صحیح ہے اور غاصب وکیل قرار دیا جائے گا مگر فقط حکم دینے سے غاصب ضمان سے بری
نہوگا اور نہ فقط بیع کردینے سے بری ہوگا حتی کہ اگر بعد بیع کے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام
مرگیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور غاصب اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر مغصوب منہ نے
مال مغصوب خود ہی فروخت کیا تو مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے غاصب اُس کی ضمان سے
بری نہوگا۔ پھر واضح ہو کہ اگر غاصب نے مغصوب منہ کے حکم سے مال مغصوب فروخت کردیا پھر مشتری
نے بسبب عیب کے غاصب کو واپس کیا پس اگر قبضہ سے پہلے واپس کیا ہو تو بحالہ غاصب کے پاس مضمون

رہیگا اور اگر بعد قبضہ کے واپس کیا تو غاصب کے ہاتھ مین مضمون ہو کر نہ رہیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر مالک نے غاصب کو حکم دیا کہ غصب کی ہوئی بکری کو قربانی کر دے تو قربانی کر دینے سے پہلے غاصب اُسکی ضمان سے بری نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر غاصب نے مغصوب منہ کو مال مغصوب واپس کیا تو کتاب مین حکم مطلق مذکور ہے کہ ضمان سے بری ہو جائیگا اور امام خواہرزادہ نے کتاب الاقرار مین فرمایا کہ حاصل مسئلہ کی چند صورتین ہین اگر مغصوب منہ بالغ ہو تو وہی حکم ہے جو کتاب مین مذکور ہے اور اگر نابالغ ہو پس اگر ماذون التجارة ہو تو بھی وہی حکم ہے اور اگر محجور ہو پس اگر قبضہ وحفاظت کو نہ سمجھتا ہو اور غاصب نے وہ مال اُس سے غصب کیا تھا اور اپنی جگہ سے تحویل کرنے کے بعد اُسکو واپس کیا تو بری نہوگا اور اگر اپنی جگہ سے تحویل کرنے سے پہلے اُسکو واپس کیا تو استحساناً بری ہو جائیگا اور اگر نابالغ محجور ایسا ہو کہ قبضہ وحفاظت کو سمجھتا ہو تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے اور فتاوائے فضلی مین لکھا ہے کہ اگر نابالغ لینا و دینا سمجھتا ہو تو غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اور کچھ اختلاف ذکر نہین کیا اور اگر نہ سمجھتا ہو تو بری نہوگا اور کچھ تفصیل ذکر نہین فرمائی اور بھی فتاوائے فضلی مین لکھا ہے کہ اگر مال مغصوب درم ہون اور غاصب نے انکو تلف کر دیا پھر اُن کے مثل نابالغ کو واپس دیدیے اور وہ نابالغ عاقل ہے پس اگر وہ نابالغ عاقل ماذون ہو تو غاصب بری ہو جائیگا اور اگر محجور ہو تو بری نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر جانور کی پیٹھ پر سے زین غصب کر کے پھر اسکی پیٹھ پر لوٹا دی تو ضمان سے بری نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے ایندھن کی لکڑی غصب کر کے پھر مغصوب منہ کو اپنی ہانڈیان پکانے کے واسطے مزدور کیا اور اُسنے ہانڈیون کے نیچے وہین لکڑیان جلائین اور پہچانا کہ یہ وہی لکڑیان ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی کوئی روایت نہین ہے اور صحیح یہ حکم ہے کہ غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ زید کا عمرو پر قرضہ آتا ہے زید نے عمرو کے مال سے بقدر اپنے حق کے لے لیا تو صدر الشہید رح نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ زید غاصب نہوگا اسلیے کہ اُسنے باجازت شرع لیا ہے لیکن اُس سے مضمون علیہ ہو جائیگا اور یہ اسواسطے کہ یہ اداے قرض کا طریقہ ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہے پھر ایک شخص غیر نے مقروض کے مال سے لیکر قرضخواہ کو دیدیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے شیخ نصیر بن یحیی نے فرمایا کہ یہ مال قرضہ کا قصاص ہو جائیگا یعنی اولا بدلا ہو جائیگا اسواسطے کہ جسنے لیکر دیا ہے وہ بمنزلہ قرضخواہ کے وصول کرنے کے مددگار کے ہو گیا اور فتوی اسی قول پر ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے سوتے ہوئے آدمی کی انگوٹھی اُتار لی اور پھر سوتے ہی مین اُسکو پہنا دی تو بری ہو جائیگا اور اگر وہ جاگا پھر سو گیا پھر دوسری نیند مین اُسنے اُسکو پہنا دی تو بری نہوگا کیونکہ پہلی صورت مین سوتے کو واپس دینا واجب ہوا تھا اور وہ پایا گیا اور دوسری صورت مین جاگتے کو واپس دینا واجب ہوا تھا اور یہ نہ پایا گیا اور حاصل یہ ہے کہ سوتے آدمی کی اُنگلی مین انگوٹھی یا پاؤن مین موزہ یا سر پر ٹوپی واپس کرنے مین امام ابو یوسف ضمان سے بری ہونے کیواسطے اتحاد نوم یعنی نیند کا متحد ہونا اعتبار کرتے ہین جیسا کہ استقامہ پر مذکور ہے اور امام محمد رح کے نزدیک مجلس کا متحد ہونا معتبر ہے حتی کہ اگر اُسنے اُسی مجلس مین جہان سے چیز اُتاری تھی وہین پہنا دی تو تاوان سے بری ہو جائیگا اگرچہ نیند مین واپس دی ہو لیکن اگر

ف تحویل ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا اور یہ اسواسطے کہ غصب متحقق ہو اور قیمت مین فرق ہو ۱۲ –

اُسکی جگہ سے تحویل بنائی گئی اور اُسکی انگلی چاہے کوئی انگلی ہو یا پائون مین دوبارہ پہنادی تو ضمان ساقط ہوجائیگی
اور اگر اپنی جگہ سے تحویل پائی گئی پھر اُسی نیند مین یا دوسری نیند مین دوبارہ پہنادی تو بری نہوگا جبتک کہ اُسکو
جاگنے مین واپس نکرے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر دوسرے شخص کا کپڑا اُسکی غیبت مین بدون اُسکی اجازت کے
پہن لیا پھر اُتار کر اُسکی جگہ پر رکھدیا تو ضمان سے بری نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین
ہے کہ وہ کپڑا اسطرح پہنا ہو جسطرح اُسکے پہننے کی عادت جاری ہے اور اگر قمیص تھی اور اُسکو اپنے کاندھے پر ڈال لیا
پھر اُتار کر اُسکی جگہ پر رکھدیا تو بالاتفاق ضامن نہوگا اور منتقی مین ابن سماعہ کی روایت امام محمد رح سے مروی ہے کہ
اگر ایک شخص نے دوسرے کے گھر سے اُسکا کپڑا بدون اُسکی اجازت کے لے لیا اور پہنا پھر اُسکو اُسکے گھر مین جہان
سے لیا تھا رکھدیا اور وہ تلف ہوگیا تو استحساناً اُس شخص پر ضمان نہین ہے اسیطرح اگر دوسرے کا جانور اُسکے تھان سے
جہان چارہ پاتا ہے بدون مالک کی اجازت کے لے لیا پھر اُسکو اُسکی جگہ پر واپس پہونچادیا تو استحساناً ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی
شخص کے ہاتھ سے اُسکا جانور براہ غصب لے لیا پھر اُسکو واپس کرنے کو لایا مگر مالک یا خادم کو نہ پایا اور جانور کو اُسکے
تھان پر باندھ دیا تو وہ شخص ضامن ہوگا اسکو شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب العاریۃ مین صریح بیان فرمایا ہے یہ ذخیرہ مین ہے
اگر ایک شخص کی تھیلی مین ہزار درم ہون اور ایک شخص نے اُس تھیلی مین سے آدھے درم نکال لیے پھر چند روز
بعد جسقدر نکالے تھے واپس لاکر اُسکی تھیلی مین رکھدیے تو یہ شخص فقط اُسی قدر درمون کا ضامن ہوگا جتنے اُسنے
نکال کر واپس لاکر تھیلی مین رکھے ہین دوسرے درمون کا ضامن نہوگا اور تھیلی مین واپس لاکر رکھنے سے ضمان سے بری
نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے اگر غاصب مال مغصوب کو لایا اور مالک کی گود مین رکھدیا حالانکہ مالک کو معلوم نہوا کہ یہ میری ملک
ہے پھر ایک شخص نے اگر اُسکو اُٹھا لیا تو صحیح یہ ہے کہ غاصب بری ہوجائیگا کذا فی المحیط السرخسی اور اگر مال مغصوب کو تلف
کرکے بلا حکم قاضی مالک کو قیمت دینی چاہی اور مالک نے قبول نہ کی اور غاصب اُسکے سامنے رکھ گیا تو ضمان سے بری
نہوگا لیکن اگر مالک کے ہاتھ یا گود مین رکھ جاوے تو بری ہوجائیگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر غاصب نے مغصوب
مال کسی ایک وارث مغصوب منہ کو واپس دیا تو دوسرے وارثون کے حصہ سے بری نہوگا بشرطیکہ یہ واپس کرنا
بدون حکم قاضی ہو یہ سراجیہ مین ہے غاصب نے مال مغصوب مالک کو واپس دیا مگر اُسنے قبول نہ کیا اور غاصب اُسکو اپنے
گھر واپس لے گیا پس اگر اُسنے مالک کے پاس لے کھانا تھا اور وہ غاصب کے پاس تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا اور اپنے
گھر واپس لیجانے سے غصب جدید ثابت نہوگا جبکہ اُسنے مالک کے پاس نہ رکھدیا ہو۔ اور اگر مالک کے پاس اسطرح
رکھدیا ہو کہ مالک کا قبضہ اُس چیز تک پہونچا ہو پھر غاصب اُسکو دوبارہ اپنے گھر اُٹھا لیگیا اور وہ چیز غاصب کے
پاس ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا لیکن جب کہ وہ چیز غاصب کے ہاتھ ہی مین ہے اور اُسنے مالک کے پاس نہ رکھی
مگر مالک سے کہا کہ اسکو لے لے اور مالک نے قبول نہ کیا تو وہ چیز غاصب کے ہاتھ مین امانت ہوگئی یعنی ضائع ہونے سے
ضامن نہوگا) یہ وجیز کردری مین ہے یتیمہ مین لکھا ہے کہ شیخ ابو عصمہ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص دوسرے
کی تھیلی سے درم غصب کرکے اپنے خرچ مین لایا پھر جسقدر لیے تھے اُسکے مثل اُس شخص کی تھیلی مین ڈال کر اُسکے

درمون مین مخلوط کردیے بدون اسکے کہ اُسکے مالک کو آگاہ کرے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابھی حکم موقوف رہیگا یہانتک کہ یہ دریافت ہو کہ اُسکے مالک نے جو کچھ تھیلی مین درم تھے سب خرچ کردیے یا تھیلی جہان رکھی تھی وہان سے اٹھالی تو اُسوقت غاصب کے ذمہ سے ضمان ساقط ہوجائیگی اور شیخ نصیرؒ سے مروی ہو کہ اگر راستہ مین ایک چوپایہ کھڑا دیکھکر اسکو ایک طرف ہٹادیا تو ضامن ہوگا اور شیخ ابن سلمہؒ سے مروی ہو کہ اگر ہٹانے کے بعد وہ کھڑا ہوگیا پھر چلا گیا تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک شخص کے پاس دو کر گیہون تھے اسمین سے ایک شخص نے ایک کر غصب کرلیا پھر مالک نے دوسرا کر اُسی غاصب کے پاس ودیعت رکھا پھر غاصب نے اسکو غصب کیے ہوئے کر مین ملا دیا پھر سب گیہون ضائع ہوگئے تو غصب کیے ہوئے کر کا ضامن ہوگا اور کر ودیعت کا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک شخص کی کشتی غصب کرکے اُسپر سوار ہوا جب بیچ دریا مین پہونچا تو کشتی کا مالک اُس سے جا ملا تو مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ وہین اُس سے اپنی کشتی واپس لے لیکن وہان سے کنارہ تک اسکو اجارہ پر دیدے اور یہ حکم بنظر رعایت طرفین ہو اسی طرح اگر کسی شخص نے چوپایہ دوسرے کا غصب کرلیا اور بیچ جنگل مین مہلکہ کے مقام پر اُسکا مالک غاصب سے جا ملا تو وہین اُس سے واپس نہین لے سکتا ہو مگر وہان سے اسکو اجارہ پر دیدے یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص کو غصب کیے ہوے کپڑے کا کفن دیکر دفن کرکے اُس پر مٹی ڈال دی گئی اور تین روز گذر گئے یا نہ گذرے پھر کفن کا مالک آیا پس اگر میت کا ترکہ موجود ہو یا نہ ہو مگر کسی نے اُسکی قیمت دیدی تو مالک پر واجب ہوگا کہ اُسکو لیلے اور قبر کو نہ کھودے اور یہ استحسان ہو اور اگر مالک کو قیمت نہ پہونچی تو اسکو اختیار ہوگا چاہے اپنی آخرت کے ثواب کے واسطے چھوڑدے یا قبر کھودکر اپنا کفن لے لے مگر پہلی بات افضل ہو کہ اسمین اُسکی دین و دنیا کی بہتری ہو اور اگر اُسنے قبر کھودکر کفن لے لیا اور وہ کفن ناقص ہوگیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جنھون نے میت کو کفنا کر دفنایا ہو اُنسے ضمان لے یہ کبری مین ہو۔ اگر کسی شخص نے کپڑا یا دراہم یا چوپایہ غصب کیا اور وہ بعینہ موجود ہو اور مالک نے غاصب کو اُس سے بری کردیا تو صحیح ہو اور غصب اُسکے پاس امانت ہوجائیگا اسی طرح اگر مالک نے اُسکو اس سے حلال کردیا (یعنی یون کہدیا کہ انت فی حل من ذلک یا حللتک) (یعنی جرم غصب سے مال تلف ہوا) تو غاصب ضمان سے بری ہوجائیگا خواہ وہ مال قائم ہو یا تلف ہوگیا ہو پس اگر تلف ہوگیا ہوگا تو یہ قول قرضہ سے ابرا ہو اور اگر قائم ہوگا تو ضمان غصب سے ابرا ہو اور وہ چیز غصب جو اُس کے پاس موجود ہو وہ اُسکے پاس امانت ہوجائیگی (یعنی تاوان دینے سے قیمت سے بری ہوجائیگا) یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے درخت کی شاخ کاٹ ڈالی (یعنی مالک کے پاس امانت ہوگئی) اور اُسکی جگہ دوسری شاخ پھوٹ نکلی تو تاوان سے بری نہوگا اسیطرح اگر کھیتی یا ساگ کاٹ ڈالا اور بجاے اُسکے دوسرا اُگا تو کاٹی ہوئی کھیتی یا ساگ کے تاوان سے بری نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہو فتاوی نسفی مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کا میدان غصب کرکے اپنی عمارت مین داخل کرلیا یا دوسرے کا پودھا غصب کرکے اپنی زمین مین جما دیا اور وہ بڑا ہوگیا یہانتک کہ مالک کا حق اُس سے منقطع ہوگیا پھر مالک نے غاصب سے کہا کہ مین نے تجھے میدان و پودھا ہبہ کردیا تو صحیح ہو اور یہ قول ضمان سے ابرا ہو یہ ذخیرہ مین ہو اور نوازل مین لکھا ہو کہ کسی شخص نے دوسرے کی ابریق چاندی کی (یعنی ابریق یعنی چھاگل) توڑدی پھر دوسرے

شخص نے آکر اور زیادہ توڑ دی تو پہلا شخص ضمان سے بری ہو گیا اور دوسرا اُسکے مثل ضمان دیگا اسیطرح اگر کسی شخص کے گیہون میں پانی ڈال دیا پھر دوسرے نے آکر پانی ڈال دیا اور نقصان زیادہ ہو گیا تو پہلا شخص ضمان سے بری ہو گیا اور دوسرا شخص اپنے پانی ڈالنے کے روز کی گیہون کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا چاندی کا برتن توڑ ڈالا پھر مالک نے اسکو برباد کر دیا قبل اسکے کہ توڑنے والے کو دیدے تو توڑنے والے پر کچھ واجب نہوگا اسلیے کہ تضمین کی شرط یہ ہے کہ کسور اس کا سپرد کرے مگر اُسنے تو دیدیا ایسا ہی کہ یہ شرح طحاوی کی محیط میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کی چیز غصب کر کے حفاظت کے واسطے اُسی کو سپرد کیا اور مالک نے اُسکو حفاظت کے واسطے حکم دیا جسطرح اُسنے لی تھی تو غاصب ضمان سے بری ہو گیا اور اگر غاصب نے اُس سے کچھ نفع حاصل کیا پھر مالک نے اسکو حفاظت کا حکم دیا تو ضمان سے بری ہوگا اور علی ہذا اگر کسی شخص نے دوسرے کا مال کسی غیر شخص کو ودیعت دیا پھر مالک نے اجازت دیدی تو دینے والا ضمان سے بری ہو جائیگا یہ خلاصہ میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کی چیز غصب کی پھر مغصوب منہ غائب ہو گیا اور غاصب قاضی کے پاس حاضر ہوا اور قاضی سے درخواست کی کہ یا تو مجھ سے یہ چیز لے لے یا اُسکا خرچہ مقرر کر دے تو قاضی نہ اُس چیز کو لیگا اور نہ اُسکا نفقہ مقرر کریگا اور اگر وہ شخص غاصب ایسا ہو کہ چیز و نکو تلف کر ڈالتا ہو اُسکی ذات سے ایسے امر کا خوف ہو اور قاضی کی رائے میں آیا کہ اس سے لیکر فروخت کر دے تو کچھ ڈر نہیں ہے لیلینے لیکر فروخت کر دے جائز ہے اسواسطے کہ اس صورت میں بھی ایک طرح کی نظر شفقت تھی اور اُس صورت میں بھی ایک طرح کی نظر مصلحت ہے پس دونوں باتیں قاضی کی رائے جائز ہوگی کذا فی الظہیریہ

ساتوان باب غصب میں دعوی واقع ہونے اور غاصب و مغصوب منہ میں اختلاف واقع ہونے اور اُس میں گواہی ادا ہونے کے بیان میں

امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے پر اس دعوی کے گواہ قائم کیے کہ اسنے میری ایک باندی غصب کر لی ہے تو میں اُسکو قید کرونگا یہانتک کہ باندی لاوے وہ مدعی کو واپس دیجاویگی شیخ ابو البیسر و امام سرخسی نے ذکر کیا کہ یہ جو امام محمد رحمہ نے ذکر فرمایا کہ ایسا دعوی و گواہی مسموع ہے یہی صحیح ہے اسواسطے کہ غصب کبھی اچانک واقع ہو جاتا ہے تو گواہوں سے باندی کی صفت و قیمت کی شناخت نہیں ہو سکتی ہے پس تعذر کی وجہ سے گواہوں سے علم اوصاف کا اعتبار ساقط ہو جائیگا اور انکی گواہی سے فعل غصب ثابت ہوگا اور بکر رحمہ نے ذکر کیا کہ اگر حق قضا میں یہ گواہی مثبت نہو تو حق ایجاب حبس میں مثبت ہوگی جیسا کہ سیر قریب میں حکم ہے اور تتمہ میں لکھا ہے کہ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ مدعی نے باندی کے موجود ہونے کا دعوی کیا ہو اور اگر یہ دعوی کیا کہ وہ مر گئی تو بالاتفاق صحت دعوی کے واسطے بیان قیمت شرط ہے اور امام محمد رحمہ نے جو فرمایا کہ یہانتک کہ باندی لاوے وہ مدعی کو واپس دیجاویگی اس سے یہ غرض ہے کہ جب اُسکے عین پر دوبارہ گواہ قائم کرے (یعنی یہ وہی باندی ہے) اور غرض یہ ہے کہ باندی کے حاضر کرنے کے بعد اگر دونوں نے اُسکے عین میں اختلاف کیا تو دوبارہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ وہ باندی بھاگ گئی یا مر گئی

یا مین نے اسکو فروخت کرکے مشتری کے سپرد کردیا اور اب مین اُسپر قادر نہین ہون پس اگر مدعی نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو
غاصب پر قیمت کی ڈگری کیجائیگی اگر مدعی نے اسکی درخواست کی۔ اور اگر مدعی نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو قاضی اُسکو
قید کریگا یہانتک کہ قاضی کی رائے اسطرف غالب ہوجاوے کہ اگر غاصب اُسپر قادر ہوتا تو اُسکو ظاہر کرتا پھر اسکو قید سے
باہر نکالیگا اور مدعی سے کہیگا کہ تو اس باندی کے ظاہر ہونے تک انتظار کرنا چاہتا ہی یا اُسکی قیمت چاہتا ہی پس
اگر اُسنے قیمت چاہی اور دونون نے کسیقدر قیمت پر اتفاق کیا تو اسقدر قیمت کی ڈگری کردیگا اور اگر مقدار قیمت مین
اختلاف کیا تو مدعی کے ذمہ گواہ لانا ہی اور قسم کیساتھ غاصب کا قول قبول ہوگا اور اگر غاصب نے قسم سے انکار کیا
تو مثل اقرار کے ہی پس اُسپر نکول سے ڈگری کردیجائیگی اور اگر قسم کھاگیا تو جسقدر غاصب نے اقرار کیا ہی اسیقدر
قیمت مدعی لیگا پھر اگر وہ باندی ظاہر ہوئی پس اگر مدعی نے اُسکی قیمت بثبوت گواہان لی یا غاصب نے اُسکے دعوی
قیمت کی تصدیق کی تھی وہی قیمت لی یا غاصب کے نکول پر اپنے دعوی کی قیمت لی ہو تو مالک کو اُس باندی کیطرف
کوئی راہ نہین ہی اور اگر غاصب کے قول پر اُسکی قیمت لی ہو حالانکہ اسیقدر پر راضی تھا تو مختار ہوگا چاہے قیمت واپس کرکے
باندی لیلے یا قیمت پر راضی رہے تو باندی غاصب کی ہوجائیگی اور شیخ کرخی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب
یہ ظاہر ہو کہ اس باندی کی قیمت غاصب کے بیان سے زائد ہی اور اگر اُسیقدر نکلی کہ جسقدر غاصب نے بیان کی ہی تو مالک
کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی کذا فی التمرتاشی اور ظاہر الروایت مین جو حکم مذکور ہی وہ مطلق ہی (یعنی اُسمین یہ
تفصیل نہین ہی جو شیخ کرخی نے بیان کی ہی) اور وہی صحیح ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مغصوب منہ نے اگر غاصب کے
قبضہ کی باندی کا خود دعوی کیا حالانکہ غاصب انکار کرتا ہی پس مدعی نے دو گواہ قائم کیے ایک نے یہ گواہی دی کہ
یہ باندی مدعی کی ہی مدعی نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہی کہ
اُسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہی تو گواہی جائز نہوگی۔ اور اگر ایک گواہ نے فلان شخص سے خریدنے کی گواہی
دی اور دوسرے نے کسی دوسرے شخص سے خریدنے کی یا بطور ہبہ یا صدقہ پانے کی گواہی دی تو گواہی جائز
نہوگی اور اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہی اس سے اس غاصب نے غصب کرلی ہی اور غاصب نے
اُسکو فروخت کرکے مشتری کے سپرد کرکے غائب ہوا پھر اسکے بعد مالک نے بیع کی اجازت دیدی تو فرمایا کہ جائز ہی
پس اگر غاصب ثمن وصول کرچکا ہو اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا تو مالک کے نزدیک مال گیا اور جو کچھ باندی کے
مشتری کے پاس از قسم اولاد یا کمائی یا ارش جنایت یا اُسکے مانند پیدا ہوئی وہ سب مشتری کی ہوگی اور اگر مالک
بیع کی اجازت نہ دی اور اپنی باندی کو لے لیا تو اُسکے ساتھ یہ سب بھی لے لیگا اور اگر مشتری نے اُسکو آزاد
کردیا تو ہمارے نزدیک مالک کی اجازت بیع سے پہلے عتق نافذ نہوگا اور اگر مشتری کے آزاد کرنے کے بعد مالک
نے بیع کی اجازت دی تو بیع جائز ہوجائیگی اور استحسانًا عتق نافذ ہوجائیگا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول
ہی ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ دونون اماموں سے روایت فرماتے ہین یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو پر ایک
باندی کا دعوی کیا پس زید نے گواہ دیے کہ بکر نے مجھسے یہ باندی فلان وقت مین غصب کرلی ہی اور عمرو نے گواہ

دیدے کہ بکر نے مجھسے یہ باندی فلان وقت سے متاخر مین غصب کرلی ہے یعنے ایسا وقت بیان کیا جو پہلے مدعی کے وقت سے بعد ہے تو فرمایا کہ امام اعظم رح کے قیاس پر یہ باندی دوسرے مدعی کو ملیگی اور پہلے مدعی کی قیمت غاصب پر واجب ہوگی اور امام ابو یوسف کے قیاس پر یہ باندی پہلے مدعی کو ملیگی اور دوسرے مدعی کا کچھ حق ضمان غاصب پر نہیں ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اسنے مجھسے میری مملوکہ باندی غصب کرلی ہے اور عمرو نے کہا کہ جس باندی کا یہ شخص دعوی کرتا ہے مین نے اسکو سو درم مین خریدا ہے اور دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو دونون کے گواہ قبول ہونگے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی مقبوضہ باندی کا دعوی کیا کہ یہ باندی میری ہے اس قابض نے مجھسے غصب کرلی ہے مگر مدعی کے گواہون نے غصب کی گواہی نہ دی صرف مدعی کی ملک ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے چاہا کہ مدعی گواہ قائم کرنے والے کے نام ڈگری کردے تو کیا مدعی سے یون قسم لیگا کہ واللہ مین نے یہ باندی اسکے ہاتھ فروخت نہیں کی اور نہ اسکو اسمین تصرف کرنے کی اجازت دی ہے یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں لیکن اگر قابض ان باتون مین سے کسی بات کا دعوی کرے تو البتہ قسم لیگا اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ قاضی اُس سے قسم لیگا اگرچہ قابض درخواست دعوی نہ کرے تاکہ حکم قضا کا محکم و ابرم ہوا اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کے ترکہ مین اپنے قرضہ کا دعوی کیا تو باوجود گواہ قائم کرنے کے قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ مین نے یہ قرضہ وصول نہیں پایا اور نہ مین نے قرضدار کو بری کیا ہے اگرچہ مدعا علیہ اُسکا دعوی نہ کرے اور یہ مسئلہ اجماعی امام ابو یوسف کے قول کا شاہد ہے یہ محیط مین ہے۔ قال المترجم المیت عاجز ناظر فی حقوقہ فجعل القاضی مقامہ فی النظر لطلب سلامت عموم ولایتہ بخلاف الحی حیث لم یدع ما فیہ نظرہ فانہ فافہم الاشہاد۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا کپڑا غصب کرلیا اور غاصب کی طرف سے مغصوب منہ کے واسطے ایک شخص کپڑے کی قیمت کا ضامن وکفیل ہوا پھر باہم سب نے قیمت مین اختلاف کیا کفیل نے کہا کہ دس درم ہے اور غاصب نے کہا کہ بیس درم ہے اور مالک نے کہا کہ تیس درم ہے تو کفیل پر مکفول عنہ ومکفول لہ کسی کے قول کی تصدیق نہوگی کیونکہ مکفول لہ کفیل پر زیادتی کا دعوی کرتا ہے اور وہ انکار کرتا ہے اور غاصب دس درم زیادتی کا اقرار کرتا ہے اور ہر مقر کا اقرار اُسی کے حق مین صحیح ہوتا ہے دوسرے کے حق مین صحیح نہیں ہوتا ہے پس غاصب پر دوسرے دس درم واجب ہونگے کفیل پر واجب نہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر غاصب ومغصوب منہ نے مغصوب چیز مین یا اُسکی صفت یا قیمت مین اختلاف کیا تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا اور اگر ایسا ہو کہ مغصوب منہ نے جو کچھ ان دونون مین دعوی کیا اُسکا غاصب نے اقرار کرلیا پھر کہا کہ مین نے یہ سب تجھے دیدیا جو مجھپر ضمان واجب ہوئی تھی مین نے تجھے دیدی اور تو نے مجھسے لیکر قبضہ کرلیا تو اسکے اس قول کی تصدیق نہکیجائیگی اور قسم کے ساتھ مغصوب منہ کا قول قبول ہوگا کہ مین نے اس سے وصول نہیں پائی اور نہ اسنے مجھے دی ہے لیکن اگر غاصب اپنے قول کے گواہ قائم کرے تو اسکے موافق حکم ہوگا اور اگر غاصب نے اقرار کیا کہ مین نے یہ کپڑا یا یہ غلام صحیح سالم غصب کرلیا تھا اور مغصوب منہ نے یہ جرم ونقصان

؎ مترجم کہتا ہے کہ میت اپنے حقوق دیکھ بھال نظر نہیں کرسکتا بخلاف زندہ کے کہ اُسنے اپنے مفید امر کا دعوی نہ کیا تو دونون مین فرق ہوگیا تو اس سے استشہاد لانا ٹھیک نہ رہا غور کرو ۱۲ منہ

غلام یا کپڑے میں اپنے فعل سے پیدا کیا ہے تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور جو کچھ غلام یا کپڑے میں نقصان آیا ہو اُسکا ضامن ہوگا مگر پہلے مغصوب منہ سے قسم لیجاویگی کہ اُسنے یہ نقصان خود نہیں کیا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے مالک نے گواہ دیے کہ مغصوب کی قیمت اسقدر تھی اور غاصب نے گواہ دیے کہ اُسکی قیمت اتنی تھی تو مالک کے گواہ قبول ہونگے اور اگر مالک کے پاس گواہ نہوں اور غاصب نے گواہ پیش کرنے چاہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پیش کرے مالک نے گواہ دیے پس ایک نے گواہی دی کہ مغصوبہ کی قیمت اسقدر تھی اور دوسرے نے گواہی دی کہ غاصب نے اقرار کیا ہے کہ مغصوب کی قیمت اسقدر تھی تو گواہی قبول نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر غاصب نے کہا کہ میں نے مال مغصوب تجھے واپس دیا اور مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرے پاس تلف ہوا ہے تو مالک کا قول قبول ہوگا جیسا کہ اس صورت میں ہے کہ اگر غاصب نے کہا کہ میں نے تیری اجازت سے یہ مال لیا ہے اور مالک نے انکار کیا تو مالک کا قول قبول ہوتا ہے اور اگر غاصب نے گواہ دیے کہ میں نے مغصوبہ جانور مالک کو واپس دیا ہے اور مالک نے گواہ دیے کہ وہ جانور غاصب کی سواری سے مر گیا یا غاصب نے اُسکو تلف کر دیا ہے تو غاصب ضامن ہوگا اسواسطے کہ دونوں کے گواہوں کی گواہی میں تناقض و منافات نہیں ہے کیونکہ جائز ہے کہ غاصب نے وہ جانور واپس دیا ہو پھر بعد واپس دینے کے اُس پر سوار[لہ] ہو گیا ہو اور وہ اُسکی سواری سے مر گیا ہو۔ اور اگر غاصب نے گواہ دیے کہ غاصب نے اسکو واپس دیا اور وہ مالک کے پاس مر گیا اور مالک نے گواہ دیے کہ وہ غاصب کے پاس مرا ہے اور مالک کے گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ وہ غاصب کی سواری سے مرا ہے تو غاصب ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مال مغصوب کوئی دار ہو اور اُسکے مالک نے گواہ دیے کہ غاصب نے اسکو منہدم کر دیا ہے اور غاصب نے گواہ دیے کہ میں نے اُسکو واپس کیا اسکے بعد منہدم ہوا ہے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر غاصب غصب کیے ہوئے کپڑے کو تلف کر چکا ہے پھر مالک و غاصب میں اُس کپڑے کی مقدار قیمت میں اختلاف ہوا تو مالک کے گواہ قبول ہونگے کیونکہ اُسکے گواہوں کی گواہی میں زیادتی کا اثبات ہے اور اگر مالک کے پاس گواہ نہوں تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ زیادت سے منکر ہے اور اگر غاصب نے گواہ پیش کیے کہ اسکے کپڑے کی قیمت اسقدر تھی تو اُسکے گواہوں کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور اس فعل سے اُسکے ذمہ سے قسم ساقط نہوگی اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہوں اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے اپنے دعوی پر قسم لے پس غاصب نے کہا کہ میں قسم کو مالک مدعی پر لوٹا دیتا ہوں وہ جس مقدار پر مالک قسم کھا لیگا اسقدر میں اسکو دیدونگا تو غاصب کو یہ اختیار نہوگا۔ اور اسی طرح اگر مالک اس امر پر راضی ہو جاوے اور کہے کہ میں قسم کھا لونگا تو بھی یہی حکم ہے۔ پس ان دونوں کی رضامندی ایسے امر پر جو مخالف شرع ہے لغو ہوگی اور اگر غاصب ایک زطی کپڑا لایا اور کہا کہ یہی وہ کپڑا ہے جو میں نے تجھ سے غصب کیا تھا اور مالک نے کہا کہ تو جھوٹا ہے یہ وہ نہیں ہے بلکہ وہ تو ہروی یا مروی تھا تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا اور یوں قسم لیجائیگی کہ واللہ یہی اُس شخص کا کپڑا ہے جو میں نے اُس سے غصب کیا تھا اور میں نے اُس سے ہروی یا مروی کپڑا غصب نہیں کیا ہے پھر اگر وہ قسم کھا گیا

لہ قولہ سوار ہو گیا اور اب وہ جدید فعل غاصب ہو کر ضامن قرار پایا ۱۲ ۔

تو مالک کے نام اُس کپڑے کی ڈگری کیجائیگی اور غاصب اُسکے دعوی سے بری کردیا جائیگا اور اگر قسم سے نکول کیا تو اُسپر مدعی کے دعوی کی ڈگری کیجائیگی پھر اگر مالک چاہے تو اسکو لے لے اور چاہے چھوڑ دے اور اگر غاصب ہروی کپڑا اُتار لایا اور کہا کہ یہی ہے جو میں نے تجھ سے غصب کیا ہے اور ویسا ہی موجود ہے اور مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ میرا کپڑا نیا تھا جب تو نے اسکو غصب کیا ہے تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے کہ وہ کپڑا نیا تھا۔ اور اگر دونوں میں سے کسی نے گواہ قائم نہ کیے اور غاصب نے قسم کھا لیا اور مالک نے وہ کپڑا لے لیا پھر گواہ قائم کیے کہ غاصب نے مدعی سے کپڑا نیا غصب کیا تھا تو غاصب اُس پرانے اور نئے کے درمیان جسقدر تفرقہ ہے اُسکا ضامن ہوگا ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ مقدار نقصان خفیف ہو اور اگر کثیر ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے یہ کپڑا لیکر اُس سے تاوان نقصان لے لے یا کپڑا اُسکے ذمہ چھوڑ کر اُس سے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے یہ محیط میں ہے اگر زید کے پاس ایک کپڑا ہو اور عمرو نے اُسپر گواہ قائم کیے کہ یہ کپڑا عمرو کا ہے اُس سے زید نے غصب کر لیا ہے اور زید نے گواہ دیے کہ عمرو نے زید کو یہ کپڑا ہبہ کر دیا ہے تو فرمایا کہ میں قاضی کے نام ڈگری کردونگا اسی طرح اگر قاضی نے اس امر کے گواہ دیے کہ مدعی نے اُسکے ہاتھ بعوض اسقدر ثمن مسمی کے فروخت کیا ہے یا مدعی نے یہ اقرار کیا کہ یہ کپڑا اس قابض کا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ کپڑا دونوں کے قبضہ میں ہو اور ہر ایک نے دوسرے پر اس دعوی کے گواہ قائم کیے کہ مجھ سے اسنے غصب کیا ہے تو دونوں کے نام نصفا نصفت کی ڈگری کردیگا اور اگر ایک نے اس دعوے کے گواہ دیے کہ یہ کپڑا میرا ہے میں نے اُس میت[1] کے پاس ودیعت رکھا تھا جسکا یہ شخص وارث ہے اور دوسرے نے اس دعوے کے گواہ دیے کہ یہ کپڑا میرا ہے مجھ سے اس میت نے غصب کر لیا تھا تو میں دونوں کے نام نصفا نصفت کی ڈگری کردونگا اور اگر ایک شخص گواہ لایا کہ یہ دراہم معینہ جو اس میت کے ترکہ میں موجود ہیں یہ میرے ہیں مجھ سے اس میت نے غصب کر لیے تھے تو میت کے قرضخواہوں کی نسبت یہ شخص اُن درموں کا حقدار[2] ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ کپڑا جو اس شخص کے قبضہ میں ہے میرا ہے اور اسنے مجھ سے غصب کر لیا ہے اور اس دعوے کے گواہ قائم کر دیے۔ اور ایک دوسرے مدعی نے قابض پر اس دعوے کے گواہ دیے کہ قابض نے اقرار کیا ہے کہ یہ کپڑا اسکا ہے تو اُس مدعی کے نام ڈگری ہوگی جسکے گواہوں نے یہ گواہی دی ہے کہ یہ کپڑا اس مدعی کا ہے۔ یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے یہ جبہ بھرا ہوا مجھ سے غصب کر لیا ہے اور غاصب نے کہا کہ میں نے یہ جبہ غصب نہیں کیا مگر اسکا ابرہ تجھ سے غصب کر لیا ہے تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا پھر اگر وہ قسم کھا گیا تو ابرہ کی قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی المبسوط اور اگر اقرار کیا کہ میں نے تجھ سے یہ جبہ غصب کیا ہے پھر کہا کہ جو کچھ اسمیں بھرا ہے وہ اسکا استر میرا ہے یا یوں اقرار کیا کہ میں نے یہ انگوٹھی تجھ سے غصب کی ہے اور

[1] قولہ میت یعنی اُس شخص کے پاس جسکا یہ وارث ہے اُسکی عین حیات میں ودیعت رکھا تھا پھر وہ مرا اور یہ قابض اُسکا وارث ہوا اور بلفظ میت تعبیر کرنا مسامحۃً بطریق عرف ہے ۱۲ منہ۔

[2] یعنی اوسی کو دیے جاوینگے ۱۲

اسکا نگینہ میرا ہے یا یہ دار مین نے تجھ سے غصب کیا ہے اور اسکی عمارت میری ہے یا یہ زمین مین نے تجھ سے غصب کی ہے اور اسکے درخت میرے ہین تو سب صورتون مین غاصب کی بات کی تصدیق نہوگی یہ وجیز کردری مین ہے۔ قال المترجم عدم تصدیق سے یہ مراد ہے کہ جو چیز اُسنے اپنی بیان کی ہے اُسمین اسکے بیان کی تصدیق نہوگی فافہم اور اگر غاصب نے کہا کہ مین نے یہ گائے فلان شخص سے غصب کر لی ہے اور اسکا بچہ میرا ہے تو اسکا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مالک نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ غاصب کے پاس مغصوبہ مر گیا ہے اور غاصب نے گواہ دیے کہ مغصوب مالک کے پاس مرا ہے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے اور اگر مالک کے گواہون نے یون گواہی دی کہ اس مدعا علیہ نے وہ غلام غصب کیا اور اُسکے پاس مر گیا اور غاصب کے گواہون نے یون گواہی دی کہ وہ غلام غصب سے پہلے مالک کے پاس مر گیا ہے تو غاصب کے گواہون کی ایسی گواہی قبول نہوگی اسواسطے کہ مولے کے پاس غصب سے پہلے غلام کے مرجانے سے کوئی حکم متعلق نہین ہوتا کیونکہ اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ اُسنے دیا ہے ہان فقط اس سے نفی غصب ثابت ہوتی ہے اور مولی کے گواہون سے غصب و ضمان ثابت ہوتی ہے پس اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر مالک نے گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے مالک مدعی سے قربانی کے روز اُسکا غلام کوفہ مین غصب کیا ہے اور غاصب نے گواہ دیے کہ غاصب نے دیا وہ غلام قربانی کے روز مکہ معظمہ مین (یعنی ذی الحجہ) موجود تھا تو غاصب پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ مالک نے اپنا غلام قابو پایا کہ غاصب سے لے لیا تھا اور غلام کے پاس مال تھا پھر غاصب نے کہا کہ یہ میرا مال ہے اور مالک نے کہا نہین بلکہ میرا ہے پس اگر غلام اُسوقت غاصب کی حویلی مین ہو اور اسکے پاس مال نکلا تو وہ غاصب کا ہوگا اور اگر اسکی حویلی مین نہو تو وہ مال مالک غلام کا ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر غاصب لوٹاتے کہا کہ اس کپڑے کو مین نے رنگا ہے اور مغصوب منہ نے کہا کہ تو نے رنگا ہوا غصب کیا ہے تو مغصوب منہ کا قول قبول ہوگا[1] اسی طرح اگر دونون نے دار مغصوب کی عمارت یا تلوار کے حلیہ مین اختلاف کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو غاصب کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے دار مغصوبہ کے اندر رکھی ہوئی متاع یا خشت ہاے پختہ یا جوڑی کواڑ مین ایسا اختلاف کیا تو غاصب کا قول و مغصوب منہ کے گواہ قبول ہونگے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کر کے اُسکو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور ثمن وصول کر لیا اور وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے اس شخص کو بیع کیواسطے حکم دیا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر کہا کہ مین نے اُسکو بیع کا حکم نہین دیا تھا مگر اسوقت مجھے بیع کی خبر ہوئی اُسوقت مین نے بیع کی اجازت دیدی ہے تو اُسکے قول پر التفات نہوگا اور اُسکو ثمن لینے کی کوئی راہ نہوگی لیکن اگر اس امر کے گواہ پیش کرے کہ مین نے غلام کے مرنے سے پہلے بیع کی اجازت دی ہے تو ثمن لے سکتا ہے ہشامؒ نے اپنی نوادر مین ذکر کیا ہے کہ مین نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ ایک شخص بازار مین آیا اور کسی شخص کا زیتون کا تیل یا روغن یا اور کوئی چیز سرکہ یا روغن کی قسم سے بہا دی اور گواہون نے اس فعل کو معاینہ کیا اور اُسپر گواہی دی اور اُس

[1] قولہ قبول حسب ما کہ مالک کے پاس مر گیا ہو یا اسکے قول کا معارض ثبوت نہو فافہم ۱۲

اُس شخص سے جسنے یہ جرم کیا تھا یہ جواب دیا کہ وہ نجس تھا اُسمین ایک چوہا مرگیا تھا مین نے اُسکو بہا دیا تو اُسی کا قول قبول ہوگا مین نے امام محمدؒ سے کہا کہ اگر وہ شخص قصابون کی بازار مین آیا اور قصد کرکے اُسنے گوشت کے ڈلیاؤ چھوٹے تمام گوشت تلف کردیا اور گواہون نے اُسکا معائنہ کیا اور اسپر گواہی دی پس اُسنے جواب دیا کہ یہ مردار کا گوشت تھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مین اس قول مین اُسکی تصدیق نکرونگا اور گواہون کو گنجائش ہے کہ یون گواہی دین کہ وہ ذبح کیے ہوسے جانور کا گوشت تھا اسواسطے کہ بازار مین مردار کا گوشت فروخت نہین ہوتا ہے بخلاف روغن کے کہ ایسا روغن زیتون یا تیل جسمین چوہا مرگیا ہو بازار مین فروخت کیا جاتا ہے۔ اور ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی مٹی سے کچی اینٹین یا دیوار بنائی تو اُسی کی ہوگی اور اُسپر مٹی کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مٹی کے مالک نے کہا کہ مین نے اُسکو اُسکے بنانے کا حکم کیا تھا تو فرمایا کہ وہ اینٹین یا دیوار مٹی کے مالک کی ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے ایک شخص نے ایک باندی غصب کی پھر اُسکو آزاد کردیا یا مدبر کردیا یا ام ولد بنایا پھر اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص سے غصب کی ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہین ہین تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جو کچھ اُسنے کیا ہے وہ باطل ہوگا اور بچہ کی قیمت کا ضامن نہوگا پھر اگر مدعی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام باندی اور باندی کے بچہ کی ڈگری ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ ہم نے فلان شخص سے ہزار درم غصب کیے درحالیکہ ہم دس آدمی تھے تو اُسپر پورے ہزار درم کی ڈگری کیجائیگی کذا فی التاتارخانیہ

آٹھوان باب غاصب کے مال مغصوب کے مالک ہوجانے اور اُس سے نفع حاصل کرنے کے بیان مین

اگر ایک شخص نے دوسرے کا گوشت غصب کرکے اُسکو پکایا یا اُسکے گیہون غصب کرکے اُنکو پیسا یا اور ملک اُسکی ہوگئی اور اُسپر قیمت واجب ہوئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس چیز کا کھانا اُسکو حلال ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسکا کھانا حرام ہے تاوقتیکہ مغصوب منہ کو راضی نکرے۔ فتاویٰ اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ کسی نے دوسرے کا اناج غصب کرکے اُسکو چبایا حتی کہ چبا ڈالنے سے وہ شخص تلف کنندہ ہوگیا پھر اُسکو نگل گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک حلال نگلا بخلاف قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے (یعنے صاحبین کے نزدیک بھی حلت کا حکم نہین ہے کذا)۔ اسکا امام اعظمؒ کے نزدیک شرط حلت حصول الملک ببدل ہے اور صاحبین کے نزدیک ادا بدل ہے کذا فی المحیط۔ اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر گیہون غصب کرکے اُنکی زراعت کی پھر اُنکا مالک آیا درحالیکہ زراعت پختہ ہوگئی تھی یا ہنوز خام تھی تو غاصب پر اُسکے گیہون کے مثل گیہون واجب ہونگے اور ہمارے نزدیک مالک کو زراعت لینے کی کوئی راہ نہین ہے مگر غاصب نے جسقدر گیہون تاوان دیے ہین اُسسے زیادہ زراعت مین سے لینا حلال نہین ہے اور علیٰ ہذا اگر اُس نے گٹھلی غصب کرکے اُسکو اُگایا یا انڈا غصب کرکے اُسکو چوزا بنایا تو بھی یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اُنھون نے پہلی دوسری صورت مین فرمایا کہ جبتک ضمان ادا نکرے تب تک اُس سے نفع حاصل کرنا غاصب کو حلال نہین ہے اور زراعت و گٹھلی کی صورت مین فرمایا کہ قبل ضمان ادا کیے اُسکو نفع حاصل کرنا حلال ہے مگر ظاہر الروایت مین

ـــــــــــــــ

لہ گواہون کو صرف عادت کے علم پر گواہی کی اجازت دی ۱۲ لہ یعنے صاحبینؒ اسکے خلاف کہا ہے ۱۲ لہ قولہ حصول الملک ببدل یعنے ضمان واجب ہونے سے ملکیت حاصل ہوجاتی ہے

دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے کچھ فرق نہیں ہے۔ اور علی ہذا اگر اُسنے مرغی کا انڈا غصب کر کے کسی مرغی کے نیچے
بٹھلایا اور اُس سے بچہ نکلا تو اُسکا اور مسئلہ زراعت کا ایک حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی
زمین سے پودا اُکھاڑ کر اُسی زمین میں ایک طرف جما دیا اور وہ بڑھکر درخت ہوگیا تو یہ درخت اُس شخص کا ہوگا
جسنے لگایا ہے (یعنے غاصب کا) اور غاصب پر واجب ہوگا کہ مالک کو اُسکا پودا اُکھاڑنے کے روز کی قیمت ادا کرے
اور غاصب کو حکم دیا جائیگا کہ اس درخت کو اُکھاڑ لیوے۔ اور اگر اُس درخت کے اکھاڑنے میں زمین کو نقصان پہونچتا
ہو تو زمین کا مالک اُسکو اس درخت کی قیمت دیدیگا مگر اُکھڑے ہوئے درخت کی قیمت دیگا یہ کبریٰ میں ہے اگر زید
نے عمرو کی زمین سے ایک پودا اُکھاڑ کر بکر کی زمین میں جما دیا اور وہ بڑا ہو کر پھل لایا تو یہ سب زید کا ہوگا مگر اُسکو
حلال نہوگا اسواسطے کہ اُسنے حرام طور سے حاصل کیا ہے اور بکر کو اختیار ہوگا کہ اُسکو یہ درخت اُکھاڑ لینے کا حکم دے
اور اگر زید نے موسم ربیع تک مہلت مانگی تاکہ ایام ربیع میں اُسکو اُکھاڑ کر دوسری جگہ جما دے تو مہلت دیجاویگی لیکن
اگر زمین کا مالک راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہے اور اگر دونوں آدمی اُس درخت کی خرید فروخت پر راضی ہوئے اور
بکر نے اُسکو زید سے خرید لیا تو بیع جائز ہے اور زید پر واجب ہوگا کہ عمرو کو اُسکے پودے کے اکھاڑنے کے روز
کی قیمت دے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ قال المترجم ینبغی ان یکون ہذا الوضع للمسئلۃ علی قیاس قول الامام ابی حنیفۃ
فانہ قد ذکر ان صاحب الارض الثانیۃ لو اشتری الشجرۃ من الغاصب فانہ یجوز البیع اذا تراضیا فانما یصح اذا تملک
الغاصب الانتفاع بالشجرۃ وذلک انما یکون فی الحال عند الاعظم فانہ لم یؤد الضمان الی صاحب لتملکہ بعد اللھم الا ان
یقال ان المراد بالجواز متوقفا نفاذہ الی اداء الضمان فان الجواز لا یستلزم النفاذ ولکن الشیٔ اذا کان محجورا علی البائع
لا یجوز للمشتری مع علمہ شراہ ویمکن ان یقال انہ اذا انقطع حق المالک صار محلا لجواز البیع لانہ ملک الغاصب بالاتفاق
وانما الخلاف فی انہ ہل یجوز الانتفاع قبل اداء الضمان ام لا وذلک لا ینافی جواز البیع ویرد علیہ ما اورد علی الاول
ویمکن ان یجاب عنہ بان التوزیع لا یاتی فی الاحکام ولو قیل ان المراد بالبیع ہو بعد اداء الضمان للاول لم یحتج الی ذلک
وصح بالاتفاق ولکن الوضع مسامحۃ حینئذ واللہ تعالی اعلم۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی بکری بدون اُسکی اجازت
کے لیکر ذبح کر کے پکائی یا بھونی تو اُسکے مالک کو غاصب سے تاوان قیمت لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اُس کا
مالک غائب ہووے یا حاضر ہو مگر غاصب سے تاوان قیمت لینے پر راضی نہو تو جسنے اُسکو ذبح کیا اور پکایا یا بھونا
ہے اُسکو یہ گنجائش نہوگی کہ اُسکا گوشت خود کھاوے اور نہ کسی اور شخص کو وہ شخص اُس میں سے کھلا سکتا ہے جبتک کہ
غاصب جسنے بکری کو اسطرح ذبح کیا ہے اُسکے مالک کو اُسکی قیمت ادا نکرے پھر اگر اُسکے مالک نے غاصب سے بحکم قاضی
یا بلا حکم قاضی بکری کی قیمت ضمان کرلی تو پھر غاصب کو گنجائش ہوگی کہ خود اُس میں سے کھاوے اور جسکو چاہے کھلاوے
جبکہ ضمان قیمت ادا کردے یا اُسپر قرضہ ہوجاوے اور اگر اُسکے مالک نے ضمان قیمت لینے سے انکار کیا تو غاصب

ف قال المترجم یعنے یہ صورت موافق قول ابو حنیفہ رح ہے کیونکہ جب غاصب کو نفع حلال ہو تب بیع جائز ہو اور یہی قول امام ہے اور یہ ہونہ
اسنے پودے کی ضمان نہیں دی اور اگر مراد بعد ادائے ضمان ہے تو وضع بیان میں قصور ہے اگرچہ سب کے نزدیک جواز ہو فتامل ۱۲ ا ہ

چاہیے کہ مذبوحہ کو صدقہ کر دے۔ اور اگر مالک نے ضمان قیمت لینے سے انکار کر کے چاہا کہ پکایا ہوا یا بھنا ہوا گوشت لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا عصفر غصب کر کے اُس سے کپڑا رنگا یا روغن غصب کر کے ستوؤں میں تر کیا تو اسکو اُس سے نفع اُٹھانے کی گنجائش نہوگی جبتک کہ مغصوب منہ کو راضی نہ کرے یہ محیط میں ہے۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دس دینار غصب کر کے اُسمیں اپنا ایک دینار ڈال دیا پھر کسی شخص کو اُسمیں سے ایک دینار نکال کر دیا تو جائز ہے پھر اگر دوسرا نکال کر دینا چاہا تو جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں جامع الجوامع سے منقول ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی باندی غصب کر کے اُسکو عیب دار کر دیا پھر مالک و غاصب نے مقدار قیمت میں اسطرح اختلاف کیا کہ مالک نے کہا کہ اسکی قیمت دو ہزار درم تھی اور غاصب نے کہا کہ اُسکی قیمت ایک ہزار درم تھی اور اسپر قسم کھا گیا پس قاضی نے غاصب پر ہزار درم کی ڈگری کی تو غاصب کو یہ روا نہوگا کہ اس باندی سے خدمت لے یا وطی کرے یا فروخت کرے تاوقتیکہ مالک کو اُسکی اصلی پوری قیمت ادا نہ کرے اور اگر کم قیمت پر ڈگری ہونے کے بعد اُس باندی کو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہوگا اور غاصب پر پوری قیمت واجب ہوگی جیسے بیع فاسد میں اگر بطور فاسد خرید کر کے آزاد کر دیا تو قیمت کاملہ واجب ہوتی ہے اور عتق نافذ ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر پانی کی بہیا نے کسی شخص کے گیہوں بہا کر دوسرے کی زمین میں ڈلے اور وہ اُس زمین میں اُگے تو امام نے فرمایا کہ اگر گیہوں اسقدر ہوں کہ انکا کچھ ثمن ہے تو جو کچھ پیدا ہوگا وہ سب گیہوں کے مالک کا ہوگا مگر اُسمیں سے اپنے گیہوں کی مقدار سے زائد صدقہ کر دے اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے غصب کئے ہوئے کپڑے کو مہر قرار دیکر کسی عورت سے نکاح کیا تو اُس سے وطی حلال ہے اسواسطے کہ اگر کپڑا استحقاق میں لے لیا جاوے تو نکاح فسخ نہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور صدر الاسلام نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے ہزار درم مغصوبہ سے ایک باندی خریدی تو کیا اُس سے وطی حلال ہے پس صحیح یہ ہے کہ اُسکو وطی کا اختیار نہیں ہے اسوجہ سے کہ سبب میں ایک نوع کا خبث (یعنی حرمت ۱۲) ہے یہ نہایہ میں ہے۔ ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم غصب کر کے اُس سے دینار خریدے تو اُسکو دیناروں کے خرچ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اسواسطے کہ اگر بعد افتراق کے وہ دراہم استحقاق میں لے لیے گئے تو دینار کی بیع صرف ٹوٹ جاویگی پس اگر غاصب پر اُسکے ان درموں کے مثل کی ڈگری کر دیگئی تو وہ دینار اسکو حلال ہو جائینگے کذا فی الذخیرہ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر دراہم مغصوبہ پر کسی عورت سے نکاح کیا تو اُس سے وطی کرنے کی گنجائش ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر ہزار درم غصب کر کے اُسکے عوض دو ہزار درم قیمت کا اناج خرید کر اُسکو کھایا یا ہبہ کیا تو بالاجماع منافع حاصلہ کو صدقہ نکریگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر مغصوب میں تصرف کر کے نفع حاصل کیا تو مسئلہ کی چند صورتیں ہیں یا تو ایسی چیز ہوگی کہ معین کرنے سے متعین ہو جاتی ہے جیسے عروض یا متعین نہو جیسے نقدین یعنی درم و دینار پس اگر قسم اول ہو تو قبل ضمان کے اُس سے تناول حلال

نہیں ہے اور بغیر حلال ہوگا سواے اسقدر کے کہ قدر قیمت سے زائد ہے یعنے نفع کہ بقدر نفع کے اُسکو حلال نہوگی پس اسکو صدقہ کردے اور اگر دوسری قسم یعنی ایسی چیز ہو کہ معین کرنے سے متعین نہوتی ہو تو شیخ کرخی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اسمین چار صورتین ہیں یا تو وقت خرید کے اُسی مغصوب کی طرف اشارہ کیا اور اسی مین سے ثمن ادا بھی کیا ہو یا اُسکی طرف اشارہ کیا مگر دوسری مین سے ادا کیا یا مطلقاً چھوڑ دیا تھا مگر اُسی مین سے ادا کیا یا وقت خرید کے سواے مغصوب کے دوسری کی طرف اشارہ کیا مگر مغصوب مین سے ادا کیا اور ان سب صورتون مین سواے صورت اولی کے (کہ مغصوب کی طرف سے اشارہ کیا اور اسمین سے ادا کیا) اُسکو نفع حلال ہوگا مگر ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ قبل ضمان کے ہر حال مین اسکو اس چیز مین سے تناول حلال نہیں ہے اور بعد ضمان کے ہر حال مین اُسکو نفع حلال نہیں ہے اور یہی مختار ہے اور جامعین (صغیر و کبیر ۱۲) اور کتاب المضاربۃ مین جو حکم مذکور ہے وہ اسی پر دلالت کرتا ہے اور بعض مشائخ نے امام کرخی کے قول پر فتوی اختیار کیا ہے کیونکہ ہمارے زمانہ مین حرام کی کثرت ہے۔ اور یہ سب امام اعظم و امام محمد رح کے قول پر ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسمین سے کچھ صدقہ نہ کرے۔ اور واضح ہو کہ اماموں مین اختلاف مذکور ایسی صورت مین ہے کہ وہ شے اُسکے ہاتھ مین تقلب[ف] سے اُسی جنس سے ہوگئی ہو جو اُسنے ضمان مین دی ہے مثلاً اُسنے دراہم ضمان دیے اور بدل مضمون بھی اُسکے ہاتھ مین دراہم ہوگئے تو حکم مین اختلاف مذکور جاری ہے اور اگر بدل مضمون اُسکے ہاتھ مین مضمون کی جنس کے خلاف ہوگیا ہو مثلاً دراہم ضمان دیے اور بدل مضمون اُسکے پاس اناج یا عروض موجود ہے تو بالاجماع اُسپر کچھ صدقہ کردینا واجب نہیں ہے یہ تبیین مین ہے۔ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر فلان شخص نے میرے مال سے کچھ چھپا لیا تو حلال ہے اور فلان شخص نے اُسکے مال سے کچھ چھپا لیا بدون اسکے کہ اُسکے مباح کردینے سے آگاہ ہو تو شیخ نصیر بن یحیی نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اور اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر یون کہا (کل انسان تناول من مالی فھو حلال لہ) یعنی جس انسان نے میرے مال سے کچھ چھپا لیا تو وہ اُسکو حلال ہے تو شیخ ابو نصر بن سلام نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اور شیخ رح نے ایسے فعل کو اباحت قرار دیا ہے اور مجہول کے واسطے اباحت جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے اور اگر دوسرے سے کہا کہ (جمیع ما تاکل من مالی فقد جعلتک فی حل) سب جو کچھ تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے حلت مین کیا تو بالاتفاق اُسکو حلال ہے اور اگر یون کہا کہ سب جو کچھ تو میرے مال سے کھاوے مین نے تجھے بری کیا تو صحیح یہ ہے کہ وہ شخص بری ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ (جعلتک فی حل الدنیا) او قال (جعلتک فی حل الساعۃ) مین نے تجھے حل دنیا مین رکھا یا کہا کہ مین نے تجھے حل ساعت مین رکھا تو اُسکو حلت دنیا[ف] حاصل ہوگی اور تمام ساعات کے واسطے حلت ثابت ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ جو میرا مال تیری طرف ہو اُسکا تجھسے مخاصمہ نہ کرونگا یا مطالبہ نہ کرونگا تو یہ کچھ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر مغصوب سے کچھ کمایا پھر مالک نے مغصوب کو مع کمائی کے واپس کیا تو کمائی صدقہ نہ کرے اور اگر غاصب نے وقت ہلاک[ف] یا اباق شے قیمت کی ضمان دی ہے یہانتک کہ کمائی غاصب کی ہوگئی تو اُسکو

ف تقلب یعنے بدل کر متغیر ہو کر ۱۲ ف حلت دنیا یعنے دنیا مین اسکو حلال ہے اگرچہ عاقبت مین بھی لازم ہے اور اس ساعت کہنے سے تمام ساعات کے لیے حلت ہو جائیگی ۱۲ ف یعنی بعد ادا ے ضمان ۱۲ ف یعنی بغیر حلال کیا ۱۲ منہ

صدقہ کردے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر غلام غصب کرکے اُسکو اجارہ پر دیا تو اجرت غاصب کی اور طرفین کے نزدیک اُسکو
صدقہ کردے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُسکو حلال ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر حاصلات مغصوب نے
لی اور اُسمین کمی پڑگئی تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور طرفین کے نزدیک اُسکو صدقہ کردے کذا فی الکافی
اور اگر غاصب کے عمل یا غیر عمل سے مغصوب ہلاک ہوگیا اور مالک نے اُس سے قیمت کی ضمان لی تو اُسکو جائز ہوگا
کہ اجرت کی مدد سے قیمت ادا کرے پھر باقی کو صدقہ کردے اور اسمین کچھ تفصیل تھی و فقیر کی نہ زبانی اور صحیح یہ ہے کہ
یہ حکم اُسوقت ہے کہ غاصب فقیر ہو کذا فی الخلاصہ اور اگر مغصوب کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرکے اُسکا ثمن لے لیا پھر
مغصوب اپنے مشتری کے پاس مرگیا پھر مالک نے مشتری سے ضمان قیمت لے لی پس مشتری نے غاصب سے اپنا ثمن
واپس لینا چاہا پس اگر غاصب فقیر ہو تو مغصوب کی اجرت[1] سے ادائے ثمن مین مدد لے سکتا ہے اور اگر غنی ہو
تو نہین لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر نہر عام کے کنارے ایک درخت جما دیا پھر ایک شخص جو نہر کا شریک نہین ہے
اس ارادے سے آیا کہ اُسکو اکھاڑ لیوے پس اگر اکثر لوگون کے حق مین مضر ہو تو اُسکو اختیار ہے اور اولی یہ ہے کہ اس
امر کو حاکم کے سامنے پیش کرے یہانتک کہ حاکم اُسکے نام اکھاڑ لینے کا حکم دے یہ فتاوی کبری مین ہے۔ اگر ایک دوکان
غصب کرکے اُسمین تجارت کی اور نفع اُٹھایا تو نفع اُسکو حلال ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر کوئی بیت یا حانوت دو
شخصون مین مشترک ہو پھر اُسمین دونون مین سے ایک شخص ساکن رہا تو اسپر کرایہ واجب نہوگا اگرچہ وہ کرایہ پر چلانے
کے واسطے رکھی گئی ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک نہر عام ایک زمین کے پہلو مین واقع تھی اور پانی کے زور نے حریم
نہر کو کاٹ ڈالا یہانتک کہ ایک شخص کی زمین مین نہر ہوگئی اور اُس شخص نے چاہا کہ اپنی زمین مین پنچکی لگا دے تو اُسکو یہ
اختیار نہوگا کیونکہ اُسنے اپنی ملک مین کھڑی کی ہے اور اگر اُسنے یہ چاہا کہ نہر عامہ مین پنچکی لگا دے تو یہ اختیار نہوگا کیونکہ
اپنی ملک مین نہین کھڑی کرتا ہے یہ فتاوی کبری مین ہے اور فتاوائے ابو الفضل کرمانی مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے
کرم پیلہ غصب کرکے انکو تربیت کیا تو ابریشم غاصب کا ہوگا اور اسپر امام اعظم رح کے نزدیک کچھ واجب نہوگا اور امام
محمد رح کے نزدیک اُسکی قیمت اُسپر واجب ہوگی اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ مین امام محمد رح کے قول پر فتوی ہے
یہ قنیہ مین ہے۔ اگر دوسرے شخص کے پتے غصب کرکے کرم پیلون کو کھلائے تو ابریشم فروخت کرنے کے روز کرم کی قیمت
سے جسقدر زائد ہو وہ سب صدقہ کر دے یہ وجیز کردری مین ہے منتقی مین ہے کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے
دوسرے کی زمین غصب کرکے اُسمین دوکانین و حمام و مسجد بنائی تو ایسی مسجد مین نماز پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہے مگر حمام
مین نہانا چاہیے اور نہ دوکانین کرایہ لینی چاہیے اور فرمایا کہ دوکانون مین خرید[2] متاع کی غرض سے جانے مین کچھ ڈر
نہین ہے اور ہشام رح نے فرمایا کہ مین ایسی مسجد مین نماز مکروہ جانتا ہون تا وقتیکہ مالکان اصلی بطیب خاطر اجازت
نہ دیدین اور زمین غصب یا دوکانہائے غصب سے خرید متاع کو مکروہ جانتا ہون اور اگر باوجود علم اس امر کے

[1] یعنے سابق مین فروخت سے پہلے اگر غلام مغصوب کی اجرت موجود ہو تو بشرط فقیر ہونے کے اُسکی اجرت کے روسے ثمن ادا کرے ورنہ نہین ۱۲ منہ [2] یعنے خرید کے لیے جانا جائز ہے اگرچہ بائع کو کرایہ لینا جائز نہ تھا ۱۲۔

کہ یہ دو دوکانین مغصوب ہین غاصب ان دوکانون ہین فروخت کرتا ہو تو مین نہین جانتا ہون کہ ایسے بائع کی گواہی مقبول ہوگی یا نہین یہ محیط مین ہے

نوان باب اتلاف مال غیر کا حکم دینے اور اُسکے متصلات کے بیان مین ہو۔ جابی نے (یعنی ظالم و محصل کرنیوالا ۱۲) اگر سلطانی عوان یعنی سرہنگون کو مال غیر لے لینے کا حکم دیا تو یہ امر دو طرح سے نظر کے لائق ہو کہ باعتبار ظاہر کے جابی پر ضمان نہ واجب ہوگی بلکہ فقط لینے والے پر واجب ہوگی لیکن باعتبار سعی کے جابی پر واجب ہوگی پس فتوے کے وقت ایسے واقعہ مین تامل چاہیے اور امام فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ فتوے اسطرح ہو کہ لینے والا ہر حال مین ضامن ہوگا پھر رہا یہ امر کہ حکم دہندہ سے واپس لے سکتا ہو یا نہین سو اگر لی ہوئی چیز اُسنے حکم دہندہ کو دیدی ہو تو رجوع کرسکتا ہو اور اگر لینے والے کے پاس تلف ہوگئی یا اُسنے تلف کر ڈالی ہو تو رجوع نہین کرسکتا ہو اور اگر اُسنے حکم دہندہ کی اجازت سے حکم دہندہ کے حوائج ضروریہ مین خرچ کر دی ہو تو یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہو کہ کسی نے دوسرے کو اُسکے ذاتی مال سے اپنی ضرورت مین خرچ کرنیکا حکم دیا ہو بعضون نے فرمایا کہ یہ موجب[ل] رجوع ہو بدون اسکے کہ اُسنے واپس لینے کی کوئی شرط کرلی ہو اور یہی اصح ہو۔ اور محیط مین مسئلہ جابی کے حکم مین یون مذکور ہو کہ مختار یہ ہو کہ جابی پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ اگر جابی نے سرہنگ کو صاحب مال کا بیت دکھلا دیا مگر اُسکو کچھ حکم نہ کیا یا شریک نے سرہنگ کو دوسرے شریک کا بیت دکھلا دیا یہانتک کہ اُسنے مال لے لیا یا اُسکے بیت سے رہن بعوض اُس مال کے جسکا اُس سے مطالبہ کیا گیا ہو بسبب اُسکی ملک پائی جانیکے لے لیا اور وہ رہن ضائع ہوگیا تو شریک یا جابی بلاشبہہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ ان دونون سے کوئی حکم یا عمل نہین پایا گیا یہ محیط مین ہو اگر ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے یہ بکری ذبح کردے حالانکہ یہ بکری اُسکے پڑوسی کی تھی تو ذبح کرنیوالا ضامن ہوگا خواہ اسکو معلوم ہو کہ یہ بکری غیر کی ہو یا نہ معلوم ہو پھر آیا اُسکو حکم دہندہ سے بقدر ضمان واپس لینے کا اختیار ہو یا نہین ہو سو اگر اُسکو معلوم تھا کہ یہ بکری غیر شخص کی ہو جسے کہ جان چکا تھا کہ اسکے ذبح کرنیکا حکم صحیح نہین ہو تو ذبح کرنے والے کو حکم دہندہ سے واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اُسنے یہ نہین جانا جسنے کہ گمان کیا کہ حکم صحیح ہو تو ضمان حکم دہندہ سے واپس لیگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ زید نے عمرو کو اپنی مملوکہ بکری ذبح کردینے کا حکم دیا پھر عمرو کے ذبح کرنے سے پہلے زید نے اُسکو بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر عمرو نے اُسکو ذبح کیا تو بکر کیواسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ اُسکو یہ حال معلوم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مال ضمان کو زید سے واپس لے خواہ اُسکو فروخت کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسواسطے کہ زید نے اسکو اس واقعہ مین دھوکا نہین دیا ہو یہ ظہیریہ مین ہو فتاوائے ابو اللیث مین مذکور ہو کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ایک گھوڑا نہر کے کنارے نہلانیکے واسطے لایا اور وہان ایک شخص زید کھڑا تھا پس لانیوالے نے زید سے کہا کہ اسکو نہر مین گھسا پ

ل یعنے اگر حکم دہندہ کے حوائج ضروریہ مین خرچ کر دیا تو لینے والا ضامن ہوگا اصل مالک کیواسطے پھر حکم دہندہ سے جسکے حکم سے اُسکی ضروریات مین خرچ کیا ہو واپس لیگا اگرچہ وقت خرچ کرنیکے حکم کے اُسنے واپس لینے کی شرط نہ کرلی ہو ۔ ل نہوگا لیکن بدسعایت کا گناہ شاید اُسکی گردن پر ہو ۱۲

اُسنے گھسایا اور گھوڑا ڈوب کر مر گیا تو حکم فرمایا کہ اگر پانی کی ایسی حالت ہو کہ لوگ اپنے گھوڑے پانی پلانے اور نہلانے کیواسطے اُسمین گھساتے ہوں تو کسی پر ضمان نہ ہوگی کیونکہ سائیس کو اختیار ہے کہ اپنے ہاتھ سے یہ فعل کرے یا دوسرے سے کرا دے اور اگر پانی کی حالت ایسی نہو کہ لوگ نہلانے یا پانی پلانے کیواسطے اپنے گھوڑے اُسمین گھساتے ہوں تو گھوڑے کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے سائیس سے ضمان لے یا زید مامور سے ایسا ہی اس مقام پر ذکر کیا ہے اور اسمین نظر ہے یعنی اعتراض ہے اور یون چاہیے کہ حکم دہندہ[1] و سائیس پر ضمان واجب نہو پس اگر اُسنے سائیس سے ضمان لی تو سائیس مال ضمان کو مامور یعنی زید سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اُسنے زید سے ضمان لی پس اگر زید کو یہ معلوم نہوا کہ حکم دہندہ اس گھوڑے کا سائیس ہے حتی کہ اُسنے حکم صحیح ہونے کا گمان کیا تو وہ سائیس سے مال ضمان واپس لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے غصب العدۃ مین مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کا کپڑا جلا دے تو جسنے جلایا ہے اُسپر ضمان واجب ہوگی نہ اُسپر جسنے حکم کیا ہے اور جو شخص حکم دینے سے ضامن ہوتا ہے وہ سلطان ہے یا مولی جبکہ اُسنے اپنے غلام کو حکم دیا ہو یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا یہ کپڑا جلا دے یا اسکو دریا مین ڈالدے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسکے حکم سے ایسا کیا ہے ولیکن گنہگار ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے اس دیوار مین ایک دروازہ پھوڑدے اُسنے ایسا ہی کیا پھر وہ دیوار کسی غیر شخص کی نکلی تو دروازہ پھوڑنے والا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ملک غیر کو تلف کر دیا مگر مال ضمان کو اپنے حکم دہندہ سے واپس لیگا اور اگر اس سے یون کہا ہو کہ اس دیوار مین ایک دروازہ پھوڑ دے اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے میری دیوار مین ,, تو پھوڑنے والا حکم دہندہ سے مال ضمان واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اس صورت مین حکم دہندہ اس دار مین رہتا ہو یا اُس شخص کو دروازہ پھوڑنے پر اجیر مقرر کیا ہو تو پھوڑنیوالا مال ضمان واپس لیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ گھر کی خاک باہر ڈالدے اُسنے باہر ڈالدی پھر اس عورت کا خاوند آیا اور کہا کہ مین نے اس خاک مین اسقدر سونا رکھا تھا پس اگر ثابت ہو جاوے کہ اُسنے خاک مین سونا رکھا تھا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے خاک باہر ڈالدی ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے

دسوان باب۔ زمین مغصوبہ مین زراعت کرنیکے بیان مین۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کی زمین غصب کر کے اُسمین کھیتی بوئی اور وہ اُگی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین لے لے اور اپنی ملکیت فارغ کرنیکی غرض سے غاصب کو حکم دے کہ کھیتی اُکھاڑ لے اور اگر غاصب نے اس فعل سے انکار کیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ خود ایسا کرے۔ اور اگر مالک حاضر نہوا یہانتک کہ کھیتی پک گئی تو کھیتی غاصب کی ہوگی اور یہ معروف ہے اور اگر بسبب زراعت کے زمین مین نقصان آیا ہو تو غاصب سے بقدر نقصان لے سکتا ہے پھر مشایخ نے مقدار نقصان کی دریافت مین اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ یون دیکھا جاوے کہ قبل زراعت کے کتنے کو اُٹھتی تھی اور بعد زراعت کے کتنے پر اُٹھتی ہے پس جسقدر تفاوت

[1] قوله حکم دہندہ اقول اسی طرح اصل مین مذکور ہے اور شاید قوله و سائیس مین واو تفسیر ہو یعنے سائیس جو حکم دہندہ ہے اور ظاہر یہ کہ حکم دادہ سے یعنے مامور کہا جاوے فافہم ۱۲

ہوتی ہی نقصان زمین ہی شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ یہ قول اقرب[1] الی الصواب ہی - اور اگر مالک حاضر ہوا اور ہنوز کھیتی
نہین اُگی تھی تو مالک کو اختیار ہی چاہے چھوڑ دے یہانتک کہ کھیتی اُگے پھر غاصب کو اُسکے اکھاڑ لینے کا حکم کرے یا
چاہے تو غاصب کو اُسکے بیجون کی قیمت دیدے لیکن اس حساب سے کہ وہ تخم دوسرے کی زمین مین ریختہ ہین
اور اُسکی صورت یہ ہی کہ زمین ایک دفعہ تخم ریختہ اور پھر بغیر تخم ریختہ اندازہ کرائی جاوے پس جسقدر دونون مین
فرق ہو اُسی قدر غاصب کو دیدے یہ ذخیرہ مین ہی - قال المترجم تخم ریختہ در زمین غیر کی توضیح مسئلہ ذیل سے دریافت
کرنی چاہیے - ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین گیہون بوئے اور ہنوز نہین اُگے تھے کہ دونون نے باہم جھگڑا
کیا تو مالک زمین کو اختیار ہی چاہے چھوڑ دے یہان تک کہ اُگین پھر اُس سے کہے کہ اپنی کھیتی اکھاڑ لے یا جو کچھ
تخم سے زیادتی ہو گئی ہی اُسکو دیدے پس اگر مالک نے اوسے ضمان کو اختیار کیا تو کسطرح ضمان دیگا پس مختار یہ ہی
کہ اُسکے بیج کی قیمت بدین اعتبار کہ وہ بیج غیر کی زمین مین ریختہ ہین ضمان دیگا اور اُسکا یہ طریقہ ہی کہ ایک بار زمین
ایسے بیجون سے بوئی ہوئی اندازہ کیجاوے کہ جنکے اُگنے کے بعد شخص غیر کو کھیتی اُکھڑوا دینے کا اختیار ہی اور ایک بار
بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاوے پس جو کچھ ان دونون مین تفاوت ہو وہی ایسے بیجون کی قیمت ہی جو دوسرے کی
زمین مین ریختہ کیے گئے ہون یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص نے اپنی زمین مین تخم ریزی کی پھر دوسرے شخص نے آکر اُسی
زمین مین اپنے بیج بوئے اور مالک زمین کے بیج اُگنے سے پہلے اُسکو گوڑا یا نہین گوڑا اور زمین سینچا یہانتک کہ دونون
بیج اُگے تو امام اعظم رح کے نزدیک جو کچھ اُگا ہی وہ دوسرے کا ہوگا اسلیے کہ امام کے نزدیک خلط[2] جنس با جنس استہلاک
اول ہی اور دوسرے شخص پر مالک کے بیجون کی قیمت واجب ہوگی مگر بدین اعتبار کہ وہ بیج اپنی زمین مین بوے
ہوئے ہین پس ایک بار زمین بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاویگی اور دوسری بار تخم ریختہ اندازہ کیجاویگی پس جو کچھ دونون
مین فرق ہو اُسقدر مالک زمین کو دیگا اور اگر پھر مالک زمین نے آکر دوبارہ اپنے بیج اُس زمین مین بوئے اور زمین
کو قبل اُگانے کے گوڑا یا نہ گوڑا اور زمین کو سینچا یہان تک کہ سب بیج پھوٹ نکلے تو کچھ اُگا ہے سب مالک
زمین کا ہی اور اُسپر غاصب کیواسطے اُسکے بیج کے مثل بیج واجب ہونگے ولیکن بدین حساب کہ وہ دوسرے
کی زمین مین ریختہ ہین ایسا ہی فتاوے فضلی مین مذکور ہی اور یہ جواب مشبع نہین ہی بلکہ مشبع جواب یہ ہی کہ مالک
(اسودہ کرنیوالا ۱۲ — لیا — سینچنے ڈالا ۱۲)
زمین کو غاصب اُسکے بیجون کی قیمت اپنی زمین مین بوئے ہوئے کے حساب سے دیگا پھر مالک زمین غاصب کو
دونون بیجون کی قیمت بدین اعتبار کہ وہ غیر کی زمین مین ریختہ ہین ضمان دیگا اسواسطے کہ اتلاف یون ہی وارد
ہوا ہی - اور یہ سب اس صورت مین ہی کہ کھیتی اُگی ہوئی نہ ہو اور اگر مالک کی کھیتی اُگی ہو پھر دوسرے نے آکر
اپنی تخم ریزی کرکے زمین کو سینچا پس اگر زمین کو نہ گوڑا ہو یہان تک کہ دوسرے بیج اُگے تو حکم وہی ہی جو ہمنے
بیان کیا ہی اور اگر زمین کو گوڑا ہو پس اگر اُگی ہوئی کھیتی بعد گوڑنے کے دوبارہ اُگی ہی تو بھی حکم وہی ہی جو
ہمنے بیان کیا ہو اور اگر دوبارہ نہین اُگی تو جو کچھ اُگی وہ غاصب کی ہوگی اور غاصب زمین کے مالک کیواسطے اُسکی

[1] اقرب یعنی صواب سے نظر آتا ہی ۱۲ [2] خلط یعنی ایک جنس مین اسی جنس کو خلط کرنے سے اول مقدار کا تلف ہی ۱۲

اُگی ہوئی کھیتی کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اتلاف یون ہی وارد ہوا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور شیخ الفقیہ رح سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین مین گیہون بوے پھر دوسرے نے آکر اُسمین اپنے جو بوئے تو فرمایا کہ جو والے پر
مالک کے ریختہ گیہون کی قیمت واجب ہوگی اسکو ابن سماعہ رح نے امام محمد بن الحسن سے روایت کیا ہی اور فقیہ ابو اللیث رح
نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہی کہ گیہون کا مالک اپنے گیہون کے ریختہ کے حساب سے قیمت لینے پر راضی ہوجاوے اور اگر
وہ اسپر راضی نہ ہوا تو اسکو اختیار ہوگا چاہے چھوڑ دے یہانتک کہ کھیتی اُگے پھر جب اُگی تو اُسکو اُکھاڑ لیوے یا
چاہے تو غاصب کو ضمان سے بری کر دے پھر جب کھیتی کاٹنے کا وقت آوے اور دونون کھیتی کاٹین تو وہ کھیتی دونون مین
بقدر اُنکے حصہ کے مشترک ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ صاحب المحیط رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زمین غصب کر کے
اُسمین کپاس بوئی پھر مالک نے زمین جوت کر اُسمین کوئی اور چیز بوئی پس آیا مالک زمین اُس غاصب کیواسطے کچھ ضامن
ہوگا تو شیخ رح نے جواب دیا کہ کچھ نہین ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ایسا فعل کیا ہی کہ اگر یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوتا
تو وہ بھی یہی کرتا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے حب القطن دوسرے کی زمین مین از راہ غصب ڈالے
اور وہ اُگے پس مالک زمین نے انکو تربیت کیا تو غور (بنولے ۱۲) پنبہ غاصب کے ہونگے اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان
واجب ہوگا اور مالک کا تعہد اُسکے ساتھ رضامندی شمار نہوگا (روئی کی پھٹکی ۱۲) اور اظہر یہ کہ مالک کا تعہد غاصب کے لیے ہی یہ قنیہ
مین ہی۔ ایک حادثہ واقع ہوا جسپر فتوی لیا گیا تھا وہ یہ ہی کہ دو شریکون مین سے ایک شریک نے زمین مشترک مین زراعت
کی پس آیا دوسرے شریک کو پہونچتا ہی کہ بقدر اپنے حصہ زمین کے موافق عرف دیہ کے تہائی یا چوتھائی کا مطالبہ
کرے تو جواب دیا گیا کہ ایسا نہین کر سکتا ہی ولیکن اگر کاشتکاری سے زمین کو کچھ نقصان پہونچا ہو تو بقدر اپنے حصہ کے
تاوان نقصان لے سکتا ہی یہ فصول عمادیہ کی بتیسوین فصل مین لکھا ہی۔ ایک زمین دو شخصون مین مشترک تھی اور اس
سب زمین کو فقط ایک شریک نے بدون اجازت دوسرے شریک کے بویا تو امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر کھیتی اُگ آئی
اور دونون نے اسطرح باہم تصفیہ کر لیا کہ جسنے نہین بویا ہی وہ بونیوالے کو آدھے بیج دیدے اور تمام کھیتی دونون مین
مشترک ہوجاوے تو جائز ہی اور اگر ہنوز نہ اُگی ہو کہ دونون نے اسطرح مصالحہ کیا تو جائز نہین ہی۔ اور اگر کھیتی اُگ چکی ہو
اور جسنے زراعت نہین کی ہی اُسنے یہ ارادہ کیا کہ زراعت کو اُکھاڑ دے تو وہ زمین دونون مین برابر تقسیم کر دیجاویگی پس
جسقدر زمین غیر زراعت کنندہ کو ملیگی اُسمین سے جسقدر کھیتی ہی اُکھاڑ دیوے اور اُکھاڑنے سے اُسکی زمین کو جو کچھ نقصان
پہونچیگا اُسکا زراعت کنندہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک زمین دو شخصون مین
مشترک ہی اُنمین سے ایک شخص غائب ہوگیا تو اُسکے شریک حاضر کو اختیار ہی کہ نصف زمین مین زراعت کرے اور اگر
اُسنے دوسرے برس بھی زراعت کا قصد کیا تو اُسی نصف زمین مین زراعت کرے جسمین سال گذشتہ مین کھیتی بوئی تھی
ایسا ہی اس مقام پر ذکر فرمایا ہی اور فتوی اسطرح پر ہی کہ اگر اُسکو یہ معلوم ہی کہ زراعت زمین کے حق مین نافع ہوگی نقصان
نہ پہونچائیگی تو اُسکو تمام زمین کی زراعت کا اختیار ہی اور جب شریک غائب حاضر ہو تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ جتنی
مدت تک شریک حاضر نے تمام زمین سے نفع اُٹھایا ہی وہ بھی اُسقدر مدت تک کل زمین سے انتفاع حاصل کرے اسواسطے کہ ایسی

باتون مین غائب کی رضامندی دلالۃً ثابت ہے اور اگر اُسکو معلوم ہے کہ کھیتی کرنا زمین کے حق مین نقصان ہے اور چھوڑ دینا نافع ہوگا اور زمین کی قوت بڑھا دیگا تو حاضر کو بالکل کھیتی کرنیکا اختیار نہ ہوگا اسواسطے کہ رضامندی شریک یہان ثابت نہین ہے کذا فی الظہیریہ۔ میرے جد رحمہ اللہ سے استفتا کیا گیا کہ ایک شخص نے غیر کی زمین مین اُسکی بلا اجازت کھیتی بوئی پس مالک زمین نے کہا کہ تو نے کیون بوئی اُسنے کہا کہ مین نے جسقدر بیج ڈالے ہین تو مجھے دیدے اور مین تیرا کاشتکار ہوجاؤنگا اور کھیتی میرے تیرے درمیان موافق رسم کے مشترک ہوگی پس مالک نے اُسکو اسکے بیج کے مثل دیدیے پھر کھیتی تیار ہوئی تو آیا دونون مین مشترک ہوگی یا کل کھیتی کسی ایک کی ہوگی تو جواب دیا کہ سب کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار کو اجر المثل ملیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے بیجون سے دوسرے کی زمین مین بدون مالک کی اجازت کے کھیتی کی پس آیا کھیتی تیار ہونے پر مالک زمین کو اختیار ہے کہ اُس سے بقدر حصہ زمین کے پیداوار کا مطالبہ کرے تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان بشرطیکہ اُس گاؤن مین ایسا عرف جاری ہو کہ لوگ دوسرون کی زمین تہائی چوتھائی آدھی وغیرہ کسی جزء معین شائع پر جوتتے ہون[1] تو اسقدر جزء جو عرفاً معروف ہو واجب ہوگا پھر شیخ رح سے پوچھا گیا کہ اسکی کوئی روایت بھی آئی ہے تو فرمایا کہ ہان آخر کتاب المزارعت مین آئی ہے شیخ ابو جعفر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے کو معاملہ دیا پس باغ مذکور مین پھل آئے پس دینے والا اور اُسکے گھر والے اکثر باغ مین جاتے اور کھاتے اور باندھ لاتے تھے اور عامل نہین جاتا مگر کبھی کبھی پس آیا دینے والے پر ضمان واجب ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ بدون اجازت اُس شخص کے جسنے دیا ہے کھاتے اور لادلاتے تھے تو اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی بلکہ انھین کھانیوالون اور لادنے والون پر واجب ہوگی اور اگر اُسکی اجازت سے ایسا کرتے تھے پس اگر وہ لوگ ایسے تھے کہ اُنکا نفقہ اُس شخص پر واجب تھا تو دینے والا بقدر حصہ عامل کے ضامن ہوگا اور اُنکا کھانا ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا خود اُس نے کھایا ہے اور اگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ اُنکا نفقہ اُس شخص پر واجب ہو تو اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی (مگر چونکہ اُسنے اجازت دی تھی) اسواسطے ایسا واقعہ ہوا کہ گویا اُسنے دوسرے کے مال تلف کرنے پر اُنکو راہ بتائی کذا فی الظہیریہ۔

گیارھوان باب اُن امُور کے بیان مین جو غلام مغصوب کو لاحق ہون کہ اُنکی ضمان غاصب پر واجب ہوتی ہے

امام ہمام قدوری رح نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام یا باندی غصب کی پس غلام غاصب کے پاس سے بھاگ گیا حالانکہ اس سے پہلے نہین بھاگا تھا یا باندی نے زنا یا چوری کی حالانکہ اس سے پہلے باندی نے ایسا نہ کیا تھا تو بسبب سرقہ یا اباق یا عیب زنا کے جو نقصان پیدا ہوا اُسکی ضمان غاصب پر واجب ہوگی اور ایسا ہی جو امر موجب نقصان قیمت غاصب کے پاس پیدا ہو جاوے جیسے عور[2] و شل و اسکے اشباہ تو اُسکی ضمان بھی

[1] جوتتے ہون یعنے رواج یہ ہے کہ خالی زمین کو بلا اجازت کاشت کر لیا کرتے ہین اور رواج ہے اجازت معلوم ہے ۱۲ [2] عور کانا ہونا اور نقصان بینائی و شل گنٹھیا و تمام بدن رہجانا۔ اشباہ اسکے مانند عیوب ۱۲

غاصب پر واجب ہو جائیگی پس ایک بار غلام کی قیمت بغرض صحیح وسالم اندازہ کیجائیگی اور پھر اس عیب کے ساتھ اندازہ کیجائیگی پس مالک اس غلام کو لیکر اس کے ساتھ جو کچھ دونون قیمتون مین تفاوت ہے غاصب سے لے لیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک باندی غصب کرکے اسکے ساتھ زنا کیا پھر وہ مرگئی تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور بالاجماع اسپر حد زنا واجب نہوگی اسواسطے کہ غصب مین ضمان دینے سے وقت[له] غصب سے ملک حاصل ہو جاتی ہے لیکن اگر اسکے ساتھ زنا کیا پھر اسکو غصب کیا پھر مرگئی اور اسکی قیمت کی ضمان دی تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک حد زنا ساقط نہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ساقط ہو جائیگی کذا فی التاتارخانیہ اور اگر غاصب کے پاس باندی کو بخار آنے لگا یا اسکی دونون آنکھین سپید ہوگئین پس غاصب نے باندی کو واپس دیا اور اسکے ساتھ تاوان نقصان بھی دیا پھر مالک کے پاس اسکا بخار جاتا رہا یا سپیدی چشم جاتی رہی تو مولی نے جسقدر تاوان نقصان لیا ہے غاصب کو واپس دے کذا فی محیط السرخسی اور اگر غاصب کے پاس باندی زنا سے حاملہ ہو گئی تو مالک اسکو مع اسکے نقصان کے لے لیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ نقصان حمل اور نقصان عیب زنا دونون پر نظر کرکے جو زیادہ ہو اسکا ضامن ہوگا اور اسمین کم داخل ہو جائیگا اور یہ استحسان ہے اور امام محمد رح کے نزدیک دونون عیبون کا تاوان لیگا اور یہ قیاس ہے۔ اور اگر زنا سے حاملہ ہوکر پھر بچہ جنی تو ولادت سے عیب حمل جاتا رہا اور عیب زنا باقی رہگیا پس اگر عیب زنا بہ نسبت عیب حمل کے زیادہ تاوان رکھتا ہو اور غاصب عیب حمل کا تاوان دے چکا ہو تو اسپر واجب ہوگا کہ تاوان عیب زنا کو پورا کردے اور اگر تاوان عیب حمل زیادہ ہو تو غاصب پر فقط بقدر عیب زنا کے تاوان واجبی رہگیا اور باقی زائد بسبب زوال حمل کے (یعنی کمی ۱۲) زائل ہو گیا پس اسکا غاصب کو واپس دینا واجب ہوا۔ اور اگر مالک کو اسکی باندی بحالت حمل واپس کی پھر مالک کے پاس بسبب ولادت کے ہلاک ہوئی اور اسکا بچہ رہگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ نہیں فقط نقصان حمل کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ولادت سے ہلاک ہوئی اور اسکا بچہ باقی رہا تو امام اعظم رح کے نزدیک یوم غصب کی پوری قیمت باندی کا ضامن ہوگا اور بچہ کے (یعنی غاصب کے پاس ۱۲) ساتھ جبر نقصان نہ کیا جائیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ فقط اسی قدر ضامن ہوگا جسقدر اسمین حمل سے نقصان آیا۔ اور اگر بچہ مرگیا تو غاصب باندی کو واپس کرے اور اسکے ساتھ نقصان ولادت کا تاوان دے اور بچہ کی موت سے اسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر باندی مع بچہ کے غاصب کے پاس مرگئی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ باندی کے یوم قبضہ کی قیمت تاوان دے اور قیمت ولد کا ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی غصب کرکے اسکے ساتھ زنا کیا پھر اسکے مولی کو واپس کردی پھر مولی کے پاس اسکا حمل ظاہر ہوا اور مولی کے پاس بچہ جنی اور ولادت یا نفاس مین مرگئی تو امام اعظم رح کے قول پر اگر غاصب کے واپس کرنے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم مین مولی کے پاس بچہ جنی ہو تو غاصب اسکے یوم غصب کی قیمت کا ضامن ہوگا بخلاف اسکے اگر کسی آزاد عورت سے زنا کیا ہو اور وہ حاملہ ہوکر ولادت یا نفاس مین مرگئی ہو تو زانی کچھ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مغصوبہ باندی نے غاصب کے پاس زنا یا چوری کی پھر مالک کو واپس کردینے کے بعد اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا حد زنا ماری گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک زنا کی صورت مین نقصان

له وقت الخ یعنی جب ضمان دی تو حکم یہ کہ جسوقت غصب کیا تھا اسیوقت سے مالک ٹھہرا پس گویا اپنی مملوکہ سے وطی کی ۱۲

ضرب حد و نقصان زنا میں سے جو زیادہ ہو اُسکا غاصب ضامن ہوگا اور چوری سے ہاتھ کٹنے کی صورت میں باندی کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نقصان زنا و نقصان سرقہ کا ضامن ہوگا اور نقصان ضرب حد کا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غاصب نے مالک کو حاملہ باندی واپس کی اور اُسکے حمل رہ گئی اور بچہ جننے سے وہ ہلاک ہوئی تو بالاجماع غاصب نقصان کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر مغصوبہ باندی نے اپنے مولی کے پاس زنا یا چوری کی ہو پھر غاصب نے اسکو غصب کیا پھر وہ حد زنا و سرقہ میں ماخوذ ہوئی اور اس سبب سے مرگئی تو اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی کیونکہ باندی ایسے سبب سے تلف ہوئی جسکا وجود مولی کے پاس ہوا ہے اسیطرح اگر غاصب کے پاس ایسے شوہر سے حاملہ ہوئی جو مولی کے پاس بھی موجود تھا اور اس سبب سے ہلاک ہوئی تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر مولے نے اُس سے وطی کر کے حاملہ کیا ہو پھر غاصب نے غصب کر لی اور غاصب کے پاس بسبب حمل کے مرگئی تو بھی غاصب ضامن نہ ہوگا کیونکہ اُسکا تلف ہونا ایسے سبب سے ہوا جسکا وجود مولی کے پاس پایا گیا تھا پس یہ ایسا ہوا کہ جیسے مولی نے اُسکو غاصب کے پاس قتل کر دیا۔ اور اگر غاصب نے اُسکو حاملہ غصب کیا مگر حمل اسکو اسطرح نہ تھا کہ مولی نے اُسکو حاملہ کیا تھا یا مولے کے پاس کسی شوہر نے اسکو حاملہ کیا تھا پھر وہ باندی غاصب کے پاس بسبب حمل مذکور کے تلف ہوئی تو غاصب اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ باندی غاصب کے پاس بدون فعل مولے اور بدون ایسے سبب کے جو مولے کیطرف سے پایا جاوے ہلاک ہوئی ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر ایسی باندی غصب کی جسکو بخار آتا تھا یا حاملہ تھی یا مرلضیہ یا مجروحہ تھی اور وہ اسی سبب سے ہلاک ہوگئی تو اس عیب واری کے ساتھ اسکی قیمت اندازہ کر کے اُسکا غاصب ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غاصب کے پاس باندی کو بخار آنے لگا پھر اُسنے مالک کو اسی طرح واپس دی پھر مالک کے پاس اُسی بخار سے مرگئی تو بالاجماع غاصب فقط نقصان حمی (یعنی بخار آنے کی بیماری کے نقصان) کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر غاصب کے پاس سے غلام مغصوب بھاگ گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے غلام کے ظاہر ہونے تک انتظار کرے پس بعد ظہور کے اُسکو لے یا نہ انتظار کرے اور غاصب سے اُسکی قیمت لے لے پھر اگر لی قیمت لے لینے کے غلام ظاہر ہوا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مالک نے وہ قیمت لی ہے جو اُسنے بیان کی تھی اسپر راضی ہوا تھا خواہ اسطرح کہ دونوں نے اس مقدار قیمت پر باہم اتفاق کیا تھا یا گواہ قائم ہوئے تھے یا غاصب نے قسم سے نکول کیا تھا تو اس صورت میں ہمارے نزدیک مالک کو اُس غلام کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مالک نے غاصب سے جو قیمت لی ہے وہ غاصب کے قول پر لی ہے (یعنی جسقدر غاصب نے بیان کی ہے) اور مالک کی زیادت قیمت کے دعوی سے غاصب نے[1] قسم کھا گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قیمت رکھ لے اور اسپر راضی ہو جاوے اور وہ غلام غاصب کو دیدے اور اگر چاہے تو جسقدر اسنے قیمت لی تھی وہ غاصب کو واپس کر کے اپنا غلام لے لیوے اور غاصب کو اختیار رہیگا کہ اپنی قیمت وصول کرنیکی غرض سے غلام روک رکھے اور اگر غاصب کو قیمت واپس دینے سے پہلے وہ غلام غاصب کے پاس مرگیا تو قیمت واپس نہ کریگا لیکن اگر غلام کی قیمت میں اس قیمت وصول کردہ سے زیادتی ہو تو بقدر زیادتی کے غاصب سے واپس لیگا اور اگر اُسکی قیمت

[1] یعنی مالک نے زیادت قیمت کا دعوی کیا مگر غاصب نے اپنی مقدار پر قسم کھالی مطلب اسکا یہ ہے کہ اس صورت میں مالک کو اختیار ۱۲

مین کچھ زیادتی نہ ہو گو مالک کو سواے اس قیمت ماخوذہ کے اور کچھ نہ لیگا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر غلام آبق ظاہر ہوا اور اُسکی قیمت اتنی ہی نکلی جتنی غاصب نے بیان کی ہی تو مغصوب منہ کو خیار نہوگا اور نہ اُسکو غلام لینے کی کوئی راہ ہوگی مگر ظاہر الروایت کے موافق بالتفصیل[له] مالک کو خیار حاصل ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی اور اگر غلام مغصوب نے غاصب کے پاس کسی شخص آزاد یا غلام کو قتل کیا یا کوئی جنایت جو جان تلف کرنے سے کم ہو واقع کی تو مولی کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پھر مولی جرمانہ جنایت و قیمت غلام دونون مین جو مقدار کم ہو غاصب سے لے لیگا اور اگر غلام مغصوب نے کسی کا مال تلف کر دیا اور مولی سے خطاب کیا گیا کہ اُسکو فروخت کر یا اُسکا فدیہ دے تو مولی قیمت غلام اور جو اُسنے غلام کیطرف سے قرضہ ادا کیا ہو دونون مین سے کم مقدار کو غاصب سے لے لیگا اور اگر یوم غصب مین غلام کی قیمت ہزار درم ہو پھر زیادہ ہو کر دو ہزار درم ہو گئی پھر کسی شخص نے غاصب کے پاس اُسکو قتل کر ڈالا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے یوم غصب کی قیمت ہزار درم لے لے اور غاصب اُس قاتل کی مددگار برادری سے دو ہزار درم لے لیگا مگر اس مین سے ایک ہزار درم زائد صدقہ کر دیگا یا چاہے تو قاتل کی مددگار برادری سے روز قتل کی دو ہزار درم قیمت لے لے پھر قاتل اُسکے غاصب سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر اس صورت مین غلام نے خود ہی اپنے تئین قتل کر ڈالا ہو تو مولی غاصب کے یوم غصب کی ہزار درم قیمت تاوان لیگا اور یوم قتل کی قیمت تاوان نہیں لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر غاصب کے پاس سے غلام مغصوب بھاگ گیا تو اُسکا جعل[له] واپسی مالک پر واجب ہوگا یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی اور اس مقدار جعل کو غاصب سے نہیں لے سکتا ہی لیکن نقصان اباق کو غاصب سے لے سکتا ہی بشرطیکہ اس سے پہلے غلام نہ بھاگا ہو۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مولی مقدار جعل بھی غاصب سے واپس لیگا یہ ینابیع مین ہے۔

بارھوان باب غاصب الغاصب اور مستودع الغاصب وغیرہ کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے مال مغصوب کو غاصب سے غصب کر لیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اول و ثانی جس غاصب سے چاہے ضمان لے پس اگر غاصب اول سے ضمان لی تو غاصب اول مال ضمان کو غاصب ثانی سے لے لیگا اور اگر اُسنے دوسرے سے ضمان لی اور دوسرا اُسکو اول سے نہیں لے سکتا ہی اور جب مالک نے دونون مین سے کسی ایک سے ضمان لینا اختیار کیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک پھر[له] اُسکو دوسرے کی تضمین کا اختیار نہ ہوگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جبتک اُس سے تاوان وصول نہ کرے تب تک اُسکو ایسا اختیار ہی کذا فی محیط السرخسی۔ اور جب مالک نے دونون مین سے ایک یعنی غاصب یا غاصب الغاصب یا مستودع الغاصب سے تاوان لے لیا تو دوسرا بری ہو گیا یہ خلاصہ مین ہی۔ غاصب الغاصب نے اگر مال مغصوب کو تلف کر کے اُسکی قیمت غاصب اول کو ادا کر دی تو ضمان سے بری ہو گیا اور امام ابو یوسف رح سے

[له] بالتفصیل خواہ قیمت پر بیان غاصب لی ہو یا اپنے دعوی پر ۱۲ [له] جعل وہ اجرت جو غلام آبق کے لانے والے کو ملتی ہی ۱۲ [له] پھر اسکو الخ یعنے جب ان سے ایک سے تاوان لینا اختیار کیا اگرچہ ابھی وصول نہ کیا ہو تو پھر یہ اختیار نہ رہا کہ اسکو چھوڑ کر دوسرے سے تاوان لینا اختیار کرے اگرچہ ابتدا مین اسکو اختیار تھا چاہتا اسی دوسرے کو ضامن ٹھہراتا ۱۲ کو کو کو کو

مروی ہی کہ بری نہ ہوگا اور اگر بعینہ مال مغصوب کو غاصب اول کو واپس دیا تو بالاجماع سب کے نزدیک بری ہوجائیگا
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مال مغصوب غاصب الغاصب کے پاس تلف ہوگیا اور اُسنے غاصب اول کو
اُسکی قیمت تاوان دیدی تو بھی ضمان سے بری ہوجائیگا یہانتک کہ مالک کو یہ ختیار نہ رہیگا کہ اسکے بعد غاصب الغاصب
کو ضامن ٹھہراوے کیونکہ قیمت قائم مقام عین ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ غاصب اول کا غصب کرنا گواہون کی گواہی
یا اقرار مالک کے ذریعہ سے معروف و معلوم ہوا اور اگر فقط غاصب اول نے ایسا اقرار کیا ہو تو مالک کے حق مین
اُسکے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی مگر اپنے حق مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی پس مالک کو اختیار رہیگا کہ دونون
مین سے جس سے چاہے ضمان لے (مگر اول پھر ثانی سے رجوع ضمان نہین کرسکتا ہی) اور اگر غاصب الغاصب نے
مغصوب کو فروخت کرکے اُسکا ثمن وصول کیا تو غاصب اول کو اُس سے اس ثمن کے لینے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ وہ
مالک نہین ہی اور نہ مالک کیطرف سے نائب ہی اور اسکو اجازت بیع کا بھی اختیار نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور مالک کو
اختیار ہوگا کہ چاہے غاصب سے ضمان لے یا اُسکے مستودع سے کیونکہ اُسکے حق مین دونون مین سے ہر ایک متعدی ہی
(یعنی ظالم ہی) یہ محیط مین ہی۔ اور اگر غاصب نے مال مغصوب کسی کو عاریۃً دیا تو مالک مختار ہوگا چاہے معیر سے
تاوان لے یا مستعیر سے پھر جس سے لے لیا وہ دوسرے سے مال تاوان نہین لے سکتا ہی اور اگر مستعیر نے
اُسکو تلف کردیا ہو تو ضمان اُسی پر مقرر ہوجائیگی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر غاصب نے مال مغصوب کسی کو ہبہ
کردیا اور موہوب لہ کے پاس تلف ہوگیا اور مالک نے اُس سے تاوان لے لیا تو وہ اپنے واہب (یعنی غاصب ۱۲) سے
واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مغصوب کو غاصب نے فروخت کرکے مشتری کے سپرد کردیا تو
مالک کو اختیار ہی چاہے غاصب سے ضمان لے پس بیع جائز ہوجائیگی اور ثمن غاصب کا ہوگا یا مشتری سے تاوان لے تو مشتری
اپنا ثمن غاصب سے واپس لیگا اور بیع باطل ہوجائیگی اور مال ضمان واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر غاصب نے
فروخت کرکے سپرد نہ کیا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ منتقے مین ابن سماعہ کی روایت سے امام
محمد رحمہ سے مروی ہی کہ اگر مالک نے غاصب اول سے ضمان لینا اختیار کیا ہی خواہ غاصب اول اس امر پر
راضی ہوا یا نہ ہوا مگر قاضی نے غاصب اول پر مالک کیواسطے قیمت کی ڈگری کردی تو مالک کو یہ ختیار نہ رہیگا
کہ غاصب اول سے ضمان لینا ترک کرکے دوسرے سے ضمان لینا اختیار کرے۔ اور اگر غاصب اول راضی
نہ ہوا ہو اور قاضی نے اُسپر مالک کے نام قیمت کی ڈگری نہ کی تو مالک کو اختیار رہیگا کہ اس سے رجوع کرکے
غاصب ثانی سے ضمان لینا اختیار کرے۔ اور اگر مالک نے غاصب اول سے ضمان لینا اختیار کرلیا اور اُسنے مالک کو
کچھ نہ دیا اور وہ نادار ہی تو قاضی غاصب اول کو حکم دیگا کہ دوسرے غاصب سے اپنا مال وصول کرکے مالک کو دیدے
پس اگر اول نے اس بات سے انکار کیا اور مالک نے ان دونون غاصبون کو حاضر کرکے گواہ پیش کیئے تو مالک
سے دوسرے پر پہلے غاصب کیواسطے ایسے گواہ مقبول ہونگے یہانتک کہ دوسرے غاصب سے یہ مال وصول
کرلیا جائیگا پھر اُسکو مغصوب منہ لے لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مالک نے چاہا کہ دونون مین سے ایک سے

کسیقدر جزو قیمت تہائی و چوتھائی و نصف وغیرہ تاوان لے تو اسکو اختیار رہیگا کہ باقی قیمت دوسرے سے تاوان لے یہ ذخیرہ میں ہے جامع کبیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص کی باندی ہزار درہم قیمت کی غصب کر لی پھر غاصب سے دوسرے شخص نے غصب کر لی اور دوسرے غصب کے روز بھی اسکی قیمت ہزار درہم تھی پھر دوسرے غاصب کے پاس سے بھاگ گئی تو پہلے غاصب کو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے اسکی قیمت تاوان لے اگرچہ مالک نے پہلے غاصب سے ہنوز تاوان نہ لیا ہو پھر جب غاصب اول نے قیمت لے لی تو دوسرا غاصب ضمان سے بری ہو گیا اور یہ قیمت جو دوسرے سے وصول کی ہے وہ غاصب اول پر مضمون رہیگی حتی کہ اگر غاصب اول کے پاس تلف ہو گئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اس سے باندی کی قیمت غصب کا تاوان لے پھر جب مالک حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے غاصب اول سے وہ قیمت لے لے جو اسنے غاصب ثانی سے لی ہے پس باندی مغصوبہ اصل مالک کیطرف سے غاصب ثانی کی ملک ہو جائیگی یا چاہے تو غاصب اول سے اسکی قیمت تاوان لے پس مالک کیطرف سے باندی پہلے غاصب اول کی مملوک ہو کر پھر اسکی طرف سے غاصب ثانی کی مملوکہ ہوگی۔ اور اگر غصب اول کے روز باندی کی قیمت ہزار درہم ہو اور غصب ثانی کے روز دو ہزار درہم ہو پھر وہ دوسرے غاصب کے پاس سے بھاگ گئی اور پہلے نے دوسرے سے دو ہزار درہم قیمت لے لی اور وہ قیمت غاصب اول کے پاس تلف ہو گئی تو مالک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اول سے دو ہزار کی ضمان لے بلکہ فقط اس سے اسکے غصب کے روز کی قیمت ہزار درہم تاوان لے سکتا ہے اور اگر مولی حاضر ہوا اور اسوقت تک غاصب اول کے پاس وہ قیمت جو اسنے ثانی سے وصول کی ہے بعینہ موجود تھی اور حال یہ تھا کہ باندی بھی ظاہر ہو گئی تھی تو مالک کو یہ اختیارات ہونگے کہ چاہے باندی کو جہاں ظاہر ہوئی ہے وہاں سے لے لے یا چاہے غاصب اول سے وہ قیمت لے لے جو اسنے غاصب ثانی سے وصول کی ہے یا چاہے غاصب اول سے اسکے غصب کے روز کی قیمت لے لے پس اگر مالک نے اپنی باندی لینا اختیار کیا تو دوسرا غاصب پہلے سے وہ قیمت جو اسنے دوسرے سے وصول کی ہے پھیر لیگا اور اگر وہ قیمت پہلے کے پاس تلف ہو گئی ہو تو پہلا دوسرے کیواسطے اسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر مالک نے غاصب اول سے وہ قیمت جو اسنے دوسرے سے وصول کی ہے لے لی تو باندی دوسرے غاصب کے سپرد کی جائیگی۔ اور اگر مالک نے اول سے اسکے غصب کے روز کی قیمت تاوان لی تو جو قیمت اول نے دوسرے سے وصول کی ہے اسکے سپرد کیجائیگی ولیکن پہلا غاصب اسمین سے ایک ہزار درہم جو مقدار ضمان سے جو اسنے مالک کو دیدیے ہیں زائد ہیں صدقہ کر دیگا اور یہ قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا ہے مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کچھ صدقہ نہ کریگا بلکہ یہ زیادتی اسکو حلال ہے محیط کے متفرقات میں ہے۔ اور فتاوی عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر مغصوبہ باندی غاصب کے پاس بچہ جنی اور ان دونوں کو دوسرے شخص نے غصب کر لیا اور اول نے مالک کو باندی کی قیمت تاوان دیدی تو اول غاصب دوسرے سے دونوں کی قیمت تاوان لیگا اور اسمین سے بچہ کی قیمت صدقہ کر دیگا اور ماں کی ضمان قیمت سے بچہ کے مالک ہو جائیگی یہ روایت ہے اور اگر مغصوب منہ نے غاصب اول سے مال مغصوب کی قیمت سے کم پر صلح کر لی تو پہلا غاصب دوسرے سے پوری قیمت لیکر اسمین سے بقدر زیادتی کے

صدقہ کر دیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ابن سماعہ سے روایت ہے کہ انھوں نے امام محمد رحمہ کو لکھا کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کر لیا اور اسکو ایک شخص ثالث نے خطاءً قتل کر ڈالا پس مالک نے چاہا کہ فی الحال نصف قیمت غلام غاصب سے لے اور نصف قیمت بعوض دیت قاتل کی مددگار برادری سے لے تو امام محمد رحمہ نے جواب لکھا کہ مالک کو ایسا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا مال غصب کیا پھر غاصب سے یہ مال مالک کے قرضخواہ نے غصب کر لیا تو مختار یہ ہے کہ مغصوب منہ کو اختیار ہے چاہے غاصب اول سے تاوان لے یا دوسرے سے پس اگر اول سے تاوان لیا تو دوسرا بری ہوگا اور اگر دوسرے سے تاوان لیا تو پہلا بری ہو جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور اس سے دوسرے نے غصب کر لیا اور وہ بھاگ گیا پس مالک نے کہا کہ تیرے غصب کے وقت اسکی قیمت ہزار درہم تھی پھر دوسرے کے غصب کے وقت دو ہزار کی تھی اور غاصب اول نے کہا کہ نہیں بلکہ میرے غصب کے وقت پانچ سو درہم تھی پھر ایک ہزار یا پانچسو درہم میرے پاس زیادہ ہو گئے تو حق قیمت[1] میں مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر غاصب اول نے یہ لفظ نہ کہا کہ میرے پاس زیادہ ہو گئے تو اسی کا قول قبول ہوگا پھر اگر غلام ظاہر ہوا اور قیمت اسکی زائد نکلی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اسنے لیا ہے وہ واپس کرکے غلام لے لیوے پس اگر اسنے غلام لینا اختیار کیا پھر اسکو غاصب ثانی نے قتل کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے فسخ کو باقی رکھے اور قاتل کی مددگار برادری کا دامنگیر ہو یا فسخ کو توڑ کر غاصب اول سے اسکے غصب کے روز کی قیمت لے لے یہ کافی میں ہے۔ اور بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا پھر اس سے دوسرے نے غصب کر لیا اور اسکے پاس مر گیا تو مولی کو اختیار ہے چاہے غاصب اول سے ضمان لے اور یا اول اسکو دوسرے سے لے لیگا یا اول کو بری کر دے اور دوسرے سے قیمت تاوان لے اور دوسرے کا اول پر کچھ نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر کوئی غلام غصب کرکے زید کے پاس ودیعت رکھا اور وہ زید کے قبضہ سے بھاگ گیا پھر مالک نے ودیعت لینے والے یعنی زید سے ضمان لینی اختیار کی تو غاصب اس غلام کا مالک ہو جائیگا حتی کہ اسکا آزاد کرنا نافذ[2] ہوگا اور زید مال ضمان خود ادا کرنے سے پہلے غاصب سے رجوع کرنے کے لیے لینے کا مختار ہے اور اگر وہ غلام واپس آ کر زید کے قبضہ میں آگیا تو مودع یعنی زید مختار ہے کہ مال ضمان پورا وصول کرنے تک غاصب سے روک رکھے اور اگر روکنے سے پہلے زید کے پاس مر گیا تو امانت میں مرا اور روکنے کے بعد مرے تو اپنی قیمت کے عوض ہوگا اور ایسی صورت میں مرتہن و مستاجر کا حکم مثل ودیعت لینے والے کے ہے کذا فی الکافی۔ اور غاصب کو قبل اختیار مولی کے باندی مغصوبہ سے خدمت لینے یا دوسرے کی ملک میں دیدینے کا اختیار نہیں ہے پھر اگر مالک نے قیمت لینا اختیار کیا تو از سر نو باندی کا استبراء کرے اور اگر باندی لینا اختیار کیا تو جو کچھ اسنے تصرف کیا سب باطل ہو جائیگا سوائے ام ولد بنانے کے کہ اس صورت میں استحسانا بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ رقیق ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور غاصب ثانی کو باندی سے وطی کا اختیار نہیں ہے یہانتک کہ مولی غاصب اول سے وہ قیمت لے لینا اختیار کرے جو اول

---

[1] حق قیمت یعنی مقدار قیمت بیان کرنے میں قول مالک کا قبول ہوگا اور غاصب اسکے خلاف اپنے گواہ ادا کرے تو قبول ہونگے ۱۲ [2] نافذ یعنی عتق کا حکم پورا کر دیا جائیگا اور جو مال اسپر رکھا گیا اسکو ادا کرنے سے پہلے اول غاصب سے وصول کر سکتا ہے ۱۲ منہ

نے ثانی سے لی ہو یا غاصب اول سے ضمان لینا اختیار کرے اور اگر غاصب اول نے ثانی سے قیمت لینے کے بعد اور مولی کے کسی امر تضمین[له] کے اختیار کرنے سے پہلے باندی کو حیض آیا تو یہ حیض حکم استبراء کیواسطے کافی ہوگا اور اگر غاصب اول نے دوسرے سے قیمت لینے کا اقرار کیا تو یہ اقرار اور گواہوں سے قیمت لینا ثابت ہو جانا دونوں یکساں ہیں ہاں ان دونوں میں دوسری وجہ سے اتنا فرق ہے کہ اس صورت اقرار میں مولی کو دوسرے غاصب کی تضمین کا اختیار ہوا اور صورت ثبوت بگواہان میں دوسرے کی تضمین کا اختیار نہیں ہے اور اسیطرح جب قاضی نے دوسرے پر قیمت کی ڈگری کر دی ہو پھر غاصب نے مولی قیمت کا اقرار کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر غاصب اول نے اقرار کیا کہ میں نے غاصب دوم سے باندی اپنے قبضہ میں واپس کی اور اقرار کیا کہ وہ میرے پاس مر گئی تو بھی اسکا قول قبول نہ ہوگا یہانتک کہ مالک ان سب صورتوں میں غاصب ثانی کی تضمین کا اختیار (یعنی حق مالک میں ۱۲) ہوگا اگر غاصب ثانی غاصب اول سے اپنی قیمت واپس لیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا گھوڑا غصب کیا پھر اس سے تیسرے نے غصب کر لیا پھر تیسرے سے مالک نے چرا لیا پھر غاصب ثانی نے مالک سے زبردستی چھین لیا اور مالک اسکے ساتھ مخاصمہ سے عاجز رہا تو مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ اول پر نالش کرے کیونکہ جب وہ گھوڑا مالک کے پاس پہنچ گیا تو غاصب اول اس سے بری ہو گیا تھا یہ ذخیرہ کردری میں ہے۔ زید نے عمرو کا مال غصب کیا پھر زید سے بکر نے اس غرض سے لے لیا کہ اسکو مالک کو واپس دے پھر مالک کو نہ پایا تو آیا بکر عہدہ ضمان سے باہر ہو سکتا ہے کوئی صورت نہیں ہے لیکن اگر اسکو مالک کیواسطے صدقہ کر دے تو مجھے امید ہے کہ مالک اسکے ثواب سے راضی ہو جائے۔ ایک شخص نے عین مغصوبہ غاصب کے قبضہ میں سے نکال لی تاکہ اسکو مالک کو واپس دے پھر مالک کو نہ پایا تو یہ شخص غاصب الغاصب قرار پائیگا پس غاصب اول کو واپس کر دینے تاکہ عہدہ ضمان سے بری ہو جائے اور اگر اسنے غاصب اول کو واپس کر دی پھر غاصب اول کے پاس تلف ہو گئی تو غاصب ثانی پر کچھ تضمین نہ ہوگی وہ عہدہ سے بری ہو چکا ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر مال مغصوب غاصب سے کسی چور نے چرا لیا اور قاضی کو یہ معلوم ہو گیا اور مالک غائب ہے تو قاضی اس مال کو لیکر غاصب کی ذمہ داری پر اسکی حفاظت کریگا اور یہ امر قاضی کو جائز ہے کہ غاصب کے مال میں ایسا تصرف کرے جو مودی بحفظ المال ہو اسیطرح جو مودی بابراء حقوق غائب ہو اور غاصب اسپارہی پر مال کا ضمان ہو یا حقوق غائب میں سے ہے پس از جانب قاضی ایسا شئ بابراء ساقطہ ہوگا کذا فی المحیط السرخسی

(چودھواں ۱۲)

چودھواں باب آزاد و مدبرہ و مکاتب و ام ولد کو غصب کرنے کے بیان میں۔ ایک شخص ایک عورت یا نابالغ دختر کو دھوکا دیکر اسکے شوہر یا باپ کے گھر سے نکال لے گیا تو وہ شخص قید کیا جائیگا یہانتک کہ اسکو لاوے یا اسکے حال سے آگاہ کرے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک نابالغ کو چرا لیا پھر وہ اسکے ہاتھ سے چوری گیا اور اسکی موت یا قتل ظاہر نہ ہوا تو چور ضامن نہ ہوگا بلکہ قید کیا جائیگا یہانتک کہ اسکو لاوے یا اس کے حال سے آگاہ کرے

له تضمین یعنے ضمان لینے کی بابت جو اسکو اختیار ہوا ہے تو ابھی اسنے کوئی بات اختیار نہیں کی تھی کہ غاصب کے پاس باندی کو حیض آیا تو ابھی اس کی ملک میں حیض نہیں آیا پس استبراء نہ ہوا کیونکہ اگر مالک اسی قابض سے ضمان لینا اختیار کرتا تب البتہ یہ حیض کافی ہوتا کیونکہ معلوم ہو کہ اپنی ملک میں آنے کے بعد ایک حیض سے باندی کا استبراء کرے یعنی جو دوبارہ حیض کے دریافت کرے کہ اسکا رحم نطفہ سے بری ہو گیا ہے ۱۲

یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک آزاد نابالغ کو اُسکے اہل میں سے غصب کر لیا اور وہ بیمار ہو گیا پھر اُسکے پاس مر گیا تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر مریض نہ ہوا اور نہ مرا لیکن اُسکو کسی درندہ نے زخمی کر کے ہلاک کیا یا اُسکو سانپ نے کاٹا اور وہ مر گیا تو غاصب کی مددگار برادری پر اُس کی دیت واجب ہوگی و بالجملہ حکم یہ ہے کہ آزاد خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو غصب سے مضمون نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ ضمان غصب مقتضی تملیک ہے اور آزاد میں صلاحیت تملیک نہیں ہے ہاں مضمون بالجنایتہ ہوتا ہے اسواسطے کہ جنایت اتلاف ہے پس جب یہ امر ثابت ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ جب نابالغ ایسے سبب سے مرا جو باتلاف اٰلکہ مختلف نہیں ہوتا ہے تو غاصب پر ضمان واجب نہوگی (اسلیے کہ اتلاف متحقق نہ ہوا) اور اگر ایسے سبب سے ہلاک ہوا جو باختلاف اٰلکہ مختلف ہوتا ہے تو غاصب کی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر غاصب کے پاس اُسکو کسی نے قتل کیا تو اولیاء مغصوب کو اختیار ہوگا چاہیں غاصب سے دیت کیواسطے دامنگیر ہوں یا قاتل کے دامنگیر ہوں پس اگر انھوں نے غاصب سے ضمان دیت لی تو وہ قاتل سے رجوع کریگا اور اگر انھوں نے قاتل کا پیچھا کیا تو وہ غاصب پر رجوع نہیں کرتا ہے اور یہ سب ضمان مددگار برادری پر واجب ہوگی کیونکہ یہ ضمان جنایت ہے اور اگر مغصوب نے خود اپنے تئیں قتل کر لیا یا کنوئیں میں گر گیا یا اُسپر دیوار گر گئی اور وہ مر گیا تو غاصب ضامن ہے پس اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور دیوار کی صورت میں اگر غاصب دیوار کے مالک کو دیوار توڑنے کیواسطے پہلے اعلام کر چکا ہے (یعنی اُسکو ڈھا دے کہ یہ معرض سقوط میں ہے) تو عاقلہ غاصب کو مالک دیوار سے واپس لینے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر اسکو کسی نے عمداً قتل کیا تو اولیاء مغصوب کو اختیار ہوگا چاہیں قاتل کو قصاصاً قتل کریں اور غاصب بری ہو جائیگا یا غاصب کو ضامن قرار دیکر اُسکی مددگار برادری سے دیت لے لیں پھر غاصب کی مددگار برادری مال ضمان قاتل سے واپس لیگی مگر اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ قاتل کو قصاصاً قتل کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر آزاد نابالغ کو غصب کیا پھر وہ غرق ہو گیا یا جل گیا تو غاصب ضامن ہوگا اور اگر خود قضا سے مر گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانتہ المفتین میں ہے۔ اور اگر نابالغ نے خود اپنے تئیں قتل کر لیا تو اُسکی دیت غاصب کے مددگار برادری پر ہوگی اور اُسکی مددگار برادری نابالغ کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے اور اسی طرح اگر اُس نابالغ نے اپنے بدن کے کسی عضو پر مثل ہاتھ یا پاؤں و اُسکے اشباہ کے جنایت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر جانور سواری پر سوار ہو کر اپنے تئیں اُسپر سے (مثلاً اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا ۱۲) گرا دیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہ سب امام ابو یوسف رحمہ کا قول ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ نابالغ کی اپنے نفس پر جنایت کرنے سے غاصب پر ضمان نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غاصب کے پاس نابالغ نے کسی شخص کو قتل کیا (یعنی خطا سے قتل کیا ۱۲) پھر غاصب نے وہ نابالغ اُسکے باپ کو واپس دیا پھر نابالغ کی مددگار برادری نے شخص مقتول کی دیت ادا کی تو اُسکی مددگار برادری کو غاصب سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام جسکے ساتھ

لہ مضمون جیسے مدبر وہ غلام کہ جسکو کہدیا کہ میری موت کے بعد آزاد ہے تو اب بھی یہ محض مال نہ رہا بلکہ ایک وجہ سے اسمیں حق آزادی ہے لیکن غصب کرنے سے اس کی ضمان لازم آتی ہے ۱۲

اُسکے مولے کا مال ہے غصب کیا تو وہ شخص مال کا بھی غاصب ہوجائیگا حتے کہ اگر غلام بھاگ گیا تو غاصب اُس مقدار
مال اور قیمت غلام کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی نے آزاد کو غصب کیا اور اُسکے تن پر کپڑے موجود ہین تو بدینوجہ کہ
مغصوب اُسکے قبضہ مین ہے اُسکے کپڑون کی ضمان غاصب پر واجب نہ ہوگی لیکن اگر بجائے آزاد کے غلام کو
غصب کیا اور اُسپر لباس ہے تو مثل اُسکے عین کے اُسکے لباس کا بھی ضامن ہوگا اور اُسکے پاس لباس کی ضمان
اُسکے عین کی ضمان کی تابع ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور اگر مغصوب مملوک مدبر ہوا اور وہ غاصب کے پاس سے
بھاگ گیا تو غاصب اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسلیے کہ مدبر بسبب غصب کے مضمون[1] ہوتا ہے لیکن ادائے
ضمان سے غاصب اُسکا مالک نہوجائیگا حتی کہ اگر وہ ظاہر ہوجائے تو اُسکے مولی کو واپس کرکے اپنی قیمت واپس
کرلے اور غاصب کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنی قیمت وصول کرنے کی غرض سے اُسکو روک رکھے یہ شرح طحاوی مین ہے
ایک شخص نے ایک مدبر کو غصب کیا کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر اُسکے پاس بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر اس سے
دوسرے شخص نے غصب کرلیا پھر وہ دوسرے کے پاس سے بھاگ گیا یا مرگیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے
جس سے چاہے اُسکے وقت غصب کی قیمت تاوان لے یعنی چاہے تو غاصب اول سے ایک ہزار درم تاوان لے اور وہ
دوسرے سے دو ہزار درم واپس لے لیگا مگر اسمین سے ایک ہزار اُسکو حلال طیب ہین اور باقی ایک ہزار درم صدقہ کردے
پھر اگر وہ مدبر ظاہر ہوا تو ملک مولی مین عود کریگا اور مولے پر واجب ہوگا کہ غاصب اول کو اُسکے ہزار درم واپس کردے
اور غاصب اول پر واجب ہوگا کہ دوسرے کو اُسکے دو ہزار درم واپس کردے۔ پھر اگر مولے نے اول سے ضمان لینا
اختیار کیا اور بعد اختیار کے قبل استیفا رمال کے وہ مدبر دوسرے غاصب کے قبضہ مین عود کر آیا اور اُسکے پاس
مرگیا تو دوسرا ضامن نہ ہوگا کیونکہ دوسرا اُسکے ضمان غصب سے جبھی بری ہوگیا کہ جب مولے نے اول سے ضمان لینا
اختیار کیا اور پھر اسکے بعد اُسکی طرف سے منع نہین پایا گیا حتے کہ اگر مولے نے اُس سے طلب کیا ہو اور اُس نے
دینے سے انکار کیا ہو اور پھر وہ غلام مرگیا تو دوسرا ضامن ہوگا اسواسطے کہ مالک کو دینے سے انکار کرنا یہ از سر نو
غصب ہے اور اسی طرح اگر دوسرے نے اُسکو خطا سے قتل کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے پس مولی کو اختیار ہوگا کہ اول کو ہزار
درم اُسکے واپس کرکے دوسرے کی مددگار برادری سے دو ہزار درم تاوان دیت لے۔ اور اگر مولے نے اول
کو ہنوز کچھ ضامن نہ کیا ہو یہان تک کہ دوسرے نے اُسکو قتل کیا پھر اسنے اول کو ضامن کیا خواہ وہ دوسرے
کے قتل کرنیکو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو تو دوسرا بری ہوجائیگا اور پہلے کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے دوسرے سے
ضمان غصب لے لے یا دوسرے کی مددگار برادری سے ضمان جنایت لے یہ کافی مین ہے۔ اگر کسی نے ام ولد غصب
کرلی اور وہ اُسکے پاس مرگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اگر اپنی موت سے مری ہے تو غاصب اُسکا ضامن نہوگا اور
اگر کسی ایسے سبب سے مری جس سے نابالغ آزاد کی صورت مین ضمان واجب ہوتی ہے تو غاصب فی الحال سے نیم

[1] مضمون یعنے مدبر وہ غلام کہ جسکو کہدیا کہ میری موت کے بعد آزاد ہے تو اب بھی یہ محض مال نہ رہا بلکہ ایک وجہ سے اسمین حق آزادی
ہے لیکن غصب کرنے سے اس کی ضمان لازم آتی ہے ۱۲

مال سے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ ام ولد مضمون ہونے مین بہ نسبت نابالغ[لہ] آزاد کے احق ہی اسلیے کہ اسکا مال ہونا بہ نسبت نابالغ آزاد کے اولی ہی اور اگر کسی نے مدبرہ باندی کو غصب کیا اور وہ اسکے پاس مرگئی تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے

چودھوان باب متفرقات مین - اگر غاصب نے مغصوب کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مالک نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو اجازت صحیح ہوجائیگی بشرطیکہ اس اجازت مین شرائط اجازت پائی جاوین اور وہ شرائط یہ ہین کہ بائع و مشتری و معقود علیہ قائم ہون اور یہ کہ اجازت قبل خصومت کے ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور موافق ظاہر الروایۃ کے قیام ثمن شرط نہین ہی جبکہ وہ بیع بعوض دراہم و دنیار کے واقع ہوئی ہو اور اگر مالک نے غاصب کے ساتھ خصومت کرکے قاضی سے درخواست کی کہ میرے نام ملک کی ڈگری فرماوے پھر بیع کی اجازت دی تو امام اعظم رح کے قول پر ایسی اجازت صحیح نہین ہی ایسا ہی شمس الائمہ حلوائی و شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ موافق ظاہر الروایت کے اجازت صحیح ہی پس اگر وقت اجازت کے قیام مبیع معلوم نہو مثلاً وہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگ گیا تو ظاہر الروایۃ مین مذکور ہی کہ اجازت صحیح ہی اور اگر غاصب نے ثمن پر قبضہ کرلیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر مالک نے بیع کی اجازت دیدی تو وہ ثمن تلف شدہ مالک کا مال گیا بدینوجہ کہ اجازت انتہا مین ابتدا سے اجازت کے اعتبار مین ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر غاصب نے مال مغصوب کا مغصوب منہ کیطرف سے بسبب بیع یا ہبہ یا ارث کے بعد دوسرے کے ہاتھ اُسکے فروخت کرنیکے مالک ہوا تو بیع باطل ہوجائیگی بسبب اُسکے کہ ملک قطعی ملک موقوف پر طاری ہوئی یہ خلاصہ مین ہی اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اس راہ سے چلا جا کہ یہ مامون ہی پس وہ اُسی راستہ گیا اور راہ مین اُسکو لصوص نے پکڑا[چور ون ۱۲] تو راہ بتلانیوالا ضامن نہوگا اور اگر راہ بتلانیوالے نے یون کہا ہو کہ اگر یہ راستہ خوفناک نکلا اور تیرا مال چھن گیا تو مین ضامن ہون اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو ضامن ہوگا پس اس جنس کے مسائل مین قاعدہ یہ ہوا کہ فریب کیوجہ سے دھوکا کھانیوالے کا حق ضمان دھوکا دینے والے پر جبھی ثابت ہوتا ہی کہ یہ امر کسی عقد معاوضہ کے ضمن مین واقع ہو یا صریحاً دھوکا دینے والا بضمانت اُس سے سلامتی کو بیان کرے - اور اسیطرح اگر اُسنے دوسرے سے کہا کہ تو یہ کھانا کھالے کہ یہ طیب ہے پس وہ زہر ملا ہوا نکلا تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کے جانور کی پیٹھ پر بدون اُسکی اجازت کے بار لادا یہانتک کہ جانور کے پاؤن ورم کرگئے پس مالک نے اُسکو چیرا تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ انتظار کیا جاوے پس اگر جراحت مندمل[ملہ] ہوجاوے تو کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر نقصان رہا پس اگر چیرنے سے رہا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ورم سے رہا تو غاصب ضامن ہوگا اسیطرح اگر جانور مرگیا تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قسم کے ساتھ

لہ اقول اسمین تامل ہی کیونکہ طفل آزاد کا مضمون ہونا بوجہ مالیت نہین بلکہ بجنایت ہی - یہ جواب ہوسکتا ہی کہ غصب پر قیاس کیا گیا کیونکہ حد سے تجاوز و تعدی دونون مین موجود ہی تو اولی یہ تھا کہ اسکا نفس مائل بمالیت ہے مع وجہ وحسرم کے ۱۲ اسلہ منہ رح

ملہ یعنی کھر آوے ۱۲

اُس شخص کا قول قبول ہوگا جسنے جانور سے کام لیا ہی پس اگر قسم کھا گیا تو جانور کے تاوان سے بری ہو جائیگا مگر ضمان نقصان سے بری نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص کے ایک درخت سے جو اُسکی ملک مین قائم ہی شاخین پھوٹ کر پڑوسی کیطرف گیئن پس پڑوسی نے چاہا کہ اپنی ہوا سے فضا صاف کرنے کیواسطے انکو قطع کرے تو اُسکو ایسا اختیار ہی ایسا ہی امام محمد رح نے ذکر فرمایا اور شیخ ناطقی اپنے واقعات مین فرماتے ہین کہ ظاہر لفظ امام محمد رح اس امر کو مفید ہی کہ پڑوسی کو بدون اجازت قاضی کے قطع کرنے کی ولایت حاصل ہی اور بعض نے فرمایا کہ اسکی دو صورتین ہین کہ اگر تفریغ ہوا شاخون کے درخت کیجانب کھینچکر رسی سے باندھنے سے ممکن ہو تو پڑوسی قطع نہین کر سکتا ہی اور اگر قطع کریگا تو ضامن ہوگا ولیکن مالک درخت سے طالب ہوگا کہ شاخین درخت کیطرف کھینچکر اپنی رسی سے باندھدے اور اگر اُسنے جھگڑا کیا تو قاضی اُسکے ذمہ یہ امر لازم کریگا اور اسی طرح اگر بعض شاخون کا درخت کی طرف کھینچکر باندھ دینا ممکن ہو تو ایسی شاخون کو نہین قطع کر سکتا ہی - اور اگر تفریغ ہوا بدون کاٹنے شاخون کے ممکن نہ ہو تو اولی یہ ہی کہ مالک درخت کو خبر کرے کہ وہ شاخونکو کاٹ دے یا اُسکو کاٹنے کی اجازت دیدے اور اگر آگاہی پر اُسنے انکار کیا تو یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ قاضی اسکو کاٹ ڈالنے پر مجبور کرے - اور اگر پڑوسی نے ان باتون مین سے کچھ نہ کیا بلکہ ابتدائً خود ہی شاخین کاٹ ڈالین پس اگر ایسی جگہ سے کاٹی ہین کہ اُس جگہ سے اونچی یا نیچی کاٹنا مالک کے حق مین مفید تر نہین ہی تو ضامن نہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب الصلح مین ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے بھی شرح کتاب الصلح مین ذکر فرمایا کہ جب پڑوسی نے اُنکے کاٹنے کا قصد کیا تو فقط اپنی ذاتی ملک مین کاٹ سکتا ہی اور اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے پڑوسی کے بستان مین جاکر شاخون کو کاٹے مصنف رح فرماتے ہین کہ ہمارے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اپنی جانب سے اُس کو کاٹنے کا اختیار جبھی ہوگا کہ جب اپنی طرف سے کاٹنے مین ویسا ہی ضرر متصور ہو جیسا مالک کیطرف سے جاکر کاٹنے مین ہی اور اگر مالک کیطرف سے کاٹنے مین کم ضرر ہو تو پڑوسی اُنکو نہین کاٹ سکتا ہی مگر اُسکو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی مالک کو اُنکے کاٹنے کا حکم کرے پس اگر اُسنے جھگڑا کیا اور کاٹنے سے انکار کیا تو قاضی اپنا نائب کرکے بھیجیگا تاکہ مالک درخت کیطرف سے جاکر اُنکو چھانٹ دے پھر واضح ہو کہ جس صورت مین پڑوسی اُنکے کاٹنے سے ضامن نہین ٹھہرتا ہی اگر پڑوسی نے خود اُنکو قطع کیا تو مؤنت قطع مین جو کچھ اُسکو خرچہ پڑا وہ مالک درخت سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص کے شہتیر پڑوسی کی دیوار پر اسطرح رکھے ہوئے تھے کہ اُنکے کنارے باہر نکلے تھے اور اُس دیوار کے حال سے ظاہر تھا کہ ایسا بار نہین اُٹھا سکتی ہی پس مالک دیوار نے انکو کاٹ دیا پس اگر شہتیرون کے مالک کو اسطرح آگاہ کر دیا تھا کہ تو انکو اُٹھا لے ورنہ مین کاٹ ڈالونگا تو ضامن نہوگا کیونکہ شہتیر کا مالک اُسکے قطع پر راضی ہوگیا اور اگر اُسکو آگاہ نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہی - زید نے عمرو کا کپڑا غصب کرکے اُسکی قمیص قطع کرکے سی پھر اُس قمیص کو خالد نے استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو عمرو کپڑے کی قیمت زید سے تاوان لیگا اسیطرح اگر گیہون غصب کرکے اُنکو پیسا پھر خالد نے آٹا استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو بھی عمرو اپنے گیہون کے مثل زید سے لے لیگا اسیطرح اگر گوشت غصب کرکے اُسکو بھونا اور بھونے ہوئے کو خالد نے استحقاق مین لے لیا

تو بھی عمرو اپنے گوشت کی قیمت زید سے لے سکتا ہے اور اگر خالد نے اسطرح گواہ قائم کیے ہون کہ یہ کپڑا سینے سے پہلے
سے میرا ہے یا یہ گیہون پیسنے سے پہلے سے میرے ہین یا یہ گوشت بھوننے سے پہلے سے میرا ہے تو پھر مغصوب منہ یعنی
عمرو کو زید سے کچھ تاوان لینے کا اختیار نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی نے ایک کپڑا غصب کر کے قطع کیا مگر اسکو نہین
سیا یا بکری غصب کر کے ذبح کی حتی کہ مال مغصوب سے حق مالک منقطع نہین ہوا پھر کسی شخص نے باثبات استحقاق اسکو
لے لیا تو غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک غلام پانی کا کوزہ مولی کے بیت کیطرف لینے
مولی کی اجازت سے اُٹھائے لیئے جاتا تھا پھر بغیر اجازت اُسکے مولی کے ایک شخص نے کوزہ اُسکو دیا کہ میرے واسطے
حوض سے پانی بھرے اُٹھائے لیے چل پس راستہ مین وہ غلام مرگیا تو یہ شخص کل قیمت غلام کا ضامن ہوگا کیونکہ
اُسکا کام غلام کے مولی کے کام کا ناسخ ہوگیا پس کل غلام اُسکا مغصوب ہوگیا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر موقوذہ[۲] مجوسی کو
کسی مسلمان نے غصب کر کے تلف کر دیا تو ستناقی رح نے صحیح بیان فرمایا ہے کہ مسلمان ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر
اخلاطی مین ہے ایک شخص نے اپنا درخت کاٹا اور اُسکی جڑین دوسرے شخص کی عمارت کے نیو کے نیچے پیوست
ہوگئی ہین پس صاحب عمارت نے جڑین کاٹنے سے اُسکو روکا تو مالک درخت کیواسطے اُسکے درخت کی جڑون کا
ضامن ہوگا یہ ملتقط مین ہے۔ ایک شخص نے دو انڈے غصب کر کے ایک کو ایک مرغی کے نیچے بٹھایا اور دوسرے کو دوسری مرغی
نے خود سے لیا اور دونون سے دو بچے نکلے تو دونون بچے غاصب کے ہونگے اور اُسپر تاوان دو انڈے واجب ہونگے اور مسئلہ
مذکورہ مین بجائے غصب کے دونون انڈے ودیعت ہون تو جو بچہ مرغی کے خود ہی سینے سے نکلا ہے وہ مستودع کا ہوگا
انڈے کے مالک کا نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس ایک انڈا غصب کا اور دوسرا ودیعت کا ہو
اور انکو ایک مرغی نے سیا اور اُن سے دو بچے نکلے تو ودیعت کے انڈے کا بچہ مالک ودیعت کا ہوگا اور غصب والے
کا بچہ غاصب کا ہوگا[۱] اور یہ بمنزلہ اس صورت کے ہے کہ ایک شخص کے پاس دو قفیز گیہون ایک قفیز ودیعت اور ایک
قفیز غصب تھے پھر دونون کو ہوا نے اُڑا کر ایک زمین مین ڈالا اور دونون قفیز اُگے تو ودیعت سے جو کھیتی اُگی وہ
صاحب ودیعت کی اور جو غصب سے اُگی وہ غاصب کی ہوگی اور مغصوب منہ کو ایک قفیز گیہون غاصب تاوان دیگا۔
پھر اگر دونون بچون کی ایک دوسرے سے شناخت نہو تو بعینہٖ ودیعت مین کہ یہ ودیعت کا بچہ ہے غاصب کا قول قبول ہوگا
اور اگر غاصب نے کہا کہ مین نہین پہچانتا ہون تو دونون بچے دونون مین مشترک رہینگے اور غاصب پر غصب کا تاوان
ایک انڈا واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر میت کے قرضدارون سے کسی ظالم نے مال میت جو اُسپر آتا ہے لے لیا
تو میت کا قرضہ اُنپر بحالہ باقی رہیگا یہ تاتارخانیہ مین بہ نقل خانیہ سے منقول ہے۔ اگر غاصب نے دار فروخت کر کے مشتری
کے سپرد کر دیا پھر غصب کا اقرار کیا اور مالک دار کے پاس گواہ نہین ہین تو غاصب کا اقرار حق مشتری مین باطل ہوگا
پھر امام اعظم رح اور آخر قول امام ابو یوسف کے موافق مالک کیواسطے غاصب پر کچھ ضمان نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر

---

(۱) ہوگا اسواسطے کہ حالت غصب سے اسکی ملکیت ثابت ہوئی ۱۲ (۲) موقوذہ یعنی مجوسی نے کوئی مرغی وغیرہ ٹھیک کر یا گلا گھونٹ کر ماری تھی چونکہ وہ اسکو کھاتا ہے تو اسی کے حق مین حلال ہے ۱۲

ایک شخص طحان کے پاس گیہون لایا اور طاحونہ[چکی ۱۲] کے صحن مین رکھکر طحان کو حکم دے گیا کہ رات کو اندر داخل کر لینا اُسنے داخل نہ کیے اور رات کو سیندہ لگا کر چوری ہو گئی پس اگر صحن طاحونہ بلند دیوار سے کہ جسپر بدون سیڑھی لگائے نہ چڑھا جا سکتا ہو ویسے محیط ہو تو طحان ضامن نہوگا اور اگر اُسکے برخلاف ہو تو ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے موزہ دوز کو سینے کیواسطے موزہ دیا اُس موزہ کو موزہ دوز باہری دوکان مین رکھکر دوکان کا دروازہ کھلا ہوا چھوڑکر بدون نگہبان بٹھلانیکے نماز کو چلا گیا اور وہ موزہ چوری گیا تو موزہ دوز ضامن ہوگا اسلیے کہ وہ مضیع ہے یہ کبری مین ہے۔ دھوبی کو جو کپڑا دیا گیا تھا اُسمین اُسنے اپنے کام پر جانے کے وقت روٹیان رکھین اور وہ چوری گیا پس اگر اُسمین اسطرح لپٹی ہون جیسے رومال مین چیز رکھکر لپیٹی جاتی ہے تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے وہ کپڑا اپنی بغل مین دبایا پھر اُسمین روٹیان کھونس لین تو ضامن نہوگا یہ جیز کردری مین ہے۔ حمال نے اگر بیابان مین بوجھ اُتارا اور باوجود اُسکے کہ وہان سے منتقل کرنا اُسکو ممکن تھا مگر منتقل کرکے نہ چلا یہانتک کہ بسبب بارش یا چوری کے وہ متاع برباد ہوئی تو حمال ضامن ہوگا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ یہ اُسوقت ہے کہ جب بارش یا چوری کا گمان غالب ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے حمال کو کچھ اسباب کسی شہر تک پہونچانیکے واسطے دیا اور حمال لادکر چلتے چلتے ایک بڑی نہر پر آیا اور اس نہر مین برف کے ٹکڑے پانی مین بہتے تھے جیسا کہ موسم سرما مین ہوتا ہے پس حمال ایک ٹکڑے پر سوار ہوا اور اُس ٹکڑے کے پیچھے پیچھے اور ٹکڑے پانی کی رو مین آتے جاتے تھے پس ٹکڑون کے بہاؤ سے وہ ٹکڑا حمال کے قابو سے نکل گیا اور بوجھ پانی مین گر پڑا پس اگر لوگ ایسی صورت سے بدون کسی تکبر کے عبور کرتے ہین تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ کبری مین ہے۔ اگر ایک شخص اونٹون کی قطار مین آیا اور بعض کو کھول دیا[۱] تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے کوئی اونٹ غصب نہین کیا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا غلام زنجیر سے بندھا ہوا دوسرے کو دیا کہ اسکو مع زنجیر اپنے گھر کو لیجا پس وہ شخص بدون زنجیر کے لے چلا پھر وہ غلام بھاگ گیا تو ضامن نہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے کی بکریون کے صوف بدون مالک کی اجازت کے جھاڑ کر اُسکے نمدے بنائے تو نمدے غاصب کے ہونگے کیونکہ اُسکی ساخت سے تیار ہوئے ہین پھر اسکے بعد دیکھنا چاہیے کہ اگر صوف جھاڑ لینے سے بکریون کی قیمت مین کچھ نقصان نہین آیا تو غاصب پر اُسکے مثل صوف واجب ہے اور اگر نقصان آیا ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے اسکے مثل صوف لے لے یا بکریون مین جو کچھ نقصان آیا ہے وہ نقصان لے لے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا ایک غلام یا چوپایہ غصب کیا اور مغصوب منہ غائب ہو گیا پس غاصب نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھسے یہ مال مغصوب لے لیا جاوے یا مجھے اُسکے نفقہ دینے کا حکم دیا جاوے تاکہ مین مالک سے خرچہ واپس لون تو قاضی اُسکی درخواست کو منظور نہ فرمائیگا اور اُسکا نفقہ غاصب کے ذمہ رہیگا اور اگر قاضی نے مغصوب منہ پر اُسکے نفقہ کی ڈگری کردی تو اُس سے مغصوب منہ پر کچھ واجب نہوگا اور اگر مثلاً اسوجہ سے کہ غاصب کی ذات سے خوف ہے قاضی کی رائے مین آیا کہ غلام یا جانور کو فروخت کرکے اسکا ثمن مالک کیواسطے رکھ چھوڑے تو ایسا کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان

---

[۱] نہین کیا پس تاوان متعلق نہوا دیکن یہ حرکت ایذا رہے تو اس کو سزا دیجاویگی ۱۲ کہ کہ کو کو کہ کہ

مین ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے کتاب الصرف مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر کسی نے چاندی کا کنگن ایک دینار کے عوض
خرید کر کے دینار اُسکو دیدیا اور کنگن پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ ایک شخص نے آکر کنگن پر قبضہ کر لیا اور مشتری نے اُسکے قبضہ کی
اجازت دی پھر کنگن اُسکے قبضہ مین تلف ہوگیا تو قابض ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے گھر مین ہدف بنایا تھا
پس اُسنے ہدف کیطرف تیر مارا اور وہ تیر تجاوز کر کے پڑوسی کے گھر مین پہونچا اور وہان کسی چیز کو خراب کیا یا کسی آدمی کو قتل
کیا تو تیر انداز ضامن ہوگا پس مال کی ضمان تیر انداز کے مال پر اور جان کی ضمان دیت تیر انداز کی مددگار برادری پر ہوگی
یہ ظہیریہ مین ہی شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ایک گانون مین گذرا اُسکے ساتھ ایک گٹھا نرکل کا گدہے پر لدا
ہوا تھا اور وہان لڑکون نے ایک کوچہ مین آگ جلائی تھی اُنھون نے تھوڑی آگ نرکل مین ڈالدی پس گٹھے مین آگ
لگ گئی پس وہ گدہا ایک سطح کے نیچے چیر چلا جسکی لکڑیان تھین گھس گیا اور نرکل سے آگ بلند ہوکر لکڑیون مین جا لگی
اور لکڑی والون نے وہ لکڑیان گدھے پر ڈالدین پس گدہا جلگیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر یہ لکڑیان نرکل کے ساتھ افروختہ ہوئی
ہون تو آگ ڈالنے والے اور لکڑیان ڈالنے والے دونون ضامن ہونگے یہ حاوی مین ہی۔ ایک محلہ مین آگ لگ گئی پس ایک
شخص نے دوسرے کا گھر بدون اُسکی اجازت کے ڈہا دیا حتی کہ آگ اُسکے گھر سے منقطع ہوگئی تو وہ شخص ضامن ہوگا لیکن
بحکم سلطان ایسا نہ کیا ہو مگر اُسپر گناہ نہوگا اسواسطے کہ اُسنے غیر کی ملک اُسکی بلا اجازت اور بلا اجازت اُس شخص کے جو اُسپر
والی ہی منہدم کردی ہی و لیکن اسکو تعزیر دیجائیگی اور یہ مسئلہ نظیر مسئلہ مضطر کا ہی جبکہ مضطر نے دوسرے کا کھانا بدون اُسکی اجازت
کے حالت اضطرار مین کھایا ہو یہ محیط مین ہی۔ ایک کشتی مین چند آدمیون کا بار لدا ہوا ہی اور وہ کشتی بعض جزائر مین اٹک گئی
پس ایک شخص نے بعض بار کو دور کردیا تاکہ کشتی ہلکی ہوجاوے پھر ایک شخص آیا اور وہ بار جو اُتارا گیا ہی لے گیا پس آیا اُتارنے
والے پر ضمان عائد ہی یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین اگر غرق کشتی کا خوف نہ تھا تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص غاصب
ہوجائیگا اور اگر خوف غرق تھا پس اگر غرق سے بیخوف ہونے سے پہلے لیجانیوالا لیگیا تو نکالنے والا ضامن نہوگا اور اگر
غرق سے بیخوف ہوجانیکے بعد لے گیا تو اُتارنیوالا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے تنور مین آگ روشن کی
اور اسمین تنور کی برداشت سے زیادہ لکڑی ڈالی پس آگ نے اُسکا گھر جلایا اور اسکا اثر پڑوسی کے گھر تک پہونچا کہ جس سے
اُسکا گھر بھی جل گیا تو تنور کا مالک ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ فتاوی نسفی مین ہی کہ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی ملک مین بدون اُسکی اجازت کے آگ روشن کی اور وہ متعدی ہوکر گیہون کے
کھلیان یا دوسرے مال پر پہونچی اور مال کو سوختہ کردیا پس آیا یہ شخص ضامن ہوگا فرمایا کہ نہین اور اگر اُسی جگہ جہان آگ
روشن کی گئی ہی کوئی چیز جلادی تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک
قریہ کے صحرا مین جو اہل قریہ کے چوپایون کی شب گذاری کی جگہ ہی بدون کسی کی اجازت کے ایک گڈھا کھودا کہ اسمین
اپنا غلہ بھرتا تھا پھر اُس گڈھے مین ایک شخص نے آگ روشن کی بغرض اور اسمین کسی کا گدہا گر کر مر گیا تو شیخ رح
نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اُس قیاس پر ہی جو ہمارے اصحاب نے فرمایا ہی کہ اگر کسی شخص نے چوڑے عام راستہ پر ایک کنوان
کھودا اور دوسرے نے اسمین ایک پتھر ڈالدیا پھر اسمین ایک شخص گر پڑا اور اُسکے پتھر کا صدمہ اُٹھاکر مر گیا تو اُسکی دیت

کنوان کھودنیوالے پر ہوگی اسی طرح ہمارے اس مسئلہ مین جبکہ گدھا اُسمین گر کر جل گیا تو ضمان اُسکے کھودنیوالے پر ہوگی یہ حاوی مین ہے اگر کسی نے دوسرے کی دار مین بعیر مغتلم داخل کر دیا اور دار مین مالک دار کا بعیر تھا پس مغتلم اُسکے ساتھ جفتی کر بیٹھا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے فقیہ ابو اللیث رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مالک دار کی اجازت سے داخل کیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر بدون اُسکی اجازت کے داخل کیا ہو تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعیر مغتلم وہ اونٹ ہے جو فرط شہوت سے مست ہو گیا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ شیخ وبری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین سینچکر نہر کا نقبہ خوب مضبوط بند نہ کیا یہانتک کہ پانی کے فساد سے پڑوسی کو ضرر پہونچا پس آیا اُسپر ضمان واجب ہوگی تو فرمایا کہ اگر وہ نہر مشترک ہو تو ضامن ہوگا جبکہ نقبہ نہر کے بند کرنے مین قصور کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر عورت نے اپنے شوہر کی روئی کا سوت کاتا تو اُسکی چند صورتین ہین یا تو شوہر نے اُسکو کاتنے کی اجازت دی ہو یا کاتنے سے منع کیا ہو یا اجازت نہ دی ہو اور منع بھی نہ کیا ہو بلکہ سکوت کیا ہو یا عورت کے کاتنے سے آگاہ نہ ہوا ہو پس اگر اُسکو اجازت دی ہو تو اُسکی چار صورتین ہین یا تو اُس سے کہا کہ اسکو میرے واسطے کات دے یا کہا کہ اپنے واسطے کات لے یا کہا کہ اسکو کات تاکہ کپڑا میرا و تیرا ہو یا کہا کہ اسکو کات اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس اول صورت مین یعنی جبکہ یون کہا کہ میرے واسطے کات دے وہ تمام سوت شوہر کا ہوگا پس اگر کہا ہو کہ میرے واسطے اسقدر اجرت پر کات دے تو سوت شوہر کا ہوگا اور اُسپر عورت کے واسطے اجر مسمّٰی واجب ہوگا اور اگر اجرت کا ذکر نہ کیا ہو تو سوت شوہر کا ہوگا اور شوہر پر کچھ واجب نہوگا کیونکہ وہ عورت از راہ ظاہر متطوعہ ہے اور اگر دونون نے اختلاف کیا عورت نے کہا کہ مین نے باجرت کاتا ہے اور شوہر نے کہا کہ مین نے اجرت کا ذکر نہین کیا تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر عورت سے کہا ہو کہ اپنے واسطے کات لے تو سوت عورت کا ہوگا اور شوہر اُسکو روئی ہبہ کرنے والا قرار دیا جائیگا اور اگر دونون نے اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ مین نے فقط تجھ سے یہ کہا تھا کہ تو سوت کات اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے کہا کہ اپنے واسطے کات لے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر شوہر نے کہا ہو کہ اسکو کات تاکہ کپڑا میرے تیرے درمیان مشترک ہو تو تمام سوت شوہر کا ہوگا اور اُسپر عورت کیواسطے اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ شوہر نے اُسکو جزو حاصل پر اجیر کیا پس اجارہ فاسد ہوگا تو اجر المثل واجب ہوگا جیسا کہ اس صورت مین ہے کہ کسی جولاہہ کو آدھے پر کپڑا بننے کو سوت دیا تو تمام کپڑا مالک سوت کا ہوتا ہے اور اُسپر جولاہہ کا اجر المثل واجب ہوتا ہے۔ اور اگر شوہر نے اُس سے کہا کہ اسکو کات اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو تمام سوت شوہر کا ہوگا اور اُسپر کچھ واجب نہوگا کیونکہ عورت نے من حیث الظاہر تبرعاً کات دیا ہے۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ عورت کو شوہر نے کاتنے کی اجازت دی ہو۔ اور اگر اسکو کاتنے سے منع کیا ہو اور عورت نے بعد ممانعت کے کاتا تو سوت عورت کا ہوگا اور اُسپر شوہر کیواسطے اُسکی روئی کے مثل روئی واجب ہوگی کیونکہ عورت غاصبہ مستہلکہ ہوگئی پس ضامن ہوگی جیسے کہ ایک شخص نے گیہون غصب کر کے اُنکو پیس ڈالا تو امام اعظم رح کے نزدیک آٹا غاصب کا ہوگا اور اُسپر مغصوبہ گیہون کے مثل واجب ہونگے ۔ اور اگر شوہر نے نہ اُسکو اجازت دی ہو اور نہ منع کیا ہو بلکہ

عورت نے کاتا تو دو صورتین ہین اگر اُسکا شوہر روئی فروش ہو تو سوت عورت کا ہوگا اور عورت پر اُسکے مثل روئی شوہر کیواسطے واجب ہوگی کیونکہ شوہر روئی کو تجارت کیواسطے خریدتا تھا پس ممانعت من حیث الظاہر پائی گئی تھی اور اگر شوہر روئی فروش نہو بلکہ وہ بازار سے روئی خرید کر اپنے گھر لایا ہو اور عورت نے سوت کات دیا تو اُسکا سوت شوہر کا ہوگا اور عورت کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور ہشام نے اپنے نوادر مین ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی روئی کو کاتا پھر دونون نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے میری اجازت سے سوت کاتا ہے پس سوت میرا ہے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے بدون تیری اجازت کے کاتا ہے پس سوت میرا ہے اور تیرے واسطے مجھپر تیری روئی کے مثل واجب ہے تو روئی کے مالک کا قول قبول ہوگا[1] یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر غلام مغصوب غاصب کے پاس مرگیا اور غاصب نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص سے غصب کیا تھا تو اُسکو حکم کیا جائیگا کہ مقر لہ کو اُسکی قیمت بطور ضمان دیدے پھر اگر دوسرا شخص آیا اور اُسنے گواہ قائم کیے کہ وہ میرا غلام تھا اور مجھ سے اُسنے غصب کر لیا تھا تو قاضی اُسکے نام قیمت کی ڈگری کر دیگا پھر جب قاضی نے گواہ قائم کنندہ کے نام قیمت کی ڈگری کر دی اور اُسنے قیمت لے لی تو مقر لہ کا غاصب پر کچھ حق نہ ہوگا پھر اگر ڈگریدار کیطرف سے بعینہ یہی قیمت بوجہ ہبہ یا ارث یا وصیت یا مبایعت کے غاصب کے پاس پہونچی تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ مقر لہ کو دیدے اور اگر غاصب کو ڈگریدار کی طرف سے سوائے قیمت ماخوذہ کے دوسرے درہم پہونچے پس اگر بوجہ ہبہ یا مبایعت کے پہونچے ہون تو مقر لہ کو دیدینے کا حکم نکیا جائیگا اور اگر بوجہ میراث یا وصیت کے پہونچے ہون تو مقر لہ کو دیدینے کا حکم کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ سیر العیون مین ہے کہ اگر مسلمان نے دوسرے مسلمان کی شراب کی مشک پھاڑ ڈالی تو شراب کا ضامن نہوگا مگر مشک کا ضامن ہوگا الا اُس صورت مین کہ پھاڑنیوالا امام المسلمین ہو کہ اُسکی رائے مین یہ مناسب معلوم ہوا تو ایسی صورت مین ضامن نہوگا کیونکہ یہ مختلف فیہ ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ذمی نے شہر مین شراب فروشی ظاہر کی تو اُس سے منع کیا جائیگا اور اگر کسی مسلمان نے اُسکی شراب کو تلف کر دیا تو ضامن ہوگا لیکن اگر تلف کنندہ امام المسلمین ہو کہ اُسکی رائے مین یہ امر مناسب معلوم ہو تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ امر مختلف فیہ ہے یہ محیط مین ہے۔ اور فتاوی خلاصہ مین لکھا ہے کہ اگر ذمیون نے مسلمانون کے درمیان شراب ظاہر کی اور کسی مسلمان نے بپابندی امر بالمعروف اُنکی شراب بہا دی اور خم توڑ ڈالے اور مشکین پھاڑ ڈالین تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ فتاوی مین ہے کہ ایک شخص دوسرے کے کپڑے مین چمٹ گیا اور کپڑے کو مالک کے ہاتھ سے اپنی طرف کھینچا پس وہ پھٹ گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مالک نے چمٹنے والے کے ہاتھ سے کھینچا ہو تو چمٹنے والا اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے کے لباس پر بیٹھ گیا اور صاحب لباس کو معلوم نہین پھر صاحب لباس کھڑا ہوا اور بیٹھنے والیکے بیٹھنے سے وہ کپڑا پھٹ گیا تو بیٹھنے والے پر نصف ضمان شق واجب ہوگی اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ نقصان شق کا ضامن ہوگا مگر اعتماد ظاہر الروایۃ پر ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے ایک مال عین کسی دلال کو اُسکے فروخت کرنے کیواسطے دیا اور دلال نے کسی دوکاندار کو دکھلایا اور اُسکے پاس چھوڑ دیا پھر دوکاندار بھاگ گیا اور وہ مال بھی لے گیا تو دلال ضامن ہوگا اور شیخ نسفی

[1] یہان روئی والے پر قسم نہین ہے اور اگر دوسرے نے اس پر اجرت کا دعوی کیا تو اس پر البتہ قسم عائد ہوگی ۱۲

نے اپنے فتاوی مین شیخ الاسلام ابوالحسن سے روایت کی ہی کہ دلال ضامن نہوگا اور یہی صحیح ہی کیونکہ جو فعل دلال سے سرزد ہوا اُس سے چارہ نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ شیخ ابوالفضل کرمانی نے اشارات الجامع مین ذکر کیا ہی کہ متاع کا غصب متحقق نہین ہوتا ہی اور اقضیہ مین مذکور ہی کہ متحقق ہوتا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ ایک شخص دوسرے کے بیت مین داخل ہوا اور مالک بیت نے اُسکو بالش پر بیٹھنے کی اجازت دی پس وہ بیٹھ گیا اور اسکے نیچے ایک تیل کی شیشی تھی جسمین تیل تھا کہ جسکو وہ نہین جانتا تھا پس شیشی ٹوٹ گئی اور تیل بہہ گیا تو تیل کی تاوان اور جو بالش پھٹ گئی اور شیشی ٹوٹ گئی اُسکا تاوان بیٹھنے والے پر واجب ہوگا اور اگر ایسا شیشہ کسی ملاءۃ کے نیچے ہو کہ اُس کو ڈھانک دیا ہو اور ملاءۃ پر بیٹھنے کی مالک نے اجازت دی ہو تو ایسی صورت مین بیٹھنے والا ضامن نہوگا اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ بالش کی صورت مین بھی بعض کے نزدیک ضامن نہوگا اور یہی اقرب القیاس ہی کیونکہ مثل ملاءۃ کے بالش بھی مسک جالس نہین ہوتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اسی طرح اگر اُسکو سطح پر بیٹھنے کی اجازت دی پس وہ سطح اجازت دینے والے کے مملوک پر گر پڑی تو بھی جالس ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک دلال کے پاس ایک کپڑا تھا وہ اسکو بیچتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ چوری کا کپڑا ہی پھر اُسنے اُسی شخص کو واپس کر دیا جسنے اُسکو فروخت کرنے کیواسطے دیا تھا پھر مسروق منہ نے دلال سے وہ کپڑا طلب کیا پس دلال نے کہا کہ مجھے جسنے دیا تھا مین نے اُسی کو واپس کر دیا ہی تو دلال بری ہوگا یہ محیط مین ہی۔ شیخ نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک مکتب کے لڑکون مع معلم کو سردی کی تکلیف پہونچی اور دیوار مین ایک روشندان کھلا ہوا تھا پس معلم نے کہا کہ کاش کوئی لڑکا اس قوطہ کو جو اس فلان لڑکے کے پاس ہی اس روشندان کو بند کر دیتا تو سردی دفع ہو جاتی پس ایک لڑکے نے ایسا ہی کیا پھر قوطہ تلف ہو گیا پس آیا معلم یا وہ لڑکا جسنے لیکر ایسا کیا ہی ضامن ہوگا فرمایا کہ نہین کیونکہ اُن لوگون کی موجودگی مین قوطہ اس سوراخ مین رکھنا قوطہ کی تضییع نہین ہی پس ضامن نہوگا اور بھی شیخ نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگ ایک باغ انگور کے اندر دبس تیار کرتے تھے پس ایک عورت انکی مدد کیواسطے آئی اور اُسنے بدون اُنھین سے کسی کی اجازت کے ایک طاس اس غرض سے لیا کہ کچھ عصیر اسمین لیوے اور وہ بہت گرم تھا پس عورت نے نہایت گرمی کے باعث سے زمین پر دے ٹپکا کہ وہ ٹوٹ گیا پس آیا وہ عورت ضامن ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ ہان اسواسطے کہ اُسنے دے ٹپکا ہے اور اگر اُسکے ہاتھ سے گر جاتا تو ضامن نہ ہوتی۔ اور بھی شیخ نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مر گیا اُسکے مرنیکے بعد اُسکے گھر کی دیوار منہدم ہو گئی اور نقد مال (یعنی درہم و دینار) نکلے پس قاضی کو یہ بات معلوم ہوئی اور اُسنے حکم دیا کہ اُس مال کو حاضر کرو تاکہ مین وارثون مین تقسیم کر دون پس وہ لوگ اُس مال کو قاضی کے پاس لے آئے اور چند روز اُسکے پاس رہا پھر امیر ولایت نے قاضی کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ مال میرے پاس بھیجدے تاکہ مین وارثون مین تقسیم کر دون پس قاضی نے اُسکے پاس بھیجدیا پھر امیر ولایت نے وارثون کو نہ دیا پس آیا وارثون کو قاضی سے ضمان مال لینے کا اختیار ہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان کذا فی الظہیریہ۔ مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کے ساتھ فعل جماع کیا اور اُسکا پردہ بکارت جاتا رہا تو امام محمد بن الحسن نے فرمایا کہ فاعلہ پر مفعولہ کا مہر مثل واجب ہوگا

اور فرمایا کہ یہ حکم ہکو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پہونچا ہے یہ محیط مین ہے۔ امام محمد رحمہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا پس ایک شخص مغصوب منہ کیواسطے ضامن ہوا کہ غاصب کل کے روز تجھے وہ غلام دیدیگا اور اُسنے ایسا نہ کیا تو مجھپر ہزار درم ضمانت کے ہونگے اور غلام کی قیمت فقط پچاس درم ہے پھر غاصب نے دوسرے روز مغصوب منہ کو وہ غلام نہ دیا تو ضامن پر غلام کی قیمت پچاس درم لازم ہونگے اور زیادتی باطل ہوگی۔ اور اگر غلام کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا تو مغصوب منہ کی قیمت متدعویہ مین سے ہزار درم تک قسم سے مغصوب منہ کا قول قبول ہوگا اور ہزار سے زیادہ مین ضامن کا قول قبول ہوگا یہ امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ اور اگر قیمت کی ضمان لی اور اُسکو مسمّی کردیا پھر دیکھا گیا تو یہ مقدار مسمی قیمت غلام سے اسقدر زیادہ ہے کہ ایسی زیادتی لوگ اپنے اندازہ مین برداشت کر جاتے ہین تو یہی مقدار غلام کی قیمت قرار دیجائیگی پس ضامن پر اسقدر مقدار مسمّی واجب ہوگی اور اگر اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ اپنے اندازہ مین ایسی زیادتی کا خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو جسقدر اٹھا جاتے ہین اس سے جسقدر زیادہ ہے وہ باطل ہوجائیگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا کپڑا غصب کرکے پہن لیا پھر مغصوب منہ نے آکر اپنا کپڑا کھینچا اور غاصب کو یہ معلوم نہ ہوا کہ یہی کپڑے کا مالک ہے پس کشمکش مین کپڑا پھٹ گیا تو غاصب پر تاوان واجب نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے مجھے واپس دے اور غاصب نے انکار کیا پس مالک نے اس زور سے کھینچا کہ ایسا کپڑا اس زور سے کھینچنے کی عادت نہین ہے پس وہ کپڑا پھٹ گیا تو بھی غاصب ضامن نہ ہوگا اور عادۃً جسطرح لوگ کھینچا کرتے ہین اسی طرح کھینچا اور وہ پھٹ گیا تو غاصب نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے اپنے ملک کا کپڑا پہنا اور اُس کو ایک شخص نے اس طرح کھینچا کہ ایسے کپڑے کی اس طرح کھینچنے کی عادت نہین ہے اور وہ کپڑا پھٹ گیا تو کھینچنے والے پر پوری قیمت واجب ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر کوئی شخص غاصب دار مغصوبہ مین بیمار ہوا تو اُسمین اُس کی عیادت نہ کیجائے گی اور سفیان ثوری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ اصحاب[۱] صرافی کے پاس جاتے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے اور فقیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ملتقط مین ہے۔ ایک مغصوبہ باندی بچہ جنی اور اُس نے کچھ مال کمایا اور کچھ ہبہ کیا گیا اور اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور اس سے شبہہ مین وطی کی گئی پھر وہ مرگئی اور یوم غصب کی قیمت کی ڈگری ہوئی تو بچہ اور ہبہ اور کمائی سب مولے کی ہوگی اور عقر اور ارش غاصب کو ملے گا۔ اور اگر بلا حکم قاضی اُسکی قیمت پر باہمی صلح کر لی تو یہ سب مالک کو ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک لکڑیون والا اپنے مکان مین جو ایک کوچہ نافذہ مین واقع ہے لکڑیان لاتا ہو اور اہل کوچہ نے اُسکو اس امر سے منع کرنا چاہا پس اگر وہ شخص جانور کی پیٹھ پر لاد کر لاتا ہو تو اُنکے منع کرنے کا اختیار نہین ہے کیونکہ یہ شخص اُنکی ملک مین فقط یہی تصرف کرتا ہے کہ جانور کو کوچہ مین داخل کرتا ہے اور ایسا اُسکو اختیار ہے اور اگر لکڑیون کو اسطرح پھینکتا ہو کہ جس سے اُنکی عمارات کو ضرر پہونچتا

[۱] اصحاب سے وہ لوگ جو صرافی پیشہ کرتے ہین۔ وہم کا موقع یہ کہ نقود کی بیع صرف مین اور معیار وغیرہ سے بیاج کا شبہہ ہے لیکن ضالی وہم کا ہکو اعتبار نہین ہوتا ۱۲ منہ

ہی تو وہ لوگ اُسکو منع کر سکتے ہین یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ اگر غاصب کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور اسکو مالک
مغصوب ہاتھ نہ لگا تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جبتک اسکو مالک کے آنیکی امید رہے تب تک مال مغصوب
کو اپنے پاس رہنے دے جب اُسکے آنیکی اُمید ٹوٹ جاوے تو اختیار ہے کہ وہ مال مالک کے نام سے صدقہ
کردے اور احسن یہ ہی کہ اس معاملہ کو امام المسلمین کے سامنے پیش کرے اسلیے کہ امام کو ایک تدبیر ورائے
حاصل ہی پس احسن ٹھہرا کہ اسکی رائے کو بہینہ تک قطع نہ کرے۔ اور امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ
ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور غلام نے اپنے تئین اجارہ پر دیا اور کام سے صحیح سالم رہا تو موافق
معروف کے اجارہ صحیح ہی پس اگر غلام نے اجرت لی اور اس سے غاصب نے لیکر تلف کردی تو امام اعظم رح
کے نزدیک غاصب پر ضمان واجب نہوگی اور صاحبین نے فرمایا کہ واجب ہوگی اور اگر وہ اجرت بعینہا قائم
ہو تو بالاجماع مالک کو ملیگی یہ محیط مین ہی۔ شیخ نجم الدین رح سے روایت ہی کہ انھون نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ
سے نقل کیا کہ ایک شخص نے اپنے قرضدار کے سر سے اُسکا عمامہ اُتار لیا کہ میرے قرضہ مین رہن ہی اور اسکو ایک
مندیل صغیر دیدی کہ اپنے سر پر باندھ لے اور کہا کہ جب تو میرا قرضہ لے آویگا تو مین تیرا عمامہ تجھے واپس دونگا
پس قرضدار اُسکا قرضہ لایا حالانکہ قرضخواہ کے پاس وہ عمامہ تلف ہوگیا تھا تو شیخ رحمہ اللہ کے اُستاد علیہ الرحمۃ
نے فرمایا کہ مثل تلف مال مرہون کے قرار دیا جائیگا نہ تلف مال مغصوب کے اسلیے کہ اُسنے بطور رہن لیا ہی اور قرضدار
کا چھوڑ کر چلا جانا رہن ہوجانیکے ساتھ رضامندی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کے
گھر مین مرگیا پس اگر اسکی کھال کی کچھ قیمت ہو تو مالک اُسکو باہر نکالے اور اگر قیمت نہو تو گھر والا اُسکو باہر نکالے جو
شخص قبضہ مال کیواسطے وکیل کیا گیا اُسنے اپنے موکل کے قرضدار سے وہ مال وصول کرکے اپنے گدھے کے توبڑے مین
رکھکر گدھے پر لٹکا لیا پس آہین سے وہ دراہم تلف ہوگئے تو ضامن نہوگا کیونکہ اس نے اس مال کے ساتھ حفاظت
کے حق مین وہی فعل کیا جو اپنے مال سے کرتا کذا فی الحاوی۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کے گھر مین گھسگیا تو اُسکا نکالنا
اُسکے مالک پر واجب ہی کیونکہ وہ اُسکی ملک ہی کہ غیر کے دار کو مشغول کیا۔ اسیطرح اگر کسی شخص کا پرند جانور دوسرے کے
کنوئین مین مرگیا تو اُسکا نکالنا مالک پرند پر واجب ہی مگر کنوئین کا پانی اُلچانا اُسپر واجب نہین ہی یہ فتاوی کبری مین ہی
تفرید کی کتاب الغصب مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے باندی خرید کر اسکو ام ولد بنایا پھر وہ باندی استحقاق مین لے لیگئی تو اُسکا
بچہ حر الاصل ہوگا اور مشتری پر واجب ہوگا کہ باندی کے مولی کو بچہ کی قیمت ادا کرے ایسا ہی حضرت امیر المومنین
علی کرم اللہ وجہہ نے محضر صحابہ مین فیصلہ قضا صادر فرمایا تھا اور بچہ کی قیمت مین اعتبار یوم خصومت کا ہی۔ اور
اگر وہ بچہ مرگیا اور اُسنے کچھ میراث چھوڑی تو اُسکی تمام میراث اُسکے باپ کو ملیگی اور اُسپر باندی کے مولی کیواسطے
کچھ واجب نہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے کی باندی غصب کرکے کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کردی حالانکہ مشتری نہین جانتا ہی
کہ یہ مغصوبہ باندی ہی پھر مشتری نے اُس سے وطی کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور وہ باندی مشتری کے پاس مرگئی پھر مغصوب منہ

لہ یعنی اپنے خود صدقہ کرنا ۱۲ [illegible]

سے نے نالش کر کے قاضی کے سامنے گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری تھی تو مالک کو اختیار حاصل ہوگا کہ مشتری سے باندی کا عقر لے لے خواہ اُسنے بائع سے ضمان لینا اختیار کیا ہو یا مشتری سے۔ اور جو باندی بطور بیع فاسد خریدی گئی ہو اور مشتری پر اسکے بابت عقر واجب ہوا ہو پھر باندی ہلاک ہوگئی یا اُسکا واپس کرنا کسی وجہ سے متعذر ہوگیا ہو پس (یعنی ضمان قیمت ١٢) آیا ایسی صورت میں عقر کا مالک ہوگا یا نہیں تو اسمیں دو روایتیں ہیں اور صورت غصب نظیر بیع فاسد ہے پس صورت غصب میں بھی عقر کی بابت دو روایتیں ہونگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی غصب کی اور دوسرے شخص نے اُسی مغصوب منہ سے ایک غلام غصب کیا اور دونوں غاصبوں نے غلام و باندی کا باہم خرید و فروخت میں معاوضہ کر لیا اور باہمی قبضہ کر لیا پھر مالک کو خبر پہونچی اور اُسنے (له) اس بیع کی اجازت دیدی تو باطل ہو گی۔ اور اگر غلام و باندی کے دو شخص مالک ہوں اور دونوں کو اس معاملہ کی خبر پہونچی اور دونوں نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو جائیگی بعد جواز کے غلام تو باندی کے غاصب کا اور باندی غلام کے غاصب کی ہو جائیگی اور غاصب غلام پر واجب ہوگا کہ غلام کی قیمت اُسکے مولی کو تاوان دے اور غاصب باندی پر واجب ہوگا کہ باندی کی قیمت باندی کے مولی کو تاوان دے۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک مالک نے ابتدا میں اجازت دیدی باین طور کہ مالک غلام نے اسکے غاصب سے کہا کہ فلان شخص کی باندی بعوض میرے اس غلام کے خرید اور مالک باندی نے اُسکے غاصب سے کہا کہ فلان شخص کا غلام بعوض اس باندی کے خرید تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے سو دینار غصب کر لیے اور دوسرے غاصب نے اُسی شخص سے ہزار درم غصب کر لیے پھر دونوں غاصبوں نے باہم ان درموں و دیناروں کی بیع کر کے باہمی قبضہ کر لیا پھر دونوں جدا ہو گئے پھر مالک کو معلوم ہوا اور اُس نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو جائیگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک خربزہ غصب کر کے اسکی پھانکیں اتاری تو خربوزہ سے مالک کا حق منقطع نہوگا اور پورے خربوزے کی پھانکیں کر ڈالیں تو منقطع ہو جائیگا کیونکہ اس سے خربوزے کا اسم زائل ہوگیا کذا فی القنیہ۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو بھاگ جانیکا حکم کیا یا اُس سے کہا کہ اپنے تئین قتل کر ڈال پس اُسنے ایسا ہی کیا تو حکم دہندہ پر غلام کی قیمت واجب نہ ہوگی اور اگر اُس غلام سے کہا کہ اپنے مولے کا مال تلف کر دے پس اُسنے تلف کر دیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ شیخ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے ارز (دہان ١٢) غصب کر کے انکو منتشر کر ڈالا یا گیہوں غصب کر کے انکو کشک بنایا پس آیا حق مالک منقطع ہو جائیگا فرمایا کہ نہیں اسواسطے کہ عین المغصوب قائم ہے جیسا کہ اگر کسی غیر کی ایک بکری ذبح کر کے اسکی کھال کھینچ ڈالی تو حق مالک منقطع نہیں ہوتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ کسی شخص نے بدون اجازت خادم مسجد کے اپنی چند گوئیں مسجد میں داخل کیں اور مسجد کی کنجی لیکر کھول لی اور بہیا آئی اور اُسنے مسجد کا فرش تباہ کر دیا تو یہ شخص ضامن ہوگا یہ

له اسواسطے کہ دونوں اُسی کے مال ہیں پس شرائط بیع متحقق نہوگی وضبہ نظر ١٢ منہ قال المترجم قولہ قیمت واجب ہوگی مگر صورت اولی میں وہ قیمت وقت ظہور غلام کے حکم دہندہ کو واپس کر دیگا نہ صورت ثانیہ میں فاحفظہ ١٢ منہ ٥٣ قولہ ارز مشہور بمعنی جوار ہے اور بعض نے چاول کہا اور یہان بظاہر دھان مراد ہے ١٢

قنیہ میں ہے۔ علی بن ابی الجعد سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے علی بن عاصم سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کا ایک درہم اور ایک شخص کے دو درہم باہم مختلط ہو گئے پھر دو درہم ضائع ہو گئے اور ایک درہم باقی رہ گیا اور یہ معلوم نہیں کہ یہ تینوں میں سے کونسا درہم ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ باقی درہم دونوں میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا (یعنے ایک درہم والے کو ایک حصہ اور دو درہم والے کو دو حصہ ملینگے) پھر میں نے شیخ ابن شبرمہ سے ملاقات کی اور اُنسے بھی یہی مسئلہ پوچھا انھوں نے فرمایا کہ تو نے یہ مسئلہ کسی سے دریافت کیا ہے میں نے کہا کہ ہاں میں نے امام ابوحنیفہ رح سے دریافت کیا تھا پس کہا کہ انھوں نے تجھسے یوں فرمایا کہ باقی درہم دونوں میں تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا میں نے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح چوک گئے اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ دونوں درموں ضائع شدہ میں کا ایک درہم بیشک دو درموں والے کا ہے اور ضائع شدہ میں کا دوسرا درہم محتمل ہے کہ دو درہم والے کا ہو اور محتمل ہے کہ ایک درہم والے کا ہو پس جو درہم باقی موجود ہے وہ دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا پس میں نے انکا جواب خوب مستحسن جانا اور لوٹ کر میں امام ابوحنیفہ رح کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ جو مسئلہ میں نے آپسے دریافت کیا تھا اُنھیں آپسے مخالفت کی گئی ہے پس امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ کیا تو نے ابن شبرمہ سے ملاقات کی تھی اور اُسنے تجھسے اسطرح بیان کیا ہے یعنی امام نے بعینہ ابن شبرمہ رح کا جواب ذکر فرمایا پس میں نے کہا کہ ہاں تو آپنے فرمایا کہ جب تینوں درہم باہم مختلط ہو گئے تو دونوں کی شرکت میں ہو گئے اسطرح کہ دونوں میں تمیز نہیں ہو سکتی پس دو درہم والے کا ہر درہم میں سے دو تہائی حصہ اور ایک درہم والے کا ہر درہم میں سے ایک تہائی حصہ رہا پس جو درہم ضائع ہوا وہ اپنے حصہ سمیت ضائع ہوا پس جو درہم باقی رہا وہ اُسی حصہ کے موافق تین تہائی حصص پر باقی رہا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور دوسرے کے ہاتھ اُسکو پانچسو درہم کو بوعدہ ایک سال کے اُدھار فروخت کیا حالانکہ وہ غلام مغصوب منہ کا معروف تھا اور مغصوب منہ نے غاصب سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ غلام ہزار درہم کو فی الحال قیمت ادا کرنے پر خرید کر کے مجھسے اپنے قبضہ میں لیکر پھر تو نے اُس شخص کے ہاتھ پانچ سو درہم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کیا ہے اور غاصب نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ غلام ہرگز نہیں خریدا ہے ولیکن تو نے مجھے حکم دیا تھا پس میں نے تیرے حکم سے اس شخص کے ہاتھ پانچ سو درہم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کر دیا ہے اور وہ غلام مشتری کے پاس بعینہ قائم ہے تو وہ غلام مشتری کو سپرد رہیگا اسواسطے کہ انھوں نے اُسکی صحت خرید پر اتفاق کیا ہے اور غاصب کے غصب کیوجہ سے ضمان بھی واجب نہوگی کیونکہ مالک کو واپس کرنا ایسی بات سے متعذر ہوا جو مالک کیطرف سے پائی گئی یعنے اُسنے غاصب کے ہاتھ خود فروخت کرنیکا اقرار کیا پس غاصب سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نے اس غلام کو نہیں خریدا ہے پس اگر غاصب نے قسم کھالی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر اُسنے نکول[1] کیا تو جسقدر ثمن کا مغصوب منہ نے اُسپر دعوی کیا ہے اُسپر واجب ہوگا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں وہ غلام مشتری کے پاس مر چکا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اس صورت میں دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی۔ اور اگر غاصب نے وہ غلام کسی شخص کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہو پھر دعوی

[1] نکول قسم سے انکار کرنا ثمن مثلاً دعوی جس ثمن کا دعوی کیا گیا ہے لا یعقل کچھ نہیں سمجھتا اقطع ہاتھ کٹا ہوا۔ ارش جرمانہ دار مرہونہ رہن کیا ہوا گھر ۱۲ محمد عمر

کیا کہ مین نے مغصوب منہ کے حکم سے ایسا کیا ہی پس مغصوب منہ نے کہا کہ تو نے مجھسے ہزار درم کو خرید کر پھر خود ہبہ کیا ہی تو اُسکا حکم بھی اسی تفصیل سے ہی جو ہم نے بیع کی صورت مین بیان کی ہی اور اگر غاصب نے اُس غلام کو اسطرح مارا کہ وہ قتل ہوگیا پھر غاصب نے کہا کہ مین نے اُسکے مالک کے حکم سے مارا ہی اور مالک نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کر دیا تھا پھر تو نے اپنے مملوک کو اسطرح مارا ہی تو پہلے غاصب سے قسم لیجائیگی پس اگر اُس نے نکول کیا تو اُسپر ثمن متعدد عدیہ مالک لازم ہوگا اور اگر اُسنے قسم کھائی تو اُسپر غلام کی قیمت لازم ہوگی کیونکہ واپسی کا تعذر ایسی بات سے ہوا جو غاصب کی طرف سے پائی گئی پھر مالک سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے نکول کیا تو قیمت باطل ہوجائیگی اور اگر قسم کھالے تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب رہیگی اور یہ نظیر اُس صورت ہلاک کی ہی جو سابق مین مذکور ہوئی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نشہ مین مدہوش لایعقل راستہ مین سو رہا پس ایک شخص نے اُسکا کپڑا حفاظت کی غرض سے لے لیا تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکے سر کے نیچے سے کپڑا لیا یا اُسکی اُنگلی مین سے انگوٹھی اتار لی یا اُسکی کمر سے ہمیانی کھول لی یا اُسکی آستین سے درم نکال لیے بدین غرض کہ اس مال کی حفاظت کرے تو ضامن ہوگا کیونکہ یہ مال اپنے مالک کے پاس محفوظ تھا یہ وجیز کردری مین ہی ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہی اور اس مقر کی مددگار برادری نے اُسکے اقرار کی تکذیب کی پھر اُس غلام اقطع کو اُسکے مولی کے پاس سے کسی دوسرے نے غصب کر لیا اور وہ غاصب کے پاس مرگیا تو مولے کو اختیار ہی چاہے جنایت کنندہ سے اُسکی قیمت اُسکے مال سے تین سال مین لے یا غاصب سے اُس غلام کی قیمت ہاتھ کٹے ہوئے کے حساب سے اُسکے مال سے فی الحال لے لے اور جنایت کنندہ سے اُسکے ہاتھ کا ارش اُسکے مال سے لے لے اور یہ ارش بقدر نصف قیمت کے ہوگا پھر اگر مالک نے جنایت کنندہ سے اُسکے اقرار پر غلام مذکور کی قیمت ضمان لینا اختیار کی تو جنایت کنندہ غاصب سے اُس غلام اقطع کی قیمت غاصب کے مال سے لے لیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے غلام ماذون مدیون کو غصب کر لیا اور وہ اُسکے پاس مرگیا تو قرضخواہ لوگون کو غاصب سے اُسکی قیمت کے مطالبہ کا اختیار ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ ابو حامد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس دار مرہونہ تھا اُس سے یہ دار کسی غاصب نے غصب کر لیا پس آیا مرتہن کو اپنے قرضدار راہن سے اپنے قرضہ کے مطالبہ کا اختیار ہی فرمایا کہ دیکھا جائیگا کہ اگر راہن نے مرتہن کو انتفاع[ف] مباح کیا تھا پھر حالت انتفاع مین غصب کر لیا گیا تو مرتہن کو اپنے قرض کے مطالبہ کا اختیار ہی اور اگر غیر حالت انتفاع مین غصب کیا گیا تو بمنزلہ[ف] ہلاک کے قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مسلمان نے کسی ذمی سے کچھ غصب کیا یا چورا لیا تو قیامت کے دن مسلمان پر عقاب کیا جائیگا اور ذمی کو مخاصمہ قیامت کے روز بہت سخت ہوگا اور کافر کا مظلمہ بہ نسبت مظلمہ مسلمان کے زیادہ سخت ہوگا اسواسطے کہ کافر دائمی دوزخی ہوگا اور اُسکے حق مین بوجہ اُن مظلمون کے جو اُسکے لوگون کی جانب سے عذاب نار کی تخفیف ہوگی پس اُسکی طرف سے اُن مظلمون کے چھوڑنے کی اُمید نہین ہی اور مسلمان کیطرف سے ایسی اُمید ہی پھر

ف انتفاع یعنی کہدیا کہ تو رہن سے جو نفع اُٹھاوے تجھے حلال ہی۔ علماء رح نے کہا کہ اسطرح مرتہن کو نفع لینا حلال ہو جاتا ہی ولیکن یہ تقوی کے خلاف ہی کیونکہ قرض کیوجہ سے جو منفعت ہو وہ بالاجماع مکروہ تحریمی ہی ۱۲ منہ ف یعنی بعوض قرضہ تلف شدہ ۱۲ [illegible]

جب کافر نے مخاصمہ کیا تو اُسکی کوئی راہ نہیں ہو کہ اُسکو مسلمان کا ثواب طاعت دیا جاوے اور نہ اسکی کوئی راہ ہو کہ
مسلمان پر اُسکے کفر کا وبال رکھا جاوے پس یہی متعین ہوا کہ مسلمان پر اُسکے مظلمہ کی وجہ سے عذاب ہووے اسیوجہ سے
فرمایا ہو کہ جانور کا آدمی پر قیامت کے روز نالش کرنا آدمی پر نالش کرنے سے زیادہ سخت ہو یہ کبریٰ میں ہو۔ شیخ علی
بن احمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک رئیس قوم نے اہل قوم کو پکڑا تاکہ اُنسے کچھ مال از راہ ظلم لیوے پھر اہل قوم روپوش
ہو گئے سوائے ایک آدمی کے پس اُس آدمی سے اس رئیس نے جبایت وصول کر لی پھر جب قوم کے لوگ
ظاہر ہوئے تو اُس نے اُس آدمی کو اہل قوم پر اُس مال کے عوض جو اُسنے اُس شخص سے قبل ازین لے لیا تھا حوالہ
کرنا شروع کیا اور اہل قوم سے وہی جو اُس شخص سے لیا تھا از راہ ظلم لیا پھر اپنے فعل سے نادم ہوا پس آیا اُسپر واجب ہو کہ جو کچھ
اُسنے اہل قوم سے لیا ہو اُنکو واپس کرے فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ ایک عورت کے ربیعی گیہوں ایک مٹکے میں اور
خریفی گیہوں دوسرے مٹکے میں بھرے تھے پس عورت نے اپنی بہن کو حکم دیا کہ میرے کاشتکار بٹائی کو خریفی دیدے وہ
چوک گئی اور اُسنے ربیعی گیہوں دیدیے پھر عورت مذکورہ نے اپنی بیٹی کو کاشتکار کے ساتھ بھیجا تاکہ تخم ریزی کیواسطے گیہوں
پہونچاوے پس اُسکی بیٹی نے پہونچا دیے اور کاشتکار نے تخم ریزی کر دی مگر وہ گیہوں نہ اُگے پھر معلوم ہوا کہ وہ ربیعی بیج تھے تو
وہ عورت تینوں میں سے جس سے چاہے تاوان لے کیونکہ اسکی بہن نے جب خطا کی تو وہ غاصبہ ہو گئی اور بیٹی اور کاشتکار
دونوں غاصب الغاصب ٹھہرے شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ قول اچھا دقیق ہو اس سے بہت سے واقعات
کا حکم نکلتا ہو یہ قنیہ میں ہو۔ شیخ ابو حامد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مسافر نے اپنا مال متاع ایک
کشتی پر اپنے شہر پہونچانے کیواسطے لادا پھر مر گیا اور اسکے ساتھ اسکا ایک بیٹا تھا پس بیٹے نے یہ متاع اُس
کشتی پر سے اُتار کر دوسری کشتی پر اس غرض سے لادی کہ اُسکو لیجا کر باقی وارثوں کے سپرد کر دے اور اُسنے
ایسا راستہ اختیار کیا کہ جس سے لوگ آتے جاتے تھے مگر یہ وہ راستہ نہ تھا جس سے میت نے جانے کا قصد
کیا تھا پھر وہ کشتی ڈوب گئی اور بیٹا مر گیا اور مال متاع ضائع ہو گیا پس آیا وہ بیٹا باقی وارثوں کے حصص کا
ضامن ہوگا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں اور شیخ رحمہ اللہ سے دوسری بار یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو
فرمایا کہ اگر وہ بیٹا یہ متاع کشتی سے اُتار کر دوسری کشتی میں لاکر باقی سوائے وارثوں کے وطن کے دوسری جگہ لے چلا
تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ جامع اصغر میں ہو کہ کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ یہ قمقمہ کسی صفار کو دیدے
تاکہ وہ اُسکو درست کر دے پس مامور نے کسی صفار کو دیا مگر بھول گیا تو ضامن نہوگا جیسے مستودع اگر بھول گیا کہ ودیعت
کہاں ہو تو ضامن نہیں ہوتا ہو اور اسی کے مثل فتاویٰ ساعدی میں ہو کہ حکم دیا کہ یہ سوت ایک جولاہے کو دیدے اور
اُسکو معین نہ کیا اور نہ یہ کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے دیدے پس مامور نے دیدیا اور جسکو دیا تھا وہ بھاگ گیا تو مامور ضامن
نہوگا اور یہ بخلاف موکل کے ہو کہ اُسنے اپنے وکیل سے یوں کہا کہ وکل احداً یعنی کسی کو وکیل کر دے کیونکہ یہ صحیح
ہو اور صحیح جبھی ہوگا کہ جب یوں کہے کہ جسکو تیرا جی چاہے وکیل کر دے اسیطرح اگر خلیفہ نے والی شہر سے کہا کہ کسی کو

لے قولہ جبایہ وہ مال جو ظلمی ٹکس کے طور پر لیا جاوے ۱۲ منہ ؎ بٹائی پر کاشتکار ۱۲ ؎ یعنی ایسے کہ اس سے مقصود نشان و محفوظ ہو جاوے ۱۲

عہدہ قضاء یدے تو صحیح نہیں ہے اور اگر کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے عہدۂ قضا دیدے تو صحیح ہے یہ قنیہ میں ہے شیخ ابو یوسف بن محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک غاصب نے اپنے فعل سے نادم ہو کر وہ مال اُسکے مالک کو واپس کرنا چاہا مگر مالک کے ہاتھ آنے سے اسکو یاس ہو گئی پس یہ مال اُسنے فقیروں کو صدقہ کر دیا پس آیا فقیر کو جائز ہے کہ اس مال سے انتفاع حاصل کرے تو فرمایا کہ فقیر کو اسکا قبول کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اُس سے انتفاع جائز ہے فقیر پر واجب ہے کہ جسنے اُسکو دیا ہے اُسی کو واپس کر دے مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے ان کے زجر کیواسطے ایسا جواب فرمایا ہے تاکہ وہ لوگ حقوق العباد میں تساہل نہ کریں ورنہ اگر غاصب نے ایسی راہ اختیار کی کہ مالک کا پتہ و نشان لمجاوے پھر اسکو نہ پایا تو اُسکا حکم مثل حکم لقطہ کے ہوگا۔ پھر شیخ ابو یوسف بن محمد رح سے کہا گیا کہ جب اس مال سے انتفاع جائز نہ ٹھہرا اور فقیر نے چاہا کہ غاصب کو واپس کر دے مگر اُسنے غاصب کو نہ پایا اور یہ چیز ایسی ہے کہ موسم گرما میں تلف ہو جائیگی اور غاصب کے ملنے تک یا اُسکی طرف رجوع کرنے تک باقی نہیں رہ سکتی ہے تو کیا کرے فرمایا کہ جبتک اُس سے ممکن ہو اپنے پاس رکھے پھر جب اُسکے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو فروخت کر کے اُسکا ثمن اپنے پاس رکھے یہانتک کہ جسنے اُسکو دی تھی اُسکو واپس کرے کذا فی تاتارخانیہ۔ (والواجب بدل المغصوب ثم رجع لا یصح رجوعہ عند ابی یوسف رح کذا فی الملتقط) قال المترجم ہکذا وجدت الالفاظ ہذہ المسئلۃ فی نسخۃ الموجودۃ ولم یتیسر لی الرجوع الی الصحیحۃ وسا صححہ بعد الطبع انشاء اللہ تعالی اذا حصلت النسخۃ الصحیحۃ بتوفیق اللہ سبحانہ وتعالی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنا عین و دین لوگوں کے پاس مغصوب چھوڑا اور وارثوں کو اُسمیں سے کچھ نہ ملا تو قیاساً اُسکا ثواب آخرت میں وارثونکو ملیگا کیونکہ یہ مال اُسکی میراث میں وارثوں کی ملک میں آیا اور استحساناً یہ مال ڈوبا ہوا قرضہ ہے پھر اگر قبل موت کے ڈوبا ہو تو اُسکا ثواب میت ہی کو ملیگا اسواسطے کہ ڈوبے ہوئے مال میں ارث جاری نہیں ہوتا ہے اور اگر بعد موت کے ڈوبا تو اُسکا ثواب وارث کو ملیگا کیونکہ موت کے وقت اُسکے قیام کیوجہ سے اُسمیں میراث جاری ہو گئی یہ فتاوے غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص جسپر قرضہ تھا اور وہ اُسکو بھولا ہوا تھا مر گیا کیا قیامت میں اُس سے مواخذہ کیا جائیگا۔ اور اگر قرضہ بجہت تجارت کے ہو تو امید ہے کہ اُس سے مواخذہ نہ کیا جاوے اور اگر بوجہ غصب کے ہو تو ماخوذ ہوگا یہ فتاوی کبری میں ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر دین تھا جسکو وہ بھولا ہوا تھا اور اُسکا بیٹا اس امر کو جانتا تھا تو بیٹے کو چاہیے کہ اسکو ادا کر دے اور اگر بیٹا بھی بھول گیا حتے کہ وہ بھی مر گیا تو بیٹے سے آخرت میں مواخذہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی کوئی چیز چورائی پھر باپ مرگیا تو سارق سے آخرت میں مواخذہ نہوگا اسواسطے کہ دین یعنی تاوان مال مسروق اُسی کی ملک میں منتقل ہو آیا مگر سرقہ کا گنہگار ہوگا کیونکہ اُسنے مسروق منہ پر جنایت کی ہے یہ فتاوی عتابیہ میں ہے ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ ہے پس قرضخواہ نے اُس سے تقاضا کیا مگر قرضدار نے ظلم سے اُسکو نہ دیا یہانتک کہ قرضخواہ مرگیا اور وہ قرضہ منتقل ہو کر وارث کی ملک میں آیا پس مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہے اور اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ مورث کو قرضدار کے ساتھ آخرت میں حق خصومت نہ رہا لیکن مختار یہ ہے کہ قرضہ تو وارث کا ہے مگر مورث کو قرضدار کے ساتھ ظلماً نہ دینے کا حق خصومت ہے[ل] مگر قرضہ کا حق خصومت نہیں ہے اسواسطے کہ قرضہ وارث کی طرف منتقل ہو گیا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص کا دوسرے

ل اسیطرح یہ عبارت نسخہ موجودہ میں پائی گئی اور بعد تصحیح مطبوعہ کلکتہ کے مقدمہ لایا گیا ہے۔ وہاں نظر کرو شاید مراد یہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے ضمان غصب و عوض سے حلال کر دیا پھر رجوع کی تو صحیح نہیں ہے فافہم واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ ۔ [ل] کیونکہ حدیث میں ہے کہ جبر کو قدرت ہو پھر وہ قرضہ نہ دے تو ظلم ہے ۱۲ منہ

پر دین تھا اُسکو یہ خبر پہونچی کہ مدیون مرگیا پس اُسنے کہا کہ مین نے اسکو حلت مین کر دیا یا کہا کہ مین نے اُسکو ہبہ کر دیا پھر
ظاہر ہوا کہ مدیون زندہ موجود ہے تو طالب کو روا نہین ہے کہ اُس سے مواخذہ کرے اسواسطے کہ اُسنے بلا شرط مدیون
کو ہبہ کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص کا کوئی خصم تھا وہ مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو صاحب حق کیطرف
سے جو مر گیا ہے بقدر اُسکے حق کے صدقہ کر دے تاکہ اسقدر مال اللہ تعالے کے پاس ودیعت رہے تاکہ قیامت کے روز
اُسکے خصم کو پہونچایا جاوے یہ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص کا ایک عورت پر حق آتا ہے تو اُس شخص کو اختیار
ہے کہ اُس عورت کے ساتھ ملازم رہے اور اُس عورت کے ساتھ بیٹھے اور اُسکا کپڑا پکڑ لے اسواسطے کہ یہ حرام نہین ہے
اور اگر وہ عورت بھاگ کر کسی مقام تخلیہ مین چلی گئی تو وہان داخل ہو بشرطیکہ یہ شخص اپنے نفس سے مامون ہو اور
بعد مامون ہونے کے بھی باوجود امن کے اس سے دور فقط آنکھ سے حفاظت کرے۔ ایک شخص نے ظلما دوسرے کا
مال قطع کیا تو صاحب مال کو فضل یہ ہے کہ اسکو حلال کر دے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص کا دوسرے پر دین آتا ہے اُسکے
پھر پانیکی قدرت نہین رکھتا ہے تو اُسپر دعوی کرنے سے اُسکو بری کر دینا بہتر ہے اسواسطے کہ بری کر دینے مین عذاب آخرت
سے چھوڑانا ہے اور اسمین ثواب عظیم ہے یہ فتاوے کبری مین ہے۔ مہر کن نے خاتم مین دوسرے شخص کا نام غلطی سے
نقش کر دیا پس اگر نقاش سے اُسکی اصلاح ممکن نہ ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ
کے نزدیک ہر حال مین ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ کردری مین ہے۔ ایک شخص نے دو آدمیون کو اسواسطے مزدور کیا کہ دونون
مستاجر کیواسطے گدھے کا چارہ جمع کرین اور دونون کو دو گدھے دیے پھر ایک زبردست نے دونون سے دونون
گدھے لے لیے پھر ان دونون نے جاکر دونون گدھے اُس سے واپس لیے پھر ایک نے دونون گدھے دوسرے کو
دیدیے پھر دوسرے نے گدھے کو ہانکا اور وہ مر گیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے دوسرے کو دینے والے سے
تاوان لے یا گدہا ہانکنے والے سے ضمان لے اسواسطے کہ اول نے تو دوسرے کو دینے مین تعدی کی اور دوسرے
نے بدون اول کے ہانکنے مین تعدی کی یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے
کا علو وسفل غصب کر لیا پھر علو خراب ہوگیا تو غاصب پر کیا واجب ہوگا تو فرمایا کہ مالک کو اختیار ہوگا چاہے
ٹوٹن کو غاصب کے پاس چھوڑ کر اُس سے قیمت کی ضمان لے یا ٹوٹن کو لیکر غاصب سے عمارت مبنیہ کا نقصان لے
یہ فتاوی ابو الفتح محمد بن محمود بن الحسن الاسنروشنی مین ہے۔ ایک شخص نے گوسالہ غصب کر کے اُسکو تلف کر دیا پس
اُسکی مان کا دودھ خشک ہوگیا تو شیخ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ غاصب گوسالہ کی قیمت اور اُسکی مان کے نقصان کا ضامن
ہوگا اسلیے کہ بچہ کا ہلاک اُسکی مان کے نقصان کا موجب ہوا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے
کے غلام کو غصب کر کے رسی سے باندھا پھر غلام نے اپنے تئین قتل کر ڈالا یا اپنی موت سے مرگیا تو غاصب ضامن
ہوگا اسواسطے کہ غلام اُسکی ضمان مین تھا یہ فتاوی کبری مین ہے۔ ایک شخص نے چند کپڑے فروخت کیے اور اپنے
دیون (یعنی ثمن[1]) جا بجا مشتریون سے پھر پانے سے پہلے مر گیا اور کوئی ظاہر وارث نہ چھوڑا پس سلطان نے

[1] یعنے کپڑون کے دام ۱۲

اُسکے قرضداروں سے اُسکے دیون وصول کر لیے پھر اُسکا وارث ظاہر ہوا تو قرضدارون پر واجب ہوگا کہ اُسکے دیون اُسکے وارث کو ادا کرین اسواسطے کہ جب اُسکا وارث ظاہر ہوا تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ سلطان کو قرضے لے لینے کا کچھ حق نہ تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ تجنیس الملتقط مین ہے کہ اگر میت کی دیوار منہدم ہوئی اور اُسکے نیچے سے مال برآمد ہوا پس اُسکو قاضی[ل] نے لے لیا پھر ظالمون کو یہ خبر پہونچی اور قاضی نے وہ مال اُنکو دیدیا تو قاضی ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک نابالغ غلام کو اپنی ضرورت ذاتیہ کیواسطے بدون اجازت مولا ہی غلام کے بھیجا پس اُس غلام نے کچھ لڑکے کھیلتے دیکھکر اپنے آپکو اُن تک پہونچایا اور وہان کسی کی کوٹھری کی چھت پر چڑھا اور وہان سے گر کر مر گیا تو جسنے اُسکو اپنی حاجت کیواسطے بھیجا ہے ضامن ہوگا کیونکہ وہ اُس غلام کو اپنے کام مین لگانے سے غاصب ہوگیا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ شمس الاسلام رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام یا باندی کو اپنے کام مین لگایا اور وہ حالت استعمال مین بھاگ گیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہوگا بمنزلہ مغصوب کے کہ اگر وہ غاصب کے پاس سے بھاگ گیا تو غاصب ضامن ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے اور دوسرے کے درمیان مشترک غلام یا مشترک گدھے کو بدون اجازت شریک کے استعمال کیا تو حصہ شریک کا غاصب ہوگا اور اجناس ناطفی مین لکھا ہے کہ بدون اجازت شریک کے غلام مشترک کے استعمال مین دو روایتین آئی ہین ہشام رح کی روایت مین مذکور ہے کہ استعمال کرنیوالا غاصب ہوگا اور اُنھین سے روایت ابن رستم مین مذکور ہے کہ غاصب نہ ہو جائیگا اور چوپایہ جانور کی صورت مین خواہ سوار ہوا ہو یا لادا ہو دونون روایتون کے موافق غاصب ہو جائیگا۔ ہمارے زمانہ مین بعضے شہرون سے استفتا آیا اُسکی صورت یہ تھی کہ ایک شخص لکڑیان چیرتا تھا کہ اتنے مین دوسرے شخص کا غلام آیا اور اُسنے کہا کہ کلھاڑی اور لکڑی مجھے دے تاکہ مین چیر دون پس لکڑی کا مالک لایا اور غلام نے اُس سے کلھاڑی لی اور لکڑی لی اور کچھ لکڑی چیر دی اور کہا کہ دوسری لکڑی لا تاکہ اُسے چیر دون پس وہ شخص دوسری لکڑی لایا اور غلام نے اُسکو چیرا پس اُسکی لکڑی کی بعضی چیپھٹی اُڑکر غلام کی آنکھ مین لگی اور اُسکی آنکھ جاتی رہی تو مشائخ بخارا رحمہم اللہ تعالی نے فتوے دیا کہ لکڑی کے مالک پر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک جماعت ایک شخص کی بیت مین تھی کہ اُنمین سے ایک شخص نے آئینہ اُٹھاکر دیکھا پھر دوسرے کو دیا یا اُسنے بھی دیکھا پھر وہ آئینہ ضائع ہوگیا تو کوئی شخص ضامن نہوگا کیونکہ آئینہ کے مثل چیزون مین دلالۃ اجازت[ع] ثابت ہے حتی کہ اگر کوئی ایسی چیز ہوتی کہ جسکے استعمال مین بخل کی عادت جاری ہے تو غصب قرار دیا جاتا۔ ایک شخص نے بڑھئی کا بسولا اُٹھا لیا وہ دیکھتا رہا اور منع نہ کیا پس اُس شخص نے استعمال کیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی باندی نخاسی کے پاس بھیجی اور اُسکو حکم کیا کہ اسکو فروخت کرے پھر نخاسی کی جورو نے اس باندی کو اپنے کسی کام کیواسطے بھیجا پھر وہ بھاگ گئی تو مالک باندی کو اختیار ہوگا کہ نخاسی کی جورو سے ضمان لے اور نخاسی سے ضمان نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ نخاسی اجیر مشترک ہوتا ہے اور اجیر مشترک

[ل] تاکہ وارثون کو تقسیم کرے ۱۲ [ع] اجازت یا قول یہ مسئلہ دلیل ہے کہ غصب فقط ایسی چیزون مین اور ایسے مواقع مین ہوتا ہے جہان اجازت کی دلالت موجود نہ ہو اور یہ اصل کبیر ہے جس سے مفتی کو آگاہ ہونا ضرور ہے ۱۲ منہ

امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہین ٹھہرایا جاتا ہو اور یہی حکم کپڑون کے دلّال مین ہو یہ کبرے مین لکھا ہو۔ فتاوی
ابو اللیث مین ہو کہ ایک باندی بدون اجازت اپنے مولی کے نخاسی کے پاس آئی اور اُس سے بیع کی درخواست کی پھر
وہ چلی گئی اور معلوم نہوا کہ کہان چلی گئی اور نخاسی نے کہا کہ مین نے اُسکے مولی کو واپس کردی تو نخاسی کا قول قبول
ہوگا اور اُسپر ضمان واجب نہوگی۔ اور اُسکے معنے یہ ہین کہ نخاسی نے باندی کو اخذ نہین کیا اور واپس کر دینے کے
یہ معنی ہین کہ نخاسی نے اُسکو حکم دیا کہ اپنے مولی کے گھر کو واپس جاوے اور نخاسی غصب کا منکر تھا۔ اور اگر
نخاسی نے باندی کو راستہ سے پکڑ لیا ہو یا اُسکے مولے کے گھر سے بلا اجازت مولی کے اُسکو لے گیا ہو تو اُسکے قول کی
تصدیق نہ کیجائیگی یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص دوسرے کے جانور چوپایہ پر بدون مالک کی اجازت کے سوار ہوا پھر اُتر پڑا
پس وہ جانور مر گیا تو صحیح یہ ہو کہ یہ شخص امام اعظم رح کے قول کے موافق ضامن نہ ہوگا تاوقتیکہ اُس جانور کو اُسکی جگہ سے
حرکت نہ دے تاکہ حرکت انتقال سے غصب متحقق ہو اور یہی مختار ہو یہ غیاثیہ مین ہو۔ ایک شخص دوسرے کے جانور کی
پیٹھ پر بیٹھ گیا مگر جانور کو حرکت نہ دی اور نہ اُسکی جگہ سے اُسکی تحویل کی یہانتک کہ ایک دوسرے شخص نے آکر اُس جانور
کی کونچین کاٹ لین تو تاوان اُسی شخص پر واجب ہوگا جسنے اُسکی کونچین کاٹی ہین نہ اُس شخص پر جو اُسپر سوار ہو گیا تھا
بشرطیکہ سوار کے سوار ہونے سے وہ نہ مرا ہو۔ اور اگر سوار ہونیوالے نے اُس جانور کی کونچین کاٹی جانے سے پہلے اُسکو
اُسکے مالک کو دینے سے انکار کیا اور روکا ہو گو اُسکو اُسکی جگہ سے جنبش نہ دی ہو پھر ایک شخص نے آکر اُسکی کونچین
کاٹ ڈالین تو جانور کے مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے۔ اور اسیطرح اگر کسی شخص
نے دوسرے کے گھر مین جاکر اُسکی کوئی متاع لے لی اور انکار کیا اور روکا تو ضامن ہوگا اور اگر متاع کو اپنی جگہ سے
تحویل نہ کیا اور نہ روکا ہو تو ضامن نہوگا لیکن اگر اُسکے فعل سے تلف ہو جاوے یا گھر سے باہر کردے تو ضامن ہوگا یہ
فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اگر ایک شخص دوسرے کے دار مین گیا اور اُسکی ایک منزل سے کوئی کپڑا نکالکر دوسری منزل مین رکھا
اور وہان سے وہ کپڑا ضائع ہو گیا پس اگر دونون منزلون مین از راہ حفاظت[۱۵] کے فرق ہو تو ضامن ہوگا ورنہ نہین یہ کبرے
مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو جنگل مین قتل کیا اور مقتول کے ساتھ مال تھا اور وہ ضائع ہوا تو قاتل اس مال کا ضامن
ہوگا ایسا ہی عیون مین مذکور ہو اور امام ظہیر الدین مرغینانی علیہ الرحمتہ نے ضامن نہونیکا فتوے دیا ہو اور یہی الیق
بقول امام اعظم رح ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ ایک اصطبل دو شخصون مین مشترک تھا اور دونون کی گائین علیحدہ علیحدہ بندھی ہوئی تھین
پس ایک شریک اصطبل مین گیا اور دوسرے شریک کی گائے کو باندھ دیا تاکہ وہ اور گایون کو نہ مارے پھر اُس گائے
نے جنبش کی اور رسّی سے گلا گھٹ کر مر گئی تو باندھنے والے پر ضمان واجب نہوگی بشرطیکہ اُس نے اس گائے کو
ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ سلطان نے اگر کسی شخص کا مال عین لیکر دوسرے کے
پاس رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا پس اگر مرتہن رہن کر لینے مین طائع ہو تو ضامن ہوگا اور مالک کو
اختیار ہوگا کہ چاہے سلطان سے تاوان لے یا مرتہن سے اور اسی پر مبنی ہو کہ اگر جابی یعنی بیگار نے کوئی چیز رہن

---

۱۵ قولہ حفاظت یعنی ایک حویلی زیادہ محفوظ ہو بہ نسبت دوسری کے ۱۲ منہ

لے لی اور وہ طائع تھا تو ضامن ہوگا اور ایسے ہی صراف اگر طائع ہو تو ضامن ہوگا۔ اور اس سے صراف اور جابی دونوں مجروح الشہادۃ ہو جائینگے یہ محیط میں ہے۔ اگر مہتر محلہ نے کوئی چیز لے لی اور وہ طائع تھا تو ضامن ہوگا۔ پھر اگر اُسنے دوسرے کے پاس رہن دیدی اور مرتہن طائع تھا تو اُسکا حکم وہی ہے جو ہمنے ذکر کیا یعنے مالک کو دونوں میں سے ہر ایک کی تضمین کا اختیار ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فتاوی سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے سر سے ٹوپی اُتارکر دوسرے کے سر پر رکھدی اُسنے پھینکدی پس اگر وہ ٹوپی مالک کے پیش نظر رہی اور اُس سے ٹوپی کا اُٹھا لینا ممکن تھا تو ان دونوں میں سے کسی پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر اسکے برخلاف ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُتارنیوالے سے تاوان لے یا پھینکنے والے سے ضمان لے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے نماز پڑھنی شروع کی پس اُسکی ٹوپی اُسکے سامنے گر پڑی پس ایک شخص نے اُسکو ایک طرف کر دیا تو اگر اُس نے ایسی جگہ رکھی کہ مالک اس کو ہاتھ سے لے سکتا ہے مگر وہ چوری گئی تو ضامن نہوگا اسلیے کہ اب بھی وہ سامنے ہی رکھی تھی اور اگر اس سے زیادہ دور رکھی اور وہ ضائع ہوگئی تو اگر وہ ٹوپی مالک کے پیش نظر تھی اور اُسکو وہاں سے اُٹھا لے سکتا تھا تو رکھنے والے پر تاوان واجب نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ کبرے میں ہے۔ فتاوی کی بیوع میں ہے کہ شیخ ابوبکر رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے فقاعی سے ایک کوزہ یا ایک پیالہ فقاع پینے کیواسطے لیا پھر وہ اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو فرمایا کہ اُس پر ضمان واجب نہوگی یہ حاوی میں ہے۔ فتاوی اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ ایک شخص کمہار کے پاس گیا اور اُسکی اجازت سے ایک مٹی کا برتن دیکھنے کیواسطے لیا پھر وہ برتن اُسکے ہاتھ سے چھوٹکر کمہار کے دوسرے برتنوں پر گرا اور سب برتن ٹوٹ گئے تو جو برتن اُسنے دیکھنے کو لیا تھا اُسکی ضمان واجب نہوگی اور باقی برتنوں کا تاوان واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص حمام میں گیا اور نہانا شروع کیا اور ایک تاش لیکر دوسرے شخص کو دیا وہ دوسرے کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اول پر تاوان واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کسی دوکاندار کی دوکان میں اُسکی اجازت سے داخل ہوا اور اُسکے کپڑے میں دوکان کی چیزوں میں سے کوئی چیز چپٹ گئی اور گر کر ٹوٹ گئی تو یہ شخص ضامن نہوگا لیکن تاویل مسئلہ یوں ہے کہ یہ سقوط اس شخص کے فعل کشش سے نہو۔ اسیطرح اگر کوئی چیز بدون اُسکی اجازت کے دوکان کی چیزوں میں سے دیکھنے کو لی اور وہ گر پڑی تو ضامن نہوگا اگرچہ واجب ہے کہ ضامن ہو مگر یہاں صریحاً یا دلالۃً اُسکی اجازت سے لی ہو تو ضامن نہوگا۔ ایک شخص دوسرے کے مکان میں باجازت داخل ہوا اور اُسکے بیت میں سے کوئی برتن دیکھنے کیواسطے لیا اور وہ اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو ضامن نہ ہوگا تا وقتیکہ مالک نے اُسکو اس سے منع نہ کیا ہو اسلیے کہ بدون ممانعت کے دلالۃً اسکو اجازت ثابت ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اُسنے پانی کا کوزہ پانی پینے کیواسطے لیا اور اُسکے پینے کے بعد اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ کبرے میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک شخص کی دوسرے کے پاس ودیعت ہے اور وہ ودیعت کچھ کپڑے تھے پس مستودع نے اسمیں ایک اپنا کپڑا رکھدیا پھر مالک ودیعت نے ودیعت کو طلب کیا اور مستودع نے سب کپڑے اُسکو دیدیے پھر مستودع کا کپڑا ضائع ہوگیا تو مالک ودیعت اُس کے کپڑے کا ضامن ہوگا اُسی مقام پر شیخ مصنف رحمہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص سے کوئی چیز اس گمان پر لی کہ وہ میری ہے پھر اگر اُسکی

رکھی تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو مہمان کیا پھر مہمان اُسکے پاس ایک کپڑا بھول گیا پس میزبان اُسکو لیکر اُسکے پیچھے چلا (تاکہ اُسکو دیدے) پس راہ میں ایک غاصب نے اُسکو غصب کر لیا پس اگر غاصب نے شہر کے اندر غصب کیا ہو تو میزبان پر ضمان واجب نہوگی اور اگر شہر کے باہر غصب کیا ہو تو میزبان ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص دوسرے شخص کو جھگڑا کرنے میں چپٹ گیا پس جس شخص سے لپٹا تھا اُسکی کوئی چیز گر کر ضائع ہو گئی تو مشائخ نے فرمایا کہ چپٹنے والا ضامن ہوگا مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حکم میں تفصیل ہونی چاہیے کہ اگر مالک مال سے قریب وہ مال گرا اور مالک مال اسکو دیکھتا ہے اور اُٹھا لے سکتا ہے تو چپٹنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم فان قلت الیس المتعلق امسکہ ولا یمہلہ لیاخذہ قلت نعم مع امکان الاخذ علی ان المنع منہ غیر موجب للغصب لکن حال بینہ وبین ماشیتہ حتی ہلکت حیث لا یضمن فتامل وفیہ اشارۃ الی الجواب عن المشائخ باخراج الوجہ الذی ذکرہ من المسئلۃ بدلالۃ الحال فافہم۔ ایک شخص نے دھوبی کے پاس ایک شخص کو بھیجا تاکہ دھوبی سے اُسکا کپڑا وصول کر لاوے پس دھوبی نے غلطی سے اور دوسرا کپڑا دیدیا اور وہ ایلچی کے پاس ضائع ہوگیا پس اگر وہ کپڑا دھوبی کی ملک ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر غیر کی ملک ہو تو اُسکا مالک مختار ہے چاہے دھوبی سے تاوان لے یا ایلچی سے اور دونوں میں سے جس سے اُسنے تاوان لیا وہ دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ شیخ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی مویشی کیطرف چراگاہ بھیجا پھر وہ شخص بھیجنے والے کے چوپایہ پر سوار ہوا اور وہ جانور راہ میں مرگیا تو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر دونوں میں ایسا انبساط تھا کہ (بلا اجازت صریح) حکم دہندہ کے مال میں ایسا کر سکے تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا انبساط نہ تھا تو ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ دو شخص باہم شریک لقیل تھے انمیں سے ایک شریک نے بدون دوسرے کی اجازت کے اُسکا خاص ذاتی گدھا لیکر اُسکو چکی میں جوت کر آٹا پیسا اور گدھے نے چکی میں سے گیہوں کھائے اور مر گیا تو یہ شخص ضامن نہوگا کیونکہ ایسی صورت میں دلالۃً اجازت ثابت ہے شیخ مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمکو ایسا اچھا نہ معلوم ہوا کیونکہ عرف اسکے برخلاف ہے لیکن اس حکم کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں دلالۃً اجازت پائی جاوے اگرچہ صریحاً ثابت نہو وہاں فاعل ضامن نہوگا حتی کہ اگر باپ نے اپنے بیٹے کے گدھے کو اسطرح استعمال کیا یا بالعکس یا شوہر وجورو میں ایکنے دوسرے کے گدھے سے اسطرح کام لیا اور وہ مرگیا تو فاعل ضامن نہوگا کیونکہ دلالۃً اجازت ثابت ہے۔ اور اگر اپنی جورو کی باندی کو بدون جورو کی اجازت کے اپنے ذاتی کام کیواسطے بھیجا

ل کیونکہ شہر سے ایسی جگہ نکال لیجانا جہاں کوئی فریادرس نہ پہونچے کپڑے کا تلف کر دینا شمار ہے ۱۲ ل مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ کیا چپٹنے والا اسکو روکے متعین ہے اور لینے سے مانع نہیں ہے جواب ہاں ولیکن امکان موجود ہے علاوہ بریں روکنا موجب سزا ہے نہ موجب غصب جیسے ایک نے دوسرے کو پکڑ لیا حتی کہ کوئی اسکی بکریاں لیگیا تو غاصب نہوگا بلکہ مارا جائیگا اسی سے مشائخ کا قول مسئلہ مذکورہ میں نکلا ہے فافہم ۱۲ ل قال المترجم شاید مصنف نے تعریض کی کہ شیخ مفتی نے خلاف عرف فتوی دیا اور شاید یہ غرض کہ ہمارا عرف اسکے خلاف ہے تو شیخ مفتی کا حکم اپنے عرف پر صحیح ہے اور ہمارے عرف پر ہمارے بیان حکم ہے کیونکہ عرف ہی پر اس حکم کا مدار ہے اور یہی اوجہ ہے ۱۲ منہ۔

اور وہ باندی بھاگ گئی تو شوہر ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک مشک کا دہانہ کھُل گیا اور وہان ایک شخص گذرا پس اگر اُسنے منھ نہین پکڑا تو ضامن نہوگا اور اگر پکڑ کر پھر چھوڑ دیا پس اگر مالک وہان حاضر ہو تو یہ شخص ضامن نہوگا اور اگر غائب ہو تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص کی آستین سے کچھ گرا اور ایک شخص نے اُسکو دیکھا تو بھی اِسی تفصیل سے حکم ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کے گھر مین داخل ہوا اور اُسکو گھر کے مالک نے نکالدیا پس وہ تلف ہوگیا تو مالک ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے گھر مین اپنا کپڑا رکھدیا پھر مالک مکان نے اُسکو باہر پھینکدیا حالانکہ کپڑے کا مالک غائب تھا تو مالک مکان ضامن ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے

تمت ترجمہ کتاب الغصب من الفتاوی الہندیۃ المعروفۃ بالفتاوی العالمگیریہ بعون اللہ سبحانہ وتعالے وحسن توفیقہ ویتلوہ ترجمہ کتاب الشفعۃ انشاء اللہ تعالی وارجو اللہ تعالے ان یوفقنی توفیقا ویعیننی عونا ویحفظنی عن الزلل ویعصمنی من الخطاء والخلل انہ تعالے ولی وحسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ علی سیدنا سید الاولین والآخرین مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ المتوحد بجلال ذاتہ لاکوحدۃ الآحاد والمتفرد بکمال صفاتہ لاکفردیۃ الافراد ولا الہ الا ہو فربا الانام بمشیتہ وجعل الکائنات بقدرتہ من غیر امر ممتثل ولا فعل مفتعل والصلوۃ والسلام علی رسولہ سیدنا سلطان ذوی الامجاد مولانا محمد وآلہ واصحابہ الی یوم التناد۔ اما بعد بندہ مفتقر الی اللہ الغنی العلی عبد الرزاق محمد المعروف بالامیر علی اظلہ اللہ بظل رحمتہ وتجاوز عن سیئاتہ بفیض مغفرتہ کہتا ہی کہ مین نے بعد اتمام ترجمہ کتاب الغصب کتاب مستغنی عن الاوصاف معروف بفتاوی عالمگیریہ کے باستعجال تمام باوجود ہجوم آلام کتاب الشفعہ فتاواے موصوف کا ترجمہ شروع کیا عبارت مین سلاست ملحوظ ہی کہ مضمون دقیق بالجملہ سہولت عبارت سے جلد ذہن نشین ہوجائے اور لحن القول وعبارت آرائی سے پرہیز کیا کہ قطع نظر از نوماتم ودیگر مفاد ترجمہ ہاتھ سے نہ کھوجائے اور باقی مدارک متعلقہ ترجمہ مقدمہ مین مصرح ہین واسال اللہ عزوجل ان یعصمنی من الزلل ویجنبنی عن الخطاء والخلل وہو ولیی وحسبی ونعم الوکیل

کتاب الشفعۃ

اسمین سترہ باب ہین

باب اوّل شفعہ کی تفسیر وصفت وحکم کے بیان مین شرع مین بقعہ خریدشدہ کے مالک ہونے کو بعوض اسقدر

ف قولہ مالک یعنی جو قطعہ زمین خرید فروخت ہوا ہی وہ جسقدر دام مین مشتری کو پڑا ہی اسی قدر کے عوض لیکر اپنی ملک کر لینا حق شفعہ ہی پھر خرید فروخت سے مراد عقد معاوضہ ہی خواہ بذریعہ بیع حقیقی ہو یا آخر مین حکمی بیع ہوجاوے جیسے ہبہ بشرط عوض ہے ۱۲ کہ کو کر کو کو کو کو

ثمن کے جتنے مین مشتری کو پڑا ہو شفعہ کہتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہو۔ شرط شفعہ کے چند انواع ہین ازانجملہ عقد معاوضہ یا عقد
اور عقد معاوضہ بیع ہو یا جو بیع کے معنی مین ہو پس جو بیع یا بیع کے معنی مین نہو اسمین شفعہ ثابت نہوگا جیسے کہ ہبہ
وصدقہ و میراث و وصیت کے ساتھ شفعہ واجب نہین ہوتا ہو اسواسطے کہ شفعہ سے لینے کے یہ معنی ہین کہ جس کا
ماخوذ منہ[ل] مالک ہوا ہو اُسکو ماخوذ منہ سے اپنی ملک مین لینا سو جہان معنی معاوضہ ہی وہان اور شفیع نے لینا چاہا پس
یا تو قیمت سے لیگا یا مفت لیگا اگر قیمت سے لینے کی کوئی راہ نہین ہو اسواسطے کہ ماخوذ منہ بقیمت اُسکا مالک نہین ہوا ہو اور
مفت لینے کی بھی راہ نہین ہو اسواسطے کہ تبرع پر جبر مشروع[۵] نہین ہو پس لینا اصلاً ممتنع ٹھہرا اور اگر ہبہ بشرط عوض[۵] ادا
واہب و موہوب لہ دونون نے باہم قبضہ[ق] کر لیا تو شفعہ واجب ہو جائیگا اور اگر دونون مین سے فقط ایک نے قبضہ کیا نہ
دوسرے نے تو ہمارے ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک شفعہ متحقق نہوگا اور اگر ایک شخص نے ایک عقار[۵] بدون شرط عوض
کے ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے واہب کو اُسکے عوض ایک دار دیا تو دونون مین سے کسی مین شفعہ ثابت نہوگا نہ دار ہبہ
مین اور نہ دار عوض مین اور جو دار بدل الصلح ہو اسمین شفعہ واجب ہوتا ہو خواہ اس دار پر صلح باقرار ہو یا بانکار یا بسکوت
اور اسی طرح جس دار سے باقرار صلح کر لی ہو اسمین بھی شفعہ واجب ہوتا ہو اور اگر بانکار صلح کی ہو تو شفعہ واجب نہوگا
مگر شفیع حجت قائم کرنے مین قائم مقام مدعی کے ہو جائیگا پھر اگر شفیع نے اس بات کے گواہ قائم کیے کہ یہ دار مدعی
کا ہو یا مدعا علیہ سے قسم لی اور اُس نے قسم سے انکار کیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہو جائیگا اور اسیطرح اگر بسکوت
صلح کی ہو تو بھی شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ حکم بدون شرط پائے جانیکے ثابت نہین ہوتا ہو پس وجود شرط مین شک
ہونیکے ساتھ ثابت نہوگا اور اگر بدل الصلح مین منافع ہون تو جس دار سے صلح کی ہو اسمین شفعہ ثابت نہوگا خواہ صلح باقرار
ہو یا بانکار اور اگر مدعی و مدعا علیہ نے اس قرار داد پر صلح کی کہ مدعی یہ دار متنازعہ لے لے اور مدعا علیہ کو دوسرا دار دیدے
پس اگر صلح بانکار ہو تو دونون مین سے ہر ایک دار مین بقیمت دوسرے کے شفعہ واجب ہوگا اور اگر ایسی صلح باقرار ہو تو صلح
صحیح نہین ہو پس دونون مین سے کسی دار مین شفعہ واجب نہوگا اسلیے کہ دونون گھر ملک مدعی ہین ازانجملہ مال کا معاوضہ
مال سے ہو اور اس شرط سے یہ حکم نکلتا ہو کہ اگر ایسی جنایت سے جو موجب قصاص فیما دون النفس[۵] ہو ایک دار پر صلح کی
تو شفعہ واجب نہوگا اور اگر ایسی جنایت سے جو موجب ارش[۵] ہو نہ موجب قصاص ایک دار پر صلح کی تو اسمین حق شفعہ واجب
ہوگا اسیطرح اگر غلام کو ایک دار پر آزاد کیا تو شفعہ واجب نہوگا ازانجملہ مبیع عقار ہو یا جو عقار کے معنی مین ہو خواہ یہ عقار محتمل
قسمت ہو یا نہو جیسے حمام و چکی و کنوان و نہر و چشمہ و چھوٹے چھوٹے دار اور اگر اُسکے سوا دوسری چیز ہوگی تو اسمین عامۂ علما
کے نزدیک حق شفعہ نہوگا اور ازانجملہ مبیع سے بائع کی ملک زائل ہو جانا شرط ہو پس اگر زائل نہوئی تو شفعہ واجب نہوگا
جیساکہ بیع بشرط الخیار للبائع[۵] مین ہو حتے کہ اگر بائع نے اپنے خیار کی شرط ساقط کر دی تو شفعہ واجب ہو جائیگا اور

[ل] ماخوذ منہ وہ شخص جس سے شفیع لیوے خواہ مشتری اول ہو یا کوئی ہو ۱۲ منہ [۵] فیما دون النفس یعنی قصاص مین کامل جان نہ ماری
جائے بلکہ اس سے کم ہو مثلاً کان کے عوض کان کاٹا ۱۲ [۵] یعنی جرمانہ و دیعت کا مال واجب ہوتا ہو ۱۲ منہ
[۵] یعنی زبردستی مفت دینے کا شرع نے نہین حکم دیا ۱۲ منہ [۵] قولہ باہم قبضہ یعنی واہب نے عوض اور موہوب لہ نے ہبہ پر قبضہ کر لیا ہو [۵] مال غیر منقول مانند

اگر بیع مین مشتری کا خیار ہو تو شفعہ واجب ہوگا اور اگر دونون (یعنے بائع و مشتری) کا خیار ہو تو شفعہ واجب نہوگا اور اگر بائع نے شفیع کا خیار شرط کیا تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا پس اگر شفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع جائز ہوئی اور اسکا حق شفعہ نہوگا اور اگر فسخ کردی تو بھی اسکا حق شفعہ نہوگا اور ایسی صورت مین شفیع کیواسطے حیلہ یہ ہو کہ وہ نہ اجازت دے اور نہ فسخ کرے یہانتک کہ خود بائع اجازت دے یا مدت خیار گذر جانے سے خود بیع تمام ہوجاوے پس شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا و خیار عیب و خیار رویت وجوب حق شفعہ سے مانع نہین ہو۔ ازانجملہ حق بائع زائل ہوجانا شرط ہو پس خرید فاسد مین شفعہ واجب نہوگا اور اگر بطور فاسد خریدے ہوئے عقار کو مشتری نے بطور بیع صحیح فروخت کردیا پھر شفیع آیا تو اسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کو بیع اول پر لے یا بیع ثانی پر پس اگر بیع ثانی پر لینا اختیار کیا تو ثمن کے عوض لے اور اگر بیع اول پر لینا اختیار کیا تو مبیع کی قیمت کے عوض لے اور وہ قیمت معتبر ہوگی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے روز مبیع کی قیمت تھی اسواسطے کہ بطور بیع فاسد خریدی ہوئی چیز قبضہ سے مثل مغصوب کے مضمون[۱] ہوتی ہے اور اسی اصل سے اس صورت مین کہ ایک شخص نے بطور بیع فاسد ایک زمین خرید کر اس پر عمارت بنائی امام اعظم رح کا یہ قول نکلتا ہو کہ شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک حاصل نہ ہوگا۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ جس دار کے ذریعہ سے شفیع حق شفعہ کا خواستگار ہو وہ دار مشفوعہ کی خرید کے وقت شفیع کی ملک ہو پس جس دار مین خواستگار شفعہ بااجارہ یا بعاریت رہتا ہو اسکے ذریعہ سے اسکو حق شفعہ حاصل نہوگا اور نہ ایسے دار کے ذریعہ سے جسکو اسنے مشتری کے دار مشفوعہ خریدنے سے پہلے فروخت کردیا ہو اور نہ ایسے دار کے ذریعہ سے جس کو اسنے مسجد کردیا ہو۔ اور ازانجملہ یہ ہو کہ مشتری کے انکار کے وقت شفیع کی ملک ہونا بحجت مطلقہ یعنے بگواہان یا بتصدیق مشتری ظاہر ہونا شرط ہو اور یہ شرط درحقیقت ظہور حق کی شرط ہو نہ ثبوت حق کی پس جب مشتری نے دار مشفوع بہا (یعنی جسکے ذریعہ سے شفعہ چاہتا ہو) کے ملک شفیع ہونے سے انکار کیا تو شفیع کو حق شفعہ مین لینے کا اختیار نہوگا جبتک اس بات کے گواہ قائم نکرے کہ یہ دار میری ملک ہو اور یہ قول امام اعظم رح و امام محمد رح کا ہو اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کا ہو اور ازانجملہ یہ ہو کہ دار مشفوعہ وقت بیع کے شفیع کی ملک نہو پس اگر شفیع کی ملک ہوگا تو شفعہ واجب نہوگا اور ازانجملہ یہ ہو کہ شفیع کیجانب سے بیع یا حکم بیع کی صریحًا یا دلالۃ رضامندی نہ پائی جائے پس اگر شفیع بیع یا حکم بیع پر صریحًا راضی ہوگیا یا دلالۃ[۲] راضی ہوا مثلًا مالک دار نے اسکو اس دار کی فروخت کیواسطے وکیل کیا اور اس نے فروخت کردیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اسیطرح اگر مضارب نے مال مضاربت سے ایک دار فروخت کیا اور رب المال ایک دوسرے اپنے ذاتی دار کیوجہ سے اسکا شفیع ہو تو رب المال کو حق شفعہ نہ ملیگا خواہ دار مضاربت مین نفع ہوا ہو یا نہوا ہو۔ اور شفیع کا مسلمان ہونا وجوب شفعہ کیواسطے شرط نہین ہو پس ذمیون مین باہم شفعہ واجب ہوگا اور ذمی کا مسلمان پر حق شفعہ ہوگا اور اسیطرح حریت و ذکورۃ و عقل و بلوغ و عدالت بھی شرط نہین ہو پس ماذون اور مکاتب و معتق البعض و عورتون و لڑکون و مجنون اور اہل[۳] بغی کا حق شفعہ واجب ہوگا لیکن نابالغ کا جو حق واجب ہوا تو نابالغ پر واجب ہوا نہین خصم اسکا وہ ولی قرار دیا جائیگا جو اسکے مال مین تصرف کرتا ہو یعنے باپ یا باپ کا وصی یا اسکا دادا یا اسکا وصی یا قاضی یا وصی قاضی کذا فی البدائع۔ اور صفت شفعہ یہ ہو

---

[۱] یعنے اسکی ضمان مین قیمت واجب ہوتی ہو ۱۲ م [۲] جو لوگ امام حق سے بغاوت کیے ہوں ۱۲ م [۳] یعنی دلالۃ رضامندی پائی جائے ۱۲

کہ حق شفعہ سے لینا بمنزلہ ابتدائی خرید کے ہی پس جوامر مشتری کو بلا شرط حاصل ہو جیسے خیار رویت اکیوجہ سے واپس کرنا وہ شفیع کو بھی حاصل ہوگا اور جو بدون شرط کے مشتری کو حاصل نہو وہ بدون شرط کیے شفیع کو بھی حاصل نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور حکم شفعہ کا یہ ہی کہ بسبب شفعہ پائے جانے پر شفعہ طلب کرنا جائز ہی اور بعد طلب کے متاکد ہوجائیگا اور بعد دینا سے مشتری یا حکم قاضی کے ملک ثابت ہوگی یہ نہایہ مین ہی ہمارے اصحاب رحمہ نے فرمایا کہ منقولات مین بالذات شفعہ واجب نہیں ہوتا ہی فقط عقار کی تبعیت مین واجب ہوجاتا ہی اور بالذات شفعہ فقط عقارات مثل دار و کرم و خیرہ اراضی مین واجب ہوتا ہی اور ایسی اراضی مین واجب ہوتا ہی جو بطرح مملوک ہوتے کہ ایسی اراضی جسکو امام المسلمین نے بیت المال کیواسطے رکھا ہو اور لوگون کو مزارعت پر دیتا ہو پھر ان کاشتکارون کی ایمین کردار مثل عمارت و درخت ہوگئی اور مٹی کے پاٹنے ہوئے پھر اور بشرطیکہ انھون نے ایسی مٹی سے پاٹا ہو جسکو اپنی ملک سے لائے ہون پھر اگر ایسی اراضی فروخت کیگئی تو اسکی بیع باطل ہی اور اس کردار کی بیع جائز ہی بشرطیکہ معلوم ہو مگر اسمین حق شفعہ نہوگا۔ اسیطرح اراضی میان دیہی اگر اسکو کاشتکار لوگ جوتتے ہون تو اسکی بیع بھی جائز نہین ہی۔ اور خصاف رح کے ادب القاضی کے باب شفعہ مین ہی کہ شفعہ فقط حق الملک کے ذریعہ سے واجب ہوتا ہی حتی کہ اگر دار وقف کے پہلو مین کوئی دار فروخت کیا گیا تو وقف کنندہ کو اسکا حق شفعہ حاصل نہوگا اور متولی وقف اسکو نہین لے سکتا ہی اور فتاوائے فقیہ ابو اللیث رح مین لکھا ہی کہ اسیطرح اگر یہ دار کسی خاص شخص پر وقف ہو تو اس شخص کو بھی جس پر وقف ہی اس دار وقف کے سبب سے حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی اگر زمین وقف مین ایک شخص کا گھر ہو تو اسکو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا اور اگر اسنے خود اپنی عمارت فروخت کی تو اسکے پڑوسی کو بھی حق شفعہ نہوگا یہ سراجیہ مین ہی اور بحر مین ہی کہ عقار مین سے مثل عقار وقف کے جسکی بیع جائز نہین ہی اسمین جو شخص وقف کی بیع جائز ہونیکا قائل ہی اسکے نزدیک شفعہ نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو اس شخص کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جو دار کسی عورت کا مہر قرار دیا گیا یا آزادی کا عوض قرار دیا گیا اسمین شفعہ واجب نہین ہوتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے ایک عورت سے بدون تسمیہ مہر کے نکاح کیا پھر اسکے مہر مثل کے عوض اسکے ہاتھ اپنا ایک دار فروخت کیا تو اسمین شفعہ واجب ہوگا۔ اور اگر عورت سے اسی دار کو مہر ٹھہرا کر نکاح کیا یا مہر بیان کر دیا پھر عورت نے اس دار پر مہر کی راہ سے قبضہ کیا تو شفعہ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر عورت سے مہر بیان کر کے نکاح کیا پھر اسکے ہاتھ اس مہر کے عوض ایک دار فروخت کیا تو شفیع کو اسمین حق شفعہ واجب ہوگا اسیطرح اگر کسی عورت سے بغیر مہر کی شرط پر نکاح کیا پھر قاضی نے اسکے واسطے مہر مقرر کر دیا پھر اس مقررہ مہر کے عوض اسکے ہاتھ ایک دار فروخت کیا تو بھی اسمین شفیع کا حق شفعہ واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی عورت سے ایک دار پر اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اسکو ہزار درہم واپس دے تو امام اعظم رح کے نزدیک دار کے

ا کرم باغات انگور جمع ہین چہار دیواری ہو ۱۲ ۔ قولہ بیع یعنے تعمیر کے نزدیک وقف کی بیع ہی جائز نہین اور بعض جن کے نزدیک بیع جائز ہو تو بھی حق شفعہ نہین بتلاتے ہین ۱۲ ۔ یعنے حق الواقف وغیرہ سے نہین مستحق ہو ۱۲ ۔ خلاصہ اگر وقف کے ذریعہ سے واقف و موقوف علیہ تک حق شفعہ نہین پہونچتا ہی ۱۲ ۔ یعنی اسکے واسطے کچھ مہر نہین ہی ۱۲

کسی حصہ مین شفعہ واجب نہوگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک بقدر حصہ ہزار درم کے شفعہ واجب ہوگا اسی طرح اگر عورت نے
شوہر سے ایک دار پر اس شرط سے خلع لیا کہ شوہر اُسکو ہزار درم واپس دے تو اسمین ایسا ہی اختلاف ہے۔ یہ محیط سرخسی مین ہے
اور اگر قتل عمد سے قاتل نے ایک دار پر اس شرط سے صلح کی کہ ولی مقتول اُسکو ایک ہزار درم واپس دے تو امام اعظم رحمہ کے
نزدیک دار مین شفعہ نہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے و امام محمد رحمہ کے نزدیک شفیع اس دار کے گیارہ جزون مین سے
ایک جزو ہزار درم مین سے لے سکتا ہے۔ اسیطرح اگر زخم ہائے[1] دو مر عمدی سے جنمین قصاص لازم آتا ہے صلح کی تو بھی اختلاف
ہے اور اگر دو موضحہ زخم سے جنمین سے ایک عمداً اور دوسرا خطاءً تھا ایک دار پر صلح کی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک دار مین شفعہ نہوگا
اور امام ابو یوسف رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک شفیع نصف دار کو پانچسو درم[2] مین لے سکتا ہے اسواسطے کہ موضحہ خطا کا ارش پانچسو درم
ہے یہ مبسوط مین ہے اگر کسی عورت سے بغیر مہر نکاح کیا اور اُسکے واسطے اپنا دار مہر قرار دیا یا کہا کہ مین نے تجھ سے اس شرط سے صلح کی
کہ اپنا یہ دار تیرا مہر قرار دیا یا کہا کہ مین نے تجھے یہ دار مہر مین دیا تو ان صورتون مین شفیع کیواسطے کچھ حق شفعہ نہوگا یہ ظہیریہ
مین ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اُسکا کچھ مہر بیان نہ کیا پھر اُسکو ایک دار دیا تو اسکی دو صورتین ہین
اگر شوہر نے یون کہا کہ مین نے یہ دار تیرا مہر قرار دیا تو دار مین حق شفعہ نہوگا اور اگر یون کہا کہ یہ دار بعوض تیرے مہر کے
کر دیا تو اسمین شفعہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی نابالغہ بیٹی کو ایک دار ہبہ دیا پھر اس دار کو شفیع نے شفعہ
مین طلب کیا اور باپ نے اُسکے مہر مثل کے عوض ثمن مسمی معلوم پر یا دار کی قیمت پر دیدیا تو یہ بیع ہے اور شفیع کو اسمین حق شفعہ حاصل ہوگا
اسیطرح اگر وہ لڑکی بالغہ ہو اور اُسنے خود سپرد کیا تو یہ بیع ہوگی اور شفیع کو اسمین شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس
سے ایک دار پر صلح کی تو اسمین شفعہ نہوگا خواہ مکفول عنہ کی کفالت بالنفس حق قصاص مین ہو یا حد قذف مین یا مال مین یہ سب
صورتین حکم شفعہ و بطلان صلح مین یکسان ہین۔ اور اگر مطلوب سے جسقدر مال کا مطالبہ ہے اُس مال کی صلح کی پس اگر یون
کہا کہ مین نے تجھ سے اس شرط پر صلح کی کہ فلان شخص تمام مال مطلوب سے بری ہوا تو یہ جائز ہے اور شفیع کو اُس مین
حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ مرد اجنبی کا کسی شخص کے قرضہ سے اپنی ملک پر صلح کر دینا مثل صلح قرضدار کے صحیح
ہے اور اگر یون کہا کہ مین نے مدیون کی طرف سے تیرے قبضہ مین دیا تو صلح باطل ہے یہ مبسوط مین ہے اور جس شخص کا
ہبہ کرنا بغیر عوض نہین جائز ہے۔ جیسے باپ نے پسر صغیر کا مال ہبہ کیا یا مکاتب یا غلام ماذون کا ہبہ کرنا اگر ایسے شخص نے
بعوض ہبہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نہین صحیح ہے اور شفعہ واجب نہوگا اور امام محمد رحمہ کے نزدیک صحیح ہے اور شفعہ واجب
ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کو ایک دار اس شرط پر ہبہ کیا کہ وہ شخص واہب کو ہزار درم ہبہ کرے تو جبتک
دونون باہم قبضہ نہ کرلین تب تک شفیع کو اسمین حق شفعہ نہوگا اور اگر کہا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم مین اپنا دار
فروخت کرنیکی وصیت کی پھر موصی مرگیا پھر موصی لہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر وصی

[1] قولہ زخمہائے دو مر الخ یعنے پردہ سر کے زخمون سے واضح ہو کہ اصل مین شجاج ہے جمع شجہ فقہا اس کو زخم سر مین غالب کہتے ہین ہر موضحہ وہ شجہ
جسمین ہڈی کھلی ہوئے۔ آمہ جو ام الدماغ تک پہونچے ۱۲ [2] قولہ شفعہ مین الخ لیکن یہان کچھ شفعہ نہین ہے پھر اگر صغیرہ کے باپ نے اس طالب کے ہاتھ
اسطرح فروخت کیا تو یہ مشتری ہوا اب جو کوئی ثالث شفیع ہو وہ شفعہ مین لے سکتا ہے ۱۲ [3] یعنے سر درو کے زخمہائے عمد سے ۱۲

سے کہا کہ مین نے یہ وصیت کی کہ میرا دار فلان شخص کو بعوض ہزار درم کے ہبہ کیا جائے تو یہ صورت اور موصی کا خود بنفسہ مباشر ہبہ ہونا دونون حکم مین یکسان ہین۔ اور اگر دار مین سے ایک نصیب مسمی بشرط عوض ہبہ کیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز نہین ہے اور ہمارے نزدیک اُسمین شفعہ نہوگا۔ اسیطرح اگر مال عوض قابل قسمت ہو گر اُسکو غیر منقسم رکھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک شخص کو ایک دار اس شرط پر ہبہ کیا کہ موہوب لہ واہب کو اپنے دین سے جو اُسکا واہب پر آتا ہے بری کرے اور اُس دین کو مسمی نہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا تو شفیع کو دار مین حق شفعہ حاصل ہوگا اسیطرح اگر اُسکو اس شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ اس دوسرے دار مین جو کچھ اپنا دعویٰ کرتا ہے اس سے بری کرے اور موہوب لہ نے دار ہبہ پر قبضہ کر لیا تو یہ صورت بھی استحقاق شفعہ مین مثل صورت مذکورہ کے ہے یہ مبسوط مین ہے ایک شخص نے ہزار درم مین ایک باندی خریدی پھر بائع سے باندی کے عیب سے خواہ بائع کیطرف سے اقرار عیب ہو یا انکار ہو ایک دار پر صلح کی تو اُسمین شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ جامع کبیر کے باب الشفعہ فی الصلح مین ہے۔ اور اگر بعد قبضہ کرنے کے بائع کیطرف عیب سے ایک دار پر صلح کی تو نقصان عیب مین صلح کنندہ کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر زید کا عمرو پر دین ہو اور عمرو اُسکا مقر ہو یا منکر ہو پھر اُسنے اس دین سے ایک دار پر صلح کی یا بعوض اس دین کے عمرو سے ایک دار خرید کر قبضہ کر لیا تو شفیع کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا پھر اگر زید نے اور شفیع نے مبلغ دین اور جنس دین مین باہم اختلاف کیا تو یہ بمنزلہ مشتری و شفیع کے ثمن مین اختلاف کرنیکے ہے۔ اور جس شخص پر دین ہے اُسکے قول پر التفات نہ کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے اگر ایک دار مثلاً تین آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک شخص نے آکر اُس دار مین کچھ اپنا دعوی کیا پھر شرکاء دار مین سے ایک نے مدعی کے ساتھ کسیقدر مال پر اس شرط سے صلح کر لی کہ حصہ مدعی خاصتہً اس صلح کرنیوالے کا ہوگا پھر باقی دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا پس اگر یہ صلح شرکاء دار کے اقرار کے ساتھ ہو مثلاً شرکاء دار نے دعوی مدعی کا اقرار کیا پھر اُس سے فقط ایک شریک نے اس شرط پر صلح کی کہ حصہ مدعی خاصتہً صلح کنندہ کا ہوگا تو باقی شریکون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر یہ صلح شریکون کے انکار کے ساتھ ہو تو اُنکو شفعہ حاصل نہوگا اور اگر صلح کنندہ دعوی مدعی کا مقر ہوا اور باقی دونون شریک حق مدعی ہونے سے منکر ہون تو قاضی شریک صلح کنندہ سے دعوی مدعی کے گواہ طلب کریگا پس اگر اُسنے گواہ قائم کر دئے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ وہ مشتری ہے کہ اُسنے خرید کردہ چیز مین اپنے بائع کی ملکیت اس غرض سے ثابت کی کہ اُسکی خرید صحیح ہو جاوے پھر جب گواہ مقبول ہو گئے تو جو امر ان گواہون سے ثابت ہوا وہ مثل اُسکے ہے جو اقرار شرکاء سے ثابت ہو اور جو کچھ اقرار شرکاء سے ثابت ہوتا ہے اُسمین باقی دونون شریکون کو حق شفعہ ہوتا تھا پس ویسا ہی اسیطرح ثابت شدہ مین بھی اُنکو حق شفعہ حاصل ہوگا اگر کسی مدعی نے ایک دار مین اپنے حق کا دعوی کیا اور مدعاعلیہ نے اُس سے ایک دوسرے دار کی سکونت پر صلح کر لی تو جس دار سے صلح کیگئی ہے اُسمین شفیع کو حق شفعہ نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مدعی نے دین یا ودیعت یا جراحت بخطا کا دعوی[ا] کیا اور مدعاعلیہ نے اس سے ایک دار پر یا دار کی دیوار پر صلح کر لی تو اُسمین شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اور اگر

ا غلطی سے زخم پہونچایا ۱۲

ل اس روایت کے ایراد سے یہ غرض ہے کہ شفیع اس دار کو کتنے مین لے سکتا ہے کیونکہ بمقدار نقصان اسی کے قول سے ثابت ہوگی ۱۲ منہ ۱۲ ع لینے خود اپنے ہاتھون ہبہ کرے سے لینے انکے بیان پر مقدار ثمن کیا جائیگا ۱۲ منہ س لینے منافع پر صلح ہوئی ۱۲ منہ

سکونت[ف۱] دار ہے جسکی اُسکے حق مین وصیت کی گئی تھی یا خدمت غلام سے ایک بیت پر صلح کرلی تو اسمین شفعہ نہوگا اور اگر مدعی نے مدعا علیہ پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اُسکے ساتھ اس شرط پر صلح کرلی کہ مدعی میری دیوار پر اپنی دھنیان رکھ لے یا دھنیان رکھنے کی جگہ ہمیشہ کیواسطے اُسکی ہوجاوے یا ایک مدت معلومہ (سالہائے معلوم ۱۲) تک ہوجاوے تو قیاساً یہ جائز ہے اسواسطے کہ جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہے خواہ عین ہو یا منفعت ہو لیکن امام رح نے اس قیاس کو ترک کرکے فرمایا کہ ایسی صلح باطل ہے اور شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اسیطرح اگر اس شرط پر صلح کی کہ مدعی اپنے پانی بہنے کا راستہ میرے دار کیجانب کردے تو بھی اس دار کے پڑوسی کو یہ اختیار نہوگا کہ اس پانی بہنے کے راستہ کو شفعہ مین لے لے اور اگر دار کے اندر ایک راستہ محدود ومعروف پر صلح کی تو جار لاحق کو اختیار ہوگا کہ اسکو شفعہ مین لے لے اور دار کے اندر راستہ مثل مسیل[ف] آب کے نہیں[ف۲] ہے اسواسطے کہ عین راستہ مملوک ہوتا ہے پس شفیع راستہ مین شریک ہوجائیگا اور دیوار پر دھنیان وشہتیر رکھنے مین اور مسیل آب مین شریک نہوگا یہ مبسوط مین ہے منتقی مین امام محمد رح سے املا مین روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور شفیع کیواسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اس شرط پر بیع کی اجازت دی کہ مین اُسکو شفعہ مین لے لونگا تو اُسکو شفعہ حاصل رہیگا اور اگر شفعہ مین لینے کا ذکر نہ کیا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر ایک شخص نے اپنا دار اس شرط سے فروخت کیا کہ میرے واسطے شفیع اُس ثمن کا جو مشتری پر ہوا ہے ضامن ہو اور شفیع حاضر تھا پس اُسنے ضمانت قبول کرلی تو بیع جائز ہوجائیگی اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ شفیع کیطرف سے بیع تمام[ف۳] ہوئی پس اُسکو حق شفعہ نہ رہا اسیطرح اگر مشتری نے اس شرط پر خریدا کہ شفیع بائع کی طرف سے ضمان درک کا ضامن ہو اور شفیع حاضر ہے پس اُس نے ضمان قبول کرلی تو بیع جائز ہوجائے گی اور اُسکو شفعہ نہ ملے گا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر مشتری خیار ابدی شرط کرے تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پس اگر مشتری نے اپنا خیار باطل کردیا اور بیع تمام کردی اور ہنوز تین روز نہین گذرے تھے تو شفعہ واجب ہوجائیگا اسیطرح صاحبین رح کے نزدیک بھی بعد تین[ف] روز گذرنے کے یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مشتری نے اپنے واسطے ایک مہینہ یا اُسکے مشابہ کسی مدت کی شرط کی تو امام اعظم رح کے نزدیک شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پھر اگر مشتری نے تین روز گذرنے سے پہلے اپنا خیار باطل کردیا حتی کہ بیع سابق منقلب ہوکر بیع صحیح ہوگئی تو شفیع کا شفعہ واجب ہوجائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر کوئی دار تین روز کی خیار کی شرط پر فروخت کیا پھر تین روز اور زیادہ کردیے اور شفیع وقت بیع کے اُسکا شفعہ طلب کرچکا ہے تو پہلی مدت خیار گذرنے پر شفیع اُسکو لے لیگا اور اگر دو پڑوسیون مین سے ایک نے اُسکو علی الاصل رد کردیا تو دوسرا پڑوسی اُسکو لے لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کوئی دار بعوض ایک

ف۱ یعنی اگر میت نے کسی شخص کے حق مین وصیت کی کہ وہ میرے فلان دار مین ایک سال تک رہے یا یہ کہ میرا غلام اس کی ایکسال تک خدمت کرے اور وارثون نے موصی لہ کے ساتھ اس حق کے عوض ایک بیت پر صلح کرلی تو جائز ہے مگر اسمین شفعہ نہوگا لعدم تحقق معاوضۃ المال بالمال فافہم ۱۲ منہ ف۲ قولہ نہیں یعنی مسیل اور خاص راستہ کا حکم یکسان نہین ہے ۱۲ ف۳ قولہ بیع تمام الخ اصل یہ کہ جس صورت مین مشتری کا خریدنا شفیع کی طرف سے پورا ہو تو گویا شفیع نے شفعہ چھوڑا ۱۲ ع ف پانی بہنے کی نالی ۱۲ ف یعنی تین روز گذرنے

غلام معین یا عدد معین کے خریدا اور اس خرید میں دونوں میں سے ایک کیواسطے خیار مشروط ہو پس اگر بائع کیواسطے مشروط ہو تو قبل بیع تمام ہونیکے شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا خواہ شرط خیار دار میں ہو یا غلام میں یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا اور مشتری کیواسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو شفیع کو اسمیں شفعہ حاصل ہوگا پس اگر شفیع نے مشتری کے قبضہ سے وہ دار لے لیا تو اُسکے حق میں بیع واجب ہوگئی پھر اگر مشتری نے بیع کی اجازت دی اور اپنا خیار باطل کر دیا تو وہ غلام بائع کے سپرد ہوگا اور اگر مشتری نے بیع سے انکار کرکے بیع توڑ دی تو اپنا غلام بائع سے لیکر وہ قیمت غلام جو اسنے شفیع سے لی ہے بائع کو دیدیگا۔ اور شفیع کا دار کو شفعہ میں لے لینا مشتری کیطرف سے بیع کو اختیار کرنا شمار نہوگا اور نہ غلام میں خیار ساقط کرنا شمار ہوگا۔ بخلاف اسکے اگر مشتری نے خود اس دار کو فروخت کیا تو یہ امر مشتری کیطرف سے بیع کا اختیار کرنا قرار دیا جائیگا۔ اور اگر وہ دار بائع کے قبضہ میں ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بائع سے وہ دار غلام کی قیمت کے عوض لے لے اور وہ غلام مشتری کو سپرد کیا جائیگا۔ اور اگر وہ دار مشتری کے قبضہ میں ہو پھر غلام بائع کے پاس مر گیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور مشتری اُس دار کو واپس کر دیگا اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ بائع سے اسکو بعوض قیمت غلام کے لے لے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دار فروخت کرنیوالے کو خیار حاصل ہو پھر اس دار مبیعہ کے پہلو میں دوسرا دار فروخت کیا گیا تو بائع کو اسمیں حق شفعہ حاصل ہوگا پس اگر بائع نے اسکو شفعہ میں لیا تو یہ امر بائع کی طرف سے بیع کا نقض قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر خیار مشتری کا ہو اور دار مبیعہ کے پہلو میں دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو اُس میں حق شفعہ حاصل ہوگا پھر اگر اُسکو شفعہ میں لے لیا تو یہ امر اُسکی طرف سے بیع کی اجازت قرار دیا جائیگا پھر اگر شفیع نے مشتری سے دار اول شفعہ میں لیا تو اُسکو دوسرے دار کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ شفیع کو دار اول میں ملکیت ابھی حاصل ہوئی ہے پس اس سے وہ دوسرے دار کا وقت عقد سے پڑوسی نہوگا الا اُس صورت میں کہ شفیع کا کوئی دوسرا دار اس دار ثانیہ کے پہلو میں واقع ہو۔ اور وہ دوسرا دار مشتری کے سپرد رہیگا اسواسطے کہ شفیع کا دار اول اُسکے قبضہ سے لے لینا اُسکی ملک فی الاصل ثابت ہونیکے منافی[۱] نہیں ہے اسی واسطے شفیع کا عہدہ بیع اسی مشتری پر رہتا ہے پس جب شفیع نے دار اول اُس سے لیا تو اس سے مشتری کے حق میں انہدام[۲] سبب ملک ثانیہ ظاہر نہوا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کوئی دار خریدا اور کبھی اُسکو دیکھا نہ تھا پھر اسکے پہلو میں دوسرا دار فروخت کیا گیا اور اُسکو شفیع سے شفعہ میں لیا تو روایت صحیح کے موافق مشتری کا خیار رویت ساقط نہوگا اسواسطے کہ حق شفعہ لینے سے دلالۃً رضامندی ثابت ہوتی ہے اور خیار رویت تو صریح رضامندی سے ساقط[۳] نہیں ہوتا ہے پس دلالۃً رضامندی سے بھی ساقط نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک عقار کے شریکوں نے عقار کو باہم تقسیم کیا تو تقسیم سے اُنکے جار کو حق شفعہ حاصل نہوگا خواہ تقسیم بقضاء قاضی ہو یا برضا ہو یا ہی یہ ینابیع میں ہے۔ اور خرید فاسد میں حق شفعہ نہیں ہوتا ہے خواہ بیع ایسی چیز ہو

۱؎ قولہ منافی الخ بلکہ اصل میں مشتری اس دار کا مالک ہوا تھا پھر شفیع نے اسکی ملک سے لیا ہے ۱۲ ۲؎ قولہ انہدام یعنی یہ لازم نہ آیا کہ مشتری نے دوسرا دار جو شفعہ میں لیا وہ بدون اپنے مملوکہ دار کے شفعہ میں لیا بلکہ اول دار کی ملکیت سے اسکو دوسرے دار کا شفعہ ملا ہے ۱۲ ۳؎ قولہ ساقط الخ لیکن اگر دیکھکر واپس کر دے تو دوسرا دار شفعہ بھی نہ ملے گا ۱۲ ۴؎ اگر بطور بیع معاوضہ کرے ۱۲

جو قبضہ سے مملوک ہو جاتی ہو یا ابھی نہو اور خواہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہ حکم اسوقت ہو کہ ابتدا سے بیع فاسد قرار پائی ہو۔ اور اگر بطور صحیح منعقد ہونیکے بعد پھر فاسد ہو گئی ہو تو شفیع کا حق اپنے حال پر باقی رہے گا آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک دار بعوض شراب کے خریدا اور ہنوز دونون نے باہم قبضہ نہ کیا تھا کہ دونون یا ایک مسلمان ہو گیا یا دار پر قبضہ ہو جانے اور شراب پر قبضہ نہ ہونیکی حالت مین ایسا ہوا تو بیع فاسد ہو جائے گی مگر شفیع کو اختیار ہو گا کہ دوسرے دار کو شفعہ مین لے اگرچہ بیع فاسد ہو گئی۔ اگر مشتری نے بطور فاسد[ف] خریدے ہوئے دار کو اپنے قبضہ مین کر لیا حتے کہ اُسکا مالک ہو گیا پھر اس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو شفعہ حاصل ہو گا پس اگر اُسنے ہنوز دوسرے دار کو شفعہ مین نہ لیا تھا کہ اُسکے بائع نے اُس دار مبیعہ کو بوجہ فساد بیع کے واپس کر لیا تو مشتری کو دوسرے دار کے لینے کا اختیار نہ رہیگا اور اگر مشتری دوسرے دار کو بحق شفعہ لے چکا ہو پھر اُسکے بائع نے اُس سے دار مبیعہ بحکم فساد بیع واپس لیا تو بحق شفعہ لینا برقرار رکھا جائیگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر مشتری نے کوئی دار بطور فاسد خریدا اور اُسپر ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو بائع کو اختیار ہو گا کہ اُس دار کو شفعہ مین لیوے اسواسطے کہ دار اول ہنوز اسکی ملک مین ہو پس بائع اپنی ملک کے ساتھ دوسرے دار کا جار ہو گا اگر شفعہ کا حکم ہونے سے پہلے بائع نے وہ دار مشتری کے سپرد کیا تو بائع کا حق شفعہ باطل ہو گیا اور مشتری کو اسمین حق شفعہ حاصل نہو گا اسواسطے کہ دوسرے دار کی بیع ہو جانیکے بعد اُسکو جوار حاصل ہوا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر کسی شخص نے بطور فاسد ایک دار خریدا تو اُسمین حق شفعہ نہو گا (نہ قبضہ سے پہلے اور نہ قبضہ کے بعد) سو قبضہ سے پہلے اسوجہ سے نہو گا کہ اُسمین ملک بائع باقی ہو اور بعد قبضہ کے اسوجہ سے نہو گا کہ فسخ کا احتمال ہو پھر اگر مشتری نے اُسمین کچھ عمارت بنائی تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع کا حق استرداد منقطع ہو گیا اور مشتری پر اس دار کی قیمت واجب ہو گی اور شفیع کو حق شفعہ حاصل ہو گا اور صاحبین کے نزدیک بائع کا حق استرداد منقطع نہو گا پس شفیع کا اُسمین شفعہ واجب نہو گا۔ اور شفیع کو اختیار حاصل ہو گا (بر مذہب امام اعظم رح ۱۲) کہ مشتری کو حکم کرے کہ اپنی بنائی ہوئی عمارت منہدم کر دے اور اگر مشتری نے اُس دار کو مسجد بنایا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہو اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ بالاجماع حق بائع کا منقطع ہو جائیگا (یعنی حق بائع ۱۲) کذا فی الکافی اگر کسی نے سو قفیز گیہون کی بیع سلم مین راس المال ایک دار ٹھہرا کر سپرد کر دیا تو شفیع کو شفعہ حاصل ہو گا۔ اور اگر سپرد نہ کیا یہانتک کہ دونون جدا ہو گئے تو سلم و شفعہ باطل ہو جائینگی کیونکہ یہ جدائی فسخ ہو اور اگر سپرد کرنے اور جدا ہو جانیکے بعد دونون نے بیع کو توڑ لیا (یعنی اقالہ کر لیا ۱۲ منہ) تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہو گا اسواسطے کہ یہ شفیع کے حق مین فسخ نہین بلکہ بیع جدید ہو یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہو۔ ایک شخص کیواسطے ایک دار کی وصیت کی گئی اور اُسنے یہ نہین جانا حتے کہ اُس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا پھر موصی لہ نے وصیت قبول کی تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا۔ اور اگر علم وصیت سے پہلے موصی لہ مر گیا پھر اس دار کے پہلو کا دار فروخت کیا گیا اور وارثون نے اسکی شفعہ کا دعویٰ کیا تو ان کو شفعہ ملیگا اسلیے کہ موصی لہ کا مر جانا بمنزلہ اُسکے قبول کر لینے کے ہو یہ فتاویٰ کبریٰ مین ہو

ف قولہ فاسدا الخ شاید مراد یہ ہے کہ بیع صحیح کے بعد فساد آگیا تھا تو بغیر قبضہ کے شفعہ نہو گا اور اگر قبضہ کر لیا الخ ۱۲ منہ ع یعنی امام کے نزدیک حق استرداد منقطع ہو گا اور صاحبین کے نزدیک نہیں ۱۲ منہ

اگر اپنے دار کے حاصلات[۵۱] کی ایک شخص کیواسطے اور اُسکے رقبہ کی دوسرے کیواسطے وصیت کی پھر اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو اُسکا شفعہ اُس موصی لہ کو ملیگا جسکے حق مین رقبہ دار کی وصیت تھی یہ محیط سرخسی مین ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا اور اُسکے اوپر کا بالاخانہ دوسرے کا ہے پس نیچے کے مالک نے سفل کو فروخت کیا تو بالاخانے والے کو شفعہ کا استحقاق ہے اور اگر بالاخانہ والے نے بالاخانہ فروخت کیا تو نیچے والے کو اُسکا حق شفعہ حاصل ہوگا۔ پھر اسکے بعد جاننا چاہیے کہ اگر بالاخانہ کا راستہ نیچے سے ہو تو حق شفعہ بسبب شرکت راہ کے حاصل ہوگا اور اگر بالاخانہ کا راستہ کوچہ کیطرف ہو تو حق شفعہ بسبب جوار کے ہوگا۔ پھر اگر بالاخانہ والے نے نیچے کا مکان شفعہ مین نہ لیا یہانتک کہ بالاخانہ گر گیا تو امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا حق شفعہ باطل ہوجائیگا اور امام محمد رح کے قول پر باطل نہوگا اور اگر بالاخانہ گرے ہوئے کی حالت مین نیچے کا مکان فروخت کیا گیا تو بر قیاس قول امام ابو یوسف رح بالاخانہ والے کو حق شفعہ نہوگا بنابرینکہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک حق شفعہ بسبب عمارت کے ہوتا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکو حق شفعہ حاصل ہوگا اس لیے کہ امام محمد رح کے نزدیک حق شفعہ بسبب حق استقرار[۵۲] عمارت کے ہوتا ہے نہ بسبب نفس عمارت کے اور بالاخانہ کا حق القرار ہنوز باقی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر نیچے کا مکان ایک شخص کا اور بالاخانہ دوسرے کا ہو اور اس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو حق شفعہ دونون کو حاصل ہوگا اور اگر بحق شفعہ لینے سے پہلے بالاخانہ اور نیچے کا مکان دونون منہدم ہوگئے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اب شفعہ فقط نیچے والے مکان کے مالک کو حاصل ہوگا کیونکہ جس کے ذریعہ سے استحقاق شفعہ ہوتا ہے یعنے زمین وہ قائم ہے اور بالاخانے کے مالک کو شفعہ نہ ملیگا اسوجہ سے کہ جسکے ذریعہ سے استحقاق شفعہ تھا وہ[۵۳] زائل ہوگئی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون کو استحقاق شفعہ حاصل رہیگا اسلیے کہ بالاخانے والے کا حق بھی قائم ہے کیونکہ جب سفل والا نیچے کا مکان بنا دیگا تو وہ بھی اپنا بالاخانہ اُسپر قائم کریگا اور اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ خود ہی نیچے کا مکان بنوا کر پھر اُسپر بالاخانہ بنوا لے اور سفل کے مالک کو اس سفل سے نفع حاصل کرنے سے منع کرے یہانتک کہ صاحب سفل اُسکو اُسکا حق[۵۴] دیدے یہ کافی مین ہے۔ دو شخصون نے ایک دار خریدا حالانکہ ایک اُنمین سے اُسکا شفیع ہے تو جسقدر حصہ اجنبی کا ہو گیا اُسمین شفیع کو حق شفعہ نہ رہا اسواسطے کہ اُس اجنبی کی خرید تمام نہوئی جبتک کہ شفیع نے اُسکے واسطے بیع قبول نہین کی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے کسیقدر مدت معلومہ کیواسطے اپنا دار کرایہ پر دیا پھر قبل مدت گذرنے کے اُسکو فروخت کیا اور مستاجر ہی اُسکا شفیع ہے تو یہ بیع حق مستاجر مین موقوف رہیگی کیونکہ اجارہ قائم ہے پس اگر مستاجر نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اُسکے حق مین تمام ہوجائیگی اور اُسکو حق شفعہ حاصل ہوگا کیونکہ سبب شفعہ پایا گیا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت[۵۵] نہ دی لیکن شفعہ طلب کیا تو اجارہ باطل ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے

---

۵۱ حاصلات کرایہ وغیرہ ۱۲ ۵۲ قولہ حق استقرار یعنے اس کو عمارت برقرار رکھنے کا حق حاصل ہے تو یہی حق شفعہ کا سبب ہے اگرچہ بالفعل عمارت موجود نہ ہو ۱۲ ۵۳ قولہ وہ زائل الخ وہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک بالفعل موجودہ عمارت تھی سو جو زائل ہوچکی ۱۲ ۵۴ حق یعنے جو کچھ سفل بنوانے مین اُس نے خرچ کیا ہے ۱۲ ۵۵ یعنے جواب مالک رقبہ ہے ۱۲ ۵۶ یعنے صریحاً اجازت نہ دی ۱۲ منہ

بیج بوئی ہوئی زمین خریدی پھر کھیتی اُگی یہانتک کہ مشتری نے اُسکو کاٹ لیا پھر شفیع حاضر ہوا تو زمین کو زمین کا حصہ
ثمن لے لیگا بس زمین تخم ریختہ کی قیمت لگائی جاوے (اور بغیر تخم ریختہ کی قیمت لگائی جاوے) پس بعوض مقدار
حصۂ زمین کے لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر قطع کرنے کیواسطے ایک درخت خریدا تو اُسمین شفعہ نہین ہے اسیطرح
اگر اُسکو مطلقاً خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر درخت کو مع جڑون اور موضع زمین بقدر قیام درخت کے خریدا تو اُسمین
حق شفعہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر کھیتی یا رطبہ کاٹ لینے کیواسطے خریدا تو اُسمین شفعہ نہ ہوگا اور اگر مع زمین خریدی
ہو تو کل میں استحساناً شفعہ واجب ہوگا اور قیاساً کھیتی میں شفعہ نہ ہونا چاہیے اور اگر ایک زمین خریدی اور
اُسمین چھوٹے چھوٹے پودے تھے پس اسنے کوڑا پس ان درختون مین پھل آگئے یا اُسمین کھیتی تھی پس وہ تیار ہوگئی
تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اس سب کو ثمن مقررہ میں لے لے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کوئی عمارت کھود لینے کیواسطے
خریدی تو شفیع کو اُسمین حق شفعہ نہوگا اور اگر مع اصل اُسکو خریدا ہو تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر عمارت
مین سے حصہ بایع خریدا اور وہ نصف ہے تو اُسمین شفعہ نہوگا اور یہ بیع ناسد ہوگی۔ اسی طرح اگر پوری عمارت ایک ہی
شخص کی ہو مگر اُسنے اُسمین سے نصف فروخت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اگر قطع کرنے کیواسطے کوئی
درخت خریدا پھر اُسکے بعد زمین خریدی اور درخت اُسمین لگا رہنے دیا تو شفیع کو درخت میں حق شفعہ حاصل نہوگا اسیطرح
اگر پھلون کو توڑ لینے کیواسطے یا عمارت کو گرا لینے کیواسطے خریدا پھر اسکے بعد زمین خریدی تو بھی یہی حکم ہے کہ
شفیع کو فقط زمین میں حق شفعہ حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک بیت اور اُسکے راہ کی پن چکی
مع اُسکے پانی کی نہر و متاع کے خریدا تو شفیع کو بیت میں اور تمام اُن آلات میں جو پن چکی کے گھر سے مرکب ہیں
حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ آلات پن چکی کے گھر کے تابع ہیں۔ اور علیٰ ہذا اگر حمام خریدا تو شفیع کو استحقاق ہوگا کہ
حمام کو مع حمام کے آلات مرکبہ کے جیسے دیگین وغیرہ شفعہ مین لے لے اور مسئلہ اولیٰ میں جو آلات بیت سے
منفصل ہیں اور مسئلہ ثانیہ میں جو آلات حمام سے منفصل ہیں انہین سے لے سکتا ہے لیکن چکی کا اوپر کا پاٹ استحساناً
لے سکتا ہے اگرچہ مرکب نہین ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک نیستان خریدا جسمین نرکل اور ایسی مچھلیاں تھین جو بدون شکار
کے پکڑی جاسکتی ہین تو شفیع اس نیستان و نرکل کو شفعہ میں لے سکتا ہے اور مچھلیون کو نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر کوئی
چشمہ یا نہر یا کنواں مع اصل رقبہ کے خریدا تو شفیع کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا اسیطرح اگر چشمۂ قیر یا نفط یا کان نمک
تو یہ سب شفعہ میں لے سکتا ہے کیونکہ ان میں معنی اتصال پایا جاتا ہے لیکن اگر مشتری ان چیزون میں سے کسیقدر اُنکی جگہ سے
اُٹھا لے گیا ہو تو جسقدر لے گیا ہے اُسکو شفیع نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور تفریع میں لکھا ہے کہ شفیع کو اختیار ہوگا کہ جو عمارت
مین داخل ہوجاتی ہے اور پاخانہ اور بہشتی شفعہ میں لے لیوے سے رہا ظلہ سو اگر دیا ہو میں در آیا ہو تو صاحبین کے نزدیک
داخل ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک تفصیل ہے کہ اگر مشتری نے وقت خرید کے کہا کہ مع ہر حق کے جو اس

ساطعہ مطلقاً یعنی کاٹنے یا چھوڑنے کی شرط کچھ نہ تھی ۱۲ سکتا فتوی خلاف الخ یعنی رح نے لکھا ہے کہ قیاساً یہ ظاہر ہے کہ چھپا مراد ہے یعنی
زمین جو بیج کاشت پر ہوتا ہے اور مترجم نے مقدمہ میں واضح بیان کر دیا ہے ۱۲ منہ کھیتی یعنی زمین مع کھیتی در طبیہ ۱۲ منہ یعنی الگ جدا

دار کے واسطے ہو تو داخل ہوگا ورنہ نہین اور درخت اور پھل اور کھیتی بدون شرط کے داخل نہین ہوتی اور قیاس یہ چاہتا ہو کہ پھل بدون ذکر کے داخل ہوجاوین یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک شخص نے باغ[1] انگور خریدا اور اُسکا ایک شفیع غائب ہو پھر درختون مین پھل آئے پھر مشتری نے انکو کھالیا پھر شفیع غائب آیا اور اسنے اُس باغ کو شفعہ مین لیا پس اگر وہ درخت وقت قبضہ مشتری کے فقط پھولدار ہون کہ ہنوز پھل نمودنہ ہوئے ہون تو شفیع کے حق مین ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا اور اگر وقت قبضہ مشتری کے پھل نمود ہوگئے ہون تو بقدر ان کے ثمن ساقط کیا جائے گا اور ان کی اُس روز کی قیمت معتبر ہوگی جس روز مشتری نے باغ مذکور پر قبضہ کیا کذا فی الذخیرہ اگر خریدی ہوئی زمین مین کھیتی ہو کہ جس کی ہنوز کچھ قیمت نہو پھر وہ کھیتی تیار ہوئی اور مشتری نے اسکو کاٹ لیا پھر شفیع نے آکر زمین کو شفعہ مین لے لیا تو ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو مکاتب نے اگر کوئی دار خریدا یا فروخت کیا اور اسکا مولیٰ اس دار کا شفیع ہو تو اسکو بھی لینے کا اختیار ہوگا خواہ مکاتب قرضدار ہو یا نہو کذا فی البدائع اور اگر مولیٰ نے اپنا دار فروخت کیا اور مکاتب اُسکا شفیع ہو تو اسکو حق شفعہ حاصل ہوگا کذا فی التاتارخانیہ

دوسرا باب

مراتب شفعہ کے بیان مین۔ اگر چند شفعہ جمع ہوجاوین تو اُن مین ترتیب کا لحاظ کیا جائیگا پس شریک کو خلیط پر اور خلیط کو جار پر مقدم کرین گے پس اگر شریک نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو خلیط کا حق شفعہ واجب ہوگا اور اگر دو خلیط ہون تو تقدیم یون ہوگی کہ پہلے اخص ہوگا پھر اعم۔ اور اگر خلیط نے بھی اپنا حق شفعہ دیدیا تو جار کا حق شفعہ واجب ہوگا اور یہ جواب موافق ظاہر الروایۃ کے ہو اور یہی صحیح ہو اسواسطے کہ ہر ایک ان تینون امور مین سے استحقاق شفعہ کیواسطے صالح[1] ہو لیکن بعض ان مین سے بہ نسبت بعض کے قوی التاثیر ہو پس وہ مقدم رکھا جائیگا پس جب شریک نے اپنا شفعہ دیدیا تو اسکی شراکت نابود سمجھی جائے گی اور ایسی قرار دیجائیگی کہ گویا نہ تھی پھر باقی مین ترتیب کا لحاظ کیا جائیگا جیسے ابتداً فقط خلط و جوار جمع ہونے مین لحاظ ہوتا اور اسکا بیان یہ ہو کہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک دار دو شخصون مین مشترک واقع ہو جسکا راستہ اسی کوچہ غیر نافذہ مین سے ہو پس دونون شریکون مین سے ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو حق شفعہ اُسکے شریک کو حاصل ہوگا پس اگر اسنے اپنا حق شفعہ دیدیا تو حق شفعہ تمام اہل کوچہ کو حاصل ہوگا اور اس استحقاق مین ملاصق و غیر ملاصق سب برابر ہونگے اسلیے کہ وے سب راستہ مین خلیط ہین پھر اگر ان سبنے اپنا حق شفعہ دیدیا تو حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا۔ اور اگر اس کوچہ مین سے ایک دوسرا کوچہ غیر نافذہ پھوٹا ہو اور اسمین کوئی دار فروخت کیا گیا تو فقط خاصۃً اسی کوچہ والے لوگونکو حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ اس کوچہ والون کی خلطت بہ نسبت کوچہ علیا یعنی اگلے کوچہ والون کے اخص ہو اور اگر اگلے کوچہ کا ایک دار فروخت کیا گیا تو اُسکا حق شفعہ اگلے اور پچھلے دونون کوچہ والون کو حاصل ہوگا اسواسطے کہ اگلے کوچہ مین ان سب کی خلطت برابر ہے۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اہل درب یعنی کوچہ راستہ کے مستحق شفعہ ہوتے ہین بشرطیکہ راستہ ان کی ملک ہو یا فنار غیر مملوکہ ہو اور اگر کوچہ

[1] سبب صالح یعنی سبب شفعہ ہونے کیواسطے لائق ہو ۱۲ [1] جسمین چہار دیواری ہوتی ہو ۱۲ یعنی اسکی قیمت سے ۱۲ یعنی شراکت وخلط وجوار ۱۲ منہ

نافذہ کے اندر کوئی دار فروخت کیا گیا تو سوائے جار ملاصق کے کسی کو حق شفعہ نہ ملیگا اسی طرح اگر دو دار ہوں کہ اُنکے درمیان راستہ نافذ غیر مملوک ہو اور اُنمین سے ایک فروخت کیا گیا تو سوائے اُسکے جار ملاصق کے کسی کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر یہ راستہ مملوک ہو تو غیر نافذ کے حکم مین ہوگا۔ اور طریق نافذ جسکی وجہ سے استحقاق شفعہ نہین ہوتا ہے وہ راستہ کہلاتا ہے جسکو اس راستہ والے بند نہ کرسکین اور اسی بنا پر نکلتا ہے کہ اگر چھوٹی نہر ہو کہ اُس سے اراضی معدودہ یا کرم معدودہ سینچے جاتے ہین پھر ان معدودہ مین سے کوئی زمین یا باغ انگور فروخت کیا گیا تو سب شریک شفیع ہونگے ملاصق وغیر ملاصق دونون برابر ہونگے اور اگر نہر کبیر ہو تو شفعہ فقط جار ملاصق کو ملے گا اور چھوٹی و بڑی نہر کی تعریف مین اختلاف ہے امام اعظم رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسمین کشتی چلتی ہو تو بڑی ہے کذا فی البدائع اور شیخ امام عبدالواحد شیبانی نے فرمایا کہ کشتی سے اس مقام پر شکاریات جو چھوٹی چھوٹی کشتیاں ہوتی ہین مراد رکھی ہین یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر اس نہر سے ایک دوسری نہر کاٹی گئی کہ چند اراضی و بساتین و کرم کو سینچتی ہے پھر ایک زمین یا باغ جسکا پانی اسی نہر سے ہے فروخت کی گئی تو اس نہر سے سینچنے والے بہ نسبت نہر کبیر والون کے اس مبیع کے شفعہ کے احق ہون گے (یعنی اُنھین کو حق شفعہ ملے گا نہ نہر کبیر والون کو) اور اگر نہر کبیر کی اراضی مین سے کوئی زمین فروخت کی گئی تو چھوٹی نہر والے اور بڑی نہر والے حق شفعہ مین برابر ہونگے کیونکہ اُنکا حق شرب یکسان ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر طریق اعظم سے ایک فنا ئے واسع منفرج ہو یا زقاق یا درب غیر نافذ ہو اور اُسکے اندر چند دار ہون اور اُن مین سے ایک دار فروخت کیا گیا تو ان گھرون کے مالک سب شفیع ہونگے امام زاہد شیخ عبدالواحد شیبانی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ یہ فنا مربع ہو اور اگر مدور ہو گی تو حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک دار واقع ہے اُسکے اندر ایک بیت ہے اور وہ بیت دو آدمیون کا ہے اور دار مین ایک قوم شریک ہے پھر بیت مین سے ایک شریک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو پہلے حق شفعہ شریک کو ملیگا پس اگر اُسنے دیدیا تو پھر شرکاء دار کو ملیگا پس اگر اُنھون نے دیدیا تو سب اہل کوچہ کو ملیگا اور حق شفعہ مین یہ سب لوگ برابر ہونگے پھر اگر اہل کوچہ نے بھی دیدیا تو جار ملاصق کو ملیگا اور جار ملاصق وہ شخص ہے جو اس دار کی پشت پر رہتا ہے اور اُسکے دار کا دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے امام خصاف رح کے ادب القاضی کے باب شفعہ کی شرح مین لکھا ہے کہ پھر اگر اس دار کے ملاصق جسمین یہ بیت مبیعہ واقع ہے کئی آدمی ہون تو جو جار ملاصق اس بیت مبیعہ کا ہے وہ اور جو انتہائے دار سے ملاصق ہے نہ اس بیت سے دونون حق شفعہ مین یکسان ہونگے یہ محیط مین ہے۔ ایک دار دو شریکون مین مشترک ایک کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہے اُنمین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دار کسی شخص کے ہاتھ فروخت کردیا تو شفعہ پہلے شریک دار کو ملیگا پس اگر اُسنے حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو اُس شخص کو ملیگا جو اپنے دار اور اُس دار کی درمیانی دیوار مین شریک ہے پس اگر اُسنے

قولہ نافذہ اسواسطے کہ جب عام راستہ ہے تو اس خاص کوچہ والے خصوصیت نہین رکھتے ہین مگر آنکہ یہ راستہ انھین کی ملکیت ہو کہ جب چاہین اسکو بند کردین۔ جیسے غیر نافذہ ہوتا ہے ۱۲ ؎ قولہ منفرج یعنے عام سڑک سے ایک میدان چھوٹ گیا وہ بشکل زاویہ منفرجہ ہے جیسے یا مارہ زقاق تنگ ہے یا اُدھر سے دریبہ کٹ گیا ۱۲ ؎ انتہائے دار یعنے یہ بیت جس دار کے اندر واقع ہے اسی دار کے آخر پر جو ملاصق ہے اور جو اس بیت کے ملاصق ہے دونون برابر ہین ۱۲ ؎ یا باغ انگور چہار دیواری دار ؎ یعنی زمین یا بستان تاک ۱۲ منہ

بھی دیدیا تو اہل کوچہ کو ملیگا اور سب کوچہ والے اس حق شفعہ مین برابر ہونگے پس اگر انھون نے بھی دیدیا تو اُس جار یعنی پڑوسی کو ملیگا جسکے دار کیطرف اس دار کی پشت ہو اور اُسکے دار کا دروازہ دوسرے کوچے مین ہو اور امام خصاف رح کے ادب القاضی مین لکھا ہو کہ پھر واضح ہو کہ جو جار راستے کے شریک سے مؤخر ہو وہ ایسا جار ہو جو دونون دارون کی درمیانی دیوار مشترک کے نیچے کی زمین مین شریک نہو اور اگر شریک ہوگا تو وہ مؤخر نہوگا بلکہ استحقاق شفعہ مین مقدم ہوگا اور اسکی صورت یہ ہو کہ ایک زمین دو آدمیون مین مشترک ہو اور مقسوم نہو انھین ان دونون نے بیچ مین ایک دیوار بنائی پھر باقی زمین کو باہم تقسیم کرلیا پس دیوار اور جو زمین دیوار کے نیچے رہی وہ دونون مین مشترک ہوگی پس ایسا جار بعض مبیع مین شریک ٹھہرا اور اگر ان دونون نے تمام زمین کو باہم تقسیم کرکے اُسکے درمیان مین ایک خط کردیا پھر دونون مین سے ہر ایک نے کچھ کچھ مال دیکر دیوار بنائی تو دونون مین سے ہر ایک زمین کے لحاظ سے دوسرے کا فقط پڑوسی ہوگا اور عمارت مین شریک ہوگا اور عمارت کی شرکت موجب شفعہ نہین ہوتی ہو اور امام قدوری نے ذکر کیا کہ جو شخص دیوار کے نیچے کی زمین مین شریک ہو وہ امام محمد رح کے نزدیک اور دو روایتون مین سے ایک روایت موافق امام ابو یوسف رح کے نزدیک بحکم شرکت تمام مبیع مین مستحق شفعہ ہوتا ہو پس اُس پڑوسی سے جس کا پڑوس تمام مبیع سے ملاصق ہو مقدم ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو اور امام کرخی رح نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح سے جو روایتین آئی ہین انمین سے اصح روایت یہ ہو کہ جو شخص دیوار مین شریک ہو وہ باقی دار کے حق شفعہ مین بہ نسبت جار کے اولی و مقدم ہے۔ اور فرمایا کہ امام محمد رح سے ایسے چند مسائل مروی ہین جو اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ جو شخص دیوار مین شریک ہو وہ اولی و اقدم ہو چنانچہ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصون کے درمیان مین ہو کہ ہر ایک کی اُسپر لکڑیان رکھی ہوئی ہین اور دیوار کا دونون مین مشترک ہونا فقط اسیوجہ سے ثابت و معلوم ہوتا ہو کہ اُسپر دونون کی لکڑیان رکھی ہین پھر ان دونون دارون مین سے ایک فروخت کیا گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر دوسرے کے مالک نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ دیوار ہم دونون مین مشترک ہو تو وہ بہ نسبت پڑوسی کے شفعہ کا احق ہوگا اسلیے کہ وہ شریک ہو اور اگر اُسنے گواہ قائم کیے تو مین اُسکو شریک نہ ٹھہراؤنگا اور امام محمد رح کا یہ قول کہ وہ بہ نسبت پڑوسی کے شفعہ کا احق ہوگا یعنے تمام دار کا حقدار ہوگا نہ فقط اُس دیوار مشترک کا اور یہی مقتضا سے ظاہر اطلاق ہو یہ بدائع مین ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ جہان شریک نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو جار کیواسطے جبھی حق شفعہ ثابت ہوگا کہ جب جار نے بیع کی خبر سنتے ہی شفعہ طلب کیا ہو اور اگر نہ طلب کیا ہو تو اُسکو حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک دار کبیر مین چند مقصورات ہین پس مالک دار نے انمین سے ایک مقصورہ یا قطعہ معلومہ یا بیت فروخت کیا تو اُسکے پڑوسی کو اس مبیع مین حق شفعہ حاصل ہوگا چاہے دار کے کسی جانب کا پڑوسی ہو اسلیے کہ یہ مبیع تمام دار مین سے ہی اور شفیع اس دار کا جار ہو پس اس مبیع کا بھی جار ہوا اور اگر اُسنے مشتری کو حق شفعہ دیدیا پھر مشتری نے یہ مقصورہ یا قطعہ مبیعہ فروخت کیا تو اب اُس جار کو شفعہ نہ ملیگا بلکہ اُس شخص کو ملیگا جو اس مقصورہ یا قطعہ مبیعہ کا جار ہو اسواسطے کہ مبیع مشتری کی ملک مین ایک علٰحدہ مقصود چیز ہوگئی پس منجملہ دار ہونے سے خارج ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہے۔

ایک مکان مین سے نیچے کا مکان دو شخصون مین مشترک ہی (مثلاً زید و عمر) اور اُسکا بالاخانہ زید و خالد دو شخصون مین مشترک ہی پس زید نے جو نیچے و اوپر دونون مین شریک ہی اپنا حصہ فروخت کیا تو نیچے کے مکان مین جو شخص اُسکے ساتھ شریک ہی اُسکو اُسکے نیچے کے حصہ مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور بالاخانہ مین جو شخص شریک ہی اُسکو حصہ بالاخانہ مین حق شفعہ ہوگا اور نیچے کے مکان مین جو شخص شریک ہی اُسکو بائع کے حصہ بالاخانہ مین حق شفعہ نہوگا اور جو بالاخانہ مین شریک ہی اسکو نیچے کے مکان کے حصہ بائع مین حق شفعہ نہوگا اسواسطے کہ نیچے کے مکان کا شریک بالاخانہ کا جار ہی یا حقوق بالاخانہ مین شریک ہی اگر بالاخانہ کا راستہ نیچے کے مکان مین سے ہو اور بالاخانہ کا شریک نیچے کے مکان کا جار ہی یا حقوق کا شریک ہی اگر بالاخانہ کا راستہ اس دار مین سے ہو پس جو شخص عین بقعہ مین شریک ہی وہ حق شفعہ کے واسطے اولی و اقدم ہی اگر ایک دار پر ایک شخص کا بالاخانہ ہو اور بالاخانہ کا راستہ اس دار مین سے ہو اور باقی دار دوسرے شخص کا ہو پھر بالاخانہ کے مالک نے بالاخانہ مع اُسکے راستہ کے فروخت کیا تو استحساناً حق شفعہ نیچے کے مکان کے مالک کو حاصل ہوگا اور اگر اس بالاخانہ کا راستہ دوسرے شخص کے دار مین سے ہو اور بالاخانہ فروخت کیا گیا تو جس کے دار مین علو کا راستہ ہی وہ بہ نسبت اُسکے جسکے دار پر بالاخانہ ہی حق شفعہ کا مستحق ہوگا پھر اگر صاحب الطریق نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا پس اگر بالاخانہ کا کوئی جار ملازق نہو تو بسبب شفعہ جوار کے اُسکو حق شفعہ ملیگا جسکے دار پر بالاخانہ ہی۔ اور اگر بالاخانہ کا جار ملازق موجود ہو تو وہ شخص مع اُس شخص کے جسکے دار پر بالاخانہ واقع ہی دونون حق شفعہ مین لے سکتے ہین اسواسطے کہ دونون جار ہین۔ اور اگر بالاخانہ کا جار اُسکے ملازق نہو بلکہ بالاخانہ اور اُسکے مسکن کے درمیان دار کا کوئی ٹکڑا واقع ہو تو اُس جار کو حق شفعہ نہ ملیگا اور اگر نیچے کے مکان کے مالک نے نیچے کا مکان فروخت کیا تو بالاخانہ والا اُسکا شفیع ہوگا اور اگر وہ دار فروخت کیا گیا جسمین علو کا راستہ ہی تو بالاخانہ والا بہ نسبت جار کے مستحق شفعہ ہوگا یہ بدائع مین ہی۔ ایک دار زید و عمر کے درمیان مشترک ہی اور اس دار مین ایک دیوار زید و خالد کے درمیان مشترک ہی پس زید نے اپنا حصہ دار و دیوار فروخت کیا تو جو شخص دار مین شریک ہی وہ بہ نسبت شریک دیوار کے حق شفعہ دار کا مستحق ہوگا اور جو دیوار مین شریک ہی وہ دیوار کی شفعہ مین زیادہ مستحق ہی اور باقی دار کا جار ہی اسی طرح اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور اُسمین ایک کنوان ایک شریک اور کسی دوسرے کے درمیان مشترک ہو پس دار و کنوئین کے حصہ دار نے اپنا کنوئین و دار کا حصہ فروخت کیا تو دار کا شریک حصہ دار کے حق شفعہ کا مستحق ہے اور کنوئین کا شریک حصہ چاہ کے حق شفعہ کا مستحق ہے اور باقی دار کے حصہ کا جار ہے یہ نہایہ مین ہے ایک دار مین تین شخص برابر شریک ہین سوائے موضع چاہ یا طریق[1] کے پس جو شخص تمام مین شریک ہے اُس نے تمام دار مین سے اپنا حصہ فروخت کیا تو جو شریک ایسا ہی کہ اُسکا تمام دار مین حصہ ہی بہ نسبت اُس شریک کے جسکا بعض دار مین حصہ ہی حق شفعہ کا زیادہ مستحق ہی اسواسطے کہ اُسکی شرکت اعم ہی اور جو اقوی ہی وہی استحقاق شفعہ مین مقدم ہوگا

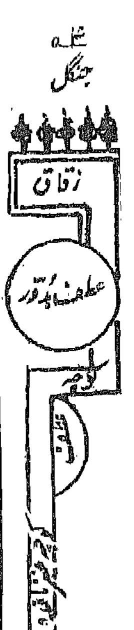
[1] قولہ نہوگا یعنے اس صورت مین شریک بالاخانہ مقدم ہی حتے کہ اگر وہ شفعہ دیدے تو پھر جار کا حق ہی ۱۲ محمد محمد محمد

یہ مبسوط میں ہے۔ صاحب الطریق بہ نسبت صاحب مسیل الماء کے حق شفعہ میں اولیٰ ہے بشرطیکہ رقبہ مسیل الماء اسکی ملک نہو اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک دار فروخت کیا گیا اور اسمین ایک شخص کا راستہ ہے اور دوسرے کا پانی بہنے کا استحقاق ہے تو صاحب الطریق بہ نسبت صاحب مسیل الماء کے استحقاق شفعہ مین اولیٰ ہے یہ محیط مین ہے ایک دار مین تین بیت ہین اسطرح کہ مقدم دار مین ایک بیت ہے پھر دوسرا اُسکے پہلو مین پھر تیسرا دوسرے کے پہلو مین اور ہر بیت کا ایک ہی ایک شخص مالک ہے پھر ان مالکون مین سے ایک نے اپنا بیت فروخت کیا پس اگر ان بیوت کا راستہ دار مین ہو تو باقی دونون آدمیون کو راستہ کی شرکت کیوجہ سے حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر ان بیوت کے دروازہ دار مین نہون بلکہ ایک کوچہ نافذہ مین ہون پس اگر درمیانی بیت بیچا گیا تو حق شفعہ اول و آخر کو ملیگا اور اگر اول بیچا گیا تو حق شفعہ درمیانی بیت والے کو ملیگا اور اگر آخر والا بیچا گیا تو حق شفعہ فقط درمیانی بیت کے مالک کو ملیگا۔ ایک دار مین تین بیت ایک دوسرے پر واقع ہین اور ہر ایک کا ایک ایک شخص مالک ہے پھر ایک نے اپنا بیت فروخت کیا تو باقی دونون اُس کی شفعہ مین شریک ہونگے بشرطیکہ سب بیوت کا راستہ اس دار مین ہو اور اگر بیوت کے دروازے کوچہ مین ہون پس اگر بیچ والے نے فروخت کیا تو اعلےٰ و اسفل کو استحقاق شفعہ ہوگا اور اگر اعلےٰ نے فروخت کیا تو درمیانی کو اور اگر اسفل نے فروخت کیا تو بھی درمیانی کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے ایک دار مین تین بیت ہین اور باقی میدان ہے اور میدان تین آدمیون مین مشترک ہے اور بیوت اُن مین سے دو شخصون مین مشترک ہین پس ہر دو مالکان بیوت مین سے ایک نے اپنا حصہ بیوت و میدان اُس شخص کے ہاتھ جو بیوت و میدان مین اُسکا شریک ہے فروخت کیا تو باقی دونون آدمیون کو جو صحن مین اسکے شریک ہین استحقاق شفعہ نہوگا[1] یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک دار ایک شخص کا ہے اور اُسمین ایک بیت ہے جو اُسکے اور ایک دوسرے کے درمیان مشترک ہے پس مالک دار نے اپنا دار فروخت کیا اور جار نے شفعہ طلب کیا اور بیت کے شریک نے بھی شفعہ طلب کیا تو بیت کا شریک حصہ بیت کے حق شفعہ مین اولیٰ ہوگا اور باقی دار پڑوسی اور اس شریک کے درمیان نصفا نصف حق شفعہ مین ملسکتا ہے یہ بدائع مین ہے امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک دیوار مع اُسکی زمین کے خریدی پھر باقی دار خریدا پھر دیوار کے جار نے شفعہ طلب کیا تو اُسکو دیوار کا شفعہ ملیگا اور باقی دار مین حق شفعہ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک دریبہ[2] غیر نافذہ مین ایک قوم کے گھر واقع ہین پھر ان گھرون مین سے ایک گھر کے مالک نے ایک بیت جو بڑے کوچہ کی راہ پر ہے اس شرط سے فروخت کیا کہ مشتری اُسکا دروازہ بڑے راستہ کی طرف توڑے اور اس بیت کا جو راستہ دریبہ مین تھا وہ فروخت نہ کیا تو اصحاب دریبہ کو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ وقت بیع کے راستہ مین اُنکی شرکت موجود تھی اور اگر اہل دریبہ نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا پھر مشتری نے اسکے بعد وہ بیت فروخت کیا تو اہل دریبہ کو استحقاق شفعہ ہونے سے حاصل نہوگا کہ دوسری بیع کے وقت اُنکی شرکت باقی نہین ہے

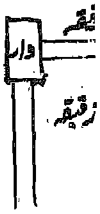
[1] نہوگا یعنی شریک اس سے مقدم ہے ۱۲ [2] دریبہ وہ آبادی جسکے درمیان صحن ہو اور گرد و پیش مکانات مملوکہ واقع ہون ۱۲ منہ

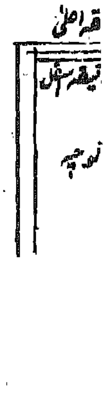
پس حق شفعہ جار ملازق کو ملیگا اور وہ مالک دار ہے اسیطرح اگر دار مین سے کوئی قطعہ بغیر اُسکے اُس راستہ کے جو دریبہ مین ہو
فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین ہے ایک دریبہ غیر نافذہ کی انتہا پر ایک مسجد خطہ ہے اور اُس مسجد خطہ کا دروازہ دریبہ
مین ہے اور مسجد کی پشت دوسری جانب بڑے راستہ کیطرف ہے تو ایسا دریبہ دریبہ نافذہ ہے اگر اسمین کوئی دار فروخت کیا جاوے
تو اُسکا حق شفعہ فقط جار کو ملیگا اور مسجد خطہ سے وہ مسجد مراد ہے جس کو امام المسلمین نے وقت تقسیم غنیمت کے خطہ کر دیا ہو اور
یہ حکم اسواسطے ہے کہ جب مسجد خطہ ٹھہری اور اسکی پشت بڑے راستے کیطرف ہوئی اور مسجد کے گرد ایسے گھر نہوے جو مسجد اور
بڑے راستے کے درمیان حائل ہون تو یہ دریبہ بمنزلہ دریبہ نافذہ کے ہوگا اور اگر مسجد اور بڑے راستہ کے درمیان
ایسے گھر ہون جو اس مسجد اور بڑے راستہ مین حائل ہون تو اہل دریبہ کو بوجہ شرکت کے شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ
یہ دریبہ نافذہ نہوگا اور اگر مسجد خطہ انتہا پر نہو بلکہ ابتداے کوچہ مین واقع ہو پس اگر ابتداے کوچہ سے مسجد تک نافذ پایا جاوے
تو اُسمین سواے جار ملازق کے کسی کو شفعہ حاصل نہوگا اور اسکے ماسواے غیر نافذ ہوگا حتی کہ اس کوچہ کے لوگونکو سب کو
شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر یہ مسجد خطہ نہو مثلاً اہل دریبہ مین سے کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار انتہاے دریبہ پر
خریدکر کے اسکو مسجد بنادیا اور اُسکا دروازہ دریبہ کی طرف رکھا ہو خواہ بڑے راستے کیطرف اُسکا دروازہ رکھا ہو یا نہ
رکھا ہو پھر ایک شخص نے اہل دریبہ مین سے اپنا دار فروخت کیا تو بوجہ شرکت کے اہل دریبہ کو شفعہ کا استحقاق ہوگا یہ
محیط مین ہے۔ ایک شخص مالک خان ہے اور خان مین ایک مسجد ہے جسکو اُسنے جدا کر کے لوگون کو اُسمین اذان دینے وجماعت
سے نماز پڑھنے کا اذن عام دیدیا پس لوگون نے ایسا ہی کیا اور وہ مسجد جماعت ہوگئی پھر مالک خان نے خان کا ہر
حجرہ ایک ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا یہانتک کہ وہ دریبہ ہوگیا پھر انہین سے ایک حجرہ فروخت کیا گیا تو امام
محمد رح نے فرمایا کہ اُسکا حق شفعہ سب لوگون کو جو حجرون کے مالک ہین حاصل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے
ایک دار مین ایک دروازہ دریبہ کی طرف ہے اور دار کے دوسرے دروازہ سے بڑے راستہ کیطرف نکل گیا ہے پس
اگر یہ راستہ عام لوگون کی رہگذر ہو تو اہل دریبہ کو حق شفعہ نہوگا اسلیے کہ کوچہ نافذہ ہے اور اگر یہ راستہ خاص اہل دریبہ
کا ہو تو اہل دریبہ سب شفیع ہونگے کیونکہ کوچہ غیر نافذہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور زقیقات کہ جسکی پشت پر وادی ہے دو صورت
سے خالی نہین اگر موضع وادی دراصل مملوک ہو پھر انھون نے اسکو وادی بنادیا تو یہ اور وہ مسجد جسکو انتہاے کوچہ پر بنالیا
ہے حکماً یکسان ہین اور اگر وہ وادی دراصل ایسا ہی وادی ہو تو یہ اور مسجد خطہ حکماً یکسان ہین ایسا ہی امام زاہد شیخ
عبد الواحد شیبانی سے منقول ہے اور شیخ موصوف رح فرماتے تھے کہ بخارا کے زقیقات جنکی پشت پر وادی ہے اگر ان زقیقون
مین سے کسی زقیقہ کا دار فروخت کیا جاوے تو سب اہل زقیقہ شفیع ہونگے اور یہ مثل طریق نافذہ کے قرار نہ دیا جائیگا پس
شاید شیخ موصوف رح نے اس وادی کا مملوک ہونا معلوم کیا ہو۔ اور شیخ اجل شمس الائمہ سرخسی رح ان زقیقات کا حکم مثل
حکم کوچہ نافذہ کے قرار دیتے تھے اور بعض علماء نے فرمایا کہ جائز ہے کہ بخارا مین جنکی انتہا پر وادی ہے وہ مالتقدم پر قیاس
کیے جاوین اور امر شفعہ کا مبنی نفاذ حادث و نفاذ خطہ پر رکھا جاوے یہ محیط مین ہے۔ کوچہ غیر نافذہ مین اگر کوئی دار
فروخت کیا گیا تو حق شفعہ تمام اہل کوچہ کو ملیگا اور کوچہ غیر نافذہ کے مدور یا معوج یا مستقیم ہونے سے حکم مین فرق نہوگا





یہ ملتقط مین ہی - ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک عطف مدور ہی جسکو فارسی مین (خم گرد) کہتے ہین اور اس عطف مین چند منزل ہین پھر ایک شخص نے اعلی یا اسفل کوچہ مین یا عطف مین ایک حویلی فروخت کی تو حق شفعہ تمام شرکونکو ملیگا اور اگر یہ عطف مربع ہو مثلاً کوچہ مذکور میں دو چلا گیا ہو اسکے ہر جانب زقیقہ ہو اور کوچہ مین اور دونون زقیقون مین گھر ہون پھر ایک شخص نے عطف مین اپنی حویلی فروخت کی تو حق شفعہ فقط اصحاب عطف کو ملیگا اہل کوچہ کو نہ ملیگا اور اگر کوچہ مین کسی نے اپنی حویلی فروخت کی تو انمین سب لوگ شفیع ہونگے اور حاصل یہ ہی کہ عطف اسکے مدور ہونے سے وہ کوچہ حکم مین دو کوچون کے نہین ہیجاتا ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ ایسے عطف سے گھرون کی ہیئات متغیر نہین ہوتی ہو تو چونکہ کوچہ مین دو زقیق ہونے سے متغیر نہین ہوتی ہو اور اگر عطف مربع ہو تو وہ دوسرے کوچہ کے حکم مین ہوجاتا ہو کیا تو نہین دیکھتا ہو کہ ایسے عطف مین گھرونکی ہیئات بدلجاتی ہی پس گویا کوچہ کے اندر کوچہ ہوگیا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک کوچہ طول مین چلا گیا ہو اور اسکے اسفل مین دوسرا کوچہ ہو جو نافذ نہین ہی اور ان دونون کے بیچ مین دربیہ حائل ہو اور اول کوچہ کے لوگون کا دوسرے مین کچھ حق نہین ہی پس کوچہ علیا مین کوئی دار فروخت کیا گیا تو کوچہ اسفل والون کو بھی حق شفعہ ملیگا کیونکہ ان کی شرکت موجود ہی اور اگر کوچہ اسفل مین فروخت کیا گیا تو شفعہ فقط اہل اسفل کو ملے گا اسی طرح اگر کوچہ مذکور مین زائغہ واقع ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ قنیہ مین ہی منتقی مین لکھا ہی کہ ابن سماعہ رح نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے انھون نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ ایک دربیہ مین ایک زائغہ ہے جو تمام دربیہ کو مدور گھیرے ہوئے ہے اور اس زائغہ مین جس پر دربیہ ہی ایک دار فروخت کیا گیا تو یہ لوگ سب اس کے شفعہ مین شریک ہونگے اور اگر دربیہ مستطیل ہو اور اسمین زائغہ ہو مگر ایسا نہو جیسا مین نے تجھ سے بیان کیا ہی بلکہ وہ کوچہ کے مشابہ ہو تو زائغہ کے گھرونکا حق شفعہ اہل زائغہ کو ملیگا اور اہل دربیہ انکے حق شفعہ مین شریک نہونگے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ دونون یکسان ہین اور اہل زائغہ اپنے گھرونکے حق شفعہ مین شریک ہون گے اور اہل دربیہ انکے شریک نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی ہشام رح نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے دار مین سے ایک بیت جو اس شخص کے دار کے پہلو مین ہو خرید کر اسکا دروازہ اپنے دار کیطرف پھوڑ لیا پھر فقط اس بیت کو فروخت کیا پس اس شخص کا جار آیا اور اسنے اس بیت کو شفعہ مین طلب کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مشتری نے اس بیت کا دروازہ اس دار کیطرف سے بند کر دیا تھا اور اپنے دار کیطرف پھوڑ لیا تھا یہانتک کہ یہ بیت اس کے دار مین سے شمار ہوتا تھا تو اسکے پڑوسی کو اس بیت کا حق شفعہ ملیگا حسن بن زیاد کی کتاب الشفعہ مین لکھا ہی کہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک عطف منفرد واقع ہی اور یہ عطف اپنے دوسرے کنارے سے اسی کوچہ مین واقع ہی تا نافذ ہو گئی ہی پس اس عطف مین ایک دار فروخت کیا گیا تو اسکا حق شفعہ فقط اسی شخص کو ملیگا جسکا دار اس دار مبیعہ سے لاصق ہی اور اگر یہ عطفہ اس کوچہ مین نافذ نہوا تو حق شفعہ تمام اہل عطف کو ملیگا پھر اگر انھون نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو اہل کوچہ کو انمین حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک دار فروخت کیا گیا اور اسکے دو دروازے دو زقاق مین ہین تو دیکھا جائیگا کہ اگر در اصل وہ دار واحد دو دار ہون کہ ہر ایک کا دروازہ ایک ایک زقاق مین ہو اور انکو





کسی شخص نے خریدکر درمیانی دیوار دور کرکے دونون کو ایک کردیا ہو تو ہر زقاق والونکو اختیار ہوگا کہ اپنی طرف کے متصل دار کو حق شفعہ مین لے لین اور اگر در اصل ایک ہی دار ہو مگر اُسکے دو دروازے ہون تو دونون زقاق والونکو پورے دار مین برابر حق شفعہ حاصل ہوگا اور اُسکی نظیر یہ ہی کہ اگر ایک زقاق ہو اور اُسکے اسفل مین دوسرا زقاق اُسکے پوری جانب تک ہو پھر اُنکی درمیانی دیوار دور کردی گئی حتی کہ دونون ایک کوچہ ہوگئے تو ہر زقاق والون کو فقط اپنی ہی زقاق کے بیع مین شفعہ ملیگا دوسری جانب مین نہ ملیگا۔ اسیطرح اگر کوچہ غیر نافذہ کے اسفل کی دیوار دور کردی گئی یہانتک کہ کوچہ نافذہ ہوگیا تو سب اہل کوچہ کو بشرکت استحقاق شفعہ حاصل ہیگا یہ محیط سرخسی مین ہی شفعۃ الاصل کے آخر مین لکھا ہی کہ ایک دار مین ایک حجرہ دو آدمیون مین مشترک ہی پس ایک شریک نے اپنا حصہ حجرہ دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر حجرہ دونون مین منقسم ہو تو حق شفعہ اُس دار کے راستہ کے شریکون مین مشترک ہوگا فقط شریک حجرہ کو نہ ملیگا پھر اگر دار کے راستہ کے شریکون نے شفعہ دیدیا تو دار کے جار ملاصق کو ملیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک قوم نے ایک زمین خریدکر اُسکو اسطرح تقسیم کرلیا کہ ہر ایک نے ایک دار کی جگہ لے لی اور اسمین سے ایک کوچہ مشترک اپنی آمدورفت کے لیے چھوڑدیا پس وہ کوچہ ممدود غیر نافذ ہوگیا پس اس کوچہ کی انتہا پر ایک دار فروخت کیا گیا تو سب لوگ اسکے شفعہ مین شریک ہونگے اور جس شخص کا دار اس دار سے اگلی طرف ہو یا پچھلی طرف ہو حق شفعہ مین دونون برابر ہین اسیطرح اگر اُن لوگون نے اپنے باپ دادا سے اسی طور پر میراث مین پایا ہو اور یہ نجانتے ہون کہ اسکی اصل کیونکر تھی تو یہ صورت اور صورت مذکورہ دونون حکماً یکسان ہین کذا فی المبسوط فی باب الشفعۃ فی البناء وغیرہ۔ اگر ایک دار مین سے ایک بیت خریدا اُسکا بالاخانہ دوسرے شخص کا ہی اور بیت مبیعہ کا راستہ دوسرے دار مین ہی تو اُسکا حق شفعہ فقط اُسکو ملیگا جسکے دار مین اس بیت کا راستہ ہی پھر اگر اُسنے شفعہ دیدیا تو حق شفعہ بالاخانہ والے کو بسبب حق جوار کے حاصل ہوگا کذا فی المبسوط باب الشفعۃ فی العروض۔ اگر ایک دار مبیعہ کے دو جار ہون انمین سے ایک غائب ہی اور دوسرا حاضر ہی پس حاضر نے ایسے قاضی سے نالش کی جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہی پس اُسنے حاضر کا شفعہ باطل کردیا پھر غائب حاضر ہوا اور اُسنے ایسے قاضی سے نالش کی جو شفعہ بالجوار کا قائل ہی تو اس طالب شفعہ کے نام پورے دار کے شفعہ کی ڈگری کریگا۔ اور اگر قاضی اول نے فرمایا ہو کہ مین پورے شفعہ کو جو اس دار سے متعلق ہی باطل کرتا ہون تو غائب کا حق شفعہ باطل ہوگا ایسا ہی امام محمد رح نے فرمایا ہی اور یہی صحیح ہی۔ یہ بدائع مین ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک دار اپنی اولاد کیواسطے میراث چھوڑا پھر اولاد مین سے ایک آدمی مرا اور اُس نے اپنا حصہ میراث اپنے تین بیٹون کے درمیان میراث چھوڑا پس تین مین سے ایک نے اپنا حصہ دار فروخت کیا تو اُسکے حق شفعہ مین بائع کے باپ کی اولاد اور اُسکے دادا کی اولاد سب برابر شفیع ہونگے کوئی کسی کے بہ نسبت اولی نہوگا یہ محیط مین ہی شفعہ حسن بن زیاد مین ہی کہ ایک قوم نے ایک دار جسمین چند منزل ہین میراث پایا اور باہم تقسیم کرلیا پس ہر ایک کے حصہ مین ایک منزل آئی اور راستہ باہم مشترک چھوڑدیا پھر ایک مالک منزل نے اپنی منزل فروخت کردی اور باقی منازل کے مالکون نے حق شفعہ مشتری کو دیدیا

تو پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہوگا اگر اسکی ملک منزل مبیعہ سے ملاصق ہو اور اگر اس سے ملازق ہو جو سب میں باہم مشترک ہے اور منزل مبیعہ سے ملاصق نہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ منزل مبیعہ کو بسبب جوار طریق مشترک کے شفعہ میں لے لے اور اگر ملازق منزل یا ملازق طریق مشترک نہو بلکہ اس دار کی کسی دوسری منزل سے ملازق ہو تو اسکو شفعہ نملیگا پس یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق شفعہ جس طرح مبیع کے پڑوسی کو ملتا ہے اسیطرح حق المبیع کے پڑوسی کو بھی ملتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے شیخ ابوعمرو الطبری کی کتاب الشرب میں ہے کہ ایک دار میں چند بیوت ہیں اور ہر بیت کا ایک ایک علیحدہ علیحدہ مالک ہے اور سب بیوت کا راستہ اس دار میں ہے مگر اس دار کا راستہ دوسرے دار میں ہو اور دوسرے دار کا ایک کوچہ غیر نافذہ میں ہے پس دار داخلہ کے بیوت میں سے ایک بیت فروخت کیا گیا تو باقی دونوں بیت کے مالک بہ نسبت دار خارجہ کے مالک کے حق شفعہ میں اقدم ہونگے پھر اگر ان دونوں نے اپنا حق مشتری کو دیدیا تو دار خارجہ کے مالک کو شفعہ ملیگا پس اگر اسنے بھی دیدیا تو تمام اہل کوچہ حق شفعہ میں شریک ہونگے۔ ایک زمین چند آدمیوں میں مشترک تھی اسکو انھوں نے باہم تقسیم کرلیا مگر راستہ اپنے درمیان مشترک چھوڑدیا اور اسکو نافذہ بنایا پھر راستہ کے دونوں جانب گھر بنائے اور انکے دروازے کوچہ کیطرف رکھے پھر بعض نے اپنا دار فروخت کیا تو حق شفعہ سب لوگوں کو برابر حاصل ہوگا اور اگر ان لوگوں نے کہا ہو کہ ہم نے یہ راستہ مسلمانوں کا راستہ کردیا تو بھی یہی حکم ہے شیخ صدرالشہید رح نے فرمایا کہ یہی حکم مختار ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کوچہ غیر نافذہ میں ایک دار خریدا پھر اسی کوچہ میں دوسرا دار خریدا تو اہل کوچہ کو دار اول بحق شفعہ لینے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ دار اول خریدنے کیوقت مشتری شفیع نہ تھا پھر دوسرے دار میں مشتری بھی اہل کوچہ کے ساتھ شفیع ہوگیا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک دار تین آدمیوں میں مشترک ہے پھر ایک شخص نے ہر ایک کا حصہ ہر ایک سے ایک بعد دوسرے کے خرید لیا تو جار کو بحق شفعہ اختیار ہوگا کہ اول تہائی لے لے اور باقی دو تہائی لینے کی اسکو کوئی راہ نہوگی اور اگر ایک دار چار آدمیوں میں مشترک ہو پھر ایک شخص نے تین آدمیوں کا حصہ ایک بعد دوسرے کے خرید لیا اور چوتھا شریک غائب ہے پھر وہ حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اول کا حصہ شفعہ میں لے لے اور باقی دو حصہ داروں کا حصہ لینے میں مشتری کا شریک ہوگا اور اگر چاروں شریکوں میں سے ایک شریک نے دو شریکوں کا حصہ ایک بعد دوسرے کے خریدا ہو پھر چوتھا شریک حاضر ہوا تو دونوں حصوں میں شریک شفعہ ہوگا۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔ بارونی میں لکھا ہے کہ ایک دار تین آدمیوں میں مشترک ہے پس ایک شخص نے انمیں سے ایک کا حصہ خریدا پھر دوسرے شخص نے دوسرے کا حصہ خریدا پھر تیسرا شریک جسنے اپنا حصہ نہیں فروخت کیا ہے آیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونوں حصے حق شفعہ میں لے لے اور اگر تیسرا شریک حاضر نہوا حتے کہ پہلا مشتری دوسرے مشتری کے پاس آیا اور شفعہ طلب کیا تو اسکو ایسا اختیار ہوگا اور اسکے نام شفعہ کی ڈگری کردیجائیگی پس دونوں حصے اسکے ہوجاوینگے پھر اسکے بعد اگر تیسرا شریک جو غائب تھا حاضر ہوا اور اسنے شفعہ طلب کیا تو جو حصہ مشتری اول نے لیا تھا وہ پورا لے لیگا اور جو حصہ دوسرے نے خریدا تھا اسمیں سے آدھا لے لیگا اور اگر تیسرا شریک ایسے وقت میں آگیا کہ ہنوز قاضی نے مشتری اول کے نام دوسرے مشتری کے خرید کردہ حصہ کے شفعہ کی

ڈگری نہین کی ہو تو تیسرے شریک کے نام پر بھی دونون حصون کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہو ایک دار فروخت شدہ
مین دوسرے شخص کا حق مسیل[1] الماء ہو تو اسکو بسبب جوار کے حق شفعہ حاصل ہوگا اور مسیل مثل شرب کے
نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر ایک شخص کی زمین مین دوسرے کی نہر ہو اور اسپر ایک بیت کے اندر ایک پنچکی ہو
پھر مالک نہر و پنچکی و بیت نے سب فروخت کیا پس مالک زمین نے سب مین شفعہ طلب کیا تو اسکو شفعہ ملیگا اور
اگر اس زمین اور موضع پنچکی کے درمیان کسی دوسرے کی زمین ہو اور دوسری جانب نہر کے دوسرے شخص کی ہو
اور ان دونون نے بھی شفعہ طلب کیا تو ان دونون کو بھی حق مین اس مال مبیع کے لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ
وہ دونون بھی حق جوار نہر مین یکسان ہین اگرچہ ان شفیعون مین سے بعضے کا جوار پنچکی کیجانب قریب ہو یہ مبسوط
مین ہو۔ اگر دجلہ کے مانند کسی نہر کبیر سے ایک چھوٹی نہر ایک قوم کیواسطے جاری ہو اور ان لوگونکی اراضی کا پانی اسی
نہر صغیر سے ہو گیا پھر نہر صغیر والون مین سے کسی نے اپنی زمین مع اسکے شرب کے فروخت کی تو جن لوگون کی
اراضی کا پانی اس نہر صغیر سے ہو وہ لوگ اسکی شفعہ مین حقدار ہونگے انہین جو شخص اس زمین مبیعہ سے نزدیک ہو وہ اور
جو دور ہو وہ سب یکسان ہونگے اور اگر اس زمین مبیعہ کے ساتھ ملا ہوا دوسرا قطعہ زمین ہو جسکا پانی بڑی نہر سے
ہو تو اسکا مالک اس قطعہ مبیعہ کے شفعہ مین ان لوگون کے ساتھ جنکی اراضی کا پانی نہر صغیر سے ہو مشترک ہوگا اور
کتاب ہلال البصری مین ہو کہ ایک نہر پیچیدہ کے سامنے کی یا پیچھے کی زمینین فروخت کی گئین پس اگر اسکی پیچیدگی
تربیع[2] ہو تو وہ نہر حکماً مثل دو نہر کے ہوگی تو فقط موضع پیچیدگی تک کے شرب کے شریکون کو حق شفعہ ملیگا
پھر اگر انھون نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو پھر باقیون کو حاصل ہوگا جنکا اس نہر سے سینچنے کا حق ہو۔ اور اگر
پیچیدگی استدارہ یا انحراف[3] کے ساتھ ہو تو سب اہل نہر کو حق شفعہ حاصل ہوگا پس مشائخ نے ایسی پیچیدہ نہر کو مثل ب
نہر واحد کے قرار دیا منتقی مین بروایت ابن سماعہ رح امام محمد رح سے مروی ہو کہ ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو ج
انکی زمینین و باغات اس نہر پر واقع ہین جنکا شرب اسی نہر سے ہو اور یہ سب لوگ اسمین شریک ہین پس جو زمین
یا باغ انہین سے فروخت کیا جاوے تو اسمین یہ سب لوگ حق شفعہ مین شریک ہونگے۔ پھر اگر ان لوگون نے ان زمینون و
باغات کو گھر بنا لیا اور اس پانی سے بے پروا ہوگئے تو انہین فقط بسبب جوار کے حق شفعہ رہجائیگا جیسا کہ شہر کے
گھرونمین ہوتا ہو اور اگر ان زمینون مین سے ایسی باقی رہگئی جو زراعت کیجاتی ہے اور باغات مین سے ایسا باقی ہو
جو اس پانی سے سینچا جاوے تو یہ لوگ بحال سابق شرب و شفعہ مین باہم شریک رہینگے یہ محیط مین ہو۔ ایک
نہر سے ایک قوم کا شرب ہو مگر نہر کی زمین دوسرے شخص کی ہو پھر ایک شخص نے اپنی زمین فروخت کی
حالانکہ نہر کا پانی منقطع تھا تو بقول امام محمد رح کے ان لوگون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور بقیاس قول امام
ابو یوسف رح کے جس حال مین پانی منقطع تھا تو ان لوگون کو حق شفعہ نہ ملیگا جیسا انکا قول ہو بالاخانہ منہدم مین ہو

[1] مسیل پانی بہانے کا حق مانند موری وغیرہ کے اور شرب سینچنے کا پانی ۱۲ [2] تربیع جو چوکور بنا دیکھ
قائمہ مانند صورت ا ب ج حاشیہ پس اگر ایسی ہو تو سب مشترک ہین اور ب سے ج تک مشترک ہین علیحدہ اور استدارہ مدور ○ [3] انحراف ٹیڑھی ہو یعنی منہدم ہو جانیکی صورت مین ۱۲

یہ فتاوے قاضی خان مین ہو اگر ایک شخص نے ایک نہر مع اُسکے رقبہ کے خریدی اور اعلاے نہر کے ایک طرف ایک شخص
کی زمین واقع ہو اور اسفل نہر کے ایکطرف دوسرے کی زمین واقع ہو تو ان دونون شخصون کو اعلےٰ سے اسفل تک تمام نہر مین
حق شفعہ حاصل ہوگا اور یہی حکم کاریز وچشمہ وکنوئین کا ہو بسبب یہ چیزین عقارات مین سے ہین کہ انہین بسبب جوار کے حق شفعہ
حاصل ہوتا ہو۔ اسیطرح اگر کاریز کا دہانہ کسی کی زمین مین ہو اور جہان اُسکا پانی ظاہر ہو کر بہتا ہو دوسرے کی زمین ہو تو
اُسکے دہانہ سے اُسکے پانی گرنیکی جگہ تک جتنے لوگون کو جوار حاصل ہوگا وہ سب لوگ اُسکی شفعہ مین شریک ہونگے اور
اگر کوئی نہر خالص ایک شخص کی ہو جسپر اُسکی زمین بھی واقع ہو اور اسپر اور لوگون کی بھی زمینین واقع ہوون اور انکا شرب
اس نہر سے نہو پھر مالک نہر نے فقط نہر کو فروخت کیا تو یہ سب لوگ اُسکے شفعہ مین شریک ہونگے کیونکہ انکی ملک اس
مبیع سے متصل ہو اور اگر اُسنے فقط زمین کو بدون نہر کے فروخت کیا تو جسکی ملک اس زمین سے ملاصق ہو وہ حق شفعہ مین
باقیون سے اقدم ہوگا اور اگر اُسنے نہر وزمین دونون کو فروخت کیا تو نہر کے حق شفعہ مین یہ سب لوگ برابر شریک
ہونگے کیونکہ سب کی ملک اس نہر سے متصل ہو اور زمین کے حق شفعہ مین وہ شخص جسکی ملک اس زمین سے متصل ہو
باقیون سے اقدم ہوگا کیونکہ اُسکی ملک اس زمین سے متصل ہو۔ بمنزلہ ایک راستہ کے جو ایک شخص کے دار
مین واقع ہو اور خالص اُسکی ملک ہو اور اُسنے راستہ فروخت کیا تو جو شخص اس راستہ کا جار ہو وہ حق شفعہ مین
بہ نسبت زمین کے جار کے اولی ہوگا۔ اور اگر وہ شخص راستہ مین شریک ہو تو شفعہ دار مین لے لیگا اسواسطے کہ
جار سے شریک مقدم ہوتا ہو۔ اسی طرح اگر نہر مین شریک ہو تو حصہ زمین سے لے لیگا اور بہ نسبت باقی پڑوسیون کے
احق واقدم ہوگا اور راستہ اور نہر مرات مین برابر ہین یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نہر مین شریک ہو تو شریک بہ نسبت
اُس شخص کے جسکی زمین مین نہر بہتی ہو حق شفعہ مین احق ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اعلاے نہر ایک شخص کا اور نہر
کا اسفل دوسرے کا ہو اور یہ نہر کسی غیر شخص کی زمین[1] مین جاری ہو پھر ایک شخص نے مالک اعلےٰ سے اُسکا حصہ نہر خریدا
اور مالک اسفل اور اُس شخص نے جسکی زمین مین نہر بہتی ہو دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو دونون کو بسبب جوار
کے شفعہ ملیگا۔ اسیطرح اگر مالک اسفل نہر نے کسی سے اُسکا حصہ خریدا اور اعلے النہر کے مالک نے شفعہ چاہا تو بسبب جوار کے
اُسکو ملیگا۔ اسیطرح اگر ایک کاریز ہو کہ اُسکا مفتح دو آدمیون مین کسی مقام معلوم تک مشترک ہو اور اس سے نیچے
دونون مین سے فقط ایک کی ہو پھر نیچے کے مالک نے فقط اپنا اسفل فروخت کیا تو شریک اور پڑوسی
حق شفعہ مین برابر ہونگے۔ ایک نہر ایک شخص کی ہے اُس سے دوسرے نے درخواست کی کہ مین
تیری نہر مین سے کھود کر اپنی زمین مین ایک نہر لیجاؤن اور ایسا ہی ہوا پھر نہر اول فروخت کی گئی حالانکہ
وہ کسی دوسرے کی زمین مین جاری ہو تو صاحب زمین اُسکے حق شفعہ کے واسطے اولے قرار دیا جائیگا
یہ مبسوط مین ہو۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ ایک دار ایک کوچہ خاصہ مین واقع ہو اُسکے
مالک نے اُسکو بلا طریق فروخت کیا تو اہل کوچہ کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسیطرح اگر زمین بدون شرب کے فروخت کی

[1] یعنے مرور اُس کا اُس مسر زمین سے ہو نہ یہ کہ زمین نہر اُس کی ملک ہے ۱۲ منہ

تو اہل شرب کو حق شفعہ ملیگا پھر اگر یہ زمین یا یہ دار دوبارہ فروخت کیا گیا تو ان لوگون کو اس مین حق شفعہ نہ ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ امام محمد رحمہ نے اس صورت مین کہ ایک زمین قراح جس کے بیچ مین ایک ساقیہ جاری ہی کہ قراح دونون جانب اسی ساقیہ سے سینچی جاتی ہی فروخت کی گئی اور دو شخص شفیع آئے یعنی ان مین سے ایک شخص قراح کے اس جانب اپنی ملک متصل رکھتا ہی اور دوسرا دوسری جانب رکھتا ہی فرمایا کہ یہ دونون قراح کے شفیع ہونگے اور یہ ساقیہ اس قراح کے حقوق مین سے نہین ہی پس حد فاصل معتبر نہوگی جیسے دیوار معتبر ہی اور اگر یہ ساقیہ جوار قراح مین ہو اور اس ساقیہ سے مزارع بیاس قراح سے خارج سینچا جاتا ہو تو یہ بنسبت جار کے صاحب ساقیہ حق شفعہ کا احق ہوگا یہ بدائع مین ہی

تیسرا باب طلب شفعہ کے بیان مین۔ شفعہ عقد و جوار سے واجب ہوتا ہی۔ اور طلب و اشہاد سے متاکد ہو جاتا ہی اور لے لینے سے ملک حاصل ہوتی ہی پھر طلب کی تین قسمین ہین طلب مواثبہ۔ طلب تقریر و اشہاد طلب تملیک۔ پس طلب مواثبہ یہ ہی کہ جسوقت شفیع نے بیع کو معلوم کیا تو چاہیے کہ اُسیوقت اور اُسی دم شفعہ طلب کرے اور اگر اُسنے سکوت کیا اور طلب نہ کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور یہی روایت الاصل ہی اور یہی صحیح مشہور ہی اور ہشام نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ اگر شفیع نے مجلس علم مین شفعہ طلب کیا تو اُسکو ملیگا ورنہ نہین بمنزلہ خیار مخیرہ و خیار القبول کے (کہ آخر مجلس تک ممتد ہوتا ہی) پھر مشائخ نے کیفیت لفظ سے طلب کیا ہو اور صحیح یہ ہی کہ اگر اُسنے ایسی لفظ سے شفعہ طلب کیا جس سے طلب شفعہ سمجھی جائے خواہ کسی لفظ سے طلب کیا ہو تو جائز ہی حتی کہ اگر اُسنے کہا کہ مین نے شفعہ طلب کیا یا شفعہ طلب کرتا ہون یا مین شفعہ طلب کرتا ہون تو جائز ہی اور اگر اُس نے مشتری سے کہا کہ مین تیرا شفیع ہون اور یہ دار تجھ سے شفعہ مین لیلونگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے بیع معلوم کرنے پر کہا کہ الحمد للہ یا سبحان اللہ واللہ اکبر یا اُسکا کوئی ساتھی چھینکا اور اُسنے تشمیت کی یا کہا کہ السلام علیک اور بعد اسکے اس دار کا شفعہ طلب کیا تو اس سے حق شفعہ باطل نہوگا استحساناً اگر یہ کہا کہ کس نے خریدا ہی اور کتنے کو خریدا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر فارسی زبان مین یون کہا کہ (شفاعت خواہم) تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور بیع فاسد مین طلب شفعہ کا اعتبار اسوقت ہوگا جب حق بائع منقطع ہوا ہو وقت خرید کے نہوگا۔ اور بیع فضولی اور بیع بشرط الخیار للبائع مین امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک طلب کا اعتبار وقت بیع ہی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک وقت اجازت کے طلب شفعہ کا اعتبار ہی اور ہبہ بشرط العوض مین دو روایتین ہین ایک مین وقت قبضہ کے طلب کا اعتبار ہی اور دوسری مین وقت عقد ہبہ کے اعتبار ہی۔ اگر ایک دار کے شریک و جار نے

سلہ یعنی ان لوگون نے حق شفعہ بیع اولی کا دیا یا پھر مشتری نے اُسکو فروخت کیا ۱۲ منہ سلہ فاصل یعنی ساقیہ دونون مین شفعہ سے مانع نہین ہی ۱۲ سلہ قولہ عقد الخ یونہی اصل مین ہی اور معلوم ہو چکا کہ شرکت و جوار سے حق شفعہ ہوتا ہی ۱۲ سلہ قولہ الخ اول طلب مواثبہ یعنی فوراً خبر سنتے ہی شفعہ طلب کرنا طلب اشہاد گواہ کر لینا کہ مین نے فوراً طلب کیا ہے تاکہ شفعہ مقرر ہو جاوے طلب تملیک یعنی قاضی سے حق شفعہ پر دار کی تملیک مانگنا ۱۲

اس دار کے فروخت ہونیکو سُنا اور وہ دونون ایک ہی جگہ موجود تھے پس شریک نے شفعہ طلب کیا اور جار خاموش رہا پھر شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو جار کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دار کو شفعہ مین لے لے ایک دار فروخت کیا گیا اُس کے دو شفیع ہین اُن مین سے ایک حاضر اور ایک غائب ہے پس حاضر نے نصف دار شفعہ مین طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اسی طرح اگر دونون حاضر ہون اور ہر ایک نے نصف مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہے پھر واضح ہو کہ شفیع کو بیع کا علم کبھی خود [illegible] سے حاصل ہوتا ہے اور کبھی اُسکو دوسرے شخص کے خبر دینے سے حاصل ہوتا ہے لیکن اس صورت مین آیا عدد و عدالت شرط ہے یا نہین سو اسمین ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے امام اعظم ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ ان دونون مین سے ایک بات شرط ہے خواہ مخبر کی تعداد پوری ہو یعنی دو مرد ہون یا ایک مرد و دو عورتین ہون اور خواہ مخبر مین عدالت ہو اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ مخبر مین نہ عدالت شرط ہے اور نہ عدد حتی کہ اگر شفیع کو ایک شخص نے بیع کی خبر دی خواہ یہ مخبر عادل ہو یا فاسق خواہ آزاد ہو یا غلام ماذون ہو یا محجور خواہ بالغ ہو یا نابالغ خواہ مذکر ہو یا مؤنث پس شفیع نے سکوت کیا اور طلب علی الفور بنابر روایت الاصل کے یا فی المجلس بنابر روایت امام محمد کے شفعہ طلب نہ کیا تو صاحبین رح کے نزدیک اُسکا حق شفعہ باطل ہوجائیگا اگر خبر کا صدق ظاہر ہو اور کرخی علیہ الرحمۃ نے ذکر فرمایا کہ ہر دو روایت مین سے یہ روایت اصح ہے یہ بدائع مین ہے اگر خبر دہندہ ایک ہی شخص غیر عادل ہو پس اگر شفیع نے اس خبر مین اُسکی تصدیق کی تو بالاجماع اُسکی خبر سے بیع ثابت ہوجائیگی اور اگر اس امر مین اُسکی تکذیب کی تو اُسکی خبر سے بیع ثابت نہوگی اگرچہ صدق خبر ظاہر ہوجائے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اُسکی خبر سے بیع ثابت ہوجائیگی جبکہ صدق خبر ظاہر ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور طلب اشہاد یون ہوتی ہے کہ اپنے طلب مواثبہ کے گواہ کر لے تاکہ وجوب طلب علی الفور متاکد ہوجائے اور ایسا اشہاد صحت طلب کے واسطے شرط نہین ہے لیکن حق شفعہ مین توثق ہوجاتا ہے جبکہ مشتری نے طلب شفعہ سے انکار[1] کیا اور کہا کہ تو نے بیع سے آگاہ ہونے پر فوراً شفعہ نہین طلب کیا بلکہ طلب کو ترک کرکے تو مجلس سے کھڑا ہوگیا تھا اور شفیع کہتا ہے کہ مین نے طلب کیا تھا تو قول اس صورت مین مشتری کا مقبول ہے پس مضبوطی کے واسطے وقت طلب شفعہ کے گواہ کر لینا ضرور ہے۔ اور طلب اشہاد جب ہی صحیح ہوتی ہے کہ مشتری یا بائع یا مبیع کے حضور مین ہو پس اُن مین سے کسی کے حضور کی حالت مین شفیع یون کہے کہ فلان شخص نے یہ دار یا ایک دار جس کے حدود اربعہ ذکر کرے خریدا ہے اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین اُسکا شفعہ طلب کر چکا ہون اور اسوقت بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اسپر شاہد رہو۔ پھر طلب الاشہاد ضرور ہے جبکہ شفیع اشہاد کا قابو پائے پس جب اُسنے ان تینون مین سے کسی کے سامنے اشہاد کا قابو پاکر طلب اشہاد نہ کیا تو مشتری کی ذات سے ضرر دور کرنے کے واسطے اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا پس اگر شفیع اُن تینون مین سے نزدیک کو چھوڑ کر جو دور ہے اُسکی طرف گیا پس اگر یہ سب ایک ہی شہر مین ہون تو استحساناً اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا اور اگر وہ جو دور ہے دوسرے شہر مین ہو یا اسی شہر کے کسی گاؤن مین ہو تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائے گا

[1] انکار یعنی کہا کہ تو نے فوراً شفعہ طلب نہین کیا تھا ۱۲

اسواسطے کہ مصر واحد اپنے نواحی[1] واماکن کے ساتھ مثل مکان واحد کے قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ تینوں ایک
ہی مکان حقیقی میں موجود ہوں مگر شفیع نے اقرب کو چھوڑ کر ابعد سے طلب کیا تو جائز ہے پس[2] ویسے ہی اس صورت
میں بھی جائز ہے لیکن اگر باوجود اقرب کی طرف پہونچ جانیکے پھر چھوڑ کر ابعد کیطرف چلا گیا تو ایسی صورت میں اُسکا
شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر ہنوز مشتری نے مبیع پر قبضہ نہ کیا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ بائع کے حضور میں طلب
اشہاد کرے یا مبیع کے حضور میں اور اگر مبیع مشتری کے قبضہ میں ہو تو شیخ کرخی رح نے نوادر میں ذکر کیا کہ بائع پر اشہاد
صحیح نہیں ہے ولیکن امام محمد رح نے جامع کبیر میں صریح فرمایا کہ بائع پر بعد تسلیم مبیع کے استحساناً اشہاد صحیح ہے نہ قیاساً
یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور طلب مواثبہ کرنیکے بعد پھر طلب اشہاد کا جبھی محتاج ہوگا کہ طلب مواثبہ کیوقت اُس سے
طلب اشہاد ممکن نہوسکے مثلاً اُسنے بائع ومشتری ودار مبیعہ کی غیبت میں بیع کا حال سُنا[3] ہو اور اگر اُسنے ان تینوں کے
سامنے بیع کو سُنکر طلب مواثبہ کے ساتھ گواہ کر لیے تو یہ کافی ہے اور دونوں طلبوں کے قائم مقام ہوگا یہ خزانۃ المفتین
میں ہے اور طلب تملیک یہ ہے کہ قاضی کے سامنے اس غرض سے مرافعہ کرے کہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کر دے اور
اگر اُسنے اس خصومت کو ترک کیا پس اگر اُسنے مثل مرض وحبس وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے ترک کی اور توکیل
اُس سے نہ ہوسکی تو اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا اور اگر اُس نے بلا عذر خصومت ترک کی تو امام اعظم رح کے
نزدیک اور دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا شفعہ باطل نہوگا
کذا فی محیط السرخسی اور یہی ظاہر المذہب ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ اور امام محمد رح وزفر رح سے اور ایک
روایت میں امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر اُسنے اشہاد کر لیا اور ایک مہینہ تک بلا عذر خصومت ترک کر دی تو
اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا مگر فتوی امام اعظم وامام ابو یوسف[4] کے قول پر ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور طلب التملیک
کی یہ صورت ہے کہ شفیع قاضی سے یوں کہے کہ فلاں شخص نے ایک دار خریدا ہے پھر اس دار کا محلہ اور حدود بیان
کر دے اور میں اُسکا شفیع ہوں بوجہ اپنے ایک دار کے پھر اُسکے حدود بیان کر دے پس آپ حکم فرما دیں کہ وہ مجھے
سپرد کر دے پھر بعد اس طلب التملیک کے بھی شفیع کو دار مشفوعہ میں ملک حاصل نہیں ہوتی ہے جبتک کہ قاضی حکم
نہ دے یا مشتری اس دار کو اُس کے سپرد نہ کر دے حتی کہ اگر بعد اس طلب کے قبل حکم قاضی یا قبل تسلیم مشتری
کے کوئی دار اس دار مبیعہ کے پہلو میں فروخت کیا گیا پھر قاضی نے اُسکے واسطے حکم دیا یا مشتری نے اُسکو دار سپرد
کیا تو شفیع کو دوسرے دار مبیعہ میں حق شفعہ حاصل نہوگا اور اسیطرح اگر حکم قاضی یا تسلیم مشتری سے پہلے شفیع نے
اپنا دار فروخت کر دیا یا خود مر گیا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اسکو امام خصاف رح نے اپنے ادب القاضی میں
ذکر فرمایا ہے اور شفیع کو اختیار ہے کہ اُسوقت تک بحق شفعہ لینے سے انکار کرے اگرچہ مشتری اُسکو دیتا رہے جبتک کہ قاضی
اُسکے نام شفعہ کی ڈگری نہ کرے یہ محیط میں ہے۔ اور جب شفیع نے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا تو قاضی اُسکے
دعوی کی سماعت نہ کریگا جبتک کہ خصم حاضر نہو پس اگر وہ دار بائع کے قبضہ میں ہو تو سماعت دعوی کیواسطے بائع و

[1] نواحی یعنے اطراف وجوانب ملا کر ایک جگہ سمجھا جاتا ہے [2] یعنی مکان حقیقی واحد [3] یعنی ان تینوں میں سے کسی کے سامنے نہ ۱۲ [4] یعنی قول امام ابو یوسف جو موافق قول امام اعظم ہے ۱۲ منہ

مشتری دونون کا حاضر ہونا شرط ہی اسواسطے کہ شفیع ملکیت وقبضہ دونون کیواسطے حکم طلب کرتا ہی اور اس صورت مین ملکیت تو مشتری کی اور قبضہ بائع کا ہی پس دونون کی موجودگی شرط ہوئی اور اگر وہ دار مشتری کے قبضہ مین ہو تو فقط مشتری کا حاضر ہونا کافی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر شفیع غائب ہو تو بعد آگاہ ہونیکے اسکو مہلت دیجائیگی کہ جبلکہ طلب اشہاد کرلے پس اگر وہ یا اسکا وکیل حاضر ہوا تو خیر ورنہ اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا پھر اگر وہ حاضر ہوا پھر غائب ہوگیا اور اُسنے طلب اشہاد کرلی ہی تو وہ اپنی شفعہ پر باقی رہیگا اسواسطے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تاخیر طلب التملیک سے اُسکا شفعہ باطل ہی نہین ہوتا ہی اور صاحبین کے نزدیک باطل ہوتا ہی مگر بسبب عذر کے نہین باطل ہوتا ہی اور اس صورت مین بسبب عذر کے طلب التملیک مین تاخیر واقع ہوئی ہی اور اگر مشتری ایسے شہر مین ظاہر ہوا جہان دار مبیعہ نہین واقع ہی تو وہان شفیع پر طلب واجب نہوگی بلکہ وہین واجب ہوگی جہان دار مبیعہ واقع ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر شفیع کو راہ مکہ مین بیع کا حال معلوم ہوا پس اُسنے طلب مواثبہ کرلی مگر طلب اشہاد سے خود عاجز ہوا تو کوئی وکیل کردے جو اُسکے واسطے شفعہ طلب کرے پس اگر اُسنے نہ کیا اور چلا گیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر اُسنے ایسا شخص نہ پایا جسکو وکیل کرے مگر اُسکو ایک پیک دستیاب ہوا تو اُسکے ہاتھ ایک خط لکھ بھیجے اور اُنمین وکیل کردے پس اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر اُس نے وکیل یا پیک نہ پایا تو اُس کا شفعہ باطل نہ ہوگا یہان تک کہ پیک کو پاوے یہ ظہیریہ مین ہے ایک شخص کا شفعہ قاضی پر ہے تو چاہیے کہ قاضی کو سلطان کے پاس لیجاوے جس کی طرف سے یہ قاضی متولی قضا ہی اور اگر سلطان پر ہو اور قاضی نے اُسکے حاضر کرنے سے انکار کیا تو وہ شخص اپنی شفعہ پر باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ عذر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی شفیع کو اگر رات مین بیع کا علم ہوا اور وہ نکلکر اشہاد پر قادر نہوا پس اگر صبح ہوتے ہی اُسنے اشہاد کیا تو صحیح ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور امام محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وہ وقت ایسا ہو کہ لوگ اسوقت تک اپنی حاجت کیواسطے نکلتے ہون تو نکلکر طلب کریگا یہ حاوی مین ہی۔ فتاوے مین ہی کہ اگر یہودی نے سنیچر[1] کو بیع کا حال سُنا مگر شفعہ نہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی شفیع بالجوار نے اگر اس خوف سے قاضی سے شفعہ طلب کیا کہ وہ قاضی شفعہ بالجوار کو جائز نہین جانتا ہی پس اگر مین طلب کرون تو باطل کردیگا پس طلب نہ کیا تو یہ شخص اپنی شفعہ پر رہیگا اسواسطے کہ یہ عذر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر باغیون مین سے ایک شخص نے دوسرے سے جو اُنکے لشکر مین ہی ایک دار خریدا اور اُسکا شفیع اہل حق کے لشکر مین ہی پس اگر شفیع کو یہ قدرت نہین کہ خود اُس کے لشکر مین جاوے یا کوئی وکیل بھیجے تو وہ اپنے شفعہ پر رہیگا اور طلب الاشہاد کا ترک کرنا اُسکے حق مین مضر نہوگا اور اگر شفیع کو قدرت تھی کہ خود اُنکے لشکر مین جاوے یا کوئی وکیل بھیجے مگر اُسنے طلب الاشہاد نہ کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا یہ محیط مین ہی شفیع اگر خارجیون یا باغیون کے لشکر مین ہو اور اُسنے خوف کیا کہ اگر مین اہل عدل کے لشکر مین جاؤن تو مجھے قتل کرینگے پس اُسنے طلب الاشہاد نہ کی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ وہ قادر ہی کہ بغاوت چھوڑکر اہل عدل کے لشکر مین جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی اگر بائع و مشتری

[1] سنیچر یہودی کی عبادت کا روز ہے ۱۲

نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شفیع کو چند روز سے بیع کا حال معلوم ہوا ہے پھر اسکے بعد دونوں نے طلب میں اختلاف کیا پس شفیع نے کہا کہ جب سے مجھے معلوم ہوا تبھی سے میں نے طلب کیا ہے اور مشتری نے کہا تو نے نہیں طلب کیا ہے تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع پر واجب ہوگا کہ گواہ لاوے اور اگر شفیع نے کہا کہ مجھے اسیوقت معلوم ہوا ہے اور میں شفعہ طلب کرتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ تجھے پہلے سے معلوم ہوا ہے اور تو نے طلب نہیں کیا تو قول شفیع کا قبول ہوگا اور شیخ زاہد امام عبد الواحد شیبانی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب شفیع کو خرید کا حال معلوم ہوا اور اسنے مواثبۃً شفعہ طلب کر لیا تو اسکا حق ثابت ہوگا لیکن اسکے بعد اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے فلان وقت سے بیع کو جانا مگر شفعہ طلب کر لیا ہے تو اسکے قول کی تصدیق نہو گی اور اگر کہتا ہے کہ میں نے اسیوقت بیع کا حال معلوم کیا ہے تو جھوٹا ہوگا پس اس بات میں حیلہ یہ ہے کہ کسی شخص سے کہے کہ تو مجھے خرید کی خبر دے پھر کہے کہ اسوقت مجھے خبر دیگئی تو اپنے قول میں سچا ہوگا اگرچہ اس سے پہلے بھی خبر پا چکا ہے اور محمد بن مقاتل نے اپنی نوادر میں ذکر کیا کہ اگر شفیع نے مشتری سے وقت متقدم میں شفعہ طلب کیا ہو مگر اسکو اسکے اثبات کا خوف ہے کہ اگر میں ایسا اقرار کرتا ہوں تو گواہوں کی ضرورت پڑیگی پس اُسنے یوں کہا کہ (الساعۃ[1] علمت وانا طالب الشفعۃ) تو اسکو ایسا کہنے کی اور ایسی قسم کھا جانیکی گنجایش ہوگی اور اپنی قسم میں استثنا کرے یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر قاضی سے مشتری نے درخواست کی کہ شفیع سے قسم لیوے کہ واللہ اس نے جسوقت بیع کا حال جانا اُسیوقت بدون تاخیر کے شفعہ لطلب صحیح طلب کیا تو قاضی اس سے اسطور سے قسم لیگا پھر اگر مشتری نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ شفیع نے ایک زمانہ سے بیع کا حال جانا مگر شفعہ طلب نہیں کیا اور شفیع نے گواہ پیش کیے کہ میں نے جسوقت بیع کا حال جانا اُسیوقت شفعہ طلب کیا ہے تو شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور قاضی اُسکے واسطے شفعہ کی ڈگری کر دیگا یہ امام اعظم کا مذہب ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے گواہ مقبول[2] ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مشتری نے شفیع کے بیع کا حال سننے کیوقت شفعہ طلب کرنے سے انکار کیا تو مشتری سے اسکے علم پر قسم لیجاوے گی اور اگر مشتری سے ملاقات کرنے کیوقت شفعہ طلب کرنے سے انکار کیا تو اس سے قطعی قسم لیجاویگی یہ ملتقط میں ہے۔ اگر شفیع قاضی کے پاس آیا اور مشتری پر خرید دار کا دعوےٰ کیا اور قاضی سے اپنے واسطے شفعہ کی درخواست کی تو قاضی مدعا علیہ کیطرف توجہ کرنے سے پہلے مدعی کیطرف متوجہ ہو کر موضع دار یعنے شہر و محلہ و حدود دار دریافت کریگا اسواسطے کہ اُسنے اُس دار میں حق کا دعویٰ کیا ہے پس ضرور اسکا متعین ہونا چاہیے کیونکہ دعویٰ مجہول صحیح نہیں ہے پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے رقبہ دار کا دعویٰ کیا پھر جب اُسنے یہ سب بیان کیا تو اس سے دریافت کریگا کہ آیا مشتری نے دار پر قبضہ کر لیا یا نہیں کیونکہ اگر مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو تو شفیع کا دعویٰ فقط مشتری پر صحیح نہیں ہے یہانتک کہ بائع حاضر ہووے پھر جب اُسنے یہ بھی بیان کیا تو اس سے سبب شفعہ اور شفیع بہا کے حدود دریافت کریگا اسواسطے کہ سبب میں لوگ مختلف ہوتے ہیں پس احتمال ہے

[1] قولہ الساعۃ یعنا و اطلاق سے یہ ہے کہ ابھی ساعت میں نے معلوم کیا مگر بقاعدہ عربی الف لام سے معہود وقت مراد ہو سکتا ہے یعنے وہ ساعت جس میں اُس نے معلوم کر کے مشتری سے طلب کیا تھا جو بخوف بیان نہیں کر سکتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے فافہم ۱۲ منہ

[2] یہاں قبولیت سے استحقاق مراد ہے اگرچہ وہ گواہ بھی درج ہونے کے باعث سے مردود ہو جیسا دیں ۱۲ منہ

کہ اسنے سبب غیر صالح کیوجہ سے دعویٰ کیا ہو یا کسی دوسرے کیوجہ سے یہ مدعی حق شفعہ سے محجوب ہو پھر جب اُس نے سبب صالح بیان کیا اور دوسرے کیوجہ سے محجوب نہ نکلا تو اُس سے دریافت کریگا کہ تجکو کب بیع کا علم ہوا اور وقت علم کے تونے کیا کیا اسواسطے کہ شفعہ بسبب طول زمان اور بسبب اعراض کے یا جو امر اعراض پر دلالت کرے پائے جانیسے باطل ہوجاتا ہے پس اسکا حال کھلجانا ضرور ہے پھر جب اُسنے یہ بھی بیان کرلیا تو اُس سے دریافت کریگا کہ اُسنے کیونکر طلب اشہاد کی اور کسکو گواہ کیا ہے اور آیا جسکے حضور مین گواہ کیے وہ دوسرے سے اقرب تھا یا نہ تھا جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے پھر جب اُس نے یہ سب بیان کرلیا اور شروط طلب مین کچھ خلل نہ پایا گیا تو اُسکا دعویٰ تمام ہوگیا پھر مدعا علیہ کی طرف متوجہ ہو کر اُس سے دریافت کرے گا کہ جس دار کیوجہ سے مدعی خواستگار شفعہ ہے وہ شفیع کی ملک ہے یا نہین اگرچہ یہ دار شفیع کے قبضے مین ہو جو بظاہر ملکیت پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ ملک ظاہر استحقاق شفعہ کیواسطے کافی نہین ہے پس ضرور ہے کہ استحقاق شفعہ کے واسطے اُس کی ملکیت بحجت ثابت ہو پس اس بات کو دریافت کرے گا پھر اگر مدعا علیہ نے ملک مدعی ہونے سے انکار کیا تو مدعی سے کہیگا کہ اس امر کے گواہ پیش کرے کہ یہ دار تیری ملک ہے پس اگر مدعی ایسے گواہ قائم کرنے سے عاجز ہوا اور اُسنے مدعا علیہ کی قسم طلب کی تو قاضی مشتری سے قسم لے گا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ یہ مدعی اُس دار کا مالک ہے جسکی وجہ سے شفعہ کا دعوے کرتا ہے اسلیے[۵۱] کہ مدعی نے اسپر ایسے حق کا دعویٰ کیا ہے کہ اگر اسکا اقرار کرلے تو اُسکے ذمہ لازم ہوجائے مگر چونکہ دوسرے کے قبضہ مین ہے اسواسطے اُس سے علم پر قسم لیجاویگی اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے کذا فی التبیین اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی السراجیہ پس اگر مشتری نے قسم سے نکول کیا یا شفیع کے گواہ قائم ہوگئے یا مشتری نے خود ہی ایسا اقرار کرلیا تو جس دار کیوجہ سے شفیع حق شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے اُسمین شفیع کی ملک ثابت ہوگئی اور سبب بھی ثابت ہوگیا پھر قاضی اسکے بعد مدعا علیہ سے دریافت کریگا کہ آیا تو نے خریدا ہے یا نہین پھر اگر اُسنے خرید سے انکار کیا تو شفیع کو حکم دیگا کہ تو گواہ قائم کر کہ اسنے خریدا ہے پس اگر شفیع ایسے گواہ قائم کرنیسے عاجز رہا اور اُسنے مشتری کی قسم طلب کی تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ مین نے نہین خریدا ہے یا واللہ مجھپر یہ شخص اس دار مین استحقاق شفعہ جس وجہ سے اُسنے ذکر کیا ہے نہین رکھتا ہے پس یہ تحلیف علی الحاصل ہے[۵۲] اور یہ[۵۳] امام اعظم و امام محمد کا قول ہے۔ اور اول تحلیف علی السبب ہے اور وہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے پس اگر اُسنے قسم سے نکول کیا یا اقرار کرلیا یا شفیع کے گواہ قائم ہوگئے تو قاضی شفعہ کی ڈگری کردیگا اسواسطے کہ حق بحجت ظاہر ہوگیا یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور جناس مین گواہی ادا کرنیکی کیفیت اسطرح بیان فرمائی کہ گواہون کو یون گواہی دینی چاہیے کہ یہ دار جو دار مبیعہ کے جوار مین واقع ہے۔ وہ اس مشتری کے اس دار

---

۵۱ مثلاً یہ مدعی بھی جوار سے ہے اور دوسرا شفیع بھی شرکت موجود ہے ۱۲ ۵۲ قولہ اس لیے الخ اور جہان ایسا ہو کہ مدعا علیہ کے اقرار سے مدعی دوسرے ثبوت ہوجاوے تو ایسے امر پر قسم لیجاویگی۔ پھر مدعا علیہ سے اسکے علم پر اسواسطے قسم لی کہ دار مدعی کے قبضہ مین ہے تو قطعی قسم کیونکر کھاوے کہ اسکی ملکیت نہین ہے پھر اگر قسم سے نکول یعنے انکار کرے تو گویا اقرار کرلیا ۱۲ ۵۳ یہ یعنے حاصل مطلب پر قسم

(یعنے دار مشفوعہ) خریدنے سے پہلے سے اس شفیع کی ملک ہے اور وہ اس دم تک اسی کی ملک ہے ہم نہیں جانتے ہین کہ اسکی ملک سے نکلا ہو اور اگر گواہون نے کہا کہ یہ دار اس جار کا ہے تو کافی نہیں ہے۔ اور اگر یون گواہی دی کہ شفیع نے یہ دار فلان شخص سے خریدا ہے اور وہ شفیع کے قبضہ مین ہے یا فلان شخص نے یہ دار اسکو ہبہ کیا ہے تو یہ کافی ہے بس اگر شفیع نے مشتری سے قسم[1] لینے کا ارادہ کیا تو اسکو ایسا اختیار حاصل ہے یہ ذخیرہ و محیط مین ہے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کے باپ کے ہاتھ مین رہا اور جبتک وہ مرا ہے اسی کے قبضہ مین تھا تو مدعی کے نام[2] دار کی ڈگری کیجائیگی پھر اگر اسکے پہلو مین کوئی دار فروخت کیا گیا تو یہ شخص شفعہ کا مستحق نہوگا یہانتک کہ اپنی ملک کے گواہ قائم کرے ایک دار ایک شخص کے قبضہ مین ہے اسنے اقرار کیا کہ فلان شخص کا ہے پھر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا پس مقر نے شفعہ طلب کیا تو اسکو شفعہ نہ ملیگا یہانتک کہ اسبات کے گواہ قائم کرے کہ یہ دار میرا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے خصاف رحمہ نے اسقاط شفعہ کیواسطے ذکر کیا کہ بائع نے اگر ایک شخص کیواسطے ایک حصہ دار کا اقرار کیا پھر باقی دار اسکے ہاتھ فروخت کردیا تو یہ شخص کا جار مستحق شفعہ نہوگا اور شیخ ابوبکر خوارزمی اس مسئلہ مین شیخ خصاف رحمہ کی خطا بیان کرتے تھے اور خود یون فتویٰ دیتے تھے کہ جار کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ شرکت سواے اقرار بائع کے کسی طرح ثابت نہین[3] ہوئی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ دو شخصون نے ایک نیستان اپنے باپ سے میراث پایا اور دونون مین سے ایک وارث معین کو میراث کا علم نہوا اور اسنے نجانا کہ میرا اس مین حصہ ہے پھر اس نیستان کے پہلو مین دوسرا نیستان فروخت کیا گیا پس اسنے شفعہ بھی طلب نہ کیا پھر جب اسکو معلوم ہوا کہ اسمین میرا حصہ ہے تو اسنے نیستان مبیعہ مین شفعہ طلب کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا حق شفعہ باطل ہوگیا اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہونیکی شرط یہ ہے کہ بیع کا حال معلوم ہونے کیوقت طلب مواثبہ پائی جاوے پھر جب اسنے طلب نہ کیا تو اسکا حق شفعہ باقی نہ رہیگا اور جہالت کچھ عذر نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے

چوتھا باب شفیع کے کل یا بعض مبیع کے استحقاق کے بیان مین۔ ایک شخص نے پانچ منزلین ایک ہی شخص سے ایک ہی صفقہ مین ایک کو جو غیر ناقذہ مین خریدین پس شفیع نے چاہا کہ ایک منزل لے لے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شفیع نے راستہ کی شرکت کیوجہ سے شفعہ طلب کیا ہو تو بعض کو نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ اسمین بلاضرورت تفریق صفقہ لازم آتی ہے اور اگر اسنے بحکم جوار شفعہ طلب کیا اور اسکا جوار صرف اسی منزل سے ہے جسکو طلب کرتا ہے تو اسکو اس ایک منزل کے لینے کا اختیار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر شفیع نے چاہا کہ بعض مبیع کو شفعہ مین لے اور بعض کو نہ لے پس اگر بعض مبیع بعض سے ممتاز نہو مثلاً مشتری نے ایک دار خریدا اور شفیع نے بعض دار سواے بعض کے یا وہ جانب جو دروازہ سے متصل ہے سواے باقی کے لینا چاہا تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بلاخلاف اسکو ایسا اختیار نہوگا مگر چاہے تو کل لے لے یا سب چھوڑ دے اسلیے کہ اگر اسنے کچھ لیا اور کچھ نہ لیا تو مشتری کے حق مین

[1] قسم یعنے مشتری جانتا ہے کہ یہ دار میری ملکیت ہے ١٢ [2] دار یعنی جو دار یہ دم آخر اسکے باپ کے قبضہ مین تھا کیونکہ ظاہر ہوا سبب سے ... لیکن یہ شفعہ کیلیے کافی نہین چنانچہ پھر اگر الخ ١٢ [3] نہین الخ حالانکہ شفعہ کے لیے ملک بحجت چاہیے ١٢

تفریق صفقہ ہو جائیگی خواہ ایک مشتری نے ایک ہی سے خریدا ہو یا ایک نے دو سے خریدا ہو یا زیادہ سے حتے کہ اگر شفیع نے چاہا کہ دو بائع مین سے ایک کا حصہ لے لے تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ کے موافق اسکو یہ اختیار نہوگا خواہ مشتری نے دار مذکور پر قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہی صحیح ہے۔ اور اگر دو شخصون نے ایک شخص سے ایک دار خریدا تو بالاجماع شفیع کو اختیار ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے لے خواہ قبضہ سے پہلے یا اسکے بعد یہی ظاہر الروایۃ ہے اسواسطے کہ صفقہ ابتدا سے متفرق ہوا ہے پس بعض کا لینا تفریق صفقہ نہوگی اور برابر ہے کہ چاہے ہر واحد کیواسطے نصف ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا سب کے واسطے ایک ہی ثمن بیان کیا ہو اور دونون صورتون مین خواہ مشتری اپنی ذات کیواسطے عاقد ہو یا کسی غیر کیواسطے حتی کہ اگر دو شخصون نے ساتھ ہی ایک شخص کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دو آدمیون سے دار خریدا پھر شفیع آیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ دونون بائعون مین سے ایک کا حصہ شفعہ مین لے لے اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو وکیل کیا اور دونون نے ایک شخص سے دار خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ ایک وکیل نے جس قدر خریدا ہے اسکو لے لے اسیطرح اگر وکیل دس آدمی ہون اور انھون نے ایک شخص کے واسطے دار خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے ایک سے لے لے یا دو سے یا تین سے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس بات مین ہم مشتری کیطرف دیکھتے ہین اور جس کیواسطے خریدا ہے اسکی طرف نہین دیکھتے ہین اور یہ لفظ صحیح ہے اور اگر بعض مبیع بعض سے ممتاز ہو مثلاً دو دار ایک ہی صفقہ مین خریدے اور شفیع نے چاہا کہ ایک دار سوائے دوسرے کے لیلے پس اگر یہ شفیع ان دونون کا شفیع ہو تو اسکو یہ اختیار نہوگا لیکن چاہے دونون لیلے یا دونون چھوڑدے اور یہ ہمارے اصحاب ثلاثہ[1] رحمہم اللہ کا قول ہے خواہ یہ دونون دار متلاصق ہون یا متفرق ہون ایک ہی شہر مین ہون یا دو شہرون مین ہون اور اگر شفیع دونون مین سے ایک کا شفیع ہو دوسرے کا شفیع نہو اور بیع ایک ہی صفقہ مین واقع ہوئی پس آیا شفیع کو یہ اختیار ہے کہ کل کو شفعہ مین لیلے سو امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اسکو یہ اختیار نہین ہے فقط اسی قدر حصہ لے سکتا ہے جسکا وہ جار ہے۔ اسیطرح اگر دو دار متلاصق ہون اور انمین سے ایک کا ایک شخص بسبب جوار کے شفیع ہو تو امام محمد رح سے بھی مروی ہے کہ اسکو شفعہ فقط اسی قدر مین مل سکتا ہے جس کا وہ جار ہے اور ایسا ہی امام محمد رح نے اس مسئلہ مین فرمایا ہے کہ اگر چند قراح متلاصقہ ہین اور انمین سے ایک قراح ایک شخص کی زمین سے متصل ہے اور ان قراحون کے درمیان نہ راستہ ہے اور نہ نہر مگر ایک مسناۃ[2] ہے تو فرمایا کہ جار کو فقط اسی قراح کا حق شفعہ ملیگا جو اسکی زمین سے متصل ہے اسیطرح گاؤن کے مسئلہ مین کہ ایک گاؤن مع اپنے گھرون و زمین کے فروخت کیا گیا تو ہر شفیع کو یہی اختیار ہوگا کہ فقط جو قراح اس سے متصل ہے اسی کو لیلے۔ اور حسن بن زیاد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ شفیع کو اختیار ہوگا کہ سب کو شفعہ مین لیلے شیخ کرخی رح نے فرمایا کہ حسن بن زیاد رح کی روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کا قول مثل قول امام محمد رح کے تھا پھر انھون نے اس سے رجوع کر کے دونون کو مثل دار واحد کے قرار دیا

ہکذا فی البدائع

[1] اصحاب ثلاثہ امام ابوحنیفہ و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲

[2] بیچ کا بند ۱۲

پانچواں باب۔ حکم بالشفعہ اور شفعہ مین خصومت کرنے کے بیان مین۔ دعوی کے وقت شفیع پر ثمن حاضر کرنا لازم نہین ہو بلکہ اسکو اپنی طرف سے خصومت کرنا جائز ہو اگرچہ اُسنے مجلس قاضی مین ثمن حاضر نہ کیا ہو پھر جب قاضی نے اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کر دی تو ثمن حاضر کراسکتا ہو اور یہ روایت کتاب الاصل کی ہو اور امام محمد رح سے مروی ہو کہ جبتک ثمن حاضر نہ کرے تب تک قاضی اُسکے نام شفعہ کی ڈگری نکریگا اور اگر قبل احضار ثمن کے قاضی نے ڈگری کر دی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جبتک اپنا ثمن نہ لیلے تب تک عقار اُسکو دینے سے روک رکھے اور ایسا حکم قضاء امام محمد رح کے نزدیک اسوجہ سے نافذ ہو جائیگا کہ یہ صورت مجتہد فیہ[1] ہو۔ اور اگر قاضی کے اس کہنے کے بعد کہ مشتری کو ثمن دیدے شفیع نے ثمن دینے مین تاخیر کی تو حکم بالشفعہ بالاجماع باطل نہوگا یہ تبیین مین ہو پس اگر شفیع نے دار مشفوعہ مشتری سے لیا اور اسکو ثمن دیا تو اُسکا عہدہ و ضمان مال مشتری پر ہوگا۔ اور اگر بائع سے لیکر اُسکو ثمن دیا تو ہمارے نزدیک اُسکا عہدہ و ضمان مال بائع پر ہوگا۔ اور ابوسلیمان رح نے امام ابویوسف رح سے روایت کی کہ اگر مشتری نے بائع کو دار کا ثمن دیدیا اور دار پر قبضہ نہ کیا ہو یہانتک کہ قاضی نے دونون کے حضور مین شفیع کیواسطے شفعہ کی ڈگری کر دی تو شفیع اُس دار کو بائع سے اپنے قبضہ مین لیکر مشتری کو ثمن ادا کر دیگا اور اُسکا عہدہ مشتری پر ہوگا اور اگر مشتری نے ہنوز ثمن نہ دیا ہو تو شفیع ثمن بائع کو دیگا اور اُس کا عہدہ بائع پر ہوگا پھر اگر شفیع نے اس صورت مین دار مین عیب پایا اور بحکم قاضی بائع یا مشتری کو واپس دیا پھر مشتری نے چاہا کہ اسکو اپنی خرید سابق پر لے لے یا بائع نے چاہا کہ اُسی خرید کے حکم سے مشتری کو واپس دے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے لے لے یا چھوڑ دے اور اگر شفیع نے مشتری سے دار مشفوعہ لیکر چاہا کہ مشتری پر سند کیواسطے ایک نوشتہ لکھے تاکہ شفیع کیواسطے مشتری پر مضبوطی رہے تو اسکو ایسا اختیار ہوگا اور نوشتہ مین یون بیان تحریر کرے کہ اولاً مشتری نے اُسکو خریدا ہو پھر اُسپر اپنی شفعہ مین لینے کا حال ترتیب لکھے اور شفیع وہ نوشتہ جو مشتری نے اپنے بائع پر لکھا ہو لے لے اور اگر مشتری نے وہ نوشتہ دینے سے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہو ولیکن شفیع کو اپنی ذات کیواسطے احتیاط چاہیے پس ایک قوم کو اس بات پر گواہ کرے کہ مشتری نے یہ دار شفیع کو بحق شفعہ سپرد کیا ہو اور اگر شفیع نے دار مذکور بائع سے لیا ہو تو جیسا نوشتہ مشتری سے لینے مین تحریر کرنا بیان کیا گیا ویسا ہی بائع پر تحریر کرے اور اس نوشتہ مین یہ تحریر کرے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا کہ جو کچھ اس نوشتہ مین لکھا ہے اُسنے تسلیم کیا اور اجازت دی اور اقرار کیا کہ میرا اس دار یا اسکے ثمن مین کچھ حق نہین ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر چاہے تو نوشتہ دونون پر بدین مضمون تحریر کرے کہ دار مبیعہ بحق شفعہ شفیع کو سپرد کیا اور بائع نے مشتری کی رضامندی سے ثمن پر قبضہ کیا اور بائع ضمان الدرک کا ضامن ہوا یہ بسوط مین ہو اگر قاضی نے شفیع کیواسطے بحق شفعہ دینے کا حکم دیا یا مشتری نے خود سپرد کر دیا تو ان دونون مین بیع کے احکام ثابت ہونگے یعنے خیار رویتہ و خیار عیب اور وقت استحقاق کے ثمن واپس لینا لیکن شفیع تاوان غرور[2]

---

[1] مجتہد فیہ دونون طرف اجتہاد ہو تو جس طرف قاضی حکم کرے جائز ہو جائے گا ۱۲ منہ [2] تاوان غرور یعنی دھوکا کھا کر جو کچھ خرچ کیا اُس کا تاوان نہین لے سکتا ۱۲

واپس نہیں لے سکتا ہو حتے کہ اگر اُسنے دار مشفوعہ میں عمارت بنائی پھر وہ دار استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا اور شفیع کو حکم دیا گیا کہ اپنی عمارت توڑے تو شفیع کو یہ اختیار ہوگا کہ جس سے اسنے دار لیا ہو اُس سے اپنا ثمن واپس لے اور مشہور روایت کے موافق یہ اختیار نہوگا کہ عمارت کی قیمت واپس لے مگر امام ابو یوسف سے ایک روایت ہو کہ قیمت عمارت بھی لے سکتا ہو اور مشتری ؎۱ (ایسی صورت میں تاوان غرور) واپس لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر خریدا اُدھار بوعدہ ایک سال کے مثلاً واقع ہوئی پس شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ طلب کیا اور چاہا کہ اسی مدت کے وعدہ پر اودھار لیلے تو بدون رضامندی ماخوذ منہ کے ؎۲ اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر ماخوذ منہ راضی نہوا تو قاضی شفیع سے کہیگا کہ یا تو فی الحال ثمن نقد دیدے یا صبر کر یہانتک کہ میعاد آجاوے پس اگر اُسنے فی الحال ثمن نقد ادا کیا اور قبضہ کرتا بائع سے حاصل ہوا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا اور اگر فی الحال ثمن نقد ادا کر کے مشتری سے قبضہ حاصل کیا تو مشتری کے حق میں ادائے ثمن کی میعاد بحالہ باقی رہیگی حتے کہ بائع کو قبل میعاد آنیکے ولایت مطالبہ مشتری سے حاصل نہوگی۔ اور اگر شفیع نے صبر کیا یہانتک کہ میعاد آگئی تو شفیع اپنے حق شفعہ پر ہوگا اور یہ سب اُسوقت ہو کہ اودھار کی میعاد معلوم ہو اور اگر میعاد ادائے ثمن مجہول ہو جیسے کھیتی کٹنا و روندی جانا وغیرہ اسکے اشباہ اور شفیع نے کہا کہ میں فی الحال ثمن دیکر مبیع لیے لیتا ہوں تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ محیط و ذخیرہ و فتاواے غیاثیہ میں ہو۔ اور اگر کسی میعاد فاسد کے اودھار پر خریدا پھر مشتری نے ثمن فی الحال دیدیا تو بیع جائز ہو جائے گی اور شفعہ ثابت ؎۳ ہوگا اسی طرح اگر ایسی زمین فروخت کی گئی جس میں مزارع (کاشتکار ۱۲) کی کھیتی موجود ہو تو بیع کیوقت شفعہ طلب کرے اور تجرید میں خیار مؤبد اور اودھار بمیعاد عطاء ؎۴ کی صورت میں مروی ہے کہ اُسکا فی الحال شفعہ میں لینا جائز ہے اور اگر فی الحال طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ شافعی المذہب نے اگر بسبب جوار کے شفعہ طلب کیا تو قاضی اُس سے دریافت کریگا کہ آیا تو شفعہ بالجوار کا قائل ہو یا نہیں پس اگر اُس نے کہا کہ ہاں تو اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کر دیگا ورنہ نہیں یہ سراجیہ میں ہو۔ زید نے عمرو سے ایک دار ہزار درم کو خرید کر پھر دوسرے کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کر کے سپرد کر دیا پھر شفیع حاضر ہوا اور اُسنے بیع اول پر دار لینا چاہا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جسکے قبضہ میں موجود ہو اُس سے لیکر اُسکو ہزار درم دیگا اور پھر اُس سے کہا جائیگا کہ اپنے بائع سے جس نے تیرے ہاتھ فروخت کیا ہو باقی ہزار درم لے لے اور حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ اگر شفیع ایسے وقت حاضر ہو کہ مشتری اُس دار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر چکا ہو اور غائب ہو گیا ہو اور شفیع نے اُسکو

؎۱ یعنی اگر مشتری نے فریب کھایا تو علاوہ ثمن کے اپنا خرچ عمارت بھی واپس لے گا اور شفیع واپس نہیں لے سکتا ہے ۱۲ منہ ؎۲ یعنی شرط مفسد سے بیع فاسد ہوئی تو شفعہ مترتب نہ ہوگا ۱۲ ؎۳ مجرد یعنی کتاب حسن رح میں ہے کہ اگر بیع میں تین روز سے زیادہ یا دائمی خیار ہو یا کہا کہ جب عطیہ تقسیم ہوگا اُسوقت دام دونگا حتے کہ بیع فاسد ہوئی تو بظاہر شفعہ نہیں ہوسکتا لیکن مجرد میں ہے کہ فی الحال الخ ۱۲ منہ

بیع اول پر لینا چاہا تو شفیع اور دوسرے مشتری کے درمیان خصومت قائم نہوگی[۱] - پس حاصل یہ نکلا کہ اگر شفیع نے دار کو بیع اول پر لینا چاہا تو امام اعظم رح کے نزدیک مشتری اول کا حاضر ہونا شرط ہے - اور یہی قول امام محمد کا ہے اور امام ابو یوسف کے قول میں مشتری اول کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر شفیع نے بیع ثانی پر لینا چاہا تو مشتری اول کا حاضر ہونا بلاخلاف شرط نہیں ہے یہ محیط میں ہے - پھر اگر شفیع نے کہا کہ اگر میں تین روز تک ثمن نہ لاؤں تو میں شفعہ سے بری ہوں پھر وہ اس مدت تک ثمن نہ لایا تو امام محمد رح سے ابن رستم رح نے روایت کی کہ اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکا شفعہ نہیں باطل ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر شفیع نے دینار حاضر کیے حالانکہ ثمن درہم میں یا لعکس تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسکا شفعہ باطل نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - اور فتاوے عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر شفیع ہونیکی حالت خصومت میں مشتری نے درخواست کی کہ فلان وقت تک خصومت ملتوی کرے اور شفیع نے اسکو قبول کر لیا تو ایسا ہی رہیگا اور منتقی میں بروایت بشر رح کے امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ شفیع کا یہ قول کہ میرا کچھ حق فلان شخص کے پاس نہیں ہے شفعہ سے بریت ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے - ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے پس ایک مدعی نے آکر اس قابض پر دعویٰ کیا کہ اس نے یہ دار فلان شخص سے خریدا ہے اور میں اسکا شفیع ہوں اور اسپر گواہ قائم کر دیے اور قابض نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے میرے پاس یہ دار ودیعت رکھا ہے تو قاضی مدعی کے نام شفعہ کی ڈگری کر دیگا اسواسطے کہ قابض بسبب دعویٰ فعل کے یعنی اسنے خریدا ہے خصم قرار دیا گیا ہے اور اگر مدعی نے قابض پر خریدنے کا دعوے نہ کیا بلکہ یہ دعویٰ کسی اور ہی شخص پر کیا تو قابض پر ڈگری نہوگی اور اسکی صورت یہ ہے کہ یہ مدعی قابض سے یوں کہے کہ فلان شخص یعنی غیر قابض نے یہ دار فلان بائع سے اسقدر داموں کو خریدا اور ثمن ادا کیا اور میں اسکا شفیع ہوں اور اس دعوے کے گواہ قائم کیے اور قابض نے اس امر کے گواہ دیے کہ فلان شخص نے میرے پاس یہ دار ودیعت رکھا ہے تو ان دونوں میں خصومت نہوگی (یعنی شفیع کے نام حکم نہ دیا جاوے گا ۱۲) یہانتک کہ غائب حاضر ہووے اسواسطے کہ قابض اس صورت میں بوجہ ظاہری قبضہ کے خصم ٹھہرایا گیا ہے - نہ بسبب دعوے فعل کے یہ محیط میں ہے - ایک شخص نے کھرے درموں سے ایک دار خریدا مگر زیوف یا نبہرہ درم ادا کیے تو شفیع اس دار کو کھرے درموں[۲] کے عوض لے سکتا ہے کذا فی السراجیہ اور اگر بائع جید درہم کے بدلے زیوف لینے پر راضی ہو گیا ہے تو (یعنی اگر شفیع سے جید درم دینے چاہیے ۱۲) بھی مشتری کو اختیار ہوگا کہ شفیع سے کھرے درم لیلے یہ مضمرات میں ہے -

چھٹا باب - اس بیان میں کہ ایک دار فروخت کیا جاوے اور اُسکے چند شفیع جمع ہوں جاننا چاہیے کہ اگر چند شفیع جمع ہوں تو قبل استیفاء حقوق و قضائے قاضی کے ہر ایک کا حق پورے دار میں ثابت ہوگا حتیٰ کہ اگر ایک دار کے دو شفیع ہوں اور ایک شفیع نے لینے سے اور حکم قضا سے پہلے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو

۱؎ قولہ قائم نہوگی میں کہتا ہوں کہ اس بنا پر اگر بائع و مشتری نے حیلہ کیا کہ زید نے ہزار درم کو اپنا مکان بکر کے ہاتھ فروخت کیا اور گواہ کر دیے پھر بکر نے خالد کے ہاتھ جو اصلی مشتری ہونا چاہتا ہے پانچ ہزار درم کو فروخت کیا اور گواہ کر دیے اور غائب ہو گیا کیونکہ وہ نہیں معلوم کہاں کا تھا تو شفیع کو پانچ ہزار سے کم نہیں لے سکتا فافہم ۱۲ ۲؎ کھرے اسواسطے کہ اصل بیع یہی ہے اور کھرے کی بجائے زیوف لینا بائع کی مہربانی بحال مشتری ہے ۱۲ م

دوسرے کو اختیار ہوگا کہ کل دار کو لے لے اور بعد استیفاء و بعد قضاء کے ہر ایک کا حق اس قدر سے جتنے کا دوسرے کیواسطے حکم ہو گیا ہے معدوم ہو جاتا ہے حتے کہ اگر ایک دار کے دو شفیع ہوں اور قاضی نے دونوں کیواسطے آدھے آدھے دار کے حق شفعہ کا حکم دیدیا پھر ایک شفیع نے اپنا حق شفعہ نصف دیدیا تو دوسرے کو پورے دار کے لینے کا اختیار نہوگا اور اگر بعض کا حق شفعہ بہ نسبت بعض کے اقوی ہو اور قاضی نے حقدار اقوی کے نام شفعہ کا حکم دیا تو حق ضعیف باطل ہو جائیگا حتے کہ اگر دو شفیع ایک شریک و دوسرا جار جمع ہوئے اور شریک نے قبل حکم قاضی کے حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو جار کو اختیار ہوگا کہ کل دار اپنے حق شفعہ میں لے لے لیکن اگر قاضی نے شفیع شریک کے نام شفعہ دار کی ڈگری کر دی پھر شریک نے شفعہ سپرد کیا تو پھر جار کو شفعہ نہ ملیگا یہ وجیز میں ہے۔ اور اگر دو شفیع ہوں سے ایک غائب ہو تو حاضر کو اختیار ہوگا کہ پورا دار شفعہ میں لے لے اور اگر اسنے نصف لینا چاہا اور مشتری اسپر راضی ہو گیا تو اسکو ایسا اختیار ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں تجھے فقط آدھے کے سوائے نہ دونگا تو اسکو کل لے لینے کا اختیار ہوگا کذا فی المبسوط۔ اور اگر حاضر نے غائب کے پیٹھ پیچھے کہا کہ میں آدھا یا تہائی لونگا اور اسیقدر اسکے حق کی مقدار ہے تو اسکو یہ اختیار نہوگا لیکن چاہے تو کل لیلے یا سب چھوڑ دے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر قاضی نے شفیع حاضر کیواسطے پورے دار کا حکم دیدیا پھر دوسرا شفیع حاضر ہوا اور اسکے واسطے نصف کا حکم دیا پھر تیسرا شفیع حاضر ہوا اسکے واسطے یہ حکم دیا کہ دونوں میں سے ہر ایک کے مقبوضہ سے ایک تہائی لیلے تاکہ دونوں میں سے ہر ایک کے برابر ہو جاوے پھر جس شفیع کیواسطے پہلے پورے دار کا حکم دیا تھا اسنے دوسرے سے کہا کہ میں تجھے پورا دار دیتا ہوں سو تو سب لے لے یا سب چھوڑ دے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اپنا نصف لے لے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چند شفیعوں میں سے ایک شخص نے پہلے حاضر ہو کر اپنا شفعہ ثابت کیا تو قاضی اسکے واسطے پورے دار کا حکم دیدیگا پھر اگر دوسرے شفیع نے حاضر ہو کر اپنا شفعہ ثابت کیا تو قاضی نظر فرماویگا اگر دوسرا شفیع مثل اول کے ہوگا تو قاضی اسکے واسطے نصف دار کے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اول سے اولی ہوگا مثلاً پہلا جار ہو اور دوسرا خلیط ہو تو قاضی شفیع اول کا شفعہ باطل کر کے پورے دار کا دوسرے کیواسطے حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اول سے ادون ہو تو اسکے نام کچھ ڈگری نہ کریگا یہ سراج الوہاج میں ہے اگر ایک ایسے شخص نے ایک دار خریدا جو اسکا شریک ہے پھر اسکے مثل دوسرا شفیع آیا تو قاضی اسکے نام نصف دار کا حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اس سے اولی آیا تو قاضی اسکے نام پورے دار کی ڈگری کریگا اور اگر دوسرا شفیع اس سے ادون آیا تو اسکو کچھ شفعہ نہ ملیگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر حاضر کے نام پورے دار کی ڈگری ہو گئی اور اسنے دار میں عیب پا کر واپس کر دیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا۔ تو اسکو بیع اول پر سوائے نصف دار کے زیادہ لینے کا اختیار نہوگا خواہ یہ رد بالعیب بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی ہو اور خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور اگر غائب نے جو حاضر ہوا ہے یہ چاہا کہ شفیع حاضر کے واپس کرنیکی وجہ سے میں پورا دار شفعہ میں لوں بیع اول کو چھوڑ دوں تو دیکھا جائیگا کہ اگر رد کرنا بغیر حکم قاضی ہو تو اسکو ایسا اختیار ہوگا اسواسطے کہ جو رد بغیر حکم قاضی ہو وہ بیع مطلق ہے پس شفعہ کے

حق مین بیع جدید قرار دیجائیگی پس پورا دار شفعہ مین لے سکتا ہی جیسے کہ ابتدائی بیع مین لے سکتا ہی ایسا ہی امام محمد رح نے جواب کو مطلقاً ذکر فرمایا ہی ان دونون صورتون کی کہ اگر رد بالعیب قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بعد ہو کچھ تفصیل نہ فرمائی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب مطلق اُس صورت پر محمول ہی کہ جب رد بالعیب قبضہ کے بعد ہوا ہو اسواسطے کہ قبضہ سے پہلے بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی واپس کرنا بیع جدید ہی لیکن امام محمد رح کی اصل پر عقار کی بیع کی قبضہ سے پہلے جائز نہین ہی ہان یہ جواب مطلق امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کی اصل کے موافق ٹھیک ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب مطلق سب ائمہ کے موافق ٹھیک ہی اور اگر رد بالعیب بحکم قاضی ہو تو لے نہین سکتا ہی اسواسطے کہ ایسی واپسی فسخ مطلق اور سرے سے عقد بیع کا اسطرح دور کردینا ہی کہ گویا تھا ہی نہین اور حق شفعہ لینا بیع کے ساتھ مختص ہوتا ہی اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کے کسی عیب پر قبل اسکے کہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری ہو مطلع ہو کر حق شفعہ مشتری کو دیدیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ کل دار لے لے یا چھوڑ دے اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کو بسبب عیب کے بعد از انکہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری ہوگئی ہی واپس کردیا پھر دو شفیع حاضر ہوئے تو دونون اس دار کی دو تہائی حق شفعہ مین لے سکتے ہین اور دو شفیع دنین ہونیکی صورت مین حکم یکسان ہی یعنی حق غائب مین سے بقدر حصہ حاضر کے ساقط ہوجاتا ہی اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید لیا ہو (مساوی ۱۲) پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہی چاہے پورے دار کو پہلی بیع پر لے لے یا پورے کو دوسری بیع پر لے لے اور اگر مشتری اول دار خرید کردہ کا شفیع ہو اور اُس سے شفیع حاضر نے خرید لیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے نصف دار کو پہلی بیع پر لے لے اسواسطے کہ مشتری اول کو حق خرید اپنے خریدنے سے پہلے حاصل نہین ہوا تھا تاکہ اپنے خرید کرنیکی وجہ سے اُس سے اعراض کرنیوالا قرار دیا جاوے پس جب دار کو شفیع حاضر کے ہاتھ فروخت کیا تو غائب کیواسطے فقط اُسیقدر حق حاصل ہوگا جسقدر مشتری اول کی مزاحمت کے ساتھ اُسکے حصہ مین آوے اور یہ نصف ہی اس لیے کہ بیع اول کیوقت بسبب شفعہ ہر ایک کیواسطے پورے دار کے شفعہ کا موجب ہوا پھر شفیع حاضر کا حق بسبب اُسکے خریدنے کے باطل ہوگیا کیونکہ خریدنا دلیل اعراض[ف۱] ہی پس مشتری اول و شفیع غائب کا حق پورے دار مین باقی رہگیا سو وہ دونون مین تقسیم کیا جائیگا پس بیع اول پر شفیع غائب نصف دار لے سکتا ہی۔ اور اگر چاہے تو پورے دار کو دوسری بیع پر لے لے اسواسطے کہ سبب شفعہ دوسرے عقد کیوقت شفیع کیواسطے موجب حق شفعہ ہوا پھر شفیع حاضر کا حق پہلے عقد کیوقت باطل ہوگیا اور دوسری خرید پر اُسکے اقدام کرنے سے بدین وجہ کہ خرید کرنا دلیل اعراض ہی متعلق نہوا پس غائب کو اختیار حاصل ہوجائیگا کہ دوسرے عقد پر پورے دار کو لے لے اور اگر مشتری اول کوئی اجنبی ہو کہ اُسنے دار کو ہزار درہم مین خرید کر کسی اجنبی کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے بیع اول پر لے یا بیع ثانی پر کیونکہ سبب و شرط استحقاق دونون بیع مین سے ہر ایک بیع کے انعقاد کیوقت موجود ہی پس اگر اُسنے بیع اول پر لیا تو دار کا ثمن

ف۱ اعراض یعنے گویا شفعہ سے منہ موڑ لیا تو شفعہ جاتا رہا ۱۲

مشتری اول کو دے اور عہدہ بیع مشتری اول پر ہوگا اور دوسری بیع ٹوٹ جاویگی اور دوسرا مشتری اپنا ثمن پہلے مشتری سے واپس کر لیگا۔ اور اگر اُسنے بیع ثانی پر لیا تو دونون بیع تمام ہو جاوینگی اور عہدہ مشتری ثانی پر ہوگا مگر اتنی بات ہو کہ اگر شفیع نے دوسرے مشتری کو پایا اور دار مذکور اُسکے قبضہ مین ہو تو اُسکو اختیار ہو کہ دوسری بیع پر دار مذکور کو لے لے خواہ مشتری اول حاضر ہو یا نہو اور اگر پہلی بیع پر لینا چاہا تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا یہان تک کہ دوسرا مشتری حاضر ہو ایسا ہی قاضی امام اسبیجابی رح نے اپنی شرح مختصر الطحاوی مین ذکر فرمایا اور کچھ اختلاف نہین بیان کیا اور امام کرخی رح نے ذکر کیا کہ یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہو اور اگر مشتری نے دار مذکور مین سے نصف فروخت کیا پورا نہین فروخت کیا پھر شفیع آیا اور اُسنے چاہا کہ پورا دار بیع اول پر لے لے تو پورا دار لے سکتا ہو اور نصف دار کی دوسری بیع جو اول نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا ہو باطل ہو جائیگی اور اگر اُسنے چاہا کہ دوسری بیع پر نصف دار لے لے تو اُسکو یہ اختیار ہو اور اگر مشتری نے وہ دار فروخت نہ کیا بلکہ کسی شخص کو ہبہ کیا یا کسی کو صدقہ مین دیا اور موہوب لہ یا متصدق علیہ نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع حاضر ہوا اور مشتری و موہوب لہ یا متصدق علیہ ۱۲ دونون حاضر ہین تو شفیع اُسکو عقد بیع پر لےگا نہ عقد ہبہ پر اور مشتری کا حاضر ہونا ضرور ہو حتے کہ اگر شفیع آیا اور اُسنے فقط موہوب لہ کو پایا تو اُسکے ساتھ کچھ خصومت نہین کر سکتا ہو جبتک کہ مشتری کو نہ پاوے پھر مشتری کو پاکر اُس سے عقد بیع پر لیگا اور اُسکا ثمن مشتری کو ملیگا اور ہبہ باطل ہو جائیگا ایسا ہی قاضی امام اسبیجابی نے بلا ذکر خلاف بیان کیا ہو اور اگر مشتری نے نصف دار تقسیم کر کے ہبہ کر کے سپرد کیا اور موہوب لہ نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع حاضر ہوا اور اُسنے باقی نصف شفعہ مین آدھے ثمن کے عوض لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن اگر چاہے تو کل کو پورے دامون کے عوض لے لے یا سب چھوڑ دے اور اگر اُسنے کل لے لیا تو ہبہ باطل ہو جائیگا اور اُسکا ثمن موہوب لہ کو نہ ملیگا بلکہ مشتری کو ملیگا یہ بدائع مین ہو۔ ایک شخص نے ایک ایسا دار جس کے دو شخص شفیع ایک حاضر اور دوسرا غائب ہو خریدا اور شفیع حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے اُسکے نام شفعہ کا حکم دیدیا پھر دوسرا شفیع آیا تو وہ اپنا حق شفعہ شفیع حاضر سے جسکے نام قاضی نے حکم دیدیا ہو طلب کریگا نہ مشتری سے اور یہ اُسوقت ہو کہ شفیع حاضر نے پورا دار شفعہ مین طلب کیا ہو اور اگر اُسنے بدین گمان کہ مین فقط نصف کا مستحق ہون نصف طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر دونون حاضر ہون اور ہر ایک نے نصف کو شفعہ مین طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ جب ہر ایک نے کل کا شفعہ طلب نہ کیا تو جس نصف کا شفعہ طلب نہین کیا ہو اُس سے اُسکا حق شفعہ باطل ہو گیا پس جب نصف مین سے باطل ہوا تو کل سے بھی باطل ہو گیا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔

ساتوان باب۔ مشتری کا جوار شفیع سے انکار کرنا اور اُسکے متصلات کے بیان مین اجناس مین گواہی ادا کرنیکی کیفیت یون بیان فرمائی ہے کہ گواہون کو اسطرح گواہی دینا چاہیے کہ یہ دار جو اس دار مبیعہ کے جوار مین واقع ہو مشتری کے اس دار مبیعہ کے خریدنے سے پہلے سے اس شفیع کی ملک ہو اور وہ اسدم تک اسی کی ملک ہو ہم نہین جانتے ہین کہ وہ اسکی ملک سے خارج ہوا۔ اور اگر گواہ نے بیان کیا کہ یہ دار اس جار کا ہو تو

کافی نہین ہے - اور اگر دو گواہون نے اسطرح گواہی دی کہ شفیع نے یہ دار فلان شخص سے خریدا تھا اور وہ اسکے
قبضہ مین ہے یا اُسکو اُسنے ہبہ کیا تھا (بقبضہ اینہم) تو یہ کافی ہے - اور اگر شفیع نے مشتری سے اس بات پر قسم لینی چاہی
تو اُسکو یہ اختیار ہے یہ محیط و ذخیرہ مین ہے - اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا
دعوے کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کے باپ کے قبضہ مین تھا وہ مرگیا درحالیکہ یہ دار اُسی کے قبضہ
مین تھا تو مدعی کے نام اس دار کی ڈگری کر دیجائیگی - پھر اگر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مدعی مذکور
اُسکے شفعہ کا مستحق نہوگا یہانتک کہ اپنی ملک کے گواہ قائم کرے - ایک دار ایک شخص کے قبضہ مین ہے اُسنے اقرار کیا کہ
یہ دار فلان شخص کا ہے پھر اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اور مقر لہ نے شفعہ طلب کیا تو نہ ملیگا یہانتک کہ
اس بات کے گواہ قائم کرے کہ یہ دار میرا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکا ایک شفیع
ہے اُسنے اقرار کیا کہ یہ میرا دار جسکی وجہ سے استحقاق شفعہ کر فلان شخص کا ہے پس اگر اُسنے شفعہ سے سکوت کیا تھا اور ہنوز
شفعہ طلب نہ کیا تھا تو مقر لہ کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر اُسنے شفعہ طلب کر لیا ہے تو مقر لہ کو شفعہ ملیگا یہ محیط مین ہے - اور شیخ خصاف رح
نے اسقاط شفعہ کیواسطے یہ حیلہ ذکر کیا کہ اگر بائع نے ایک حصہ دار کا مشتری کیواسطے اقرار کر دیا پھر اُسکے ہاتھ باقی دار فروخت
کیا تو جار شفیع مستحق شفعہ نہوگا اور شیخ ابوبکر خوارزمی اس مسئلہ مین شیخ خصاف رح کا تخطیہ کرتے تھے اور خود جار کیواسطے
شفعہ واجب ہونیکا فتوے دیتے تھے واللہ اعلم کذا فی الذخیرہ

آٹھوان باب - شفیع کے حاضر ہونے سے پہلے دار مشفوعہ مین مشتری کے تصرف کرنے کے بیان مین - اگر
مشتری نے زمین خریدہ کردہ مین عمارت بنائی یا پیڑ لگائے یا کھیتی بوئی پھر شفیع حاضر ہوا تو اس کے نام شفعہ کی
ڈگری کر دیجائے گی اور مشتری پر جبر کیا جائیگا کہ عمارت کو توڑ کر یا پودے اُکھاڑ کر زمین خالی شفیع کے سپرد کرے
لیکن اگر توڑنے و اُکھاڑنے مین زمین کے حق مین ضرر ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین کو بعوض ثمن کے لیکر
عمارت و پودون کو ٹوٹی ہوئی اور اُکھڑے ہوئے کے حساب سے قیمت لگا کر لے یا چاہے تو مشتری کو اُسکے منہدم
کرنے کو اُکھاڑ لینے پر مجبور کرے اور یہ حکم ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اور زراعت کی صورت مین اجماع ہے کہ اگر مشتری
نے زمین مین زراعت کر لی پھر شفیع حاضر ہوا تو مشتری اُسکے اُکھاڑ لینے پر مجبور نہ کیا جائیگا بلکہ کھیتی پکنے تک انتظار کر
پھر اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کیجائیگی پس زمین کو پورے ثمن مین لے لیگا کذا فی البدائع پھر جب وہ زمین مشتری کے پاس
چھوڑی گئی تو بلا اُجرت چھوڑی جائیگی اور اس جنس کا ایک مسئلہ فتاوے ابواللیث مین ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ ایک

ف ۱ اسواسطے کہ ظاہر حالت مظہر ملک ہے اور معارض موجود نہین تو ظاہری ملکیت کا حکم دیا جائیگا یہانتک کہ دوسرا مدعی اپنا استحقاق ثابت کرے تو
اسکے گواہون پر حکم ہوگا پھر اس ظاہری ملکیت کے حکم سے وہ شخص اس دار کے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق نہوگا کیونکہ یہان ملکیت ظاہری
نہین بلکہ ملکیت بحجت ثابت ہونا چاہیے ۱۲ ف ۲ میرا ہے تاکہ حقیقتہ ملکیت بحجت ثبوت ہو ۱۲ ف ۳ اسقاط ساقط کرنا اور گرا دینا یعنی دوسرے
کا حق شفعہ مٹانا - علماء رح نے کہا کہ وہ سرکش ہو تو مباح ہے ورنہ حرام ہے ۱۲ ف ۴ تخطیہ یعنی کہتے کہ امام مجتہد خصاف رح کے اجتہاد
مین خطا ہو گئی ۱۲

شخص نے ایک زمین مزارعت پر لی اور اُسمین کھیتی بوئی پھر جب کھیتی سا گا ہوئی تو مزارع نے وہ زمین مع حصہ زراعت مالک زمین سے خرید لی پھر شفیع آیا تو اُسکو زمین اور آدھی[1] کھیتی مین شفعہ ملیگا لیکن جب تک کھیتی تیار نہ ہو جاوے تب تک زمین نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ جامع الفتاوے مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے زمین خرید کر اُسمین کھیتی بوئی اور کھیتی سے زمین کو نقصان پہونچا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکا ثمن اس زمین کی ناقص حالت کی قیمت پر اور جس روز خریدی ہی اُس روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائے پس جسقدر ثمن قیمت ناقصہ کے پرتے مین پڑے اُتنے کو لے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خرید کر اُسکو طرح طرح کے رنگ سے رنگا تو شفیع کو اختیار ہی چاہے اُس دار کو لیکر جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی ہی دیدے یا ترک کر دے یہ تتمہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکی عمارت منہدم کر دی یا کسی اجنبی نے منہدم کر دی یا خود منہدم ہو گئی پھر شفیع آیا تو اُسکا ثمن بنی ہوئی عمارت کی قیمت اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے سو جسقدر زمین کے پرتے مین آوے اُتنے کو شفیع لے لیگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ عمارت منہدم ہی اور منقوض یعنی ٹوٹن بحالہ باقی ہو لیکن جب بالفعل مشتری یا بالفعل اجنبی منہدم ہو وے تو بنی ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم ہو گا اور جب خود منہدم ہوئی ہو تو گری ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم ہو گا اس لیے کہ گرا دینے کی وجہ سے گرانے والے کی ضمان مین داخل ہو گی پس اُسکی قیمت اس وصف پر معتبر ہو گی جس وصف پر اُسکے ضمان مین داخل ہی اور خود گر جانے سے کسی کی ضمان مین داخل نہین پس اسکی قیمت اُسی حالت پر اعتبار کیجائیگی جسپر وہ گری ہوئی موجود ہی حتے کہ اگر زمین کی قیمت پانچ سو درم اور عمارت کی قیمت پانچسو درم ہو پھر وہ عمارت گر گئی اور ٹوٹن باقی ہو مگر اب اسکی قیمت تین سو درم ہی تو ثمن قیمت زمین پانچسو درم اور قیمت منقوض تین سو درم پر آٹھ حصے ہو کر تقسیم ہو گا پس شفیع اُس زمین کو پانچ آٹھوین حصے مین لے لیگا اور اگر عمارت جل گئی یا اُسکو سیل بہا لیگئی اور ٹوٹن مین سے کچھ نہ رہا تو شفیع زمین کو پورے ثمن مین لیگا اسواسطے کہ مشتری کے پاس کوئی ایسی چیز نہین رہگئی جسکا کچھ ثمن ہو۔ اور اگر مشتری نے عمارت کو نہ گرایا بلکہ بدون زمین کے اُسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہو گا کہ بیع کو توڑ کر سب کو پورے ثمن مین لیلے یہ محیط مین ہی۔ اگر مشتری نے عمارت کو توڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے خالی زمین کو بعوض اُسکے حصہ زمین کے لیلے یا چھوڑ دے اور اُسکو یہ اختیار ہو گا کہ ٹوٹن کو لیلے اسیطرح اگر کسی اجنبی نے عمارت کو گرا دیا ہو تو بھی یہی حکم ہی اسیطرح اگر خود گر گئی ہو اور ٹوٹن ضائع ہوا تو بھی یہی حکم ہی اسلیے کہ حق شفعہ اُس[2] سے ساقط ہو گیا ہی حالانکہ وہ عین قائمہ ہی اور نہین جائز ہی کہ مشتری کو مفت دیدی جاوے اسی طرح اگر مشتری نے دار کا دروازہ اکھاڑ کر فروخت کر لیا تو شفیع کے ذمہ سے بقدر اُسکے حصہ کے ساقط ہو جائیگا۔ یہ سراج الوہاج مین ہی اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا جسمین سے آدھا غرقاب ہو کر مثل فرات کے ہو گیا کہ اُسمین اسطرح پانی جاری تھا کہ

[1] قال المترجم یہ اُسوقت ہی کہ کاشتکاری آدھے کی بٹائی پر ہو ۱۲ منہ [2] قولہ اس سے یعنے ٹوٹن سے کیونکہ وہ غیر مستقلہ نہین رہا ۱۲

اُسکا روک نہیں ہو سکتا تھا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے باقی کو بعوض اُسکے حصہ ثمن کے لے لے۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا پھر اُسکی عمارت کسی شخص کو ہبہ کر دی یا اُسکو مہر ٹھہرا کر اُس پر کسی عورت سے نکاح کیا اور وہ ہدم ہوئی تو شفیع کو اس عمارت منقوضہ لینے کی کوئی راہ نہو گی ولیکن زمین کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے گا اور اگر منعدم نہ ہوئی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ مشتری کا تصرف[۱] باطل کر کے پورے دار کو پورے ثمن میں لے لے یہ مبسوط میں ہے اگر زمین جس میں کوئی نخل یا شجر پھل لگا ہوا ہے خریدی اور بیع میں شرط کر لی کہ یہ پھل میرے ہونگے پھر شفیع آیا اور اُسوقت تک یہ پھل قائم تھے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ یہ سب مبیع لے لے اور یہ حکم استحسان ہے اور اگر شفیع ایسے وقت آیا کہ بائع یا مشتری یا کوئی اجنبی ان پھلوں کو توڑ چکا ہے تو پھلوں میں شفعہ نہو گا لیکن اگر چاہے تو زمین و درخت کو بعوض اُسکے حصہ ثمن کے لے لے اور پھلوں کا حصہ نکالنے کیواسطے یہ کیا جائے گا کہ ثمن کو زمین و درخت و پھل کے روز عقد کی قیمت (اور زمین و درخت کے روز بیع کی قیمت) پر تقسیم کرینگے پس جس قدر پھلوں کے بہرے میں پڑے وہ شفیع کے ذمہ سے ساقط کر کے اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے زمین و درخت کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے پس اگر شفیع نے ان دونوں کو لے لیا اور اُسکے پھل بائع کے پاس رہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ پھل مشتری کو لینے لازم ہونگے اور مشتری کو یہ اختیار نہو گا کہ اُنکو واپس کر دے۔ اور اگر پھل قائم ہوں پھر مشتری نے اُن پر قبضہ کر کے کھا لیے یا فروخت کر دیے یا کسی اور وجہ سے اُسکے پاس تلف ہوئے اور شفیع نے مبیع کو لینا چاہا تو اُسکے ذمہ سے پھلوں کا حصہ ثمن ساقط کر دیا جائیگا۔ اور اگر بیع ایسے وقت واقع ہوئی کہ درخت میں پھل نہ تھے پھر مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس اُسمیں پھل آئے پھر شفیع آیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ زمین و درخت و پھل سب لے لے اور یہ اختیار نہو گا کہ بعض لے اور بعض نہ لے اور شفیع پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر ان پھلوں کو بائع یا مشتری یا کسی اجنبی نے توڑ لیا اور وہ بائع کے پاس یا مشتری کے پاس موجود ہیں تو شفیع کو یہ اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین و درخت کو اُسکے حصہ[۲] ثمن کے عوض لے لے اور اگر یہ پھل بدون کسی شخص کے فعل کے تلف ہوئے مثلاً جل گئے یا کسی اور آفت پہونچنے سے جاتے رہے اور اُن میں سے اس قدر نہ رہے کہ جنکی کچھ قیمت ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا چاہے مبیع کو پورے ثمن میں لے لے یا ترک کر دے اور اگر بائع یا مشتری نے ان پھلوں کو توڑ لیا پھر اسکے بعد بدون کسیکے فعل کے تلف ہوئے مثلاً پانی کی بہیا آئی اور وہ بہ گئے یا آگ لگی اور جل گئے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بھی پہلی صورت کے مثل ہے اسواسطے کہ یہ پھل مشتری کے ہو چکے تھے اور اُنمیں شفعہ نہ تھا پس میں اسکا خیال نہیں کرتا ہوں کہ یہ مشتری کے فعل سے تلف ہوئے یا بغیر فعل مشتری تلف ہوئے کیونکہ یہ پھل جب جدا ہو گئے تو حق شفیع ساقط ہو گیا پس گویا یہ پھل در اصل ہی جدا تھے۔ اور اگر مشتری نے زمین و درخت پر قبضہ کر لیا اور اُسوقت تک اُسمیں پھل نہ تھے پھر مشتری کے پاس اُسمیں پھل آئے پھر شفیع

---

[۱] تصرف مثلاً مہر ٹھہرانا باطل کرے اور عورت سے مہر المثل لے [۲] نخل یعنی درخت خرما شجر ہر طرح کے درخت ۱۲ منہ [۲] حصہ کیونکہ بائع یا مشتری نے اجنبی سے تاوان لیکر قائم مقام بیان کے کر لیا ہے ۱۲ منہ

آیا اور اُسوقت تک یہ پھل درخت مین لگے تھے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ درخت و زمین و پھل سب بعوض اُسیقدر ثمن کے جسپر بیع واقع ہوئی تھی لے لے اور ثمن مین کچھ زیادتی نہ کی جائے گی اور اگر ایسی صورت مین کہ مشتری کے قبضہ مین درخت مین پھل آتے ہین مشتری نے اُنکو توڑ لیا پھر شفیع آیا اور یہ پھل مشتری کے پاس موجود تھے پھر مشتری نے اُنکو کھا کر یا فروخت کر کے اپنے پاس سے تلف کر دیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین و درخت کو پورے ثمن مین لے لے اور اُسکو پھلون کی طرف کوئی راہ نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر دار خریدکردہ مین مشتری نے شفیع کے لینے سے پہلے اس طرح تصرف کیا کہ اُسکو ہبہ یا صدقہ کر کے سپرد کر دیا یا کرایہ پر دیدیا یا اُسکو مسجد قرار دیا اور اُس مین نماز پڑھی گئی یا پورے طرح سے اُسکو وقف کر دیا یا اُسکو مقبرہ کر دیا اور اُسمین مردہ دفن کیا گیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اُسکو لے لے اور مشتری کا تصرف توڑ دے یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ دار مشفوعہ مین مشتری کا تصرف اُسوقت تک صحیح رہے گا جبتک شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم نہو اور مشتری کو اختیار ہے کہ اُسکو فروخت کرے یا کرایہ پر دیدے اور ثمن و کرایہ اُسکو حلال ہوگا اور اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ دار مشفوعہ کی عمارت گرا دے یا اسکے مثل کوئی تصرف کرے لیکن شفیع کو استحقاق حاصل ہوگا کہ اُسکے سب تصرفات توڑ دے سوائے قبضہ کے یا جو امر قبضہ کو پورا کرتا ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر شفیع نے چاہا کہ دار مشفوعہ سے مشتری کا قبضہ اس غرض سے توڑ دے کہ یہ دار پھر اپنے بائع کے قبضہ مین چلا جاوے اور شفیع اُس سے لے لیوے تو شفیع ایسا نہین کر سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر مشتری نے نصف دار غیر مقسوم خریدا تو شفیع اُسقدر حصہ مشتری جو بعد قسمت کے اُسکو حاصل ہوگا لے لے گا اور شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ اس تقسیم کو توڑ دے (کیونکہ یہ تقسیم قبضہ کو پورا کرتی ہے) خواہ یہ تقسیم قاضی کی طرف سے ہو یا بتراضی[ا] طرفین ہو بخلاف اسکے اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نے دار مشترکہ مین سے اپنا حصہ فروخت کیا اور مشتری نے دوسرے شریک کے ساتھ حصہ بانٹ کر لیا تو شفیع کو اس تقسیم کے توڑ دینے کا اختیار ہوگا کیونکہ جس نے مقاسمہ کر لیا ہے اُس کی طرف سے عقد بیع واقع نہین ہوا تھا تو یہ تقسیم متمم قبضہ نہ ہوگی۔ پھر جس صورت مین کہ شفیع کو تقسیم مشتری توڑ دینے کا اختیار نہو تو جس جانب سے مشتری کے حصہ مین پڑے وہی شفیع کو ملے گا اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے اور اطلاق کتاب اسی پر دال ہے یہ تبیین مین ہے۔ دو شخصون نے ایک دار خریدا اور وہ دونون اس دار کے شفیع بھی تھے اور سوائے ان دونون کے ایک تیسرا شخص بھی اسکا شفیع ہے پھر دونون نے اسکو باہم تقسیم کر لیا پھر تیسرا شخص آیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ ان دونون کی تقسیم کو توڑ دے خواہ دونون نے بقضاء قاضی تقسیم کر لیا ہو یا باہمی رضامندی سے بانٹ لیا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک زمین سو درم کو خریدی اور اُسمین سے مٹی نکالکر سو درم کو فروخت کی پھر شفیع آیا اور اُس نے شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ شفیع اُس زمین کو نصف ثمن یعنے پچاس درم مین لیگا اور ثمن اُس زمین کی

[ا] تراضی یعنے دونون کی باہمی رضامندی سے ہو یا قاضی نے اپنے امین سے بٹوارہ کرا دیا ۱۲

اس قیمت پر جو مٹی دور کرنے سے پہلے تھی اور اُس مٹی کی قیمت پر جو دور کی گئی ہے تقسیم کیا جائے گا پھر شفیع کے ذمہ سے جسقدر مٹی کی قیمت پڑتے مین پڑے ساقط کیا جائے گا اور قاضی شیخ علی سغدی نے فرمایا کہ شفیع کے ذمہ سے نصف ثمن اور مٹی کا حصہ ساقط نہ کیا جائیگا۔ پھر اگر مٹی نکلوانیکے بعد شفیع کے حاضر ہونے سے پہلے مشتری نے اُس زمین کو پاٹ کر جیسی تھی ویسے ہی کردی پھر شفیع آیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کو حکم دیا جائیگا کہ جو کچھ تو نے پاٹا ہے سب دور کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اگر ایک شخص نے اپنا نصف دار دوسرے کے ہاتھ جو شفیع نہین ہے فروخت کرکے بقضاء قاضی اُسکا حصہ بانٹ کردیا پھر شفیع آیا اور حال یہ ہے کہ حصہ مشتری اور دار شفیع کے درمیان بائع کا حصہ واقع ہے تو اس سے شفیع کا حق شفعہ باطل نہو جائیگا پھر اگر تقسیم کے بعد بائع نے اپنا حصہ شفیع کے شفعہ اولی طلب کرنے سے پہلے فروخت کیا پھر شفیع نے شفعہ طلب کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاضی نے پہلے شفعہ اخیر کیواسطے حکم دیا تو اُسکا شفعہ شفیع و مشتری کے درمیان برابر نصفا نصف کردیگا اسواسطے کہ مشتری بھی مثل شفیع کے حصہ بائع کا جار ہوگیا ہے تو جار ہونے مین دونون برابر ٹھہرے اور اگر قاضی نے پہلے شفعہ اولی کا حکم دیا تو شفیع کے نام دوسرے شفعہ کا بھی حکم دیگا اسلیے کہ اس صورت مین کوئی ملک مشتری کی باقی نہین رہی یہ محیط سرخسی مین ہے منتقی مین مذکور ہے کہ فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک دار ایک ہزار درم مین خریدا پھر اُسکو دو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پھر شفیع دوسری بیع سے آگاہ ہوا پہلی بیع سے آگاہ نہوا اور اُسنے خصومت کرکے یہ دار اپنے حق شفعہ مین دوسری بیع پر بحکم حاکم یا بغیر حکم حاکم لے لیا پھر اسکو پہلی بیع کا حال معلوم ہوا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے لینے کو توڑدے اور بیع اول مین اُسکا حق شفعہ باطل ہوگیا اسیطرح اگر اُسکے مالک نے اُسکو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پھر بائع و مشتری نے باہم بیع کا مناقضہ کرلیا اور مشتری نے وہ دار بائع کو واپس دیدیا پھر شفیع نے بائع سے دو ہزار درم کو خریدا اور اسکو پہلی بیع کا حال معلوم نہوا پھر معلوم ہوا تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی خرید کو توڑدے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مشتری نے ہزار درم کے عوض خریدکر بائع سے بیع کا مناقضہ کرلیا پھر بائع سے دو ہزار درم کے عوض خریدا پھر شفیع نے بعوض دو ہزار درم کے شفعہ مین لیا اور اُس کو پہلی بیع کا حال معلوم نہوا پھر معلوم ہوا تو اُس کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے لینے کو توڑدے خواہ بحکم قاضی لیا ہو یا بغیر حکم قاضی لیا ہو یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر مشتری نے ایک ہزار درم کو دار خریدا پھر ثمن مین ایک ہزار درم بڑھادیے پس شفیع کو دو ہزار درم مقدار ثمن معلوم ہوئی اور ایک ہزار درم معلوم نہوئی پس اگر شفیع نے بحکم قاضی دو ہزار درم دیکر لیا ہے تو زیادتی باطل ہوگی اور شفیع پر فقط ایک ہزار درم واجب ہونگے اور اگر باہمی رضامندی سے لیا تو ایسا لینا بمنزلہ از سر نو خریدنے کے قرار دیا جائیگا پس اُسکا حق شفعہ باقی نہ رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مشتری نے دار خریدکر کے اپنے مرتے وقت کسی شخص کیواسطے اُسکے دینے کی وصیت کردی تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ وصیت کو توڑکر مشتری کے وارثون سے حق شفعہ مین لے لے اور اُسکا عہدہ[۵]

ل۵ عہدہ یعنے جو مناقشہ پیش آوے وارث اسکی جوابدہی کے یا ثمن کے ذمہ دار ہین کیونکہ وہ مالک ہوچکے تھے ۱۲ مو کو کو کو

وارثون پر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر ایک گانون خریدا اور اُسمین گھر و درخت و خرما کے درخت ہین پھر مشتری نے گھرون و درختون کو فروخت کردیا پھر دوسرے مشتری نے بعضے درخت کاٹے اور بعضے گھر منہدم کردیے پھر شفیع آیا تو شفیع کو زمین اور بغیر کٹے ہوئے درخت اور بغیر ڈھائے ہوئے گھر مل سکتے ہین اور اسکو یہ اختیار نہوگا کہ کٹے ہوئے درخت لے اور شفیع کے ذمہ سے کٹے ہوئے درختون اور ڈھائے ہوئے گھرون کا حصۂ ثمن ساقط ہوجائے گا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا کر اُسکی عمارت گراکر پھر اس عمارت سے زیادہ نافع عمارت بنائی تو شفیع ایسے دار کو شفعہ مین لے سکتا ہی اور ہمارے نزدیک اُسکا ثمن زمین کی قیمت اور اس عمارت کی قیمت پر جو دار مذکور مین خرید کے روز موجود تھی تقسیم کیا جائے گا اور شفیع کے ذمہ سے عمارت کا حصہ ثمن ساقط کیا جائے گا اسواسطے کہ عمارت کو مشتری نے خود گرایا ہی پھر مشتری اپنی ساختہ عمارت کو توڑ لیگا[1] یہ مبسوط مین ہی

نوان باب۔ اُن امور کے بیان مین جنسے حق شفعہ بعد ثابت ہونے کے باطل ہوجاتا اور جس سے باطل نہین ہوتا ہی۔

واضح ہو کہ جن اُمور سے حق شفعہ بعد ثابت ہونیکے باطل ہوجاتا ہی اُن کی دو قسمین ہین ایک اختیاری دوسری ضروری پھر اختیاری کی دو قسمین ایک صریح یا جو صریح کے قائم مقام ہو اور دوسری دلالت (یعنے بدلالت ساقط ہو) پس صریح کی یہ صورت ہے کہ مثلاً شفیع یون کہے کہ مین نے اپنا حق شفعہ باطل کردیا یا مین نے حق شفعہ ساقط کردیا یا مین نے تجھے شفعہ سے بری کردیا مین نے شفعہ تجھے دیدیا یا اسکے مثل دوسرے الفاظ کہے مگر ضرور ہی کہ اُسنے ایسے الفاظ بیع واقع ہونیکے بعد کہے ہون خواہ اُسکو بیع کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو کیونکہ صریحاً اپنا حق ساقط کرنے مین جاننا و نجاننا دونون یکسان ہین بخلاف دوسری قسم دلالت کے کہ بطریق دلالت اگر شفیع نے اپنا حق ساقط کیا تو جبتک بیع کا حال جاننے کے بعد ساقط نہ کرے تبتک ساقط نہوگا اور دلالت کی یہ تفسیر ہی کہ شفیع کیطرف سے کوئی ایسا فعل پایا جاوے جو مشتری کیواسطے عقد بیع و اُس کے حکم کی رضامندی پر دلالت کرتا ہو مثلاً شفیع کو مشتری کے خریدنے کا علم ہوا مگر اُسنے بلا عذر فی الفور شفعہ طلب نہ کیا یا اُس مجلس سے جسمین آگاہ ہوا ہی اُٹھ کھڑا ہوا یا طلب شفعہ کو چھوڑکر کسی دوسرے کام مین مشغول ہوگیا علی اختلاف الروایتین اسی طرح اگر شفیع نے مشتری سے اس دار مشفوعہ کا مول کیا یا اس سے درخواست کی کہ مجھے بطور بیع تولیہ[2] دیدے یا مشتری سے اس مبیع کو اجارہ پر لینا یا مزارعت یا معاملت پر لینا چاہا[3] اور یہ سب امور شفیع کیطرف سے مشتری کے خریدنے کا حال معلوم کرنیکے بعد واقع ہوئے تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی اور اگر شفیع نے مشتری سے درخواست کی کہ اس مبیع کو میرے پاس ودیعت رکھدے یا میرے واسطے اسکی وصیت کردے یا مجھے صدقہ مین دیدے تو یہ امور بھی حق شفعہ دیدینے مین شمار ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر مشتری نے کہا کہ دار[4]

---

[1] توڑ لیگا جب کہ شفیع دام دیکر لینا منظور نہ کرے ۱۲ [2] بیع تولیہ جن دامون کو مول لیا ہی اتنے کو مجھے دیدے پس مشتری کی ملکیت باقی رکھی۔ مزارعت کاشت بٹائی معاملت درختون کی بٹائی پر لینا و اجارہ کرایہ ۱۲ [3] مین مجھے اتنے دام کو بیع تولیہ دیدو ن شفیع نے کہا کہ ہان تو دلالت ہی کہ اس نے شفعہ چھوڑ دیا ۱۲

او لیکھا کذا) پس شفیع نے جواب دیا کہ ہان تو یہ بھی تسلیم شفعہ ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور قسم ضروری کی یہ مثال ہے کہ مثلاً
شفیع دو طرح کی طلب کے بعد شفعہ مین لے لینے سے پہلے مرجاوے تو ہمارے نزدیک یہ حکم کہ اُسکا حق شفعہ باطل
ہوجائے گا مگر مشتری کے مرجانے سے شفیع کا حق باطل نہوگا اور شفیع کو اختیار رہیگا کہ مشتری کے
وارث سے لے لے یہ بدائع مین ہے۔ عقد بیع سے پہلے شفعہ کا دیدینا صحیح نہین ہے۔ اور بعد بیع کے صحیح ہے خواہ
شفیع کو اپنا حق شفعہ واجب ہونا معلوم ہوا یا نہ معلوم ہوا اور جس شخص کو ساقط کر کے دیدیا ہے اُسکو معلوم ہوا ہو یا نہ معلوم ہوا ہو
یہ محیط مین ہے اور اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ مین نے اس دار کی عمارت مین اسقدر خرچ کیا ہے اور مین بعوض اس
خرچہ اور ان داموں کے تجھے تولیہ دیتا ہون پس شفیع نے جواب دیا کہ ہان تو یہ امر شفیع کیطرف سے تسلیم شفعہ ہے یہ
مبسوط مین ہے کتاب الصلح کے دسوین باب مین شفعہ دینے کے مسائل ذکر فرمائے اور فرمایا کہ اگر شفیع نے دار مشفوعہ کو بحق
شفعہ لے لیا تو پھر شفعہ دیدینا صحیح نہین ہے اور اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو اس مین باہمی قبضہ سے پہلے شفعہ دیدینا صحیح[1]
نہین ہے کذا فی التاتارخانیہ اور اگر ہبہ بشرط عوض مین شفیع نے واہب و موہوب لہ کے باہمی قبضہ کے بعد شفعہ دیدیا ہو
پھر دونون نے اقرار کیا کہ یہ عقد ہبہ نہ تھا بلکہ جسقدر عوض ہے اسی پر بیع واقع ہوئی تھی تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اور اگر
ہبہ بغیر عوض مین شفیع نے شفعہ دیدیا ہو پھر دونون نے اقرار کیا کہ یہ بشرط عوض تھا یا عقد بیع تھا تو شفیع کو حق شفعہ
حاصل ہوگا۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک دار بشرط ہزار درم عوض کے ہبہ کیا پھر ہر دو عوض مین سے فقط
ایک پر قبضہ ہوا اور ہنوز دوسرے پر قبضہ نہ ہوا تھا کہ شفیع نے اپنا حق شفعہ دیدیا تو یہ باطل ہے پھر جب دوسرے عوض پر
قبضہ واقع ہو تو شفیع کو استحقاق ہوگا کہ چاہے اس دار کو حق شفعہ مین لے لے اسواسطے کہ جسوقت شفیع نے اپنا شفعہ
ساقط کیا ہے اُسوقت اُسکا حق واجب ہی نہین ہوا تھا کیونکہ ہبہ بشرط عوض جبھی مثل بیع کے ہوجاتا ہے جب باہمی قبضہ
ہوجاوے اور سبب وجوب متحقق ہونے سے پہلے شفعہ دیدینا باطل ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر شفیع نے اپنا حق شفعہ
کسی کو ہبہ کیا یا کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ تسلیم شفعہ نہین ہے ایسا ہی فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہے اور شمس الائمہ
سرخسی نے شرح کتاب الشفعہ مین باب الشہادۃ سے کچھ پہلے ذکر فرمایا کہ اگر شفیع نے شفعہ فروخت کردیا تو یہ امر شفعہ کا
دیدینا[2] قرار دیا جائیگا مگر ثمن واجب نہوگا اور یہی صحیح ہے اور امام محمد رحمہ نے بھی شفعۃ الجامع مین ایسی بات ذکر فرمائی
ہے جو اسپر دلالت کرتی ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر بائع نے مبیع مین کوئی باندی یا غلام بڑھا دیا
تو شفیع کو اختیار حاصل ہوجائیگا کہ چاہے دار مشفوعہ کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر شفیع نے شفعہ
دیدیا پھر بائع نے ثمن مین سے کسی قدر گھٹا دیا تو شفیع کو پھر شفعہ حاصل ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ گھٹانا اصل عقد سے
ملتحق ہوگا جیسا کہ اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ بیع بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر بیع بعوض پانچ سو درم

[1] صحیح نہین بلکہ جب واہب نے عوض پر اور موہوب لہ نے ہبہ پر قبضہ کر لیا پھر شفیع نے شفعہ دیا تو صحیح ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دیا ہو تو
بعد قبضہ کے شفعہ طلب کر سکتا ہے اور اگر بعد قبضہ کے شفعہ دیا پھر ان دونون نے اقرار کیا کہ وہ بیع تھی تو اس سے حق شفعہ نہ ہونگا ۱۲ [2] دیدینا
یعنی دلیل ہے کہ شفعہ دینا منظور نہین ہے اگرچہ یہ حق بیع کرنا باطل ہے ۱۲

سے نکلی تو اُسکو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے اگر شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا تو یہ تسلیم صحیح ہے اگرچہ اُسنے جسکو دیا ہے معین نہین کیا اسی طرح اگر دار مشفوعہ بائع کے قبضہ مین موجود ہونیکی حالت مین شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے تجھے اس دار کا شفعہ دیدیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر بائع نے دار مبیعہ مشتری کے سپرد کر دیا پھر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا تو یہ تسلیم استحساناً صحیح ہے۔ اور اگر بائع سے یون کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تیرے سبب سے یا تیرے واسطے دیا تو یہ تسلیم قیاساً و استحساناً صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر دار کا مشتری کسی دوسرے کی طرف سے اسکے خریدنے کا وکیل ہو اور شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا حالانکہ اُسنے جسکو دیا ہے معین نہ کیا تو یہ تسلیم صحیح ہے اسی طرح اگر دار مبیعہ وکیل کے قبضہ مین ہونیکی صورت مین وکیل سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا تو یہ تسلیم قیاساً و استحساناً صحیح ہے اور اگر شفیع نے یہ کلام وکیل سے ایسے وقت کہا کہ جب وکیل اُس دار کو موکل کے سپرد کر چکا ہے تو تسلیم استحساناً صحیح ہو گی اور اگر مشتری کسی دوسرے کیطرف سے خرید کا وکیل ہو اور شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ خاصکر تجھے دیا نہ دوسرے کو تو تسلیم موکل کیواسطے صحیح[1] ہو گی (قال المترجم وفیہ خلاف وروایتان) کذا فی المحیط اور اگر کسی اجنبی سے شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا تو ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر شفیع نے ابتداءً کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا ہے تیری وجہ سے اسکے شفعہ سے اعراض کیا تو تسلیم صحیح نہین ہے اور قیاساً و استحساناً اُس کا شفعہ باطل نہوگا اور اگر کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اسکا شفعہ تیری وجہ یا تیری سفارش سے موکل کو دیدیا یا موکل کو ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے شفعہ سے اعراض کیا تو یہ تسلیم موکل کیواسطے صحیح ہے اور اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور اگر کسی اجنبی نے شفیع سے کہا کہ تو اپنا شفعہ موکل کو دیدے پس اُسنے کہا کہ وہ[2] مین نے تیرے واسطے دیا یا ہبہ کیا یا اُس سے اعراض کیا تو استحساناً یہ تسلیم ہے کیونکہ جب اجنبی نے اُس سے کہا کہ تو اپنا شفعہ زید کو دیدے پس اُسنے کہا کہ وہ مین نے تیرے واسطے دیدیا پس یہ کلام بجائے جواب کے ٹھہرا پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے یون جواب دیا کہ مین نے تیری وجہ سے اسکا شفعہ زید کو دیدیا اور اگر اجنبی کے مخاطب کرنے پر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیا یا مین نے اسکا شفعہ تجھے ہبہ کیا یا مین نے اسکا شفعہ تیرے ہاتھ فروخت کیا تو یہ کلام تسلیم شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ یہ کلام مبتدا ہے خواہ مخواہ جواب نہ ٹھہرایا جائیگا کیونکہ مستقل بنفسہ ہے پس یہ کلام تسلیم نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر کسی اجنبی نے شفیع سے کہا کہ مین تجھ سے اسقدر مال پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ تو اسکا شفعہ اسکو دیدے پس شفیع نے دیدیا تو یہ تسلیم صحیح[3] ہے مگر مال بدل الصلح واجب نہوگا اور اگر یون کہا کہ مین تجھ سے اسقدر مال پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ اسکا شفعہ میرا ہو گا تو یہ صلح باطل ہے اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر شفیع سے اجنبی نے یون کہا کہ مین تجھ سے اسقدر درہمون پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ تو اپنا حق شفعہ دیدے اور یون کہا

[1] قولہ صحیح لیکن ضرور ہے کہ اسوقت تک دار مذکور وکیل کے قبضہ مین ہو ۱۲ منہ [2] قولہ وہ یعنے شفعہ اور مدار مسئلہ کا اسی ضمیر پر ہے ۱۲ منہ
[3] صحیح یعنی صلح باطل ہے اور تسلیم شفعہ صحیح ہے ۱۲

کہ مجھے دیدے اور شفیع نے اسکو قبول کر لیا تو اجنبی پر مال واجب نہوگا اور شفیع کا شفعہ باطل نہوگا اور اگر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے تیری بیع تجھے تسلیم کر دی یا مشتری سے کہا کہ مین نے تیری خرید تجھے دی تو اسکا حق شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اس دار کی خرید تجھے دے ڈالی ف۱ تو یہ کلام تسلیم شفعہ نہین ہے اور اُس کا حق شفعہ باطل نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اسقاط شفعہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز ہے چنانچہ اگر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اس کا شفعہ دیا بشرطیکہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہو پس (اگر اُسنے اپنے واسطے خریدا ہے تو شفعہ ساقط ہو جائیگا) اگر اُس نے دوسرے کیواسطے خریدا ہو تو شفعہ باطل نہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہے کہ یہ اسقاط ف۳ محتمل تعلیق ہوتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے اور اگر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے اسکا شفعہ تجھے دیا بشرطیکہ تو نے اسکو اپنے واسطے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو مگر بائع نے اُسکو دوسرے کیواسطے فروخت کیا تھا تو شفیع کا یہ کلام تسلیم شفعہ نہ ہوگا۔ اور فتاوے فقیہ ابو اللیث مین ہے کہ اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا پھر یہ بات نکلی کہ مشتری نے یہ دار کسی دوسرے کیواسطے خریدا تھا تو شفیع اپنے شفعہ پر رہے گا۔ اور فتاوے فضلی مین لکھا ہے کہ یہ کلام موکل کے واسطے تسلیم شفعہ ہے ولیکن مختار وہی ہے جو فتاوے ابو اللیث رحمہ اللہ مین مذکور ہے ایسا ہی شیخ صدر الشہید رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا اور حاوی مین ہے کہ اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ مین نے یہ دار اپنے واسطے خریدا ہے پس شفیع نے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُس نے دوسرے کیواسطے خریدا تھا تو امام محمد ف۲ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باطل نہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر شریک کے ہوتے ہوئے جار (پڑوسی ۱۲) نے پہلے اپنا حق شفعہ دیدیا تو یہ تسلیم صحیح ہے حتے کہ اسکے بعد شریک نے بھی اپنا حق شفعہ دیدیا تو پڑوسی کو یہ اختیار نہوگا کہ حق شفعہ مین لے لے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر غلام ماذون کیواسطے حق شفعہ واجب ہوا اور اُسنے شفعہ دیدیا تو جائز ہے خواہ اُسپر دین (قرضہ ۱۲) ہو یا نہو اور اگر اُسکے مولی نے یہ شفعہ دیدیا تو جائز ہے بشرطیکہ ماذون پر دین نہو اور اگر ماذون پر دین ہو تو مولے کا دیدینا ماذون غلام کے حق مین جائز نہوگا یہ مبسوط مین ہے اور بعد مجبور ہو جانیکے ماذون کا شفعہ دیدینا جائز نہین ہے کذا فی التاتارخانیہ اور اگر مکاتب نے اپنا حق شفعہ دیدیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہے اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ اسقدر ثمن یا اس جنس کے ثمن سے یا فلان مشتری کے ہاتھ فروخت کیا گیا ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر اسکے برخلاف نکلا پس آیا اُسکا دے دینا صحیح ہوگیا سو اس جنس کے مسائل مین اصل یہ قرار پائی ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ اگر دونون حالتون مین شفیع کی غرض دیدینے مین مختلف نہوتی ہو تو تسلیم صحیح رہیگی اور شفعہ باطل ہوگا اور اگر غرض مختلف ہوئی جاتی ہو تو تسلیم صحیح نہوگی اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ بدائع مین ہے۔ اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ ثمن سو دینار ہین

ف۱ دیدی یعنی تیرا جی چاہے اسکو خرید کر ۱۲ ف۲ امام محمد الخ گویا یہ قیاس ہے و قول امام اعظم رح استحسان سے ہے اور وہی مختار ہے ۱۲ ف۳ اسقاط حق شفعہ ۱۲

کہ اُن کی قیمت ہزار درم ہے۔ یا ہزار درم سے کم ہے یا زیادہ ہے تو ہمارے نزدیک اگر دیناروں کی قیمت ہزار درم سے کم ہو تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا ورنہ اُسکا تسلیم کرنا صحیح رہیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ مشتری فلان شخص ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہے تو شفیع کو اُسکا شفعہ ملیگا اور اگر خبر دیگئی کہ مشتری زید ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ زید و عمرو ہے تو زید کے حق میں اُسکا دے دینا صحیح ہو گر حصہ عمرو میں اُسکو اختیار ہوگا چاہے شفعہ میں لے لے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر خبر دی گئی کہ ثمن ہزار درم ہیں پس اُس نے شفعہ دیدیا پھر ہزار درم سے کم نکلا تو وہ اپنے شفعہ پر رہیگا اور اگر ہزار درم یا زیادہ نکلا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہوگیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر شفیع سے ثمن کوئی کیلی یا وزنی چیز بیان کی گئی پس اُس نے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ ثمن دوسری صنف[1] کی کیلی یا وزنی چیز ہے تو شفیع ہر حال میں اپنے شفعہ پر رہیگا خواہ یہ جو چیز ثمن ظاہر ہوئی ہے وہ از راہ قیمت اُس سے زیادہ ہو یا کم یا برابر ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن کوئی چیز قیمتی[2] چیزون میں سے ہے پھر ظاہر ہوا کہ کوئی کیلی یا وزنی چیز ہے یا خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہیں پھر معلوم ہوا کہ ثمن کوئی کیلی یا وزنی چیز ہے تو شفیع ہر حال میں اپنے شفعہ پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن فلان چیز قیمتی چیزون میں سے ہے پس اُسنے شفعہ دے دیا پھر معلوم ہوا کہ ثمن اس کے سوائے دوسری چیز قیمتی چیزون میں سے ہے مثلاً خبر دیگئی کہ ثمن ایک دار ہے پھر معلوم ہوا کہ ثمن ایک غلام ہے تو کتاب میں امام محمد رح نے یہ جواب فرمایا ہے کہ شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا اور کوئی تفصیل نہیں فرمائی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت میں صحیح ہے کہ جب اُس چیز کی قیمت جو ثمن ظاہر ہوئی ہے اُس چیز کی قیمت سے جو خبر دی گئی ہے کم ہو اور اگر اُسکی قیمت جو ثمن ظاہر ہوئی اُس چیز کی قیمت سے جو خبر دیگئی تھی زیادہ ہو یا برابر ہو تو صحیح[3] ہے اور اگر شفیع کو خبر دی گئی کہ ثمن ایک غلام ہے جس کی قیمت ایک ہزار درم ہے یا اور اسکے مانند کوئی چیز ذوات القیم[4] میں سے بیان کی گئی پھر معلوم ہوا کہ اُسکا ثمن درم یا دینار ہیں تو امام محمد رح نے بغیر تفصیل کے یہ جواب فرمایا ہے کہ شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اُس چیز کی قیمت جو ظاہر ہوئی ہے اُسکی قیمت سے کم ہو جسکے ثمن ہونیکی شفیع کو خبر دیگئی تھی اور اگر اُسکی قیمت سے جو خبر دیگئی تھی زیادہ ہو یا برابر ہو تو حکم یہ ہے کہ شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بخلاف مسئلہ اولیٰ کے اُس[5] صورت میں یہ حکم علی الاطلاق صحیح ہے۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ایک غلام ہے جسکی قیمت ہزار درم ہے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکی قیمت ہزار درم سے کم ہے تو شفیع کو شفعہ ملیگا اور اگر ظاہر ہوا کہ اُسکی قیمت ہزار درم

---

[1] صنف قسم مثلاً اول بیان ہوا کہ ثمن گیہون دس من ہیں اور وہ شفیع کے گانون میں پیدا نہیں ہوتے اسنے شفعہ دے دیا پھر نکلا کہ بچاس من چنے ہیں جو شفیع کے یہان بہرا پیدا ہوتے ہیں تو وہ شفعہ لے سکتا ہے ۱۲ [2] قیمتی یعنی جن چیزون کے بدل قیمت فقط ہوتی ہے اور مثل نہیں ہوتا ۱۲ [3] قولہ صحیح یعنی اقول اسوجہ سے کہ قیمت میں فرق نہیں ہے ۱۲ [4] ذوات القیم جن کی ضمانت قیمت ہے نہ مثل غیر لازم یعنی شفعہ سے مناسب نہیں ہے محض حق کا معاوضہ باطل ہے ۱۲ منہ [5] یعنی دوسرے مسئلہ میں ۱۲ [6] جو امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے ۱۲ منہ

یا اُس سے زیادہ ہی تو شفعہ نہ ملیگا۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ ثمن ذوات القیم مین سے کوئی چیز ہی تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا لیکن اگر اُس چیز کی قیمت ہزار درم ثمن سے کم ہو تو ملیگا۔ یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شفیع کو نصف دار خریدنے کی خبر دیگئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے کل دار خریدا ہی تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا اور اگر شفیع کو پورے دار کے خریدنے کی خبر دیگئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے نصف دار خریدا ہی تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب آدھے کا ثمن پورے کے ثمن کے برابر ہو مثلاً خبر دیگئی کہ اُسنے پورا دار ہزار درم کو خریدا ہی پس شفیع نے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے نصف دار ہزار درم مین خریدا ہی تو یہی حکم ہی اور اگر ایسا نہو مثلاً اُسکو خبر دیگئی کہ مشتری نے پورا دار ہزار درم مین خریدا ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے نصف دار پانسو درم مین خریدا ہی تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر شفیع نے آدھے مین شفعہ دیدیا تو پورے مین باطل ہوجائیگا۔ اور اگر شفیع نے نصف دار شفعہ مین طلب کیا تو آیا یہ امر پورے دار کے شفعہ کا دیدینا ہی یا نہین سو اسمین امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے باہم خلاف کیا ہی پس امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ امر پورے دار کا شفعہ دینا نہین ہی کذا فی البدائع اور یہی اصح ہی اسواسطے کہ آدھے کی تسلیم چاہنا باقی کا سپرد کرنا نہین ہی نہ صریحاً نہ دلالۃً یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر شفیع نے اپنا نصف دار یا تہائی یا نصف سے زیادہ کچھ باقی رکھکر فروخت کیا اور جسقدر فروخت کیا وہ غیر مقسوم ہی تو شفیع کو بذریعہ باقی کے حق شفعہ حاصل ہوگا۔ یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر شفیع نے دار مشفوعہ کے رقبہ کا دعوےٰ کیا کہ یہ میرا ہی یعنے بوجہ شفعہ کے نہین (بلکہ ورسبب اپنی ملک ہونیکا دعوےٰ کیا) تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر اُسنے حق شفعہ طلب کرنیکے بعد دار مشفوعہ کے رقبہ کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہی تو اُسکے دعوے کی سماعت نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی۔ اور اگر حق شفعہ سے کچھ عوض پر صلح کرلی تو شفعہ باطل ہوگیا اور عوض کو واپس کردے اسلیے کہ حق شفعہ دفع ضرر کی غرض سے بخلاف قیاس ثابت ہوا ہی پس حق اعتیاض[۱] مین اُسکا ثبوت ظاہر نہوگا اور شرط جائز کے ساتھ ساقط نہین ہوتا ہی تو فاسد سے بدرجہ اولےٰ نہوگا چنانچہ اگر شفیع نے کہا کہ جو تو نے خریدا ہی اُس سے مین نے اپنا حق شفعہ ساقط کردیا اس شرط سے کہ جو مین نے خریدا ہی اُس سے تو اپنا حق شفعہ ساقط کردے تو شفیع کا شفعہ ساقط ہوجائیگا اگرچہ مشتری اُس چیز سے جسکو شفیع نے خریدا ہی اپنا شفعہ ساقط نہ کرے اور مالی عوض کے ساتھ حق شفعہ ساقط کرنا ایک فاسد شرط ہی کیونکہ وہ غیر ملائم ہی اسواسطے کہ یہ عوض ایک محل کے اندر محض حق کے بدلے مین لینا ہی پس ایسا لینا حرام و رشوت ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر شفیع شریک و جار دونون ہو اور اُسنے اپنا وہ حصہ جسکی شرکت کے ذریعہ سے شفعہ لیسکتا تھا فروخت کردیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بوجہ جوار کے شفعہ طلب کرے یہ بدائع مین ہی۔ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شفیع نے پہلے مشتری کو سلام کیا پھر شفعہ طلب کیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا ایسا ہی

۱؎ اعتیاض یعنے جب خلاف قیاس کے ثبوت ہوا تو فقط اپنی حد پر رہیگا اور اس سے زیادہ تجاوز نہ کریگا حتی کہ حق شفعہ کا معاوضہ کرلینا ثبوت نہوگا ۱۲

لیث بن مساور نے فرمایا ہے اور شیخ ابراہیم بن یوسف رح نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ امام محمد رح سے مروی ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں کذا فی الحاوی اور یہی مختار ہے کذا فی الخلاصہ والمضمرات اور اگر مشتری اپنے بیٹے کے ساتھ کھڑا ہوا اور شفیع نے مشتری کے بیٹے کو سلام کر کے پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر مشتری کو سلام کیا تو ایسا نہیں ہے اور اگر اسنے دونوں میں ایک کو سطرح سلام کیا کہ السلام علیک اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُسنے کسکو سلام کیا تو شفیع سے دریافت کیا جائیگا کہ تو نے باپ کو سلام کیا یا بیٹے کو پس اگر اُسنے کہا کہ میں نے باپ کو سلام کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ بیٹے کو سلام کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔ اور اگر مشتری و شفیع نے اختلاف کیا یعنی مشتری نے کہا کہ تو نے میرے بیٹے کو سلام کیا پس تیرا شفعہ باطل ہو گیا اور شفیع نے کہا کہ میں نے تجھے سلام کیا ہے تو شفیع کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر شفیع کو دار فروخت ہونیکی خبر دیگئی اور اُسنے کہا (الحمد للہ فقد ادعیت شفعتہا او سبحان اللہ فقد ادعیت شفعتہا) یعنے سب تعریف خدا تعالیٰ کو سزاوار ہے اور میں نے ضرور اُسکا شفعہ طلب کیا یا پاک ہے خداوند تعالیٰ اور میں نے ضرور اُسکا شفعہ طلب کیا تو امام محمد رح کی روایت میں شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا کذا فی البدائع۔ شفیع نے بیع کا حال سنکر کہا کہ الحمد للہ میں نے ضرور اُسکا شفعہ طلب کیا تو مذہب مختار کے موافق اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ دجیز کردری میں ہے۔ اور ناطفی نے فرمایا کہ سبحان اللہ یعنی پاک ہے خدای تعالیٰ یا کیف اصبحت یعنی شب بخیر گذری یا کیف امسیت یعنے دن اچھی طرح گذرا ان اقوال کو کہکر شفعہ طلب کرنیکی صورت میں جو حکم ذکر فرمایا ہے اُسپر قیاس کر کے کہا جاتا ہے کہ اگر مشتری سے ملنے کیوقت شفیع نے کہا کہ خدا تیری عمر دراز کرے پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا کذا فی الظہیریہ اسی طرح اگر کہا کہ شفعہ[۵] مراست خواستم و یا فتم تو بھی شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مشتری سے اپنی حاجتوں کی درخواست کی یا مشتری کے سامنے کوئی حاجت پیش کی پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر مشتری سے دار مبیعہ کا ثمن دریافت کر کے اُسکے بتلانے کے بعد پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا یہ مضمرات میں ہے ایک دار فروخت کیا گیا پھر بائع یا مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ تو اپنی ہر خصومت سے جو تیری ہماری طرف ہو ہم کو بری کر دے پس شفیع نے ایسا ہی کیا حالانکہ اُسکو یہ نہیں معلوم ہے کہ انکی طرف میرا حق شفعہ واجب ہوا ہے تو حکم قضا میں اُسکو شفعہ نہ ملیگا مگر فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اُسکو شفعہ ملیگا بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ اگر شفیع کو اسکا حال معلوم ہو جاتا

سلہ[۱] قولہ یعنی یہی ہمارا مختار ہے اسواسطے کہ سلام کرنا حق اسلام قبل الکلام ہے تو پہلے سلام کرنا حق شرع ہوا تو اُسنے طلب میں بعذر معقول تاخیر کی اور عذر معقول سے بالاتفاق شفعہ باطل نہیں ہوتا اگر کوئی کہے کہ فقہاء نے سنتوں کے سوائے نفل نماز کی تاخیر سے باطل کیا حالانکہ وہ نماز ہے جواب یہ کہ نماز نفل کا اولیٰ ہونا ہمکو مسلم نہیں ہے کیونکہ سلام سنت موکدہ ہے علاوہ اسکے یہاں تو تاخیر میں گفتگو ہے۔ ذاتی فضیلت میں بحث نہیں ہے تو نوافل میں خفایہ تاخیر حاصل ہے کیا نہیں دیکھتے کہ فقہاء نے یہی علت بتلائی کہ باوجود اختیار کے اسنے تاخیر نہ کی سلام میں یہ اختیار حاصل نہیں کیونکہ شرع میں نہیں آیا کہ بعد کلام کے سلام کرو اگر کہو کہ فقہاء نے کہا کہ اگر فرزند کو سلام کیا تو شفعہ باطل ہوا جواب یہ کہ ہاں اسوجہ سے کہ شرعاً چھوٹا بڑے کو سلام کرے تو طریقہ شرعی پر عذر نہوا حالانکہ اس مسئلہ میں ابھی تحقیق کی گنجائش ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود چھوٹوں کو سلام فرماتے تھے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ ۵ شفعہ میرا ہے میں نے طلب کیا اور پایا ۱۲ ۵ یعنے اللہ کے نزدیک یہ باتا اسکا حق شفعہ باطل

تو وہ شفعہ سے بری نہ کرتا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شفیع نماز مین تھا کہ اُسکو بیع کی خبر دیگئی پس اُسنے نماز پوری کر لی پس اگر یہ نماز فرض ہو تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اسی طرح اگر واجب ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر سنت ہو تو بھی یہی حکم ہی اسلیے کہ یہ سُنن راتبہ نماز واجب کے معنی مین ہین خواہ یہ نماز سنت دو رکعت ہو یا چار رکعت ہو جیسے نماز ظہر سے پہلے کی چار رکعتین سنت ہوتی ہین حتے کہ اگر دو رکعت پڑھنے کے بعد اُسکو خبر دیگئی پس اُسنے بیچ کے قعدہ سے اُٹھکر اُسمین دوسرا دوگانہ ملاکر چار پوری کر لین تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ یہ دونون دوگانہ بمنزلہ ایک نماز واجب کے ہین یہ ہدایہ مین ہی فتاوے ابواللیث و واقعات ناطفی مین لکھا ہی کہ اگر نماز تطوع[ف۱] مین شفیع کو بیع سے آگاہی حاصل ہوئی پس اُسنے یہ دوگانہ چار رکعت یا چھ رکعت کر لیا تو امام محمد رح سے روایت ہی کہ اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا اور شیخ صدر الشہید نے فرمایا کہ مذہب مختار یہ ہی کہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ شفیع معذور[ف۲] نہین ہی یہ ذخیرہ و محیط و مضمرات و کبری مین ہی۔ فتاوی آہو مین لکھا ہی کہ شفیع کو وقت خطبہ کے بیع کی خبر دیگئی پس اُسنے طلب نہ کیا یہانتک کہ امام نماز سے فارغ ہوا پس اگر شفیع امام سے اسقدر قریب ہو کہ خطبہ کو سُنتا ہو تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا ورنہ اسمین مشائخ کا اختلاف[ف۱] ہی۔ اور اگر شفیع کو ختم نماز کے قعدہ اخیر مین خبر دیگئی پس اُسنے طلب نہ کیا یہانتک کہ تمام دعا اللھم ربنا آتنا فی الدنیا والدین حسنۃ ختم کر کے پھر سلام پھیرا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا یہ تاتارخانیہ کی گیارھوین فصل مبطل شفعہ مین ہی۔ نوازل مین لکھا ہی کہ اگر شفیع کو ایسے وقت خبر ملی کہ وہ امام کے ساتھ جماعت کی نماز شروع کرنا چاہتا تھا پس وہ شفعہ طلب کرنیکے واسطے نہ گیا تو اُسکا شفعہ[ف۲] باطل ہوجائے گا

یہ تاتارخانیہ کی تیرھوین فصل مین ہی

دسوان باب شفعہ کے معاملہ مین گواہی اور شفیع و مشتری و بائع کے درمیان اختلاف واقع ہونیکے بیان مین۔ شفیع و مشتری کے درمیان جو اختلاف واقع ہو وہ یا ثمن کی طرف راجع ہوگا یا مبیع کی طرف راجع ہوگا پس جو اختلاف ثمن کیطرف راجع ہو وہ تین حال سے خالی نہین یا جنس ثمن مین اختلاف ہوگا یا مقدار ثمن مین یا صفت ثمن مین۔ پس اگر جنس ثمن مین اختلاف ہو مثلاً مشتری نے کہا کہ مین نے سو دینار کو خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ ہزار درم کو خریدا ہی تو قول مشتری کا قبول ہوگا کیونکہ جنس ثمن کے پہچاننے مین شفیع سے مشتری زیادہ ہی پس جنس کے دریافت مین اُسکے قول کیطرف رجوع کیا جائیگا یہ بدائع مین ہی۔ اگر شفیع و مشتری نے ثمن مین اختلاف کیا تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور دونون سے باہم قسم نہ لیجائیگی[ف۳]۔ اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ گواہ بھی مشتری کے قبول ہونگے۔ اور اگر مشتری نے کسیقدر ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اُس سے کم ثمن کا دعوی کیا اور

ف۱ قوله اختلاف ہو اور صحیح قول یہ ہو کہ جمعہ کا خطبہ سنتا ہو یا نہ سنتا ہو اسپر سکوت واجب ہو تو شفعہ باطل نہوگا ۱۲ منہ ۔ ف۲ قوله یہ روایت ضعیف ہو اسلیے کہ جماعت سنن موکدہ مین سے ہو بلکہ بعض کے نزدیک واجب ہو تو بجا لانا عذر مقبول ہو ۱۲ منہ ۔ ف۳ بعض نسخون مین لکھا ہو کہ والا یتحالفان ... دونون کی قسم لیجائیگی والصحیح فافہم ۱۲ منہ ف۴ یعنی دو رکعت نفل والے سنت سے ۱۲ منہ ف۵ یعنی شفعہ مانگنے مین معذور نہین منہ

حال یہ ہو کہ بائع نے ہنوز ثمن پر قبضہ نہین کیا ہو تو شفیع اس مبیع کو بعوض اسی قدر ثمن کے جسکو بائع بیان کرتا ہو لے لیگا اور اسقدر کمی یون قرار دیجائیگی کہ بائع نے مشتری کے ذمہ سے گھٹا دی ہو۔ اور اگر بائع نے دعویٰ مشتری سے زیادہ ثمن کا دعوی کیا تو دونون سے قسم لیجائیگی پھر دونون بیع پھیر لین گے اور اگر دونون مین سے کسی نے قسم سے انکار کیا تو ظاہر ہوجائیگا کہ ثمن کی مقدار اسیقدر ہے جسقدر دوسرا کہتا ہو پس شفیع اسیقدر پر شفعہ مین لے لیگا اور اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دونون کے درمیان بیع فسخ کردیگا اور شفیع اس مبیع کو بائع کے بیان پر لے سکتا ہو[۱] اور اگر بائع ثمن پر قبضہ کرچکا ہو تو شفیع اس مبیع کو اسقدر دامون کے عوض لے سکتا ہو جسکو مشتری نے بیان کیا ہو اور بائع کے قول پر التفات نہ کیا جائیگا۔ اور اگر ثمن کا ادا کرنا ظاہر نہوا اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ دار ہزار درم کو فروخت کرکے ثمن وصول کرلیا ہو تو شفیع اسکو ہزار درم کے عوض لے سکتا ہو۔ اور اگر اسنے یون کہا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کرلیا اور وہ ہزار درم ہو تو اسکے قول پر التفات نہ کیا جائیگا یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اگر کوئی دار بعوض عرض[۲] کے خریدا اور ہنوز باہمی قبضہ نہوا تھا کہ یہ عرض تلف ہوگیا یا مشتری نے دار پر قبضہ کرلیا تھا مگر عرض بائع کے قبضہ مین نہ دیا تھا کہ عرض تلف ہوگیا یا بائع و مشتری مین بیع اسطرح ٹوٹ[۳] گئی کہ شفیع کو بعوض قیمت عرض کے دار مذکور شفعہ مین لینے کا حق باقی رہگیا پھر بائع و مشتری نے عرض مذکور کی قیمت مین اختلاف کیا تو قسم سے بائع کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون مین سے کسی نے گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح[۴] و امام محمد رح کے نزدیک بائع کے گواہ قبول ہونگے اور یہی قول امام[۵] ابو یوسف کا ہو۔ اور اگر مشتری نے عمارت دار کو گرادیا یہانتک کہ شفیع کے ذمہ سے ثمن سے بقدر[۶] قیمت عمارت کے ساقط ہوگیا پھر دونون نے قیمت عمارت مین اختلاف کیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ خالی میدان کی قیمت ہزار درم ہو یا عمارت و میدان دونون کی قیمت مین اختلاف کیا پس اگر فقط عمارت کی قیمت مین اختلاف کیا تو قسم سے مشتری کا قول قبول ہوگا اور اگر عمارت و میدان دونون کی قیمت مین اختلاف کیا تو میدان کی قیمت اندازہ کی جائے گی اور عمارت کی قیمت کے بارے مین مشتری کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون مین سے ایک نے گواہ کیے تو اسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر قیاس کرکے شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر قیاس کرکے مشتری کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے صفت ثمن مین اختلاف کیا مثلاً مشتری نے کہا کہ مین نے نقدی ثمن دینے پر خریدا ہو اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ ادھار میعادی پر خریدا ہو تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور جو اختلاف مبیع کیطرف راجع ہوتا ہو وہ یہ ہو۔ کہ دونون اسطرح اختلاف کرین کہ اس تمام چیز پر جسپر بیع واقع ہوئی آیا ایک ہی صفقہ سے واقع ہوئی یا دو صفقہ سے واقع ہوئی مثلاً مشتری نے ایک دار خریدا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے اسکا میدان علیحدہ بعوض ایک ہزار درم کے خریدا ہو اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے دونون کو ایک ...

[۱] الظاہر امام ابو یوسف رح و امام محمد رح ۱۲ [۴] الظاہر امام اعظم رح ۱۲ منہ [۵] یعنی جسقدر بائع نے ثمن بیان کیا تھا ۱۲ منہ [۲] عرض اسباب سوائے نقد ثمن کے ۱۲ منہ [۳] مثلاً اقالہ

اسکا دو ہزار درم مین خریدا ہی تو قول شفیع کا قبول ہوگا اور دونون مین سے جس نے گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور دونون فریق نے کوئی وقت بیان نہ کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہونگے یہ بدائع مین ہی منتقی مین بروایت ابن سماعہ امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے کسی سے ایک دار خریدا اور اُسکے دو[^1] شفیع ہین انمین سے ایک شفیع مشتری کے پاس شفعہ طلب کرنے آیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے یہ دار ہزار درم کو خریدا ہی پس شفیع نے اُسکے قول کی تصدیق کر کے ہزار درم دیکر لے لیا پھر دوسرے شفیع نے آکر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مشتری نے اسکو پانچ سو درم مین خریدا ہی تو دوسرا شفیع اس دار مین سے آدھا دار بعوض دو سو پچاس درم کے پہلے شفیع کو دیکر لے لیگا اور پہلا شفیع مشتری سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور پہلے شفیع کے پاس نصف دار بعوض پانچسو درم کے باقی رہجائیگا اور یہی منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار ایکہزار درم کو خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع نے آکر شفعہ طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اسکو دو ہزار درم کے عوض خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے ایک ہزار درم کو خریدا ہی مگر شفیع کے پاس گواہ نہ تھے اور مشتری نے جو کچھ کیا تھا اُسپر قسم کھالی پس شفیع نے دو ہزار درم دیکر دار مذکور کو لے لیا پھر دوسرا شفیع آیا اور اُسنے شفیع اول پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ بائع نے یہ دار فلان مشتری کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا تھا تو دوسرا شفیع اسمین سے نصف دار بعوض پانچ سو درم کے لیگا اور پہلا شفیع مشتری سے اس نصف کے ثمن سے جس کو دوسرے شفیع نے لیا ہی پانچسو درم واپس لیگا پھر شفیع اول سے کہا جائیگا کہ جو نصف تیرے قبضہ مین ہی اسی بابت اگر تیرا جی چاہے تو دوبارہ گواہ پیش کر ورنہ تجھے کچھ نہین مل سکتا ہی۔ اور اسکے معنی یہ ہین کہ شفیع اول نے اگر مشتری سے یہ کہا کہ شفیع ثانی نے گواہون سے یہ بات ثابت کردی کہ خرید بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی ہی پس جو نصف میرے قبضہ مین ہی اُسکے مقابلہ مین پانچسو درم ہوئے سو مین تجھ سے پانچسو درم واپس لونگا تو اسکو یہ اختیار نہوگا لیکن اگر اُسنے دوبارہ گواہ قائم کیے کہ خرید بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی ہی تو لیسا ہوسکتا ہی اسکا سبب وہ ہی جسکی طرف کتاب مین اشارہ فرمایا ہی کہ شفیع ثانی اپنے گواہون سے فقط نصف دار کا مستحق ہوگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ شفیع ثانی کے گواہ ہرگاہ کہ نصف دار مین کارآمد ہوئے تو ہزار درم کے عوض خرید واقع ہونا فقط اسی نصف مین ثابت ہوگا جسکا شفیع ثانی مستحق ہوا ہی نہ اُس نصف مین جو شفیع اول کے قبضہ مین ہی پس شفیع اول اپنے نصف مقبوضہ کے حق مین بعوض ہزار درم کے خرید ثابت ہونیکے واسطے دوبارہ گواہ پیش کرنیکا محتاج ہوگا پھر مشتری سے پانچسو درم زائد واپس لینے کا مستحق ہوگا یہ محیط مین ہی فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے ایک دار خریدا پھر شفیع آیا اور اُسنے مشتری کے کہنے پر ہزار درم ثمن دیکر شفعہ مین لے لیا پھر اس بات کے گواہ پائے کہ مشتری نے پانچسو درم کو خریدا تھا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے[^2] اور اگر شفیع نے پہلے ہزار درم ثمن خرید ہونے مین مشتری کے قول کی تصدیق کی ہو تو پھر اسکے برخلاف بیان کرنا اسکے

[^1]: سلہ دو شفیع ہین اور دونون نے شفعہ طلب کیا ۱۲ منہ
[^2]: سلہ یعنی اوائے شہادت مین کوئی وقت خرید بیان نہ کیا ۱۲

سلہ سلہ سلہ سلہ سلہ

گواہ مقبول نہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر بائع و مشتری نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بیع بائع کیواسطے شرط خیار کرکے واقع ہوئی ہی اور شفیع نے اس سے انکار کیا تو امام اعظم و امام محمد اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف کے نزدیک قول بائع و مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اسلیے کہ بیع بائع و مشتری کے اقرار سے ثابت ہوئی اور ویسی ہی ثابت ہوئی جیسا دونون نے اقرار کیا ہی۔ اور جامع مین مذکور ہی کہ اگر بائع نے شرط خیار ہونیکا دعوے کیا اور مشتری و شفیع نے اس سے انکار کیا[12] تو استحسانًا قول مشتری کا قبول ہوگا اسواسطے کہ خیار فقط شرط کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور بائع احداث[1] شرط کا دعوی کرتا ہی اور مشتری اُس سے منکر ہی اسی طرح اگر مشتری نے خیار شرط ہونیکا دعوی کیا اور بائع و شفیع نے اس سے انکار کیا تو قول بائع کا قبول ہوگا اور شفیع مبیع کو شفعہ مین لے لیگا یہ محیط مین ہی۔ دو آدمیون مین باہم خرید فروخت کی پس شفیع نے دونون کے سامنے شفعہ طلب کیا پس بائع نے کہا کہ یہ بیع ہم دونون مین سچی بیع نہ تھی بلکہ از راہ معاملہ تھی اور مشتری نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو شفیع کے حق مین اُن دونون کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی بلکہ قول اسی کا معتبر ہوگا جو جواز بیع کا دعوی کرتا ہی لیکن اگر صورت حال اسی بات پر دلالت کرتی ہو جو بائع و مشتری نے بیان کیا ہی تو ایسا نہوگا مثلاً مبیع بیش قیمت چیز ہو اور اُس بیع مین ایسے قلیل ثمن کے عوض فروخت کی گئی کہ ایسی چیز اسقدر قلیل ثمن کو نہین فروخت ہوتی ہی تو ایسی صورت مین قول بائع و مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک دار فروخت کیا پھر بائع و مشتری دونون نے باتفاق اقرار کیا کہ یہ بیع فاسد تھی اور شفیع نے کہا کہ جائز واقع ہوئی ہی تو قول شفیع کا معتبر ہوگا اور مین شفیع کے حق مین بائع و مشتری کے فساد بیع کے اقرار کی بالکل تصدیق نہ کرونگا اور اگر دونون مین سے ایک نے فساد بیع کا دعوے کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اس صورت مین مین اُسکا قول قبول کرونگا جو صحت بیع کا مدعی ہی سو اگر دونون نے ایسی چیز کی وجہ سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ جسمین مین مدعی فساد کا قول معتبر رکھتا ہون تو مین دونون کے قول کی تصدیق کرونگا اور شفیع کیواسطے حق شفعہ نہ ٹھہراؤنگا اور اس سے میری یہ مراد ہی کہ اگر بائع و مشتری دونون نے ایسے سبب سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ اسی سبب سے بیع فاسد ہونے مین اگر بائع و مشتری دونون اختلاف کرتے تو مدعی فساد کا قول قبول نہوتا بلکہ جو شخص صحت بیع کا مدعی ہوتا اُسی کا قول مقبول ہوتا مثلاً دونون مین سے فقط ایک نے بیع مین میعاد فاسد یا خیار فاسد ہونے کی شرط کا دعوی کیا تو جب ایسے سبب سے بیع فاسد ہونے پر دونون اتفاق کرین تو بیع کے حق مین[12] اُن دونون کی تصدیق نہ کیجاے گی۔ اور اگر دونون نے ایسے سبب سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ اسی سبب سے اگر بیع فاسد ہونے مین دونون باہم اختلاف کرتے تو مدعی فساد کا قول قبول ہوتا تو جب ایسے سبب سے بیع فاسد ہونے پر دونون اتفاق کرینگے تو شفیع کے حق مین بھی دونون کی تصدیق کیجاے گی اور منتقی مین اسکی صورت یون بیان فرمائی کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تونے یہ دار میرے ہاتھ بعوض ... درہم و

[1] احداث یعنی یہ جدیدبات ہی تو اسپر ثابت کرنا لازم ہی ۱۲ [2] یعنی اس سے ہمکو کوئی خفیہ کارروائی مقصود تھی ۱۲

ایک رطل شراب کے فروخت کیا ہو اور بائع نے کہا کہ تونے سچ کہا تو مین شفیع کے حق مین ان دونون کے قول کی تصدیق نہ کرونگا اور اگر مشتری نے یون کہا کہ تونے یہ دار میرے ہاتھ بعوض شراب کے فروخت کیا اور بائع نے اُسکی تصدیق کی تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا یہ تو منتقی کی عبارت ہو اور امام قدوری نے اپنی کتاب مین جو کچھ منتقی مین مذکور ہو امام ابو یوسف رح کا قول ان سے دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق قرار دیا ہو اور امام قدوری نے فرمایا کہ بنابر اس روایت کے گویا امام ابو یوسف رح ایسے اختلاف کو اس اختلاف پر قیاس فرماتے ہین جو دونون متعاقدین مین واقع ہو چنانچہ اگر دونون متعاقدین نے باہم اسطرح اختلاف کیا کہ مشتری نے کہا کہ تونے یہ دار میرے ہاتھ بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے فروخت کیا ہو اور بائع نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تیرے ہاتھ اسکو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا ہو تو قول بائع کا قبول ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ تونے یہ دار میرے ہاتھ بعوض شراب یا سور کے فروخت کیا ہو اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اس کو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا ہے تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اس واسطے کہ شراب کے عوض بیع واقع ہونا کسی حال مین جائز نہین ہو اور مدعی جواز کا قول اسی عقد مین مقبول ہوتا ہو جو عقد کسی حال مین جائز ہوسکے بخلاف ایسے عقد بیع کے جو بمیعاد فاسد ہو یا بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے ہو۔ اب رہا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک سو ان دونون کے نزدیک اگر بائع و مشتری نے فساد بیع پر اتفاق کیا اور شفیع نے دونون کی تکذیب کی تو ہر حال مین شفیع کو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ اس[٥٣] صورت مین ہوتا ہو کہ دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس بیع مین بائع کیواسطے خیار کی شرط تھی اور شفیع نے دونون کی تکذیب کی تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر کسی کھیت کا دسوان حصہ بعوض ثمن کثیر کے خرید اپھر باقی کھیت قلیل دامون کو مول لیا تو شفیع کو دسوین حصہ مین شفعہ ملیگا نہ باقی مین پھر اگر شفیع نے اُس سے اسطرح قسم لینی چاہی کہ واللہ مین نے اسطرح بیع کرنے مین تیرا شفعہ باطل کرنا نہین چاہا تو اسکو یہ اختیار نہوگا اسلیے کہ اگر اُسنے ایسا اقرار کیا تو اُسپر کچھ لازم نہ آئیگا اور اگر یون قسم لینی چاہی کہ واللہ بیع اول بطور تلجیہ نہ تھی تو اسکو یہ اختیار ہو اسلیے کہ یہ ایسی بات ہو کہ اگر اُسنے خصم ہونیکی صورت مین اسکا اقرار کیا تو اُسپر لازم ہوگی اور کتاب مین یہ جو مذکور ہو کہ اگر اُسنے اسطرح قسم لینی چاہی کہ واللہ مین نے اسطرح بیع کرنے مین تیرا حق شفعہ باطل کرنا نہین چاہا تو ایسی قسم لے سکتا ہو اسکی تاویل یہی ہو یعنے اس دعوی پر قسم لینی چاہی کہ بیع اول بطور تلجیہ واقع ہوئی یہ قنیہ مین ہو۔ اجناس مین لکھا ہو کہ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ دار اپنے نابالغ بیٹے کیواسطے خریدا ہو اور شفیع کے شفعہ سے انکار کیا پس اگر شفیع نے اس بات کا اقرار کیا کہ اسکا نابالغ لڑکا موجود ہو تو مشتری پر قسم عائد نہوگی اور اگر شفیع کے اُسکے نابالغ لڑکے ہونے سے انکار کیا تو شفیع سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اسکا کوئی

---

[٥١] منتقی کی عبارت اور تقریر امام قدوری مین کچھ اختلاف نہین ہے غرض یہ ہے کہ امام قدوری نے زیادہ تفصیل فرمائی ہو ۱۲ منہ

[٥٢] یعنی امام ابو یوسف سے دو روایتین ہین اُنہین سے ایک روایت کے موافق یہ قول قرار دیا ہو ۱۲ منہ [٥٣] اشارہ ہے کہ مقیس علیہ یہ ہو یعنے بیع جس مین بائع کا خیار ہو ۱۲

نابالغ لڑکا موجود ہو اور اگر لڑکا بالغ ہو اور مشتری نے یہ دار اُسکے قبضہ مین دیدیا تو مشتری کی ذات سے خصومت دور ہو گئی اور جب تک اُسنے بالغ بیٹے کو نہین سپرد کیا ہو تب تک وہ شفیع کا خصم رہیگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے کچھ خریدا اور چاہا کہ اسکے فروخت کرنے پر گواہ کر لے مگر سوائے ایسے شخص کے جو شفعہ کا مستحق ہو کسی دوسرے کو اُس عورت کا شناسا نہ پایا تو اُس عورت پر ان لوگون کی گواہی اگر اپنے فروخت کرنے سے انکار کرے مقبول نہ ہو گی یہ محیط مین ہو۔ اگر بائع کے دو بیٹون نے شفیع پر یہ گواہی دی کہ اسنے شفعہ دیدیا ہو اور اسوقت تک دار مبیعہ بائع کے پاس ہو پس اگر بائع اس بات کا مدعی ہو کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہو تو ان دونون کی گواہی مقبول نہو گی اور اگر بائع اس بات سے منکر ہو تو ان دونون کی گواہی قبول ہو گی اور اگر یہ دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین ہو تو ان دونون کی گواہی مقبول ہو گی اسواسطے کہ ایسی صورت مین وہ دونون اس گواہی سے نہ اپنے باپ کو کوئی نفع پہونچاتے ہین اور نہ اس سے کوئی ضرر دور کرتے ہین۔ اور اگر ان دونون بائعون نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول نہو گی اگرچہ دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین ہو اسلیے کہ وہ دونون دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین دینے سے پہلے اسی دار کی بابت خصم تھے اور جو شخص جس چیز مین کبھی خصم ہو اسی چیز مین اسکی گواہی مقبول نہو گی اگرچہ اب وہ خصم نہ رہا ہو اور بائع کے دو بیٹون کی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ یہ دونون اس دار کی بابت کبھی خصم نہ تھے۔ اور یہ حکم اسوقت ہو کہ جب بائع کے دونون بیٹون نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی ہو اور اگر دونون نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ مشتری نے دار مشفوعہ شفیع کو دیدیا ہو تو ان دونون کی گواہی مقبول نہو گی خواہ یہ دار ان کے باپ کے قبضہ مین ہو یا مشتری کے قبضہ مین ہو اور خواہ اُنکا باپ اسکا مدعی ہو یا نہ ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو انمین سے ایک یا دو شریکون نے گواہی دی کہ ہم سب نے یہ دار فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو اور فلان شخص نے ایسا دعوے کیا مگر ایک شریک ثالث اس سے منکر ہو تو شریک پر ان دونون کی گواہی جائز نہو گی اور شفیع کو اختیار ہو گا کہ اس دار کی دو تہائی حق شفعہ مین لے لے اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا مگر تینون شریکون نے یون اقرار کیا کہ اسنے خریدا ہو تو بھی ان لوگون کی گواہی باطل ہو گی مگر شفیع کو اختیار ہو گا کہ پورا دار شفعہ مین لے لے یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو کسی دار کے خریدنے یا فروخت کرنے کیواسطے وکیل کیا پس اُسنے خریدا یا فروخت کیا اور موکل کے دو بیٹون نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی پس اگر خریدنے کیواسطے وکیل کیا ہو تو ان دونون کی گواہی مقبول نہو گی خواہ یہ دار بائع کے قبضہ مین ہو یا وکیل کے یا موکل کے قبضہ مین ہو اور اگر بیع کیواسطے وکیل کیا ہو پس اگر دار مبیعہ موکل یا وکیل کے قبضہ مین ہو تو دونون کی گواہی مقبول نہو گی اسواسطے کہ ان دونون کی گواہی سے اُن کے باپ کو تقرر[1] ملک کا نفع حاصل ہوتا ہو اور اگر دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین ہو تو دونون کی گواہی مقبول ہو گی یہ محیط مین ہو۔ اگر دو بائعون نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ شفیع نے جو وقت بیع کا حال سُنا اسیوقت شفعہ طلب

[1] یعنے ثابت ہوتا ہو کہ دار مبیعہ اُن کے باپ کی ضرور ملک ہو کیونکہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہو ۱۲ منہ ؎ تسلیم الدار الی الشفیع ۱۲ منہ ؎ یعنی خریدا

کیا ہے اور شفیع اقرار کرتا ہے کہ میں نے ایسا چند روز سے معلوم کیا ہے اور مشتری کہتا ہے کہ اس نے شفعہ نہیں طلب کیا تو دونوں بائعوں کی گواہی باطل ہوگی ایسی ہی ان دونوں کے اولاد کی گواہی بھی باطل ہوگی جیسا کہ اس صورت میں مذکور ہوا کہ دونوں نے یہ گواہی دی کہ مشتری نے دار مبیعہ شفیع کے سپرد کر دیا ہے اور اگر شفیع نے کہا کہ میں نے اسی وقت بیع کا حال جانا ہے تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں بائعوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے چند روز ہوئے جب سے بیع کا حال معلوم کیا ہے تو ان دونوں کی گواہی باطل ہوگی بشرطیکہ دار مشفوعہ ان دونوں کے قبضہ میں یا مشتری کے قبضہ میں ہو یہ مبسوط میں ہے۔ دو گواہ اس بات کے قائم ہوئے کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہے اور دو گواہ اس بات کے قائم ہوئے کہ بائع و مشتری نے دار مشفوعہ دیدیا ہے تو اس شخص کے نام ڈگری ہوگی جسکے قبضہ میں دار مذکور موجود ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دو شخص مشتری کیواسطے درک کے ضامن ہوئے پھر دونوں نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ اس نے دار مشفوعہ شفیع کے سپرد کر دیا ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہوگی اسی طرح اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہے تو بھی یہ دونوں بمنزلہ دو بائعوں کے قرار دیے جائیں گے کہ ان دونوں کی گواہی قبول نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر (جیسا کہ اوپر گذرا ۱۲) مشتری نے یہ اقرار کیا کہ میں نے یہ دار ایک ہزار درم کو خریدا پس شفیع نے اسی قدر درموں کے عوض شفعہ میں لے لیا پھر بائع نے دعوے کیا کہ ثمن دو ہزار درم ہیں اور اسپر گواہ قائم کر دیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ شفیع سے باقی ایک ہزار درم لے لے اگرچہ اسنے اقرار کیا تھا کہ ثمن ایکہزار درم ہے اسیطرح اگر بائع نے یوں دعوی کیا کہ میں نے مشتری کے ہاتھ یہ دار بعوض ایک اسباب معین کے فروخت کیا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے تو قاضی اسکے گواہوں کی سماعت کر کے مشتری پر اسی اسباب معین کی ڈگری کر دیگا۔ اور شفیع کو وہ دار اس اسباب معین کی قیمت کے عوض دیا جائیگا پس اگر وہ مقدار جو مشتری نے شفیع سے لی ہے یعنے ہزار درم اسباب کی پوری قیمت سے کم ہو تو مشتری بقدر کمی کے شفیع سے لے لیگا اور اگر اس اسباب کی قیمت سے زیادہ ہو تو ہزار درم میں سے جسقدر اس اسباب کی قیمت سے زیادہ ہے اسکو شفیع واپس لیگا اور اگر کسی عورت سے ایک دار پر اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اسکو ایک ہزار درم واپس دے یہانتک کہ امام اعظم رح کے نزدیک سوا اسے امام ابو یوسف و امام محمد رح کے بقدر حصہ ہزار درم کے شفعہ واجب ہوا پھر دونوں نے اس عورت کے وقت عقد کے مہر مثل میں اختلاف کیا یعنے شوہر نے کہا کہ اسکا مہر مثل ایک ہزار درم ہے اور شفیع کو نصف دار شفعہ میں ملنا چاہیے اور شفیع نے کہا کہ اسکا مہر مثل پانسو درم ہے اور مجھے دو تہائی دار شفعہ میں ملنا چاہیے تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو دونوں اماموں کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے جیسا کہ عمارت تلف کردہ شدہ کی مقدار قیمت میں اختلاف کرنیکی صورت میں ہوتا ہے پس اگر کسی زمین یا دار میں اپنے حق کا کسی شخص پر دعوی کیا پھر اس سے اس حق کے عوض ایک دار پر صلح کر لی تو اس حق مدعویہ کی قیمت کے عوض شفیع کو اس دار میں

عہ یعنے مجھے چند روز ہوئے جب یہ خبر پہنچی تھی یا میں نے جانا تھا ۱۲ عہ یعنے بیع کا حال ۱۲ سہ یعنے گواہی نامقبول ہے ۱۲ منہ

شفعہ لیگا[۱] پھر اگر دونون نے اس حق کی مقدار قیمت مین اختلاف کیا تو قول مدعی کا یعنی ماخوذ منہ کا
مقبول ہوگا اور اگر دونون نے اُس کی قیمت کے ثبوت کے واسطے اپنے اپنے گواہ پیش کیے تو اس
مقام پر مذکور ہی کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہون گے یہ محیط مین ہی۔ اور
اگر ایک شخص نے ایک دار ایک ہزار درم کو خریدا پھر شفیع و مشتری نے باہم اختلاف کیا اور مشتری
نے کہا کہ اس دار مین یہ عمارت مین نے ایجاد کی ہی اور شفیع نے اُس کی تکذیب کی تو قول مشتری
کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو شفیع کے گواہ قبول ہونگے اسی طرح اگر دونون
نے زمین کے درختون کی نسبت ایسا اختلاف کیا تو بھی یہی حکم ہی ولیکن واضح رہے کہ مشتری کا قول جبھی
قبول ہوگا کہ جب اُسکا قول محتمل صدق ہو مثلاً اگر اُسنے اسی طرح دعوے کیا کہ مین نے یہ درخت اس زمین
مین کل کے روز تیار کر دیے ہین تو اُسکے اس قول کی تصدیق نہوگی اسطرح اور چیزین جو درختون کے مانند ہون
جیسے عمارت وغیرہ اُنمین بھی ایسی صورت مین یہی حکم ہی اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے دس برس ہوئے کہ اسکو
خریدا ہی اور اسمین یہ درخت وغیرہ نئے تیار کیے ہین تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مشتری نے کہا
کہ مالک دار نے پہلے میرے ہاتھ فقط زمین فروخت کرکے پھر اُسکی عمارت مجھے ہبہ کر دی یا کہا کہ پہلے مجھے عمارت[۲]
ہبہ کرکے پھر میرے ہاتھ زمین فروخت کر دی ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے دونون کو ایکبارگی خریدا ہی
تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اور شفیع کا جی چاہے مبیع کو بلا عمارت شفعہ مین لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر
بائع نے کہا کہ مین نے تجھے عمارت ہبہ نہین کی ہی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور عمارت کو لے سکتا ہی۔ اور
اگر کہا کہ ضرور مین نے تجھے عمارت ہبہ کر دی ہی تو یہ جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر مشتری نے کہا کہ مالک دار
نے مجھے یہ بیت مع اسکے راستہ کے جو اس دار مین سے ہی ہبہ کر دیا پھر مین نے باقی دار خریدا ہی اور شفیع نے
کہا کہ نہین بلکہ تو نے کل دار خریدا ہی تو شفیع کو فقط اُسقدر شفعہ مین مل سکتا ہی جس قدر خریدنے کا مشتری
اقرار کرتا ہی اور جس کے ہبہ کا مدعی ہی اُس مین شفعہ نہین مل سکتا ہے اور دونون مین سے جس نے
گواہ قائم کیے اُس کے گواہ قبول ہون گے اور اگر ان دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو
امام ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہون گے کیونکہ ان گواہون سے ہبہ کی زیادتی ثابت ہوتی
ہی مگر امام محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونے چاہیے ہین کیونکہ ان گواہون سے استحقاق کی زیادتی ثابت
ہوتی ہی یہ بدائع مین ہی اگر جار نے اقرار کیا کہ اس دار مین سے یہ بیت مشتری کو ہبہ کیا ہی اور مشتری نے دعوے
کیا کہ ہبہ خریدنے سے پہلے ہوا ہی پس جار کو شفعہ نہ ملنا چاہیے اسواسطے کہ مشتری باقی دار خریدنے کے وقت حقوق
مین شریک تھا اور جار کہتا ہی کہ نہین بلکہ خریدنا ہبہ سے پہلے واقع ہوا ہی پس جسقدر خریدا ہی اُسمین مجھے شفعہ

[۱] یعنے جو قیمت اس حق کی ہو اُس قدر قیمت دے کر شفیع اس دار مصالح کو شفعہ مین لے سکتا ہی ۱۲ منہ

[۲] قولہ اس کا یعنی بائع کا اور وہ اپنی عمارت لیلے ۱۲ ع [۳] اور شریک مقدم ہوتا ہی بہ نسبت جار کے ۱۲ منہ

ملنا چاہیے تو شفیع کا قول قبول ہوگا اور اگر خریدنے سے پہلے ہبہ واقع ہونے کے گواہ قائم ہوگئے تو صاحب ہبہ
بہ نسبت جار کے باقی دار کے حق شفعہ میں مقدم ہوگا کذا فی المحیط اور اگر بائع نے بیت مذکور ہبہ کرنے سے انکار
کیا تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر اُسنے مشتری کے قول کی تصدیق[۱] کی تو وہ بیت موہوب لہ کا ہوجائیگا مگر
باقی گھر کے شفعہ باطل کرنے میں ان دونوں کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی لیکن اگر اس امر کے گواہ قائم ہوجاویں کہ یہ ہبہ
خریدنے سے پہلے واقع ہوا تھا تو البتہ مشتری اس دار کا شریک ہوجائیگا اور بہ نسبت جار کے استحقاق میں مقدم ہوگا
یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر ایک شخص نے ایسے دو دار جنکا ایک شفیع ملاصق ہے خریدے اور مشتری نے کہا کہ
میں نے ان دونوں کو ایک بعد دوسرے کے خریدا ہے پس میں دوسرے دار کے حق شفعہ میں تیرے ساتھ شریک
ہوں اور شفیع نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے دونوں کو ایک ہی صفقہ میں خریدا ہے پس مجھے دونوں شفعہ میں ملنے
چاہییں تو شفیع کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے دونوں کے خریدنے کا تو اقرار کیا اور یہ امر ثبوت
شفعہ کا سبب ہے پھر اسنے جدا جدا صفقہ کا دعوے کرکے اپنے واسطے حق ثابت ہونیکا دعوے[۲] کیا ہے تو شفیع کا
قول قبول ہوگا اگر مشتری نے کہا کہ میں نے چوتھائی دار خریدا پھر تین چوتھائی خریدا ہے پس تیرا پورا حق شفعہ
چوتھائی دار میں ہے اور شفیع نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے تین چوتھائی خرید کر پھر چوتھائی خریدا ہے تو قول شفیع کا قبول
ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے تین چوتھائی خریدنیکا اقرار کیا اور یہ امر حق شفعہ ثابت ہونیکا سبب ہے پھر ایسی بات کا
دعوے کیا جو اس حق کو ساقط کرتی ہے یعنے چوتھائی کی خرید مقدم تھی پس اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر مشتری
نے کہا کہ میں نے دار تمام ایک ہی صفقہ میں خریدا ہے اور شفیع نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے پہلے نصف خریدا ہے پس میں نصف
لے لونگا تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اور شفیع کو اختیار ہوگا چاہے کل دار کو لے لے یا چھوڑ دے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک
شخص زید نے[۳] گواہ قائم کیے کہ میں نے یہ دار فلاں شخص یعنے خالد[۴] سے ہزار درم کو خریدا ہے اور عمرو نے گواہ قائم کیے
کہ میں نے اس دار کا یہ بیت خالد سے ایکسو درم کو ایک مہینہ ہوا کہ خریدا ہے تو جس کے گواہوں نے خرید کا وقت
بیان کیا ہے میں اسی کے نام اس بیت کی ڈگری کردونگا پھر اُسکو باقی دار میں حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر عمرو کے گواہوں
نے وقت نہ بیان کیا تو دونوں مدعیوں کیواسطے اس بیت کے نصفا نصف ہونیکا حکم دونگا اور باقی دار کا زید کے
نام جسنے پورا دار خریدنیکے گواہ قائم کیے ہیں حکم دونگا اور دونوں میں سے کسی کا دوسرے پر حق شفعہ نہ ہوگا
کیونکہ دونوں میں سے کسی کا پہلے خریدنا ثابت نہیں ہوا۔ اور اگر دو دار باہم ملے ہوئے ہوں اور ایک شخص
گواہ دیوے کہ میں نے اسمیں سے یہ دار بعوض ہزار درم کے ایک مہینہ ہوا کہ خریدا ہے اور دوسرے نے دوسرے
دار کی نسبت گواہ قائم کیے کہ میں نے اُسکو دو مہینے ہوئے کہ خریدا ہے تو اسکی گواہی کے بیان وقت کے
موافق میں اسکے نام یہ دار دو مہینہ سے خریدنے کا حکم دونگا پھر دوسرے دار میں اسکا حق شفعہ قرار دونگا اور
اگر دونوں فریق گواہوں نے گواہی میں وقت نہ بیان کیا ہو تو ہر ایک مدعی کے نام اُسکے دار متدعویہ کے

[illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲

خریدنے کا حکم دونگا اور کسی کے واسطے دوسرے پر حق شفعہ کا حکم نہ دونگا اسیطرح اگر ایک شخص اپنے وارث دعویٰ پر قبضہ کرچکا ہو اور دوسرے نے نہ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ایک مدعی کے گواہوں نے وقت بیان کیا اور دوسرے کے گواہوں نے بیان نہ کیا تو جس کے گواہوں نے وقت بیان کیا ہے اُس کے نام دوسرے مدعی پر حق شفعہ کا حکم دونگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا پھر شفیع نے دعویٰ کیا کہ اس نے کچھ دار منہدم کردیا ہے اور مشتری نے اُسکی تکذیب کی تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور گواہ شفیع کے مسموع ہونگے

کذا فی فتاوےٰ قاضی خان

گیارھواں باب شفعہ کے واسطے وکیل کرنے اور وکیل شفعہ کے شفعہ دیدینے اور اسکے متعلقات کے بیان میں

اگر مشتری نے کسی دار کے خریدنے کا اقرار کیا اور وہ اُسکے قبضہ میں موجود ہے تو اس میں شفعہ واجب ہوجائیگا اور وکیل اُسمیں خصم ہوگا اور مشتری سے اس امر کے گواہ کہ میں نے یہ دار اُسکے مالک سے خریدا ہے ایسی حالت میں مقبول نہ ہونگے کہ جب اُسکا مالک غائب ہو حتیٰ کہ اگر اُسکا مالک اُسوقت حاضر ہوا کہ جب مشتری اُس سے خریدنے کے گواہ پیش کرچکا ہے اور اُسنے حاضر ہوکر جو کچھ مشتری نے اُسکے مالک ہونیکا اقرار کیا ہے اس اقرار کی تصدیق کی مگر مشتری نے جو اپنے خریدنے کا دعوےٰ کیا ہے اُسکی تکذیب کی تو وہ دار شفیع کے ہاتھ سے لیکر بائع کو دیدیا جائیگا کیونکہ ان لوگوں کے بیان سے یہ ثابت ہے کہ اصل ملک اُس بائع کی ہے اور مشتری کی جانب سے اس ملک کا انتقال ثابت نہیں ہوا مگر مالک دار سے اس بات پر قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نے یہ دار اس مشتری کے ہاتھ نہیں فروخت کیا ہے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو دار مذکور اُسکو واپس دیا جائیگا۔ پھر اسکے بعد اگر مالک دار کے سامنے اس بات کے گواہ قائم ہوئے کہ اُس نے یہ دار اس مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ہے تو خریدنا ثابت ہوجائیگی اور وہ دار شفیع کے قبضہ میں دیدیا جائیگا اور ایسے گواہ[1] مشتری و شفیع دونوں کیطرف سے قبول ہونگے اور اگر بائع نے بیع کا اقرار کیا اور مشتری نے انکار کیا اور دار مبیعہ ہنوز بائع کے قبضہ میں موجود ہے تو شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا یہ محیط میں ہے اگر مشتری نے اپنے خریدنے کا اقرار کیا مگر کہا کہ فلاں شخص کا اُسمیں کچھ حق شفعہ نہیں ہے تو میں وکیل[1] سے شرکت یا جوار کے جس وجہ سے اسکا حق شفعہ واجب ہوا ہے گواہ طلب کرونگا پس اگر اُسنے ایسے گواہ قائم کردیے تو اُسکے واسطے شفعہ کا حکم دونگا اور اُسکی صورت یہ ہے کہ یوں گواہ قائم کرے کہ دار مبیعہ کے پہلو میں جو دار واقع ہے وہ میرے موکل فلاں شخص کی ملک ہے اور اگر اُسنے یوں گواہ دیے کہ دار مبیعہ کے پہلو میں جو دار واقع ہے وہ میرے موکل کے قبضہ میں ہے تو میں ایسے گواہ اس کی طرف سے قبول نہ کرونگا اور فرمایا کہ ایسے مقدمہ میں موکل کے دو بیٹوں یا اُسکے والدین یا اُسکے زوج یا زوجہ کی گواہی قبول نہ کرونگا اور اُس کے مولی کی گواہی بھی قبول نہ کرونگا جب کہ وکیل[2] یا موکل اس مولی کا غلام یا مکاتب ہو مطلقاً اور اگر وکیل شفعہ نے

---

[1] وکیل یعنے شفعہ کے وکیل سے کہا جائیگا کہ تو بتلا کہ کس وجہ سے دعوے شفعہ رکھتا ہے یا جوار سے بہرحال گواہ پیش کرے ۱۲ منہ [2] یعنے بمقابلہ و مواجہ اصل مالک کے ہوں ۱۲ منہ [3] یعنے مثلاً ان دونوں نے کسی کو وکیل بشفعہ کیا تو ان دونوں کے مولی کی گواہی مقبول نہ ہوگی ۱۲ منہ

بسبب شرکت کے حق شفعہ ثابت کرنیکا ارادہ کرکے اسطرح گواہ قائم کیے کہ اس وکیل کے فلان شخص موکل کا اس دار مبیعہ مین حصہ ہی اور گواہون نے اس حصہ کی مقدار بیان نہ کی تو وکیل کیطرف سے ایسے گواہ مقبول نہونگے اور نہ اسکے نام حق شفعہ کا حکم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے واسطے کوئی دار شفعہ مین لینے کا وکیل کیا اور وکیل کو ثمن سے آگاہ نہ کیا تو توکیل صحیح ہی پھر اگر وکیل نے اُسقدر مال کے عوض جتنے کو مشتری نے خریدا ہی شفعہ مین لیا تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اگرچہ یہ مال ثمن اسقدر کثیر ہو کہ لوگ اپنے اندازہ مین ایسا خسارہ نہ اُٹھاتے ہون خواہ اُسنے بحکم قاضی لیا ہو یا بغیر حکم قاضی لیا ہو یہ محیط مین ہی اگر ایک شخص نے شفیع کو وکیل کیا کہ دار مشفوعہ اپنے شفعہ مین میرے واسطے لے لے پس شفیع نے اسکو ظاہر کردیا تو دار مذکور کو شفعہ مین نہین لے سکتا ہی کیونکہ شفیع کا غیر کے واسطے دار مذکور طلب کرنا اُسکی طرف سے تسلیم شفعہ ہی پس وہ تو یہی طلب کرتا ہی کہ موکل کے ہاتھ بیع کرے حالانکہ اگر وہ اپنے واسطے بیع طلب کرتا تو شفعہ کا دیدینے والا اقرار دیا جاتا سو جب غیر کیواسطے بیع طلب کرتا ہی تو بدرجۂ اولیٰ شفعہ دیدینے والا اقرار دیا جائیگا اور جب اس بات کا ظاہر کردینا بمنزلہ شفعہ دیدینے کے قرار دیا گیا تو خواہ مشتری حاضر ہو یا حاضر نہو دونون صورتون مین حکم یکسان ہی۔ اور اگر شفیع نے اس بات کو پوشیدہ رکھا یہانتک کہ دار مشفوعہ لے لیا پھر اس بات کو ظاہر کیا پس اگر مشتری نے اسکو دار مذکور بغیر حکم قاضی دیدیا ہی تو یہ جائز ہی اور دار مذکور اُسکے موکل کا ہوگا کیونکہ اگرچہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شفیع اپنا شفعہ دیچکا تھا پھر لے لیا لیکن مشتری کا سادگی سے بغیر حکم قاضی اُسکو دیدینا بمنزلہ ابتدائی بیع کے قرار دیا جائیگا پس ایسا ہوگیا کہ گویا شفیع نے شفعہ دیکر پھر موکل کیواسطے دار مذکور مشتری سے خریدا ہی۔ اور اگر قاضی نے بحق شفعہ دینے کا حکم دیا ہو تو دار مذکور مشتری کو واپس دیا جائیگا کیونکہ جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شفیع لینے سے پہلے شفعہ کا دیدینے والا اقرار پاچکا ہی تو ثابت ہوا کہ مشتری پر قاضی کا حکم قضاء بلاسبب تھا پس حکم قضاء باطل ہوگا اور دار مذکور مشتری کو واپس دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر شفیع نے مشتری کو دار مشفوعہ شفعہ مین لینے کا وکیل کیا تو نہین صحیح ہی خواہ دار مذکور مشتری کے قبضہ مین ہو یا بائع کے قبضہ مین ہو کذا فی المحیط۔ اور اگر بائع کو وکیل کیا کہ میرے واسطے دار مشفوعہ شفعہ مین لے لے تو قیاساً جائز ہی مگر استحساناً جائز نہین ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھے اسقدر درمون سے شفعہ مین لینے کا وکیل کیا اور اُس نے لیا پس اگر خریداری بھی اُسی قدر درمون پر یا اس سے کم پر واقع ہوئی ہی تو یہ شخص وکیل ہوگا اور اگر اسقدر درمون سے زیادہ پر واقع ہوئی ہو تو یہ شخص وکیل نہ ہوگا اسیطرح اگر کہا کہ مین نے تجھے اُس کو شفعہ مین طلب کرنے کا وکیل کیا بشرطیکہ اسکو فلان شخص نے خریدا ہو پھر معلوم ہوا کہ اسکو فلان شخص کے سواے دوسرے شخص نے خریدا ہی تو بھی یہ شخص وکیل نہوگا۔ اور اگر شفیع نے دو آدمیون کو شفعہ کیواسطے وکیل کیا تو دونون مین ایک شخص کو تنہا خصومت کرنیکا اختیار ہوگا اگرچہ دوسرا اُسکے ساتھ نہو مگر دار مشفوعہ لینے کا اختیار بدون دوسرے کی موجودگی کے نہوگا اور اگر دونون مین سے ایک وکیل نے قاضی کے سامنے مشتری کو شفعہ دیدیا تو موکل پر یہ جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر شفیع نے حق شفعہ لینے کیواسطے ایک وکیل کیا تو وکیل کو یہ

اختیار نہین ہو کہ دوسرے کو وکیل کرے لیکن اگر موکل نے وکیل کو اسطرح اختیار دیا ہو کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہو تو ہو سکتا ہو پس اگر موکل نے وکیل کو ایسا اختیار دیا ہو اور اس اختیار کے موافق اُسنے دوسرا وکیل کر کے اُسکو بھی اختیار دیا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہو تو اس وکیل ثانی کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی غیر کو وکیل کرے جو شخص شفیع کیواسطے وکیل ہو اگر اُسنے شفعہ دیدیا تو شفعہ الاصل مین لکھا ہو کہ اگر اُسنے قاضی کی مجلس مین دیدیا تو صحیح ہو اور اگر غیر مجلس قاضی مین دیا تو امام اعظم رح و امام محمد کے نزدیک اور پہلے قول مین امام ابو یوسف کے نزدیک نہین صحیح ہو پھر امام ابو یوسف نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ مجلس قاضی اور غیر مجلس قاضی دونون جگہ اسکا شفعہ دیدینا صحیح ہو پس بنابر روایت کتاب الشفعہ کے مجلس قاضی مین وکیل مذکور کا شفعہ دیدینا صحیح ہو اور یہاں کوئی اختلاف بیان نہین کیا ہو اور کتاب الوکالہ اور ماذون کبیر مین ذکر فرمایا ہو کہ مجلس قاضی مین وکیل مذکور کا شفعہ دیدینا امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہو اور امام محمد رح اسمین خلاف کرتے ہین پس کتاب الوکالہ و ماذون کبیر کی روایت سے ظاہر ہوا کہ جو حکم کتاب الشفعہ مین مذکور ہو وہ فقط امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر دار مشفوعہ کے دو شخص شفیع ہون اور دونون نے ایک شخص کو اپنے واسطے حق شفعہ لینے کا وکیل کیا پس اُسنے مجلس قاضی مین خاص ایک موکل کا شفعہ دیدیا اور دوسرے کیواسطے پورا دار شفعہ مین لے لیا تو یہ جائز ہو۔ اور اگر اُسنے قاضی کے سامنے بیان کیا کہ مینے دونون موکلون مین سے ایک کا شفعہ دیا اور فقط دوسرے کا شفعہ طلب کیا تو ایسا نہین کر سکتا ہو جبتک یہ بیان نہ کرے کہ اسنے دونون مین سے کسکا شفعہ دیا اور کسکا شفعہ لیتا ہو یہ مبسوط مین ہو وکیل بالشفعہ نے اگر شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفعہ سپرد کر دینے کا دعوی کیا پس اگر موکل پر شفعہ دیدینے کا دعوی کر کے وکیل سے اسطرح قسم لینے کی درخواست کی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے موکل نے شفعہ دیدیا ہو یا موکل سے اسطرح قسم لینے کی درخواست کی کہ واللہ مین نے اس مشتری کو اپنا یہ شفعہ نہین دیا ہو پس اگر اُسنے وکیل سے قسم لینے کی درخواست کی تو قاضی اُسکو قسم نہ دلائے گا اور اگر اُسنے موکل سے قسم لینے کی درخواست کی تو قاضی اُس سے یون کہیگا کہ تو یہ دار وکیل کو دیدے تاکہ وہ اپنے موکل کیواسطے بحق شفعہ لے لے اگرچہ مشتری موکل سے قسم لینے کی درخواست کر چکا ہو۔ اور اگر مشتری نے وکیل پر تسلیم شفعہ کا دعوے کیا اور اس سے قسم لینے کی درخواست کی تو امام اعظم رح و امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک قاضی اُس سے قسم نہ لیگا اور اسمین امام ابو یوسف خلاف کرتے ہین۔ اسی طرح اگر دو گواہون نے وکیل پر یہ گواہی دی کہ اُسنے غیر مجلس قاضی مین شفعہ دیدیا ہو تو بھی امام اعظم و امام محمد کے نزدیک دونون کی گواہی باطل ہو اور اس مین بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے خلاف کرتے ہین اسی طرح اگر دو گواہون نے وکیل پر یون گواہی دی کہ اس نے کسی قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا ہو مگر اس قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ وکیل معزول کیا گیا ہو تو بھی امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہو اور اگر وکیل مذکور نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مین نے غیر مجلس قاضی مین یا کسی دوسرے

اسلئے امام محمد رح کے نزدیک اسوجہ سے نہین جائز ہو کہ انکے نزدیک اس قاضی کے سامنے شفعہ دینا جائز ہی نہین بخلاف امام اعظم رح کے وعلی ہذا

آگے جو حکم لکھا ہو وہ فقط امام اعظم کے نزدیک ہونا چاہیے ۱۲ منہ

قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا ہو تو یہ اقرار صحیح ہو اور ایسا ہوگا کہ گویا اُسنے از سرِ نو اسوقت اس قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر وکیل کے یا موکل کے دو بیٹون نے یون گواہی دی کہ اسنے غیر مجلس قاضی مین شفعہ دیدیا ہو تو مین انکی گواہی جائز رکھونگا اور وکالت ثابت ہونے کیواسطے وکیل یا موکل کے دو بیٹون کی گواہی جائز نہین ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنا دار فروخت کرنے کیواسطے ایک شخص کو وکیل کیا اور اُسنے ہزار درم کو فروخت کردیا پھر مشتری سے سو درم گھٹا دیے اور موکل کو اس گھٹی کا تاوان دیدیا تو شفیع اُس دار کو شفعہ مین فقط ہزار درم مین لے سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو کسی دار کے خریدنے کے وکیل نے اگر دار خریدکر اُسپر قبضہ کرلیا اور قبل اسکے کہ دار مذکور اپنے موکل کے قبضہ مین دے شفیع نے اگر وکیل سے شفعہ طلب کیا تو صحیح ہو اور اگر موکل کو دیدینے کے بعد طلب کیا تو صحیح نہین ہو اور اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور یہی مختار ہو یہ خزانۃ المفتین وفتاوی کبرے مین لکھا ہو اور ایسا ہی اصحاب متون نے ذکر کیا ہو۔ اگر بائع کسی شخص کیطرف سے وکیل بیع ہو تو شفیع اس وکیل سے لے سکتا ہو بشرطیکہ اسکے قبضہ مین موجود ہو اسوجہ سے کہ یہ وکیل عاقد ہو اسی طرح اگر بائع کسی میت کا وصی ہو تو مین چندون کی بیع اُسکی طرف سے جائز ہو اسمین شفیع کو یہی اختیار ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اگر مشتری نے شفیع کے خصومت کرنے سے پہلے کہا کہ مین نے یہ دار فلان شخص کیواسطے خریدا ہو پھر اسکو دیدیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اسکے و مشتری کے درمیان کچھ خصومت نہوگی[مثلاً] اور اگر شفیع کے خصومت کرنے کے بعد اُسنے ایسا کہا تو خصومت اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگی اور اگر مشتری مذکور نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ مین نے خریدنے سے پہلے یہ کہا تھا کہ مین فلان شخص کا وکیل ہون تو گواہ مقبول نہونگے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہو کہ مقرلہ کے حاضر ہونے تک اُس کے سر سے خصومت دور ہونے کیواسطے یہ گواہ مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر کسی شخص کو کسی دار معین کا حق شفعہ طلب کرنے کیواسطے وکیل کیا تو وکیل مذکور سوائے اس دار کے دوسرے مقدمہ شفعہ مین خصومت نہین کرسکتا ہو کیونکہ وکالت مقید کرنے سے مقید ہوجاتی ہو اور اس صورت مین موکل نے جس دار کو معین کیا ہو اسی کی خصومت کے ساتھ وکالت کو مقید کردیا ہو ہان اگر ہر حق شفعہ مین جو موکل کیواسطے واجب ہووے خصومت کرنیکا وکیل کیا ہو تو البتہ جائز ہو اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ ہر حق شفعہ مین جو موکل کے واسطے پیدا ہوجاوے اُسمین خصومت کرے جیساکہ جو حقوق شفعہ اسوقت موجود ہین اُن مین خصومت کرسکتا ہو مگر سوائے حق شفعہ کے دین وغیرہ دوسرے کسی حق مین خصومت نہین کرسکتا ہو کیونکہ وکالت شفعہ کے ساتھ مقید ہو لیکن جس سبب سے شفعہ طلب کرتا ہو اس حق کے اثبات مین خصومت کرسکتا ہو اور اگر کسی شخص کو اپنا شفعہ طلب کرنے کیواسطے وکیل کیا اور اُسنے شفعہ مین لے لیا پھر کسی مدعی نے آکر اس

[مثلاً] مثلاً مشتری کے سبب سے انکار کیا تو وکیل ثابت کرسکتا ہو کہ دار مبیعہ کے پہلو مین جو دار ہو وہ میرے موکل کی ملک ہو بشرائط ۱۲ منہ

دار مشفوعہ میں اپنا کچھ دعوے کیا تو یہ وکیل اُسکا خصم نہوگا اور اگر اس وکیل نے دار مذکور میں کوئی عیب پایا اُسکو اختیار ہوگا کہ اس عیب کی وجہ سے اُس کو واپس کردے اسی میں کچھ موکل غائب کے حاضر ہونے تک انتظار کرنیکی ضرورت نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنے ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت ہے طلب کرنے اور خصومت کرنے اور وصول و قبضہ کرلینے کا وکیل کیا تو وکیل کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکا شفعہ طلب کرے ہان جب شفعہ کا اُسکے نام حکم ہوچکا ہو اُسپر قبضہ کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنا شفعہ طلب کرنیکا وکیل کیا پھر وکیل آیا اور حال یہ تھا کہ دار مشفوعہ کی عمارت غرق ہوچکی تھی یا زمین مشفوعہ کے درخت جل چکے تھے پس وکیل نے پورے ثمن میں بیع بحق شفعہ لے لی اگر موکل راضی ہوا تو یہ لینا موکل کے ذمہ پڑیگا موکل اُسکو رد نہیں کرسکتا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر شفعہ طلب کرنے کے وکیل سے مشتری نے درخواست کی کہ اتنے دنون تک میرے ساتھ جھگڑا کرنے سے اس شرط سے باز رہے کہ وکیل مذکور کو اپنا استحقاق خصومت و شفعہ بحالہ باقی رہیگا تو یہ جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اتنے دن گذرنے سے پہلے وکیل مرگیا اور موکل کو اُسکے مرنے کا حال معلوم نہوا تو وہ اپنے استحقاق شفعہ پر رہیگا پھر جب میعاد گذر گئی اور موکل کو اُسکے مرنیکا علم ہوگیا مگر اُسنے شفعہ طلب نہ کیا یا کسی دوسرے وکیل کو اپنے واسطے شفعہ طلب کرنے کو نہ بھیجا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ وکیل مذکور کے بھیجنے سے پہلے ابتدا حال میں حکم تھا اور اگر موکل اُس شہر میں نہو تو اتنی مدت تک مہلت ہوگی کہ جہان شفیع موجود ہو وہان سے لوگون کی چال چلکر یہان پہونچ جاوے کذا فی المبسوط

بارھوان باب۔ نابالغ کے شفعہ کے بیان میں۔ نابالغ استحقاق شفعہ میں مثل بالغ کے ہوتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ فرمایا کہ حمل[1] استحقاق شفعہ میں بالغ کے مثل ہے پس اگر خرید واقع ہونیکے وقت سے چھ مہینے سے کم میں وضع حمل ہوا تو اس بچہ کو شفعہ ملیگا اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ میں وقت خرید سے وضع حمل ہوا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا کیونکہ بیع واقع ہونیکے وقت اس بچہ کا وجود نہ حقیقۃً ثابت ہوا نہ حکماً لیکن اگر بیع سے پہلے اُسکا باپ مرگیا ہو اور یہ بچہ اُسکا وارث ہوا ہو تو اس صورت میں شفعہ کا مستحق ہوگا اگرچہ وقت بیع سے چھ مہینہ یا زیادہ میں وضع حمل ہوا ہو کیونکہ وقت بیع کے اُسکا وجود حکماً ثابت ہے اسلیے کہ وہ اپنے باپ کا وارث ہوا ہے۔ پھر واضح ہو کہ جب صغیر کیواسطے شفعہ واجب ہو تو اس شفعہ کے طلب کرنے اور لینے کا کاربرداز وہی شخص ہوگا جو اُسکے استیفاء حقوق کیواسطے شرعاً اُسکا قائم مقام ہو اور یہ شخص اُسکا باپ ہوتا ہے یا باپ کا وصی پھر اُسکا دادا پھر اُسکے دادا کا وصی پھر وہ وصی جسکو قاضی مقرر کرے پھر اگر ان لوگون میں سے کوئی موجود نہ ہو تو جس وقت یہ لڑکا بالغ ہوا اُسوقت اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اُسکو خیار بلوغ[2] و شفعہ حاصل ہوا پس وہ

[1] حمل جو پیٹ میں ہے وہ بھی شفعہ کا مستحق ہے ۱۲ منہ [2] خیار بلوغ یہ کہ کمسنی میں سوائے باپ دادا کے کسی ولی نے اسکا نکاح کیا تھا اب بلوغ کیوقت اُسکو اختیار ہوا کہ چاہے فسخ کردے مگر تاخیر سے باطل ہوگا پس اگر حق شفعہ و حق خیار دونون جمع ہوئے الخ ۱۲ منہ

رد نکاح اختیار کرے گا یا طلب شفعہ سو ان دونوں میں سے جو امر پہلے واقع ہوگا وہ جائز ہو جائیگا اور دوسرا باطل ہو جائیگا اور اس بات میں حیلہ یہ ہو کہ یوں کہے کہ میں نے دونوں کو طلب کیا شفعہ کو اور خیار کو۔ اور اگر نابالغ کا قائم مقام ان لوگوں میں سے کوئی موجود ہو اور اُسنے باوجود امکان کے طلب شفعہ کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا حتے کہ جب یہ نابالغ بلوغ کو پہونچے تو اُسکو لینے کا حق حاصل نہوگا اور یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی یا جو شخص ان کے مانند اسکا شرعی قائم مقام ہو کسی نے صغیر کا شفعہ دیدیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکا دیدینا صحیح ہوگا حتی کہ جب نابالغ اپنے بلوغ کو پہونچا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ مبیع مشفوعہ کو شفعہ میں لے لے خواہ شفعہ دینے والے نے مجلس قاضی میں شفعہ دیا ہو یا غیر مجلس قاضی میں دیا ہو یہ محیط میں ہو۔ اور اگر مشتری نے ایک دار کو اسقدر ثمن کثیر کے عوض خریدا کہ لوگ اپنے اندازہ میں اسقدر خسارہ نہیں اُٹھاتے ہیں اور اس دار کا شفیع ایک نابالغ ہو پس اُسکے باپ نے اسکا شفعہ دیدیا تو ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اس صورت میں تسلیم شفعہ امام محمد رح کے نزدیک بھی صحیح ہو اور اصح یہ ہو کہ یہ تسلیم بالاجماع صحیح نہیں ہو اسوجہ سے کہ ایسے ثمن کثیر ہونے کے باعث سے باپ اسکے لینے کا اختیار نہیں رکھتا ہو اور طلب شفعہ سے سکوت کرنا یا شفعہ دیدینا جبھی صحیح ہو سکتا ہو کہ جب وہ شخص اُسکو لے سکتا ہو پس نابالغ وقت بلوغ کے اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا یہ مبسوط میں ہو۔ اگر خرید شئے مشفوعہ کی اُسکی قیمت سے بہت کم ثمن پر واقع ہوئی مگر نابالغ کے باپ نے اُسکا شفعہ دیدیا تو امام اعظم رح سے روایت ہو کہ یہ جائز ہو اور امام محمد رح سے روایت ہو کہ یہ نہیں جائز ہو اور امام ابو یوسف رح سے اسمیں کوئی روایت نہیں ہو یہ کافی میں ہو۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کیواسطے ایک دار خریدا اور باپ ہی اُسکا شفیع ہو تو ہمارے نزدیک باپ اُسکو شفعہ میں لے سکتا ہو جیسا کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا تو جائز ہوتا ہو پھر کسطرح شفعہ میں لیگا اُسکی یہ صورت ہو کہ یوں کہے کہ میں نے اسکو خریدا اور خود شفعہ میں لے لیا اور اگر بجاے باپ کے باپ کا وصی ہو پس اگر وصی کے اس دار کے لینے میں نابالغ کے حق میں منفعت ہو مثلاً خرید بغبن یسیر واقع ہوئی کہ دار کی قیمت مثلاً دس درم تھی اور[1] وصی نے گیارہ درم کو خریدا تو ایسا غبن یسیر وصی کی جانب سے اجنبی کے ساتھ اسکے تصرف کرنے میں برداشت کر لیا جاتا ہو اور وصی کے خود شفعہ میں لینے سے یہ غبن مرتفع ہوتا ہو پس جب ایسی صورت ہوئی تو وصی کا شفعہ میں لینا نابالغ کے حق میں نافع ٹھہرا تو بقیاس قول امام اعظم رح دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف کے نزدیک وصی اُسکو شفعہ میں لے سکتا ہو جیسا کہ اگر وصی نے مال صغیر میں سے کوئی چیز اپنے واسطے خریدی تو ایسی صورت میں جائز ہو۔ اگر وصی کے شفعہ میں یہ دار لینے میں نابالغ کے حق میں منفعت نہو مثلاً دار مذکور کی خرید نابالغ کیواسطے اس دار کی قیمت کے برابر ثمن پر واقع ہوئی تو بالاتفاق وصی کو شفعہ

---

[1] اور وصی۔ یعنی اگر وصی شفعہ میں لے تو بطور جائز نابالغ کے ذمہ رہے گا اگرچہ غبن یسیر ہے لیکن وصی کے خود الخ ۱۲ منہ

میں لینے کا اختیار نہوگا جیسا کہ اگر وصی نے اپنے واسطے نابالغ کا کوئی مال اُسکی قیمت کے برابر ثمن پر خریدنا چاہا تو بالاتفاق جائز نہیں ہی۔ پھر جس صورت میں وصی کو شفعہ میں لینا جائز ہی تو وصی یوں کہے کہ میں نے خرید کیا اور شفعہ طلب کیا پھر قاضی کے پاس مرافعہ کرے تاکہ قاضی اس نابالغ کیطرف سے ایک کارپرداز مقرر کرے کہ جس سے وصی شفعہ میں لے لے اور اُسی کو ثمن دیدے پھر وہ کارپرداز یہ ثمن لیکر وصی کو دیدیگا یہ محیط میں ہی۔ اگر باپ نے ایک دار خریدا اور اُس کا نابالغ بیٹا اُسکا شفیع ہو پس باپ نے نابالغ مذکور کیواسطے شفعہ طلب کیا یہانتک کہ نابالغ مذکور بالغ ہو گیا تو بالغ کو یہ اختیار نہوگا کہ دار مذکور کو شفعہ میں لے اسواسطے کہ اُسکا باپ بحق شفعہ لینے پر قادر تھا کیونکہ خرید کرنا شفعہ میں لینے کا منافی نہیں ہو پس اُسکا شفعہ سے سکوت کرنا شفعہ کا مبطل ہو گیا ہو اور اگر باپ نے اپنا کوئی دار فروخت کیا اور اُسکا نابالغ لڑکا اُسکا شفیع ہو اور باپ نے اُسکا شفعہ طلب نہ کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا حتے کہ جس وقت نابالغ مذکور بالغ ہو تو اُسکو شفعہ میں لینے کا اختیار ہوگا اسوجہ سے کہ باپ اس صورت میں شفعہ طلب کرنے پر قادر نہ تھا اس لیے کہ وہی بائع تھا اور ایسے شخص کا سکوت کرنا جو نہیں لے سکتا ہو شفعہ کا مبطل نہیں ہوتا ہو۔ اور اگر وصی نے اپنا کوئی دار فروخت کیا یا اپنے واسطے خرید کیا اور نابالغ اُسکا شفیع ہو مگر وصی نے اُسکے واسطے شفعہ طلب نہ کیا تو نابالغ اپنے شفعہ پر رہیگا حتی کہ جس وقت بالغ ہو تو لے سکتا ہو یہ ذخیرہ و محیط سرخسی میں ہو۔ مگر واجب یہ ہو کہ جس صورت میں باپ نے اپنے واسطے کوئی دار خریدا اور نابالغ اُسکا شفیع ہو تو اس صورت میں جواب میں تفصیل ہونی چاہیے یعنے اگر نابالغ کیواسطے لینے میں اُسکے حق میں کوئی ضرر نہو مثلاً اس دار کی خرید اُسکی قیمت کے برابر ثمن پر یا قیمت سے اسقدر زیادہ ثمن پر کہ ایسی زیادتی کو لوگ اندازہ میں برداشت کر لیتے ہیں واقع ہوئی ہو تو صورت باپ کے سکوت کے نابالغ کو بھی بعد بالغ ہونیکے استحقاق شفعہ نہوگا (کیونکہ شفعہ باطل ہو گیا ۱۲) اور اگر نابالغ کیواسطے لینے میں ضرر ہو مثلاً باپ نے دار مذکور کی قیمت سے اسقدر زیادہ ثمن دیکر خریدا کہ ایسی زیادتی کو لوگ اپنے اندازہ میں برداشت نہیں کرتے ہیں اور باپ نے اُسکے واسطے شفعہ میں لینے سے سکوت کیا تو نابالغ کو بعد بالغ ہونیکے استحقاق شفعہ ہوگا کیونکہ باپ کو نابالغ کے مال میں اپنے ساتھ اسطرح تصرف کرنیکا اختیار نہیں ہو کہ جسمیں نابالغ کے حق میں ضرر ہو پس اس صورت میں باپ کو نابالغ کیواسطے شفعہ میں لینے کا اختیار ہی نہ تھا تو اُسکا شفعہ لینے سے سکوت کرنا شفعہ کا مبطل نہوگا یہ محیط میں ہی۔ اگر باپ نے یا وصی نے کہا کہ میں نے نابالغ کیواسطے یہ دار بعوض ہزار درم کے خریدا ہی۔ پس شفیع نے اُس سے کہا کہ تو خدا سے ڈر کہ تو نے اسکو پانچسو درم کو خریدا ہی پس باپ یا وصی نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو نابالغ کے حق میں اُنکے قول کی تصدیق نکیجائیگی اور شفیع اُسکو ہزار درم میں لے سکتا ہو لیکن اگر شفیع اس بات کے گواہ قائم کرے کہ مشتری نے اسکو پانچسو درم میں خریدا ہی تو البتہ تصدیق ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ باپ نے اگر اپنے نابالغ لڑکے کیواسطے کوئی دار خریدا پھر اُسنے اور شفیع نے ثمن میں اختلاف کیا تو باپ کا قول قبول ہوگا۔ کیونکہ باپ شفیع کے ثمن متعدیہ کے عوض شفیع کے مالک ہونے سے انکار کرتا ہی اور اس صورت میں باپ پر قسم عائد نہیں ہوتی

اسلیے کہ قسم سے انکار کرنا کچھ مفید نہین ہی یہ محیط مین ہے

تیرھوان باب۔ اگر خرید بعوض عروض واقع ہو تو اُس کے حکم شفعہ کے بیان مین - اگر مشتری نے خرید تو ضرور ہی کہ یا تو ایسی چیز کے عوض خریدیگا جسکا مثل موجود ہی جیسے کیلی و وزنی چیز و عددی چیزین جو باہم متقارب ہین یا ایسی چیز کے عوض خریدیگا جس کا مثل نہین ہی جیسے ذرعیات[1] متفاوتہ مثل کپڑے کے یا جیسے غلام اور اُسکے مانند چیزین - پس اگر اُسنے ایسی چیز کے عوض خریدا جسکا مثل موجود ہی تو شفیع اُسکو بعوض مثل کے لے لیگا اور اگر ایسی چیز کے عوض خریدا جسکا مثل نہین ہی تو شفیع اُس چیز کی قیمت کے عوض لیگا اور یہ عامہ علما کے نزدیک ہی اور اگر بائع و مشتری نے باہم دار کو دار کے عوض خرید فروخت کیا تو ہر دار کے شفیع کو اختیار ہوگا کہ دوسرے دار کی قیمت کے عوض شفعہ مین لے لے اسواسطے کہ دار مثلی نہین ہی پس اُسکے مثل کے عوض لینا ممکن نہین ہی اور اسی سے یہ مسئلہ نکلتا ہی کہ اگر کوئی دار بعوض عرض[2] کے خریدا اور ہنوز باہمی قبضہ نہوا تھا کہ یہ عرض تلف ہوگیا تو بائع و مشتری کے درمیان بیع ٹوٹ جاویگی اور شفیع کو شفعہ ملیگا اسی طرح اگر مشتری نے فقط دار پر قبضہ کر لیا ہو اور عرض مذکور بائع کے قبضہ مین نہ دیا ہو یہانتک کہ وہ تلف ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی پھر واضح ہو کہ شفیع اُسی چیز کے عوض لے لیگا جو بوجہ عقد کے واجب ہوئی نہ اُس چیز کے عوض جو مشتری نے واجب شدہ کے بدلے بائع کو دی ہی چنانچہ اگر مشتری نے ایک دار بعوض درم یا دینارون کے خریدکر پھر اُس ثمن کے بدلے کوئی عرض دیا تو شفیع دار مشفوعہ کو بعوض درم یا دینار کے لیگا نہ بعوض عرض کے یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر کوئی دار بعوض ایک غلام معین کے خریدا تو ہمارے نزدیک شفیع کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو بعوض اس غلام کی قیمت کے لیلے اور اگر غلام مذکور بائع کے قبضہ سے پہلے مرگیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور ہمارے نزدیک شفیع کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو بعوض اس غلام کی قیمت کے لیلے اسی طرح اگر بائع نے غلام مذکور مین کوئی عیب پاکر واپس کرکے بیع توڑ لی تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر ان مین سے کوئی بات نہ واقع ہوئی یہانتک کہ شفیع نے وہ دار بائع سے لے لیا تو غلام مذکور کی قیمت کے عوض لیگا اور غلام مذکور اُسکے مالک کے پاس رہیگا بائع کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے غلام مذکور کی قیمت کے عوض بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی لیا پھر قبضہ سے پہلے یہ غلام مرگیا یا اُسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا تو یہ قیمت بائع کو ملیگی یہ مبسوط مین ہی - امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک دار بعوض ایک غلام معین کے خریدا اور شفیع نے دار مذکور بعوض غلام معین کی قیمت کے بحکم قاضی لے لیا پھر وہ غلام استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا - اور وہ دار مذکور کو شفیع سے لے لیگا - اور یہ حکم اسوقت ہی کہ شفیع نے دار مذکور بعوض قیمت غلام کے بحکم قاضی لیا ہو اور اگر مشتری نے بغیر حکم قاضی وہ دار شفیع کو بعوض قیمت غلام مذکور کے دیدیا ہو پس اگر مشتری نے شفیع سے غلام مذکور کی قیمت بیان کر دی ہو کہ اسقدر ہی یہانتک کہ ثمن ہر طرح سے معلوم ہوگیا پھر وہ غلام استحقاق مین لیا گیا تو مشتری کو دار مذکور

[1] گز ون سے ناپ کی چیزین جن مین باہم تفاوت ہوتا ہی ۱۲ منہ [2] عرض یعنے اسباب ۱۲

لینے کی کوئی راہ نہو گی اور مشتری کا اسطرح دینا ازسرنو بیع قرار دیجائیگی اور بائع کیواسطے مشتری پر دار مذکور کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مشتری نے شفیع سے غلام کی قیمت مفصل نہ بیان کی ہو بلکہ یون کہا کہ مین نے تجھے یہ دار بعوض قیمت غلام مذکور کے دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس صورت مین دار مذکور شفیع سے واپس لے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر غلام کے عوض ایک دار خریدا پھر غلام مین عیب پاکر اسکو واپس کر دیا تو دار مشفوعہ کو شفیع اُس غلام صحیح وسالم کی قیمت کے بدلے لیگا کیونکہ عقد بیع مین صحیح سالم غلام ٹھہرا تھا اور شفیع پر ویسے ہی غلام کی قیمت واجب ہوگی جو عقد مین ٹھہرا تھا اور اگر کوئی غلام بعوض کسی دار کے خریدا تو یہ صورت اور دار کو بعوض غلام کے خریدنے کی صورت دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے اگر کسی شخص نے غیر کے غلام کے عوض ایک دار خریدا اور مالک غلام نے اجازت دیدی تو شفیع کو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر معین کیلی یا وزنی چیز کے عوض خریدا پھر یہ چیز استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی تو شفعہ باطل ہوگیا کیونکہ جب کیلی و وزنی چیز عقد مین معین قرار پائی ہے تو اُسکا و غلام کا یکسان حکم ہوتا ہے اور اگر کیلی یا وزنی چیز مشتری کے ذمہ قرار پائی اور اُسنے جدا ہونے سے پہلے ادا کر دی[1] پھر وہ استحقاق مین لے لی گئی تو شفیع کا شفعہ بحال رہیگا کیونکہ جب کیلی یا وزنی چیز بطور دین کے مشتری کے ذمہ ٹھہری تو اُسکا اور دراہم کا یکسان حکم ہے - اور منتقی مین بروایت ابن سماعہ کے امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار بعوض ایک کر گیہون معین یا غیر کے شہر کوفہ مین خریدا اور دونون نے باہمی قبضہ کر لیا پھر شہر مرو مین شفیع نے دار مشفوعہ کے شفعہ کا مخاصمہ کیا اور مشتری پر شفیع کی ڈگری ہوگئی اور دار مذکور کوفہ مین واقع ہے یا مرو مین تو فرمایا کہ مشتری کو اختیار ہے چاہے شفیع سے مواخذہ کر کے اول گیہون کے مثل کوفہ مین گیہون لیکر اُسکو دار مشفوعہ مرو مین سپرد کرے یا دار مذکور اُسکے سپرد کرنے کا قصد کر کے مرو مین اُس سے ان گیہون کی کوفہ کی قیمت لیکر دار مذکور اُسکو دیدے اور منتقی مین دوسرے مقام پر فرمایا کہ اگر ایسے ایک کر گیہون کی قیمت دونون جگہ یکسان ہو تو جہان شفیع کے نام شفعہ کی ڈگری ہوئی ہے وہین مشتری کو کر دیدے پس اگر قیمت مین تفاوت ہو تو دیکھنا چاہیے کہ جہان شفیع دینا چاہتا ہے اگر وہان اُس کر کی قیمت گران ہو تو یہ امر شفیع کے اختیار مین ہے جہان چاہے دیدے اور اگر وہان اسکی قیمت ارزان ہو مگر مشتری اُسپر راضی ہوگیا تو یہ مشتری کو اختیار ہے اور اگر مساوات ہو تو جس جگہ ایسے گیہون کی قیمت موضع خرید سے مساوی ہو وہان مشتری کو قیمت دیدے یہ محیط مین ہے - اور اگر کسی شخص نے ایک دار بعوض ایک کر تر چھوارے کے خریدا پھر شفیع ایسے وقت حاضر ہوا کہ جب رُطب یعنی تر چھوارے لوگون کے ہاتھ آنے سے منقطع ہو چکے تھے تو شفیع اس دار کو ان چھوارون کی قیمت کے بدلے لیگا کذا فی الکافی ۔ ۔

چودھوان باب - فسخ بیع واقالہ مین استحقاق شفعہ ہونا اور اسکے متصلات کے بیان مین

اگر مشتری نے

[1] قولہ ادا کر دی یعنی اگرچہ وہ جدائی سے پہلے ادا کر دے تو بھی وہ دین ہونے سے خارج نہوگی اور شفعہ باقی رہیگا اور یہ مطلب نہین کہ اگر ابھی ادا نہ کرے تو شفعہ نہوگا ۱۲

دار خرید کردہ مین بعد قبضہ کے عیب پاکر بسبب عیب کے اُسکو واپس کیا اور یہ امر دوسو فت واضح ہوا کہ شفیع اپنا شفعہ دے چکا ہو تو پھر شفیع کو اختیار حاصل ہوگا چاہے یہ دار شفعہ مین لے لے بشرطیکہ عیب کیوجہ سے واپس کرنا بغیر حکم قاضی واقع ہوا ہو اور اگر بحکم قاضی واپس کیا ہو تو شفیع اُسکو شفعہ مین نہین لے سکتا ہو اور اگر مشتری نے دار مذکور عیب کیوجہ سے قبضہ سے پہلے واپس کیا پس اگر بحکم قاضی واپس کیا تو شفیع کیواسطے شفعہ نہوگا اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا تو بھی امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہو مگر بنابر قول امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ شفیع کو استحقاق شفعہ ہوگا اور بعضون نے فرمایا کہ نہوگا اور اگر مشتری نے دار مذکور بخیار رویت یا بخیار شرط واپس کیا ہو تو شفیع کو از سر نو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا خواہ یہ واپسی قبضہ سے پہلے واقع ہوئی ہو یا قبضہ کے بعد واقع ہوئی ہو خواہ باہمی رضامندی سے واقع ہوئی ہو یا بغیر باہمی رضامندی کے واقع ہوئی ہو یہ محیط مین ہے۔ اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے دار مبیعہ واپس کیا پس اگر ایسے سبب سے واپس کیا جو ہر طرح فسخ ہو جیسے خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کرنا یا عیب کیوجہ سے قبضہ سے پہلے بغیر حکم قاضی یا بحکم قاضی واپس کرنا یا بعد قبضہ کے عیب کیوجہ سے بحکم قاضی واپس کرنا تو ایسی صورت مین شفیع کو از سر نو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا۔ اور اگر واپس کرنا ایسے سبب سے ہو جو بائع و مشتری کے حق مین فسخ اور تیسرے کے حق مین بیع جدید ہو جیسے قبضہ کے بعد بغیر حکم قاضی بسبب عیب کے واپس کیا یا اقالہ کر لیا تو شفیع کے واسطے از سر نو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر شفیع نے اولاً شفعہ نہ دیا ہو یہانتک کہ بائع و مشتری نے باہم عقد بیع کو فسخ کر لیا تو حق شفعہ باطل نہوگا خواہ بیع فسخ ایسے سبب سے ہو جو ہر طرح سے فسخ ہو یا ایسے سبب سے ہو جو بعض وجہ سے فسخ ہو اور بعض وجہ سے بیع جدید ہو یہ ذخیرہ مین ہو اگر کسی شخص نے کوئی دار یا زمین خریدی پھر شفیع نے اپنا شفعہ دیدیا پھر بائع و مشتری دونون نے باتفاق قرار کیا کہ یہ بیع بطور تلجیہ تھی اور مشتری نے مبیع مذکور بائع کو واپس کر دی تو شفیع کے واسطے از سر نو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ تسلیم شفعہ کے بعد شفیع کا کچھ حق نہین رہا پس ان دونون کا اقرار اسکے بطلان حق کو متضمن نہین ہو سو تلجیہ ان دونون کے اقرار سے ثابت ہوگا اور یہ واپسی بسبب تلجیہ کے ہوگی پس شفیع کو از سر نو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا اور منتقی مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے ایک دار خرید کر قبضہ کر لیا اور شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے تو اس دار کو فلان شخص کیواسطے خریدا تھا اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے اپنے واسطے خریدا تھا اور اب تو یہ از سر نو بیع کرتا ہو پس مین اس بیع جدید دار شفعہ مین لے لون گا تو قول شفیع کا قبول ہوگا پھر اگر فلان[1] شخص غائب ہو تو شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ دار مذکور لے لے یہانتک کہ وہ شخص غائب آجاوے اور اگر مشتری نے کہا کہ مین اس بات کے گواہ قائم کرتا ہون کہ مجھے فلان شخص نے ایسا حکم دیا تھا اور مین نے اس کیواسطے خریدا ہو تو اس دعوی کے گواہ مشتری کی طرف سے مقبول ہون گے جب تک کہ وہ شخص غائب حاضر[2] نہو جاوے یہ محیط مین ہو۔ اگر شفیع نے شفعہ

[1] فلان شخص یعنے مشتری جس کے لیے خریدنے کا اقرار کرتا ہو ۱۲ [2] حاضر اسواسطے کہ اگر بدون اسکی حاضری کے قبول ہون تو اسکا غائب پر حکم ہو جاویگا حالانکہ ایسا حکم ہو نہیں سکتا اور باطل ہو ۱۲

دیدیا پھر مشتری نے بائع کیواسطے ایک روز کا خیار دیا تو یہ جائز ہی پھر اگر بائع نے اس دن مین بیع توڑ دی تو ابن سماعہ رح نے امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی ہی کہ شفیع کو ازسر نو حق شفعہ حاصل نہوگا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے اور ابن سماعہ رح نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ شفیع کو شفعہ حاصل ہوگا کذا فی محیط السرخسی

پندرھوان باب - اہل کفر کے شفعہ کے بیان مین۔

اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک دار بعوض مُردار یا خون کے خریدا تو شفیع کیواسطے اُسمین حق شفعہ نہوگا[۵۱]۔ ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک دار بعوض شراب کے خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر شراب مذکور سرکہ ہوگئی پھر بائع و مشتری دونون مسلمان ہوگئے پھر نصف دار استحقاق مین لے لیا گیا پھر شفیع حاضر ہوا تو نصف دار کو نصف شراب کی قیمت کے بدلے لے لیگا اور نصف سرکہ کے بدلے نہین لے سکتا ہی پھر مشتری اپنے بائع سے آدھا سرکہ واپس لیگا اگر بعینہ موجود ہو اور اگر اُسنے تلف کر دیا ہو تو نصف سرکہ کے مثل واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک دار بعوض شراب یا سور کے خریدا اور اسکا شفیع کوئی ذمی یا مسلمان ہی تو ہمارے اصحاب کے نزدیک شفعہ واجب ہوگا پھر جب شفعہ واجب ہوا پس اگر شفیع ذمی ہو تو دار مشفوعہ کو شراب مذکور کے مثل اور سور کی قیمت کے بدلے لے لیگا اور اگر مسلمان ہو تو دار مشفوعہ کو شراب و سور کی قیمت کے بدلے لیگا یہ بدائع مین ہی۔ ایک دار بعوض شراب کے فروخت کیا گیا اور اسکے دو شفیع ہین ایک کافر ہی اور دوسرا مسلمان ہی تو کافر اسمین سے نصف دار کو نصف شراب کے بدلے لیگا اور مسلمان نصف دار کو نصف شراب کی قیمت کے بدلے لیگا اور اگر ثمن مین سور قرار پائی ہو تو ہر شفیع نصف قیمت کے بدلے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اسکا شفیع ایک مسلمان اور ایک ذمی ہو پھر ذمی مسلمان ہوگیا تو ذمی بھی اسمین سے نصف دار بعوض نصف شراب کی قیمت کے لیگا جیسا کہ اگر وقت عقد کے مسلمان ہوتا تو یہی حکم تھا اور اسکا شفعہ باطل نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر کوئی دار بعوض شراب کے خریدا پھر بائع و مشتری مین سے ایک مسلمان ہوگیا اور ہنوز شراب پر قبضہ نہین ہوا ہی اور دار پر قبضہ ہوگیا ہی یا نہین ہوا ہی تو بیع ٹوٹ جائیگی ولیکن شفیع کا حق شفعہ باطل نہوگا پس اگر شفیع مسلمان ہو یا جس سے لینا ہی وہ مسلمان ہو تو شفیع اُسکو قیمت شراب کے بدلے لے لیگا اور اگر دونون کافر ہون تو شفیع اس دار کو اس شراب کے مثل کے بدلے لے لیگا اور اگر شراب پر قبضہ ہو جانیکے بعد دار پر قبضہ ہونے سے پہلے بائع و مشتری دونون مین سے کوئی مسلمان ہوگیا تو عقد بیع صحیح رہیگا اور اگر ذمی نے کنیسہ[۵۲] یا بیعہ یا آتش خانہ[۵۳] فروخت کیا تو بیع جائز ہی اور اُس مین شفیع کو شفعہ کا استحقاق ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مرتد نے کوئی دار خریدا پھر مرتد قتل کیا گیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفعہ خروج مبیع[۵۴] سے متعلق ہی اور یہ پایا گیا اور اسکے بعد عقد کا فسخ ہو جانا موجب بطلان شفعہ نہین ہی۔ اور اگر مرتد نے دار فروخت کیا پھر وہ قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسمین شفعہ نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر بائع مرتد دار الحرب مین

[۵۱] شفعہ نہوگا اسواسطے کہ ایک طرف سے مال معین ہی ۱۲ [۵۲] جبکہ یہودی یا نصرانی ہو ۱۲ [۵۳] آتش خانہ جبکہ آتش پرست ہو ۱۲ [۵۴] خروج مبیع یعنی بائع کی ملک سے خارج ہونا جبکہ بعوض مالی ہو ۱۲

جا ملنے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور شفیع کو اُسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دار الحرب مین جا ملنے و اُسکا مال تقسیم ہوجانیکے بعد وہ مسلمان ہوا تو اُسکی مبیع مین استحقاق شفعہ نہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک اسکی بیع جائز ہی اور اُسمین شفیع کا حق شفعہ ہی خواہ وہ مسلمان ہوجاوے یا دار الحرب مین جا ملے اور اگر مسلمان نے کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع ایک مرتد ہی اور وہ بسبب مرتد ہونے کے قتل کیا گیا یا خود مرگیا یا دار الحرب مین جا ملا تو اس دار مین اُسکا شفعہ نہوگا اور نہ اُسکے وارثون کا شفعہ ہوگا۔ اور اگر کسی عورت مرتدہ کا شفعہ واجب ہوا اور وہ دار الحرب مین جا ملی[1] تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر یہ عورت مرتدہ کسی دار کی فروخت کرنے والی ہو تو شفیع کو اُسمین استحقاق شفعہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص مرتد یا مرتدہ شفیع ہوا اور اُسنے شفعہ دیدیا تو جائز ہی اور اگر اُسنے شفعہ نہ دیا اور شفعہ مین دار مشفوعہ لینا چاہا تو قاضی اُسکے واسطے شفعہ کا حکم نہ دے گا لیکن اگر مسلمان ہوجاوے تو حکم دیگا اور اگر قاضی نے اُسکا شفعہ باطل کردیا پھر وہ مسلمان ہوا تو اُسکو شفعہ نہ ملے گا اور اگر قاضی نے اُسکو مہلت دی ہوتا کہ اپنے معاملہ[2] مین سوچ و فکر کرے پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اپنے شفعہ پر ہوگا مگر یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے خرید کا حال جاننے کیوقت شفعہ طلب کیا ہو اور اگر اسلام لانے کیوقت تک اُسنے شفعہ نہ طلب کیا ہو تو اس صورت مین اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا کیونکہ اُسنے طلب مواثبہ[3] کو فروخت ہونیکا حال جاننے کے بعد ترک کیا ہی اور اگر مرتد دار الحرب مین جا ملا پھر اُسکی میراث اُسکے وارثون مین تقسیم ہونے سے پہلے دار فروخت کیا گیا تو اُسکے وارثون کو استحقاق شفعہ ہوگا اور اگر مرتد نے کوئی دار کسی مسلمان یا ذمی سے بعوض شراب کے خریدا تو بیع باطل ہی اور اُس مین شفعہ نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر حربی مستامن نے کوئی دار خریدا پھر دار الحرب مین چلا گیا تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا جب اُس سے ملاقات ہو طلب کرسکتا ہی کیونکہ اُسکا دار الحرب مین چلا جانا مثل اُسکے مرجانے کے ہی اور مشتری کا مرجانا شفیع کے شفعہ کو باطل نہین کرتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مسلمان نے دار الاسلام مین کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع ایک حربی مستامن ہی پھر وہ دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا خواہ اُسکو خرید کا حال معلوم ہوا ہو یا نہوا ہو۔ اور اگر حربی مستامن نے ایک دار خریدا اور اُسکا شفیع بھی حربی مستامن ہی پھر دونون دار الحرب مین چلے گئے تو شفیع کو اُس مین شفعہ کا استحقاق نہوگا کیونکہ اُسکا دار الحرب مین چلا جانا ایسا ہی جیسا دار الاسلام والے کا دار الاسلام مین مرجانا اور یہ ظاہر ہی کہ دار مشفوعہ دار الاسلام مین ہی۔ اور اگر شفیع و مشتری دونون دار الحرب مین ہون پس اگر شفیع مسلمان یا ذمی ہو جو امان لے کر دار الحرب مین گیا ہی تو جسوقت وہ آگاہ ہوا اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا پھر اگر وہ دار الاسلام مین آیا حالانکہ وہ بیع کا حال جانتا ہی مگر اُسنے شفعہ طلب نہ کیا یہان تک کہ پھر کہین چلا گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر اُسنے شفعہ طلب کیا پھر اُسکو دار الحرب وغیرہ کی طرف کوئی سفر پیش آیا تو وہ اپنے شفعہ پر رہیگا اگر طالب شفعہ ہی۔ اور اگر شفیع کوئی حربی مستامن ہوا اور اُس نے طلب شفعہ کیواسطے

[1] قولہ جا ملی اور اگر وہ بات یہ کہی ہو تو اسکا شفعہ متوقف ہو یا بالفعل حاصل ہی علی الاختلاف ۱۲ [2] معاملہ یعنے ایمان کے معاملہ مین غور کرے ۱۲ [3] طلب مواثبہ فی الفور طلب کرنا ۱۲

وکیل کیا اور خود دارالحرب مین چلا گیا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کرنے کے بعد مرجانے کا حکم ہے - اور اگر شفیع کوئی مسلمان یا ذمی ہو اور اُس نے کسی حربی مستامن کو وکیل کیا پھر یہ وکیل دارالحرب مین چلا گیا تو اُسکی وکالت باطل ہو گئی اور شفیع اپنے شفعہ پر رہے گا کیونکہ وکیل مذکور کا دارالحرب مین چلا جانا مثل اُسکے مرجانے کے ہے اور وکیل کا مرجانا وکالت کو باطل کرتا ہے موکل کے شفعہ کو باطل نہین کرتا ہے پس ایسا ہی وکیل مذکور کا دارالحرب مین چلا جانا یہی حکم رکھتا ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر کسی مسلمان نے دارالحرب مین کوئی دار خریدا اور اُس کا شفیع بھی مسلمان ہے پھر اس دارالحرب کے سب لوگ مسلمان ہوگئے تو شفیع کو استحقاق شفعہ ہوگا - جاننا چاہیے کہ جو حکم کہ قضاء قاضی کا محتاج نہین ہے اُس مین دارالحرب و دارالاسلام یکسان ہے - اور جو حکم قضاء قاضی کا محتاج ہے وہ حکم اُن مسلمانون کے حق مین جو دارالحرب مین ہین ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ اس حکم کا سبب دارالحرب مین پیدا ہوا ہے اور اول کی مثال یہ ہے کہ جیسے خرید فروخت جائز ہے اور ام ولد[1] بنانا صحیح ہے اور عتق نافذ ہو جائے گا اور نماز و روزہ اُس پر واجب ہے پس یہ احکام سب احکام اسلام ہین اور جو مسلمان دارالحرب مین ہین اُن پر بھی جاری ہون گے اور ثانی کی مثال جیسے زنا کرنا چنانچہ اگر دارالحرب والے مسلمان نے زنا کیا پھر دارالحرب دارالاسلام ہوگیا تو اُسپر حد قائم نہ کیجائیگی کذا فی المحیط ✱

سولھوان باب - مرض مین شفعہ کے بیان مین - اگر مریض نے ایک دار دو ہزار درم کو خریدا حالانکہ اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہے اور اسکے سوائے اُس مریض کے پاس ہزار درم موجود ہین پھر مرگیا تو بیع جائز اور شفیع کو اُسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا کیونکہ مریض مذکور نے اس بیع مین بقدر ایک تہائی کے محابات[2] کی ہے اور اجنبی کے حق مین مریض کی طرف سے اسقدر محابات جائز ہوتی ہے پس اس دار مین شفیع کا شفعہ واجب ہوگا اور اگر مریض نے تین ہزار درم قیمت کا دار دو ہزار درم کو فروخت کیا اور اُسکا شفیع کوئی اجنبی ہے تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ دو ہزار درم مین لے لے یہ مبسوط مین ہے - ایک مریض نے اپنے ایک ہزار درم کو فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار درم ہے اور اُسکے سوائے مریض مذکور کا کچھ مال نہین ہے تو مشتری سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے اس دار کو دو ہزار درم کی دو تہائی مین لے لے ورنہ چھوڑ دے اور شفیع کو اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو ایکہزار درم اور ایک ہزار کی تہائی کے بدلے شفعہ مین لے لے (یعنے دو ہزار کی دو تہائی کے بدلے) یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مریض نے ایک دار بعوض دو ہزار درم کے میعادی ادھار فروخت کیا حالانکہ اُس کی قیمت تین ہزار درم ہے تو میعاد باطل ہو گی مگر مشتری کو اختیار دیا جائے گا چاہے بیع فسخ کر دے یا فی الحال دو ہزار درم ادا کر دے تاکہ وارثون کو اُن کا پورا حق پہونچ جاوے اور ان دونون مین جو بات مشتری نے اختیار کی بہر حال شفیع کو اختیار ہوگا

[1] ام ولد یعنے کسی باندی کو تحت مین لانا جس سے اولاد ہو پس وہ دارالحرب مین بھی صحیح ہے اسی طرح اگر اپنا غلام آزاد کیا تو عتق نافذ ہوگا [2] محاباۃ بیع مین عمداً قیمت سے بہت کمی کرنا ۱۲

چاہیے وارث مذکور کو نقد دو ہزار درہم کو لے لے اور اگر مریض نے ایک دار تین ہزار درہم کو ایک سال کے ادھار
پر فروخت کیا حالانکہ اسکی قیمت دو ہزار درہم ہے پھر مر گیا تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ ایک تہائی سے زیادہ مین ادھار کی
میعاد باطل ہے لیکن اسمین اختلاف ہے کہ یہ تہائی ثمن کے حساب سے اعتبار کیجائیگی یا قیمت کی راہ سے معتبر
ہوگی پس امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ثمن کے حساب سے معتبر ہوگی پس دو تہائی ثمن یعنے دو ہزار درہم فی الحال ادا
کرے اور باقی ایک ہزار درہم اپنی میعاد پر دے اگر اسکو بیع منظور ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ تہائی باعتبار
قیمت کے لگائی جاویگی پس اگر اسکو منظور ہو تو دو تہائی قیمت یعنے ایک ہزار تین سو تینتیس [۱۳۳۳] و ایک تہائی درہم فی الحال
ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر دے یہ محیط مین ہے۔ اگر مریض نے کوئی دار اسکی قیمت کے برابر داموں کو اپنے وارث
کے ہاتھ فروخت کیا اور اسکا شفیع کوئی اجنبی ہے تو اسکو شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ مریض کا مرض الموت مین اپنا کوئی مال عین
کسی وارث کے ہاتھ فروخت کرنا اگرچہ اس مال عین کی قیمت کے برابر داموں کے عوض ہو امام اعظم رح کے نزدیک فاسد [یعنے صحیح نہین ہے]
ہے الا اس صورت مین کہ باقی وارث لوگ اسکی اجازت دیدین۔ مگر صاحبین رح کے نزدیک جائز ہے تو شفعہ بھی واجب ہوگا
اور اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور وارث اسکا شفیع ہے تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک اسکو شفعہ نہ ملے گا
اسواسطے کہ شفعہ سے ایسا ہو جائیگا گویا اس نے ابتداءً وارث کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک
شفعہ واجب ہوگا اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ مریض نے قیمت کے برابر داموں کو فروخت کیا ہو اور اگر بیع مین
محابات کی مثلاً تین ہزار قیمت کا دار دو ہزار درہم کے عوض فروخت کیا پس اگر وارث کے ہاتھ فروخت کیا اور
اسکا شفیع کوئی اجنبی ہے تو اسمین کچھ شک نہین ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اسکو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا اور صاحبین رح
کے نزدیک بیع جائز ہے مگر بمقدار محاباۃ رد کیجائیگی پس شفعہ واجب ہوگا کذا فی البدائع اور اصح قول امام ابو حنیفہ رح کا
ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ بمحاباۃ فروخت کیا ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک وارث
کو شفعہ نہ ملیگا لیکن شفیع اسکو اسی صفقہ کے ساتھ اسطرح لیگا کہ اسکے پاس یہ صفقہ تحویل پاکر بتقدیر صفقہ ابتدائی ہو جائیگا
خواہ وارث لوگ اسکی اجازت دین یا اجازت نہ دین کیونکہ اجازت کا محل وہ عقد ہوتا ہے جو موقوف ہو اور یہان مشتری
کی خرید نافذ واقع ہوئی ہے کیونکہ دو ہزار درہم کے عوض فروخت کرنے مین ایک تہائی کی قدر[1] محابات ہے اور ساقط نافذ
ہے پس مشتری کے حق مین یہ محابات لغو ٹھہری تو حق شفعہ مین بھی لغو ہو گی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر دو شفیعون مین سے
فقط ایک وارث ہو تو دوسرا شفیع اسکو لے لیگا۔ اور اگر مریض نے حالت صحت مین اپنا دار بیچ کیا اور وارث نے شفعہ
مین لے لیا پھر بائع نے حالت مرض مین ثمن مین سے گھٹا دیا تو جائز نہین ہے مگر اس صورت مین کہ باقی وارث اسکی
اجازت دین اور اگر یہ گھٹانا وارث کے لینے سے پہلے واقع ہوا پس اگر وارث نے لیا [یعنے شفعہ مین لیا] تو گھٹانا باطل ہو جائیگا
اور اگر نہ لیا تو صحیح رہیگا یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہے۔ ایک مریض نے تین ہزار درہم قیمت کا دار بعوض
دو ہزار درہم کے فروخت کیا اور سوائے اس دار کے اسکا کچھ مال نہین ہے پھر مر گیا اور اسکا بیٹا اس دار کا شفیع ہے تو بیٹے کو

[1] ایک تہائی اسواسطے کہ کل قیمت تین ہزار درہم ہے تو ایک ہزار کی محاباۃ ہے ۱۲

اُسمین شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ اگر مریض مذکور ان دامون کے عوض بیٹے کے ہاتھ فروخت کرتا تو جائز نہوتا اور کتاب الوصایا مین مذکور ہی کہ صاحبین رحمہ کے قول کے موافق اگر بیٹا چاہے تو اسکو اُسکی قیمت کے عوض شفعہ مین لے سکتا ہی اور اصح یہی ہی جو یہان مذکور ہی کیونکہ جامع مین صریح فرمایا ہی کہ یہ بالاجماع سب ائمہ کا قول ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مریض کا اس دار کے سواے کچھ اور مال بھی ہو اور وارثون نے اجازت دیدی (یعنی تقسیم ۱۲) تو بالاتفاق اُسکو شفعہ حاصل ہوگا یہ شرح مجمع البحرین مین ہی۔ اگر کسی مریض نے اپنا دار فروخت کیا اور بیع مین محابات کی پھر مرض سے اچھا ہوگیا اور وارث اُسکا شفیع ہی پس اگر وارث نے ابتک بیع کا حال نہ جانا ہو تو اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہی کیونکہ جب مرض کے پیچھے صحت ہوجاوے وہ مرض بمنزلہ حالت صحت کے ہی اور اگر وارث کو بیع کا علم ہوا ہو مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یہانتک کہ مریض اچھا ہوگیا تو اُسکو شفعہ حاصل نہوگا۔ کذا فی المبسوط۔

ستر ھوان باب متفرقات کے بیان مین۔ امام محمد رحمہ نے جامع کبیر مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر شفیع نے دار مشفوعہ فروخت ہونیکے بعد اپنے اُس دار مین سے جسکے ذریعہ سے مستحق شفعہ ہی کسی قدر دار مشاع یعنی غیر مقسوم فروخت کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر کسی قدر دار مقسوم جو دار مشفوعہ سے متصل نہین ہی[1] فروخت کیا تو بھی اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر دار مشفوعہ سے ملحق حصہ مقسوم فروخت کردیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔ دو دار مین سے ایک دار اور دونون کا راستہ دو شخصون مین مشترک ہی اور دوسرا دار فقط تیسرے شخص کا ہی پھر تیسرے شخص نے اپنا دار خاص فروخت کیا تو دونون شخصون کو بذریعہ راستہ کے شفعہ حاصل ہوگا اور اگر دونون نے دار مشترکہ کو باہم تقسیم کرلیا پس ایک کے حصہ مین کسی قدر دار اور اُسکا پورا راستہ آیا اور دوسرے کے حصہ مین فقط بعض دار بدون راستہ کے آیا اور جس کے حصہ مین راستہ نہین آیا اُسنے اپنے حصہ کیواسطے ایک راستہ طریق اعظم کی طرف دروازہ توڑ کر بنالیا اور جو دار فروخت کیا گیا ہی اُسکے یہ دونون جار ہین تو جسکے حصہ مین مشترک راستہ آیا ہی وہ اس دار مبیعہ کے شفعہ کا اولاً مستحق ہوگا پھر اگر اُسنے اپنا شفعہ دیدیا تو دوسرا بذریعہ جوار کے اُسکو شفعہ مین لیگا اور اس تقسیم کی وجہ سے اُسکا شفعہ باطل نہوجائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر شفیع نے زمین کو شفعہ مین لیا پھر اس مین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر کسی شخص نے استحقاق ثابت کرکے وہ زمین لے لی اور اس مستحق نے شفیع کو حکم دیا کہ اپنی عمارت توڑ لے اور درخت اکھاڑ لے تو شفیع مذکور مشتری سے بقدر ثمن واپس لیگا اور عمارت و درختون کی قیمت نہ بائع سے واپس لے سکتا ہی اگر زمین مذکور اس سے لی ہو اور نہ مشتری سے لے سکتا ہی اگر زمین مذکور اُس سے لی ہو اور اسکے معنی یہ ہین کہ توڑنے و اکھاڑنے سے جسقدر نقصان ہوا وہ دونون مین سے کسی سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور ہمارے نزدیک شفعہ شفیعون کی تعداد پر ہوتا ہی (یعنی اُنکے حصص کی مقدار پر نہین ہوتا ہی) چنانچہ اگر ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو ایک کا نصف اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ ہو اور نصف کے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اور باقی دونون شریکون نے

[1] یعنے دار مشفوعہ سے ملحق حصہ مقسوم فروخت نہ کیا ۱۲ منہ

شفعہ طلب کیا تو حصہ مبیعہ دونون کو نصفا نصف شفعہ مین دلایا جائیگا اور اگر چھٹے کے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی دونون کو نصفا نصف دلایا جائیگا اور اگر بعض نے اپنا حق دیدیا تو حصہ مبیعہ باقی شفیعون مین اُنکی گنتی پر حصہ ہوکر ہر ایک کو تقسیم ہوگا اور اگر شفیعون مین سے کوئی غائب ہو تو حصہ مبیعہ حاضرین کے درمیان اُنکی گنتی کے موافق حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور اگر شفیع حاضر کے نام پورے حصے کے شفعہ کا حکم ہوگیا پھر دوسرا حاضر ہوا تو اُسکے نام آدھے کا حکم ہوگا اور اگر تیسرا حاضر ہوا تو اُسکے نام ہر ایک کے مقبوضہ کی تہائی کا حکم ہوگا اور اگر حاضر نے بعد ازانکہ اُسکے نام پورے حصہ کا حکم دیا گیا تھا اپنا حق شفعہ دیدیا تو پھر اُسکے سوائے جو شخص شفیع حاضر ہو وہ فقط نصف لے سکتا ہے یہ کافی مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دار فلان شخص کے ہاتھ اسقدر دامون کو فروخت کیا ہے اور ثمن وصول نہین کیا ہے اور فلان شخص نے کہا کہ مین نے تجھ سے نہین خریدا ہے تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اُسکو شفعہ مین لے لے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسنے یہ اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلان شخص حاضر ہے اور خریدسے انکار کرتا ہے اور اگر غائب ہو تو شفیع کو مشتری کے ساتھ کچھ خصومت نہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے دار کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور اس جار کو زعم ہے کہ اس دار مبیعہ کا رقبہ میرا ہے مگر اس بات کا خوف کرتا ہے کہ اگر مین نے اسکے رقبہ کا دعوے کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفعہ کا دعوے کیا تو یہ دعوے نہ کرسکے گا کہ یہ رقبہ دار میرا ہے تو اسکو کیا کرنا چاہیے جس سے اُسکا شفعہ باطل نہو تو مشائخ نے فرمایا کہ یون کہے کہ یہ دار میرا ہے اور مین اسکے رقبہ کا دعوے کرتا ہون سو اگر مجھے مل گیا تو خیر ورنہ مین اسکے حق شفعہ پر ہون (اس سے اُسکا شفعہ باطل نہوگا) کیونکہ یہ سب ایک کلام ہے پس شفعہ سے سکوت[1] متحقق نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ اگر شفیع نے اسکے رقبہ کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میرے گواہ غائب ہین لیکن مین اسکو شفعہ مین لیے لیتا ہون تو یہ کلام اس بات کا اقرار ہے کہ بائع اسکا مالک ہے پس اسکے بعد اُسکے گواہ مقبول نہ ہون گے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ ملک کا دعوے کرنے سے اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر اُسنے نصف دار کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مین اسکے گواہ قائم کرونگا اور باقی کو شرکت کے ذریعہ سے لونگا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص کا دار ہے کہ اُسکو ایک غاصب نے غصب کر لیا پھر اُسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور غاصب و مشتری دار و شفعہ سے انکار کرتے ہین تو اُس شخص کو چاہیے کہ شفعہ طلب کر لے تاکہ جسوقت دار مغصوبہ کی نسبت اپنی ملک کے گواہ قائم کرے تو شفعہ ثابت رہے اور جسوقت طلب کرے تو غاصب کو قاضی کے پاس لیجائے اور قاضی کو صورت حال سے آگاہ کرے پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام دار مغصوبہ کی ملک اور

---

[1] سکوت الخ اور اگر اسنے پہلے رقبہ کا دعویٰ کیا پھر ثبوت نہ پایا تو شفعہ کا دعوے کیا تو اب شفعہ نہ ملے گا اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ رقبہ کا دعوے کرنے سے شفعہ باطل ہے اگرچہ ایک ہی کلام سے طلب کرے ۱۲

دوسرے دار کے شفعہ کیواسطے حکم دیا جائیگا اسواسطے کہ جو بات گواہوں سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے بمعاینہ ثابت ہوئی اور اگر اُسنے گواہ قائم نہ کیے تو قاضی اُن دونوں سے قسم لیگا پس اگر دونوں قسم کھا گئے تو مدعی کے نام دونوں مین سے کسی دار کی ڈگری نہ کریگا اور اگر دونوں نے قسم سے انکار کیا تو اُسکے نام دونوں دارون کی ڈگری کردیگا اور اگر غاصب نے قسم کھالی اور مشتری نے انکار کیا تو اُسکے نام دار مغصوبہ کی ڈگری نہ کریگا مگر شفعہ کی ڈگری کردیگا اور اگر اسکے برعکس واقع ہو تو اس کے برعکس حکم دیگا کیونکہ قسم سے انکار کرنا اقرار ہے اور اقرار خاص اُسی کے حق مین حجت ہوتا ہے جس نے اقرار کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک دار فروخت کیا گیا اور اُسکا ایک شفیع ہے پس اس دار کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور مشتری اول نے اسکا شفعہ طلب کیا اور اُسکے نام حکم ہوگیا پھر شفیع مذکور حاضر ہوا تو اُسکے واسطے اُس دار کی جو اُسکے پہلو مین واقع ہے ڈگری کردیجائیگی اور دوسرے دار کا مشتری کے نام حکم قضاء باقی رہیگا اور اگر شفیع مذکور دونوں دار کا جار ہوا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اُسکے نام پورے اول دار اور نصف دوسرے دار کی ڈگری کیجائیگی یہ بدائع مین ہے۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نصف دار خریدا پھر باقی نصف دوسرے شخص نے خریدا پس مشتری اول نے اس سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور قاضی نے بوجہ شرکت کے اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کی پھر جار نے دونوں شخصوں مین مخاصمہ کیا تو پہلی خرید کا نصف دار اُسکو استحقاق شفعہ مین ملیگا اور دوسرے نصف مین اُسکا کچھ حق نہوگا اسوجہ سے کہ اُسکے ساتھ حکم قضاء متعلق ہوچکا ہے اسیطرح اگر ایک ہی مشتری نے پہلے نصف دار خریدا ہو پھر دوسرا نصف خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر دوسرے نصف کا مشتری پہلے نصف کے مشتری کے سوائے دوسرا شخص ہو اور اُسنے دوسرے مشتری سے کچھ مخاصمہ نہ کیا یہانتک کہ جار نے نصف اول شفعہ مین لے لیا تو جار ہی اس دوسرے نصف کا اولٰی حقدار ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اصل یہ ہے کہ شفعہ کا استحقاق اُسی ملک سے ہوتا ہے جو خرید کے وقت قائم ہو نہ اُس ملک سے جو پھر پیدا ہوجاوے اسواسطے کہ سبب شفعہ دو ملکون کا اتصال ہے پس خرید کیوقت اُسکے موجود ہونیکا اعتبار ہے اور جب لے لیا تو بمنزلہ استحقاق کے ہوگیا پس اگر بحکم قاضی لیا ہو تو اُسکا ثبوت تمام لوگون کے حق مین ہوجائیگا اور اگر برضامندی لیا تو خاصۃً انھین دونون کے حق مین ثابت ہوگا۔ ایک دار دو ہزار درم کو خریدا اور دونوں نے باہم قبضہ کرلیا پھر ایک شخص نے کچھ دعوے کیا اور مشتری نے انکار اُس سے پانچسو درم پر صلح کرلی پھر شفیع نے مشتری سے دار مذکور بیع اول پر لے لیا تو مدعی نے جو کچھ مشتری سے لیا ہے وہ مشتری کو واپس دے کیونکہ قاضی نے ہرگاہ شفعہ کا حکم دیدیا تو ضرور یہ بھی حکم دیا (بحکم قاضی ۱۲ منہ) کہ یہ دار بایع کی ملک ہے پس ظاہر ہوگیا کہ اُسکے و مدعی کے درمیان کچھ خصومت نہین ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی نے جو مال لیا ہے وہ اپنے کسی حق کے عوض نہین لیا اور نہ دفع خصومت کے مقابلہ مین لیا ہے پس صلح ٹوٹ گئی اور اگر شفیع نے بغیر حکم قضاء لیا ہو تو مدعی مال صلح مشتری کو واپس نہ دیگا کیونکہ شفیع نے باہمی رضامندی

۱؎ قضاء یعنے قاضی نے مشتری اول کیواسطے حکم دیدیا ایسی حالت مین کہ مشتری مبیعہ ملک شفیع تھا تو اب شفیع وہ نہین لے سکتا کیونکہ خرید کے وقت شفیع کی ملک نہ تھی ۱۲ منہ

سے لیا ہو اور دونون کی باہمی رضامندی انھین دونون کے حق مین حجت ہو کسی غیر کے حق مین حجت
نہین ہو پس یہ لینا ایسا ہو کہ گویا دونون کے درمیان بیع جدید ہوئی پس ظاہر ہوا کہ مشتری مدعی مین کچھ
خصومت نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک دار میراث پایا پھر اُسکے پہلو مین دوسرا دار
فروخت کیا گیا اُس نے یہ دار شفعہ مین لیا پھر دوسرے دار کے پہلو مین تیسرا دار فروخت کیا گیا پھر موروثی دار
کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور مستحق نے شفعہ طلب کیا تو مستحق دوسرے دار کو شفعہ مین لے لیگا
اور تیسرے دار کا مقدم حقدار وارث ہوگا ایسا ہی امام قدوری نے ذکر فرمایا اور یہ ذکر نہ فرمایا کہ اگر مستحق نے
شفعہ طلب نہ کیا تو کیا حکم ہو اور منتقی مین مذکور ہو کہ دوسرا دار اُس شخص کو واپس دیا جائیگا جس پر شفعہ کی ڈگری
ہوئی ہو یعنے جسنے اسکو خریدا تھا اور تیسرا دار اُسی کے قبضہ مین چھوڑ دیا جائیگا جسکے قبضہ مین ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ ایک شخص
نے ایک دار خریدکر اسپر قبضہ کر لیا اور شفیع نے اُسکو لینا چاہا پس مشتری نے کہا کہ مین نے اُسکو فلان شخص کے ہاتھ
فروخت کر دیا اور وہ میرے قبضہ سے باہر ہو گیا پھر اُسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہو تو اُسکے قول کی تصدیق
نہ کیجائیگی اور شفیع کا خصم ضرور ٹھہرایا جائیگا اور اگر اُسنے اس بات کے گواہ قائم کیے تو گواہی کی سماعت نہوگی اسیطرح
اگر اُسنے کہا کہ مین نے دار مذکور فلان شخص کو ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر میرے پاس ودیعت رکھا ہو تو اُسکا
قول قبول نہوگا اور اگر اس بات پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہون کی سماعت نہوگی اور اگر پہلی صورت مین دوسرا
مشتری اور دوسری صورت مین موہوب لہ آیا اور حال یہ گذرا کہ قاضی شفیع کیواسطے شفعہ کا حکم دیچکا ہو پھر مشتری یا موہوب لہ
نے آکر خرید یا ہبہ کے گواہ قائم کیے تو گواہون کی سماعت نہوگی اور شفعہ کیواسطے جو حکم قضا ہو وہ خرید و ہبہ
کا نقیض ہو اسواسطے کہ جو شخص قابض تھا وہ مقضی علیہ ہوا پس جو شخص اُسکی جانب سے ملک حاصل کرنیکا دعوے کرے وہ بھی
مقضی علیہ ہو گیا ایک دار زید کے قبضہ مین ہو وہ دعوے کرتا ہو کہ مین نے عمرو سے خرید کر اُسکو ثمن دیدیا ہو اور
یہ دار عمرو کا معروف ہو اور عمرو دعوی کرتا ہو کہ مین نے یہ دار زید کو ہبہ کیا تھا اور عمرو نے زید سے رجوع کرنا چاہا تو
عمرو کا قول قبول ہوگا اور اگر ہنوز قاضی نے واہب کے نام واپس لینے کا حکم نہ دیا ہو کہ شفیع حاضر ہوا تو شفیع اس
دار کا بنسبت واہب کے زیادہ حقدار ہو اور اگر شفیع حاضر نہوا تو قاضی واہب کیواسطے ہبہ سے رجوع کا حکم دیدیگا
اور جب اُسنے واہب کیواسطے رجوع کا حکم دیدیا پھر شفیع حاضر ہوا تو رجوع ہبہ توڑ دیا جائیگا اور دار مذکور شفیع
کو دیا جائیگا۔ اور اگر قابض یعنے زید نے یہ دعوی کیا کہ مین نے عمرو سے اس شرط سے خریدا تھا کہ عمرو کو خیار حاصل ہو
اور ثمن ادا کر دیا تھا اور عمرو نے یہ دعوی کیا کہ مین نے ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہو اور شفیع حاضر ہوا تو اُسکو شفعہ مین لے لیگا
اور خیار باطل ہو جائیگا کیونکہ مالک دار یعنی عمرو نے ہر گاہ اقرار کیا کہ مین نے زید کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہو
تو ضرور یہ اقرار کیا قابض کی ملک ثابت ہوئی اور خیار ساقط ہو گیا اور قابض یعنے زید مقر ہو کہ مین نے خریدا ہو
پس قابض کے اقرار خرید سے اصل مالک کے خیار ساقط ہو جانے سے اس دار مین شفعہ ثابت ہو جائے گا کتاب الاصل مین لکھا
ہے کہ اگر دار مشفوعہ بائع کے قبضہ مین ہو اور قاضی نے بائع پر شفیع کے شفعہ کی ڈگری کی

پھر شفیع نے بائع سے اقالہ کی درخواست کی تو بائع کا اقالہ کرنا جائز ہے اور یہ دار بائع کی ملک میں عود کر جائیگا مشتری کی ملک میں عود نہ کریگا اور مشتری کے حق میں قرار دیا جائیگا کہ گویا بائع نے یہ دار شفیع سے خریدا ہے اسیطرح اگر دار مشفوعہ مشتری کے قبضہ میں ہو اور قاضی نے شفیع کیواسطے شفعہ دار کی ڈگری کر دی اور شفیع نے مشتری سے لیکر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک دار مذکور بائع کی ملک ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر شفیع کیواسطے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا اور بعد اس حکم کے دار مشفوعہ پر قبضہ کر لینے سے پہلے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے شفیع مر گیا تو دار مذکور وارثان شفیع کو ملیگا اسواسطے کہ شفعہ کیواسطے قاضی کا حکم بمنزلہ بیع کے ہے اور اگر دار مشفوعہ لینے کے بعد شفیع مر گیا تو یہ دار اُسکے وارثوں میں میراث ہوگا اور اگر قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے یہ درخواست کی کہ یہ دار ثمن میں کچھ بڑھا کر مجھے واپس دے اور یہ زیادتی ثمن کی مجلس سے ٹھہرائی یا غیر مجلس سے ٹھہرائی شفیع نے ایسا ہی کیا تو پہلے داموں کے بدلے دار مذکور مشتری کا ہو جائیگا اور زیادتی باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ دار مذکور مشتری کو واپس دینا بمنزلہ اقالہ کے ہے اور اقالہ فقط پہلے ہی ثمن پر ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر شفیع کیواسطے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا پھر اُسکے بعد مشتری نے شفیع سے کہا کہ یہ دار ثمن میں کچھ بڑھا کر بائع کو واپس دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ بھی اقالہ کیا اور اقالہ جس طرح بائع و مشتری میں ہوتا ہے ویسا ہی بائع و شفیع میں متحقق ہوگا۔ یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر بیع واقع ہونیکے بعد شفیع شفعہ میں لینے سے پہلے مر گیا تو ہمارے نزدیک اُس کے وارث کو شفعہ میں لینے کا استحقاق نہوگا اور اگر دار مشفوعہ کی بیع اُسکی موت کے بعد ہو تو وارث اُسکو شفعہ میں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر بائع و مشتری مر گئے اور شفیع زندہ موجود ہے تو اُسکو شفعہ میں لینے کا اختیار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مشتری مر گیا اور شفیع زندہ ہے تو اُسکو شفعہ حاصل ہے اور اگر میت پر قرضہ ہو تو دار مشفوعہ اُسکے دین کیواسطے فروخت نہ کیا جائیگا بلکہ شفیع اُسکو شفعہ میں لے لیگا اگرچہ دار مذکور سے قرضخواہ و شفیع دونوں کا حق متعلق ہے۔ یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی یا اُسکے وصی نے اس دار کو میت کے قرضہ میں فروخت کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بیع کو باطل کر کے اُسکو شفعہ میں لے لے جیسا کہ اگر مشتری نے اپنی زندگی میں اُسکو فروخت کیا تو یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر میت نے اس دار کے لیے وصیت کی تو بھی شفیع اُسکو لے لیگا اور وصیت باطل ہو جائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دو طرح کی طلب سے شفعہ کو ثابت کر لیا تھا پھر مر گیا تو اُسکے وارث کو یہ اختیار نہوگا کہ شفعہ میں لے لے کذا فی السراج اور اگر شفیع اس دار کا مالک مشتری کے سپرد کرنے سے ہوا پھر مر گیا تو یہ دار اُسکے وارثوں میں میراث ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر بائع نے مشتری کے ذمہ سے کسیقدر ثمن گھٹا دیا تو شفیع کے ذمہ سے بھی اسقدر کم ہو جائیگا اسیطرح اگر شفیع نے دار مشفوعہ ثمن دیکر لے لیا پھر بائع نے مشتری سے کسیقدر ثمن گھٹا دیا تو بھی شفیع کے ذمہ سے اسیقدر ساقط ہو جائیگا حتے کہ شفیع نے جسقدر ثمن ادا کیا ہے اس سے اسقدر واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر بائع نے مشتری کو بعض ثمن سے بری کیا یا اسکو ہبہ کر دیا تو اسکا حکم بھی گھٹا دینے کے مانند ہے اور شفیع دار مشفوعہ

کو باقی ثمن کے عوض لے لیگا اور اگر بائع نے مشتری کے ذمہ سے سب ثمن ساقط کر دیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط نہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ پورا ثمن گھٹا دیا بکلمہ واحدہ ہو اور اگر چند بار کرکے گھٹا یا تو شفیع اس دار مشفوعہ کو اخیر ثمن پر لے لیگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر مشتری نے بائع کیواسطے ثمن مین کچھ بڑھا دیا تو یہ زیادتی شفیع پر لازم نہوگی حتے کہ شفیع اُسکو ثمن اول پر لے سکتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار ہزار درہم کو خریدا اور باہم قبضہ کر لیا پھر بائع کیواسطے ثمن مین ایک ہزار درہم بڑھا دیئے بدون اسکے کہ بیع کا مناقضہ کیا ہو پھر شفیع کو دو ہزار درہم کا حال معلوم ہوا یہ معلوم نہوا کہ ثمن ایک ہزار درہم تھا پس شفیع نے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی اُسکو دو ہزار درہم مین لے لیا پس اگر بحکم قاضی لیا ہو تو قاضی اس حکم کو باطل کرکے پھر حکم دیگا کہ شفیع اُسکو شفعہ مین ایک ہزار درہم کے عوض لے لے کیونکہ حکم اول ایسی چیز کیواسطے تھا جو شفعہ کے ساتھ واجب تھی اور اگر اُسنے بغیر حکم قاضی لیا ہو تو یہ از سر نو خرید ہی پس نہ ٹوٹے گی - اور جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر ایک دار خرید کرکے دوسرے کو ہبہ کر دیا پھر شفیع آیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک شفیع اُس دار کو لیکر اُسکا ثمن کسی عادل کے پاس رکھدیگا و امام محمد رح کے نزدیک جبتک واہب حاضر نہو تب تک نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک مکاتب بقدر وفاے کتابت مال چھوڑ کر مر گیا پھر اُسکے جوار مین ایک دار فروخت کیا گیا پھر وارثون نے اُسکا مال کتابت ادا کر دیا تو ان وارثون کو شفعہ ملے گا کیونکہ مکاتب کی آزادی کا حکم اُسکی آخر حیات سے دیا گیا پس اُسکے وارثون کا جوار اس دار کے بیع ہونے سے پہلے ثابت ہو گیا یہ کافی مین ہی - ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکا ایک شفیع ہی پس شفیع نے کہا کہ مین نے بیع کی اجازت دی اور مین اُسکو شفعہ مین لے لونگا یا کہا کہ مین بیع پر راضی ہوا اور مین شفعہ مین لونگا یا کہا کہ مین نے بیع تسلیم کی اور مین شفعہ لونگا اور فتاوی مین ہی کہ یا یون کہا کہ میرا اس دار مین کچھ حق نہین ہی تو شخص مذکور اپنے شفعہ پر رہیگا بشرطیکہ اُسنے کلام موصول بیان کیا ہو اور اگر فصل کیا مثلاً سکوت کرکے پھر کہا کہ مین شفعہ مین لونگا تو اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُسکے شفیع نے آکر دعوی کیا کہ اس مشتری کے خریدنے سے پہلے مین نے یہ دار اس بائع سے خریدا تھا اور مشتری نے اُسکے دعوی کی تصدیق کی اور دار مذکور اُسکو دیدیا پھر ایک دوسرا شفیع آیا اور اُسنے شفیع کے خریدنے سے انکار کیا تو پورا دار شفعہ مین لے لیگا اور اگر مشتری نے شفیع سے ابتدا مین یون کہا ہو کہ تو نے میرے خریدنے سے پہلے یہ دار خریدا تھا اور وہ تیری خرید ہی اور شفیع نے کہا کہ مین نے اُسکو نہین خریدا تھا اور مین اسکو اپنے شفعہ مین لیتا ہون پس شفیع نے مشتری سے لے لیا پھر دوسرا شفیع آیا تو دوسرے کو فقط نصف دار ملسکتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص سے ایک دار خریدا اور کہا کہ مین نے فلان شخص کیواسطے خریدا ہی اور اسپر گواہ کر لیے پھر شفیع آیا تو مشتری اُسکا خصم قرار دیا جائیگا لیکن اگر مشتری نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے مجھے وکیل کیا تھا تو البتہ خصم نہ ٹھہرایا جائیگا - اور اگر بائع

---

(۱) یعنے پہلے سب شفیع سے ساقط ہوجائینگے مگر اخیر ساقط نہوگا ۱۲ منہ

و مشتری نے کہا کہ ہم نے اس دار کو بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے خرید فروخت کی ہے اور شفیع نے کہا
کہ نہیں بلکہ ہزار درم کے عوض بیچا ہے تو شفیع کا قول قبول ہوگا اور شرح طحاوی مین لکھا ہے کہ خریدے کے وکیل نے اگر
کوئی دار خریدا اور شفیع حاضر ہوا تو وکیل سے لے لیگا اور عہدہ[۱] وکیل پر ہوگا اور موکل کی موجودگی کی طرف التفات
نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا پھر غلام کو کانا پایا اگر اسپر راضی ہو گیا
تو شفیع اس دار کو اس غلام صحیح سالم کی قیمت کے بدلے لیگا اور اسیطرح اگر بسبب عیب کے اس کو واپس کیا تو
بھی یہی حکم ہے کیونکہ جسوقت بیع واقع ہوئی تو صحیح سالم غلام ٹھہرا تھا عیب والا نہین ٹھہرا تھا یہ محیط سرخسی مین ہے۔
ایک شخص نے ایک عقار[۲] بعوض درمون کے جو بطور جزاف تھے خریدا اور بائع و مشتری دونون نے اس امر پر
اتفاق کیا کہ جزافی درمون کی تعداد ہم کو نہین معلوم ہے اور بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے یہ درم بائع کے
پاس تلف ہو گئے تو شفیع کو کیا کرنا چاہیے تو قاضی امام ابوبکر رح نے فرمایا کہ دار کو شفعہ مین لیکر اپنے زعم کے
موافق ثمن ادا کرے لیکن اگر مشتری نے اس مقدار پر زیادتی ثابت کی تو ایسا نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص
کے پاس ایک زمین ہے کہ جس پر مؤنت[۳] اور خراج بہت ہے کہ جسکی وجہ سے اس کو کوئی نہین خریدتا ہے پس
اسکو مالک نے اپنے ایک دار کے ساتھ جسکی ہزار درم قیمت ہے ایک ہزار درم کو فروخت کیا اور اس دار
کا ایک شفیع ہے تو اس دار کو اسکے حصہ ثمن کے بدلے لے لیگا پس ثمن اس دار کی قیمت پر اور زمین کی اس قیمت
کہ صاحب سلطان اگر خریدین تو لگاوین اور اگر کوئی بھی اسکی خرید کیطرف رغبت نہ کرتا ہو تو اسکی وہ قیمت لگائی
کیجائیگی جو آخر وقت مین تھی جسوقت لوگون کی رغبت اس سے جاتی رہی ہے کیونکہ تقسیم کا مدار قیمت پر ہے کذا فی التتمہ
اور یون کہا جاسکتا ہے بنا بر قول امام اعظم رح کے پورے ہزار درم بمقابلہ دار کے قرار دیے جاوین اگر اس زمین کی
بالکل کچھ قیمت نہو یہ محیط مین ہے۔ اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار
ہے اور قاضی جانتا ہے کہ یہ دار اسی کا ہے پس اسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور اسکے فروخت ہونیکے بعد شفیع نے کہا کہ میرا
یہ دار فلان شخص کا ہے کہ ایک سال ہوا جب مین اسکے ہاتھ فروخت کر چکا ہون اور یہ اقرار ایسے وقت مین کیا کہ اگر اسوقت
اپنے واسطے شفعہ طلب کرتا تو لے سکتا تھا تو اسکو شفعہ نہ ملیگا اور نہ اس مقرلہ کو ملیگا تاوقتیکہ اس بات کے گواہ نہ دے
کہ مین نے خریدا ہے اسلیے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے کہ فقط مقر کے حق مین صحیح ہوتی ہے اور غیر کے حق مین متعدی[۴] نہین
ہوتی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے شفیع کیواسطے خیار کی شرط کی پس شفیع نے کہا
کہ مین نے بیع اس شرط سے اختیار کر لی کہ مجھے شفعہ حاصل ہے تو جائز ہے اور اگر اسنے یہ نہ کہا ہو کہ اس شرط سے

سلہ عہدہ یعنی شفیع کے واسطے مسلم ہونے کا ذمہ وکیل پر ہے ۱۲ سکه عقار زمین و کھیت و حویلی وغیرہ اراضی و قولہ بطور جزاف یعنی
درمون کا وزن معلوم نہین بلکہ ڈھیری لگی ہے اور اسی ڈھیری کے عوض خریدا ۱۲ سکه مؤنت بار محنت و
و لگان ۱۲ سکه متعدی یعنے غیر پر اسکا اثر نہین ہوتا تو شفیع سوائے اشتہار کے گواہ لادے جو سبب
حجت ہے ۱۲

کہ مجھے شفعہ حاصل ہی تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا مگر چاہیے یہ ہی کہ شفیع تاخیر کر دے تاکہ خود بائع اجازت دیدے یا
مدت گذر جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شفیع نے بلا حکم قاضی زمین مشفوعہ پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ شخص اہل استنباط
مین سے ہی اور جانتا ہی کہ بعضے علماء نے ایسا فرمایا ہی تو فاسق نہوگا اور اگر نہین جانتا ہی تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ
وہ ظالم ٹھہرا بخلاف اول کے کہ وہ ظالم نہوگا یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ ایک شخص نے ایک مشتری پر بذریعہ جوار کے
شفعہ کا دعوے کیا اور مشتری شفعہ جوار کا قائل نہین ہی اور اُسنے شفعہ سے انکار کیا تو اُس سے اس طور سے قسم
لیجائیگی کہ واللہ میری جانب اس شخص کا حق شفعہ بنا بر قول ایسے مجتہد کے جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہی۔
ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ اُسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو شفعہ حاصل
ہوگا۔ ایک شخص نے ایک دار شفعہ مین طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے تجھے شفعہ مین دیا پس اگر شفیع کو ثمن معلوم ہی
اور اس صورت مین تسلیم صحیح ہی تو دار مذکور شفیع کی ملک ہو جائیگا اور اگر شفیع کو ثمن نہین معلوم ہی تو دار مذکور شفیع کی ملک
نہو جائیگا اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو ہزار درم قیمت کا ایک دار چھوڑا اور
اُسپر ہزار درم قرضہ ہی اور اُسنے تہائی مال کی کسی شخص کیواسطے وصیت کی ہی اور قاضی کی راے مین یہ مصلحت معلوم
ہوا کہ پورا دار فروخت کرے اور وارث و موصی لہ دونون اُسکے شفیع ہین تو دونون اُسکو شفعہ مین لین گے اور اگر
اُسپر قرضہ نہو اور اُسکے وارثون مین کوئی نابالغ ہو پھر قاضی کی راے مین دار مذکور کا فروخت کرنا مصلحت معلوم
ہوا تو موصی لہ اور وارثان بالغ کو شفعہ نہ ملیگا اور نہ نابالغ کو ملیگا اگر اُسنے بعد بالغ ہونیکے طلب کیا یہ جامع کبیر مین
ہی۔ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوکان خریدی اور شفیع نے شفعہ طلب کیا اور مشتری نے
اُسکا شفعہ دیا لیکن دونون نے اُسکے ثمن مین جھگڑا کیا اور شفیع نے دوکان نہ لی یہانتک کہ ایک مدت گذر گئی
پھر چاہا جسقدر مشتری نے بیان کیا اُسی کے عوض لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن اگر مشتری راضی ہو جاوے
تو ہو سکتا ہی[۱] اور اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ ثمن وہی تھا جو شفیع نے کہا تھا تو اُسکو لے لینے کا اختیار ہوگا اور جب یہ
بات صحیح ہو جائے کہ ثمن اُسیقدر تھا جسقدر شفیع نے کہا تھا تو اُسکا شفعہ باطل نہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی ایک
شخص کے قبضہ مین ایک دار ہی پھر ایک شخص نے آکر اُسکے شفعہ کا دعوے کیا اور قابض سے کہا کہ تو نے اسکو
فلان شخص سے خریدا ہے اور فلان شخص یعنے بائع نے اُس کے قول کی تصدیق کی اور قابض
نے کہا کہ مین نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور شفیع نے اس بات کے گواہ دیے کہ یہ
دار بائع مذکور کے باپ کا تھا اور وہ مرگیا اور اُس نے بائع کیواسطے میراث چھوڑا ہے اور اُسنے
بیع کے گواہ قائم نہ کیے تو قاضی قابض سے فرمائے گا کہ تیرا جی چاہے شفیع کے قول کی تصدیق
کرکے اُس سے ثمن لے لے اور عہدہ اُس کا تجھپر ہوگا پس اگر اُسنے انکار کیا تو شفیع اس دار کو لیکر اسکا

---

[۱] ہو سکتا ہی کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا تو شفعہ ابھی تک ساقط نہین ہوا جب کہ ثمن وہی ہو جو شفیع نے کہا تھا تو درحقیقت
مشتری سے حق شفعہ مل گیا ورنہ مشتری سے از سر نو بیع کرے۔ ۱۲ منہ

ثمن بائع کو دیدیگا اور بائع یہ ثمن مشتری کو دیدیگا اور اُسکا عہدہ[ف۱] بائع پر ہوگا۔ اسی طرح اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے ہبہ کیا ہی اور شفیع نے کہا کہ تو نے فلان شخص سے خریدا ہی اور بائع نے شفیع کی تصدیق کی تو اُسمین بھی وہی حکم ہی جو ہم نے بتفصیل بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ دار ہاے مکہ معظمہ کی بیع صحیح نہین لیکن اُنکی عمارت فروخت کرسکتا ہی اور اُنمین شفعہ بھی نہین ہی اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ دار ہاے مکہ معظمہ کی بیع صحیح ہی اور اُنمین شفعہ بھی ہوتا ہی اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر شفیع نے دار مشفوعہ مین عمارت بنائی پھر دار مذکور مین کوئی عیب پایا تو بقدر نقصان عیب مشتری سے واپس لیگا اور مشتری بھی بائع سے واپس لیگا بشرطیکہ مشتری نے بحکم قاضی دیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر مشتری نے ایک دار اس شرط سے خریدا کہ بائع اُسکے ہر عیب موجودہ سے بری ہی یا اُسمین کوئی عیب ایسا موجود تھا جسکو مشتری جانتا تھا مگر وہ راضی ہوگیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ عیب پر راضی ہو اور واپس کر دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اصل مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور یہ شخص اُسکا شفیع تھا اور ایک شخص دوسرا اسکا شفیع ہی کہ وہ غائب ہی پھر مشتری نے اُسمین سے ایک بیت مع اُسکے راستہ کے کسی کو صدقہ مین دیدیا پھر جو کچھ باقی رہا اُسکو فروخت کر دیا پھر شفیع غائب نے آکر چاہا کہ مشتری کا عقد صدقہ توڑ دے اور اُسکی بیع توڑ دے پھر جو دیکھا تو مشتری نے باقی دار اُسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی جسکو صدقہ دیا تھا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ کل دار مین اُسکا صدقہ توڑ دے الا فقط آدھے[ف۲] مین توڑ سکتا ہی اور اگر اُسنے باقی دار کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو تو شفیع غائب کو اختیار ہوگا کہ اُسکا کل دار کا صدقہ توڑ دے اور یہ بھی کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ بیع مین شفعہ دیدینا ہبہ بشرط عوض مین بھی تسلیم شفعہ ہوجاتا ہی حتی کہ اگر شفیع کو یہ خبر دیگئی کہ دار مشفوعہ فروخت کیا گیا ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ فروخت نہین کیا گیا بلکہ مالک نے بشرط عوض ہبہ کیا ہی تو اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا اسی طرح ہبہ بشرط عوض مین شفعہ دیدینا عقد بیع مین بھی تسلیم[ف۳] شفعہ ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور وہ بسبب جوار کے اُسکا شفیع ہی پھر دوسرے جار نے شفعہ طلب کیا اور مشتری نے پورا دار اُسکو دیدیا تو نصف دار شفعہ مین اور نصف دار بوجہ خرید کے قرار دیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی اگر کوئی دار اس شرط سے فروخت کیا کہ فلان شخص اُسکے ثمن کا کفیل ہووے حالانکہ یہ شخص (یعنی جسکو کفیل کیا ۱۲) اسکا شفیع ہی تو اسکا شفعہ نہ رہیگا اگر کفالت قبول کی یہ قنیہ مین ہی اور اگر قرضہ سے کسی دار پر صلح واقع ہوئی پھر دونون نے اقرار کیا کہ قرضہ[ف۴] کچھ نہ تھا تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر بجاے صلح کے بیع واقع ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ[ف۵] ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک باندی بعوض ہزار درہم کے خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے

ف۱ عہدہ یعنی لگان کی بابت جو درک پیش آوے بائع اسکا ذمہ دار ہی ۱۲ م ف۲ آدھے مین جبکہ صدقہ نصف ہو ۱۲ م
ف۳ تسلیم الخ چنانچہ اگر ہبہ بشرط عوض جانکر شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ بیع ہوا ہی تو شفعہ نہ رہا ۱۲ ف۴ یعنی غلطی سے ایسا واقع ہوا ۱۲ ف۵ اگرچہ دونون اقرار کرین کہ قرضہ کچھ نہ تھا ۱۲

باندی مین ایسا عیب پایا کہ جس سے باندی مین دسوین حصہ کا نقصان آتا ہو پھر بائع نے خواہ اقرار کیا یا انکار کیا مگر ایک دار پر صلح کر لی تو شفیع اس دار کو استحساناً بعوض حصہ عیب کے لے سکتا ہو اسواسطے کہ یہ عیب مال ہو اسیوجہ سے اگر واپس کرنا ممتنع ہوتا ہو تو قیمت نقصان مشتری واپس لیتا ہو حالانکہ محض حق کا معاوضہ لینا نہین جائز ہو[1] اور اگر اس حصہ عیب کے عوض کوئی چیز خریدے تو بیع جائز ہوتی ہو پس ثابت ہوا کہ یہ دار بمقابلہ مال کے حاصل کیا ہو اور مشتری کو اختیار ہو کہ ان دونون کو پورے ثمن پر بطور مرابحہ فروخت کرے اور یہ اختیار نہین ہو کہ دار اور باندی کو بدون بیان کے مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر مشتری نے دار مذکور مین عیب پا کر شفیع کے شفعہ مین لینے سے پہلے واپس کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور عیب کے بارے مین مشتری اپنی حجت سابقہ پر ہو جائیگا[2] اور مشتری کو اختیار ہو کہ جب تک اُسنے نقصان عیب نہین لیا ہو تب تک باندی کو پورے ثمن پر مرابحہ سے فروخت کرے ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اسکے عیب سے ایک غلام پر صلح کر لی تو شفیع اس دار کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے سکتا ہو پس اگر اُسنے لے لیا پھر غلام مذکور استحقاق مین لے لیا گیا یا بخیار رویت واپس دیا گیا یا صلح کی کسی شرط کے موافق واپس دیا گیا تو شفیع کو اختیار رہوگا چاہے حصہ عیب مشتری کو دیدے یا دار واپس کر دے اور مشتری بمقابلہ بائع کے اپنی حجت پر ہوگا[3] بشرطیکہ مشتری نے اسکو بحکم قضا لیا ہو کیونکہ یہ سب کے حق مین فسخ ہو اسی طرح اگر مشتری نے غلام مذکور بسبب عیب کے بحکم قاضی بائع کو واپس دیا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر باہمی رضامندی سے واپس دیا ہو تو شفیع پر کچھ لازم نہ آویگا یہ کافی مین ہو۔ واضح ہو کہ جو استحقاق عقد بیع سے پہلے کسی حق کیوجہ سے ہو وہ عقد کو باطل کر دیتا ہو اور جو عقد سے متاخر پیدا ہوا ہو وہ باطل نہین کرتا ہو۔ ایک شخص نے ایک دار ہزار درم کو خریدا پھر مشتری نے اُسکے ثمن مین بڑھا دیا یا اُسمین کسی نے کچھ دعوے کیا اور مشتری نے بانکار کچھ دیکر صلح کر لی پھر شفیع نے اُسکو بحکم قاضی ہزار درم کے عوض شفعہ مین لیا تو مشتری نے جسقدر ثمن مین بڑھا دیا ہو وہ بائع سے واپس لیگا اور مدعی کو جو کچھ بدل الصلح مین دیا ہو مدعی سے واپس لیگا اسواسطے کہ شفیع عقد صلح اور زیادتی ثمن دونون سے سابق حق شفعہ کیوجہ سے اس دار کا مستحق ہو چکا ہو پس اُسکا استحقاق اُس صلح و زیادہ ثمن دونون کے ابطال کا سرے سے موجب ہوا اور اگر مشتری نے بغیر حکم قاضی یہ دار شفیع کو دیدیا ہو تو جسقدر اُسنے ثمن مین بڑھایا ہو اُسکو بائع سے واپس لیگا مگر مدعی سے بدل الصلح واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر مشتری بھی اس دار کا شفیع ہو اور مشتری نے قبضہ کر کے دار مذکور کسی کو ہبہ کر دیا تو دوسرے شفیع کو اختیار ہوگا کہ نصف دار شفعہ مین لے لے اور جب اُسنے لے لیا تو باقی نصف مین بھی ہبہ باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک شخص نے کسی دار کی نسبت گواہی دی کہ یہ فلان شخص کا ہو مگر اُس کی گواہی رد کر دیگئی پھر اسی گواہ نے وہ دار خریدا اور اُسکا کوئی شخص شفیع ہو تو یہ شفیع بہ نسبت گواہ مذکور کے مقرلہ[4] کے اس دار کا زیادہ حقدار ہوگا

[4] مقرلہ یعنے جس شخص کے واسطے گواہ نے اقرار کیا اور گواہی دی ہے ١٢ منہ [2] یعنے فقط شفیع کو ملے گا ١٢ منہ [1] پس ثابت ہوا کہ عیب محض حق نہین ہو ١٢ منہ [3] یعنے پھر عیب کا دعوے کر سکتا ہو اور نقصان لے سکتا ہے ١٢ منہ یعنے حجت عیب مین [...] یعنے دار کو شفیع سے بحکم قاضی واپس لیا ہو ١٢

اور اگر اسکا کوئی شفیع نہو بلکہ مشتری نے اسکو کسی غیر شخص کے واسطے جسنے مشتری کو اُسکے خریدنے کا حکم دیا تھا
خرید کیا تو یہ دار موکل کو ملیگا نہ مقر لہ کو اور اگر مشتری نے اپنے واسطے خریدا اور اُسکا شفیع غائب ہو تو مقر لہ کو خیار
ہوگا کہ دار مذکور مشتری سے لے لے پھر اگر مشتری نے مقر لہ سے دوبارہ یہ دار خریدا قبل اسکے کہ شفیع حاضر ہووے تو
شفیع کو حاضر ہونیکے بعد اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو خرید اول پر لے لے یا خرید ثانی پر لے لے اور اگر دار مذکور
قابض سے کسی دوسرے شخص نے خریدا پھر مشتری سے اس گواہ مذکور نے خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا چاہے بیع
اول پر لے یا ثانی پر پس اگر اُسنے بیع اول پر لیا تو بیع ثانی باطل ہو جائیگی اور گواہ مذکور اپنا ثمن اپنے بائع سے واپس
لیگا۔ بائع و مشتری دونوں نے باتفاق اقرار کیا کہ عقد بیع بطور تلجیہ تھا یا اس عقد میں بائع یا مشتری کیواسطے خیار
تھا اور دونوں نے عقد فسخ کر دیا اگر شفیع نے انکار کیا تو حق شفیع میں دونوں کے اقرار کی تصدیق نہ کی جائیگی اور
شفیع کو شفعہ ملے گا۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ فلان دار معین بعوض اپنے فلان غلام معین کے میرے
واسطے خرید دے اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ خرید موکل کے واسطے صحیح ہوگی اور وکیل اس غلام معین کی قیمت اپنے
موکل سے لیگا۔ دو دار باہم متصل ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک دار خاص دو آدمیوں میں مشترک ہے
پھر ہر ایک نے اپنا ایک دار کا حصہ بعوض دوسرے کے دوسرے دار کے حصہ کے فروخت کیا تو شفعہ انھیں
دونوں میں رہیگا پڑوسیوں کو نہ ملے گا یہ کافی میں ہے۔ ایک دار فروخت کیا گیا اور اُسکے تین شفیع ہیں انمیں سے
ایک حاضر ہے اور اُسنے کل شفعہ میں طلب کیا اور لے لیا پھر دونوں غائبین میں سے ایک حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ
اول کے مقبوضہ کا نصف لے لے اور اگر اُسنے ایک تہائی پر اس سے صلح کی تو اُسکو ایسا اختیار ہے پھر اگر
تیسرا حاضر ہوا تو تہائی والے کا مقبوضہ لیکر اُسکو دوسرے کے مقبوضہ میں ملاکر برابر تقسیم کر لینگے اور اگر اُنکے ساتھ
کوئی چوتھا شریک ہو تو تہائی والے کے مقبوضہ میں سے نصف لیکر دوسرے کے مقبوضہ میں ملاکر تین تہائی
تقسیم کر لینگے تہائی والے کو تہائی ملیگا پس ان لوگوں کو سب پندرہ حصے ہر ایک کو پانچ حصے ملینگے اور اگر
چوتھے نے فقط اُس شخص پر قابو پایا جسنے فقط تہائی لیا ہے اور یہ دار اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوا ہے تو تہائی والے
سے اُسکے مقبوضہ کا آدھا لے لیگا۔ ایک دار کے تین شفیع ہیں انمیں سے دو نے دار مذکور اس شرط سے خریدا کہ
ایک کا چھٹا حصہ اور باقی دوسرے کا ہوگا تو خرید صحیح ہے اور کسی کو دوسرے کے حصہ میں شفعہ حاصل نہوگا پھر
اگر تیسرا حاضر ہوا تو دار مذکور کے اٹھارہ حصے کیے جاوینگے جنمیں سے چھٹے حصے کے خریدار کو دو حصے اور باقی
دونوں کو آٹھ آٹھ حصے ملینگے اور مسئلہ کی تخریج نو سے ہوگی اور اگر شفیع ثالث نے فقط چھٹے حصے کے خریدار کو
پایا اور دوسرے کو نہ پایا تو اُسکے مقبوضہ میں سے نصف لے لیگا اور اگر دوسرے کو بھی پایا تو دار مذکور موافق
بیان مذکورہ بالا کے ان لوگوں میں اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے نصف
دار خرید کیا اُسکو جار نے لے لیا اور بائع سے بحکم قاضی یا بتراضی اُسکا مقاسمہ کر لیا پھر ایک شفیع جو راستہ میں
شریک ہے حاضر ہوا تو وہ جار کا مقبوضہ لے لیگا اور اس تقسیم کو نہیں توڑ سکتا ہے بخلاف اسکے اگر ایک دار خریدا

اور اُسکو دو شفیعون نے لے لیا اور باہم تقسیم کر لیا پھر تیسرا شفیع حاضر ہوا پس اگر اُس سے دونون شفیعون سے ملاقات نہوئی بلکہ اُسنے ایک ہی کو پایا تو اُسکے مقبوضہ مین سے نصف نہین لے سکتا ہی بلکہ جو تہائی لے لیگا۔ ایک مشتری نے دو شفیعون مین سے ایک سے کہا کہ مین نے یہ دار تیرے حکم سے تیرے واسطے خریدا ہی پس مقرلہ نے اُسکی تصدیق کی مگر دوسرے شفیع نے تکذیب کی تو دار مذکور دونون کے درمیان بحق شفعہ مشترک ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ یہ دار تیرا ہی میرا تھا ہی نہین یا مجھ سے پہلے تو نے اسکو خریدا تھا یا مین نے تجھے ہبہ کر دیا اور تو نے اسپر قبضہ کر لیا پس مقرلہ نے اُسکی تصدیق کی اور دوسرے شفیع نے تکذیب کی تو مقرلہ کا شفعہ باطل ہوگیا اور پورا شفعہ دوسرے کو ملیگا یہ کافی مین ہی۔ اگر مفاوض[1] نے اپنا موروثی خاص دار فروخت کیا اور اُسکا شریک اُس دار کا بذریعہ اپنے موروثی خاص دار کے شفیع ہی تو شفیع مذکور کو اسمین شفعہ حاصل نہوگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر دو متفاوضین مین سے ایک شریک نے دوسرے کا شفعہ جو اُسکو بذریعہ اپنے ایک خاص موروثی دار کے حاصل ہوا ہی دیدیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مضارب کسی دار مضاربت کی وجہ سے جسمین نفع شامل ہی شفیع ہوا اور اُسکے پاس سوائے اس دار کے مال مضاربت مین سے کچھ نہین ہی پس مضارب نے شفعہ دیدیا تو رب المال کو اختیار ہوگا چاہے اپنے واسطے شفعہ مین لے لے اور اگر رب المال نے شفعہ دیدیا تو مضارب کو اختیار ہوگا چاہے اپنے واسطے شفعہ مین لے لے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مضارب نے بعض مال مضاربت سے کوئی دار خریدا اور اُسکے پہلو مین رب المال نے اپنے واسطے ایک دار خریدا تو مضارب کو اختیار ہوگا چاہے باقی مال مضاربت سے اس دار کو شفعہ مین لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مضارب نے مال مضاربت سے جو ہزار درم ہے دو دار خریدے کہ جن مین سے ہر ایک دار ہزار درم قیمت کا ہے پھر ان مین سے ایک کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا تو مضارب کو اسمین شفعہ حاصل نہوگا اور رب المال کو اسمین شفعہ ملیگا کیونکہ ہر دو دار مین مضاربت مین سے ہر ایک مشغول ہی پس مشفوعہ کو مضارب نہین لے سکتا ہی اور یہ اسواسطے کہ دور کی تقسیم بقسمت واحدہ نہین ہوتی ہی بوجہ اسکے کہ دور مین منفعت کی راہ سے تفاوت ہوتا ہی پس ہر ایک کا اعتبار علی الانفراد ہوتا ہی اگر دونون مین سے کسی مین نفع شامل ہو تو مضارب کو رب المال کے ساتھ بقدر حصہ نفع کے شفعہ حاصل ہوگا یہ مبسوط مین ہی ایک مضارب کے پاس مال مضاربت کے دو ہزار درم ہین پس اُسنے ایک ہزار درم سے ایک دار خریدا پھر باقی ہزار درم سے دوسرا دار خریدا جسکا وہ دار مضاربت کیوجہ سے اور اپنے خاص دار کیوجہ سے شفیع ہی اور رب المال بھی اپنے خاص دار کیوجہ سے اُسکا شفیع ہی تو اسمین سے ایک تہائی رب المال کو شفعہ مین اور ایک تہائی مضارب کو شفعہ مین ملیگا اور باقی ایک تہائی مضاربت مین رہے گا اور اگر اس صورت مین کوئی اور شخص شفیع ہو تو ایک تہائی دار شفیع کو ملیگا اور باقی دو تہائی دار رب المال اور مضارب اور مضاربت[2] کے درمیان تین تہائی تقسیم

[1] مفاوض ایسے دو شریک تجارت جن مین مال مین مساوات ہو اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو ہر ایک مفاوض ہو اور کتاب الشرکت مین پورا بیان ہوا اور واضح ہو متفاوضین مین جو شرط ہو وہ رب المال و مضارب مین نہین ہی ۱۲ م [2] مضاربت یعنے رب المال و مضارب کو ذاتی ملکیت کے علاوہ ایک تہائی مشترک تجارت مین ہوگا ۱۲

ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ فتاوے عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر شفیع نے شفعہ طلب کیا پھر جس دار کی وجہ سے شفعہ طلب کرتا تھا اُسکی نسبت کسی دوسرے کی ملک ہونیکا اقرار کر دیا تو مقر لہ کو شفعہ ملیگا۔ اسیطرح اگر اپنے ایک دار کے ذریعہ سے ایک دار جو اُسکے پہلو میں فروخت کیا گیا شفعہ میں لیا پھر اس دار شفعہ کے پہلو میں دوسرا دار فروخت کیا گیا اسکو بھی شفعہ میں لیا پھر اسکے پہلو میں تیسرا بحکم قاضی شفعہ میں لیا پھر اسکا دار اول استحقاق میں لے لیا گیا تو جو دار اُسنے پہلے شفعہ میں لیا ہے وہ مشتری کو واپس دے اور باقی دار اس لینے والے کیواسطے رہینگے پھر اگر دونوں دارون میں سے ایک دار استحقاق میں لیا گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا لیکن اگر مستحق نے اجازت دیدی تو باطل نہوگا اور اگر دونون مشتریون میں سے ایک مشتری بھی شفیع ہو تو دوسرے شفیع کو نصف دار دوسرے دار کی نصف قیمت میں شفعہ میں ملیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور اسکو شفیع نے لیا پھر بائع مریض ہو گیا حالانکہ وہ شفیع کا مورث ہے اور اُسنے مشتری کے ذمہ سے کچھ دام کم کر دیے تو گھٹانا باطل ہوگا اور اگر مشتری نے دار مذکور اس وارث بائع کے ہاتھ بطور بیع تولیہ[1] یا بطور بیع مرابحہ فروخت کیا تو گھٹانا صحیح ہوگا اور اسکے مثل وارث کے ذمہ سے بھی گھٹایا جائیگا یہ کافی میں ہے جس شخص نے خرید نے کیواسطے حکم دیا (موکل ۱۲) ہے اُسکی یا اُسکے بیٹے کی گواہی درحالیکہ دار اپنے بائع کے قبضہ میں ہو قبول نہو گی اور اگر مشتری کے قبضہ میں ہو تو بائع کے بیٹے کی گواہی قبول ہوگی اور اگر دو (بیٹے وکیل ۱۲) نے شفیع کے شفعہ دینے پر اور دو نے مشتری کے تسلیم کرنے پر گواہی دی تو دونوں گواہیاں ساقط ہو جائینگی اور اگر شفیع نے خرید واقع ہونیکی گواہی دی پس اگر شفعہ طلب کر چکا ہے تو اُسکی گواہی باطل ہوگی اور اگر شفعہ دیدیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ میں نے خرید کی اجازت دی پھر طلب کیا تو جائز ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں نے یہ مبیع فلان شخص کے ہاتھ فروخت کی ہے مگر مشتری نے انکار کیا تو شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مشتری غائب ہو تو شفیع نہیں لے سکتا ہے یہانتک کہ مشتری حاضر ہو جائے اور اگر بائع نے بیع کا اقرار کیا مگر مشتری کو بیان نہ کیا تو شفعہ ثابت نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر ذمی نے مسلمان کو طلب شفعہ کیواسطے وکیل کیا تو مسلمان وکیل پر ذمیون کا اسطرح گواہی دینا کہ اسنے شفعہ دیدیا ہے مقبول نہوگی کیونکہ یہ لوگ وکیل مذکور پر (مسلمان ۱۲) اُس سے ایک قول صادر ہونیکی گواہی دیتے ہیں اور وہ اس سے منکر ہے اور ذمیون کی گواہی مسلمان پر حجت نہیں ہوتی ہے اور اگر کوئی ذمی ہی وکیل ہو اور شفیع نے یہ اجازت دیدی ہو کہ جو امر وکیل کرے وہ جائز ہے تو ان لوگون کی گواہی قبول ہوگی اور شفعہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اگر وکیل نے ایسا اقرار کیا تو جائز ہوگا کیونکہ موکل نے عام طور پر مطلقاً یہ اجازت دیدی ہے کہ جو کچھ وکیل کرے وہ جائز ہے ایسے ہی اس بات کی اگر اُسپر اہل ذمہ نے گواہی دی تو بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ اس بات کے اثبات کیواسطے کہ اُسنے ایسی بات کہی ہے اہل ذمہ کی گواہی ذمی پر جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر بائع نے کہا کہ میں نے اس کو یہ مبیع ہبہ کر دی ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے اس سے اسقدر داموں کو

[1] بیع تولیہ جتنے کو خرید اسی کے عوض دیدینا بیع مرابحہ خرید پر نفع لیکر دینا ۱۲ منہ

خریدی ہی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور ہبہ سے رجوع کرسکتا ہی اور اگر شفیع نے حاضر ہو کر ثمن کے عوض لے لیا (بحکم قاضی ۱۲) تو اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر مشتری کے اقرار پر لیا ہو پھر بائع نے اگر بیع سے انکار کیا تو مبیع کو واپس لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی ایک مضارب نے دار خریدا اور رب المال اُسکا شفیع ہی اُسنے شفعہ دیدیا پھر مضارب نے اُسکو فروخت کیا تو رب المال کو شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ مضارب نے اسی کیواسطے فروخت کیا ہی اور جسکے واسطے فروخت کیا جاوے اُسکو شفعہ نہیں ملتا ہی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر قاضی نے وکیل کیواسطے شفعہ کا حکم دیدیا پھر مشتری نے اُسکے واسطے دستاویز لکھدینے سے انکار کیا تو قاضی اپنے حکم قضا کی ایک تحریر لکھکر اُسپر گواہیان کرادیگا۔ جیسے اُسنے وکیل مذکور کیواسطے حکم دیا ہے اسیطرح اگر مشتری تسلیم[1] و انقیاد سے باز رہے تو بھی اپنے حکم قضا کی ایک تحریر اسکو لکھدیگا تاکہ حجت رہے اور اُسکے حق میں بہتر خیال کیکے اُسپر گواہیان کرادیگا۔ اور جبکہ تمام خصومات میں قاضی اُس ڈگری دار کو ایک سجل عنایت کرتا ہے جبکہ وہ درخواست کرے تاکہ اُسکے پاس حجت رہے تو ایسا ہی قضاء شفعہ میں اُسکو سجل عنایت کریگا یہ مبسوط میں ہے یتیمیہ میں لکھا ہی کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین چند شرکاؤں میں مشترک ہی جن میں سے بعض غائب ہیں اور بعضے حاضر ہیں اور غائب کا حصہ حاضر نے خریدا تو آیا شفیع جار کو اختیار ہی کہ شریک غائب کی غیبت میں اُسکو شفعہ میں لے لے تو فرمایا کہ ہاں اور اگر شریک غائب حاضر ہوا تو بہ نسبت جار کے زیادہ حقدار و مقدم[2] ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو ایک دار بشرط عوض ہزار درم کے ہبہ کردیا اور ہزار درم دونوں نے بانٹے ہوئے اُس سے لے لیے اور دار مذکور اُس کے قبضہ میں دیدیا تو شفیع کو اُس میں شفعہ ملیگا کیونکہ دار میں شیوع نہیں بلکہ تملک واحد ہی اور ہزار درم میں شیوع نہیں ہی کیونکہ جب ہر ایک نے قبضہ کیا تو اپنے حصہ مقسومہ پر قبضہ کیا ہے اور اگر ہزار درم مذکور غیر مقسومہ ہوں تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول میں جائز نہوگا کیونکہ جو چیز محتمل قسمت ہو اُس میں شیوع ہونا صحت تقسیم[3] کا مانع ہی جیسا کہ صحت ہبہ کا مانع ہی اور ہزار درم اس صورت میں محتمل قسمت ہیں یہ مبسوط میں ہے

کتاب القسمہ

اس میں تیرہ[4] باب ہیں

باب اول۔ قسمت کی ماہیت اور سبب و رکن و شرط و حکم کے بیان میں۔ واضح ہو کہ بعض حصوں کو بعض سے مفرز[5] و ممیز کرنے کو قسمت کہتے ہیں اور قسمت معنی مبادلہ[6] سے بھی جدا نہیں ہوتی ہی لیکن مکیلات و موزونات و عددیات متقاربہ یعنی ذوات الامثال[7]

---

[1] تسلیم و انقیاد یعنی حکم حاکم ماننا اور اسکی تعمیل کیواسطے مطیع ہونا ۱۲ منہ [2] مقدم یعنی چاہیے جار سے لے لے ۱۲ منہ [3] صحت تعویض بدون بٹوارہ کے معاوضہ ہونا صحیح نہوگا ۱۲ منہ [5] افراز جدا کرنا اور ممیز علیحدہ شناخت سے ممتاز کرنا ۱۲ [6] مبادلہ یعنی جب مثلاً دو آدمیوں نے ایک مکان کے دو حصے کیے تو جو حصہ جس نے لیا گویا دوسرے کے مقبوضہ سے مبادلہ کرلیا کیونکہ دونوں حصوں میں سے ہر ایک حصہ سے ہر شریک کا حق متعلق ہی تو اسکا فیصلہ یہی ہی کہ گویا مبادلہ کرکے خاص کرلیا ۱۲ منہ [7] ذوات الامثال یعنی مثلی چیزیں تو یہاں ہر حصہ میں دوسرے حصہ سے فرق نہیں

مین افراز و تمیز کے معنی اظہر و ارجح ہوتے ہین کیونکہ دو شریکون مین سے جو کچھ ایک شریک دوسرے سے لیتا ہی وہ مثل اُسکے ہوتا ہی جو دوسرے کے پاس چھوڑ دیتا ہی پس اُسکا اپنے حق کے مثل وصول پانا مانند عین حق کے وصول پانیکے قرار دیا گیا اسیواسطے دونوئین سے ہر ایک کو اختیار ہوتا ہی کہ اپنا حصہ بغیر شریک کی رضامندی کے لے لے اور دونون مین سے جو شخص سرتابی کرے وہ تقسیم کرنے پر مجبور کیا جاتا ہی اور جو چیزین غیر مثلی ہین اُنمین مبادلہ کے معنی ارجح و اظہر ہوتے ہین پس حقیقۃً و حکماً مبادلہ ہوتی ہی اسیوجہ سے یہ جائز نہین ہی کہ اُسکو ثمن اول پر مرابحہ سے فروخت کرے حالانکہ مثلی چیز مین یہ جائز ہی لیکن شریکون مین سے جو شخص اس قسمت سے انکار کرے اُسپر بھی جبر کیا جائیگا کیونکہ اس قسمت مین منفعت کی تکمیل ہی اور مبادلہ پر بوجہ ایسے حق کے جس کا غیر مستحق ہی اور وہ اپنے حق مذکور کو بدون اسکے نہین پا سکتا ہی جبر کرنا جائز ہی جیسا کہ مشتری پر واسطے شفیع کو دینے کیواسطے جبر کیا جاتا ہی اگرچہ یہ تسلیم معاوضہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اس قسمت کا سبب یہ ہی کہ سب شریک یا بعضے شریک اپنی ملک سے بطور خاص انتفاع حاصل کرنیکی درخواست کرین یہ تبیین مین ہی۔ اور رکن قسمت وہ فعل ہی جس سے دو حصون مین افراز و تمیز حاصل ہو جیسے کیلی چیزون مین کیل اور وزنیون مین وزن اور مذروعات مین گز سے ناپنا اور عددیات مین گنتی کذا فی النہایہ۔ اور شرط قسمت یہ ہی کہ ایسی غیر مقسوم چیز ہو کہ قسمت سے اُسکی منفعت تبدیل نہو اور نہ فوت ہو جاوے اسلیے کہ ٹکڑے کرنا تو اس غرض سے ہی کہ منفعت کی تکمیل اور ثمرہ ملک کی تتمیم ہو سو جہان منفعت بدلگئی وہان یہ فعل تفویت و تبدیل ہو گیا افراز و تقسیم نہوا یہ محیط سرخسی مین ہی اور حکم قسمت یہ ہی کہ ہر ایک کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے اسطرح ممیز و متعین ہو جاوے کہ ہر ایک شریک کو دوسرے کے حصہ سے کچھ تعلق نہ رہے یہ تبیین مین ہی اموال مشترکہ مین دو طرح کی قسمت ہوتی ہی قسمت اعیان اور قسمت منافع اسکو مہایات کہتے ہین پھر اعیان کبھی غیر منقول ہوتے ہین جیسے دور و عقار اور کبھی منقول ہوتے ہین جیسے عروض و حیوانات و حبوب از قسم کیلات و موزونات وغیرہ اور کبھی قسمت تمام شریکون کی رضامندی سے ہوتی ہی اور کبھی بعض کی رضامندی سے ہوتی ہی اور یہ قاضی اور اُسکے امین کی رائے پر ہی کذا فی البنایہ

دوسرا باب۔ کیفیت قسمت کے بیان مین۔ ایک سفل دو آدمیون مین مشترک ہی اور اسکا علو ان دونون کے سواے دوسرے کا ہی یا علو دو آدمیون مین مشترک اور اسکا سفل ان دونون کے سواے دوسرے کا ہی اور اسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو امام اعظم رح کے قول پر مساحت سفل کے پچاس گز کے مقابلہ مین سو گز علو کی مساحت قرار دیجائیگی اور امام ابو یوسف رح کے قول پر ایک گز کے مقابلہ مین ایک ہی گز رکھا جائیگا اور اگر دو آدمیون مین ایک بیت کامل یعنی سفل مع علو کے مشترک ہو اور ایک سفل بدون اُسکے علو کے مشترک ہو مثلاً علو کسی غیر کا ہو یا ایک علو بدون اُسکے سفل کے مشترک ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جو علو بدون سفل کے مشترک ہی اُسمین سے سو گز بمقابلہ بیت کامل کے تینتیس و تہائی گز کے قرار دیے جاوینگے کیونکہ موافق صورت اولی کے امام کے نزدیک علو مثل نصف

ـــــه تکمیل یعنی ہر دارہ سے پوری فائدہ تھا کہ اچھی طرح پورے طور سے ساتھ ہی نفع اٹھاوے ۱۲ منہ

سفل کے ہوتا ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک بیت کامل کے پچاس گز بمقابلہ سو گز اُس سفل کے جسکا علو مشترک نہین
ہی یا اُس علو کے جس کا سفل مشترک نہین ہی قرار دیے جاوینگے کیونکہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک علو و سفل دونون
برابر ہین اور امام محمد رح ان سب مین قیمت کے برابر ہونیکا اعتبار کرتے ہین اور اسی پر فتوی ہے ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر
شریکون نے ایک دار کو باہم تقسیم کیا اور اسمین ایک پنجانہ ہی جسکا راستہ شارع عام کیطرف ہی یا ایک ظلہ ہی تو ان دونون
کے مساحت کے گز اس دار کی مساحت کے گزون مین شامل نہ کیے جاوینگے اسواسطے کہ پنجانہ و ظلہ جب عام راستہ پر بنے
ہوئے ہون تو انکے بنے رہنے کا استحقاق نہین ہوتا ہی بلکہ یہ چیزین توڑ دیے جانیکی مستحق ہین اور جو چیز توڑ دیے جانے کی
مستحق ہو وہ مثل ٹوٹے ہوئے کے قرار دیجاتی ہی پس وہ دار مذکور کے گزون مین حساب نہ کیجائیگی مگر جسکے تحت مین پڑے
اُسکے حق مین اُسکی قیمت لگائی جائیگی۔ اور اگر ظلہ کسی کوچہ نافذہ مین واقع ہو تو دار کے گزون مین اُسکے گزون کا
حساب لگایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو زمین یا دو دار ترکہ چھوڑے اور اُس کے
دونون وارثون نے اسطرح تقسیم ترکہ کی درخواست کی کہ ہر ایک کو دونون زمینون اور دونون دارون مین سے
اُسکا حصہ ملجاوے تو تقسیم جائز ہی اور اگر دونون وارثون مین سے ایک نے یہ چاہا کہ میرا حصہ دونون دارون
یا دونون زمینون مین سے ایک زمین یا ایک دار مین جمع کردیا جاوے اور دوسرے نے انکار کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی
نے فرمایا کہ قاضی ہر دار و ہر زمین کو علیحدہ تقسیم کردے گا اور دونون مین سے کسی کا حصہ ایک دار یا ایک زمین
مین جمع نہ کرے گا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ قاضی کی رائے پر ہی اگر اُسکی رائے مین آوے تو
جمع کردے ورنہ نہین۔ اور اگر دارون مین سے ہر ایک دار ایک ایک شہر مین واقع ہو تو اُسکا حکم کتاب مین مذکور
نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے قول پر ایک کا حصہ ایک دار مین جمع نکریگا خواہ دونون
دار ایک ہی شہر مین ہون یا دو شہرون مین ہون خواہ متصل واقع ہون یا منفصل واقع ہون اور ہلال رحمہ اللہ تعالی نے
نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی کہ اگر دو شہرون مین واقع ہون تو جمع نہ کریگا اور دور مختلفہ بمنزلہ مختلف
جنسون[1] کے ہین۔ اور اگر دو بیت دو شخصون مین مشترک ہون تو قاضی کو اختیار ہی چاہے دونون مین[جمع دار ۱۲] سے ایک کا حصہ
ایک بیت مین جمع کردے خواہ دونون بیت متصل ہون یا منفصل ہون اور اگر دو منزل دو آدمیون مین مشترک
ہون پس اگر دونون منفصل واقع ہون تو مثل دو دارون کے ہین کہ ایک کا حصہ ایک منزل مین جمع نہ کرے گا
بلکہ ہر منزل کو علیحدہ تقسیم کردے گا اور اگر دونون متصل واقع ہون تو مثل دو بیت کے ہین قاضی کو اختیار ہی کہ
ایک کا حصہ ایک منزل مین جمع کردے اور یہ سب امام اعظم کا قول ہی۔ اور صاحبین رح نے فرمایا کہ دار و بیت
یکسان ہین اسمین قاضی کی رائے ہی (جو کچھ اسکی رائے مین مصلحت ہو کرے) یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
اور اگر کوئی دار و بیت ہو یا دار و حانوت[دکان ۱۲] ہو تو دونون مین سے ہر ایک کو علیحدہ تقسیم کریگا کیونکہ علی مختلف

[1] مختلف الخ یعنے ہر دار گویا ایک خاص جنس کی چیز ہے تو ضرور ہے کہ اسی جنس مین سے شریک کو
حصہ ملے ۱۲ منہ

ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر ترکہ مین ایک دار و حانوت ہو اور سب وارث بالغ ہون اور باہم اس بات پر راضی ہوئے کہ یہ دار و حانوت ایک وارث کو اُسکے پورے حصہ ترکہ کے بدلے دیدین تو جائز ہو کیونکہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ایک کا حصہ جمع نہ کرنے کے یہ معنی ہین کہ بطور جبر کے قاضی جمع نہین کر سکتا ہو لیکن اگر وارث لوگ باہم اس بات پر رضامند ہو جاوین تو یہ جائز ہو اور اگر ترکہ مین سے ایک وارث کے پورے حصے کے بدلے دوسرے وارث نے بدون باقیون کی رضامندی کے اُسکو ایک دار دیدیا تو جائز نہین ہو یعنی باقیون کے حق مین اسکا نفاذ نہ ہوگا مگر اُس صورت مین وہ لوگ اجازت دیدین اور بدون اجازت کے اُن لوگون کو یہ اختیار رہیگا کہ دار مذکور اُس سے واپس کر لین اور اسکو تقسیم مین شامل کرین اور یہ تو ظاہر ہو مگر اشکال یہ ہو کہ جس وارث نے یہ دار دیا تھا وہ باقیون کے واپس کرنیکے بعد اسمین سے اپنا حصہ لیگا یا نہین سو بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہین لیگا یہ محیط مین ہو۔ ایک دار چند لوگون مین مشترک ہو انھون نے اُسکی تقسیم چاہی اور دار کے ایک جانب عمارت زیادہ ہے پس ایک شریک نے چاہا کہ اس زیادتی کا عوض دراہم ہون اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض مین زمین ہو تو زمین مین سے اُسکا عوض قرار دیا جائیگا اور جسکے حصہ مین وہ عمارت پڑی ہو اُسکو یہ تکلیف نہ دیجائیگی کہ بمقابلہ عمارت کے درم دیوے الا اُس صورت مین کہ یہ متعذر ہو تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ اُسکا عوض درم قرار دے اور اگر زمین و عمارت ہو تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ ان مین سے ہر ایک کو باعتبار قیمت کے تقسیم کریگا اور امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہو کہ زمین کو بمساحت تقسیم کرے پھر جسکے حصہ مین عمارت پڑے یا جسکا حصہ بہ نسبت غیر کے جید ہو وہ دوسرے کو درم دیدے تاکہ دونون مین مساوات ہو جاوے پس یہ دراہم بضرورت تقسیم مین داخل ہونگے اور امام محمد رح سے روایت ہو کہ جسکے حصہ مین عمارت پڑے وہ میدان صحن مین سے جسقدر عمارت کے مقابلے مین مساوات رکھتا ہو اسقدر شریک کو دیدے اور اگر پھر بھی زیادتی رہگئی اور مساوات تحقیقی متعذر ہوئی مثلاً میدان صحن مین اسقدر نہین ہو کہ قیمت عمارت کو وفا کرتا ہو تو اُس حال مین زیادتی کے مقابلے مین درم دیدے یہ کافی مین ہو اور اگر شریکون نے طریق[له] کی بابت اختلاف کیا بعض نے کہا کہ یہ طریق قسمت سے الگ کر دیا جاوے اور بعض نے کہا کہ الگ نہ کیا جاوے تو قاضی دیکھیگا کہ اگر ہر ایک اپنے حصہ کیواسطے راستہ نکال سکتا ہو تو طریق مذکور کو تقسیم کر دیگا الا آنکہ کریگا کہ اُنکے درمیان مشترک رہے اور اگر ہر ایک اپنے حصہ کیواسطے نکال سکے تو قاضی بقدر طریق کے تقسیم نہ کریگا کیونکہ صورت اول مین اس تقسیم سے اُنکی کوئی منفعت فوت نہین ہوتی ہو بخلاف صورت ثانیہ کے کہ اسمین ایسا نہین ہو اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ اس قول سے کہ اپنے حصہ کیواسطے راستہ نکال سکتا ہو ایسا راستہ مراد لیا ہو کہ جسمین آدمی گذر جاوے نہ ایسا راستہ جسمین جانور مع بوجھ گذر جاوے اور اگر ایسا نکل سکتا ہو کہ جسمین ایک آدمی نہ گذر سکے تو یہ صلا راستہ نہین ہو اور اگر شریکون نے تقسیم دار مین سے راستہ کی فراخی و تنگی مین اختلاف کیا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ راستہ کی چوڑائی باب اعظم سے کچھ زیادہ رکھے اور طول اونچائی مین آسمان تک رکھے نہ بقدر طول باب اعظم کے اور

له بڑا دروازہ پھاٹک ۱۲

بعضون نے فرمایا کہ اسکی چوڑائی بقدر باب اعظم کی چوڑائی کے اور طول اعلیٰ بقدر بلندی باب اعظم کے رکھے کیونکہ اتنی
مقدار سے وہ لوگ جسطرح قبل قسمت کے انتفاع حاصل کرتے تھے اب بھی حاصل کرسکتے ہین اور طول باب اعظم سے
زیادہ اونچائی کی تقسیم کا فائدہ یہ ہی کہ اگر کسی شریک نے اپنے حصہ مین جناح نکالنا چاہا پس اگر دروازہ کی اونچائی
سے اوپر ہو تو نکال سکتا ہی اور اگر نیچے ہو تو اس سے منع کیا جائے گا[۳] اور اگر زمین ہو تو اس مین سے بمقدار
راستہ کیواسطے چھوڑ دے گا کہ دو بیل گذر جاوین اور طریق کی مقدار اسقدر نہ رکھے گا کہ ساتھ ہی دو بیل
اس مین سے گذر جاوین اگرچہ اسکی جانب احتیاج ہی کیونکہ جیسے اسکی جانب احتیاج ہی ویسے ہی بیل مع گاڑی کے
گذرنیکی جانب احتیاج ہی پس اسکا لحاظ غیر متناہی کیطرف مودی ہو ویگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر اہل طریق مین سے
ہر ایک نے دعوی کیا کہ یہ راستہ میرا ہی پس اگر اسکا اصل حال معلوم نہو جاوے تو طریق مذکور سب مین برابر مشترک قرار
دیا جائیگا کیونکہ طریق مذکور پر انکا قبضہ و استعمال برابر ہی - اور یہ نہ کیا جائیگا کہ جسقدر ساحت دار و منزل ہر ایک کے
قبضہ مین ہی اسکے حساب سے انکو راستہ مین حصہ دیا جاوے کیونکہ جسکے پاس چھوٹی منزل ہی اور جسکے پاس بڑا دار ہی دونوں کی
حاجت راستہ کے حق مین یکسان ہی - اور راستہ کا حکم شرب کے برخلاف ہی کیونکہ اگر شرب مین شریکون نے اختلاف کیا
تو یہ شرب ان شریکون مین انکی زمینون کی مقدار کے حساب سے قرار دیا جاتا ہی - (یعنی انکا حصہ ۱۲) اور اگر طریق کا اصل حال معلوم ہو جاوے
کہ اسکے درمیان کیونکر مشترک ہی تو اسی اصل کے موافق انمین مشترک قرار دیا جائیگا پس اگر دار ایک شخص کا اور
اسمین راستہ دوسرے کا ہی پھر مالک دار مر گیا اور اسکے وارثون نے دار مذکور باہم تقسیم کر لیا مگر راستہ اپنا اور
راستہ والے کیواسطے تقسیم سے الگ کر دیا پھر انھون نے راستہ کو فروخت کیا اور اسکا ثمن تقسیم کرنا چاہا تو نصف ثمن راستہ والے کو اور نصف
ان وارثون کو ملیگا اور اگر اصل حال معلوم نہوا کہ یہ دار ان لوگون مین میراث تقسیم ہوا ہی اور ان لوگون نے اس سے انکار کیا تو ثمن ان
ان لوگون اور راستہ والے کے درمیان گنتی[۱] کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی اگر اعداد ہر وجہ سے جنس واحد ہون یعنی ان
اعداد مین از راہ اسم و معنی دونون طرح سے مجانست ثابت ہو جیسا کہ غنم یا بقر یا کیلی و وزنی چیزین یا کپڑے تو ایسے اعداد کو قاضی بعضے شریکون کی (بکریاں ۱۲ گائیں ۱۲)
درخواست پر بطور قسمت جمع تقسیم کریگا اور جو چیزین ہر وجہ سے مختلف ہون انمین بعض شریکون کی درخواست پر قاضی
ایسے اعداد کو بطور قسمت جمع تقسیم نہ کریگا اور اگر از راہ حقیقت جنس واحد ہون اور بحسب المعنی اجناس مختلفہ ہون
جیسے رقیق[۲] پس اگر انکے ساتھ ایسی چیز ہو جو بطور قسمت جمع تقسیم ہوسکتی ہو تو قاضی بلا خلاف سب کو بطور قسمت
جمع تقسیم کر دیگا - اور اس شے کو قسمت مین اصل ٹھہرائیگا اور رقیق کو اسکے تابع قرار دیگا اور یہ جائز ہی کہ ایک
بات دوسرے کی تبعیت مین ثابت ہو اگرچہ بالذات و مقصوداً ثابت نہو اور اگر انکے ساتھ کوئی ایسی چیز
جو بطور قسمت جمع تقسیم ہوسکے نہووے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قاضی بطور قسمت جمع تقسیم
نہ کریگا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قاضی کو اختیار ہی کہ بطور قسمت جمع تقسیم کرے ایسا ہی اصل مین

---

۱ یعنی مثلاً پانچ دارث ہین اور چھٹا راستہ والا ہی تو چھ حصہ کرکے ثمن چھ پر تقسیم کیا جائیگا ۱۲ منہ ۲ باندیان و غلام ۱۲ منہ ۳ یعنے باب اعظم کی بلندی سے زیادہ فضا کو تقسیم کرنے یعنی حد قسمت مین شامل کر دے ۱۲ منہ

مذکور ہی یہ محیط مین ہی اور اگر دو شریکون مین گیہون مشترک ہون یا دراہم یا کپڑے ہون مگر یہ ایک ہی جنس ہو پھر ایک نے اپنا حصہ ممیز جدا کر لیا تو جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور قاسم کو چاہیے کہ جسکو تقسیم کرتا ہی اُسکو ایک کاغذ پر تحریر کرتا جاوے تاکہ یادداشت ہو سکے اور تقسیم مین جسقدر حصہ ہون سب کو برابر کر دے اور تقسیم سے ایک کو دوسرے سے جدا کر دے اور پیمایش کر دے تاکہ اُسکی مقدار معلوم ہو اور عمارت کی قیمت اندازہ کر دے کیونکہ اکثر آخر حال مین اسکی ضرورت پڑتی ہی اور ہر حصہ کو اُسکے راستہ و شرب کے ساتھ دوسرے سے علیحدہ کر دے تاکہ کسی کے حصہ کو دوسرے سے کچھ تعلق نہ رہے پس تمیز و افراز (جدا کرنا ۱۲) کے معنی پورے پورے متحقق ہوجاوین اور حصہ کا نام رکھے یعنے اول اور جو اُس سے متصل ہی اُسکا ثانی علی ہذا القیاس ثالث وغیرہ پھر شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے سو جسکا نام اولاً نکلے اُسکو حصہ اول اور جسکے نام ثانیاً نکلے اسکو سہم ثانی دے اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ حصون مین سے جو سب سے کم ہی اُسکو دیکھے چنانچہ اگر کمتر حصہ تہائی ہو تو تین حصون پر تقسیم کرے اور اگر کمتر چھٹا حصہ ہو تو چھ حصون مین بانٹ دے تاکہ تقسیم ممکن ہو اور اسکی شرح یہ ہی کہ ایک زمین ایک جماعت کے درمیان مشترک ہی اُنمین سے ایک کے دس حصے ہین اور دوسرے کے پانچ حصے ہین اور تیسرے کا ایک حصہ ہی اور ان لوگون نے اُسکا تقسیم کرنا چاہا تو اُنکے حصون کی مقدار پر زمین مذکور تقسیم کیجائیگی یعنے دس اور پانچ اور ایک اور اسکی کیفیت یہ ہی کہ اُن کے سہام کے موافق برابر ہر طرح سے تسویہ کر کے زمین مذکور کے حصے کیے جاوین پھر انکے سہام کی تعداد پر گولیان بنا کر اُن مین قرعہ ڈالا جاوے سو جو گولی اولاً نکلے وہ سہام مین کسی طرف رکھی جاوے اور وہی اول حصہ ہوگا پھر دیکھا جاوے کہ اس گولی مین کسکا نام ہی پس اگر مثلاً دس حصون والے کا نام نکلے تو قاضی اُسکو یہ حصہ جسکے کنارے گولی رکھی گئی تھی اور اُسکے متصل نو حصے اور دیدیگا تاکہ اُسکے سب حصے باہم متصل ہون پھر باقی حصہ دارون مین بھی اسیطرح قرعہ ڈالیگا پھر جو گولی اولاً نکلی اُسکو باقی چھ حصون مین کسی جانب رکھیگا پھر گولی کو دیکھیگا کہ اسمین کسکا نام ہے پس اگر مثلاً پانچ حصے والیکا نام ہو تو قاضی اُسکو یہ حصہ اور اسکے متصل اور چار حصے دیگا پھر ایک حصہ جو باقی رہگیا وہ ایک حصہ کے شریک کو دیدیگا اور اگر گولی مین ایک حصے والیکا نام ہو تو جس حصے پر وہ گولی رکھی گئی ہی وہ حصہ ایک حصہ والیکو دیدیگا اور باقی پانچ حصے اُس پانچ حصہ والے شریک کے ہوجاوینگے اور گولی بنانے کی یہ صورت ہی کہ قاضی شریکون کے نام علیحدہ علیحدہ پرچون پر لکھے پھر ہر پرچہ کو علیحدہ لپیٹ کر ایک مٹی کے لوندے مین رکھکر اپنی ہتھیلی مین رکھکر دونون ہاتھون سے گول کر دے تاکہ غلولہ[1] کی شکل ہوجاوے اور واضح ہو کہ ہر حصہ کا اُسکے راستہ و شرب کے ساتھ جدا کر دینا افضل ہی سو اگر قاضی نے ایسا نہ کیا یا ایسا ممکن نہوا تو بھی جائز ہی یہ کافی مین ہی ایک شخص مر گیا اور اُسنے تین بیٹے اور پندرہ خم چھوڑے جنمین سے پانچ خم سرکہ سے بھرے تھے اور پانچ خالی تھے اور پانچ خم آدھے آدھے سرکہ سے بھرے تھے اور سب برابر تھے پس بیٹون نے یہ بات چاہی کہ ان مٹکون کو بدون اپنی جگہ سے علیحدہ کرنیکے باہم برابر تقسیم کرین تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہی کہ ایک بیٹے کو دو مٹکے پورے بھرے ہوئے اور

---

[1] غلولہ ہندی گولہ یا گولی ۱۲ منہ

ایک مٹکا آدھا اور دو خالی دیے جاویں اور دوسرے کو بھی اسی طرح دیے جاویں اور تیسرے کو باقی پانچ مٹکے جنمیں سے ایک پورا بھرا ہوا اور ایک خالی اور تین آدھے آدھے بھرے ہوئے ہیں دیے جاویں تو تم طرح مساوات ہو سکتی ہے۔ دو آدمیوں میں پانچ روٹیاں مشترک تھیں اس طرح کہ ایک کی دو روٹیاں تھیں اور دوسرے کی تین روٹیاں تھیں پھر اُنھوں نے ایک شخص ثالث کو بلایا اور تینوں نے برابر روٹیاں کھائیں پھر تیسرے نے ان دونوں کو پانچ درم دیے اور کہا کہ میں نے جس قدر تم دونوں کی روٹیوں میں سے کھایا ہے اُس حساب سے تم دونوں تقسیم کر لو تو فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ دو روٹیوں والے کو دو درم اور تین روٹیوں والے کو تین درم ملیں گے اسواسطے کہ ہر ایک نے ایک روٹی اور دو تہائی روٹی غیر مقسوم کھائی ہے اسمیں سے دو تہائی روٹی تو دو روٹیوں والے کی اور ایک پوری روٹی تین روٹیوں والے کے حصہ میں سے ہے پس میں ہر تہائی کو ایک سہم قرار دیتا ہوں پس یہ ہوا کہ ہر ایک نے دو روٹیوں والے کے حصہ میں سے دو حصے کھائے اور تین روٹیوں والے کے حصہ میں سے تین حصے کھائے پس کل پانچ حصے ہر ایک کی خوراک ہوئی پس تیسرے نے جو معاوضہ دیا ہے وہ بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا اور فقیہ ابوبکر رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک دو روٹیوں والے کو ایک درم ملے گا اس واسطے کہ اُسنے اپنی دو روٹیوں میں سے ایک روٹی پوری اور دو تہائی روٹی کھائی ہے اور تیسرے نے سوائے ایک تہائی روٹی کے کچھ نہیں کھایا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک نے ایک روٹی پوری اور دو تہائی روٹی کھائی ہے پس تیسرے نے تین روٹیوں میں سے ایک روٹی پوری اور تہائی روٹی کھائی ہے پس تین روٹیوں والے کو پانچ درم میں سے چار درم ملنے چاہییں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے باہمی مشترک بھوسے کو بار[١٢ کھارا] یعنی جال کے تقسیم کیا تو جائز ہے کیونکہ اسمیں تفاوت بہت قلیل ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ شیخ ابوجعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ سلطان نے ایک گاؤں والوں پر کچھ مال بطور ڈانڈ لازم کیا اور انھوں نے باہم اختلاف کیا بعض نے کہا کہ بقدر املاک ہم پر تقسیم ہوگا اور بعض نے کہا کہ نہیں بقدر رؤس یعنی تعداد کے تقسیم ہوگا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ ڈانڈ انکی املاک کی حفاظت کی غرض سے ہو تو یہ ڈانڈ مقدار املاک کے حساب سے تقسیم ہوگی کیونکہ یہ ملک کی مؤنت[۱] ہے پس ہر ایک پر بقدر اُسکی ملک کے پڑیگی اور اگر یہ غرامت انکی جان کی حفاظت کی غرض سے ہو تو عدد رؤس[۲] کے حساب سے تقسیم ہوگی مگر اس صورت میں عورتوں اور بچوں پر کچھ نہ ہوگا کیونکہ ان سے تعرض نہیں کیا جاتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شریکوں نے اپنے مشترک انگوروں کو کپان[۳] یعنی ترازو یا پیمانہ سے تقسیم کیا تو صحیح ہے کذا فی الظہیریہ

[۱] مؤنت یعنی خرچہ ہے گویا اُسنے ان املاک کی حفاظت کے لیے یہ بار ڈالا تو بطور خراج ہو گیا غرامت بمعنے تاوان ہے ۱۲ منہ [۳] کپان یہ لفظ اصل میں فارسی کپان ہے اور بہت بڑی ترازو ہوتی تھی جیسے آج کل ریل وغیرہ پر بوجھ تولنے کی ہوتی ہے ۱۲ منہ

[۲] یعنی جتنے آدمی ہیں ۱۲ منہ [۳] ایک پلہ کی ترازو ۱۲

تیسرا باب - جس صورت مین تقسیم کیجائیگی اور جس صورت مین نہ کیجائیگی اور جو جائز ہے اور جو جائز نہین ہے اُسکے بیان مین - ایک دار دو شخصون مین مشترک ہے مگر ایک کا حصہ زیادہ ہے پس زیادہ حصہ والے نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی بالاتفاق تقسیم کر دیگا اور اگر کم حصہ والے نے درخواست کی اور زیادہ حصہ والے نے انکار کیا تو بھی حکم یہی ہے اسی کو شیخ امام خواہر زادہ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے - اور اگر چھوٹا بیت اس طرح دو شخصون مین مشترک ہو پس اگر کم حصہ والا بعد تقسیم کے اپنے حصہ سے نفع نہ اُٹھا سکے اور اسی حصہ والے نے تقسیم کی درخواست کی تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی تقسیم کر دیگا اور امام خصاف رح نے ذکر کیا کہ ایک دار [یعنی کم حصہ والے نے ۱۲] دو شخصون مین مشترک ہے اور ہر ایک کا حصہ ایسا ہے کہ بعد تقسیم ہو جانیکے وہ اپنے حصہ سے نفع نہین اُٹھا سکتا ہے مگر دونون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی تقسیم کر دیگا اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی تقسیم نہ کریگا کیونکہ درخواست کرنیوالا متعنت [سرکش و دشمن ۱۲] ہے اور اگر تقسیم کا ضرر فقط ایک کو پہونچتا ہو بایں طور کہ ایک کا حصہ زیادہ ہو کہ بعد تقسیم ہو جانیکے بھی وہ اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکتا ہے پس زیادہ کے حصہ دار نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی تقسیم کر دیگا اور اگر کم کے حصہ دار نے درخواست کی تو تقسیم نہ کریگا اور شیخ جصاص رح نے اسکے برعکس نقل کیا ہے کذا فی فتاوے قاضی خان اور صحیح وہی ہے جو خصاف رح نے ذکر کیا ہے یہ تبیین مین ہے - امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر ایک طریق چند آدمیون کی شرکت مین ہو کہ اگر اسکو باہم تقسیم کر لین تو بعض کیواسطے کچھ راہ و منفذ [نکاس ۱۲] نہین رہتا ہے پس بعضون نے اسکے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرون نے انکار کیا تو مین انہین تقسیم نہین کرونگا اور اگر ہر ایک کیواسطے کچھ راہ و منفذ رہتا ہو تو مین انہین تقسیم کر دونگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ طریق مذکور انہین برابر مشترک ہو کہ اگر انہین تقسیم کیا جاوے تو کسی کیواسطے راہ و منفذ نہین رہتا ہے اور اگر یہ راستہ انہین اسطرح مشترک نہو بلکہ کسی کا زیادہ حصہ ہو اور کسی کا کم ہو کہ اگر تقسیم کر دیا جاوے تو کم کے حصہ دار کیواسطے راہ و منفذ نہ رہے اور زیادہ کے حصہ دار کیواسطے راہ و منفذ رہے تو جیسا مسئلہ بیت مین زیادہ کے حصہ دار کی درخواست پر [قاضی ۱۲] تقسیم کر دیتا ہے اسیطرح اس مسئلہ مین بھی زیادہ کے حصہ دار کی درخواست پر قاضی راستہ کو تقسیم کر دیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ بیت کے برخلاف[۵] مسئلہ طریق مین دونون حالتون مین سے کسی حال مین تقسیم نہ کریگا یہ محیط مین ہے - اگر مسیل الماء [پانی کی موری ۱۲] دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اسکے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر انہین سوائے اس موری کے کوئی دوسری جگہ ایسی ہو کہ جس سے انکار کرنے والے کا پانی نکل جا سکتا ہو تو مین تقسیم کر دونگا اور اگر کوئی دوسری جگہ بدون ضرر کے ایسی نہ نکلے تو تقسیم نہ کرونگا اور یہ اور طریق یکسان ہے یہ مبسوط مین ہے دو آدمیون کا مشترک بیت منہدم ہو گیا پس ایک نے زمین کے تقسیم کی درخواست کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون

---

[۵] قولہ برخلاف اور یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ راستہ کی صورت مین تقسیم سے منفعت باطل ہونے کے علاوہ مضرت شدید ہے اور ایسی صورت مین زیادہ حصہ والا متعنت ہے پس اسکا حال مثل مسیل و دیوار کے ہے ۱۲

تقسیم کردیجائیگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نہ کیجائے گی اور اگر دونون مین سے ایک نے چاہا کہ جیسی عمارت بنی تھی ویسی ہی بناوے اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو نوادر بن رستم مین مذکور ہی کہ منکر پر بنانے کیواسطے جبر نہ کیا جائے گا لیکن اگر اُس پر دونون کی دھنیان ہون تو بنانے کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اگر انکار کرنیوالا تنگدست ہو تو اُسکے شریک سے کہا جائیگا کہ تو خود بنالے اور شریک کو اُسپر دھنیان رکھنے سے منع کر یہانتک کہ تیرا خرچ تجھے دیدے یہ حاوی مین ہی اور قاضی حمام و دیوار و اسکے مشابہ چیزون کو شریکون مین تقسیم نہ کریگا اور اگر سب شریک اس بات پر راضی ہوئے تو تقسیم کردے کیونکہ ضرر اُٹھانے پر وہ لوگ خود راضی ہوگئے ہین اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم حمام مین ہی کہ ہر واحد بعد تقسیم کے حمام سے دوسری طرح نفع اُٹھا سکتا ہی مثلاً اپنے حصہ کا بیت بنانے اور بسا اوقات ہر ایک کا یہی مقصود ہوتا ہی اور رہا دیوار کے حق مین پس اگر وہ لوگ تقسیم پر اس غرض سے راضی ہوئے کہ بدون دیوار گرائے ہر ایک اپنے حصہ سے نفع اُٹھاوے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر وہ لوگ اسطرح راضی ہوئے کہ دیوار گراکر اُسکی نیو باہم تقسیم کرین تو قاضی ایسا فعل خود نہ کریگا ولیکن اگر ان لوگون نے باہم ایسا فعل کرلیا تو ان کو اس فعل سے منع نہ کریگا اگر کسی شخص کی زمین مین اُسکی اجازت سے دو آدمیون نے مشترک عمارت بنائی پھر دونون نے اس عمارت کی تقسیم کا قصد کیا اور مالک زمین غائب ہی تو باہمی رضامندی سے دونون ایسا کرسکتے ہین اور اگر دونون مین سے ایک نے انکار کیا تو اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر عمارت منہدم کرنیکا قصد کیا تو اسطرح تقسیم مین اتلاف ملک ہی اور ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ قاضی ایسی تقسیم خود نہ کریگا لیکن اگر اُنھون نے خود ایسا کرلیا تو قاضی اُن کو منع نہ کریگا اور اگر مالک زمین نے دونون کو اپنی زمین سے نکال دیا تو دونون اپنی عمارت گرالینگے پھر منقوض محتمل قسمت ہی تو قاضی بعض شریک کی درخواست کے موافق اُسکو تقسیم کردیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اصل مین امام محمد رح نے فرمایا کہ بازار مین ایک دوکان دو آدمیون مین مشترک ہی کہ اُسمین دونون خرید فروخت کرتے ہین یا دستکاری کا کوئی کام کرتے ہین پس ایک نے اُس کی تقسیم کا قصد کیا اور دوسرے نے انکار کیا اور مالک زمین غائب ہی تو قاضی دیکھے گا کہ اگر تقسیم کردیجاوے تو ہر ایک اپنے حصہ مین وہی کام کرسکتا ہی جو قبل قسمت کے کرتا تھا یا نہین پس اگر کرسکتا ہو تو تقسیم کردے اور اگر نہ کرسکتا ہو تو تقسیم نہ کرے یہ محیط مین ہی اگر غیر کی زمین مین ایک کھیتی چند وارثون مین مشترک ہو اور اُنھون نے اس کھیتی کی تقسیم کا ارادہ کیا پس اگر کھیتی پختگی پر پہونچگئی ہو تو بدون کٹے ہوئے اُنکی رضامندی سے یا بلغیر رضامندی کسی طرح مین اُس کھیتی کو اُنمین تقسیم نہ کریگا کیونکہ گیہون ربوی مال مین سے ہی پس مجازفتہ[1] اُسکی تقسیم نہین جائز ہی ہان پیمانہ سے جائز ہی سو بدون کٹنے کے پیمانہ سے تقسیم کرنا ممکن نہین ہی اور اگر ہنوز وہ کھیتی ساگا ہو تو اُنمین تقسیم نہ کریگا لیکن اگر وہ لوگ ساگ مین یہ شرط کرین کہ بقدر جسکے حصہ مین پڑے گا اُسکو وہ اپنے حصہ کے مثل جائز سمجھے گا او اس شرط پر باہم تقسیم کرلین تو مین اُنکی اجازت دونگا یہ مبسوط مین ہی اگر ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہی پس دونون نے اس کھیتی کو بدون زمین کے باہم تقسیم کرنا چاہا تو قاضی تقسیم نہ کریگا کیونکہ جب کھیتی پختگی پر پہونچی یعنی اسمین بالیان آگئی ہون

[1] مجازفہ کوت و اٹکل سے ۱۲ منہ ط۔ یعنے اسمین سود جاری ہوتا ہی ۱۲

تو وہ مال ربوی ہوگئی اور قسمت میں مبادلہ کے معنی ہمیشہ متحقق ہیں تو مجازفۃً جائز نہیں ہے اور جب تک وہ ساگا ہو تو جیسی[۱] قاضی تقسیم نہ کریگا کہ جب تقسیم بشرط ترک ہو یعنے بعد تقسیم کے کھیت میں چھوڑ دینگے اور اگر یہ شرط کی کہ ہم اکھاڑ لینگے تو قاضی تقسیم کر سکتا ہے اور یہ حکم دو روایتوں میں سے ایک کے موافق ہے اور دوسری روایت کے موافق قاضی کو تقسیم نہ کرنا چاہیے اگرچہ دونوں اسپر راضی ہوجاویں اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ دونوں نے قاضی سے تقسیم کی درخواست کی ہو اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو ہر حال میں قاضی تقسیم نہ کریگا اور اگر دونوں نے کھیتی کو خود باہم تقسیم کر لیا پس اگر کھیتی پوری ہو کر بالیوں دار ہوگئی ہو تو اُسکا حکم تو گذر چکا یعنے جب تک کاٹی نہ جاوے تب تک مجازفۃً جائز نہیں ہے اور اگر یہ کھیتی ہنوز ساگا ہو پس اگر اس شرط سے باہم تقسیم کر لی کہ کھیت میں چھوڑ دینگے تو جائز نہیں ہے اور اگر یہ شرط کی کہ بعد تقسیم کے اکھاڑ لینگے تو سب روایتوں کے موافق جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں کی مشترک زمین میں مشترک کھیتی ہو اور دونوں نے بدون زمین کے کھیتی کی تقسیم کی درخواست کی پس اگر کھیتی ہنوز ساگا ہو اور دونوں نے زمین مذکور میں اُسکے چھوڑ رکھنے کی شرط کی یا ایک نے ایسی شرط کی تو قسمت جائز نہیں ہے اور اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ اکھاڑ لینگے تو تقسیم جائز ہے اور اگر کھیتی پوری ہوگئی اور دونوں نے کاٹ لینے کی شرط کی تو بالاتفاق تقسیم جائز ہے اور اگر دونوں نے یا ایک نے چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک تقسیم نہیں جائز ہے اور امام محمد رح کے قول میں جائز ہے اور اسی طرح اگر طلع النخل دو آدمیوں میں مشترک ہو اور سوائے درخت خرما کے دونوں نے فقط کیریوں[۲] کی تقسیم چاہی پس اگر دونوں نے یا ایک نے درخت پر چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو تقسیم جائز نہیں ہے اور اگر فی الحال توڑنے پر اتفاق کیا تو تقسیم جائز ہے اور اگر یہ پھل پورے ہوگئے ہوں اور دونوں نے درخت پر چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر چالیس کپڑے دو آدمیوں میں مشترک ہوں جنمیں سے دس کھرے ہوں اور تیس ردی ہوں پس ایک نے دس کھرے لے لیے اور دوسرے نے تیس ردی لے لیے اور قیمت میں یہ دس ان تیس کے برابر ہیں تو یہ جائز نہیں یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر ایک زنبیل خرما یا گیہوں سے بھری دونوں میں مشترک ہو اور ایک نے اسکی تقسیم کی درخواست کی تو میں اُسکو دونوں میں تقسیم کر دونگا کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جسکا پیمانہ و وزن ہو سکتا ہے اور تقسیم آسان یہ ہے کہ محض جدا کر کے ممیز کر دیا جاوے اور ہر ایک شریک خود ایسا کر سکتا ہے تو قاضی بھی بعض شریکوں کی درخواست پر ایسا کر سکیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور لکڑی اور دروازہ اور چکی اور چوپایہ اور موتی بدون دونوں کی رضامندی کے تقسیم نہ کیا جائیگا اور تجرید میں لکھا ہے کہ اسیطرح قصب[؟] اور جو چیز چیرنے اور توڑنے سے تقسیم ہووے اور اُس میں ضرر ہو یہی حکم رکھتی ہے اسیطرح ایک لکڑی کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ اُسکے قطع

ف۱ جیسی یعنے ساگا ہونے کی حالت میں سودی مال نہیں لہذا تقسیم کرنا چاہیے لیکن ایک صورت میں ایسا بھی بٹوارہ نہ کریگا وہ صورت یہ کہ انھوں نے یہ شرط لگائی کہ اپنا اپنا حصہ زمین میں لگا چھوڑ دینگے ۱۲ ف۲ خرما کی کیریاں ۱۲ منہ[؟]

کرنیمین ضرر متصور ہو یہ خلاصہ مین ہے - اور جواہرات تقسیم نہ کیے جاوینگے کیونکہ انکی جہالت[1] بہت بڑھی ہوئی ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ جواہرات بدون معین کرنے کے ایسی چیز کا جو مال نہین ہے عوض[2] نہین ہوسکتے ہین جیسے نکاح و خلع یہ تبیین مین ہے - اور مختصر خواہرزادہ مین لکھا ہے کہ کمان اور زین اور مصحف تقسیم نہ کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے -
اور اگر اپنے غنم کی پیٹھ کے پشم کی دو آدمیون کے واسطے وصیت کردی پھر دونون نے یہ پشم جھاڑنے سے پہلے اُسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو مین اسکی تقسیم نہ کرونگا اسی طرح تھنون کے اندر دودھ کا حکم ہے کیونکہ یہ اموال ربوی ہین اسلیے کہ کیلی ہین یا وزنی ہین کہ کیل و وزن ہی سے تقسیم ہوسکتی ہین اور کیل و وزن سے تقسیم کرنا بدون پشم کاٹے ہوئے یا دودھ دوہے ہوئے ممکن نہین ہے اور باندی کے پیٹ کا بچہ سو کسی حال مین شریکونمین تقسیم نہین ہوسکتا اسی طرح اگر دونون نے باہمی رضامندی سے اُسکو تقسیم کرلیا تو بھی جائز نہین ہے یہ مبسوط کے باب القسمۃ مین ہے اور اگر ایک کپڑا دو آدمیونمین مشترک ہو اور دونون نے اسکو باہم تقسیم کیا اور باہمی رضامندی سے طول و عرض مین پھاڑ لیا تو یہ جائز ہے اور بعد تقسیم پوری ہونیکے کسی کو دونون مین سے رجوع کرنیکا اختیار نہوگا یہ مبسوط کے باب قسمۃ الحیوان والعروض مین ہے اور اگر سلا ہوا کپڑا دو آدمیونمین مشترک ہو تو قاضی اُسکو شریکونمین تقسیم نہ کریگا یہ فتاوی قاضی مین ہے اور بھی قاضی مختلف قیمت کے دو کپڑونکو تقسیم نہ کریگا کیونکہ تعدیل و مساوات بدون اسکے ممکن نہین کہ گھٹی ہوئی قیمت کے کپڑے کے ساتھ درہم ملائے جاوین اور جبراً تقسیم مین درہمون کا داخل کرنا جائز نہین ہے ہان اگر دونون اسپر راضی ہوجاوین تو قاضی تقسیم کرسکتا ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے - اور اگر شریکون کے درمیان زطی کپڑا و ہروی کپڑا اور تکیہ و بچھونا مشترک ہو تو بدون[3] انکی رضامندی کے قاضی تقسیم نہ کریگا اور اگر تین کپڑے دو آدمیونمین مشترک ہون اور ایک نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو مین دیکھونگا کہ اگر بدون قطع کے اُنکی تقسیم درست ہوسکتی ہے باین طور کہ مثلاً دو کپڑون کی قیمت تیسرے کے برابر ہو تو قاضی دونون مین اسطرح تقسیم کردے کہ ایک کو دو کپڑے دیدے اور دوسرے کو تیسرا دیدے اور اگر بدون قطع کرنیکے ٹھیک نہین پڑتی ہے تو انہین تقسیم نہ کرے گا لیکن اگر باہم کسی طریقہ[4] پر راضی ہوجاوین تو تقسیم ہوسکتی ہے ایسا ہی کتاب مین مذکور ہے اور صحیح یہ ہے کہ یون کہا جائے کہ اگر سب کی قیمت برابر ہو اور ڈیڑھ کپڑا ہر ایک کا حصہ ہو تو قاضی ایک ایک کپڑا دونوںمین تقسیم کرکے تیسرے کو مشترک چھوڑدے اسیطرح اگر یون تقسیم ٹھیک ہوتی ہو کہ ایک کا حصہ ایک کپڑا اور دو تہائی کپڑا اور دوسرے کا حصہ ایک کپڑا اور ایک تہائی کپڑا ہو یا ایک کا حصہ ایک کپڑا اور چوتھائی کپڑا اور دوسرے کا حصہ پونے دو کپڑے ہون تو بھی دونون کو ایک ایک کپڑا تقسیم کرکے تیسرا انمین مشترک چھوڑدیگا یہ نہایہ مین ہے - اور اگر کاریز[5] یا نہر یا کنوان یا چشمہ ہو کہ اُسکے ساتھ زمین نہو اور شریکون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی تقسیم نہ کرے گا اور اگر اسکے ساتھ ایسی زمین ہو کہ جسکا پانی اسکے سواے اور کہین سے نہو تو یہ زمین تقسیم کردیجائیگی اور یہ کنوان یا چشمہ یا کاریز اسی طرح شرکت

---

[1] یعنی ہر ایک کی قیمت معلوم ہونا دشوار اکثر لوگ نہین پہچانتے ہین ۱۲ منہ [2] عوض مثلاً نکاح مین موتی کا مہر ٹھہرایا پس اگر معین موتی ٹھہرایا کیا تو جائز ہے اور اگر دین ہو تو نہین جائز ہے کیونکہ ذرا سے فرق مین قیمت کا فرق بہت ہوجاتا ہے ۱۲ [3] یعنی ہوئی نالی اور قولہ زمین نہو یعنی بغیر زمین کے خالی یہی چیزین ہون ۱۲ [4] یعنے کسی طریقہ پر باہم راضی ہوجاوین ۱۲

مین چھوڑ دیا جائیگا کہ ہر ایک اسمین سے اپنے حصہ زمین کو سینچے اور اگر دونون مین سے ہر ایک کو یہ قدرت حاصل ہو کہ اپنی زمین کا پانی کہین اور سے نکالے یا چند زمینین اور متفرق نہرین اور کنوین ہون تو یہ سب اُنمین تقسیم کیے جاوینگے کیونکہ اس تقسیم مین انمین سے کسی کے حق مین ضرر نہین ہی۔ اور نہر وچشمہ وغیرہ کی تقسیم اس مقام پر زمین کے تابع ہی پس قسمت اس صورت مین بمنزلہ بیع کے ہی اور زمین کی بیع مین اُسکا شرب یعنے سینچنے کا پانی تبعاً داخل ہوجاتا ہی اگرچہ شرب کی بیع مقصوداً جائز نہین ہی پس ایسی ہی تقسیم مین بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی اور جو ظروف ایک ہی چیز واصل سے بنا لیے گئے ہون جیسے طاس وقمقمہ وطشت جو پیتل یا تانبے سے بنے ہوئے ہون ایسے ظروف مختلفة الجنس کے ساتھ ملائے گئے ہین پس قاضی اُنکو جبراً اُنہین تقسیم کر سکتا ہی یہ عنایہ مین ہی اور چاندی و سونے کے ٹکڑے اور جو اسکے مشابہ ہین کہ ڈھالے ہوئے نہون جیسے لوہے و پیتل و تانبے کے ٹکڑے یہ سب تقسیم کیے جاوینگے اسیطرح اگر ایک بالاخانہ دو آدمیون مین مشترک ہو اور ہر ایک کا حصہ اسقدر ہو کہ بعد تقسیم کے اُس سے انتفاع حاصل کر سکتا ہی اور اُسکا سفل کسی غیر کا ہو یا سفل ان دونون مین مشترک ہو اور علو کسی غیر کا ہو تو یہ سب بعض شریکون کی درخواست کے وقت تقسیم کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور دارون کی تقسیم مین میدان احاطہ کا گزون سے تقسیم کیا جائیگا اور عمارت باعتبار قیمت کے تقسیم کیجائیگی اور جائز ہی کہ بعض شریک کو بعض پر باعتبار زیادتی قیمت عمارت وموضع کے تفضیلت حاصل ہو کیونکہ حصونمین از راہ صورت ومعنی کے تعدیل وہین تک ہوسکتی ہی جہانتک ممکن ہو اور جب از راہ صورت تعدیل ممکن نہو تو از راہ معنی معتبر ہوگی پھر اسکی تین صورتین ہین۔ یا تو زمین کو باہم نصفا نصف تقسیم کرنا چاہا اور یہ شرط کی کہ عمارت جسکے حصہ مین پڑے وہ دوسرے کو عمارت کی نصف قیمت دیدے اور عمارت کی قیمت معلوم ہی۔ یا اسیطرح تقسیم کرنا چاہا مگر عمارت کی قیمت معلوم نہین ہی یا زمین کو نصفا نصف تقسیم کرنا چاہا اور عمارت کی تقسیم نہ کی پس اگر صورت اول ہو تو جائز ہی اور اگر دوسری صورت متحقق ہو تو استحساناً جائز ہی قیاساً جائز نہین ہی اور اگر تیسری صورت متحقق ہو تو تقسیم جائز ہی پھر عمارت جسکے حصہ مین پڑے وہ عمارت کی نصف قیمت دوسرے شریک کو دیکر اُسکا مالک ہوجائیگا کذا فی محیط السرخسی اور اسیطرح ہمنے کہا کہ اگر دو آدمیونکی مشترک زمین جسمین درخت ہین وزراعت ہی بدون درختون وزراعت کے تقسیم کیگئی پھر درخت وزراعت دونون مین سے ایک شریک کے حصے مین پڑے تو جسکے حصہ مین درخت وزراعت پڑی ہی وہ دوسرے شریک کو درختون وزراعت کے حصہ کی قیمت ادا کرکے مالک ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ چند لوگ ایک زمین کے جسکے ایک ٹکڑے مین زراعت ہی بوجہ میراث کے مالک ہوئے پھر زمین مذکور ان لوگون مین بدون زراعت کے اور بدون زراعت کی قیمت انداز کرنے کے تقسیم کیگئی تو وہ ٹکڑا جسمین کھیتی ہی جسکے حصہ مین آویگا ہم اُس سے قیمت زراعت کا مواخذہ کرینگے اور اگر اُسنے کہا کہ مین قیمت دینے پر راضی نہین ہون اور مجھے اس تقسیم کی ضرورت نہین ہی تو حاکم اُسکو قیمت زراعت ادا کرنے پر مجبور کریگا اور یہی حال دار کا ہی کہ اگر دار کو حاکم نے گزون سے تقسیم کیا اور اُسکی عمارت کی قیمت انداز نہ کرلی تو عمارت مذکور جسکے حصہ مین پڑے گی اُس سے قیمت عمارت کا مواخذہ کیا جائیگا خواہ قیمت کی مقدار بیان ہوئی ہو یا نہوئی ہو یہ وجیز کردری مین ہی اگر شریک لوگ قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور اُنکے قبضہ مین ایک دار یا عقار ہی اور انھون نے دعوی کیا

کہ ہم نے فلان شخص سے اسکو میراث پایا ہی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ قاضی ان لوگوں میں اسکو تقسیم نہ کریگا یہانتک کہ یہ لوگ اُس فلان شخص کی موت اور تعداد وارثون کے گواہ دین۔ اور صاحبین رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اُنکے اقرار پر انہین تقسیم کردے اور صک مین تحریر کردے کہ مین نے انکے اقرار پر انہین تقسیم کیا ہی اور اگر عقار کی نسبت ان لوگون نے دعوی کیا کہ ہم نے اسکو خریدا ہی تو اُنہین تقسیم کردیگا اور اگر سواے عقار کے کوئی مال مشترک ہو اور انھون نے دعوی کیا کہ ہم نے اسکو میراث پایا ہی تو بالاتفاق سب کے نزدیک تقسیم کردیگا اور اگر ان لوگون نے دعوی کیا کہ یہ ہماری ملک ہی اور یہ بیان نہ کیا کہ کیونکر اُنکی ملک مین منتقل ہوا ہی تو بھی اُنہین تقسیم کردیگا اور یہ کتاب القسمۃ کی روایت ہی۔ اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ دو شخصون نے ایک زمین کا دعوے کیا اور اس امر کے گواہ دیے کہ زمین مذکور ہمارے قبضہ مین ہی اور اسکی تقسیم کی درخواست کی تو قاضی دونون مین تقسیم نہ کریگا جبتک اس بات کے گواہ نہ دین کہ یہ زمین ہماری ہی کیونکہ احتمال ہی کہ دوسرے کی ملک ہو اور انکے قبضہ مین ہو پھر بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول خاص امام اعظم کا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہی اور یہی اصح ہی کیونکہ قسمت دو طرح پر ہوتی ہی ایک بحق الملک جو تکمیل منفعت کی غرض سے ہی دوم بحق قبضہ بغرض تتمیم حفاظت سو پہلی قسم یہان ممتنع ہی کہ ملک ثابت نہین ہے اور دوسری بھی ممتنع ہی کہ اسکی ضرورت نہین ہی کیونکہ زمین خود ہی محفوظ چیز ہی۔ اور اگر دو وارث حاضر ہوے اور دونون نے فلان مورث کی موت اور تعداد وارثون کے گواہ دیے اور دار متروکہ اُنکے قبضہ مین ہی مگر اُنمین کوئی وارث غائب یا نابالغ ہی تو حاضرین کی درخواست پر قاضی ترکہ تقسیم کردیگا اور غائب کا حصہ قبضہ کرنے کیواسطے کوئی وکیل یا نابالغ کا حصہ قبضہ کرنیکی غرض سے کوئی وصی مقرر کریگا کیونکہ اسطرح مقرر کرنے مین غائب کے حق مین مصلحت ہی اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک اس صورت مین بھی اصل میراث کے گواہ قائم کرنے ضرور ہین بلکہ اولے ہی۔ اور صاحبین رح کے نزدیک اُنکے اقرار پر انہین تقسیم کردیگا اور غائب و نابالغ کا حصہ جدا کرلے گا اور گواہ کردے گا کہ مین نے بالغ وارثان حاضرین کے اقرار پر تقسیم کردیا ہی اور غائب یا نابالغ اپنی اپنی حجت پر ہی اور اگر شرکاء حاضرین مشتری[۲] ہون تو کسی شریک کے غائب ہونیکی صورت مین تقسیم نہ کریگا اگرچہ وہ لوگ خریدکرنیکے گواہ قائم کرین یہانتک کہ شریک غائب حاضر ہووے اور اگر کل عقار ترکہ یا کسی قدر اُسمین سے غائب وارث کے قبضہ مین ہو تو تقسیم نہ کریگا اسیطرح اگر اُسکے ودلیعت رکھنے والے کے قبضہ مین ہو تو بھی تقسیم نہ کریگا اسیطرح اگر کل نابالغ کے قبضہ مین ہو یا اُسمین سے کسی قدر ہو تو بھی حاضرین کے اقرار پر تقسیم نہ کریگا اور صحیح مذہب کے موافق اس صورت مین گواہ قائم کرنے یا نہ کرنے مین کچھ فرق نہین ہی۔ اور اگر فقط ایک وارث حاضر ہوا تو قاضی تقسیم نہ کریگا اگرچہ وہ گواہ قائم کرے کیونکہ اُسکے ساتھ کوئی خصم نہین ہے سو اگر یہ شخص اپنی طرف سے خصم ہوگا تو میت کی طرف سے کوئی خصم نہین اور نہ غائب کیطرف سے کوئی خصم ہی اور اگر یہ شخص اپنی مورث میت

---

[۱] ایک بحق یعنے اول یہ کہ مالکون کو ملکیت حاصل ہی تو ہر ایک اپنی ملکیت سے پورا فائدہ لینا چاہتا ہو دوم یہ کہ فقط قبضہ ہی تو ہر ایک چاہتا ہو کہ بٹوارہ سے حفاظتی قبضہ اچھی طرح حاصل ہو ۱۲ منہ [۲] مشتری ہون یعنی وارث نہو بلکہ خریدار ہون ۱۲ م

اور غائب کی طرف سے خصم ہو تو اسکی طرف سے کوئی خصم نہین جسپر گواہ قائم ہون اور اگر دو وارث حاضر ہون مگر ایک صغیر ہو دوسرا بالغ ہو تو قاضی صغیر کیطرف سے ایک وصی مقرر کریگا اور اگر گواہ[لہ] قائم ہوجاوین تو تقسیم کرونگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ترکہ مین سے کسیقدر صغیر کی والدہ کے قبضہ مین ہو تو اسکا وہی حکم ہی جو غائب کے قبضہ مین ہونیکی صورت مین مذکور ہوا کہ قاضی تقسیم نہ کریگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ یہان ایک ایسا مسئلہ ہی جسکا جاننا ضرور ہی اور وہ یہ ہی کہ صغیر کیطرف سے قاضی کسی وصی کو جبھی مقرر کریگا جبکہ صغیر حاضر ہو اور اگر غائب ہو تو اسکی طرف سے وصی مقرر نہ کرے گا بخلاف بالغ غائب کے کہ بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ کے قاضی بالغ غائب کیطرف سے وصی مقرر کریگا اور وصی مقرر کرنے مین صغیر حاضر و غائب مین فرق یہ ہی کہ صغیر جب حاضر ہوا تو جواب کی ضرورت سے قاضی اسکی طرف سے وصی مقرر کر دے گا کیونکہ صغیر کی حاضری مین اسپر دعوے صحیح ہو گیا مگر وہ جواب دہی سے عاجز ہی پس اسکی طرف سے وصی مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اسکے خصم کو جواب دے اور اگر صغیر حاضر نہو تو اسپر دعوی صحیح نہوگا پس جوابدہی لازم نہوگی تو وصی مقرر کرنیکی بھی ضرورت نہوگی یہ نہایہ مین ہی۔ اگر ایک دار میراث ہو اور اسمین تہائی کی وصیت ہو اور بعضے وارث حاضر ہون اور بعضے غائب ہون تو موصی لہ بمنزلہ وارث کے شریک قرار دیا جائیگا پس اگر موصی لہ تنہا حاضر ہوا تو مثل تنہا ایک وارث کے حاضر ہونیکے اس صورت مین بھی قاضی موصے لہ کے گواہون کی سماعت نہ کریگا اور نہ وار مذکور شریکون مین تقسیم کریگا اور اگر موصی لہ کے ساتھ کوئی وارث حاضر ہوا تو مثل دو وارثون کے حاضر ہونیکی صورت کے اس صورت مین بھی قاضی انکے گواہون کی سماعت کریگا اور دار مذکور کو شرکا مین تقسیم کر دیگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دو شریکون نے مشترک راستہ تقسیم سے الگ کر دیا اور راستہ مذکور پر ایک ظلہ[چھجہ] ہی کہ ایک شخص کا راستہ اسکے اوپر سے ہی اور یہ شخص استطاعت رکھتا ہی کہ اپنا دوسرا راستہ نکال لے پس دوسرے شخص نے اسکو ظلہ کے اوپر سے گذرنے سے منع کیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور اسمین ایک صفہ ہو اور صفہ مین ایک بیت ہو اور اس بیت کا راستہ اس صفہ مین سے ہو اور کوٹھری کی چھت کا پانی صفہ کی چھت پر سے بہتا ہو پھر دونون نے دار مذکور کو باہم تقسیم کیا اور ایک کے حصہ مین صفہ آیا اور دار کا کچھ صحن آیا اور دوسرے کے حصہ مین بیت اور دار کا کچھ صحن آیا اور دونون نے تقسیم مین طریق اور پانی بہنے کی راہ کا کچھ ذکر نہین کیا اور بیت والے نے چاہا کہ اپنے بیت مین بدستور سابق صفہ مین سے ہو کر جاوے اور بیت کی چھت کا پرنالہ صفہ کی چھت پر بہا دے پس اگر صاحب بیت ایسا کر سکتا ہو کہ اپنا راستہ اور پانی کا پرنالہ اپنے حصہ مین کسی جگہ نکالے تو تقسیم جائز ہی اور صاحب بیت کو یہ حق و اختیار نہوگا کہ صفہ مین ہو کر گذرے اور اپنا پرنالہ صفہ پر بہا دے خواہ دونون نے قسمت مین یہ ذکر کیا ہو کہ ہر واحد کے واسطے اسکا حصہ مع اسکے حقوق کے ہی یا ذکر نہ کیا ہو اور اگر صاحب بیت ایسا نہ کر سکے کہ اپنا راستہ اور پانی کا راستہ دوسری جگہ نکالے پس اگر دونون نے تقسیم مین یہ ذکر کیا ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کے واسطے اسکا

[لہ] گواہ الخ یہ شرط بظاہر قول ابی حنیفہ رح ہی اور صاحبین کے قول پر گواہ پر بھی یہی ہونا چاہیے ۱۲

حصہ مع حقوق کے ہی تو راستہ و پانی کا بہنا اسکی تقسیم مین داخل ہوجائیگا اور قسمت جائز ہوگی اور اگر دونون نے ایسا ذکر نہ کیا ہو تو راستہ و پانی بہنے کی راہ تقسیم مین داخل نہوگی اور تقسیم فاسد ہوگی اس سب کو شیخ الاسلام نے شرح کتاب القسمۃ مین ذکر فرمایا ہی اور شیخ رحمہ نے آخر باب مین ذکر فرمایا کہ دو شریکون نے دار مشترک باہم تقسیم کرلیا پھر جب حدود قائم ہوگئے تو ظاہر ہوا کہ ایک کیواسطے راستہ ہی نہین ہی پس اگر وہ شخص اپنے حصہ مین کسی جگہ اپنا راستہ نکال سکتا ہی تو تقسیم جائز ہی اور اگر اپنے حصہ مین کسی جگہ اپنا راستہ نہین نکال سکتا ہی پس اگر وقت قسمت کے جانتا ہو کہ اسکے واسطے راستہ نہین ہی تو بھی تقسیم جائز ہی اور اگر نہ جانتا ہو تو تقسیم فاسد ہی اور مسئلہ متقدمہ کے قیاس پر اس مسئلہ کے آخر باب مین یون کہنا چاہیے کہ اگر اپنے حصہ مین کسی دوسری جگہ اپنا راستہ نہین نکال سکتا ہی تو تقسیم جبھی فاسد ہوگی کہ جب حقوق کا ذکر نہ کیا ہو اور اگر حقوق کا ذکر کیا ہو تو راستہ تقسیم مین داخل ہوجائیگا پس دونون مسئلون پر نظر کرنے سے حاصل جواب یہ نکلتا ہی کہ اگر اپنے حصہ مین کسی جگہ راستہ نہین نکال سکتا ہی پس اگر حقوق کا ذکر کیا ہو تو راستہ اور پانی کی راہ تقسیم مین داخل[1] ہوجائیگی اور تقسیم فاسد نہوگی اور اگر حقوق کا ذکر نہ کیا حتے کہ طریق و مسیل قسمت کی تحت مین داخل نہوئے پس اگر وقت قسمت کے جانتا ہو کہ اسکے واسطے کوئی راستہ نہوگا اور نہ پانی کی راہ ہوگی تو بھی قسمت جائز ہوگی اور اگر نہ جانتا ہو تو تقسیم فاسد ہوگی اور شیخ الاسلام رح نے باب قسمۃ الارضین والقری مین ذکر فرمایا کہ راستہ اور پانی بہنے کی موری بدون ذکر حقوق و مرافق کے تقسیم مین داخل ہوجاتے ہین جب کہ راستہ و مسیل الماء[2] غیر کی زمین ہو اور شریکون کے حصہ مین نہو اور نہ شریک لوگ اپنے حصوں مین ان حقوق کو ایجاد کرسکتے ہون اور یہ داخل ہونا اسواسطے ہی کہ تقسیم فاسد نہو جاوے یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دو شریکون نے دار مشترک کو اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک دوسرے کا ایک دار ہزار درم کو خریدے تو اس شرط سے تقسیم باطل ہی یہ مبسوط مین ہی ہر تقسیم جو مقسوم یا مقسوم کے سوائے دوسری چیز کے ہبہ کرنے یا صدقہ دینے یا بیع کرنیکی شرط پر ہووے فاسد ہی اسیطرح ہر خرید جو بشرط تقسیم ہو باطل ہی اور تقسیم باین شرط کہ اُسکو کوئی معلوم چیز بڑھا دیگا جائز ہی جیسے ثمن مین زیادہ کردے یا مبیع مین کچھ بڑھا دے اور جو حصہ بذریعہ قسمت فاسدہ قبضہ مین لیا گیا ہو اُسمین ملک ثابت ہوجاتی ہی اور تصرف نافذ ہوجاتا ہے جیسے خرید فاسد کے مقبوضہ کا حکم ہی یہ قنیہ مین ہی اگر ایک دار دو آدمیون مین مشترک ہو تو کچھ ڈر نہین ہی کہ ایک شریک پورے دار مین سکونت[3] رکھے اور اس بنا پر یون کہا جاسکتا ہی کہ اگر دونون نے قسمت ملک کی درخواست کی تو قاضی ایسی تقسیم کرسکتا ہی اور اگر اُنھون نے قسمت حفظ و انتفاع کو چاہا تو قاضی کی کچھ ضرورت نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر ایک دار دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک تو پوری زمین لے لے اور دوسرا پوری عمارت لے لے زمین مین سے کچھ

---

[1] داخل یعنی صفر سے راستہ و چھت پر پانی بہانا اس کا حق ہوگیا کیونکہ اس نے مع حقوق کے اپنا حصہ منظور کیا ہے ۱۲ منہ [2] مسیل الماء پانی بہنے کی موری ۱۲ منہ [3] یعنی حفظ و انتفاع یعنی حفاظت کرنے و نفع اٹھانے مین شریک کو مخالفت نہین ہے ۱۲ منہ

نے تو اسکی تین صورتین ہین اول یہ کہ جسکے واسطے عمارت لینے کی شرط کی ہے اُسکے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اپنی عمارت کو توڑ لے تو اس صورت
مین تقسیم جائز ہے اور دوسری یہ کہ عمارت توڑنے یا نہ توڑنیکی شرط سے سکوت کیا اور شرط نہ لگائی تو بھی تقسیم جائز ہے۔ اور تیسری یہ
یہ کہ دونون نے عمارت چھوڑ رکھنے کی شرط لگائی تو تقسیم فاسد ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر تقسیم مین ایک دیوار ایک شریک کے حصہ مین آئی اور اوپر
دوسرے شریک کی دھنیان رکھی ہین اور اُسنے چاہا کہ دیوار سے دھنیان دور کرے تو ایسا نہین کرسکتا ہے لیکن اگر تقسیم مین دونون نے دھنیان دور
کرنیکی شرط کر لی ہو تو ایسا کرسکتا ہے خواہ تقسیم سے پہلے دھنیان فقط خاصۃً ایک کی ہون اور دیوار دونون مین مشترک ہو
یا چھت و دھنیان مع دیوار کے دونون مین مشترک ہون پھر تقسیم مین دیوار ایک کے حصہ مین آئی اور چھت و
دھنیان دوسرے کے حصہ مین آئین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور تجرید مین لکھا ہے کہ اسیطرح پایہ کا اور سیڑھی کا اور استوانہ
جس پر دھنیان رکھی ہون یہی حکم ہے اسیطرح اگر بالاخانہ والے کے حصہ مین ایک روشندان آیا جو سفل والے کے
حصہ مین ہے تو صاحب سفل اسکو مسدود نہین کرسکتا ہے لیکن اگر دونون نے اسکے بند کر لینے کی شرط کر لی ہو تو بند
کرسکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک کھیت پانچ وارثون مین جنمین ایک نابالغ اور دو غائب اور دو حاضر ہین
مشترک ہو پس دونون حاضرین مین سے ایک کا حصہ ایک مشتری نے خریدا اور دوسرے شریک حاضر نے قاضی
کے پاس اسکی تقسیم کر دینے کا مطالبہ کیا اور قاضی کو اس معاملہ سے آگاہ کر دیا تو قاضی اس شریک کو حکم فرمائے گا کہ
تقسیم کر دے اور ہر دو غائب اور صغیر کیطرف سے وکیل کر دیگا اور یہ اسواسطے کہ مشتری مذکور بائع کا قائم مقام ہوا
اور بائع کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنے شریک سے قسمت کا مطالبہ کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ابن سماعہ رح نے
امام محمد رح کو لکھا کہ ایک قوم نے ایک دار میراث پایا اور بعض نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری
اجنبی غائب ہوگیا اور وارثون نے تقسیم کی درخواست کی اور میراث کے گواہ قائم کر دیے تو امام محمد رح نے جواب
مین فرمایا کہ اگر دو وارث مقدمہ مین حاضر آئے تو قاضی اسکو تقسیم کر دیگا خواہ مشتری حاضر ہو یا نہو کیونکہ مشتری مذکور
بمنزلہ اُس وارث کے ہوا جسنے اُس کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ اصل مین لکھا ہے کہ اگر ایک گاؤن اور اسکی زمین
دو شخصون مین بسبب خریدنے کے مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک مر گیا اور اپنا حصہ اپنے وارثون کیواسطے
میراث چھوڑا پس وارث نے میراث پانے اور اصل شرکت وحالت کے گواہ قائم کیے مگر اُنکے باپ کا
شریک غائب ہے تو جب تک وہ حاضر نہو جاوے تب تک قاضی اُس گاؤن کو تقسیم نہ کریگا اور اگر
اُنکے باپ کا شریک حاضر آیا مگر بعضے وارث غائب ہین تو قاضی انہین تقسیم کر دے گا کیونکہ بعض وارث
کا حاضر ہونا ایسا ہے جیسے مورث مردہ اگر زندہ اور خود حاضر ہوتا یا جیسے باقی وارث حاضر ہون اور اگر
اصلی شرکت بوجہ میراث کے ہو مثلاً دو آدمیون نے اپنے باپ سے ایک گاؤن میراث پایا پھر قبل بٹوارہ ہونیکے ایک
مر گیا اور اپنا حصہ اپنے وارثون کو میراث چھوڑا پھر اس میت ثانی کے وارث حاضر ہوئے حالانکہ انکا چچا غائب ہے اور
اُنھون نے حاضر ہوکر اپنے باپ سے میراث پانے اور اپنے باپ کے اپنے دادا سے میراث پانیکے گواہ قائم کر دیے
تو قاضی اُنہین تقسیم کر دیگا اور اُنکے چچا کا حصہ الگ کر دیگا اسیطرح اگر انکا چچا حاضر آیا مگر بعض وارثون مین سے

غائب ہین تو بھی قاضی انہین تقسیم کر دیگا یہ محیط مین ہے۔ نوازل مین ہے کہ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گاؤن اُسی کے رہنے والونین مشترک ہے جسمین سے چوتھائی وقف ہے اور چوتھائی پرپٹ بنجر ہے اور آدھی زمین ملک[1] شائع ہے پس انھون نے چاہا کہ اسمین سے مقبرہ بنادین لہذا تھوڑی زمین کی تقسیم چاہی تاکہ اسمین فرودگاہ و مقبرہ بناوین تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر پورا گاؤن ہر فریق کے حصہ کے موافق تقسیم کرادیا گیا تو قسمت جائز ہے اور اگر ان لوگون نے چاہا کہ اس گاؤن مین سے کوئی جگہ تقسیم کرلین تو بٹوارہ نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر وارثون مین سے کسی وارث سے ایک شخص نے اُسکا تھوڑا حصہ خریدا پھر دونون یعنے بائع و مشتری حاضر ہوے اور دونون نے تقسیم کی درخواست کی تو جبتک بائع کے سوا کوئی دوسرا وارث بھی حاضر نہو تب تک قاضی دونون مین تقسیم نہ کریگا اور اگر مشتری نے بائع مذکور سے اُسکا حصہ خریدلیا پھر بائع مذکور نے اس دار مین سے کچھ اور میراث پایا یا خریدا تو بائع مذکور مشتری مذکور کا اس دار کے حصہ اول کے مقدمہ مین خصم نہوگا تا وقتیکہ دوسرا وارث بھی حاضر نہو اور اگر مشتری مذکور جس نے وارث سے خریدا ہے اور سوا بائع کے دوسرا وارث دونون حاضر ہوے اور وارث بائع غائب ہوگیا اور مشتری نے اپنے خریدنے اور قبضہ کرنے اور وارث و تعداد وارثان کے گواہ قائم کیے پس اگر مشتری نے دار پر قبضہ پایا ہو اور وارثون کے ساتھ اس مین رہتا ہو پھر اس نے اور اُسکے ساتھ سوا بائع کے دوسرے وارث نے تقسیم طلب کی اور جس طرح ہم نے بیان کیا ہے گواہ قائم کیے تو قاضی دار مذکور کو تقسیم کردیگا اسی طرح اگر سوائے مشتری کے دوسرے وارثون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی اُنکی درخواست پر دار مذکور کو تقسیم کردیگا اور غائب کا حصہ مشتری کے قبضہ مین رکھیگا مگر خرید واقع ہونے کا حکم نہ دیگا۔ اور اگر مشتری نے دار پر قبضہ نہ پایا ہو تو غائب کا حصہ جدا کرلےگا اور مشتری کو نہ دیگا۔ اور اگر فقط مشتری نے تقسیم کی درخواست کی اور وارثون نے انکار کیا تو مین تقسیم نہ کرونگا کیونکہ مین نہین جانتا ہون کہ وہ مالک ہے یا نہین ہے اور بائع کی غیبت مین مین اُسکے گواہ اُسکے حصہ خریدنے کے قبول نہ کرونگا۔ اور نیز منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہے پھر ایک نے اپنا حصہ مشترک غیر مقسوم کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری نے بائع کو حکم دیا کہ دوسرے شریک سے اپنا حصہ بانٹ کرکے قبضہ کرلے پس اسنے مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہے اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط پر حصہ بانٹ کیا کہ دونون مین سے ایک شخص دار کو لےلے اور دوسرا نصف دار لے تو جائز ہے اگرچہ دار بہ نسبت نصف دار کے از راہ قیمت افضل ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دو آدمیون نے تقسیم مین اس شرط سے باہم صلح ٹھہرائی کہ دونون مین سے ایک اس معین دار کو لےلے اور دوسرا دوسرے دار مین سے ایک منزل معین لےلے یا دونون مین سے ہر ایک کسی دوسرے دار مین سے کچھ حصص معلومہ[2] لےلے یا دونون مین سے ایک اس دار کو لےلے اور دوسرا ایک غلام لے یا اسکے مانند اور اجناس مختلفہ پر باہم صلح کی تو ایسی صلح جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دو شخصون مین دو دار اسطرح مشترک ہون کہ ایک دار مین سو گز اور دوسرے مین سو گز یا زیادہ ہون

---

[1] ملک شائع یعنے سب مین مشترک ہے ۱۲ منہ

[2] معلوم ۱۲

پھر دونون نے اس قرارداد پر صلح کی کہ ایک شریک اس دار کے تمام گز یعنی مقدار ساحت سے لے لے اور دوسرا دوسرے دار کا حصہ پیمائشی سے لے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر دو آدمیونمین ایک دار مین میراث مشترک ہو اور ایک دوسرے دار مین میراث مشترک ہو پھر دونون نے اس شرط سے صلح کی کہ ایک شریک وہ سب حصہ جو اس دار مین ہے لے لے اور دوسرا شریک وہ سب حصہ جو دوسرے دار مین ہے لے اور کچھ دراہم معلومہ زیادہ کیے پس اگر دونون نے سہام بیان کر دیے ہون کہ ہر دار مین سے کتنے سہام ہین تو جائز ہے اور اگر نہ بیان کیے ہون تو جائز نہین ہے اور اگر بجائے سہام کے پیمائش کے گز کسر بیان کر دیے ہون تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول مین جائز ہے اور امام اعظم رح کے قول مین نہین جائز ہے۔ دو دار تین آدمیون مین مشترک ہین انمین سے ایک بڑا ہے اور دوسرا چھوٹا ہے پس سبنے باہم اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک شخص چھوٹا دار لے لے اور دوسرا بڑا دار لے لے اگر جسنے بڑا دار لے لیا وہ کسیقدر دراہم معلومہ تیسرے کو جسنے کچھ نہین لیا ہے دیدے تو یہ جائز ہے۔ اسیطرح اگر اس قرارداد پر صلح کی کہ بڑے دار کو دو آدمی لے لین اور تیسرا چھوٹے دار کو لیلے تو بھی جائز ہے۔ اسیطرح اگر ایک دار ان تینونمین مشترک ہو اور سبنے اس شرط سے صلح کی کہ اس دار کو دو آدمی اسطرح لے لین کہ ہر ایک دونونمین سے اسمین سے معین ٹکڑے لیلے اور دونون تیسرے کو کچھ دراہم معلومہ دیدین تو بھی جائز ہے اسیطرح اگر سبھون نے دونون لینے والونمین سے ایک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ وہ نہ لینے والے کو دو تہائی ان دراہم معلومہ کی دے تاکہ اسکے منزل مین داخل ہو تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ یہ شخص اُس تیسرے حصہ کی دو تہائی خریدنے والا ہوگا اور دوسرا اسکے حصہ کی ایک تہائی خریدنیوالا ہوگا اسیطرح اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اسکو اس قرارداد سے باہم تقسیم کر لیا کہ ہر ایک اسمین سے نصف لیکر ایک شریک دوسرے کو ایک غلام معین دیدے بشرطیکہ اسکو دوسرا سو درم دے تو بھی جائز ہے اسیطرح اگر دونون نے دار مشترکہ کو اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک عمارت لے اور دوسرا شریک کھنڈل گرا ہوا لے بشرطیکہ عمارت لینے والا دوسرے کو کسی قدر دراہم معلومہ دے تو بھی جائز ہے اسیطرح اگر اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک بالاخانہ لے اور دوسرا شریک نیچے کا مکان لے اور باہم شرط کی کہ کوئی شریک دوسرے کو کسیقدر دراہم معلومہ دیدے تو بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دونون نے کپڑے اس شرط سے تقسیم کیے کہ جسکے حصہ مین یہ کپڑا آوے وہ ایک درم پھیر دے اور جسکے حصہ مین یہ دوسرا کپڑا آوے وہ دو درم پھیر دے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر گاؤن و زمین چند لوگونمین مشترک ہو اور انھون نے زمین کو پیمائش سے اس شرط پر تقسیم کیا کہ جسکے حصہ زمین مین درخت یا گھر پڑے اُسپر درخت و گھر کی قیمت مین درم واجب ہونگے تو یہ جائز ہے اور یہ حکم باستحسان ہے یہ مبسوط مین ہے۔ دو شریکون نے مال شرکت باہم اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک شریک تمام نقدی درم و دینار لے اور دوسرا تمام عروض و متاع

لـه مکسر وہ گز جو طول و عرض کی پیمائش کا باہم حاصل ضرب رقبہ بحساب گز ون کے حاصل ہو ۱۲ منہ ـــه یعنی مثلاً یہان سے وہان تک فلان شخص اور باقی اسقدر دوسرا شخص لے لے ۱۲ منہ

دو دکان اور تمام قرضے جو لوگون پر آتے ہین لے لے بدین شرط اگر قرضہ مین سے کچھ کسی پر ڈوب گیا تو اُسکا نصف اُسکا شریک
اُسکو واپس دیگا تو ایسی تقسیم فاسد ہی کیونکہ اس قسمت مین بیع کے معنی ضرور ہوتے ہین اور بیع اسطرح پر جائز نہین ہی پس
دونون مین سے ہر ایک پر یہ واجب ہی کہ جو کچھ اُسنے لیا ہی اُسکا نصف اپنے شریک کو واپس دے یہ محیط سرخسی مین ہی اگر
دو شخصون مین ایک دار مشترک ہو پس اُنھون نے اُسکو باہم تقسیم کر دیا بدین شرط کہ ایک شریک دوسرے کو کسیقدر دراہم
معلومہ اُسکے حصہ[1] پر بڑھا دے تو یہ جائز ہی پھر واضح ہو کہ جو چیز عقد بیع مین عوض[2] مستحق ہونیکی صلاحیت رکھتی ہی ایسی چیز
کا عقد قسمت مین شرط کرنا باہمی رضامندی کی صورت مین جائز ہی پس نقود یعنے درم و دینار وغیرہ خواہ فی الحال دینا ٹھہرا
ہو یا اُدھار ہو اور کیلی و وزنی چیزین خواہ معین ہون یا اُنکا وصف بیان کرکے ذمہ رکھکر فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا کسی
میعاد پر ادا کرنا قرار پایا ہو یہ چیزین عقد بیع مین عوضاً مستحق ہوتی ہین تو عقد قسمت مین بھی مشروط ہو سکتی ہین
پس اگر ان چیزون مین کسی چیز کیواسطے باربرداری و خرچہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے ادا کرنیکی جگہ بیان
کرنی ضرور ہی جیسا کہ بیع سلم و عقد اجارات مین ہوتا ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اگر اُسکے
ادا کرنیکے واسطے کوئی خاص جگہ بیان کر دی تو جائز ہی اور اگر نہ بیان کی ہو تو تقسیم جائز ہوگی اور اسکا ادا کرنا
اُسی جگہ لازم ہوگا جہان دار مقسومہ واقع ہی حالانکہ صاحبین کے نزدیک مثل بیع سلم کے بدلیل قیاس یہ چاہیے
تھا کہ اُسکے ادا کرنے کیواسطے وہ جگہ متعین ہوتی جہان عقد واقع ہوا مگر صاحبین رح نے بدلیل استحسان یون
فرمایا کہ تقسیم کا پورا ہونا دار مقسومہ کے پاس ہوتا ہی اور اس چیز کا واجب ہو جانا بھی تقسیم کے پورے ہونے پر
ہوگا پس جہان تقسیم پوری ہوئی ہی وہی جگہ اُسکے ادا کے واسطے بھی متعین ہو گئی جیسا کہ عقود اجارات مین بھی
صاحبین کے نزدیک جس جگہ عقد اجارہ قرار پایا ہی یعنے دار کرایہ پر لینا قرار پایا ہی وہ جگہ کرایہ کا ایسا مال ادا کرنے
کے واسطے متعین نہین ہوتی ہی بلکہ جو دار کرایہ لیا ہی وہین ادا کرنا لازم ہوتا ہی اور اگر کوئی حیوان معین بڑھانا شرط
کیا تو جائز ہی اور اگر حیوان غیر معین ہو تو جائز نہین ہی خواہ اُسکا وصف بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ فی الحال دینا
ٹھہرا ہو یا دینے کے واسطے کچھ میعاد ہو اور اگر کوئی کپڑا بڑھانا شرط کیا اور اُس کا وصف بیان کرکے
کسی میعاد معین پر دینا[3] اپنے ذمہ لیا تو جائز ہی اور اگر کچھ میعاد معین نہ لگائی تو جائز نہین ہی یہ مبسوط باب
قسمۃ الدور بالدراہم نرنیہ یا مین ہی۔ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اُنھون نے باہم تقسیم کر لیا اس طرح
کہ ایک نے مقدم دار کو جو ایک تہائی ہی لیا اور دوسرے نے موخر دار کو جو دو تہائی ہی لیا تو یہ جائز ہی اور
اگر دار مذکور دونون مین اس طرح مشترک ہو کہ ایک کا ایک تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو پس دو تہائی
والے نے اپنے حصہ مین ایک بیت جسکا دروازہ سرراہ ہی لے لیا اور دوسرے نے جسکا حق ایک تہائی ہی اپنے
حق مین باقی سب دار جو اُسکے حق سے زیادہ ہی لے[4] لیا تو یہ جائز ہی اسی طرح جو کچھ دوسرے کے حصہ مین پڑا ہے

---

[1] یعنے جو حصہ وہ لیتا ہی ۱۲ [2] یعنے درصورت بیع ہونے کے یہ عوض دینا لازم آوے ۱۲ م [3] اشارہ کیا کہ اگر بڑا معین
ہو تو جائز ہی ۱۲ م [4] یعنے باہمی رضامندی سے ۱۲ م

اگر اُسکے واسطے غلہ[۵۱] نہو تو بھی جائز ہی اور اگر دو شریکون نے دار مشترکہ کو باہم اسطرح تقسیم کیا کہ ایک شریک نے دار کا کسقدر ٹکڑا لیا اور دوسرے نے باقی دار کا ٹکڑا لیا اور دونون نے مشترک راستہ اس شرط سے چھوڑ دیا کہ راستہ مین سے ایک کا ایک تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہی تو یہ جائز ہی اگرچہ دار مذکور دونون مین نصفا نصف مشترک ہو کیونکہ راستہ کا رقبہ دونون کی ملک اور محل معاوضہ ہی اور اگر دو شریکون نے دار مشترکہ کو اس شرط سے تقسیم کر لیا کہ ایک شریک دار کے موخر سے ایک تہائی اپنے پورے حق کے بدلے لے اور دوسرا اُسکے مقدم سے دو تہائی اپنے حق کے بدلے لیوے تو جائز ہی اگرچہ اسمین غبن ظاہر ہی یہ مبسوط باب القسمۃ الدار تفصیل بعضہا مین ہی۔ اگر برابر کے دو شریکون نے دار مشترکہ کو باہم تقسیم کر کے اسطرح لیا کہ ایک نے بقدر نصف کے لیا اور دوسرے نے بقدر تہائی کے اور باقی ایک چھٹا حصہ دونون نے مشترک راستہ چھوڑ دیا تو یہ جائز ہی اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ راستہ کا رقبہ تمام اُس شخص کا ہی جسنے تھوڑا حصہ لیا ہی اور بڑے حصہ والے کو فقط اسمین آمد و رفت کا حق حاصل ہی تو بھی جائز ہی۔ اور شیخ امام رحنے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہی کہ حق المرور کی بیع جائز ہی یعنے آمد و رفت کا حق فروخت کرنا جائز ہی اور حاصل کلام یہ کہ حق المرور کی بیع کے حق مین دو[۵۲] روایتین ہین اور شیخ امام شمس الائمہ سرخسی رحنے اس کتاب کی شرح مین فرمایا کہ اگرچہ حق المرور کی بیع مین دو روایتین ہین مگر ایسی تقسیم سب روایتون کے موافق جائز ہونیکے دلائل مین سے ایک دلیل قوی یہ ہی کہ اس راستہ کا رقبہ دونون کی ملک تھا اور دونون کو اسمین آمد و رفت کا حق حاصل تھا پھر ایک نے راستہ کے رقبہ مین سے اپنا حصہ اپنے شریک کی ملک بعوض اُس حق کے جو اُسنے تقسیم دار مین اپنے شریک کے حصہ مین سے لیا ہے کر دیا اور اپنے واسطے آمد و رفت کا حق باقی رکھا تو ایسا کرنا شرط سے جائز ہی چنانچہ اگر کسی نے اپنا مملوکہ راستہ کسی دوسرے کے ہاتھ اس شرط سے فروخت کیا کہ مجھے حق المرور حاصل رہے تو بیع جائز ہی یا مثلاً کسی شخص نے سفل یعنے نیچے کا مکان اس شرط سے فروخت کیا کہ مجھے اسپر بالاخانہ برقرار رکھنے کا حق حاصل ہے تو یہ جائز ہی پس ایسا ہی اس تقسیم مین بھی جائز ہی اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دوسرے دار کا ایک ٹکڑا بھی دونون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط سے باہم تقسیم کیا کہ دونون مین سے ایک اس دار کو لے اور دوسرا دوسرے دار کے ٹکڑے کو لے لے پس اگر دونون اُس ٹکڑے کے سہام سے آگاہ ہون کہ کسقدر ہین تو تقسیم جائز ہی اور اگر دونون نہ جانتے ہون تو تقسیم رد ہوگی اور اگر ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو تو بھی تقسیم رد ہی۔ ایسا ہی اصل کی کتاب القسمۃ مین مذکور ہی اور جواب مین جیسا چاہیے پوری تفصیل مذکور نہین ہی پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جواب مین اسطرح تفصیل ہونی چاہیے کہ جس کیواسطے وہ ٹکڑا شرط کیا گیا ہی اگر وہ

---

[۵۱] غلہ یعنے کچھ آمدنی بطور کرایہ نہ ہو ۱۲ م [۵۲] ایک مین جائز اور دوسری مین نہین جائز ہی اور یہان سے اشارہ جواز اس طرح نکلا کہ بٹوارہ مین بیع کے معنے ہوتے ہین اور یہان وہ ایک شریک کے حصہ مین موجود ہے لیکن یہ عذر ہوسکتا ہی کہ یہان تبعاً جواز ہے تو قصداً فقط حق آمد و رفت کو فروخت کرنا غیر جائز ہوسکتا ہی کیونکہ بہت چیزین ضمناً جائز ہوتی ہین نہ استقلالاً جیسے بیع شرب وغیرہ ۱۲ منہ

شخص جانتا ہو تو بالاتفاق بلا خلاف تقسیم جائز ہی اور اگر وہ شخص نہ جانتا ہو اور شہر ڈکرنے والا جانتا ہو تو مسئلہ مین اسطرح اختلاف ہوگا کہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول پر یہ تقسیم مردود ہوگی اور امام ابو یوسف کے قول پر جائز ہوگی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہی بلکہ مسئلہ تقسیم مین ایسی قسمت بالاتفاق سب کے قول مین مطلقاً مردود ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک قوم نے اپنے موروثی مشترک قریہ کو بغیر حکم قاضی باہم تقسیم کیا حالانکہ اُن مین کوئی وارث صغیر بھی ہی جس کا وصی نہین ہی یا وارث غائب ہی جس کا وکیل نہین ہی تو یہ تقسیم جائز نہ ہوگی اور اسی طرح اگر انھون نے سواے قاضی کے کسی صاحب الشرط یعنے داروغہ یا کسی عامل کے حکم سے مثل عامل[1] رستاق یا عامل طسوج یا عامل خراج یا عامل مؤنت کے باہم تقسیم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر کسی فقیہ کے حکم پر یہ لوگ باہم راضی ہوے ہون اور اُسنے اصل و میراث پر ان لوگون کے گواہ سُنکر پھر اس گاؤن کو ان لوگون مین بانصاف تقسیم کر دیا ہو حالانکہ وارث صغیر جس کا کوئی وصی نہین ہی یا وارث غائب جس کا وکیل نہین ہی پایا جاوے تو بھی تقسیم جائز نہوگی۔ کیونکہ حکم[2] کی ولایت صغیر و غائب پر نہین ہی کیونکہ اس قسمت کا حکم تراضی خصوم ہوا ہی پس جسکی طرف سے رضامندی پائی گئی اسپر مقصور رہیگا ہان اگر غائب نے حاضر ہوکر یا صغیر نے بالغ ہوکر اجازت دیدی تو جائز ہوگی کیونکہ ثابت ہوا کہ جس وقت یہ عقد پایا گیا اسی وقت اُس کا اجازت دینے والا تھا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر قاضی نے اسکی اجازت دی تو جائز ہو جائیگی اور یہ عقد نظیر اس صورت کا ہی کہ اگر اُس نے صغیر کا مال فروخت کیا پھر صغیر نے بالغ ہوکر اجازت دی تو بیع جائز ہوتی ہی اور اگر اجازت دینے سے پہلے غائب یا صغیر مر گیا پھر اُس کے وارث نے اجازت دی تو قیاساً جائز نہوگی اور یہی امام محمد رح کا قول ہی اور استحساناً جائز ہی کیونکہ تقسیم کی حاجت جیسے مورث کی زندگی مین تھی ویسے ہی اب بھی قائم ہی پس اگر یہ قسمت توڑ دیجاے تو فی الحال اسی صفت کے ساتھ اس تقسیم کا اعادہ کرنا پڑیگا اور اُسکا اعادہ وارث ہی کی رضامندی سے ہوگا تو باوجود اسکی طرف سے رضامندی پائے جانیکے اُسکو توڑ کر پھر اعادہ کرنے مین کچھ فائدہ نہین ہی یہ مبسوط مین ہی پھر واضح ہو کہ غائب یا اُسکے وارث کی اجازت یا وصی کی یا بعد بلوغ کے صغیر کی اجازت جبھی کار آمد ہوگی کہ جب اجازت کیوقت وہ چیز جسپر تقسیم جاری ہوئی ہی قائم ہو جیساکہ محض بیع موقوف مین جبھی اجازت کار آمد ہوتی ہی کہ جب اجازت کیوقت مبیع قائم ہو اور واضح ہو کہ اجازت جس طرح صریح بالقول ثابت ہوتی ہی اسی طرح اجازت کا ثبوت بدلالت فعل بھی ہو سکتا ہی جیسا بیع محض موقوف مین ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور میراث کی کتابین وارثون مین تقسیم نہ کیجاوینگی لیکن ہر واحد اُس سے باری باندھکر نفع حاصل کرسکتا ہی اور اگر کسی وارث نے چاہا کہ ورقون سے اُنکو تقسیم کرلے تو ایسا نہین کر سکتا ہی اور نہ یہ بات اسکی طرف سے مسموع ہوگی اور کسی طرح سے یہ کتابین تقسیم نہ کیجائینگی اور اگر صندوق قرآن ہو

[1] عامل رستاق یعنے داروغہ حاکم پرگنہ و عامل طسوج چنگی کا داروغہ۔ عامل خراج لگان کا تحصیلدار۔ عامل مؤنت اخراجات نفع عام کا کارندہ مانند پل و نہر ۱۲ سند [2] حکم جسکو حاکم بنالیا یا سلطانی ہو ۱۲

... سب کے قول مین مردود ہوگی ۱۲

تو بھی وارث کو ایسا اختیار نہوگا اور اگر سب وارث راضی ہو گئے تو قاضی ایسا حکم نہ دیگا اور اگر تمام مصحف ایک کا ہو مگر اسمین سے تینتیس ۳۳ سہام مین سے ایک سہم دوسرے کا ہو تو دوسرے کو تینتیس ۳۳ روز مین ایک دن یہ مصحف دیا جائیگا تاکہ نفع حاصل کرے اسی طرح اگر ایک کتاب کی بہت سی جلدین ہون جیسے شرح مبسوط مثلاً تو بھی اسکی تقسیم نہ کیجائیگی اور اسکے تقسیم کی کوئی راہ نہین ہی اور ہر جنس مختلف مین بھی یہی حکم ہی اور حاکم ایسی تقسیم کا باوجود سب کی رضامندی کے حکم نہ دیگا اور اگر باہم راضی ہوئے کہ کتاب کی قیمت اندازہ کرائی جاوے پھر ایک اسمین بعض ٹکڑا تراضی قیمت دیکر لے لے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی تتمہ مین لکھا ہے کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے نابالغ اولاد اور دو لڑکے بالغ اور ایک والد چھوڑا اور کسی کو وصی مقرر نہین کیا پھر قاضی نے دونون بالغون مین سے ایک کو وصی مقرر کر دیا پھر اس وصی نے اپنے اقربا مین سے دو آدمیون کو بُلایا اور اُنکے حضور مین ترکہ اسطرح تقسیم کر دیا کہ تمام کتابین تو اپنے واسطے اور اپنے دوسرے بھائی بالغ کیواسطے لے اور دار مذکور باقی دونون نابالغ اولاد کیواسطے دونون مین مشترک قرار دیا مگر پہلے انکی قیمت اندازہ کراکے تعدیل کر لی ہی پس آیا ایسی قسمت جائز ہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر تقسیم کرنیوالا عالم پرہیزگار ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ جائز ہوگی برابر بر تقسیم کرنا ۱۲۔ اور مین نے شیخ ابوحامد رح سے دریافت کیا کہ کیا باپ کو اختیار ہی کہ اپنے نابالغ فرزند کے ساتھ بٹوارہ کر لے تو فرمایا کہ ہان اور شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے چند لوگون مین مشترک زمین سے حاضرین کا حصہ خریدا اور بعضے شریک غائب ہین تو باوجود انکے غائب ہونیکے یہ زمین کیونکر تقسیم کیجائیگی اور آیا مشتری کو اس زمین مین زراعت کرنیکی کوئی راہ ہی پس شیخ رح نے فرمایا کہ شریکون یا بعض شریکون کی غیبت مین اس زمین کی تقسیم جائز نہین ہی لیکن اگر یہ زمین موروثی ہو تو قاضی شریک غائب کیطرف سے ایک وکیل مقرر کر دیگا تو البتہ تقسیم ہو سکتی ہی۔ رہی انکی زراعت کرنا سو اگر قاضی کی رائے مین آیا کہ شریک مشتری کو پوری زمین کی زراعت کی اجازت دیدے تاکہ خراج ضائع نہو تو قاضی کو ایسا اختیار ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی ایک شخص نے کوئی اپنی چیز فروخت کی اور بائع کیطرف سے مشتری کیواسطے ایک شخص نے ضمان درک قبول کر لی پھر ضامن مرگیا تو اُسکا مال اُسکے وارثون مین تقسیم کیا جائیگا کیونکہ تقسیم سے کوئی مانع نہین ہی اور اگر وارثون مین سے ہر ایک نے اپنا حصہ فروخت کر دیا پھر میت پر ضمان درک لازم آئی تو وارثون کیطرف لینے کیواسطے رجوع کرکے اُنکی بیع توڑ دیجاویگی کیونکہ ایک روایت کے موافق یہ مال ضمان بمنزلہ ایسے دین کے ہی جو مقارن موت[۱] ہو اور یہی روایت مختار ہی یہ فتاوی کبری مین ہے

چوتھا باب۔ اُن چیزون کے بیان مین جو قسمت کی تحت مین ملاکر داخل ہو جاتی ہین اور جو نہین داخل ہوتی ہین اراضی کی تقسیم مین درخت داخل ہو جاتے ہین اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر نہ کیا ہو جیسا کہ اراضی کی بیع مین داخل ہوتے ہین اور کھیتی و پھل داخل نہین ہوتے ہین اگرچہ حقوق کا ذکر کیا ہو اسی طرح اگر بجائے حقوق کے

---

[۱] مقارن یعنے متصل موت اور مراد یہ کہ گویا مرض الموت کا قرضہ ہی تو لازم نہوگا ۱۲

مرافق کا ذکر کیا ہو تو بھی ظاہر الروایت کے موافق کھیتی و پھل داخل نہونگے اور اگر تقسیم مین یہ ذکر کیا کہ بہر قلیل و کثیر جو اس اراضی مین سے ہی اور اسمین ہی پس اگر اسکے بعد یہ لفظ کہا کہ جو اس کے حقوق مین سے ہی تو کھیتی و پھل داخل نہون گے اور اگر یہ لفظ نہ کہا کہ جو اُسکے حقوق مین سے ہی تو کھیتی و پھل داخل ہو جائینگے اور جو متاع اس زمین مین رکھی ہوئی ہو وہ کسی حال مین داخل نہ ہوگی اور شرب و طریق آیا تقسیم مین بدون ذکر حقوق داخل ہوتے ہین یا نہین سو حاکم شہید رحمہ اللہ تعالے نے اپنی مختصر مین ذکر فرمایا کہ یہ دونون داخل ہو جاتی ہین اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے اصل کی کتاب القسمۃ مین دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہی چنانچہ فرمایا کہ اگر کوئی زمین چند لوگون مین موروثی مشترک ہو اُسکو اُنھون نے بدون حکم قاضی باہم تقسیم کر لیا پس ہر ایک کے حصہ مین ایک قراح علیحدہ آئی تو اُسکو اُس کا شرب اور طریق اور پانی کی بیسل اور جو حق اُسکے واسطے ثابت ہو حاصل ہوگا اور صحیح قول یہ ہی کہ یہ دونون داخل نہین ہوتے ہین یہ محیط مین ہی - تین آدمیون مین ایک زمین مشترک ہی اور کسی غیر کی زمین مین انھین لوگون کے کچھ درخت خرما مشترک ہین اور ان لوگون نے اسطرح باہم تقسیم کیے کہ دو آدمیون مین زمین لے لی اور تیسرے نے درختان مذکور مع اصول (یعنی جڑون سمیت ۱۲) لے لیے تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ جڑون سمیت درخت بمنزلہ دیوار کے ہین اور معلوم ہی کہ اگر تقسیم مین ایک کے حصہ مین دیوار قرار دی تو جائز ہی پس ایسے ہی درختون مین بھی جائز ہی اور اگر اس شرط سے تقسیم کی کہ مثلاً زید کیواسطے یہ قطعہ زمین اور یہ درخت ہے حالانکہ یہ درخت دوسرے قطعہ زمین مین واقع ہی اور عمرو کیواسطے وہ قطعہ[لہ] زمین اور خالد کیواسطے وہ قطعہ زمین قرار دیا جس مین درخت مذکور واقع ہی پس خالد نے چاہا کہ زید سے کہے میری زمین مین سے اپنا درخت کاٹ لے تو ایسا اختیار نہین رکھتا ہی اور درخت مذکور جڑ سمیت زید کا رہیگا کیونکہ درخت بمنزلہ دیوار کے ہی اور معلوم ہی کہ تقسیم مین دیوار کے نام سے شرط کر دینا وہ شخص دیوار کا مع اصل (یعنی ۱۲) مستحق ہوتا ہی اور یہ درخت بھی جبھی تک درخت کہلائیگا جب تک قطع نہ کیا جاوے کہ بعد قطع کر دینے کے وہ درخت نہین بلکہ لکڑی کی بلی ہی پس درخت کے مستحق ہونے مین ضرور ہی کہ جڑ سمیت اُسکا مستحق ہوا اور اگر زید نے اس درخت کو خود قطع کیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ اُسکی جگہ پر جو درخت چاہے لگا دے کیونکہ زمین مذکور مین سے اتنی جگہ کا جسمین درخت تھا زید مستحق ہی - اور اگر خالد نے زید کو اپنی زمین مین ہوکر درخت تک جانے سے منع کیا تو تقسیم فاسد ہوگی کیونکہ اس تقسیم مین ضرر ہی اسواسطے کہ زید کو اپنے درخت تک پہونچنے کی کوئی راہ نہین رکھی گئی ہی لیکن اگر تقسیم مین درخت کے بارہ مین یہ کہا گیا ہو کہ درخت مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہی تو تقسیم جائز ہوگی اور زید کو اپنے درخت تک پہونچنے کیواسطے راہ ملے گی کذا فی المبسوط پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے کتاب مین یون ذکر فرمایا کہ زید اس تقسیم مین جڑ سمیت درخت کا مستحق ہوگا اور یہ ذکر نہ فرمایا کہ جڑ کی جگہ کی مقدار کیا ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ تقسیم مین زمین مین سے اسقدر حصہ داخل ہوگا جو تقسیم کے روز جڑون کے مقابلے مین ہو

لہ وہ قطعہ یعنی خاص قطعہ دیگر جس مین کوئی درخت نہین ہی ۱۲ منہ

اور جڑون سے وہ جڑین مراد لی ہین کہ اگر وہ قطع کر دیجاوین تو درخت خشک ہوجاوے اور اسی قول کی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہے اور بعضون نے فرمایا کہ تقسیم مین اُسقدر زمین داخل ہوگی جسقدر تقسیم کے روز درخت کی موٹائی تھی اور اسی کی طرف کتاب مین اشارہ فرمایا ہے کیونکہ کتاب مین یون فرمایا کہ اگر درخت کی موٹائی بڑھ گئی[1] تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ جسقدر بڑھی ہے اُسقدر چھانٹ دے پس یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام محمد رحمہ نے مقدار زمین اسی قدر قرار دی ہے جس قدر تقسیم کے روز درخت کی موٹائی تھی یہ ظہیریہ مین ہے چند لوگون نے پیداوار کی زمین مشترک کو باہم تقسیم کر لیا اور کسی حصہ دار کے حصہ مین باغ انگور و بستان اور بیوت آئے اور اُن لوگون نے تقسیم مین یہ شرط کہ مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہے تحریر کی تھی یا نہین تحریر کی تھی تو اس حصہ دار کو جو کچھ اُسکے حصہ مین درخت و عمارت آئی ہے سب ملیگی مگر کھیتی و پھل اسمین داخل نہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کوئی گاؤن چند لوگونمین میراث مشترک ہوا اُس کو اُن لوگون نے باہم تقسیم کیا پس بعض کے حصہ مین کھیت اور کھیتون کا اندر پڑا ہوا غلہ آیا اور بعض کے حصہ مین باغ انگور آیا تو یہ جائز ہے۔ یہ مبسوط مین ہے۔ چند لوگون مین ایک گاؤن اور زمین اور پن چکی موروثی مشترک تھی اُسکو اُن لوگون نے باہم تقسیم کیا پس ایک کے حصہ مین پن چکی اور اُس کی نہر آئی اور دوسرے کے حصہ مین کھیت معلومہ اور بیوت معلومہ آئے اور تیسرے کے حصہ مین بھی کچھ کھیت معلوم آئے اور باہم تقسیم اس قرارداد سے ہوئی کہ ہر حق کے ساتھ جو اُس کو ثابت ہے حصہ دار کو ملیگی پس جسکے حصہ مین نہر آئی ہے اُسنے چاہا کہ دوسرے حصہ دار کی زمین مین ہو کر اپنی نہر تک جاوے مگر زمین والے نے اُسکو منع کیا پس اگر نہر مذکور اس زمین کے اندر واقع ہوا اور بدون زمین مین ہو کر جانیکے کسی طرح نہر تک نہ پہونچ سکے تو زمین کا مالک اُسکو منع نہین کر سکتا ہے اور اگر اس طرح واقع ہو کہ بدون زمین مین جانے کے نہر تک پہونچ سکتا ہو۔ مثلاً نہر مذکور حد زمین سے یکسو ہو تو نہر کا مالک دوسرے حصہ دار کی زمین مین ہو کر نہین جا سکتا ہے۔ اور اگر نہر مذکور کا راستہ حصہ دار کے سوائے کسی غیر کی زمین مین ہو تو وہ راستہ تقسیم مین نہر والے کے حصہ مین داخل ہوجائے گا خواہ بلفظ حقوق ذکر کرنے سے نہر والا اپنی نہر تک بدون اس زمین مین جانے کے پہونچ سکتا ہو یا نہ پہونچ سکتا ہو اور اگر ان لوگون نے تقسیم مین حقوق و مرافق وغیرہ ایسے الفاظ کی شرط نہ لگائی اور حال یہ ہے کہ نہر مذکور کا راستہ کسی غیر کی زمین مین ہے پس اگر وہ حصہ دار جسکے حصہ مین نہر آئی ہے اپنے حصہ سے اُس نہر کا راستہ نہین نکال سکتا ہے۔ تو تقسیم فاسد ہوگی الا اُس صورت مین کہ تقسیم کے وقت اس سے آگاہ ہوا اور اگر اپنے حصہ مین سے اُسکا راستہ نکال سکتا ہو تو جائز ہوگی۔ اور اگر بطن نہر مین اُسکا مرور ممکن ہو مثلاً نہر مذکور کا پانی کسی جگہ سے ریختہ ہوتا ہو اور اس جگہ یہ شخص جا سکتا ہو تو یون قرار دیا جائیگا کہ یہ شخص اپنے حصہ مین نہر تک جانے پر قادر ہے پس تقسیم جائز ہوگی اور اگر کسی جگہ سے نہر کھلی ہوئی ہو تو تقسیم فاسد ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر نہر کے دونون جانب مناة ہے کہ مناة پر سے اسکا راستہ ہو تو تقسیم جائز ہوگی اور اس شخص کا راستہ اسی مناة پر سے ہوگا نہ دوسرے شریک کی زمین سے

[1] یعنے اگر درخت کا استحقاق نہر والے کو حاصل ہوگا دوسرے کو حاصل نہوگا ۱۲ منہ

اگرچہ تقسیم مین حقوق کا ذکر کیا ہو اس وجہ سے کہ یہ شخص مناۃ پر سے ہو کر نہر تک پہونچ کر انتفاع حاصل کر سکتا ہے اور اگر شریکون نے تقسیم مین مناۃ کا کچھ ذکر نہ کیا پھر مالک زمین اور مالک نہر نے باہم اختلاف کیا تو یہ مناۃ مالک نہر کی ہوگی کہ اسپر نہر کے آگے اپنی مٹی ڈالے اور اسپر ہو کر چلے یہ امام ابو یوسف و امام محمد کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ نہر کیواسطے کچھ حریم[1] نہین ہوتا ہے اور اگر کسی زمین مقسومہ[۱۲] مین راستہ نہو اور باہم شریکون نے اسکے حصہ دار پر یہ شرط لگائی کہ اس زمین مین اسکا راستہ نہوگا تو یہ جائز ہے اور اسکے واسطے کوئی راستہ نہوگا جب کہ وہ بروز تقسیم اس سے آگاہ تھا کہ اسکے واسطے راستہ نہوگا اور درخت خرما و عام درختون مین بھی یہی حکم ہے۔ ایک حصہ دار کا ایک حصہ دوسرے کی اراضی مین واقع ہو اور دونون نے یہ شرط کر لی تھی کہ ایک کو دوسرے کی زمین مین ہو کر راستہ نہ ملے گا تو اسکا اور نہر کا حکم یکسان ہے۔ ایک نہر ایک نخلستان مین گرتی تھی تو اسکے مالک کو اسکے بہاؤ کا اختیار بحالہ رہیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک دار مشترک کو اسکے شریکون نے باہم تقسیم کیا اور ایک کے حصہ مین ایسا بیت آیا جسمین کبوتر تھے پس اگر انھون نے تقسیم کیوقت بیت مذکور کے ساتھ ان کبوترون کو ذکر نہ کیا ہو تو یہ کبوتر بدستور سابق انمین مشترک رہینگے اور اگر ذکر کیا پس اگر یہ کبوتر ایسے ہون کہ بدون شکار کیے پکڑے نہ جا سکتے ہون تو تقسیم فاسد ہوگی کیونکہ تقسیم مین بیع کے معنی موجود ہوتے ہین اور ایسے کبوترون کی بیع جو بدون شکار کیے نہین ہاتھ آسکتے ہین فاسد ہے اور اگر یہ کبوتر بدون شکار کیے ہاتھ آسکتے ہین تو تقسیم جائز ہوگی کیونکہ ایسے کبوترون کی بیع جو بدون صیاد کے ہاتھ آسکتے ہین جائز ہے پس تقسیم بھی جائز ہوگی اور یہ سب اسوقت ہے کہ جب شریکون نے رات مین ان کبوترون کے اپنے گھونسلے مین مجتمع ہونے کیوقت تقسیم کیا ہو اور اگر دن مین ان کبوترون کے گھونسلون سے نکلجانیکے بعد تقسیم کیا ہو تو تقسیم فاسد ہوگی یہ فتاوے کبرے مین ہے۔ اگر دو شخصون نے ایک دار مشترک کو باہم تقسیم کیا پس ایک نے دار مذکور کا ایک ٹکڑا لیا اور دوسرے نے دوسرا ٹکڑا لیا اور دوسرے کے حصہ مین ایک باہری پنجانہ اور ایک ظلہ[2] آیا تو تقسیم اس صورت مین مثل بیع کے ہے یعنی باہری پنجانہ تقسیم مین داخل ہوجائیگا خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ظلہ امام اعظم رح کے نزدیک بدون ذکر حقوق و مرافق کے داخل نہوگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک داخل ہوجائیگا بشرطیکہ اسکا دروازہ دار مین ہو خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اہل طریق[3] نے یہ ظلہ توڑ ڈالا تو تقسیم نہ ٹوٹے گی اور یہ شخص اپنے شریک سے کچھ واپس نہ لے سکیگا یہ مبسوط مین ہے۔ دو شخصون نے مشترک باغ انگور کو باہم تقسیم کیا اور دونون نے باتفاق قدیمی راستہ ایک کیواسطے قرار دیا اور نیا راستہ دوسرے کیواسطے رکھا اور اس نئے راستے پر کچھ درخت لگے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ اگر باتفاق دونون نے نئے راستہ کا رقبہ اسکے واسطے قرار دیا ہے تو یہ درخت بھی اسیکے ہوجاوینگے کیونکہ تقسیم بمنزلہ بیع کے ہے اور زمین کی بیع

[1] حریم اس کے گرد اسقدر جگہ جو اسکے اصلاح کے واسطے ضروری ہے جہان دوسرا شخص دخل نہین کر سکتا ۱۲

[2] [illegible] کیونکہ اہل طریق یعنی عام لوگون کو اسکو توڑ ڈالنے کا اختیار ہے اسی واسطے پہلے ہی گویا معدوم قرار دیا گیا ہے و تقدم فی کتاب البیوع ۱۲

مین درخت داخل ہوجاتے ہین اور اگر دونون نے فقط آمد و رفت کا حق اُسکے واسطے قرار دیا ہو تو یہ درخت بدستور سابق اُنمین مشترک رہینگے کیونکہ راستہ مذکور اُسکی ملک نہین ہوا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکا ایک دروازہ اُکھاڑ کر اُسی دار مین رکھدیا پھر دونون نے اُس دار کو باہم تقسیم کیا تو یہ دروازہ رکھا ہوا کسی کے حصہ مین بدون ذکر کے داخل ہوگا جیسا کہ بیع کی صورت مین ہوتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور حوض تقسیم نہین کیا جاتا ہے خواہ وہ دہ در دہ ہو یا اس سے کم ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی

پانچوان باب تقسیم سے رجوع کرنے اور تقسیم مین قرعہ ڈالنے کے بیان مین ۔ جاننا چاہیے کہ فقط تقسیم سے کوئی خاص حصہ کسی خاص شریک کی ملک نہین ہوجاتا ہے بلکہ اسکے واسطے تقسیم کے بعد چار باتون سے کسی ایک بات کا پایا جانا بھی ضرور ہوتا ہے یا تو قبضہ ہوجاوے یا حکم قاضی ہو یا قرعہ اُسکے نام نکلے یا شریک لوگ ایک کو تحلیل کردین کہ وہ ہر ایک کیواسطے ایک حصہ لازم کردے یہ ذخیرہ مین ہے اگر کلئہ بکری دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکے برابر دو ٹکڑے کیے پھر قرعہ ڈالا پس ایک کے حصہ مین ایک ٹکڑا آیا اور دوسرے کے حصہ مین دوسرا ٹکڑا آیا پھر دونون مین سے ایک نے نادم ہوکر تقسیم سے رجوع کرنا چاہا تو رجوع نہین کرسکتا ہے کیونکہ قرعہ نکلنے اور حصہ برآمد ہونے پر قسمت تمام ہوگئی ہے۔ اسی طرح اگر دونون کسی تیسرے شخص کی تقسیم پر راضی ہوئے اور اُسنے حصہ بانٹ کیا اور برابر حصہ لگانے مین کچھ قصور نہ کیا پھر دونون کے نام قرعہ ڈالا تو ہر ایک پر اُسکے نام کا حصہ لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر شریک تین آدمی ہون اور ایک کے نام قرعہ نکل چکا ہو تو تینون مین سے ہر ایک کو اس تقسیم سے رجوع کرنیکا اختیار رہے۔ اور اگر دو کے نام قرعہ نکل چکا ہو پھر ان تینون مین سے کسی نے رجوع کرنا چاہا تو رجوع نہین کرسکتا ہے اور اگر شریک چار آدمی ہون تو جب تک تین آدمیونکے نام قرعہ برآمد نہو تب تک چارون مین سے ہر ایک کو تقسیم سے رجوع کرنیکا اختیار رہیگا یہ محیط مین ہے اور اگر قاسم یعنے بانٹنے والا شریکون کی باہمی رضامندی سے بانٹتا ہو اور قرعہ سے بعضے سہام برآمد ہونے کے بعد بعض نے اس تقسیم سے رجوع کیا تو اُسکو اختیار ہے لیکن اگر سوائے ایک کے سب سہام برآمد ہوچکے ہین پھر رجوع کیا تو یہ حکم نہین ہے اور بعض سہام برآمد ہونے کے بعد رجوع کا اختیار اسوجہ سے ہے کہ ایسی تقسیم و تمیز کا اعتبار و اعتماد اُن کی باہمی رضامندی پوری ہونے پر ہے اور بعضے سہام کے برآمد ہونے سے اتمام نہین ہوتا ہے پس ہر ایک کو قبل اتمام کے رجوع کا اختیار ہے کذا فی النہایہ اور اگر چند لوگون مین بکریان مشترک ہون اور اُنکے حصے نکالنے سے پہلے شریکون نے قرعہ ڈالا کہ جسکے نام اولاً نکلے اُسکو اسقدر بکریان گن دینگے اسیطرح ایک بعد دوسرے کے سبکے واسطے ایسا ہی کرتے جاوینگے تو یہ جائز نہین ہے۔ اور اگر میراث مین اونٹ اور گائے

سلہ یعنے دہ در دہ مین بعد تقسیم کے پانی کا حکم نہین ہوسکتا ہے پس امتناع دہ در دہ مین ظاہر ہے مگر احتمال تھا کہ شاید کم مین ایسا نہ ہو کہ وہ سابق سے حکم آب جاری نہین رکھتا ہے پس تصریح کردی کہ اس مین بھی یہی حکم ہے ۱۲ منہ

اور بکریان مشترک ہون پس انھون نے اونٹون کا ایک حصہ قرار دیا اور گائے کا ایک حصہ اور بکریون کا ایک حصہ بنایا
پھر اسیطرح قرعہ ڈالا تو یہ جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے - اور اگر میراث مین اونٹ اور گائے اور بکریان ہون پھر انھون نے
اونٹ کا ایک حصہ اور گائے کا ایک حصہ اور بکریون کا ایک حصہ بنایا پھر باہم قرعہ ڈالا اس شرط سے کہ جس کے
حصہ مین اونٹ آوین وہ اسقدر درم اپنے دونون شریکون کو دے کہ وہ نصفا نصف تقسیم کرلین تو یہ جائز ہے یہ
مبسوط مین ہے - اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون نے اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک شریک
اس دار کا موخر مین سے تہائی اپنے پورے حق کے عوض لے لے اور دوسرا اس دار کا مقدم دو تہائی اپنے
پورے حق مین لے لے تو جب تک دونون مین حدود قائم نہو جاوین تب تک دونون مین سے ہر ایک کو اس تقسیم
سے رجوع کا اختیار ہے اور قبل حدود قائم ہونیکے دونون کی قولی رضامندی کا اعتبار نہین ہے اور اس رضامندی
کا اعتبار جبھی ہوگا کہ جب حدود قائم ہوجاوین یہ ذخیرہ مین ہے - امام ناطفی رح نے ذکر فرمایا کہ قرعہ ڈالنا تین طرح
کا ہوتا ہے اسواسطے کہ جسکے نام قرعہ نکلے اسکا حق ثابت ہوجاوے اور دوسرے کا حق باطل ہوجاوے اور ایسا
قرعہ باطل ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہے مگر اس ایک
کو معین نہ کیا پھر اگر قرعہ ڈالے تو باطل ہے اور دوم طیب خاطر کے واسطے قرعہ ڈالنا اور یہ جائز ہے جیسے کہ
سفر کے وقت اپنی بیبیون مین قرعہ ڈالنا کہ جسکے نام نکلے اسکو ساتھ لیجاوے یا باری کیواسطے کہ کس جورو
کے پاس پہلے جاکر سووے اور سوم اسواسطے ہوتا ہے کہ برابر حقدارون مین ایک کا حق اسکے دوسرے
مقابل کے مقابلہ مین ثابت کرنیکے واسطے تاکہ دونون مین سے ایک کا حق جدا کردے اور ایسا قرعہ جائز ہے یہ فتاوے
قاضی خان مین ہے - اور جب شریکون مین قرعہ ڈالنا چاہے تو چاہیے کہ یون کہے کہ شریکون مین سے جسکا قرعہ
پہلے نکلے گا اسکو اس جانب سے حصہ دون گا اور اسکے پیچھے جسکا نام نکلے گا اسکو پہلے کے حصہ کے پہلو
مین دون گا کذا فی شرح الطحاوی

چھٹا باب - تقسیم مین خیار ہونے کے بیان مین - تقسیم تین طرح کی ہوتی ہے ایک ایسی تقسیم جسمین انکار کرنیوالے
پر جبر نہین کیا جاتا ہے جیسے اجناس مختلفہ کی تقسیم - دوسری وہ تقسیم جسمین انکار کرنے والے پر جبر کیا جاتا ہے جیسے
کیلیات و وزنیات یعنی مثلی چیزون مین ہوتا ہے - اور تیسری ایسی تقسیم جسمین غیر مثلیات مین انکار کرنیوالے پر
جبر کیا جاتا ہے جیسے ایک قسم کے کپڑے اور خیارات تین ہوتے ہین ایک خیار شرط دوسرا خیار عیب تیسرا
خیار رویت پس اجناس مختلفہ کی تقسیم مین یہ سب خیارات ثابت ہوتے ہین اور مثلیات مثل کیلات وموزونات
مین خیار عیب ثابت ہوتا ہے خیار رویت وخیار شرط ثابت نہین ہوتا ہے اور غیر مثلیات جیسے ایک قسم کے کپڑے
اور گائے اور بکری وغیرہ ان کی تقسیم مین خیار عیب ثابت ہوتا ہے اور آیا خیار شرط وخیار رویت بھی ثابت ہوتا ہے
یا نہین سو موافق روایت ابو سلیمان رح کے ثابت ہوتا ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ فتاوے
صغری مین ہے پھر امام محمد رح نے کتاب مین یون ذکر فرمایا کہ گیہون اور جو اور ہر چیز جو کیل کیجاتی ہے اور ہر چیز

جو وزن کیجاتی ہی مین ایسی چیزون کی تقسیم مین خیار رویت ثابت رکھتا ہون اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ گیہون
اور جو کہنے سے اور کیلی اور موزون کہنے سے یہ مراد ہی کہ دونون بالمجموع ہون ہر ایک چیز تنہا نہووے تاکہ مقسوم
چند اجناس[1] مختلفہ ہوجاوین پس تقسیم ایسی تقسیم ہوجاوے کہ دونون کی رضامندی کا حکم اُسکا موجب نہووے پس
اُسمین خیار رویت ثابت ہوا اور اگر امام محمد رح نے اس سے الگ الگ فقط گیہون حصہ مین آیا یا جو حصہ مین آیا مراد
لیا ہو تو ایسی صورت پر محمول ہوگی کہ جب اسکی صفت مختلف ہو مثلاً بعض سخت و کھرلس ہو اور بعض نرم ہو اور
بعض سرخ اور بعض سپید ہو اور دونون نے اسکو اسی طرح تقسیم کرلیا ہے کہ تقسیم ایسی وجہ پر واقع ہوئی کہ دونون
کی تراضی کا حکم اسکا موجب نہین ہو یا ایسی صورت پر محمول ہو کہ اسکی صفت تو ایک ہی طرح کی ہو لیکن ایک کے
حصہ مین ڈھیری کے اوپر کے گیہون آئے ہون اور دوسرے کے حصہ مین نیچے کے آئے اور واضح ہو کہ یہی حکم
سونے کے ٹکڑون اور چاندی کے ٹکڑون مین ہو اور یہی حکم چاندی اور سونے کے برتنون اور جواہرات و موتیون
مین ہو اور یہی حکم تمام عروض (اسباب ۱۲) مین ہی - اور یہی حکم ہتھیارون اور تلوارون و زین مین ہی - یہ محیط مین ہی - اور
اگر دو ہزار درم دو آدمیون مین مشترک ہون اور ہر ہزار ایک تھیلی مین ہون پس دونون نے اس قرارداد پر
تقسیم کیا کہ ہر ایک نے ایک تھیلی لے لی حالانکہ دونون مین سے ایک نے تمام مال دیکھا تھا اور دوسرے نے
اسکو نہین دیکھا تو جس نے دیکھا ہی اسپر تقسیم جائز ہوگی[2] اور اس مین دونون مین سے کسی کو خیار نہوگا لیکن
اگر اُس شخص کا حصہ جسنے مال نہین دیکھا ہی ناکارہ ہووے تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر دو شخصون نے
ایک دار باہم تقسیم کیا حالانکہ دونون مین سے ہر ایک نے وہ حصہ دار اور وہ منزل جو اُسکے حصہ مین آئی ہی
اوپر سے دیکھی تھی مگر اندر سے نہین دیکھی تھی تو دونون مین سے کسی کو خیار حاصل نہوگا - اسی طرح اگر دونون نے
بستان و کرم کو باہم تقسیم کیا پس ایک کے حصہ مین بستان آیا اور دوسرے کے حصہ مین کرم آیا اور جو کچھ جسکے
حصہ مین آیا اسکو اُسنے نہین دیکھا تھا نہ اوپر سے اور نہ اندر سے نہ اُسنے درخت خرما اور نہ اور قسم کے درخت
دیکھے لیکن اسنے چہار دیواری کو باہر سے دیکھا تھا تو دونون مین سے کسی کو خیار حاصل نہوگا اور اوپر سے
دیکھنا مثل اندر کے دیکھنے کے قرار دیا جائیگا اسیطرح کپڑے کے تہ کیے تھان مین اوپر سے کپڑے کا کوئی جزو
دیکھ لینا خیار ساقط ہونیکے حق مین مثل تمام تھان کے دیکھنے کے ہی کذا فی المبسوط اور ہمارے بعض مشائخ
نے فرمایا کہ امام محمد رح کے اس قول کی کہ (نہ اُسنے درخت خرما اور نہ اور قسم کے درخت دیکھے) یہ تاویل ہی
کہ پورے درخت خرما اور پورے اور قسم کے درخت نہین دیکھے بلکہ فقط درختون اور درختان خرما کی چوٹیان
دیکھی ہین کیونکہ اگر اُسنے درختون کی چوٹیان کبھی نہ دیکھی ہون تو خیار رویت ساقط نہوگا اور یہ قائل بیع[3] محض

[1] یعنے مختلف قسم کے چند اجناس داخل بٹوارہ ہوئین کیونکہ اسی بنا پر مدار مسئلہ ہی ۱۲ منہ [2] مین کہتا ہون کہ جسنے
نہین دیکھا اسپر بھی جائز ہو شاید یہ عبارت اصل سے ساقط ہوگئی ہو یعنی تقسیم دونون پر جائز ہوگی ۱۲ [3] بیع محض سے خالص بیع کا عقد
مراد ہی نہ وہ جسمین ضمناً بیع کے معنے ہون جیسے عقد قسمت وغیرہ ۱۲ منہ

مین بھی ایسا ہی فرماتا ہی پھر واضح ہو کہ جب عقد قسمت مین خیار رویت ثابت ہوا تو جہان ثابت ہوگا وہان جس چیز سے بیع محض مین خیار رباطل ہوتا ہی اُس چیز سے عقد قسمت مین بھی خیار باطل ہوجائیگا اور خیار عیب عقد قسمت کی دونون قسمون مین ثابت ہوتا ہی اور اگر شریکون مین سے کسی نے اپنے حصہ کی کسی چیز مین عیب پایا پس اگر قبضہ سے پہلے معلوم کرلیا تو اپنا پورا حصہ واپس کردے خواہ مقسوم کوئی شے واحد ہو یا اشیاے مختلفہ ہون جیسا بیع مین حکم ہی اور اگر قبضہ کے بعد معلوم کیا پس اگر مقسوم ایسی چیز ہو جو حقیقۃً وحکماً واحد ہی جیسے دار واحدہ یا حکماً واحد ہو نہ حقیقۃً جیسے کیل وموزون تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ پورا حصہ واپس کردے اور یہ اختیار نہوگا کہ کچھ واپس کرے اور کچھ واپس نہ کرے جیسا بیع محض مین حکم ہی اور اگر مقسوم اشیاء مختلفہ ہون جیسے بکریان تو فقط عیب دار کو واپس کردے جیسا کہ بیع محض مین حکم ہی۔ اور جس چیز سے بیع محض مین خیار عیب باطل ہوجاتا ہی اُس سے قسمت مین بھی باطل ہوتا ہے اور اگر باندیؔ مین عیب پانیکے بعد اُس سے خدمت لی تو استحساناً اُسکو واپس کرسکتا ہی اور اگر دار عیب پانے کے بعد برابر اسمین رہتا رہا تو اُسکو بھی استحساناً واپس کرسکتا ہی اور اگر کپڑے کو برابر پہنتا رہا یا چوپایہ پر برابر سوار ہوتا رہا یا عیب جاننے کے بعد برابر اُسنے ایسا کیا تو قیاساً واستحساناً ان دونون کو واپس نہین کرسکتا ہی اور خیار شرط کی صورت مین اگر اُسنے دار مین مدت خیار مین سکونت اختیار کی یا برابر رہتا رہا تو امام محمد رحہ نے کتاب البیوع مین فرمایا کہ اگر مشتری نے دار مبیعہ مین مدت خیار مین سکونت کی تو اُسکا خیار ساقط ہوجائیگا اور اسمین دو صورتین ہوسکتی ہین ایک یہ کہ مشتری نے مدت خیار مین اپنی سکونت پیدا کی اور ایک یہ کہ وہ اُسمین رہتا تھا اور مدت خیار مین بھی برابر رہتا رہا مگر امام محمد رحہ نے ان دونون کی تفصیل نہین فرمائی اور ہمارے مشائخ مین سے جس نے مسئلہ قسمت مین ان دونون صورتون مین فرق کیا ہی اسنے خیار شرط مین بھی ان دونون صورتون مین فرق کیا ہی اور فرمایا کہ از سر نو سکونت پیدا کرنے سے خیار شرط باطل ہوتا ہی اور اگر رہتا تھا اور برابر رہتا رہا تو باطل نہین ہوتا ہی اور ان دونون عقدون مین کچھ فرق نہین ہی اور مشائخ مین سے جسنے یون فرمایا ہی کہ قسمت مین خیار عیب باطل نہین ہوتا ہی نہ سکونت پیدا کرنے سے اور نہ سکونت پر مداومت رکھنے سے وہ فرماتا ہی کہ خیار شرط سکونت پیدا کرنے سے اور سکونت پر مداومت کرنے سے باطل ہوتا ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر حصہ دار نے وہ حصہ دار جو اُسکو تقسیم مین ملا ہی بدون عیب جاننے کے فروخت کردیا پھر مشتری نے اسی عیب کی وجہ سے اُس کو واپس کردیا پس اگر اُس نے بدون حکم قاضی اُسکو قبول کرلیا تو اُسکو قسمت کے توڑنیکا اختیار نہوگا اور اگر اُسنے بحکم قاضی قبول کیا ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ تقسیم توڑ کر واپس کردے اور واضح ہو کہ اس باب مین گواہون سے ثابت ہو کر قاضی کا حکم ہونا یا اُس کی قسم سے انکار کرنے سے ثابت ہوکر حکم ہونا دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مشتری نے دار مذکور مین سے کچھ گرادیا قبل اسکے کہ عیب سے واقف ہو تو پھر اُسکو بسبب عیب کے واپس نہین کرسکتا ہی

عہ ۵ یعنے حصہ کی باندی ۱۲

مگر نقصان عیب لے سکتا ہے جیسا کہ بیع محض میں حکم ہے اور فرمایا کہ بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسنے جسقدر مال نقصان مشتری کو دیا ہے اسکو قاسم سے واپس لے اور اس حکم کو یون ہی مطلقاً بدون ذکر خلاف کے بیان فرمایا اور ہمارے مشائخ میں سے بعض نے فرمایا کہ یہ حکم جو یہان مذکور ہے فقط امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک یون حکم ہے کہ مال نقصان کو قاسم سے واپس لے گا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ کتاب القسمۃ مین جو حکم مذکور ہے وہ بالاتفاق سب کا قول ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ[۱] مین اختلاف ہے یہ محیط مین ہے اور اگر شریک ہی نے خود اُسمین سے کچھ گرا دیا اور اسکو فروخت نہ کیا پھر اُسمین کچھ عیب پایا تو نقصان عیب کو اپنے شریکون کے حصون مین سے لیگا لیکن اگر اُسکے شریک اس امر پر راضی ہون کہ تقسیم توڑی جاوے اور یہ شخص اس حصہ کو بعینہ گرا ہوا واپس کردے تو یہ حکم نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور واضح ہو کہ تقسیم جہان جہان خیار رویت بالاتفاق و باختلاف الروایات ثابت ہوتا ہے وہان خیار شرط بھی ثابت ہوتا ہے اور جس سے بیع محض مین خیار شرط باطل ہوتا ہے اُس سے عقد قسمت مین بھی باطل ہوتا ہے اور جس طرح بیع محض مین خیار شرط ثابت ہوتا ہے اُسیطرح عقد قسمت مین بھی ثابت ہوتا ہے حتے کہ تین روز کیواسطے خیار شرط بلا خلاف جائز ہے اور جو تین روز سے زائد ہے اُس مین امام اعظم رح اور اُن کے صاحبین مین اختلاف[۲] ہے کذا فی المحیط۔ اور اگر خیار شرط مین تین روز گذر گئے پھر دونون سے ایک نے تین روز کے اندر بخیار شرط رد کردینے کا دعوی کیا اور دوسرے نے اجازت دینے کا دعوے کیا تو مدعی[۳] اجازت کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو جو شخص رد کا دعوی کرتا ہے اُس کے گواہ قبول ہون گے کذا فی المبسوط۔

ساتوان باب۔ اُن لوگون کے بیان مین جو غیر کیطرف سے متولی تقسیم ہوسکتے ہین اور جو نہین ہوسکتے ہین اصل یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کی بیع کا اختیار رکھتا ہے وہ اُسکی تقسیم کا بھی اختیار رکھتا ہے یہ محیط مین ہے۔ نابالغ و معتوہ کی طرف سے اسکے باپ کی تقسیم ہر چیز مین جائز ہے بشرطیکہ اُسمین غبن[۴] فاحش نہو اور باپ کے مرنے کے بعد اسکا وصی بھی باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اگر باپ کا وصی موجود نہو تو اسکے دادا[۵] کا بھی یہی حکم ہے اور مان نے جو ترکہ چھوڑا[۶] ہے اُسمین سوائے عقار کے باقی چیزون کا تقسیم کرنا مان کے وصی کے فعل سے جائز ہے بشرطیکہ اولیاء مذکورۂ بالا مین سے کوئی موجود نہو کیونکہ ان کا وصی اُسکی مان کا قائم مقام ہے اور مان کا تصرف کرنا ایسی چیزون مین جو اُسکے نابالغ فرزند کی ملک ہے سوائے عقار کے باقی مین بطور بیع کے صحیح ہے پس ایسے ہی بطور قسمت کے بھی صحیح ہے اور مان اور بھائی اور چچا کا تقسیم کرنا اور شوہر کا اپنی نابالغہ جورو یا بالغہ غائبہ جورو کیطرف سے تقسیم کرنا صحیح نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے

[۱] یعنے امام اعظم کے نزدیک ناجائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے ۱۲ [۲] غبن فاحش کھلا ہوا ایسا خسارہ کہ جس کو لوگ برداشت نہ کرتے ہون یعنے اندازہ کرنے والے اس قدر زیادہ اندازہ نہ کرتے ہون ۱۲ [۳] جیسا کہ اولا بعض مشائخ نے فرمایا ہے ۱۲ [۴] یعنے جس کو حاصل تھا اُس نے اجازت دیدی اور عقد کو پورا کردیا ۱۲ [۵] یعنے باپ کا باپ ۱۲ [۶] یعنے نابالغ کے واسطے ۱۲

اور کافر یا مملوک یا مکاتب کا اپنے فرزند نابالغ آزاد مسلمان کیطرف سے تقسیم کرنا جائز نہین ہی اور ملتقط کا لقیط[۵۳] کیطرف سے تقسیم کرنا بھی جائز نہین ہی اگرچہ لقیط اپنے ملتقط کے عیال مین ہو یہ مبسوط مین ہی اور اگر قاضی نے یتیم کیواسطے کل چیزین مین کوئی وصی مقرر کیا اور اسُ نے یتیم کیطرف سے عقار و عروض مین تقسیم کی تو جائز ہی اور اگر اسُ کو فقط نفقہ یا کسی خاص چیز کی حفاظت کیواسطے وصی مقرر کیا ہو تو جائز نہین ہی اور یہ بخلاف باپ کے وصی مقرر کرنیکے ہی کہ اگر باپ نے کسی امر خاص مین اسکو وصی مقرر کیا تو وہ سب امور کیواسطے وصی ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے مال مشترک دو نابالغون مین تقسیم کیا تو جائز نہین ہی جیسا کہ اگر وصی نے ایک نابالغ کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو نہین جائز ہی بخلاف باپ کے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ اولاد کا مال اُن مین باہم تقسیم کر دیا تو جائز ہی جیسا کہ اگر باپ نے اپنی اولاد نابالغ مین سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو جائز ہی اور اس بات مین وصی کیواسطے حیلہ یہ ہی کہ ایک نابالغ کا غیر مقسوم حصہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرکے پھر مشتری کے ساتھ دوسرے نابالغ کے حصہ کا مقاسمہ کر لے پھر اسُ مشتری سے دوسرے نابالغ کا حصہ جو فروخت کیا ہی اُسکے واسطے خرید لے پس دونون نابالغون کا حصہ جُدا جُدا ہو جائیگا اور یہ تقسیم اسواسطے جائز ہوئی کہ یہ تقسیم مشتری اور وصی کے درمیان جاری ہوئی ہی اور دوسرا حیلہ یہ ہی کہ دونون کا حصہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دے پھر اُسی شخص سے دونون کا حصہ جُدا کیا ہوا خرید لے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر نابالغ و وصی کے درمیان مال مشترک ہو تو وصی کا تقسیم کرنا جائز نہین ہی لیکن اگر اس تقسیم مین نابالغ کیواسطے منفعت ظاہرہ ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک نہین جائز ہی اگرچہ نابالغ کیواسطے منفعت ظاہرہ ہووے اور اگر باپ نے اپنا اور اپنے فرزند نابالغ کا مال مشترک تقسیم کیا تو جائز ہی اگرچہ اسمین نابالغ کیواسطے منفعت ظاہرہ نہووے یہ محیط مین ہی۔ اگر وارثون مین نابالغ اور بالغ ہون اور وارثان بالغ حاضر ہون پس وصی نے بالغون سے حصہ بانٹ اسطرح کیا کہ سب نابالغون کا حصہ اکٹھا جدا کیا اور یون نہ کیا کہ ہر نابالغ کا حصہ جدا کر لے تو تقسیم جائز ہوگی پھر اسکے بعد اگر وصی نے نابالغون کا حصہ باہم تقسیم کر دیا تو یہ تقسیم جائز ہوگی اور اگر وارث لوگ بالغ ہون اور غائب ہون تو وصی کا مال عقار اُن مین تقسیم کرنا جائز نہین ہی مگر مال عروض[۵۴] اُن مین تقسیم کرنا جائز ہی اور اس سے مراد یہ ہی کہ وارث لوگ سب بالغ ہون اور اُن مین سے بعضے حاضر ہون اور بعضے غائب ہون پس اسُ نے حاضرین سے تقسیم کی اور اُن کا حصہ جدا کیا اور بقالی نے اپنی کتاب مین مال عروض کے ساتھ اتنا لفظ زیادہ کیا کہ مال عروض باپ کے ترکہ مین سے ہو الخ یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر وارثون مین ایک صغیر ہو اور ایک بالغ غائب ہو اور باقی بالغ وارث حاضر ہون اور وصی نے بالغ غائب کا حصہ مع صغیر کے حصہ کے جدا کر لیا اور وارثان حاضر سے مقاسمہ کر لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مقاسمہ عقار و غیر عقار سب مین جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک بالغ کی طرف سے عقار مین نہین جائز ہی اور یہ بنا بر اسکے ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کیطرف سے وصی کی بیع مال عقار مین تین جگہ جائز ہی ایک تو جب میت پر

---

۵۳ لقیط لاوارث بچہ جو راستہ مین پڑا ہوا ملے ملتقط اُسکا اُٹھانیوالا ۱۲ ۵۴ عروض متاع و اسباب مترجم ۱۲

قرضہ ہو اور دوسرے جبکہ ترکہ مین وصیت ہو اور تیسرے جبکہ وارثون مین کوئی صغیر ہو پس بیع کے مانند تقسیم مین بھی ایسا ہی ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر وارثون مین بالغ و نابالغ دونون ہون اور وصی نے ہر بالغ و ہر نابالغ کا حصہ جُدا جُدا کرکے ہر ایک کو تقسیم کر دیا تو بالکل جائز نہین ہے اور اگر ترکہ کے واسطے ایک تہائی کی وصیت ہو پھر وصی نے اس موصی لہ سے حصہ بانٹ کرکے ایک تہائی موصی لہ کو دیا اور دو تہائی وارثون کے واسطے رکھ لیا تو صحیح ہے اور اگر یہ مال وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر وارث لوگ بالغ ہون اور غائب ہون پھر وصی نے موصی لہ سے حصہ بانٹ کرکے وارثان مذکور کا حصہ لے لیا تو جائز ہے ایسا ہی اصل مین مذکور ہے اور اگر موصی لہ غائب ہو اور وارث لوگ بالغ ہون اور حاضر ہون اور وصی نے وارثون سے حصہ بانٹ کرکے موصی لہ کا حصہ لے لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ تقسیم باطل ہے مگر امام ابو یوسف رح اسمین خلاف کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص مر گیا اور کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کر گیا اور ترکہ پر غیر مستغرق قرضہ ہے اور وارثون نے وصی سے درخواست کی کہ ترکہ مین سے بقدر قرضہ کے جدا کرکے باقی ہم مین تقسیم کر دے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اُنھین تقسیم نہ کرے اور بقدر دین کے غیر مقسوم ہونیکی حالت مین فروخت کر دے یہ ظہیریہ مین ہے اگر دو وصیون نے مال تقسیم کیا پس ایک نے بعض وارثون کا حصہ لیا اور دوسرے نے باقی وارثون کا حصہ لیا تو یہ نہین جائز ہے اور اگر تقسیم سے پہلے دونون مین سے ایک وصی غائب ہو گیا اور دوسرے نے وارثون سے تقسیم کی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور امام ابو یوسف رح اسمین خلاف کرتے ہین اور جس شخص کو برسام ہو یا خود بیہوشی طاری ہوئی ہو یا کبھی جنون ہو جاتا ہو اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہو تو اُسکی طرف سے حصہ بانٹ کر دینا جائز نہوگا لیکن اگر اُسنے حالت صحت و افاقہ مین رضامندی ظاہر کی ہو یا وکیل کر دیا ہو تو جائز ہے[1] یہ ذخیرہ مین ہے۔ وصی مرد ذمی ہے اور وارث لوگ مسلمان ہین تو ایسا وصی اپنے وصی ہونے سے خارج کیا جائیگا مگر قبل خارج کیے جانیکے اگر اُسنے تقسیم کی ہو تو قسمت جائز ہوگی اور اسیطرح اگر میت کے سوائے کسی غیر کا غلام اس میت کا وصی ہو تو جب تک خارج نہ کیا جاوے تب تک وصی قرار پاویگا یہ محیط سرخسی مین ہے قسمت کے احکام مین ذمی لوگ بمنزلہ اہل اسلام کے ہین سوائے سور و شراب کے کہ اگر سور و شراب اُن مین مشترک ہو اور بعض نے تقسیم کی درخواست کی اور بعض نے انکار کیا تو مین انکار کرنے والو نپر تقسیم کیواسطے جبر کرونگا جیسا کہ سوائے سور و شراب کے اور چیزون کی تقسیم کیواسطے مجبور کرتا ہون۔ اور اگر ذمیون نے باہم شراب کو تقسیم کر لیا اور بعض نے از راہ پیمانہ زیادہ لی تو ایسی زیادتی ذمیون کے حق مین بھی جائز نہوگی اور اگر کسی ذمی کا وصی مسلمان ہو تو اس مسلمان وصی کے حق مین شراب و سور کا مقاسمہ کرنا مکروہ جانتا ہون لیکن یہ مسلمان کسی ذمی کو اپنا نائب یا وکیل کر دے جو نابالغ کی طرف سے شراب کا حصہ بانٹ کر اسکے بعد تقسیم کے اُسکو فروخت کر دے اور اگر کسی ذمی نے مسلمان کو ایسی میراث کی تقسیم کیواسطے جسمین شراب و سور ہے وکیل کیا تو مسلمان سے ایسا فعل جائز نہین ہے جیسے کہ مسلمان کو شراب و سور کا فروخت کرنا و خریدنا جائز نہین ہے اور اس مسلمان

[1] یعنی جس کو اجازت دی یا جس کو وکیل کیا ہے وہ مقاسمہ کر سکتا ہے ١٢

وکیل کو یہ بھی اختیار نہین ہی کہ شراب و سور کے مقاسمہ کیواسطے اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل کردے اسوجہ سے کہ اسکا موکل اسکے سوائے غیر شخص کی رائے پر راضی نہین ہوا ہی اور اگر راضی ہوا ہو مثلاً اسنے یہ کام اس کی رائے پر سونپ دیا ہو اور اسنے کسی ذمی کو اپنی طرف سے وکیل قسمت کردیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر وارثون مین سے ایک وارث مسلمان ہوگیا اور اُسنے کسی ذمی کو اسواسطے وکیل کیا کہ جسقدر شراب و سور مین انکا مقاسمہ کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی۔ مگر صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی جیسا کہ اگر کسی مسلمان نے ذمی کو شراب فروخت کرنے کیواسطے وکیل کیا تو یون ہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر اُس وارث نے جو مسلمان ہوگیا ہی شراب کا اپنا حصہ لیکر اُسکو سرکہ کر ڈالا تو جسقدر شراب سرکہ کر ڈالی ہی اُسمین سے دوسرے وارثون کے حصہ کا ضامن ہوگا اور یہ سرکہ اُسی کا ہو جائیگا اور اگر کسی ذمی کے ترکہ مین فقط شراب و سور ہون اور اُسکے قرضخواہ لوگ مسلمان ہون اور اُسکا وصی نہو تو قاضی اسکی فروخت کیواسطے ذمیون مین سے ایک شخص کو مقرر کریگا کہ وہ اسکو فروخت کرکے میت کا قرضہ ادا کردے یہ مبسوط مین ہی اور اگر حربی مستامن نے اپنے ذمی بیٹے کی طرف سے مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر اسکا بیٹا بھی باپ کے مانند حربی ہو تو تقسیم جائز ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مرتد نے جو حالت ردت مین بدین جرم قتل کیا گیا ہی اپنے نابالغ فرزند کیطرف سے جو مثل اُسکے مرتد ہی مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور ماذون کا تقسیم کرنا مثل آزاد مرد کی تقسیم کے ہی کذا فی محیط السرخسی اور مکاتب بھی تقسیم مین مثل آزاد کے ہی۔ اور تقسیم مین مثل بیع کے معاوضہ کے معنی موجود ہین اور اگر مکاتب بعد قسمت کے عاجز ہوگیا تو اُسکے مولے کو فسخ قسمت کا اختیار نہوگا اور اگر مولے نے بغیر رضامندی مکاتب کے اسکی طرف سے مقاسمہ کیا تو نہین جائز ہی خواہ مکاتب حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر مولے نے اسطرح اُسکی طرف سے مقاسمہ کرلیا پھر مکاتب عاجز ہوگیا اور یہ چیز مولے کی ہوگئی تو یہ تقسیم جائز نہو جائیگی جیسے کہ مولے کے اور تصرفات بسبب مکاتب کے عاجز ہو جانیکے نافذ نہین ہو جاتے ہین اور اگر مکاتب نے تقسیم کیواسطے کوئی وکیل کیا پھر خود عاجز ہوگیا یا مرگیا[ف] تو اُسکے وکیل کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکے بعد مقاسمہ کرے اور اگر مکاتب مذکور آزاد کردیا گیا تو اُسکا وکیل اپنی وکالت پر رہیگا اور اگر مکاتب نے اپنی موت کیوقت کسی کو وصی مقرر کردیا اور وصی نے اُسکے بالغ وارثون سے اُسکے نابالغ فرزند کیواسطے مقاسمہ کیا اور مکاتب اپنی کتابت کی ادا کے لائق مال چھوڑ مرا ہی تو اُسکے وصی کا بٹوارہ اس صورت مین جائز ہوگا۔ جیسے کہ مکاتب مذکور اگر آزاد ہوتا تو جائز ہوتا کیونکہ مکاتب کا مال کتابت ادا کردیا جائیگا اور یہ حکم دیا جائیگا کہ وہ اپنی حیات کے آخر جزو مین آزاد ہوکر مرا ہی پس گویا اُسنے خود کتابت کا مال ادا کرکے انتقال کیا پس اُسکا وصی اُسکے نابالغ فرزند کی طرف سے تصرف کرنے مین مثل وصی آزاد کے ہوگا اور امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ مکاتب مذکور کا وصی اُسکے فرزند بالغ غائب کے حق مین مثل وصی آزاد مرد کے ہی حتے کہ سوائے عقار کے اُسکا تقسیم کرنا جائز ہی انتہے کلامہ اور جو دلائل ذکر فرمایا ہی وہی اصح ہی اور اگر مکاتب مذکور

ف قال المترجم مراد یہ ہی کہ یہ بدون اس قدر مال چھوڑے کہ جس سے ادائے کتابت ہوسکے مرگیا ۱۲ منہ

نے اپنی کتابت ادا کرنیکے لائق مال نہ چھوڑا ہو اور وصی نے اُسکے نابالغ فرزند کیواسطے اسکے بالغ وارثون سے مقاسمہ کرلیا اور اُسکے وارثون نے اُسکی کتابت کے واسطے سعایت کی تو تقسیم جائز نہوگی پھر اگر وارثون نے قبل اس قسمت کے رد کردینے کے مال کتابت ادا کردیا تو یہی تقسیم کافی ہوگی کذا فی شرح المبسوط

آٹھوان باب۔ ایسی حالت مین تقسیم ترکہ کا بیان کہ میت پر بابت کا قرضہ موجود ہو یا موصی لہ موجود ہو اور بعد تقسیم کے قرضہ ظاہر ہونیکے بیان مین اور وارث کا ترکہ مین دین کا یا اعیان ترکہ مین سے کسی مال عین کا دعویٰ کرنیکے بیان مین

اگر وارثون مین سے کسی وارث نے میت پر قرضہ ہونیکا اقرار کیا اور باقیون نے انکار کیا تو ترکہ ان لوگون مین تقسیم کیا جائیگا کہ پھر جب کہ مقر کا حصہ تمام دین ادا ہونیکے واسطے کافی ہو تو ہمارے نزدیک مقر کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے حصہ مین سے تمام قرضہ ادا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے اور اگر وارثون نے میت کا دار بازمین تقسیم کرلی حالانکہ میت پر قرضہ ہے پھر قرضخواہ اپنا دین طلب کرنیکو حاضر ہوئے تو انکو اختیار ہوگا کہ اس تقسیم کو توڑدین خواہ قرضہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر وارثون نے قاضی سے تقسیم ترکہ کی درخواست کی اور میت پر قرضہ ہے اور قاضی اُسکو جانتا ہے اور قرضخواہ غائب ہے پس اگر دین مستغرق ہو یعنی تمام ترکہ کو محیط ہو تو قاضی ترکہ مذکور وارثون مین تقسیم نہ کریگا اسواسطے کہ وارثون کا اسمین کچھ حق نہین ہے پس تقسیم کا کچھ فائدہ نہوگا اور اگر قرضہ غیر مستغرق ہو تو قیاساً اس صورت مین بھی تقسیم نہ کریگا بلکہ سب ترکہ متوقف رکھیگا مگر استحساناً یہ حکم ہے کہ بقدر دین کے موقوف رکھکر باقی وارثون مین تقسیم کردے اور امام اعظم رح کے نزدیک اسمین کسی صورت مین وارثون سے کوئی کفیل نہ لیگا اور صاحبین رح اسمین خلاف کرتے ہین اور اگر قاضی کو میت پر قرضہ ہونا معلوم نہو تو وارثون سے دریافت کریگا[1] کہ آیا میت پر قرضہ ہے پس اگر اُنھون نے کہا کہ ہان تو اُنسے قرضہ کی مقدار دریافت کریگا کیونکہ اسمین حکم مختلف ہوجاتا ہے یعنی اگر مقدار قرضہ اسقدر ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو اور حکم ہے اور اگر محیط نہو تو اور حکم ہے پس دریافت کرنا ضرور ہے۔ اور اگر وارثون نے کہا کہ میت پر قرضہ نہین ہے تو قول اُنھین کا مقبول ہوگا کیونکہ وارث لوگ میت کے قائم مقام ہین۔ پھر اُن سے دریافت کرے گا کہ آیا ترکہ مین وصیت ہے پس اگر اُنھون نے کہا کہ ہان تو اُن سے دریافت کرے گا کہ آیا یہ وصیت بتعین[2] ہے یا وصیت مرسلہ ہے کیونکہ دونون حالتون مین حکم مختلف ہے (چنانچہ اس کا بیان عنقریب آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ) اور اگر اُنھون نے کہا کہ ترکہ مین وصیت نہین ہے تو اب ترکہ کو ان مین تقسیم کردے گا پھر اسکے بعد اگر قرضہ ظاہر ہوا تو قاضی اس تقسیم کو توڑ دیگا اسی طرح اگر قاضی نے اُنسے دریافت نہ کیا ہو کہ دین ہے یا نہین اور اُن مین ترکہ تقسیم کردیا ہو حتے کہ ظاہراً تقسیم جائز ہوچکی ہو پھر دین ظاہر ہوا تو بھی قاضی تقسیم مذکور کو توڑ دے گا لیکن اگر وارثون نے یہ قرضہ اپنے مال مین سے ادا کردیا تو قاضی وارثون مین تقسیم کو نہ توڑیگا اسی طرح اگر قرضخواہ نے میت کو قرضہ سے بری کردیا تو بھی تقسیم کو نہ توڑیگا اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ وارثون

[1] یعنی یہ گواہی گواہان مدعی یا باقرار ثابت ہو اور یہی مراد ہر جگہ ہے ۱۲ منہ [1] اور حالت زندگی مین میت کا قول مقبول تھا اور گواہ قرضخواہ کے ۱۲ منہ

[2] تعین مثلاً مکان کی وصیت ہو اور مرسلہ مثلاً تہائی مال کی وصیت ہو ۱۲ منہ

نے قرضخواہ کا حصہ الگ نہ کیا ہو اور سوائے اُسکے جسکو وارثون نے تقسیم کرلیا ہی میت کا اور کچھ مال بھی نہو اور اگر وارثون نے قرضخواہ کا حصہ جدا کردیا ہو یا سوائے اُس۱؎ مال کے جسکو تقسیم کیا ہی میت کا اور کچھ مال ہو تو قاضی اس تقسیم کو نہ توڑیگا۔ اسی طرح اگر کوئی دوسرا وارث ظاہر ہوا جسکو پہلے گواہون نے نہ جانا تھا یا تہائی یا چوتھائی کا موصی لہ ظاہر ہوا تو قاضی تقسیم مذکورہ کو توڑکر پھر دوبارہ تقسیم کریگا اور اگر وارثون نے کہا کہ ہم اس وارث یا موصی لہ کا حق اپنے مال سے ادا کیے دیتے ہین اور تقسیم نہ توڑین گے تو قاضی اُن کے قول پر التفات نہ کریگا لیکن اگر یہ وارث یا موصی لہ اس امر پر راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہی۔ اور اگر کوئی قرضخواہ یا ہزار درم وصیت مرسلہ کا موصی لہ ظاہر ہوا اور وارثون نے کہا کہ ہم اس قرضخواہ یا ایسے موصی لہ کا حق اپنے مال سے ادا کیے دیتے ہین اور تقسیم کو نہ توڑینگے تو اُن کو یہ اختیار حاصل ہی اسوجہ سے کہ وارث اور تہائی و چوتھائی وغیرہ کے موصی لہ کا حق تو عین ترکہ مین ہی سو جب وارثون نے یہ چاہا کہ ہم اُسکا حق اپنے مال سے ادا کرین تو یہ چاہا کہ ترکہ مین سے جو کچھ اُسکا حصہ ہی ہم خریدلین تو یہ بدون اُسکی رضامندی کے صحیح نہین ہوسکتا ہی اور رہا قرضخواہ کا حق یا ہزار درم وصیت مرسلہ کے موصی لہ کا حق سو یہ حق عین ترکہ مین نہین ہی بلکہ معنے ترکہ مین ہی بدین معنی کہ مالیت ترکہ سے اسقدر حق انکو بھردیا جاوے پس خواہ مالیت ترکہ مین سے دیا جاوے یا وارثون کے مال سے دیا جاوے دونون برابر ہین۔ اور اسی طرح اگر وارثون مین سے کسی نے قرضخواہ کا حق اپنے مال سے اس شرط سے ادا کردیا کہ ترکہ مین سے واپس نہ لے گا تو بھی قاضی اس تقسیم کو نہ توڑیگا بلکہ برابر باقی رکھے گا کیونکہ قرضخواہ کا حق ساقط ہوگیا اور وارث کا قرضہ ترکہ پر ثابت نہین ہوا کیونکہ اُسنے شرط کرلی تھی کہ مین ترکہ سے واپس نہ لونگا اور اگر وارث نے ادائے قرضہ کیوقت شرط کرلی ہو کہ مین ترکہ سے واپس لونگا یا سکوت کیا ہو تو تقسیم مذکور رد ہوجائیگی پھر واضح ہو کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ اگر وارثون نے ترکہ تقسیم کرلیا پھر دوسرا وارث یا تہائی و چوتھائی وغیرہ کا موصی لہ ظاہر ہوا تو قاضی اس تقسیم کو توڑدیگا یہ اُسوقت ہی کہ جب یہ تقسیم بغیر حکم قاضی ہو۔ اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی ہو پھر کوئی وارث یا تہائی۳؎ کا موصی لہ ظاہر ہوا تو یہ وارث اس تقسیم کو نہین توڑ سکتا ہی جبکہ قاضی نے اس کا حصہ جدا کردیا۔ اور رہا موصی لہ سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ نہین توڑ سکتا ہی اور اسیطرف امام محمد رحہ نے اشارہ فرمایا ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط مین ہی اور اگر کسی شخص نے ازراہ تبرع۲؎ میت کا قرضہ ادا کردیا تو قرضخواہ کو تقسیم توڑنیکا استحقاق حاصل نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ وارثون نے تقسیم ترکہ چاہی حالانکہ ترکہ پر قرضہ ہی تو اس کا حیلہ یہ ہی کہ کوئی اجنبی باجازت قرضخواہ بشرط برائت میت اس دین کا ضامن ہوجاوے اور اگر اُسنے بشرط برائت ضمانت نہ کی تو یہ تقسیم نافذ نہوگی اسواسطے کہ جب بشرط برائت میت اُسنے ضمانت کی

۱؎ قال المترجم واضح ہو کہ سوائے مال مقسومہ کے اور مال میت سے یہ مراد ہی کہ وہ مال ادائے دین کیواسطے کافی ہو ورنہ صورت مذکورہ پیش آویگی ۱۲ منہ ۲؎ تبرع نیکی بدون دنیاوی عوض کے برائت میت یہ کہ مین اس قرضخواہ کے لیے میت کیطرف سے ضامن ہوں اس شرط سے کہ میت میرے حق سے بری ہوگئی ہی ۱۲ ۳؎ یا چوتھائی وغیرہ ۱۲ منہ

تو یہ حوالہ ہو گیا پس قرضہ اُس اجنبی کی طرف منتقل ہو جائے گا اور ترکہ مواخذہ دین سے چھوٹ جائیگا۔ یہ ذخیرہ کبریٰ مین ہے اور اگر بعض وارث نے قرضہ ادا کر دیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ باقیون سے واپس لے خواہ اُسنے ادا کرتے وقت واپس لینے کی شرط کر لی ہو یا نہ کی ہو لیکن اگر اُسنے تبرعاً ادا کر دیا ہے تو ایسا نہ کرے اور واپس اسوجہ سے لیگا کہ وارثون مین سے ہر ایک وارث اس قرضہ کے مطالبہ مین گرفتار ہے حتے کہ اگر قرضخواہ اُسکو قاضی کے پاس لے گیا تو اُسپر پورے قرضہ کی ڈگری کر دیگا پس یہ شخص حکم قضا سے مجبور و مضطر ہوگا متبرع نہوگا لیکن اگر اُسنے تبرع کا ارادہ کر لیا مثلاً اُسنے شرط کر دی کہ مین وارثون سے واپس نہ لونگا تو البتہ متبرع ہو جائیگا اور اگر وارثون نے دار کو باہم تقسیم کر لیا اور وارثون مین میت کی جورو بھی ہے پھر اُسنے بعد تقسیم کے اپنے شوہر پر مہر کا دعوے کیا اور گواہ قائم کر دیے تو تقسیم توڑ دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر بعض وارث نے ترکہ کی تقسیم پوری ہو جانیکے بعد ترکہ مین اپنے قرضہ کا دعوے کیا تو اُسکا دعوے صحیح ہے اور اُسکے گواہون کی سماعت ہوگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ تقسیم توڑ دے یہ محیط مین ہے۔ چند وارثون مین مال میراث مشترک ہے اور اس میراث پر قرضہ یا وصیت کچھ نہین ہے پھر کسی وارث نے انتقال کیا اور اس وارث میت پر قرضہ ہے یا اُس نے کچھ وصیت کر دی ہے یا اسکا کوئی وارث غائب ہے یا صغیر ہے پھر میت اول کی میراث کو وارثون نے بغیر حکم قاضی باہم تقسیم کیا تو میت ثانی کے قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ اس تقسیم کو باطل کر دین اسی طرح صاحب وصیت اور وارث غائب اور صغیر کو بھی یہی اختیار ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر کسی وارث نے اپنے نابالغ فرزند کے واسطے تہائی کی وصیت ہونیکا دعوے کیا اور گواہ قائم کر دیے حالانکہ وارث لوگ دار کو باہم تقسیم کر چکے ہین تو یہ تقسیم اُسکے فرزند کا حق جو بوجہ وصیت کے حاصل ہوا ہے باطل نہین کرتی ہے مگر اُسکے باپ کو یہ اختیار نہین کہ جو وصیت اُسکے فرزند کیواسطے حاصل ہوئی اُسکا مطالبہ کرے اور نہ یہ اختیار ہے کہ تقسیم کو توڑ دے کیونکہ یہ قسمت اُسکے ساتھ پوری[له] ہوئی ہے اور جو شخص ایسی چیز کے توڑنے کا قصد کرے جو اُسکے ساتھ پوری ہوئی ہے اُسکی کوشش برباد ہو جائیگی اور جب اُسنے تقسیم پر اقدام کیا تو اس بات کا اعتراف کیا کہ میرے بیٹے کیواسطے وصیت نہین ہے مگر ایسا حکم قرضہ کی صورت مین نہین ہے لیکن جب اُسکا بیٹا بالغ ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنے حق وصیت کا مطالبہ کرے اور تقسیم کو توڑ دے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ایک دار چند لوگون مین میراث مشترک ہو پس اُسکو اُنھون نے جس جسقدر باپ سے میراث کا حصہ پایا ہے بانٹ لیا پھر ایک وارث نے دعوے کیا کہ میرا ایک سگا بھائی ایک ماں باپ سے ہم لوگون کے ساتھ باپ کی میراث کا وارث ہوا تھا پھر بعد انتقال باپ کے اُسنے بھی انتقال کیا اور مین اُسکا وارث ہون اور اُسکی میراث طلب کی اور کہا کہ تم لوگون نے مجھے فقط وہ حصہ بانٹ دیا ہے جو مین نے اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور اس تقسیم کی جو تحریر ہوئی تھی اُسمین ان لوگون نے یہ نہین لکھا تھا کہ جو حصہ جسکو پہونچا ہے اُس سے دوسرے کا کچھ حق متعلق نہین ہے اور وارث مذکور نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول نہونگے اور تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اگر اُن لوگون نے یہ تحریر کیا ہو کہ جو حصہ جسکو پہونچا اُس سے

له پوری یعنی وہی اس تقسیم کے پورے ہونیکا باعث ہے ۱۲ کله یعنی بقدر حصہ رسد ۱۲

دوسرے کا کچھ حق متعلق نہیں ہی تو یہ تحریر اُسکے دعوے کی نفی ہی اور یہ جو فرمایا ہی کہ اس تقسیم کی جو تحریر ہوئی تھی اُسمین ان لوگون نے یہ نہین لکھا تھا اسلیے آخرہ اس سے شبہہ دور کیا اور اسکا مقصود یہ ہی کہ دونون صورتونمین جوابلہ یکسان ہی اسی طرح اگر مدعی مذکور نے اس دعوی کے گواہ قائم کیے کہ مین نے یہ دار اپنے باپ سے باپ کی زندگی مین خریدا ہی یا اُسنے مجھے یہ دار ہبہ کیا اور مین نے لیکر قبضہ کر لیا ہی یا یہ دار میری مان کا ہی مین نے اُس سے میراث پایا ہی تو بھی اُس کے گواہ قبول نہون گے یہ مبسوط مین ہی اگر وارثون نے دین کو باہم تقسیم کیا پس اگر یہ دین میت کا لوگون پر ہو اور وارثون نے دین و عین کو اکٹھا تقسیم کیا باین طور کہ یون شرط کی کہ یہ دین جو فلان شخص پر آتا ہی مع اس عین کے اس وارث کا ہی اور وہ دین جو فلان شخص دیگر پر آتا ہی مع اس مال عین دیگر کے اس دوسرے وارث کا ہی (علی ہذا القیاس) تو ایسی تقسیم عین و دین دونون مین باطل ہی۔ اور اگر وارثون نے اعیان کو باہم تقسیم کر لیا پھر دیون کو باہم تقسیم کیا تو اعیان کی تقسیم صحیح ہوگی اور دیون کی تقسیم باطل ہوگی اور اگر یہ قرضہ میت پر آتا ہو اور وارثون نے باہم اس قرارداد سے تقسیم ترکہ کیا[عہ] کہ ہر واحد ہر ایک قرضخواہ کے قرضے کا علیحدہ ضامن ہوجاوے یا اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک وارث سب دیون کا ضامن ہوجاوے پس اگر تقسیم ترکہ مین ضمانت مشروط ہو تو تقسیم فاسد ہوگی اور اگر تقسیم مین ضمانت مشروط نہو بلکہ تقسیم کے بعد بغیر شرط کے ضامن ہوگیا پس اگر اس شرط سے ضامن ہوا کہ ترکہ سے واپس لونگا تو یہ تقسیم نافذ نہوگی لیکن اُسکو اس تقسیم کے توڑ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر اس شرط سے ضامن ہوا کہ میت سے اور اُسکے میراث سے کچھ واپس نہ لونگا اور اس شرط سے کہ قرضخواہ میت مقروض کو بری کردے تو یہ جائز ہی بشرطیکہ قرضخواہ لوگ اُسکی ضمانت پر راضی ہوجاوین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر قرضخواہون نے اسکے قبول سے انکار کیا تو اُنکو تقسیم توڑنیکا اختیار رہی۔ اور اگر قرضخواہ لوگ اُسکی ضمانت پر راضی ہوئے اور اُنھون نے میت کو بری کردیا پھر اُنکا مال اس ضامن سے وصول نہوا بلکہ ڈوب گیا تو اُنکو اختیار ہوگا کہ جہان کہین میت کا مال پاوین اُس سے وصول کرلین کذا فی المبسوط۔ اور اگر ضمانت مین یہ شرط نہ کی کہ قرضخواہ اپنے قرضدار میت کو بری کردے تو تقسیم نافذ نہ ہوگی اگرچہ قرضخواہ لوگ اسپر راضی ہوجاوین جس قرضخواہ کا میت پر قرضہ ہی اگر اُسنے اُس تقسیم کی اجازت دیدی جسکو وارثون نے بانٹا ہی پھر چاہا کہ تقسیم مذکور کو توڑ دے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر اراضی تین آدمیون مین اُنکے باپ کی میراث مشترک ہو اور اُنمین سے ایک مرگیا اور ایک بالغ بیٹا چھوڑا پس اُسنے اور اُسکے دونون چچا نے اراضی مذکور کو اُسکے دادا کی میراث پر تقسیم کیا پھر اس پوتے نے اس بات کے گواہ قائم کیے کہ میرے دادا نے میرے واسطے ایک تہائی کی وصیت کی تھی اور چاہا کہ تقسیم باطل کردیجاوے تو اسکے دعوے کی سماعت نہوگی اور اگر دادا کیطرف سے وصیت کا دعوے نہ کیا بلکہ اپنے باپ پر اپنا قرضہ

سلہ جواب یعنی خواہ بے تعلقی کا اقرار لکھا ہو یا نہ لکھا ہو تقسیم نہین ٹوٹے گی بلکہ لکھا ہو تو دعوی باطل ہی ۱۲ عہ یعنی دیون کی ضمانت کرکے ترکہ کو تقسیم کیا ۱۲ منہ

ہونیکا دعوی کیا تو دعوی صحیح ہوگا اور اگر گواہ قائم کردیے تو قرضہ ثابت ہوجائیگا اور اگر اسکے دونون چچانے یہ
کہا کہ تیرا قرضہ تیرے باپ پر ہی دادا پر نہین ہی اور ہم نے تجھے تیرے باپ کا حصہ دیدیا پس تیرا جی چاہے
اُسکو قرضے مین فروخت کردے یا تیرا جی چاہے اُسکو اپنے پاس رہنے دے اور تو تقسیم نہین توڑ سکتا ہے
اسواسطے کہ تجھے تقسیم توڑنے مین کچھ فائدہ نہین ہی اسوجہ سے کہ تقسیم توڑنے پر تیرا قرضہ تیرے باپ کے
حصہ میراث سے ادا کیا جائیگا دادا کے ترکہ سے نہین ادا کیا جائیگا تو دونون ایسا نہین کہہ سکتے ہین کیونکہ اُن کا
بھتیجا یعنی مدعی مذکور یہ کہہ سکتا ہی کہ ایسا نہین ہی بلکہ توڑنے مین یہ فائدہ ہی کہ میت کے مال مین زیادتی ہوجائیگی
اگر ایک زمین چند وارثون مین میراث مشترک ہو اور اُسکو وارثان مذکور نے باہم تقسیم کرکے قبضہ کرلیا پھر ایک
وارث نے دوسرے کے حصہ پر اُس سے خرید کر قبضہ کرلیا پھر میت پر قرضہ نکلا اور اُسکے گواہ قائم ہوے تو ترکہ
کی تقسیم و خرید دونون وارث کی طرف سے مصروف[1] ہونگی اور قرضہ ہونیکی صورت مین اس تصرف کا نفاذ نہوگا
یہ مبسوط مین ہی اور اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ فلان شخص مرگیا اور اُسنے یہ دار میراث چھوڑا ہی اور یہ نہ کہا کہ اُن
لوگون کیواسطے یا اپنے وارثون کے واسطے میراث چھوڑا ہی پھر اسکے بعد اقرار کنندہ نے دعوی کیا کہ میت مذکور
نے میرے واسطے تہائی کی وصیت کردی ہی یا میت پر اپنے قرضہ کا دعوے کیا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر
اُسنے اقرار مین یہ کہا ہو کہ ان لوگون کیواسطے یا اپنے وارثون کیواسطے میراث چھوڑا ہی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو پھر
اُسکے گواہ مقبول نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ دار میرے باپ کی میراث ہی پھر سواے
باپ کے دوسرے کی میراث کا دعوے کیا تو بسبب تناقض کے ایسا دعوی مسموع نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ چند وارثون
نے اپنے مورث کا دار متروکہ میراث مین تقسیم کیا اور میت کی جورو اسکی منکر[2] ہی پس اُس عورت کو آٹھوان حصہ پہنچا اور اُسکا آٹھوان
حصہ[3] جدا کردیا گیا پھر عورت مذکورہ نے دعوے کیا کہ یہ دار میرے شوہر نے مجھے مہر[3] دیا تھا یا مین نے اپنے مہر کے
عوض یہ دار اُس سے خریدا تھا تو یہ دعوی مسموع نہوگا کیونکہ جب عورت نے وارثون کی تقسیم مین مساعدت
کی تو گویا اس امر کا اقرار کیا کہ شوہر کی موت کیوقت یہ دار شوہر کی ملک تھا پس اُسکا دعوی مسموع نہوگا۔ اسیطرح اگر
چند آدمیون نے اپنے باپ کی میراث کا دار یا زمین تقسیم کی اور ہر ایک کو ایک ٹکڑا پہونچا پھر ایک نے دوسرے وارث
کے حصہ مین کسی عمارت یا درخت کا اس زعم پر دعوے لیا کہ اسکو مین نے بنایا یا لگایا ہی تو اس دعوی پر اسکے
گواہ مقبول نہونگے کذا فی فتاوی قاضی خان ✣

نوان باب۔ تقسیم مین غرور[4] کے بیان مین واضح ہو کہ اصل یہ ہی کہ ہر تقسیم جو باختیار قاضی یا باختیار ہر
دو شریک واقع ہوئی اگر ایسی تقسیم ہو کہ درصورت ایک کے انکار کرنے کے قاضی سے درخواست کرنے پر اس
منکر تقسیم کیواسطے جبر کیا جاتا۔ جیسے دار واحدہ و زمین واحد کی تقسیم تو ایسی تقسیم مین اگر ایک شریک نے اپنے

۱؎ معروف یعنی پھیری جاوےگی اور پہلے قرضہ دیا جائے گا ۱۲ ۲؎ منکر یعنی میراث ہونے سے منکر ہوئی ۱۲ ۳؎ یعنے بیوی مہر کہا
۴؎ و دھوکا ہونا ۱۲

حصہ مین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر دونون حصون مین سے ایک حصہ استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا تو عمارت و درخت کی قیمت دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ یہ شخص مغرور یعنی فریب دیا گیا نہین ہوا ہے اسواسطے کہ ایسی تقسیم مین ہر شریک اپنی ملک کو دوسرے کی ملک سے بے لگاؤ کر لینے پر مضطر تھا تاکہ شریک کا ارتفاق اسکی ملک سے منقطع ہو جاوے (جبتک حصہ لیا گیا ۱۲) پس ایسی تقسیم مین ہر واحد احیاء حق کی غرض سے ایسی تقسیم پر مضطر کیا گیا ہی اور مضطر کیطرف سے غرور نہین متحقق ہوتا ہی بلکہ مختار کی طرف سے متحقق ہوتا ہی (نفع اٹھانا) اور اگر ایسی تقسیم ہو کہ جسمین در صورت انکار کے منکر پر جبر نہ کیا جاوے جیسے اجناس مختلفہ کی تقسیم ہی تو ایسی تقسیم مین در صورت استحقاق متحقق ہونے کے عمارت کی قیمت دوسرے سے واپس لیگا کیونکہ احیاء حق کے واسطے اس تقسیم پر مضطر نہین ہی کیونکہ اگر ہر جنس کو علٰحدہ علٰحدہ اسطرح تقسیم کر لیتا کہ اس جنس سے جس طور سے نفع حاصل کرتا تھا (مثلاً ۱۲) وہ منفعت فوت نہو جاوے تو بھی اسکا احیاء حق ہو جاتا اور یہ مبادلہ محضہ ہی پس ہر واحد دوسرے کیطرف سے مغرور قرار پایا کیونکہ اُسنے اُسکے سلامتی حصہ کی ضمان کر لی ہی اور اگر دو شریکون نے دار یا زمین کو برابر تقسیم کر لیا اور ہر واحد نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی پھر دار مذکور کو استحقاق مین لے لیا گیا تو کوئی ایک دوسرے سے عمارت کی قیمت نہین لے سکتا ہی اور اگر دو دار یا دو قطعہ زمین ہون اور ہر واحد نے ایک ایک اپنے اپنے حق مین لے لیا پھر ایک نے اپنے دار مین عمارت بنائی پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا تو عمارت کی نصف قیمت دوسرے سے واپس لیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک واپس نہین لے سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بالاتفاق سب کے نزدیک ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دونون نے دو باندیان باہم تقسیم کر لین پھر ایک نے اُس باندی سے جسکو اُسنے لیا ہی وطی کی اور باندی مذکور اُس سے بچہ جنی پھر وہ باندی استحقاق ثابت کرکے لے لیگئی اور شریک نے بچہ کی قیمت تاوان دیدی تو دوسرے شریک سے بچہ کی نصف قیمت واپس لے گا اور یہ امام اعظم کا قول ہی اسواسطے کہ امام کے نزدیک رقیق مین تقسیم اضطراری وجبری جاری نہین ہوتی ہی پس یہ معاوضہ باہمی اختیاری ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک قسمت اضطراری رقیق مین جاری ہوتی ہی پس غرور متحقق نہوگا تو دوسرے شریک سے بچہ کی قیمت مین سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور جو باندی اُسکے شریک کے پاس رہی اسمین سے نصف لے لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک دار اور زمین خالی از زراعت دو وارثون مین مشترک ہو اور بغیر حکم قاضی اُنھون نے اُسکو بانٹ لیا اور ایک نے اپنے حصہ مین کوئی عمارت بنائی پھر وہ حصہ استحقاق مین لے لیا گیا اور عمارت توڑ دیگئی تو تقسیم رد کیجاوے گی اور اپنے شریک سے عمارت کی قیمت مین کچھ نہین لے سکتا ہی ایسا ہی کتاب القسمۃ کے بعضے نسخون مین مذکور ہی اور یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب اُنھون نے دار کو

سلہ احیاء حق یعنی حق تلف ہونے سے بچانا اور یہان لاچاری ہی کیونکہ بدون تقسیم کے احیاء حق نہین ہوسکتا ہی اور چونکہ جنس واحد ہی اسواسطے سواے ایسی تقسیم کے اور کوئی صورت نہین ہوسکتی ہی ۱۲ سلہ یعنی بے کھٹکے وبے خدشے ہی یعنی ہر واحد نے دوسرے کے حصہ کا بنا ایسا ہی کیا ہی ۱۲

علیحدہ تقسیم کیا ہو اور زمین کو علیحدہ بانٹا ہو پس یہ ایسی تقسیم ہوگی کہ اسکے واسطے جبراً حکم ہو سکتا ہے اور بعضے نسخون مین یہ لکھا ہے کہ اپنے شریک سے عمارت کی نصف قیمت واپس لے سکتا ہے اور یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ دونون نے اسطرح تقسیم کیا ہو کہ ایک نے دار لے لیا ہو اور دوسرے نے زمین لے لی ہو پس یہ ایسی قسمت ہوگی کہ حکم اسکا موجب نہین ہو سکتا ہے۔ اگر چند دار چند لوگون مین مشترک ہون جسکو قاضی نے بطور قسمت الجمع[ل] کے شریکون مین اسطرح تقسیم کیا کہ ہر شریک کا حصہ ایک دار مین جمع کر دیا ہو اور سب کو اسپر مجبور کیا پھر ایک نے اپنے حصہ کے دار مین کوئی عمارت بنائی پھر یہ دار استحقاق مین لے لیا گیا اور اسکی عمارت توڑ دی گئی تو یہ شریک اپنے ساتھی شریکون سے عمارت کی قیمت نہین لے سکتا ہے سو صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک اسوجہ سے نہین لے سکتا ہے کہ ہرگاہ قاضی کی رائے مین اسطرح تقسیم کرنا بہتر معلوم ہوا تو ایسی تقسیم انکے نزدیک جبراً واجب ہو سکتی ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک اسوجہ سے نہین لے سکتا ہے کہ ہرگاہ قاضی نے اسکو بطور قسمت الجمع تقسیم کیا تو اُسنے ایک مجتہد فیہا مین حکم دیا (پس اُسکا حکم نافذ ہو جائیگا) پس اس صورت مین بالاتفاق یہ دارہائے مختلفہ ایک ہی دار کے حکم مین ہو گئے ہین یہ محیط مین ہے۔ ایک دار دو آدمیون مین مشترک تھا پس ایک شخص نے آکر ایک شریک حاضر سے کہا کہ مجھے تیرے شریک نے اسواسطے وکیل کیا ہے کہ مین تیرے ساتھ اُسکا حصہ بانٹ کرون پس اُسنے نہ اُسکی تصدیق کی اور نہ تکذیب کی مگر حصہ بانٹ کر دیا پھر شریک حاضر نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی پھر غائب آیا اور اُسنے اُسکے وکیل کرنے سے انکار کیا تو عمارت بنانیوالا عمارت کی قیمت اُس وکیل سے لے لیگا

کذا فی خزانۃ المفتین

دسوان باب۔ ایسی تقسیم کے بیان مین جس مین کسی قدر حصہ پر استحقاق ثابت کیا گیا۔ اگر دو شریکون نے ایک دار مشترک باہم اسطرح تقسیم کیا کہ ایک نے اُسکا تہائی لیا اور دوسرے نے دو تہائی لیا مگر قیمت مین یہ دونون حصے برابر ہین پھر اسمین کسی قدر ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا گیا تو تین حال سے خالی نہین یا تو دونون حصون مین سے کوئی جزو شائع کا استحقاق ثابت ہوگا یا دونون مین سے کسی ایک کے حصہ مین سے جزو شائع کا استحقاق ثابت ہوگا یا دونون مین سے ایک حصہ مین سے کسی جزو معین کا استحقاق ثابت ہوگا پس اگر ہر دو حصون مین سے جزو شائع کا استحقاق ہو تو تقسیم مذکور ٹوٹ جائیگی اور اگر ایک حصہ مین سے کسی بیت معین پر استحقاق ثابت کیا گیا تو تقسیم جائز رہیگی اور اگر دونون حصہ دارون مین سے ایک حصہ دار کے تمام مقبوضہ مین سے نصیف[۱۲] کا استحقاق ثابت کیا گیا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی لیکن جس کے حصہ مین استحقاق ثابت کیا گیا ہے اُسکو اختیار حاصل ہوگا چاہے دوسرے شریک کے مقبوضہ کا چوتھائی لے لے یا چاہے تو تقسیم توڑ دے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تقسیم ٹوٹ جائے گی اور یہی امام محمدؒ سے مروی ہے۔ اور اگر اُس حصہ دار نے جسکے قبضہ مین تہائی ہے اپنے مقبوضہ کا آدھا فروخت کر دیا پھر باقی استحقاق مین لیا گیا تو دوسرے شریک کے مقبوضہ مین سے چوتھائی لے لیگا کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے

[ل] قسمۃ الجمع ملا کر بٹوارہ چنانچہ بیان ہو چکا ۱۲

تقسیم باطل نہو گی مگر خیار حاصل ہوگا اور چونکہ تقسیم توڑنا اور واپس کرنا اس صورت مین متعذر ہی اسوجہ سے اپنے شریک سے مقبوضہ کا چوتھائی لے لیگا کیونکہ جسقدر استحقاق مین لیا گیا ہو وہ اُسکی نصف ملک ہی اور نصف اُسکا عوض ہی جو اُسنے اپنے شریک کے پاس چھوڑا ہی اور جبکہ عوض اُسکے پاس سلم نہ رہا تو جو کچھ اُسنے شریک پاس چھوڑا ہی واپس لیگا اور اُسکی بیع جائز رہیگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک تقسیم ٹوٹ جائیگی اور جو کچھ فروخت کیا ہی اُسکی قیمت تاوان لیگا اور وہ قیمت اُس حصہ کے ساتھ جو اُسکے شریک کے قبضہ مین ہی ملاکر دونون مین نصفا نصف تقسیم کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اسیطرح سو جریب زمین دو آدمیون مین برابر مشترک ہی پھر دونون نے اُس کو اس قرارداد سے تقسیم کر لیا کہ ایک نے اپنے حق کے عوض دس جریب زمین جسکی قیمت ہزار درہم ہی لے لی اور دوسرے نے نوے جریب جسکی قیمت ہزار درہم ہی لے لی پھر ایک نے وہ حصہ جو اسکو ملا تھا اُس کی قیمت سے کم یا زیادہ کو فروخت کیا پھر دس جریب مین سے ایک جریب استحقاق مین لے لیگئی پھر باقی کو مشتری نے اپنے بائع کو واپس کر دیا تو بقیاس قول امام اعظم رح یہ حکم ہی کہ نوے جریب والے حصہ دار سے ایک جریب کے پچاس درہم واپس لیگا اور بقول امام ابو یوسف رح نو جریب باقی دونون مین نصفا نصف ہو گی اور نوے جریب والا ایک جریب کے پانچ سو درہم دوسرے کو تاوان دیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر سو بکریان دو آدمیون مین برابر مشترک ہون اور دونون نے اسطرح تقسیم کر لیا کہ ایک نے چالیس بکریان جنکی قیمت پانچ سو درہم ہی لے لین اور دوسرے نے ساٹھ بکریان جن کی قیمت پانچسو درہم ہی لے لین پھر چالیس مین سے ایک بکری جس کی قیمت دس درہم ہی استحقاق مین لے لیگئی تو بالاتفاق یہ حکم ہی کہ ساٹھ بکریون والے سے پانچ درہم واپس لیگا اور بالاتفاق تقسیم جائز ہوگی اور جسکے حصہ مین استحقاق ثابت ہوا ہی اُسکو خیار[۱] حاصل نہوگا کذا فی المحیط

گیارھوان باب۔ تقسیم مین غلطی ہونیکے دعوے کے بیان مین

دو حصہ دارون مین سے ایک نے تقسیم مین از راہ قیمت غلطی واقع ہونے کا دعوے کیا مثلاً تقسیم مین غبن واقع ہونیکا دعوے کیا پس اگر یہ غبن یسیر ہو یعنی کوئی اندازہ کرنیوالا اس قدر کو بھی اندازہ کرتا ہو تو اُسکے دعوے کی سماعت نہو گی اور نہ اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر غبن فاحش ہو یعنی کوئی اندازہ کرنیوالا کم قیمت کو اندازہ نہ کرتا ہو پس اگر یہ تقسیم بحکم قضا ہو نہ بتراضی۔ تو بالاتفاق اسکے گواہ مسموع ہونگے اور اگر بتراضی ہو نہ بقضاء قاضی تو کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین ہی اور فقیہ ابو جعفر رح سے منقول ہی کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ اسکے گواہون کی سماعت ہو گی تو اسکی ایک وجہ معقول ہی اور اگر یہ کہا جاوے سماعت نہو گی تو اسکی بھی ایک وجہ معقول ہی کذا فی الصغری اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوے ہی کذا فی الغیاثیہ اور امام فضلی رح سے منقول ہی کہ اُسکے گواہون کی سماعت ہو گی جیسا کہ قضاء قاضی سے محاکمہ ہونے کی صورت مین حکم ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی شرح مختصر اور امام اسبیجابی نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ مدعی نے استیفاء حق کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر استیفاء حق کا اقرار کر لیا ہو تو پھر غلط یا غبن کا دعوے اُسکی طرف سے

[۱] یعنی چاہے قیمت توڑدے یہ اختیار نہ ہوگا ۱۲ [۲] پھر لوٹا دینے کا ۱۲

صحیح نہوگا لیکن اگر غصب کا دعوے کرے تو البتہ اُسکے دعوی کی سماعت نہوگی یہ فتاوے صغری مین ہی۔ اگر دو حصہ
داروں مین سے ایک نے غلطی کا دعوی اسطرح کیا کہ اُس سے مدعی[ا] غصب نہین ہوتا ہی مگر تقسیم سے مقدار واجب
حاصل ہونے مین غلطی واقع ہونیکا دعوے کیا مثلاً سو بکریاں دو شخصوں مین مساوی مشترک تھین اور دونوں نے تقسیم
کر لین پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے غلطی سے پچپن بکریوں پر قبضہ کر لیا ہی اور مین نے فقط پینتالیس بکریوں پر
کیا ہی اور دوسرے نے جواب دیا کہ مین نے قبضہ مین کچھ غلطی نہین کی بلکہ ہم نے اسی طور سے تقسیم کیا تھا کہ مجھے
پچپن بکریاں ملین اور تجھے پینتالیس ملین اور دونوں مین سے کسی کے گواہ قائم نہوئے تو دونوں مین تحالف واجب
ہوگا اسواسطے کہ تقسیم عقد بیع کے معنی مین ہی اور بیع مین جب مقدار معقود علیہ مین اسطرح اختلاف ہوتا ہی تو معقود
علیہ کے لعینہ قائم ہونیکی صورت مین دونوں سے باہم قسم لیجاتی ہی اسیطرح قسم مین مقسوم کے لعینہ قائم ہونیکی
صورت مین دونوں سے باہم قسم لیجائیگی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ پہلے دونوں سے استیفاء حق کا اقرار نہ پایا
گیا ہو اور اگر پہلے استیفاء حق کا اقرار صادر ہو چکا ہو تو دعوے غلط مسموع نہوگا الا از راہ غصب مسموع ہو سکتا ہی اور اگر یوں
کہا کہ ہم نے برابر تقسیم کیا اور اپنا اپنا حصہ لے لیا پھر تو نے میرے حصہ مین سے غلطی سے پانچ بکریاں لے لین
اور دوسرے نے کہا کہ مین نے تیرے حصہ مین سے غلطی سے کچھ نہین لیا ہی بلکہ ہم نے تقسیم اسطرح کی تھی کہ مجھے
پچپن بکریاں ملین اور تجھے پینتالیس[۵] اور دونوں مین سے کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو دونوں سے باہم قسم نہ لی
جائیگی بلکہ جو شخص اپنے حق مین غلطی کا مدعی ہی اُسی کا قول قبول ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ایک قوم
نے ایک زمین یا دار باہم تقسیم کیا اور ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر ایک نے غلطی کا دعوے کیا تو امام ابو حنیفہ
نے فرمایا ہی کہ تقسیم کا اعادہ اسوقت تک نہ کیا جاویگا کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے اور اُسنے اپنے دعوے
پر گواہ قائم کیے تو تقسیم دوہرائی جاویگی تاکہ ہر ذی حق اپنا حق بھر پاوے اور واجب یہ تھا کہ تقسیم کا اعادہ نہ کیا جاتا
اسواسطے کہ وضع مسئلہ اسپر ہی کہ ہر واحد نے اپنے حق پر قبضہ کر لیا اور بعد قبضہ کے غلط کا دعوے کرنا دعوے غصب
ہی اور دعوے غصب مین مدعی کے نام اُس چیز کی ڈگری کیجاتی ہی جسکی بابت گواہ قائم ہوئے ہین اور تقسیم دوہرائی نہین
جاتی ہی اور اس اشکال کا جواب یہ ہی کہ امام محمد رحمہ نے فقط یہ بیان کیا ہی کہ دعوے غلط کے گواہ قائم ہونے پر
تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا اور دعوے کی کچھ کیفیت بیان نہین فرمائی پس احتمال ہی کہ اُسکا دعوے ایسا ہو جس سے
گواہ قائم ہونے پر تقسیم کا اعادہ واجب ہو اور اسکا بیان یہ ہی کہ مدعی غلط نے دوسرے سے کہا کہ ہم نے دار کو
باہم برابر تقسیم کیا تھا کہ ہزار گز مجھے ملے اور ہزار گز تجھے ملے پھر تو نے سو گز میرے حصہ مین سے کسی خاص جگہ سے
غلطی سے لے لیا اور دوسرا کہتا ہی کہ نہین بلکہ تقسیم اس قرارداد سے تھی کہ مجھے گیارہ سو گز ملے اور تجھے نو سو گز ملے اور
گواہوں نے یہ گواہی دی کہ تقسیم برابر برابر واقع ہوئی اور یہ گواہی نہ دی کہ مدعا علیہ نے مدعی کے حصہ مین سے
خاص جگہ سے سو گز لے لیا ہی تو گواہوں سے یہ ثابت ہوا کہ تقسیم برابر واقع ہوئی ہی مگر ایک کے قبضہ مین زیادتی

[ا] یعنی تقسیم غلط ہونیکا دعوے کیا لیکن اس سے غصب کرنا لازم نہین آتا ہی تاکہ واپس کرنا ضروری لازم ہو ۱۲ منہ [۵] یعنے باہم قسم کھا دین ۱۲ منہ

موجود ہو اور یہ ثابت نہ ہوا کہ اس مین سے حق مدعی کس جانب سے ہو پس تقسیم کا اعادہ واجب ہوگا تاکہ مساوات ہو جاوے اور ایسی گواہی مسموع ہوگی اگرچہ گواہوں نے غصب واقع ہونے کی گواہی نہین دی ہو اسواسطے کہ اس صورت مین مدعی غلط نے دو باتون کا دعوے کیا ایک تو برابر برابر تقسیم ہونیکا اور دوسری سوگز غصب واقع ہونے کا اور گواہون نے ایک بات کی گواہی دی یعنی تقسیم برابر برابر واقع ہوئی ہو اور اگر مدعی کے پاس اپنے دعوے کے گواہ نہون تو جس کی طرف سے غلطی سے زیادہ پہونچنے کا دعوے کیا ہو یعنی مدعا علیہ سے قسم لیجائے گی اور دونون سے باہمی قسم نہ لیجائے گی پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو غلطی ثابت نہوگی اور تقسیم بحالہ باقی رہیگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو غلطی ثابت ہوجائے گی پس تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا جیسا کہ گواہ قائم کرنیکی صورت مین گذرا ہو اسیطرح بکری و گائے و اونٹ و کپڑے یا کسی کیلی و وزنی چیز مین جو تقسیم واقع ہوا اور بعد تقسیم و قبضہ کے کوئی حصہ دار غلطی واقع ہونیکا دعوے کرے تو اُسمین بھی یون ہی حکم ہو اور ان تمام مسائل اور مسئلہ اولے مین یکسان حکم ہونے سے یہ مراد نہین ہو کہ تمام باتون مین یکسان حکم ہو بلکہ فقط بعض باتون مین یکسان حکم مراد ہو اور وہ یہ ہو کہ مجرد دعوے کرنے سے تقسیم کا اعادہ نہ کیا جائے گا آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ کیلی و وزنی چیزون مین اگر مدعی غلط نے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو بھی تقسیم کا اعادہ نہین کیا جاتا ہو بلکہ باقی دونون مین بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم کیجاتی ہو اور گائے و بکری و کپڑون مین اور اُن چیزون مین جنمین تفاوت ہوتا ہو تقسیم کا اعادہ واجب ہو جیسا کہ مسئلہ دار مین بیان ہوا ہو (پس تمام باتون مین یکسان ہونا کیونکر مراد ہوسکتا ہو) اور اگر زید و عمرو نے دو دار باہم اسطرح تقسیم کرلیے کہ زید نے ایک دار لیا اور عمرو نے دوسرا دار لیا پھر مثلاً زید نے غلطی کا دعوے کیا اور گواہ لایا کہ اسقدر گز اُس دار مین سے جو عمرو کے قبضہ مین ہو تقسیم مین میرے حصہ پر زیادتی کی راہ سے مجھے چاہیے ہین تو اس صورت مین مدعی کے نام اسقدر گزون کی ڈگری ہوجائے گی اور تقسیم کا اعادہ نہ کیا جائیگا اور یہ مثل دار واحد کے نہین ہو یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے و امام محمد رح کا قول ہو اور بقیاس قول امام اعظم رح کے دعوی فاسد ہو خواہ یہ دعوے ایک دار مین ہو یا دو دارون مین ہو اور اس مسئلہ کے معنے یہ ہین کہ دونون حصہ دارون مین سے ایک مثلاً زید نے یہ دعوی کیا کہ تقسیم مین عمرو نے یہ شرط کرلی تھی کہ اپنے حصہ مین سے اسقدر گز مجھے دیگا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک تقسیم فاسد ہونیکی وجہ یہ ہو کہ عمرو نے جب اپنے حصہ مین سے اسقدر گز زیادہ دینا شرط کیا تو زید کے ہاتھ اسکا فروخت کرنیوالا ہوا اور دار مین سے چند گزون کی بیع امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہو پس مثل اُسکے تقسیم مین بھی جائز نہین ہو اور جب دعوے کا فاسد ہونا ثابت ہوا تو تقسیم کا اعادہ واجب ہوگا کہ فساد دفع ہو اور صاحبین رح کے نزدیک دار مین سے چند گزون کی بیع جائز ہو پس تقسیم بھی جائز ہوگی پھر واضح ہو کہ صاحبین رح نے دار واحد و دارین مین فرق کیا ہو اور فرمایا کہ دو دار ہون تو تقسیم کا اعادہ نہ کیا جائیگا اور اگر ایک دار ہو تو تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا حالانکہ واجب تھا کہ دار واحد مین بھی تقسیم کا اعادہ نہ کیا جاوے بلکہ مدعی کے نام حصہ مدعا علیہ سے اسقدر گزون کی ڈگری کردیجاوے جیسا کہ دو دار کی صورت مین حکم

ہے کیونکہ اعادہ تقسیم اسوجہ سے ہوتا ہے کہ مدعی کا حصہ متفرق ہوکر اسپر ضرر عائد نہو اور یہان کوئی وجہ پائی نہین جاتی کیونکہ مدعی نے دس گز معین کا دعوے کیا ہے پس اگر اُسکے نام اُسکی ڈگری ہو جاوے تو اُسپر کچھ ضرر عائد نہوگا کیونکہ اصل تقسیم مین وہ یون ہی ان گزون کا مستحق ہوا ہے اور اگر اُسنے دس گز شائع[۵۱] کا دعوے کیا تو بھی یہی بات ہے کیونکہ جب اُسنے شریک کے حصہ مین سے دس گز شائع اپنے واسطے شرط کر لیے باوجودیکہ جانتا ہے کہ شریک جب ان گزون کو جو شائع ہین مجھے تقسیم کر کے دیگا تو ہوسکتا ہے کہ میرا حصہ متفرق ہو جاوے تو وہ اپنے حصہ کے متفرق ہونے پر راضی ہوگیا ہے پس دار واحدہ مین جو تقسیم کا اعادہ واجب کیا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہے کہ مدعی نے یون دعوی کیا کہ شریک نے میرے واسطے اپنے حصہ مین سے دس گز کی شرط کی ہے اور مین نہین جانتا ہون کہ کیونکر شرط کی آیا دس گز معین میرے حصہ سے متصل شرط کیے ہین یا دس گز شائع شرط کیے ہین جو شریک کے تمام حصہ مین سے ہوسکتے ہین اور گواہون نے بھی مطلقاً دس گز مشروط ہونیکی گواہی دی پس جب یہ حالت ٹھہری تو مدعی کی طرف سے حصہ متفرق ہونیکی رضامندی ثابت نہوئی کیونکہ بر تقدیریکہ دس گز معین اُسکے حصہ سے متصل مشروط ہون تو تفرق پر راضی نہوگا اور بر تقدیریکہ دس گز شائع مشروط ہون تو تفرق پر راضی ٹھہریگا پس جب قاضی کو یہ معلوم نہوا کہ شرط کیونکر ٹھہری تھی تو بنا رقضا راسی پر رکھیگا جسپر دار واحدہ مین سے ہر ایک از روے تقسیم مستحق تھا اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک کا حصہ ایک ہی جگہ مجتمع ہووے بخلاف دو دار کے کہ دو دار مین اگرچہ ہم مسئلہ کو اس صورت پر بھی محمول کرین کہ مدعی نے اپنے دعوے مین کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ میرے واسطے اسنے دس گز کیونکر شرط کر دیے تھے تو بھی تقسیم کا اعادہ نہوگا کیونکہ اعادہ تقسیم سے حصہ متفرق ہونیکا ضرر جو مدعی کو لاحق ہوتا ہے زائل نہوگا ہر چند کہ اُسنے یہ دس گز معین اپنے واسطے کسی خاص جگہ سے شرط کر لیے ہون کیونکہ بیشتر ایسا ہوسکتا ہے کہ اعادہ تقسیم مین یہ دس گز دار مدعی کے متصل نہ واقع ہون پس اعادہ تقسیم مفید[۵۲] نہ ٹھہرا یہ محیط مین ہے۔ اگر دو آدمیون نے دس کپڑے باہم تقسیم کیے ایک نے چار کپڑے لیے اور دوسرے نے چھ کپڑے لے لیے پس چار لینے والے نے چھ مین سے ایک خاص کپڑے کا یون دعوی کیا کہ یہ مجھے تقسیم مین ملا تھا اور اسکے گواہ قائم کر دیے تو اُسکے نام ڈگری ہو جائیگی خواہ مدعی نے اس زیادت پر قبضہ ہو جانیکا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر گواہ قائم نہوے تو کتاب مین مذکور ہے کہ چھ والے سے قسم لیجائے گی اور تحالف یعنی دوطرفی قسم واجب نہوگی اور یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب مدعی نے جس کپڑے کا دعوی کیا ہے اُس کے قبضہ کا اقرار کیا ہو کچھ دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے غلطی سے لے لیا ہے پس دوسرے پر غصب کا دعوی کرنے والا قرار دیا جاوے گا اور ایسی صورت مین دوطرفی قسم عائد نہین ہوتی ہے۔ اور اگر چار والے نے چھ مین سے کسی خاص کپڑے کا اس طرح دعوی کیا کہ یہ مجھے تقسیم مین ملا تھا اور دوسرے نے گواہ دیے کہ مجھے تقسیم مین ملا تھا

۵۱ یعنی غیر مقسوم غیر معین یعنے تمام گز مین جہات سے ہو ۱۲ ۵۲ قولہ مفید اسمین بظاہر تردد ہے کہ جب متصل واقع ہون تو اعادہ کیا جاوے ورنہ نہین۔ اور جواب یہ کہ دو دار مین یہ اتصال نادر ہے بلکہ اتفاقی ہے تو اسکا اعتبار نہوگا ۱۲

تو چار والے کے گواہوں پر حکم ہوگا کیونکہ وہی مدعی[ف] غیر قابض ہے اور فرمایا کہ تقسیم واقع ہونے پر گواہ کر لینا دوسرے پر زیادتی کا دعوی کرنے سے مانع نہیں ہے بخلاف اسکے اگر استیفاء[ف] حق کے گواہ کر لیے ہوں تو یہ دعوے نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر حصہ داروں نے باہم اختلاف کیا اور دو بٹوارہ کرنیوالوں نے گواہی دی تو انکی گواہی قبول ہوگی اور شیخ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو مذکور ہوا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور خصاف رح نے امام محمد کو بھی دونوں اماموں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور بٹوارہ کرنیوالے خواہ قاضی کیطرف سے ہوں یا دوسرے ہوں دونوں یکسان ہیں اور طحاوی نے فرمایا کہ اگر بانٹنے والوں نے باجرت تقسیم کیا ہو تو بالاجماع انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسی طرف بعض مشائخ نے میل کیا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور بٹوارہ کرنیوالوں کی گواہی مقبول ہے خواہ انھوں نے باجرت بانٹا ہو یا بلا اجرت اور یہی صحیح ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک قاسم[تقسیم کنندہ ۱۲] نے گواہی دی تو مقبول نہوگی کیونکہ ایک شخص کی گواہی غیر پر مقبول نہیں ہوتی ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر قاضی کیطرف سے بٹوارہ کرنے والے نے غیر کے ساتھ ہو کر تقسیم کی گواہی دی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقبول ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک بٹوارہ کرنیوالے نے ایک دار دو آدمیوں میں تقسیم کیا اور غلطی سے ایک کو دوسرے سے زیادہ دیا اور ایک نے اپنے حصہ میں عمارت بنائی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ از سر نو تقسیم کریں اور جس کی عمارت دوسرے کے حصہ میں واقع ہو وہ اپنی عمارت توڑے اور قاسم سے عمارت کی قیمت نہیں لے سکتے ہیں ولیکن جو اجرت اسنے لی ہے اسکو واپس لے سکتے ہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ دو آدمیوں نے چند کھیت تقسیم کیے پس ایک کے حصہ میں دو کھیت آئے اور دوسرے کے حصہ میں چار آئے پھر دو کھیت والے نے دوسرے کے چار کھیتوں میں سے ایک کھیت معین کا اسطرح دعوی کیا کہ یہ میری تقسیم میں آیا تھا اور اسی کے گواہ قائم کر دیے تو اسکے نام ڈگری کیجائیگی اور یہی حکم کپڑوں کی صورت میں ہے اور اگر اسکے پاس گواہ نہوں تو اسکو اختیار ہوگا کہ جسکے قبضہ میں ہے اس سے قسم لے اور اگر ہر ایک نے اس امر کے گواہ قائم کر دیے کہ یہ میرے حصہ میں آیا تھا تو غیر قابض مدعی کے نام ڈگری ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں نے حد میں اختلاف کیا مثلاً دونوں حصوں کے بیچ میں حد حائل تھی پس دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرے حصہ کی ہے دوسرے کی سمت فاصل ہوگئی ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے نام اس حد کی جو دوسرے کے قبضہ میں ہے ڈگری کیجائیگی اور اگر گواہ قائم نہوے تو دونوں سے باہم قسم لیجائیگی اور جو جسکے قبضہ میں ہے اسی کے قبضہ میں رکھا جائیگا اور موضع حد دونوں میں مشترک رہیگا اور اگر باہم قسم کے بعد دونوں میں سے کسی نے تقسیم کا ارادہ کیا تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے کسی نے نقض[ف] قسمت کی درخواست کی تو تقسیم توڑ دیجائیگی

[ف] مدعی غیر قابض اور مدعی قابض جب دونوں میں یعنی ہر ایک نے دعوی کیا تو غیر قابض کے گواہوں پر حکم ہوتا ہے اسی حکم کے موافق یہاں ہوگا ۱۲ [ف] استیفاء یعنی گواہ کر لیے کہ میں نے بھرپور اپنا حق حاصل کر لیا قولہ قاسم و قسام بٹوارہ کرنیوالا ۱۲ [ف] نقض قسمت بٹوارہ توڑنا ۱۲

اور بغیر حکم قاضی فسخ نہوگی جیسا کہ بیع میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ منتقی میں ابن سماعہ کی روایت سے امام ابو یوسف رحمہ
سے مروی ہے کہ ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہے اُسکو قاضی نے دونوں میں بانٹ دیا پھر ایک حصہ دار نے دوسرے
سے کہا کہ جو حصہ میرے پاس ہے وہ تجھے پہونچا تھا اور جو تیرے پاس ہے وہ میرا ہے اور دوسرے نے کہا کہ
نہیں بلکہ جو مجھے پہونچا تھا وہی میرے پاس ہے تو فرمایا کہ جو جس کے پاس ہے وہ اُسکا ہوگا اور کسی کے قول کی
دوسرے پر تصدیق نہ کیجائیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسنے ایک دار اور دو فرزند چھوڑے اُنھوں نے
دار مذکور کو باہم تقسیم کر لیا اور ہر ایک نے آدھا لیا اور تقسیم ہونے اور قبضہ اور پورا حق پانے کے گواہ کر لیے پھر
دونوں میں سے ایک نے دوسرے کے قبضہ کے ایک بیت کا دعوے کیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کی جائیگی
الا یہ کہ مدعا علیہ[1] اسکا اقرار کرے اور اسوجہ سے تصدیق نہ کیجائیگی کہ اُسنے اس امر کے گواہ کیے ہیں کہ میں نے
پورا حق بھر پایا ہے پھر اسکے بعد جو کچھ اُسنے دوسرے کے مقبوضہ میں دعویٰ کیا ہے اس دعویٰ میں مناقض ہے
پس اس دعوے کے اسکے گواہ مقبول نہوں گے لیکن اگر اُسکے مدعا علیہ نے اقرار کر لیا تو یہ اقرار اُسکا ملزم ہے
اور مناقض کا خصم اگر اُسکے دعوے کا اقرار کرے تو استحقاق ثابت ہو جاتا ہے اور اگر مدعی نے اُسنے اپنے حق بھر
پانے پر گواہ نہ کیے ہوں اور نہ اُسکی طرف سے تقسیم کا اقرار سُنا گیا ہو حتے کہ اُسنے کہا کہ ہم نے یہ دار تقسیم
کیا اور میرے حصہ میں یہ طرف اور وہ بیت جو میرے شریک کے قبضہ میں ہے آیا اور شریک نے کہا کہ
نہیں بلکہ یہ بیت اور جو کچھ میرے قبضہ میں ہے سب میرے حصہ میں آیا تھا تو میں مدعی سے دریافت کرونگا
کہ آیا یہ بیت تقسیم سے پہلے تیرے شریک کے قبضہ میں تھا کہ اُسنے بعد تقسیم کے تجھے نہ دیا یا بعد تقسیم کے
تیرے قبضہ سے غصب کر لیا ہے پس اگر اُسنے کہا کہ بعد تقسیم کے میرے قبضہ میں تھا پھر اُسنے مجھ سے غصب کر لیا
یا میں نے اسکو عاریت دیا یا اجارہ پر دیا تھا تو میں تقسیم کو نہ توڑونگا اور اگر اُسنے کہا کہ تقسیم کے بعد میرے
شریک کے قبضہ میں تھا پھر اُسنے مجھے سپرد نہ کیا تو دونوں باہم قسم کھاوینگے اور تقسیم رد کرینگے اور اگر پیمایشی
گزوں میں غلطی واقع ہونیکا دعوے کیا اور کہا کہ مجھے ہزار گز پہونچے تھے اور تجھے ہزار گز پہونچے تھے پھر تیرے
پاس ایک ہزار ایکسو گز ہوگئے اور میرے پاس نوسو گز رہے اور دوسرے نے کہا کہ مجھے ہزار گز پہونچے تھے
اور تجھے ہزار گز پہونچے تھے اور میں نے اپنے ہزار گز پر قبضہ کیا کچھ بڑھا یا نہیں ہے تو قسم کے ساتھ مدعا علیہ
کا قول قبول ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے ایک ہزار ایکسو گز پہونچے تھے اور تجھے ایک ہزار ایکسو گز پہونچے تھے
اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ مجھے ہزار گز اور تجھے ہزار گز پہونچے تھے پھر تو نے ایک ہزار ایکسو گز پر
قبضہ کر لیا اور میں نے نوسو گز پر قبضہ کیا تو دونوں باہم ایک دوسرے کے دعوے پر قسم کھاویں اور تقسیم
کو رد کریں۔ اور اگر کہا ہو کہ میں نے اپنے حصے کے گز وسنبر پورے پر قبضہ کیا تھا پھر تو نے سو گز غصب کر لیے

[1] مدعا علیہ جب خود اقرار کرے کہ اسکا بیت میرے حصہ میں آگیا تو اسکا اقرار خود اسپر حجت ہے اگرچہ جھوٹا ہو اور مدعی کی تصدیق اسوجہ
نہوگی کہ اسنے گواہوں سے اقرار کیا کہ میں نے اپنا حق بھر پایا پھر یہ دعویٰ کرنا گویا تناقض ہے کہ میں نے نہیں بھر پایا ۱۲

ہین تو مین تقسیم کو نہ توڑونگا اور جسکی طرف زیادتی کا دعوے کیا جاتا ہے اُس سے قسم لونگا۔ اور اگر دو شریکون نے سو بکریان تقسیم کین پس ایک کے قبضہ مین ساٹھ بکریان آئین اور دوسرے کے قبضہ مین چالیس آئین پھر چالیس والے نے کہا کہ ہم دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین پچاس پچاس بکریان پڑی تھین اور ہم نے باہم قبضہ بھی کر لیا تھا پھر تو نے مجھ سے دس بکریان معین غصب کر کے اپنی بکریون مین ملا دین اب وہ پہچان نہین پڑتی ہین اور دوسرے نے غصب سے انکار کیا اور کہا کہ نہین بلکہ مجھے ساٹھ پہونچی تھین اور تجھے چالیس تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اول نے کہا کہ مجھے پچاس پہونچی تھین مگر تو نے مجھے چالیس بکریان دین اور دس تیرے پاس رہگئین تو نے مجھے نہین دی ہین اور دوسرے نے کہا کہ مجھے ساٹھ پہونچی تھین اور تجھے چالیس تو دونون باہم قسم کھاوینگے اور تقسیم کو رد کر لین گے۔ اور اگر مدعی نے قبل اسکے اپنا حق پھر پانے پر گواہ کر لیے ہون تو ساٹھ بکریون والیکا قول قبول ہوگا اور اُسپر قسم عائد نہوگی اور اگر بعد قبضہ ہو جانیکے غصب کا دعوے کیا تو منکر سے قسم لیجائیگی اور اگر مدعی نے اپنا حق پھر پانے پر گواہ نہ کر لیے ہون پس چالیس والے نے دعوے کیا کہ میرے باپ کی سو بکریان تھین پس پچاس مجھے پہونچین اور پچاس تجھے پہونچین اور ہم نے باہم قبضہ کر لیا پھر تو نے مجھ سے دس بکریان غصب کر لین اور وہ یہ ہین اور ساٹھ والے نے کہا کہ نہین بلکہ باپ کی بکریان ایکسو بیس عدد تھین پس ساٹھ مجھے پہونچین اور ساٹھ تجھے پہونچین اور ہم نے باہم قبضہ کر لیا اور مین نے تجھ سے کچھ غصب نہین کیا پس یہ قول اس بات کا اقرار ہے کہ دس بکریان فاضل ہین جنمین تقسیم جاری نہین ہوئی ہے پس اگر اُسنے بعینہ ان دس بکریون کے واسطے قسم کھالی تو دس بکریان دیگا تاکہ دونون تقسیم کر لیوین۔ اور اگر مدعا علیہ نے سو سے زیادہ ہونیکا اقرار نہ کیا بلکہ کہا کہ باپ کی بکریان سو عدد تھین جسمین سے ساٹھ مجھے پہونچین اور چالیس تجھے پہونچین تو اُسکا قول قبول ہوگا مگر اسکے ساتھ اسے ان دس بکریون پر جن کی نسبت مدعی نے بڑھتی ہونیکا دعوی کیا ہے قسم لیجائیگی اسوجہ سے کہ شریک نے اسکو سو کے حصہ سے بری کیا ہے مگر حصہ مذکور پر جو زیادتی اسکے پاس ہے اس سے بری نہین کیا ہے پس اگر بعینہا[1] قائم ہون تو انکو دونون برابر تقسیم کر لین گے ورنہ تقسیم فاسد ہو جائے گی پس راہ یہ نکلے گی کہ ساٹھ اور چالیس دونون واپس کر کے پھر دونون ازسرنو تقسیم ہون کیونکہ تقسیم اولے فاسد تھی کذا فی المبسوط ٭

بارھوان باب۔ مہاباۃ کے بیان مین۔

جاننا چاہیے کہ مہاباۃ تقسیم منافع کو کہتے ہین اور یہ مہاباۃ ان اعیان مشترکہ مین جنسے باوجود بقائے[2] عین کے انتفاع ممکن ہو جائز ہے اور جب بعض شریکون نے اسکی درخواست[3] کی اور دوسرے کسی نے اعیان کی تقسیم کی درخواست نہ کی ہو تو واجب ہو جاتی ہے اور تقسیم مہاباۃ کبھی

---

[1] بعینہا یعنی یہ بکریان معین ہون اور موجود بھی ہون ۱۲ [2] بقائے الخ یعنے اول تو مال عین ہو پس روپیہ وغیرہ نہ ہو دوم یہ کہ مال عین ایسا ہو کہ نفع لینے سے اصل مال باقی رہتا ہو بخلاف دودھ وغیرہ کے جو صرف ہو جاتا ہے ۱۲ [3] یعنے بدرخواست مدعی ۱۲

بزبان ہوتی ہی اور کبھی بمکان ہوتی ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دونون شریکون مین سے ایک نے مہایاۃ کی درخواست کی اور دوسرے نے تقسیم عین کی درخواست تو قاضی تقسیم کردیگا یہ کافی مین ہی - علماء نے مہایاۃ کی کیفیت جواز مین گفتگو کی ہی بعضون نے فرمایا کہ اگر جنس واحد کی اعیان متفاوتہ جنمین خفیف تفاوت ہی جیسے کپڑے و اراضی وغیرہ مین مہایاۃ جاری ہو تو ایک وجہ سے افراز ہوگا اور ایک وجہ سے مبادلہ ہوگا حتے کہ دونون شریکون مین سے ایک اکیلا مہایاۃ نہین کرسکتا ہی اور اگر ایک نے اسکی[۱۲ جبکہ ممکن ہو] درخواست کی اور دوسرے نے اصل مال لینے مین کے تقسیم کی درخواست نہ کی تو وہ مہایاۃ پر مجبور کیا جائیگا اور اگر جنس مختلف جیسے دو دو بلیہ وغیرہ مین مہایاۃ جاری ہوئی تو اسمین ہر طرح سے مبادلہ کا اعتبار کیا جائیگا حتے کہ بدون دونون کی رضامندی کے جائز نہوگا[۱۲ جمہور یعنی بعض مشائخ] اور یہی اصح ہی کیونکہ عاریت تو وہ ہوتی ہی جو بغیر عوض ہو اور یہ بعوض ہی کیونکہ دونون مین سے ہر ایک اپنے حصہ کی منفعت دوسرے کی باری پر دوسرے کے پاس اس شرط سے چھوڑتا ہی کہ دوسرا اپنے حصہ کی منفعت اس کے پاس اسکی باری پر چھوڑدے یہ ذخیرہ مین ہی اور دونون مین سے ایک کے مرنے سے مہایاۃ باطل نہین ہوتی ہی اور نہ دونون کے مرنے سے باطل ہوتی ہی اسواسطے کہ اگر باطل ہوجاوے تو حاکم اسکو پھر دوہراے گا پھر توڑنے اور دوہرانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا یہ ہدایہ مین ہی - اور دونون کو یہ اختیار ہی کہ جب ایک کی راے مین آوے یا دونون کی راے مین آوے تو عین کو تقسیم کرلین اور مہایاۃ باطل کردین اور امام محمد رح نے باب المہایاۃ فی الحیوان مین ذکر فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک کو بعذر یا بلا عذر مہایاۃ توڑ دینے کا اختیار ہی اور شارح شیخ الاسلام خواہر زادہ نے شرح مین فرمایا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور موافق اس ظاہر الروایۃ کے ایک کو بعذر یا بلا عذر مہایاۃ توڑنے کا جبھی اختیار ہوگا کہ جب یہ مہایاۃ دونون کی رضامندی سے ہوئی ہو اور اگر بحکم حاکم ہوئی ہو تو تاوقتیکہ دونون اسکے توڑنے پر اتفاق نہ کرین فقط ایک نہین توڑ سکتا ہی اور جب مہایاۃ دونون کی رضامندی سے ہوئی پھر اسکو دونون نے توڑ دیا تو پھر یہ احتیاج نہین ہی کہ اسی کے مثل دوبارہ اعادہ کی جاوے بلکہ اس بٹوارہ سے زیادہ انصاف کے ساتھ بٹوارہ کی احتیاج ہی اور ایسا بٹوارہ وہ ہی جو بقضاء قاضی ہو اور دونون شریکون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی[ف۱] حویلی مین کوئی جدید عمارت بنادے یا توڑدے یا کوئی دروازہ پھوڑے یہ ذخیرہ مین ہی ایک دار دو شخصون مین مشترک ہی اسمین چند منزلین ہین پس باہم دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ ہر ایک شریک منزل معلوم مین یا بالاخانہ معین یا سفل معلوم مین سکونت رکھے یا اسکو کرایہ پر دیدے تو یہ جائز ہی اور اگر مہایاۃ زمانہ کی راہ سے کی مثلاً یون مہایاۃ کی کہ ایک شریک اس دار مین ایک سال تک رہی اور دوسرا اسمین ایکسال تک رہی یا ایکسال تک یہ کرایہ پر دیوے اور ایکسال تک وہ کرایہ پر دیوے پس سکونت کے واسطے باہمی رضامندی سے مہایاۃ زمانی جائز ہی مگر اسطور سے کہ ایکسال تک یہ کرایہ پر چلاوے اور ایکسال تک وہ کرایہ پر چلاوے اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور شیخ امام معروف بخواہر زادہ نے فرمایا کہ ظاہر یہی ہی کہ جائز ہی بشرطیکہ سال مین دونون کے کرایہ کا مال برابر ہو اور اگر

ف۱ اپنی حویلی یعنے باری باندھنے مین جو حویلی یا حصہ اسکے پاس ہی ۱۲ ع - عاریت نہین ہوسکتی ہے ۱۲

ایک کی باری مین کرایہ بڑھا تو بڑھتی مین دونون شریک ہونگے اور اسی پر فتوی ہی اسیطرح دو دارون مین سکونت و کرایہ پر چلانے کی مہایاۃ جائز ہی بایں طور کہ ایک اس دار مین رہے اور دوسرا اُس دار مین رہے یا ایک یہ دار کرایہ پر چلاوے اور دوسرا وہ دار کرایہ پر چلاوے پس اگر دونون نے باہمی رضامندی سے ایسا کیا تو جائز ہی۔ اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو امام کرخی رح نے ذکر فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول مین قاضی اسپر جبر نہ کریگا اور اگر دار واحد ہو تو جبر کریگا اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ اظہر یہ ہی کہ قاضی جبر کریگا مگر فرق یہ ہی کہ دو دار ہونیکی صورت مین اگر ایک کے پاس بہ نسبت دوسرے کے کرایہ زیادہ آیا تو کوئی دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور دار واحدہ کی صورت مین اگر کرایہ پر مہایاۃ کر لی اور ایک کی باری مین بہ نسبت دوسرے کے کرایہ زیادہ آیا تو زیادتی مین دونون شریک ہو جاوینگے اگر دو دار مین جو دو شہرون مین واقع ہین مہایاۃ کی پس اگر اُسکو باہمی رضامندی سے کیا تو جائز ہی اور درصورت کسی کے انکار کے قاضی جبر نہ کریگا یہ ظاہر الروایۃ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ہر ایک نے اپنے قبضہ کا دار کرایہ پر دیدیا پھر ایک نے چاہا کہ مہایاۃ کو توڑ کر رقبہ دار کو باہم تقسیم کرے تو اُسکو اختیار ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ مدت اجارہ گذر گئی ہو اور اگر مدت اجارہ نہ گذری ہو تو کرایہ پر دینے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ مہایاۃ کو توڑ دے اور یہ اسوجہ سے ہی کہ متاجر کا حق مصئون رہے یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر غلام سے خدمت لینے مین مہایاۃ کی کہ یہ غلام اس شریک کی ایک مہینہ تک خدمت کیا کرے اور وہ غلام دوسرے شریک کی ایک مہینہ تک خدمت کیا کرے تو مہایاۃ جائز ہی اور یہ بخلاف ایک غلام کے اجارہ دینے کی مہایاۃ کے ہی کہ یون مہایاۃ کی کہ یہ شریک اس غلام واحد کو ایک مہینہ تک کرایہ پر دے اور اُسکی اُجرت کھاوے پھر دوسرا اسی کو ایک مہینہ تک کرایہ پر دے اور اُسکی اُجرت کھاوے کیونکہ یہ بلاخلاف نہین جائز ہی کذا فی الذخیرہ اور اگر دونون نے دو غلامون مین دونون سے ایک سال تک خدمت لینے پر مہایاۃ کی تو جائز ہی اور اگر دونون غلامون کی اُجرت پر مہایاۃ کی تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ دونون کی باری مین کرایہ برابر آیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر دو شخصون مین دو باندیان مشترک ہون اور دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ یہ باندی اس کے لڑکیکو دودھ پلادے اور دوسری باندی دوسرے کے لڑکے کو دودھ پلاوے تو جائز ہی کذا فی التبیین۔ دو شخصون نے اپنے درمیان مشترک گاے مین اسطرح مہایاۃ کی کہ یہ گائے ہر ایک کے پاس پندرہ روز تک رہے وہ اسکا دودھ دوہ لیا کرے تو یہ باطل ہی اور کسی کو بڑھتی دودھ حلال نہوگا اگرچہ اُسکا شریک اُسکو حلت مین کر دے کیونکہ یہ ہبہ مشاع[۱] ہی ایسی چیز مین جو قابل تقسیم ہی الا اُس صورت مین کہ بڑھتی والے نے بڑھتی

---

[۱] برابر الخ و اگر کم و بیش ہو تو زیادتی کو تقسیم کرلین ۱۲ [۱] مشاع یعنی یہ چیز اسقدر قابل تھی کہ بٹوارہ ہو سکتا تھا پھر بھی اسنے مشاع بغیر تقسیم کی ہبہ کی جائز نہین ہی ۱۲

دودھ کو تلف کردیا ہو پس جب دوسرا شریک اُسکو حلت مین کردیگا تو یہ امر ضمانت سے بری کردینا ہو پس جائز ہوگا اور جب تک عین زیادتی قائم ہو تب تک یہ امر ہبہ یا ابرا[3] عین ہو اور یہ باطل ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اگر کوئی نخل و شجر دو شریکون مین مشترک ہو اور دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ ہر ایک اس کے پھلون مین سے کسیقدر[4] لے تو جائز نہین ہو اسیطرح اگر بکریان دو آدمیون مین مشترک ہون اور دونون نے اتفاق کیا کہ ہر ایک انہین سے کسی قدر بکریان لیکر اُن کو چارہ[1] دے اور اُن کے دودھ سے نفع اُٹھاوے تو بھی جائز نہین ہو یہ کافی مین ہو اور پھلون یا پھلون کی مثل چیزون مین جواز کا حیلہ ہو کہ اپنے شریک کا حصہ خریدے پھر اپنی باری گذرنے پر کل کو فروخت کردے یا لبن مقدر سے جو حصہ شریک ہو بطور قرض انتفاع حاصل کرے کیونکہ قرض مشاع جائز ہو یہ تبیین مین ہو اور دو چوپایہ[5] و ایک چوپایہ مین از راہ سواری یا کرایہ پر چلانیکے دونون طرح امام اعظم رح کے نزدیک مہایاۃ جائز نہین ہو اور صاحبین رح کے نزدیک دو چوپایون کی صورت مین مہایاۃ جائز ہو خواہ سواری لینے کی راہ سے ہو یا کرایہ پر چلانے کی راہ سے ہو مگر ایک چوپایہ ہونے کی صورت مین اگر کرایہ پر چلانے کی راہ سے مہایاۃ کی تو جائز نہین ہو اور اگر سواری مین مہایاۃ کی تو شیخ امام معروف بخواہر زادہ نے فرمایا کہ جائز نہ ہونا چاہیے پس نہ سواری کی راہ سے اور نہ کرایہ پر چلانے کی راہ سے کسی طرح جائز نہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر دونون نے دو مملوکون مین خدمت لینے پر مہایاۃ کی پھر ایک مر گیا یا بھاگ گیا تو مہایاۃ ٹوٹ جائے گی اور اگر اس غلام نے تین روز کم مہینہ بھر خدمت کی ہو تو دوسرا بھی اپنے غلام سے تین روز کم خدمت لیگا بخلاف اسکے اگر اُسنے مہینہ بھر سے تین روز زیادہ خدمت کردی ہو تو دوسرے کیواسطے اُسکے غلام کی تین روز خدمت زیادہ نہ کیجائیگی اور اگر ایک کا غلام پورا مہینہ بھاگا رہا اور دوسرے نے اپنے غلام سے پورا مہینہ خدمت لی تو اُسپر ضمان واجب نہو گی اور نہ اُجرت واجب ہو گی اور قیاس یہ تھا کہ نصف اجر المثل کا ضامن ہوتا۔ اور اگر ایک خادم اُس شخص کی خدمت سے جسکے واسطے مہایاۃ مین یہ خادم شرط کیا گیا ہو ہلاک ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہو گی اور اسی طرح اگر منزل اُس شخص کی سکونت سے جسکے واسطے شرط کیگئی ہو منہدم ہو گئی تو بھی اُسپر ضمان واجب نہو گی اسی طرح اگر یہ منزل اس مشروط کے آگ[6] روشن کرنے سے جل گئی تو بھی اُسپر ضمان واجب نہو گی اسیطرح اگر اُسنے منزل مذکور مین وضو کیا اور کوئی شخص اسکے وضو کے پانی سے پھسل پڑا یا اسمین کوئی چیز رکھی اور اس سے کسی آدمی نے ٹھوکر[2] کھائی تو اُسپر ضمان واجب نہو گی اور اگر اُسنے اُسمین کوئی عمارت بنائی یا کنوان کھودا تو جس قدر اُسکے شریک کی ملک ہو اُتنے کا ضامن ہوگا حتے کہ اگر شریک ایک تہائی کا مالک ہو تو تہائی کا ضامن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ہر حال مین نصف کا ضامن ہوگا اور

---

[1] چرادے یا چروادے ۱۲ [2] ٹھوکر الخ یعنے پھسلنے یا ٹھوکر کھانے سے مراد ۱۲ [3] یعنے عین سے بری کرنا ہو ۱۲ [4] یعنے کوئی حصہ بیان کیا ۱۲ [5] یعنے سواری کے جانور ۱۲ [6] یعنے ایسی آگ سے جسکو مشروط لہ ساکن نے جلایا تھا ۱۲

ہمارے یعنی صحاب رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عمارت بنانیکی صورت مین جواب مذکور (یعنی ضامن نہ ہونا) غلط ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اگر ان مشائخ کا کہنا صحیح ہو تو مستاجر کی صورت مین حکم یون ہونا چاہیے کہ اگر مستاجر نے کرایہ کے مکان مین کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا جیسا کہ دار مین کوئی چیز رکھنے کی صورت مین حکم ہی مولف رح نے فرمایا کہ یہان جو روایت مذکور ہی وہ ان مشائخ کے قول کے برخلاف ہی اور جو روایت یہان ہی وہی اجارہ کی صورت مین ہوگی کہ اجارہ کی صورت مین بھی متاجر پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی تو اُسکا حصہ اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا۔ دونون مین سے ایک نے بطور بیع فاسد اپنا حصہ فروخت کیا تو جبتک مشتری کے سپرد نہ کرے تب تک مہایاۃ باطل نہوگی کیونکہ بیع فاسد مین اُسکی ملک زائل نہوگی جبتک مشتری کے سپرد نہ کرے جیسا[1] بیع بشرط الخیار للبائع مین ہی اور اگر بیع بشرط خیار للمشتری ہو تو مہایاۃ[2] باطل ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہی اور دونون مین سے ہر ایک اس باندی کی بابت دوسرے پر بدگمانی رکھتا ہی۔ پھر ایک نے کہا کہ یہ باندی ایک روز تیرے پاس رہے اور ایک روز میرے پاس رہے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ ہم اسکو کسی عادل کے پاس رکھین تو مین عادل کے پاس نہ رکھونگا بلکہ ایک ایک روز دونون کے پاس رہنے کا حکم دونگا اور اگر دونون نے آپس مین جھگڑا کیا کہ پہلے کسکے پاس رہے تو قاضی کو اختیار ہی چاہے جس سے پہل کرے یا قرعہ ڈالدے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ دونونکا دل مطمئن کرنے کیواسطے قرعہ ڈالنا اولے ہی اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی ایک غلام و ایک باندی دو آدمیون مین مشترک ہی اور دونون نے اس امر پر مہایاۃ کی کہ باندی ایک شخص کی خدمت کرے اور دوسرے کی خدمت غلام کرے پس اگر دونون نے انکی خوراک کے ذکر سے سکوت کیا ہو تو قیاساً دونون کی خوراک دونون پر نصفا نصف واجب ہوگی مگر استحساناً یہ حکم ہی کہ مہایاۃ مین جو خادم جسکی خدمت کیواسطے مشروط کیا گیا ہی اُسکی خوراک اسی پر واجب ہوگی اور ان دونون کے کپڑے کے ذکر سے اگر دونون نے سکوت کیا تو قیاساً و استحساناً غلام و باندی کا کپڑا دونون پر نصفا نصف واجب ہوگا اور اگر مہایاۃ مین یہ شرط بیان کردی ہو کہ جو خادم جسکی خدمت کیواسطے مشروط ہی اُسکا کھانا اسی کے ذمہ ہی مگر خوراک کی مقدار بیان نہ کی ہو تو قیاساً جائز نہونا چاہیے مگر استحساناً جائز ہی اور کپڑے کی صورت مین اگر مقدار بیان نہ کی ہو تو قیاساً و استحساناً جائز نہین ہی اور اگر مقدار خوراک بیان کردی تو قیاساً جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اسیطرح کپڑے کی صورت مین اگر کوئی شے معلوم شرط کی تو قیاساً جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اور چوپایون کے چرانے مین مہایاۃ کرنا ہمارے نزدیک جائز ہی

[1] وہ بیع جسمین بائع کیواسطے اختیار دیا گیا ہو اور اس بیع سے بیع صحیح مراد ہی اور مشتری کیواسطے بھی جاکر مین خیال ہوتا ہی ۱۲

[2] یعنے اور بیان ہوا ہو ۱۲ [3] کیونکہ مبیع بائع کی ملک سے خارج ہوگئی ۱۲

اسی طرح اگر ان چوپاؤن کے چرانے کیواسطے اجُرت پر چرواہا مقرر کرنے مین مہایاۃ کی تو بھی جائز ہی اور ایک دار اور ایک زمین مین اسطرح مہایاۃ کرنا کہ ایک شریک اس دار مین سکونت کرے اور دوسرا اس زمین مین زراعت کرے جائز ہی اسی طرح اگر ایک دار و ایک حمام مین مہایاۃ کی تو بھی جائز ہی اور ایک دار و ایک مملوک مین اسطرح مہایاۃ کرنا کہ یہ شریک اس دار مین ایک سال تک سکونت رکھے اور دوسرا اس غلام سے ایک سال تک خدمت لے جائز ہی لیکن اگر غلام کی مزدوری ایک سال تک لینے پر مہایاۃ کی تو امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین ہی اگر ایسی چیز کی مہایاۃ کرنے مین جو از راہ زمان و مکان دونون ہو سکتی ہی دونون نے اختلاف کیا تو قاضی دونون کو حکم دیگا کہ تم دونون کسی بات پر اتفاق کرو یعنے بزمان ہو یا بمکان ہو پس اگر دونون نے اس بات کو اختیار کیا کہ بزمان ہو تو بدایت کیواسطے قاضی قرعہ ڈال دیگا یہ تبیین مین ہی۔ دو باندیان دو شخصون مین مشترک ہین اور ان مین سے ایک باندی بہ نسبت دوسری کے خدمتگاری مین بڑھکر ہی پس دونون نے یہ مہایاۃ کی کہ جو باندی خدمتگاری مین بڑھکر ہی اُس سے ایک شریک ایک سال تک خدمت لے اور دوسری سے دوسرا شریک دو سال تک خدمت لے تو جائز ہی اور اگر دونون شریکون نے دو باندیون مین مہایاۃ کر لی پھر ایک باندی جس کی خدمت کرتی تھی اُس سے حاملہ ہو گئی تو مہایاۃ باطل ہو جائے گی اور دوسری کی بابت از سر نو مہایاۃ ہوگی

کذا فی محیط السرخسی ❊

تیرھوان باب۔ متفرقات کے بیان مین۔ قاضی کو جائز ہی کہ بٹوارہ کرنے مین اپنی اجرت لے لے لیکن نہ لینا مستحب ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ قاضی کو چاہیے کہ لوگون مین بٹوارہ کرنیکے واسطے ایک قاسم مقرر کرے جو بیت المال سے روزینہ پاوے اور لوگون سے بٹوارہ کرنے پر اجرت نہ لے بلکہ یہی افضل ہی اور اگر قاضی نے ایسا نہ کیا تو ایسا قاسم مقرر کرے جو بٹوارہ کرنے کی اجُرت حصہ دارون سے لے اور اجُرت کی مقدار وہ ہو گی جو ایسے کام کرنیوالے کو ملنی چاہیے یعنی اجر المثل تاکہ حصہ دارون سے زیادہ لینے پر تحکم[1] نہ کرے مگر یہ واجب ہی کہ یہ شخص قاسم ایک مرد عادل ہو اور قسمت کے مسائل سے آگاہ ہو اور امین ہو۔ اور قاضی ایک ہی قاسم کو اجُرت پر بٹوارہ کے لیئے لینے کیواسطے لوگون کو مجبور نہ کرے گا یہ کافی مین ہی اگر شریکون نے کسی قاسم کو اپنے درمیان حصہ بانٹ کرنیکے واسطے اجرت پر لیا تو اسکی اجُرت ان لوگون کی تعداد[2] پر ہر ایک کے ذمہ برابر ہو گی ہر ایک کے حصہ کے موافق ہر ایک کے ذمہ ہو گی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر حصہ دار کے حصہ کے موافق اُسپر اجُرت واجب ہو گی خواہ قاضی کا قاسم ہو یا دوسرا ہو اور یہ امام ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت ہی رہی کیال و وزان قسمت کی اجرت سو اسکی نسبت بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسمین بھی ایسا

کیل کنندہ ۱۲ وزن کنندہ ۱۲

[1] تحکم یعنی زبردستی زیادہ لے قاسم بٹوارہ کرنیوالا ۱۲ [2] یعنے اگر چار شریک ہون تو ہر ایک پر چوتھائی ہو گی اگرچہ حصص مین کسی کا آدھا ہو کسی کا چوتھائی اور کسی کا آٹھوان حصہ و مثل ذلک ۱۲ منہ [3] یعنے بزمان ہو یا بمکان ہو ۱۲ منہ [4] یعنی کس کی طرف سے پہل ہو ۱۲ کر

اختلاف ہے مگر اصح یہ ہے کہ اسکی بابت امام رحمہ اللہ کا قول مثل قول صاحبین کے ہے اور اگر دو شریکوں میں سے
ایک نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا اور قاضی نے اپنے قاسم کو حکم دیا کہ دونوں میں
تقسیم کردے تو حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اسکی اجرت درخواست کرنیوالے پر ہوگی
اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسکی مزدوری دونوں پر ہوگی کذا فی الظہیریہ قال المترجم وہذا الاصح کذا قیل
اور اگر شریکوں نے باہمی صلح و رضامندی سے حصہ بانٹ کر لیا تو جائز ہے لیکن اگر شریکوں میں کوئی نابالغ
ہو تو ایسی صورت میں حکم قاضی کی ضرورت ہوگی اور قاسم ان کو مشترک نہ چھوڑے گا یہ کافی میں ہے
امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ داروں اور زمینوں کے قاسم کی اجرت حصہ داروں کی تعداد پر ہر ایک
کے ذمہ برابر ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ حصہ کی مقدار کے حساب سے ہر حصہ دار پر ہوگی
اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک دار تین آدمیوں میں اسطرح مشترک ہے کہ ایک کا آدھا ہے اور دوسرے کا
تہائی ہے اور تیسرے کا چھٹا حصہ ہے (تو امام اعظم رح کے نزدیک تینوں برابر مزدوری ادا کریں اور صاحبین رح
کے نزدیک آدھے کا حصہ دار آدھی مزدوری اور دوسرا تہائی اور تیسرا چھٹا حصہ اجرت دے) اور مشائخ نے
فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ شریکوں نے اپنے حصہ بانٹ کی قاضی سے درخواست کی ہو اور قاضی کے قاسم
نے بانٹ دیا ہو اور اگر ان لوگوں نے خود ہی کسی کو قاسم باجرت مقرر کر لیا تو اسکی اجرت کا ہر ایک برابر
دین دار ہوگا پھر آیا کم حصہ دار زیادہ حصہ دار سے بقدر زیادتی واپس لے سکتا ہے یا نہیں تو امام اعظم رح
نے فرمایا کہ نہیں لے سکتا ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ لے سکتا ہے۔ اسیطرح اگر شریکوں نے کسی کو وکیل
مقرر کیا کہ ہمارے درمیان حصہ بانٹ کرنے کے واسطے اجرت پر کوئی قاسم مقرر کرے اور وکیل نے
ایسا ہی کیا تو قاسم کی اجرت وکیل کے ذمہ ہوگی پھر مال اجرت جس کو وکیل اپنے موکلوں سے
واپس لیگا اسکے واپس لینے میں اسطرح اختلاف ہے کہ امام اعظم رح نے فرمایا کہ سب سے برابر واپس
لے گا اور صاحبین نے فرمایا کہ ہر حصہ دار سے اسکی ملک کے حساب سے واپس لیگا یہ محیط میں ہے اگر
شریکوں نے اناج مشترک کی کیل کیواسطے یا مشترک کپڑے کے گز ناپنے کیواسطے کسی شخص کو اجرت پر مقرر
کیا پس اگر حصہ بانٹ کیواسطے اجیر کیا ہو تو اسمیں وہی اختلاف ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور اگر فقط
کیل کرنے یا گزوں سے ناپنے کیواسطے اجیر کیا ہو تاکہ کیلی چیز یا کپڑے کی مقدار معلوم ہو جاوے تو اسکی
اجرت ہر شریک کو بقدر اپنے حصہ کے دینی پڑے گی اور منتقی میں ہے کہ ابراہیم نے امام محمد رح سے
روایت کی کہ دو شخصوں کے درمیان مشترک گیہوں کے حصے جدا کیے گئے تو کیال کی اجرت ہر ایک
پر بقدر اسکے حصے کے واجب ہوگی اور حساب کنندہ کی اجرت بحساب تعداد شرکاء ہر ایک پر برابر
واجب ہوگی فرمایا کہ اس تقسیم وافرازمین جو عمل ہے اسکی اجرت بقدر حصہ کے لازم ہوگی اور جو حساب
ہے اسکی اجرت عدد رؤس پر (یعنے تعداد شرکاء پر تقسیم ہو کہ ہر ایک پر برابر لازم ہوگی) یہ قیاس قول

امام اعظم رح ہی اور صاحبین رح کے قول مین بقدر حصہ کے اجرت لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک زمین دو شخصون مین مشترک ہی اسمین ایک شریک نے عمارت تیار کی پھر دوسرے نے اُس سے کہا کہ اس زمین سے اپنی عمارت دور کردے تو زمین مذکور دونوں مین تقسیم کیجائیگی تو جسقدر عمارت ایسے شریک کے حصہ مین پڑی جسنے اُسکو نہین بنایا ہی اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے عمارت مذکور کو دور کردے یا بنانے والے کو اُسکی قیمت دیکر راضی کردے اور یہ حکم اسوجہ سے ہی کہ اگر اُسنے عمارت مذکور دور کردی تو اُسکا حق پورے مین باطل ہوجاتا ہی اور اگر تقسیم کی گئی تو اُسقدر مین جتنی اُسنے اپنی ملک مین بنائی ہی اُسکا حق باطل ہوگا پس تقسیم اولے ہوئی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر شریکون مین سے ایک نے تقسیم کی درخواست کی اور باقیون نے انکار کیا اور درخواست کرنیوالے نے ایک قاسم باجرت مقرر کیا تو اُسکی اجرت امام اعظم رح کے نزدیک خاصۃً اسی درخواست کرنیوالے پر ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ سب پر ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب القسمۃ مین ذکر فرمایا کہ اگر ایک شریک نے زمین مشترکہ مین دوسرے شریک کی بلا اجازت عمارت بنائی تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُسکی عمارت توڑدے اور نیز شرح کتاب القسمۃ مین ہی کہ دو غلام دو شخصون مین مشترک ہین پھر ایک شریک غائب ہوگیا پھر دوسرے شریک حاضر کے پاس ایک اجنبی آدمی آیا اور کہا کہ تو غائب کیطرف سے میرے ساتھ ان دونون غلامون کا بٹوارہ کرلے کہ وہ میری تقسیم کو پسند کرتا ہی پس حاضر نے اُسکے ساتھ بٹوارہ کرکے ایک غلام آپ لیا اور دوسرا غلام اُس اجنبی کو دیدیا پھر شریک غائب حاضر ہوا اور اُسنے تقسیم مذکور کی اجازت دیدی پھر اجنبی کے پاس وہ غلام مرگیا تو تقسیم جائز ہوگی اور غائب کی طرف سے اجنبی کا قبضہ جائز ہوگا اور اجنبی پر اُسکی ضمان واجب نہوگی اور اگر غلام مذکور اجنبی کے پاس غائب کی اجازت تقسیم سے پہلے مرگیا تو تقسیم باطل ہوجائیگی اور باقی غلام مین سے غائب کو نصف غلام ملے گا اور غلام میت کے اپنے حصہ کی تضمین مین[تاوان لینا ۱۲] اُسکو اختیار ہوگا چاہے اس اجنبی سے جسکے پاس مرا ہی تاوان لے یا اپنے شریک سے تاوان لے اور دونون مین سے جس سے اُسنے تاوان لیا وہ مال تاوان کو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی اور اگر دو شریکون مین سے ایک شریک کے حصہ مین ایک درخت آیا جسکی شاخین دوسرے شریک کے حصہ مین لٹکتی ہین تو دوسرا شریک ان شاخون کے قطع کرنے کیواسطے اُسپر جبر نہین کرسکتا ہی کیونکہ وہ درخت کا مع شاخون کے مستحق ہوا ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی دو شریکون مین سے ایک کے حصہ مین عمارت آئی اور دوسرے شریک کا اُسکے پہلو مین خالی میدان ہی

سلہ مترجم کہتا ہی کہ بنظر دلیل و درفع مسئلہ کے بیان یہی راجح ہی اور یہ مسئلہ سابق مین بھی گذرا و ہان بنظر دفع مسئلہ کے ابو یوسف رح کا قول صحیح کیا گیا اور میرے گمان مین دونون مسئلہ واحد ہین اسی واسطے امام فخر الدین نے توضیح کے لیے مسئلہ بدل دیا ۱۲ منہ علہ مذاکرہ مین روایت کی ہی ۱۲ سلہ یعنی خواہرزادہ ۱۲

پس دوسرے شریک نے اپنے میدان میں ایک بیت تیار کرنا چاہا مگر اسکے بننے سے پہلے شریک کی ہوا و دھوپ رکتی ہے تو ظاہر الروایۃ کے موافق دوسرے شریک کو بیت تیار کرنیکا اختیار ہے اور پہلا شریک اُسکو منع نہیں کرسکتا ہے اور اسی پر فتوے ہے اور شیخ نصیر رحمہ اللہ تعالےٰ اور شیخ صفار رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اُسکو منع کرنیکا اختیار ہے یہ فتاوے صغریٰ میں ہے۔ تین آدمیوں نے اپنے باپ سے ایک دار میراث پایا اور اُسکو تین تہائی تقسیم کرکے ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کرلیا پھر ایک اجنبی نے آکر ایک حصہ دار سے اُسکا حصہ خریدکر اُسپر قبضہ کرلیا پھر باقی دونوں حصہ داروں میں سے ایک حصہ دار آیا اور کہا کہ ہم نے تقسیم نہیں کیا ہے اور مشتری مذکور نے اُس سے تمام دار میں سے سوم حصہ شائع خریدا پھر تیسرا حصہ دار آیا اور کہا کہ ہم اس دار کو باہم تقسیم کرچکے ہیں اور اس بات کے گواہ پیش کیے اور بائع اول نے اُسکے دعوے کی تصدیق کی مگر بائع ثانی نے تکذیب کی اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے تقسیم کرلیا تھا یا نہیں تو تقسیم جائز ہوگی اس واسطے کہ تقسیم ہوجانا ایسے گواہوں سے جسکو خصم نے پیش کیا ہے ثابت ہوگیا اور تقسیم بعد پوری ہوجانے کے بعضے شریکوں کے انکار کرنے سے باطل نہیں ہوتی ہے پس ظاہر ہوا کہ بائع اول نے خاصۃً اپنا حصہ فروخت کیا ہے پس اس کی بیع جائز ہوئی اور دوسرے دار کا حصہ سوم شائع فروخت کیا ہے تو اسمیں سے ایک تہائی اُسکے حصہ میں سے ہوا اور باقی دو تہائی دوسروں کے حصوں میں سے ہوا تو خاص اُسکے حصہ کی تہائی کی بیع جائز ہوگی مگر مشتری کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے حصہ کی تہائی کو تہائی ثمن میں لے لے یا سب چھوڑ دے کیونکہ مشتری کے حق میں تفریق صفقہ لازم آتی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے اور اگر وارثوں نے اللہ تعالیٰ کے فرائض کے موافق ترکہ کو باہمی رضامندی سے آپس میں تقسیم کرلیا اور ہر ایک کا حصہ جدا کردیا پھر چاہا کہ باہمی رضامندی کے ساتھ اس تقسیم کو باطل کرکے دور دار ہی کو مشاع مشترک کردیں۔ جیسے پہلے تھی تو انکو یہ اختیار ہوگا کذا فی التاتارخانیہ۔ فرمایا کہ اگر ایک دار دو آدمیوں میں مشترک ہو پھر ایک نے دار میں سے ایک بیت میں اپنا حصہ فروخت کردیا تو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ بیع کو باطل کردے۔ اسی طرح اگر اُسمیں سے ایک بیت فروخت کردیا تو بھی بدون شریک کی اجازت کے جائز نہیں ہے پس اگر شریک نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہوکر بیت مبیعہ مشتری کا ہوجائیگا اور باقی دار دونوں میں مشترک رہیگا اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوگی اسی طرح اگر زمین مشترک میں سے ایک گز یا معلوم جگہ فروخت کردی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کپڑے یا بکریاں یا اسکے مانند چیزیں جو تقسیم ہوسکتی ہیں دو شخصوں میں مشترک ہوں پھر ایک شریک نے بکری یا کپڑے میں سے ایک حصہ فروخت کیا تو یہ جائز ہے اور امام محمدؒ کی روایت میں شریک کو اُسکے باطل کرنیکا اختیار نہیں ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق یہ مسئلہ اور مسئلہ اولےٰ یکساں ہے پس بدون شریک کی اجازت کے بیع جائز نہوگی اور اسی روایت کو طحاویؒ نے لیا ہے اور فرمایا کہ اگر دو شخصوں میں ایک دار مشترک ہو پھر ایک نے اُسمیں سے ایک بیت کا کسی شخص غیر کیواسطے اقرار کردیا اور دوسرے نے انکار کیا تو ایسا اقرار موقوف رہیگا اسمیں سے متعلق نہوگا کیونکہ اسمیں دوسرے شریک کا حق ہے پس یہ شخص تقسیم کیواسطے

مجبور کیا جائیگا پس اگر بیت مذکور مقر کے حصہ مین آیا تو اسکو مقرلہ کو دیدیگا اور اگر دوسرے کے حصہ مین آیا تو جو کچھ مقر کے حصہ مین ہی وہ مقر اور مقرلہ کے درمیان بانٹ دیا جائے گا پس امام اعظم رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک مقرلہ بیت مذکور کے گزون کی تعداد پر شریک کیا جائیگا اور مقر اس دار کی نصف ساخت پر بعد منہائی اُس بیت کی ساخت کے شریک کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک مقر تو اسیطرح شریک کیا جائیگا جیسا کہ شیخین رح نے فرمایا ہی اور مقرلہ بیت مذکور کے آدھے گزون کے حساب سے شریک کیا جائیگا۔ پورے بیت کے گزون کی تعداد پر شریک نہ کیا جائیگا اور اسکا بیان یہ ہی کہ فرض کرو کہ پورا دار مع بیت کے سو گز ہی اور فقط بیت دس گز ہی پس دار مذکور دونون میں آدھا آدھا تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر مقر کے پاس آیا اُسکے پچپن حصے کیے جائینگے جسمین سے دس حصے مقر کے ہونگے اور یہ پورے بیت کے مساحتی گز ہین اور مقر کے پینتالیس حصے ہونگے اور یہ تعداد اُن گزون کی ہی جو بیت کی منہائی کے بعد نصف دار کے گز ہین پس ہر پانچ حصے کو مین ایک سہم ٹھہراتا ہون پس جسقدر مقر کو ملا ہی اُسکے گیارہ سہم ہوئے جسمین سے دو سہم مقرلہ کو ملین گے اور نو سہم مقر کو ملین گے اور امام محمد رح کے قول کے موافق جسقدر مقر کو ملا ہی اُسکے دس سہم کرنے چاہییے ہین اسلیے کہ اُن کے نزدیک مقرلہ پانچ ہی گز کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ ایسی چیز کا اقرار کیا ہو جو محتمل قسمت ہی جیسے دار یا اُسکے مانند چیزین اور اگر ایسی چیز کی نسبت اقرار کر دیا جو محتمل[1] قسمت نہین ہی جیسے حمام اور اسمین سے ایک بیت معین کا ایک شریک نے کسی غیر کیواسطے اقرار کر دیا اور دوسرے شریک نے اس سے انکار کیا تو اس مقر پر اسکی نصف قیمت لازم ہوگی اسیطرح اگر دار مین سے کسی شہتیر کا کسی غیر کیواسطے اقرار کر دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر کیلی یا وزنی چیز دو شخصون مین مشترک ہو مگر وہ ایک ہی کے قبضہ مین ہو پھر دونون نے اسکو باہم تقسیم کیا اور ہنوز اُس شخص نے جو قابض نہ تھا اپنے حصے پر قبضہ نہ کیا تھا اُسکا حصہ تلف ہو گیا تو اُسکا حصہ دونون پر پڑیگا اور جو کچھ باقی رہا ہی وہ مشترک دونون مین تقسیم ہوگا اور اس مسئلہ و اُسکے ہمجنس مسئلون مین اصل یہ ہی کہ کیلی و وزنی چیز کی تقسیم مین اگر قبضہ سے پہلے ایک کا حصہ تلف ہو گیا تو تقسیم ٹوٹ جاویگی اور حال وہی ہو جاویگا جو تقسیم سے پہلے تھا قال المترجم پس قبضہ پایا جانا چاہیے خواہ قبضہ قدیم متجدد ہو جاوے یا جدید ہو فافہم اور اگر اُس شخص کا حصہ تلف ہوا جسکے قبضہ مین یہ کیلی یا وزنی چیز تھی اور دوسرے کا حصہ تلف نہوا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اسی اصل سے استخراج کر کے ہم نے کہا کہ اگر زمیندار نے اپنے بٹائی کے کاشتکار سے کہا کہ غلہ تقسیم کر کے میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر دے اُسنے ایسا ہی کیا پھر زمیندار کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک حصہ

---

[1] قال المترجم محتمل قسمت فقہا کے نزدیک اسکو کہتے ہین جو اسطرح تقسیم ہوسکے کہ بعد تقسیم کے منفعت مقصودہ فوت یا متغیر نہو جاوے ۱۲ منہ

[2] بیان نصف اسواسطے کہا کہ جب یہ چیز قابل بٹوارہ نہ تھی تو اقرار اس کے شریک کے حصہ مین تجاوز نہ کرے گا حالانکہ فقط اپنی ذات پر اقرار صحیح ہوتا ہی لہذا النصف مین صحیح ٹھہرا ۱۲

تلف ہوگیا پس اگر زمیندار کا حصہ تلف ہوا تو تقسیم ٹوٹ جائیگی اور جو کچھ کاشتکار کے قبضہ مین ہی اُسمین سے زمیندار اپنے حصہ کے لیے نصف بٹوالیگا کیونکہ زمیندار کا حصہ اُسکے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہوگیا ہی اور اگر کاشتکار کا حصہ تلف ہوگیا تو تقسیم نہ ٹوٹے گی کذا فی الذخیرہ اور اگر اُسنے ڈھیری کو تقسیم کرکے زمیندار کا حصہ الگ کیا پھر اپنا حصہ اوّلاً اپنے گھر اُٹھا لے گیا پھر جب لوٹا تو دیکھا کہ جو اُسنے زمیندار کا حصہ الگ کیا تھا وہ تلف ہوگیا ہی تو ایسا تلف ہونا زمیندار کے ذمہ قرار دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے چند وارث چھوڑے اور اپنا تہائی مال مسکینون کو دینے کی وصیت کی پھر قاضی نے ترکہ تقسیم کیا اور تہائی مال مساکین کے واسطے الگ کرلیا اور باقی دو تہائی وارثون کے واسطے رکھا اور ہنوز ان مین سے کسی کو کچھ نہ دیا تھا کہ تہائی یا دو تہائی کوئی ضائع ہوگیا تو اسکا ضائع ہونا ان سب پر ہوگا اور تقسیم پھر دوبارہ ہوگی جائیگی اور اگر قاضی نے تہائی مال مساکین کو دیدیا اور دو تہائی ضائع ہوگیا اور وارث لوگ غائب ہین یا کوئی وارث غائب ہی یا نابالغ ہی تو یہ دو تہائی وارثون کا مال گیا۔ دو شخصون مین اناج مشترک ہی پس ایک نے دوسرے کو بانٹنے کا حکم دیا اور اُسکو اپنا ایک تھیلا دیا کہ اناج مین سے میرا حصہ اسمین ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ جائز ہی اور اس سے قبضہ متحقق ہوجائیگا اسی طرح اگر اُسی شریک سے کہا کہ مجھے اپنا یہ تھیلا عاریت دے اور اسمین میرے واسطے میرا حصہ ناپ دے تو بھی یہی حکم ہی[ف۱] اور اگر یون نہ کہا کہ اپنا یہ تھیلا مجھے عاریت دے بلکہ یون کہا کہ مجھے اپنے پاس سے کوئی تھیلا عاریت دے اور میرے واسطے اُسمین ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو اُس سے اُسکا اپنے حصہ پر قبضہ متحقق نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر چند وارثون نے حاضر ہوکر قاضی سے التماس کیا کہ ترکہ ہملوگون مین تقسیم کردے اور ان لوگون نے دعوے کیا کہ یہ میراث ہی تو قاضی اُسکو ان لوگون مین تقسیم نہ کریگا جب تک کہ یہ لوگ اپنے مورث کے مرجانے اور اُسکے وارثون کی تعداد کے گواہ قائم نہ کرین پھر اگر گواہ قائم ہوے اور انھون نے مورث کے مرنیکی گواہی دی اور کہا کہ ان لوگون کے سواے میت کا کوئی وارث نہین ہی تو قیاساً انکی گواہی قبول نہوگی مگر استحساناً مقبول ہوگی اور اگر گواہون نے کہا کہ ان لوگون کے سواے میت کا ہم کوئی وارث نہین جانتے ہین تو قیاساً و استحساناً گواہی قبول ہوگی اور اگر گواہون نے کہا کہ اس شہر مین ان لوگون کے سواے میت کا ہم کوئی وارث نہین جانتے

ف۱ مترجم کہتا ہی کہ بعض نے صورت عاریت مین کہا کہ یہ اسوقت ہی کہ جب مستعار لیکر اسکو دے کہ میرا حصہ اسمین ناپ دے اور اگر بدون قبضہ کے حکم دیا تو قبضہ صحیح نہ ہوگا اور یہی حکم بیع مین ہے مترجم کہتا ہے کہ میرے گمان مین حکم بلا خلاف ہے اور تصریح نہ کرنا خواہ اس وجہ سے کہ قبضہ ظاہر حال ہے یا اس وجہ سے کہ قبضہ یہان گرفت نہین بلکہ فقط تخلیہ ہے اور جسنے تصریح کی شاید اُس نے قبضہ بمعنے گرفت لیا جیسا کہ امام ابو یوسف رح کا قول ایسی صورت مین معروف ہے ۱۲ منہ

ہین توبھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین رح کے نزدیک مقبول ہوگی - اور نظر برین اختلاف مذکورہ جب اُن کی گواہی مقبول ہوئی تو موافق فرائض اللہ تعالےٰ کے ترکہ انہین تقسیم کیا جائیگا اور قسمت مین جو وارث ایسا ہو کہ بر تقدیر کسی دوسرے وارث کے ظاہر ہونیکے محجوب ہوتا ہو اور جو ایسا ہو کہ اس تقدیر پہ محجوب ہوتا ہو دونون برابر ہین سوائے زوج و زوجہ کے کہ ان دونون کو ان کے ہر دو حصہ[1] مفروضہ مین سے بڑا فریضہ یعنی زوج کو نصف اور زوجہ کو چوتھائی دیا جائیگا اور اگر گواہون نے فقط مورث کے مرنیکی گواہی دی اور اسکے ماسوائے سے سکوت کیا تو قاضی ترکہ کو تقسیم نہ کریگا خواہ ترکہ عروض ہو یا عقار ہو اور اگر وارث ایسے ہون کہ بر تقدیر ظہور کسی دوسرے وارث کے محجوب ہوتے ہون جیسے چچا و دادا و بھائی و بہنین تو قاضی ترکہ کو ایسے وارثون مین تقسیم نہ کریگا خواہ ترکہ عروض ہو یا عقار ہو اور اگر وارث ایسے ہون کہ برین تقدیر محجوب نہوتے ہون جیسے ماں و باپ و ولد تو ترکہ انہین موافق فرائض اللہ تعالےٰ کے تقسیم کریگا لیکن زوج و زوجہ ان کے ہر دو حصہ مفروضہ مین سے امام اعظم رح کے نزدیک چھوٹا حصہ (یعنے شوہر کو چوتھائی اور جورو کو آٹھوان حصہ دے گا اور امام محمد رح کے نزدیک ہر دو مفروضہ مین سے بڑا حصہ دیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ زوج کو چوتھائی اور زوجہ کو آٹھوان حصہ کا چوتھائی دیگا اور ایک روایت مین شوہر کو پانچوان حصہ اور زوجہ کو نوین حصہ کا چوتھائی دیگا یہ تتابیع مین ہی - ایک شخص ایک جورو اور دو پسر چھوڑ کر مرگیا اور یہ عورت دعویٰ کرتی تھی کہ مین حاملہ ہون تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ یہ عورت ایک ثقہ دائی یا دو دائیون کو دکھلائی جاوے کہ وہ اُسکی کو کھ ٹٹول کر دریافت کرین پس اگر دائیون کو علامات حمل سے کچھ ظاہر نہوا تو قاضی میراث کو تقسیم کردیگا اور اگر علامات حمل سے کچھ حاضر ہوا پس اگر وارثون نے اُسکے وضع حمل تک انتظار کیا تو قاضی تقسیم نہ کریگا - اسی طرح اگر ایک شخص اپنی حاملہ جورو و ایک بیٹا چھوڑ کر مرا تو قاضی میراث کو اس عورت کے وضع حمل تک تقسیم نہ کریگا - اور اگر وارث ایک سے زیادہ ہون اور انھون نے وضع حمل تک انتظار نہ کیا پس اگر ولادت کے دن دور ہون تو قاضی ترکہ تقسیم کردیگا اور اگر نزدیک ہون تو تقسیم نہ کریگا اور دونون کی نزدیکی و دوری کی مقدار قاضی کی رائے پر ہی اور اگر ترکہ تقسیم کیا گیا تو حمل کا حصہ رکھ چھوڑا جائے گا اور مشائخ نے خلاف کیا ہی کہ کتنے عدد کا حصہ رکھا جائے گا اور خصاف رح نے امام ابو یوسف رح سے (مروی) ذکر کیا ہی کہ ایک پسر کا حصہ رکھا جائیگا اور اسی پر فتویٰ ہی اور یہ حکم ایسی صورت مین ہی کہ وارث ایسے ہون کہ بر تقدیر بیٹا پیدا ہونے کے بیٹے کے ساتھ وارث ہوسکتے ہون اور اگر ایسے ہون کہ بیٹے کے ساتھ وارث نہوتے ہون مثلاً چند بھائی اور ایک حاملہ عورت چھوڑ مرا ہو تو پورا ترکہ موقوف رکھا جائیگا ان لوگون کو تقسیم نہ کیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی - اگر مالک دار مرگیا اور اُسنے چند بالغ وارث اور ایک حاملہ جورو چھوڑی تو دار مذکور ان

[1] قولہ ہر دو حصہ الخ زوج کا چوتھائی اور زوجہ کا آٹھوان حصہ ہی اور عنقریب کتاب الفرائض مین بالتفصیل بیان آتا ہی انشاء اللہ تعالےٰ کے ۱۲ منہ

وارثون مین تقسیم کیا جائیگا اور حمل کا حصہ نہ رکھا جائیگا پھر جب اُسکے بچہ پیدا ہوگا تو تقسیم مذکور دھرائی جائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص اپنی حاملہ جورو اور دو پسر و دو دختر چھوڑ مرا اور اولاد نے تقسیم میراث کی درخواست کی تو فقیہ ابو جعفر رحمہ نے فرمایا کہ عورت کو میراث کا آٹھوان حصہ یعنی چالیس سہم مین سے پانچ ملین گے اور دونون بیٹیون کو سات سہم اور دونون بیٹون کو چودہ[14] سہم ملین گے اور حمل کیواسطے چودہ[14] سہم رکھ چھوڑے جاوینگے مگر مشائخ نے جو حکم فتوے کیواسطے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ حمل کیواسطے ایک پسر کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور مسئلہ کی تخریج چولنسٹھ سے ہوگی جسمین سے آٹھ سہام اُسکی جورو کو اور چودہ[14] سہام دونون بیٹیونکو اور اٹھائیس[28] دونون بیٹون کو دیے جاوینگے اور چودہ[14] سہام ایک پسر کا حصہ حمل کیواسطے رکھ چھوڑا جائے گا ایک حاملہ عورت مرگئی اور اُسکے پیٹ مین ایک بچہ ایک رات دن پھڑکتا تھا پھر بعضے لوگون نے کہا کہ بچہ مرگیا اور بعضون نے کہا کہ نہین مرا پھر وہ عورت اسیطرح دفن کردیگئی پھر لوگون نے اُسکو کھودا تو دیکھا کہ اُسکے ساتھ ایک مردہ لڑکی پڑی ہے اور عورت مذکور اپنا خاوند اور مان و باپ چھوڑمری تھی پس آیا اس لڑکی کو اُسکے ساتھ پائی گئی ہے مال سے کچھ ملیگا یا نہین سو مشائخ بلخ نے فرمایا کہ اگر وارثون نے اقرار کیا کہ یہ لڑکی اسی عورت میت کی ہے کہ اُسکی وفات کے بعد زندہ پیدا ہوئی تھی تو یہ لڑکی اپنی مان کی وارث ہوگی پھر اسکا حصہ اسکے وارث لینگے اور اگر دونون وارثون نے ایسا اقرار نکیا تو اسکے واسطے میراث کا حکم نہوگا لیکن اگر عادل گواہون نے گواہی دی کہ عورت مذکور اسکو زندہ جنی تھی تو اُسکے نام میراث کا حکم ہوگا اور ان عادل گواہون کو ایسی گواہی دینے کے واسطے شرعاً جبھی گنجایش ہوگی کہ جب یہ لوگ عورت مذکور کی قبر کے پاس سے دفن ہونیکے وقت سے اکھاڑے جانیکے وقت تک جدا نہوئے ہونگے اور قبر کے اندر سے اُنھون نے بچہ کی آواز سنی ہوتا کہ اُنکو ایسا علم حاصل ہوا ہو اور اگر اس صورت مین گواہ نہون اور وارثون سے اُنکے علم پر قسم کی گئی پس اگر اُنھون نے قسم کھالی تو اس مردہ لڑکی کیواسطے میراث کا حکم نہوگا اور اگر کسی حاملہ سے بچہ کا فقط سر باہر نکلا اور وہ بچہ باواز روتا تھا پھر باقی بچہ مذکور خارج ہونے سے پہلے مرگیا تو اُسکو میراث نہ ملیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک زمین مشترک شریکون مین تقسیم کی گئی اور اُنمین ایک شریک غائب ہے پھر جب وہ اس تقسیم سے واقف ہوا تو کہا کہ غبن کیوجہ سے مین اس تقسیم پر راضی نہوا پھر اپنے کاشتکارونکو اپنے حصہ کی زراعت کیواسطے اجازت دی تو تقسیم مذکور کو رد کردینے کے بعد یہ امر اس تقسیم پر رضامندی نہین ہے۔ ایک زمین تقسیم کیگئی پھر ایک شریک اپنے حصہ سے راضی نہوا پھر اسکے بعد اسمین زراعت کی تو اسکا کچھ اعتبار نہین ہے کیونکہ تقسیم رد کرنے سے رد ہوگئی یہ قنیہ مین ہے اگر ایک وارثون سے ایک بیت ایک شخص کے قبضہ مین ہو اور دو بیت دوسرے کے قبضہ مین ہون اور ایک بڑی حویلی تیسرے کے قبضہ مین ہو

ف۔ اگر بعض شریکون کا جو تقسیم کا مطالبہ ہے دو شخصون کی زمین مین ہوا اُن سے کہا کہ برابر تقسیم کرا اُنھون نے کہا کہ ہم نے ایسا کیا تو بولا کہ اگر ایسا کیا تو جید ہے پھر واقف ہوکر کہا کہ نہین اس مین کھلا غبن ہے تو شیخ نے فرمایا کہ تقسیم روا نہین ہے ۱۲ منہ

اور ان لوگوں میں سے ہر ایک پورا دار اپنی ملک ہونیکا دعوے کرتا ہے۔ تو انمین سے ہر ایک کو اُسکا مقبوضہ ملیگا اور صحن دار تینون مین تین تہائی ہوگا اور اگر انمین سے کوئی شخص اپنے وارث چھوڑ کر مر گیا تو اُسکے وارثون کو تہائی صحن ملیگا اور اگر شریکون نے ایک دار تقسیم کیا اور راستہ چھوٹا یا بڑا یا پانی کی نالی اپنے درمیان ویسے ہی مشترک چھوڑ دی تو یہ جائز ہے کذا فی المبسوط

کتاب المزارعۃ

اسمین چودہ باب ہین

باب اول۔ مزارعت کے مشروع ہونے اور اُسکی تفسیر و رکن و شرائط جواز و حکم کے بیان ہین۔ مزارعت کے مشروع ہونے مین اختلاف ہے امام اعظمؒ کے نزدیک عقد مزارعت فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور لوگون کی حاجت[۱] کی وجہ سے فتوی صاحبین رح کے قول پر ہے۔ مزارعت کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ کسیقدر حاصلات پیدا ہونے پر عقد زراعت قرار دینے کو مزارعت کہتے ہین اور یہ عقد بعض حاصلات پر زمین گویا کاشتکار کو اجارہ لینا ہے کذا فی محیط السرخسی اور رکن مزارعت ایجاب و قبول ہے یعنے زمیندار کاشتکار سے یون کہے کہ مین نے یہ زمین بعوض حاصلات پر تجھے کاشت کیواسطے دی اور کاشتکار کہے کہ مین نے قبول کی یا مین راضی ہوا یا ایسی کوئی بات جو اُسکے قبول کرنے اور رضامندی پر دلالت کرے پائی جاوے پس جب ایجاب و قبول پایا گیا تو دونون کے درمیان عقد مزارعت پورا ہو جائیگا اور شرائط مزارعت دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ شرائط جو مزارعت جائز کہنے والے امام کے قول کے موافق مصحح عقد مزارعت ہین اور دوسرے وہ شرائط جو مفسد عقد مزارعت ہین پھر شرائط مصححہ کی چند قسمین ہین کہ بعضے شرائط مصححہ مزارع کیجانب راجع ہوتے ہین اور بعضے آلات مزارعت کیطرف اور بعضے مزروع کی طرف اور بعضے کھیتی کی حاصلات کیطرف اور بعضے مزروع فیہ کیطرف اور بعضے مدت مزارعت کیطرف راجع ہوتے ہین پس جو شرائط مصححہ مزارع کیطرف راجع ہین وہ دو ہین اول یہ کہ مزارع شخص عاقل ہو پس مجنون یا ایسے نابالغ کے ساتھ جو مزارعت کو سمجھتا نہین ہے مزارعت صحیح نہین اور بالغ ہونا جواز مزارعت کیواسطے شرط نہین ہے حتے کہ طفل ماذون کے ساتھ دفعۃً واحدۃً مزارعت جائز ہے اسیطرح حریت بھی صحت مزارعت کیواسطے شرط نہین ہے پس غلام ماذون کے ساتھ دفعۃً واحدۃً مزارعت صحیح جائز ہے دوم یہ کہ مزارعت جائز کہنے والے کے قول پر[۲] بقیاس قول امام اعظم رح

[۱] مترجم کہتا ہے کہ امام رح نے عدم جواز مزارعت مین احتیاط سے کام لیا چنانچہ عین الہدایہ کے دلائل جانبین سے یہ بخوبی ظاہر ہے اسی واسطے مشائخ نے صاحبین کا قول بالکل نہین کہا بلکہ بوجہ حاجت کے لیا اگرچہ حاجت کیوجہ سے نص مین تغیر نہین ہوسکتا لیکن حاصل یہ کہ نصوص سے دونون طرف احتمال ہے جیسا کہ اجتہادیات کا حال ہوتا ہے لیکن حاجت کی وجہ سے ہم نے صاحبینؒ کا قول مرجح ٹھہرایا فافہم ۱۲

[۲] یعنے جائز کہنے والے نے اگر اصل امام اعظم رح اختیار کی تو الخ ۱۲ منہ

رحمہ اللہ تعالےٰ کے یہ شرط ہی کہ مزارع مرتد نہووے اور صاحبین رح کے نزدیک جواز مزارعت کیواسطے یہ شرط نہین ہی اور مرتد کی مزارعت فی الحال نافذ ہوتی ہی اور جو شرط مزروع کی طرف راجع ہی وہ یہ ہی کہ بیج معلوم ہو یعنے جو بونا ہو بیان کر دیا جاوے لیکن اگر کاشتکار سے زمیندار نے کہدیا کہ زمین مین جو تیرا جی چاہے کاشت کرنا تو جائز ہی اور کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ جو چاہے بووے مگر اُسکو درخت لگانے کا اختیار نہوگا کیونکہ عقد مزارعت کے تحت مین کھیتی داخل ہی درخت لگانا داخل نہین ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور بیج کی مقدار بیان کرنا شرط نہین ہی کیونکہ زمین[1] سے آگاہ کرنے سے بیجون کی مقدار معلوم ہوجاتی ہی اور اگر دونون نے بیج کی جنس بیان نہ کی پس اگر زمیندار کی طرف سے بیج ٹھہرے ہون تو جائز ہی کیونکہ تخم ریزی سے پہلے اُسکے حق مین مزارعت متاکد نہوگی اور تخم ریزی کیوقت تو یہ امر معلوم ہوجاوے گا اور تاکد عقد کے وقت اعلام پا جانا ایسا ہی جیسے وقت عقد کے اعلام پایا گیا۔ اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور دونون نے بیج کی جنس بیان نہ کی تو مزارعت فاسد ہوگی کیونکہ زمیندار کے حق مین یہ مزارعت قبل تخم ریزی کے لازم ہوگی پس نامعلوم ہونا جائز نہین ہی لیکن اگر بطور عموم کاشتکار کی راے پر سونپا ہو مثلاً مالک زمین نے اس سے کہ ہو کہ مزارعت پر اس قرار داد پر دی کہ اسمین جو تیری راے مین آوے یا جو میری راے مین آوے زراعت کر یہ جائز ہی کیونکہ جب اُسنے کاشتکار کی راے پر یہ کام چھوڑا تو ضرر پر راضی ہوا۔ اور اگر اُسنے بطور عموم اُسکی راے پر نہ چھوڑا ہو اور بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہون اور دونون نے جنس تخم بیان نہ کی ہو تو مزارعت فاسد ہوجاوے گی مگر جب اسنے کوئی بیج بو دیا تو منقلب ہوکر جائز ہوجاے گی کیونکہ جب زمیندار نے زمین اور کاشتکار کے درمیان تخلیہ کر دیا اور یہانتک اُسکے قبضہ مین چھوڑ دی کہ اسنے بیج زمین مین ڈالدیا تو اُسنے ضرر برداشت کر لیا پس امر مفسد زائل ہوکر جائز ہوجائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جو شرط غلہ پیداوار زراعت کیطرف راجع ہی وہ چند طرح کی شرطین ہین ازانجملہ یہ کہ عقد مین اُسکا ذکر ہوتے کہ اگر عقد اسکے ذکر سے سکوت کیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور ازانجملہ دونون کیواسطے ہونیکی شرط ہوتے کہ اگر یہ شرط کی کہ تمام حاصلات پیداوار دونون مین سے ایک کسی کیواسطے ہو تو عقد مزارعت صحیح نہوگا اور ازانجملہ یہ کہ ہر دو زمیندار و کاشتکار مین سے ایک کیواسطے حاصلات مین سے بعض حصہ کی شرط ہوتے کہ اگر سواے اس پیداوار کے دوسری چیز سے ہونیکا شرط لگائی تو عقد صحیح نہوگا اسواسطے کہ اُس عقد کیواسطے شرکت لازم ہی پس جو شرط ایسی ہوگی کہ شرکت کو قطع کرتی ہی وہ عقد کی مفسد ہوگی۔ ازانجملہ یہ کہ حاصلات غلہ مین سے جو بعض ٹھہرا ہی اُسکی مقدار لفظ یا ثلث یا چوتھائی وغیرہ بیان سے معلوم ہو۔ ازانجملہ یہ کہ یہ حصہ معلوم تمام پیداوار مین سے جزو شائع[2] ہوتے

---

[1] زمین الخ مثلاً زمین چار بیگھہ ہی تو فی بیگھہ جو معمول ہی مثلاً ایک من تو ظاہر ہوا کہ چار من بیج ہوئے ۱۲ [2] جزو شائع یعنی مثلاً تمام پیداوار سے تہائی یا چوتھائی وغیرہ بخلاف اسکے اگر کہا کہ جانب مشرق کے ٹکڑے مین یا جو کچھ تالیون پر پیدا ہو تو یہ نہین جائز ہی اور بخلاف اسکے مثلاً چالیس من ٹھہرا دے تو بھی نہین جائز ہی ۱۲

اگر دونوں میں سے کسی کیواسطے کسیقدر قفیز معلومہ کی شرط لگائی ہو تو عقد صحیح نہوگا اسیطرح اگر جزو شائع تو ذکر کیا مگر اس جزو پر کچھ قفیز معلومہ زیادہ کرنے کی شرط لگائی تو مزارعت صحیح نہوگی علیٰ ہذا اگر ایک کیواسطے یہ شرط لگائی کہ جسقدر بیج خرچ ہوئے ہیں وہ اسکو دیکر باقی دونوں میں مشترک ہو تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ جائز ہے کہ زمین میں سوائے اس مقدار تخم کے زیادہ پیدا نہو اور جو شرط مزروع فیہ یعنی زمین کیطرف راجع ہے وہ چند طرح کی ہے ازانجملہ یہ کہ یہ زمین قابل زراعت ہو حتی کہ اگر یہ زمین شور یا نمناک ہوگی تو عقد جائز نہوگا۔ اور اگر زمین مذکور مدت مزارعت میں قابل زراعت ہو لیکن وقت عقد کے کسی عارض کی وجہ سے زراعت نہو سکتی ہو جیسے مثلاً پانی منقطع ہو یا برف گرتا ہو یا اسکے مثل کوئی امر مانع ہو حالانکہ یہ مانع ایسا ہو کہ مدت مزارعت کے اندر ہی دور ہونیوالا ہو تو مزارعت جائز ہوگی ازانجملہ یہ ہے کہ زمین معلومہ ہو اور اگر مجہول ہوگی تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ اس جہالت سے جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے اور اگر زمین مزارعت پر اس قرارداد سے دی کہ جسمیں گیہوں بووے اسمیں یہ بٹائی اور جسمیں جو بووے اسمیں یہ بٹائی ہے تو عقد فاسد ہوگا کیونکہ مزروع فیہ مجہول ہے اسی طرح اگر یوں کہا کہ اس قرارداد سے کہ بعض میں گیہوں بووے اور بعض میں جو بووے تو بھی فاسد ہے کیونکہ دونوں کا بعض بعض کرنا قطعی تجہیل[1] ہے اور اگر یوں کہا کہ اس قرارداد سے کہ جسمیں تو گیہوں بووے تو یہ بٹائی یا جو بووے تو یہ بٹائی ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ اُسنے پوری زمین گیہوں یا جو بونیکے واسطے قرار دی ہے پس تجہیل نہ رہی اور ازانجملہ یہ ہے کہ زمین مذکور فارغ کاشتکار کے سپرد کی گئی ہو یعنے مالک زمین کیطرف سے موانع دور کرکے زمین اور کاشتکار کے درمیان تخلیہ کیا گیا ہو حتیٰ کہ اگر مالک زمین کے ذمہ کھیتی کے کام میں سے کچھ کام شرط کیا گیا ہو تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ تخلیہ نہ پایا گیا اسیطرح اگر زمیندار و کاشتکار دونوں کے ذمہ کام کرنا مشروط ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے اور تخلیہ کے یہ معنی ہیں کہ مالک زمین کاشتکار سے یوں کہے کہ یہ زمین میں نے تیرے سپرد کی اور یہ بات بھی منجملہ تخلیہ کے ہے کہ زمین مذکور عقد کیوقت فارغ ہو اور اگر ایسا نہو بلکہ اُسمیں زراعت موجود ہو جو اُگی ہو تو عقد جائز ہوگا مگر یہ عقد معاملت[2] ہوگا عقد مزارعت نہوگا اور اگر اُسکی کھیتی پوری ہوکر پختگی پر آگئی ہو تو یہ بھی جائز نہوگا کیونکہ کھیتی کو تیار ہو جانیکے بعد کسی کام کی حاجت نہیں ہے پس اس عقد کو عقد معاملہ تجویز کرنا متعذر ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور جو شرط کہ آلات مزارعت کیطرف راجع ہے وہ یہ ہے کہ بیل اس عقد میں تابع عقد قرار دیا جاتے اور اگر بیل بھی عقد میں مقصود ہو تو مزارعت فاسد ہو جائیگی۔ اور جو شرط مدت کیطرف راجع ہے وہ یہ ہے کہ مدت معلومہ ہو پس مزارعت بدون بیان مدت کے صحیح نہوگی کیونکہ ابتداے زراعت کا وقت مختلف ہوتا ہے حتی کہ بعض موضع میں اس امر میں اتفاقاً مدت نہو وہاں

[1] تجہیل شناخت گم کرنا یعنے بعض کہنے سے پہچان نہوگی کہ وہ کسقدر و کہاں ہے ۱۲ [2] اقول واضح ہوکہ اس عنوان بیان سے واضح ہے کہ عبارت مذکورہ بالا جسمیں لفظ واو تھا مستلزم عدم جواز ہے اور اگر بجائے واو کے لفظ یا ہوتے تو عقد جائز ہے اسواسطے اداے مضمون کیواسطے یہی عبارت اختیار کی ورنہ فصیح یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر اس زمین میں اتنے گیہوں بوئے تو یہ بٹائی ہے یا جو بوئے تو یہ بٹائی ہے فافہم ۱۲ منہ تعالیٰ الترجم [illegible] نمناک وہ زمین ہے جس سے پانی چھوٹتا ہے ۱۲ منہ [illegible] یعنے کھیتی بچانے وغیرہ ۱۲ منہ

بغیر بیان مدت کے مزارعت جائز ہو گی اور اُسکا وقت وہ ہوگا جسوقت کوئی کھیتی پہلے پھوٹے یہ بدائع مین ہے اور
اگر وقت ایسا بیان کیا کہ اسوقت کاشتکار کو زراعت کی مجال نہین[1] ہے تو مزارعت فاسد ہو گی اور مدت کا ذکر
کرنا اور نہ ذکر کرنا یکسان ہوگا اسیطرح اگر ایسی مدت بیان کی کہ دونونمین سے ایک اسوقت تک غالباً زندہ نہ رہیگا
تو بھی مزارعت جائز نہو گی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور منجملہ شرائط صحیحہ کے یہ ہے کہ بٹائی کا حصہ اسطور سے بیان کیا جاوے
کہ پیداوار غلہ سے شرکت منقطع نہونے پاوے کذا فی محیط السرخسی پس اگر دونون نے ایک کا حصہ بیان کر دیا تو دیکھا
جائیگا کہ اگر اُسکا حصہ بیان کیا ہے جسکی طرف سے بیج نہین ٹھہرے ہین تو قیاساً و استحساناً مزارعت جائز ہو گی اور
اگر اُسکا حصہ بیان کیا کہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین تو استحساناً مزارعت جائز ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور منجملہ
اُسکے یہ ہے کہ یہ بیان کرنا چاہیے کہ بیج کس کی طرف سے قرار پائے اسوجہ سے کہ اگر مالک زمین کیطرف سے بیج ٹھہرے
تو یہ عقد مزارعت کاشتکار کو اجارہ لینا ہوگا اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ٹھہرے تو یہ عقد زمین کو اجارہ[2] لینا ہے اور
معقود علیہ مجہول ہوگا اور اسکے احکام بھی مختلف ہین چنانچہ جسکی طرف سے بیج نہین ٹھہرے ہین اُسکے حق مین یہ عقد
فی الحال لازم ہوگا اور جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین اُسکے حق مین تخم ریزی سے پہلے یہ عقد لازم نہوگا لہذا اگر
کسی شخص نے اپنی زمین و بیج دوسرے کو بطور مزارعت جائزہ دی پھر مالک زمین نے بیج و زمین لیکر خود
زراعت کی تو یہ اعانت شمار[3] نہین ہے بلکہ عقد مزارعت کو توڑنا ہے۔ اور فقیہ ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ اس حکم کا مدار
عرف پر ہے چنانچہ اگر ایسے موضع مین یہ عقد واقع ہوا جہان عرف یہ ہے کہ بیج زمیندار کیطرف سے ہوتے ہین یا کاشتکار
کیطرف سے ہوتے ہین تو اُنکے عرف کا اعتبار کیا جائیگا اور اُنکے عرف مین جس پر بیج دینا واجب ہوتا ہے اُسی کے ذمہ
بیج قرار دیے جاوینگے بشرطیکہ یہ عرف اُنکا مستمر ہو یعنے برابر یہی معمول ہو اور اگر عرف مشترک ہو یعنے کبھی مالک
زمین دیتا ہو اور کبھی کاشتکار دیتا ہو کسی کی خصوصیت نہو تو مزارعت صحیح نہوگی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ عقد مین
جب کوئی ایسا لفظ ذکر نہ کیا ہو کہ جس سے معلوم ہو جاوے کہ بیج کسکی طرف سے ہین۔ اور اگر ایسا صحیح لفظ ذکر کیا
ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو جاوے مثلاً مالک زمین نے کہا کہ مین نے تجھے یہ زمین اسواسطے دی کہ تو میرے واسطے
اسمین کھیتی بووے یا کہا کہ مین نے تجھے اجارہ پر اس غرض سے لیا کہ تو آدھی پیداوار کی بٹائی پر اسمین کاشتکاری
کرے تو یہان بات کا بیان ہوگا کہ بیج مالک زمین کے ذمہ ہین اور اگر یون کہا کہ تاکہ تو اپنے واسطے اسمین زراعت
کرے تو یہ اس امر کا بیان ہے کہ بیج کاشتکار کے ذمہ ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور ابن رستم رح نے اپنی نوادر مین
امام محمد رح سے روایت کیا کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنی یہ زمین ایک سال کیواسطے تجھے آدھے کی
بٹائی پر اجارہ دی یا کہا کہ تہائی کی بٹائی پر اجارہ دی تو یہ مزارعت جائز ہے اور بیج کاشتکار کے ذمہ ہونگے اور اگر
یون کہا کہ مین نے اپنی زمین تجھے مزارعت پر دی یا کہا کہ تہائی کی بٹائی پر تجھے مزارعت پر عطا کی تو جائز

سلہ یعنی کام مین اعانت قرار نہین دیجاوے گی بلکہ فسخ عقد ہے ۱۲ سلہ مثلاً سیاہ برف گرنے کے دنون مین ۱۲ منہ
سلہ یعنی کاشتکار نے اس زمین کو اجارہ لیا ۱۲ منہ

نہیں ہو کیونکہ اسمیں اسکا بیان نہیں ہو کہ بیج کسکے ذمہ ہیں حالانکہ یہ امر شرط ہو اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اسواسطے اجارہ پر
لیا کہ تہائی کی بٹائی پر تو میری زمین مین زراعت کرے تو یہ جائز ہو اور بیج مالک زمین کے ذمہ ہونگے یہ ذخیرہ مین ہو
اور مزارعت کی فاسد کرنیوالی شرطین چند انواع ہین ازانجملہ یہ کہ تمام پیداوار غلہ دونوںمین سے کسی ایک کیواسطے شرط کیا
تو یہ شرط مفسد ہو کیونکہ شرکت کو قطع کرتی ہو ازانجملہ یہ کہ مالک زمین پر کام کرنیکی شرط لگائی تو مفسد ہو کیونکہ یہ شرط فرزمین
فیہ سپرد کرنے سے مانع ہو ازانجملہ یہ کہ مالک زمین کے ذمہ بیل دینا شرط کیا ازانجملہ یہ کھیتی کاٹکر کھلیان مین ڈالنے اور
روندائی اور دانہ صاف کرانیکی شرط کاشتکار کے ذمہ لگائی تو مفسد ہو اور اصل یہ ہو کہ کھیتی تیار ہو کر خشک ہونے سے پہلے
کھیتی کی صلاح کیواسطے جن باتونکی ضرورت ہوتی ہو جیسے سینچنا و حفاظت کرنا و نکانا و نالیان و برجے وغیرہ تیار کرنا اور
ایسی باتین یہ سب کاشتکار کے ذمہ ہین اور جن امور کی ضرورت کھیتی پوری تیار ہو کر خشک ہونے کے بعد تقسیم غلہ سے
پہلے ہوتی ہو جیسے پھٹک کر دانہ صاف کرنا وغیرہ وہ ان دونوں کے ذمہ اسی حساب سے جو پیداوار غلہ مین مشروط ہوتا
ہو۔ اور تقسیم غلہ کے بعد حصہ رسدی کے احراز[۱] کیواسطے جن امور کی ضرورت ہوتی ہو جیسے اٹھاکر گھر پہونچانا وغیرہ تو یہ کام
دونوںمین سے ہر ایک پر اپنے اپنے حصہ کیواسطے لازم ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہو۔ کہ انھون نے
کھیتی کاٹنے اور کھلیان مین ڈالنے اور روندنے و دانہ پاک کرنیکی شرط کاشتکار کے ذمہ جائز رکھی ہو اسوجہ سے کہ
لوگون کا تعامل پایا جاتا ہو اور ہمارے بعضے مشائخ ماوراء النہر نے بھی اسی پر فتوی دیا ہو اور اسی کو مشائخ خراسان مین سے
نصر بن یحیی و محمد بن سلمہ نے اختیار کیا ہو کذا فی البدائع۔ اور ظاہر الروایت کے موافق کاشتکار کے ذمہ کھیتی کاٹنے
و روندنے اور دانہ پاک کرنے کی شرط لگانی مفسد ہو کذا فی فتاوے قاضی خان اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الکبری اور
نصر بن یحیی و محمد بن سلمہ سے مروی ہو کہ انھون نے فرمایا کہ یہ سب باتین کاشتکار کے ذمہ ہوتی ہین خواہ شرط لگائی ہو
یا نہ لگائی ہو اسوجہ سے کہ عرف یہی ہو اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے دیار مین یہی صحیح ہو اور شیخ ابوبکر محمد بن الفضل
رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہو کہ انسے جب اس مسئلہ پر فتوے طلب کیا جاتا تو فرماتے تھے کہ اسمین عرف ظاہر ہو یہ
فتاوی قاضی خان مین ہو۔ ازانجملہ یہ ہو کہ جسکی طرف سے بیج نہ تھا اُسکے واسطے بھوسے کی شرط کرنا۔ ازانجملہ یہ ہو
کہ مالک زمین کاشتکار کے ذمہ ایسے کام کی شرط لگاوے جسکا اثر و منفعت مدت مزارعت کے بعد باقی رہے جیسے چہار
دیواری بنانا و کنگرہ درست کر دینا اور نہر کھود کر تیار کر دینا اور کاریز بنانا اور اسکے مثل کام جنکا اثر و منفعت مدت
مزارعت گذرنیکے بعد باقی رہتا ہو۔ یا زمین گوڑنا (ہل چلانا) پس اگر عقد مین دونوں نے بغیر صفت تثنیہ یعنے
دوبارہ گوڑنے کی مطلقاً شرط کیا تو عامہ مشائخ نے فرمایا کہ مزارعت فاسد نہو گی اور یہی صحیح ہو اور اگر دوبارہ گوڑنا
شرط کیا تو مزارعت فاسد ہو گی کیونکہ دوبار گوڑنیکے یا تو یہ معنی ہین کہ ایک دفعہ زراعت کیواسطے گوڑے اور دوسری دفعہ
کھیتی کاٹنے کے بعد گوڑ دے تاکہ گوڑی ہوئی زمین اپنے مالک کے پاس واپس پہونچے تو ایسی شرط البتہ مفسد ہو کیونکہ
بعد کھیتی کاٹنے کے گوڑنا اس سال کے کام مین سے نہین ہو اور یا یہ معنی ہین کہ قبل زراعت کے دوبار گوڑے تو

[۱] احراز اپنے مکان مین جمع کر کے محفوظ کر لینا ۱۲

زراعت کرے اور یہ کام ایسا ہو کہ اسکا اثر و نفع مدت مزارعت کے بعد بھی باقی رہتا ہو تو یہ شرط مفسد ہوگی حتے
کہ جہاں کہیں اسکا اثر و نفع باقی نہیں رہتا ہو وہاں یہ شرط مفسد نہوگی۔ اور یہ ہے احکام مزارعت سو ازانجملہ یہ ہو
کہ صلاح زراعت کیواسطے جن کاموں کی ضرورت پڑتی ہو وہ کاشتکار پر واجب ہیں اور جو کام زراعت کی فرقت
کے ایسے ہیں کہ انمین خرچہ پڑتا ہو جیسے کھاد ڈالنا اور نکائی وغیرہ تو یہ خرچہ دونوں پر ہر ایک کے حصہ کے موافق
پڑیگا۔ اور یہی حال کھیتی کاٹنے اور کھلیان میں لیجانے اور روندنے کا ہو[سلہ]۔ اور ازانجملہ یہ ہو کہ پیداوار زمانہ وقوع
موافق شرط عقد کے مشترک ہوگا اور ازانجملہ یہ ہو کہ اگر زمین میں کچھ نہ پیدا ہوا تو دونوں میں سے کسی کو کچھ نہ ملیگا یعنے
نہ کاشتکار کو اپنے کام کی اجرت ملیگی اور نہ زمیندار کو زمین کا پوتہ ملے گا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے
ہوں یا زمیندار کی طرف سے ٹھہرے ہوں یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر تیار و پختہ ہونے سے پہلے کھیتی پر
کوئی آفت پڑ گئی تو دونوں میں سے کسی کا دوسرے پر کچھ حق واجب نہوگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور ازانجملہ
یہ ہو کہ بیج دینے والے کی طرف یہ عقد لازم نہیں ہوتا ہو اور دوسرے عاقد کیطرف لازم ہوتا ہو حتے کہ اگر بیج
والے نے بعد عقد مزارعت قرار دینے کے اس سے انکار کردیا اور کہا کہ میں اس زمین کی زراعت
نہیں چاہتا ہوں تو اسکو اختیار ہو خواہ اسنے کسی عذر سے انکار کیا یا بلا عذر انکار کیا ہو اور اگر دوسرے
عاقد نے انکار کیا تو اسکو بدون عذر کے ایسا اختیار نہیں ہو یہ بدائع میں ہو اور اگر زمین میں تخم ریزی
کردی تو عقد مزارعت دونوں جانب لازم ہوجائیگا حتے کہ بدون عذر کے دونوں میں سے کوئی اسکے بعد فسخ عقد
نہیں کرسکتا ہو یہ محیط میں ہو۔ اور منتقی میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہو کہ اگر بیج مالک زمین کیطرف
سے ٹھہرے ہوں اور اسنے کاشتکار کو سپرد کیے تو دونوں میں سے کسی کو مزارعت باطل کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر اسنے
بیج کاشتکار کو نہ دیے ہوں تو مالک زمین کو عقد مزارعت باطل کرنیکا اختیار ہوگا اور کاشتکار کو نہوگا یہ ذخیرہ میں ہو اور
ازانجملہ یہ کہ کاشتکار کو زمین جوتنے پر مجبور کرنیکی ولایت حاصل ہونا یا حاصل نہونا ہو اور اسکی دو صورتیں ہیں ایک
یہ کہ دونوں نے عقد میں زمین جوتنے کی شرط کرلی ہو یا اس شرط سے سکوت کیا ہو پس اگر جوتنے کی شرط کرلی ہو
تو کاشتکار اسپر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس سے سکوت کیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر زمین ایسی ہو کہ اسمیں بدون جوتنے
کے زراعت متعارفہ جیسے عرف میں لوگوں کا مقصود ہوتا ہو پیدا ہوتی ہو تو کاشتکار پر جوتنے کے واسطے جبر
نہ کیا جائیگا اور اگر ایسی ہو کہ بدون جوتنے کے اسمیں بالکل پیداوار نہوتی ہو یا ہوتی ہو مگر ایسی قلیل کہ اسکے
مثل کاشتکاری سے مقصود نہیں ہوتی ہو تو کاشتکار پر جوتنے کیواسطے جبر کیا جائیگا اور علی ہذا اگر کاشتکار
نے سینچنے سے انکار کیا پس اگر زمین ایسی ہو کہ بارش کا پانی اسکو کافی ہوتا ہو اور بدون سینچنے کے اسمیں زراعت
متعارفہ پیدا ہوتی ہو تو کاشتکار پر سینچنے کیواسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر ایسی زمین ہو کہ اسکو فقط بارش کا پانی

سلہ یعنی انکا خرچہ دونوں پر بقدر حصہ پڑیگا اور صحیح ہو کہ یہ اس صورت میں ہو کہ یہ کام کاشتکار پر لازم نہوں جیسا کہ یہ اختلاف
سابق میں ذکر کیا گیا ہو ۱۲ منہ

کافی نہوتا ہو تو کاشتکار پر جبر کیا جائیگا۔ از انجملہ یہ ہو کہ پیداوار غلہ مین جو باہم شرط قرار پائی ہو اُسپر زیادہ کرنا یا گھٹانا جائز ہی اور اصل یہ ہو۔ کہ جو مقدار ایسی ہو کہ ابتدائے عقد اُسپر قرار پاسکتا ہو وہ محتمل زیادت بھی ہو (یعنی حصہ شائع مثلاً چھٹا حصہ دو تہائی و چوتھائی وغیرہ) اور جو مقدار ایسی ہو کہ عقد اُسپر قرار نہین پاسکتا ہو وہ محتمل زیادت بھی نہین ہو (جیسے دو من و چار من وغیرہ) اور گھٹانا دونون صورتون مین جائز ہو اور مزارعت مین گھٹانا و بڑھانا دو طرح پر ہوتا ہی یا تو کاشتکار کیطرف سے ہوگا یا مالک زمین کیطرف سے ہوگا اور ضرور ہو کہ بیج یا تو کاشتکار کیطرف سے ٹھہرے ہونگے یا مالک زمین کیطرف سے ٹھہرے ہونگے۔ اور اگر کھیتی کٹ چکنے کے بعد درصورتیکہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور مزارعت مثلاً آدھے کی بٹائی پر ہو اور کاشتکار نے اپنے حصہ مین سے ایک چھٹا حصہ[1] مالک زمین کیواسطے بڑھا دیا اور مالک زمین کیواسطے دو تہائی کر دیا اور مالک زمین اسپر راضی ہوگیا تو ایسی زیادتی جائز نہین ہو اور حاصلات غلہ دونون مین موافق شرط کے مشترک رہیگی اور اگر مالک زمین نے کاشتکار کو اپنے حصہ مین سے چھٹا حصہ بڑھا دیا اور دونون راضی ہوگئے تو بڑھانا جائز ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ صورت اول مین کاشتکار نے جو چیز اجارہ پر لی تھی اُس سے معقود علیہ یعنے منفعت پوری حاصل کرکے اپنا کام تمام کرنیکے بعد پوتہ پر بڑھایا ہو اور ایسا بڑھانا (بوجہ معقود علیہ قائم نہونے کے) جائز نہین ہو اور دوسری صورت مین جو پوتہ کاشتکار پر واجب ہوا تھا اُسمین سے کمی کر دی اور ایسی کمی کرنا معقود علیہ کے قائم ہونیکو نہین چاہتا ہو (پس معقود علیہ قائم نہونیکی حالت مین بھی جائز ہو) اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہووے اور مالک زمین نے زیادتی کر دی تو جائز نہین ہو اور اگر کاشتکار نے بڑھایا تو جائز ہو۔ یہ سب اُس صورت مین ہو کہ کھیتی کاٹنے کے بعد دونون مین سے کسی نے زیادتی کر دی ہو۔ اور اگر کھیتی کاٹنے سے پہلے دونون مین سے کسی نے زیادہ کیا تو چاہے کوئی زیادہ کرے جائز ہو کذا فی البدائع

دوسرا باب۔ انواع مزارعت کے بیان مین۔ اصل یہ ہو کہ زمین کی بعضی پیداوار غلہ کے عوض زمین کو اجارہ لینا جائز ہو اسی طرح زمین کی بعض پیداوار غلہ کے عوض کاشتکار کو اجارہ پر لینا جائز ہو اور ان دونوں کے سوائے دوسری چیز کو زمین کی بعض پیداوار غلہ کے عوض اجارہ پر لینا جائز نہین ہو یہ محیط مین ہو۔ پھر جو شخص مزارعت کو جائز رکھتا ہو اُسکے قول پر مزارعت کی دو قسمین ہین اول یہ کہ زمین دونون مین سے کسی ایک کی ہووے اور دوم یہ کہ زمین دونون کی ہووے۔ پس اگر زمین ایک ہی کی ہو تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ بیج ایک ہی کی طرف سے ہو اور دوسری یہ کہ بیج دونون کی طرف سے ہو پس اگر زمین ایک ہی کی ہو اور بیج ایک ہی طرف سے ہو تو اُسمین چھ صورتین ہین جنمین سے تین[3] صورتین جائز ہین اور تین صورتین فاسد ہین۔ پس تینون جائز صورتون مین سے ایک یہ ہو کہ زمین ایک کی ہو اور بیج اور بیل اور کار زراعت دوسرے کی طرف سے ہو

---

[1] قال المترجم مراد یہ ہو کہ کل کا چھٹا حصہ بڑھا دیا اور مراد نہین ہے کہ نصف مین نصف کا چھٹا حصہ بڑھایا جیسا کہ ظاہر مین متبادر ہوتا ہے ۱۲ مسند

اور دونون نے مالک زمین کیواسطے پیداوار غلہ سے کوئی حصہ معلوم شرط کیا تو جائز ہے کیونکہ اس صورت میں جس کی طرف سے بیج ٹھہرے ہوں وہ بعض معلوم حاصلات زمین کے عوض زمین کا اجارہ پر لینے والا قرار پاویگا۔ اور دوسری یہ ہے کہ دونون میں سے ایک کیطرف سے کار زراعت ہو اور باقی سب دوسرے کیطرف سے ہو تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہیں وہ اپنی زمین میں اپنے بیل اور بیج سے کار زراعت کرنیکے واسطے بعض پیداوار معلوم کے عوض دوسرے کا اجارہ پر لینے والا قرار پاویگا اور تیسری یہ صورت ہے کہ زمین اور بیج دونوں میں سے ایک کیطرف سے ہو اور بیل اور کار زراعت دوسرے کیطرف سے ہو تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ مالک زمین اس غرض سے دوسرے کا اجارہ پر لینے والا ٹھہریگا تاکہ دوسرا اپنے بیل اور اپنے کام سے مالک زمین کی زمین میں اسی کے بیج بو دے۔ اور تینوں فاسد صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ زمین اور بیل ایک کیطرف سے ہو اور باقی دوسرے کیطرف سے ہو تو یہ فاسد ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ جائز ہے بسبب اسکے کہ عرف پایا جاتا ہے مگر فتوےٰ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اسواسطے کہ زمین کی منفعت بجنس منفعت گاؤ نہیں ہے کیونکہ زمین کی منفعت یہ ہے کہ اپنی طبعی قوت سے بیج اگا دے اور بیل کی منفعت یہ ہے کہ زراعت کے کام میں آوے پس جب بیل کی منفعت بجنس منفعت زمین نہ ہوئی تو بیل عقد میں زمین کے تابع نہ ہوگا پس بیل کا اجارہ مقصوداً بعض حاصلات زمین کے عوض قرار پایا اور یہ فاسد ہے چنانچہ اگر ایک کی طرف سے فقط بیل ہی ہو تو فاسد ہوتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بیج ایک کیطرف سے ہو اور باقی دوسرے کیطرف سے ہو تو یہ فاسد ہے اسواسطے کہ اس صورت میں جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہیں وہ زمین کو اجارہ پر لینے والا قرار پائیگا پس اسکے اور زمین کے درمیان تخلیہ ہونا ضرور ہے حالانکہ اُسکے قبضہ میں نہ آئیگی بلکہ جو شخص تخم ریزی وغیرہ کار زراعت انجام دیگا اُسکے پاس رہے گی اور علےٰ ہذا اگر تین یا چار آدمی نے شرکت کی اور ایک کیطرف سے فقط بیل ہو یا فقط بیج ہوئے تو عقد فاسد ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیج اور بیل ایک کیطرف سے ہو اور زمین اور کار زراعت دوسرے کیطرف سے ٹھہرے تو یہ بھی[ف١] فاسد ہے۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ دونوں میں سے ایک کیطرف سے زمین ہو اور بیج دوسرے کیطرف سے ہوں۔ اور اگر زمین ایک کی ہو اور یہ شرط ٹھہری کہ بیج دونوں کیطرف سے ہوں پس اگر زراعت کا کام کرنا مالک زمین کے سوائے دوسرے کے ذمہ دونوں نے شرط کیا اور دونوں نے یہ بھی شرط کی کہ پیداوار غلہ دونوں میں برابر تقسیم ہو تو عقد فاسد ہوگا اسلیے کہ اس صورت میں مالک زمین نے عامل سے گویا یہ کہا کہ تو میری زمین میں میرے بیجوں سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار غلہ میرا ہوگا اور اپنے بیجوں سے زراعت کر اس شرط سے کہ تمام پیداوار غلہ تیرا ہوگا تو یہ فاسد ہے اسواسطے کہ یہ مزارعت بعوض پوری حاصلات کے بدین شرط ہے کہ عامل کو آدھی زمین عاریت دے اسی طرح اگر دونوں نے یہ شرط لگائی کہ پیداوار غلہ دونوں میں تہائی مشترک ہو جسمیں سے ایک تہائی عامل کی ہو اور دو تہائی مالک زمین کی ہو یا اسکے برعکس شرط کی تو بھی

ف١ وجہ وہی ہے جو دوسری صورت میں مذکور ہوئی ١٢ منہ

فاسد ہی کیونکہ اسمین بھی زمین مین سے کچھ عاریت دینا ہی - اور جب مزارعت فاسد ہوئی تو جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین ہر ایک کے بیجون کی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگا پھر مالک زمین نے پیداوار زمین سے جو کچھ لیا ہی وہ اُسکے پاس مسلم رہیگا کیونکہ اُسکی زمین مین اُسکی ملک سے پیدا ہوا اور دوسرے پر اُسکی آدھی زمین کا اجر مثل واجب ہوگا کیونکہ دوسرے نے اُسکی زمین سے بطور عقد فاسد کے پوری منفعت حاصل کی ہی اور جو کچھ اُسنے پیداوار زمین سے لیا ہی اُسمین سے بقدر بیجونکے اُسکو حلال ہوگا اور باقی مین سے آدھی زمین کا کرایہ اور جو کچھ اُسکا خرچہ پڑا ہی وہ بھی نکالکر باقی کو صدقہ کر دیگا اسواسطے کہ یہ زیادتی اُسکو دوسرے کی زمین سے بطور عقد فاسد حاصل ہوتی ہی - اور اگر زمین و بیج دونون کی طرف سے ہون اور کار زراعت کی دونون نے دونون پر شرط لگائی اس قرارداد پر کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونوںمین نصفا نصف مشترک ہو تو جائز ہی اسواسطے کہ ہر ایک عاقد نصف زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کرنیوالا ہوگیا پس اس عقد مین نصف زمین کا عاریت دینا پایا گیا مگر اس شرط سے نہین کہ مستعیر اُسکیواسطے زراعت کا کام کردیگا اور اگر زمین دونوںمین مشترک ہو اور دونون نے یہ شرط کی کہ بیج اور کار زراعت ایک کیطرف سے ہو اس قرارداد پر کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونوںمین نصفا نصف مشترک ہو تو نہین جائز ہی کیونکہ جسکی طرف سے بیج نہین ٹھہرے ہین وہ دوسرے سے گویا یہ کہنے والا ہوگیا کہ تو اپنی زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار تیری ہوگی اور میری زمین مین لپنے بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار ہوگی وہ میری ہوگی پس اُسکے حق مین یہ مزارعت بشرط پوری حاصلات لے لینے کے ہوئی پس جائز ہوگی اور اگر بیج ایک نے دیے اور عمل دوسرے کے ذمہ شرط کیا اور شرط لگائی کہ تمام پیداوار دونوںمین نصفا نصف مشترک ہو تو بھی نہین جائز ہی کیونکہ بیج دینے والے نے اپنے واسطے نصف زمین مین دوسرے کیطرف سے کار زراعت انجام دینے کے مقابلہ مین آدھے بیج کا ہبہ کرنا یا قرض دینا شرط کیا اور یہ باطل ہی اسی طرح اگر دو تہائی حاصلات عامل کیواسطے اور ایک تہائی بیج دینے والے کیواسطے شرط کیا یا بیج دینے والے کیواسطے دو تہائی اور عامل کیواسطے ایک تہائی شرط کیا تو بھی نہین جائز ہی اسواسطے کہ بیج دینے والے نے محض بیجون کیوجہ سے اپنے واسطے حاصلات مین سے زیادہ حصہ کی شرط لگائی ہی - اور اگر بیج عامل کیطرف سے ہون اور دونون نے دو تہائی پیداوار عامل کیواسطے شرط لگائی تو جائز ہی اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیج نہین ہین وہ اپنی زمین اس شرط سے مزارعت پر دینے والا ہوا کہ کاشتکار اُسکو اپنے بیجون سے بو دے بدین شرط کہ دو تہائی پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور یہ جائز ہی - اور اگر زمین اور بیج دونوںکی طرف سے ہون اور دونون نے ایک شخص کے ذمہ کار زراعت انجام دینے کی شرط لگائی اور آدھے کی بٹائی کی شرط لگائی تو جائز ہی پس جسنے کام نہین کیا ہی اُسنے گویا اپنے حصہ کیواسطے کار زراعت مین دوسرے سے استعانت چاہی ہی - اور اگر زمین دونوںمین برابر مشترک ہو اور بیج برابر دونون کی طرف سے ہون اور دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار کو دو تہائی پیداوار اور دوسرے کو ایک تہائی ملیگی

تو دو روایتون مین سے اصح روایت کے موافق یہ جائز نہین ہی اسواسطے کہ تمام پیداوار دونون کے بیجون سے پیدا ہوئی ہی اور بیج برابر دونون کے مشترک ہین تو پیداوار بھی دونونمین برابر مشترک ہوگی پس دو تہائی والے نے جو زیادہ لیا ہی وہ اپنے کام ہی کے مقابلہ مین لیا ہی حالانکہ جو شخص محل مشترک مین کام انجام دیتا ہی وہ مستحق اجرت نہین ہوتا ہی۔ اور اگر اس صورت مین جسکے بیج نہین ہین اسکے واسطے دو تہائی پیداوار کی شرط لگائی ہو تو بھی نہین جائز ہی اسواسطے کہ اس شخص نے کاشتکار کے حصہ مین سے جسقدر زیادتی اپنے واسطے شرط کی وہ بغیر زمین و بغیر تخم و بغیر کام کے شرط کی ہی (پس جائز نہوگی) اور اگر زمین دونون مین مشترک ہو اور دونون نے سوائے کاشتکار کے دوسرے کے ذمہ دو تہائی بیج دینے شرط کیے بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونونمین برابر مشترک ہوگی تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ اسنے کاشتکار کے کام کے مقابلہ مین چھٹا حصہ بیج قرض دینے کی شرط کی ہی۔ اور اگر دونون نے کاشتکار کے ذمہ دو تہائی بیج دینے اس شرط سے شرط کیے کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین برابر مشترک ہوگی تو بھی جائز نہین ہی کیونکہ غیر کاشتکار نے گویا درواقع کاشتکار سے یون کہا کہ اپنی زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار تیری ہوگی اور میری زمین مین اپنے اور میرے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار میری ہوگی پس یہ مزارعت بشرط تمام حاصلات لے لینے کے ہے اور یہ جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کے پاس زمین ہی اسنے چاہا کہ دوسرے شخص سے بیج لیکر زراعت کرے اور جو پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف مشترک رہے تو اس بات مین اسکے لیے حیلہ یہ ہی کہ اس شخص سے آدھے بیج خریدے پھر بائع اسکو ان نصف بیجون کے ثمن سے بری کر دے پھر اس سے کہے کہ اپنی زمین مین ان تمام بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ جو پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور مزارعت فاسدہ کے احکام چند طرح کے ہین از انجملہ یہ کہ کاشتکار پر کار زراعت مین سے کوئی کام واجب نہین ہوتا ہی کیونکہ اسکا واجب ہونا تو عقد کی وجہ سے ہوتا ہی اور عقد صحیح نہین ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ سب اسکی ہوتی ہی جسکی طرف سے بیج تھے خواہ مالک زمین کے بیج ہون یا کاشتکار کے بیج ہون اور اسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہین ہوتا ہی۔ اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر بیج زمیندار کے ہون تو اسپر کاشتکار کیواسطے اجر المثل واجب ہوگا اور اگر بیج کاشتکار کے ہون تو کاشتکار پر واجب ہوگا کہ زمیندار کو اس کی زمین کا اجر المثل ادا کرے۔ اور از انجملہ یہ کہ جب بیج زمیندار کی طرف سے ہون اور تمام پیداوار کا مستحق ہوا اور اس نے کاشتکار کو اسکا اجر المثل ضمان دیا تو تمام پیداوار اسکے واسطے حلال ہوگی اور اگر بیج کاشتکار کے ہون اور تمام پیداوار کا مستحق ہوا اور زمیندار کو اسکی زمین کا اجر المثل ادا کر دیا تو تمام پیداوار اسکے حق مین حلال نہوگی بلکہ پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے اور بقدر زمین

سلہ یعنی ایسے کام کی جو اجرت ہوتی ہو ۱۲ منہ سلہ ایسی زمین کا جو اوپر پڑتا ہو ۱۲ منہ

سکے اجرالمثل کے لے لیگا اور یہ اسکو حلال ہوگی اور زیادتی کو صدقہ کر دیگا۔ اور ازانجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین اجرالمثل واجب نہین ہوتا ہی تاوقتیکہ زمین کو استعمال مین لانا نہ پایا جاوے اور ازانجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین زمین کو استعمال مین لانے سے بعد اجرالمثل واجب ہوجاتا ہی اگرچہ زمین مذکور مین کچھ پیداوار نہوئی ہو۔ اور ازانجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین جو اجرالمثل واجب ہوتا ہی اُسکے ساتھ یہ شرط ہی کہ مقدار مسمّٰی سے زیادہ نہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک پورا اجرالمثل واجب ہوگا اور یہ اختلافات ایسی صورت مین ہی کہ عقد مین اجرت یعنے دونون مین سے ہرایک کا حصہ بیان کردیا گیا ہو اور اگر بیان نہ کیا گیا ہو تو بالاجماع پورا اجرالمثل واجب ہوگا یہ بدائع مین ہی اور جس صورت مین صاحبین رحمہا اللہ کے نزدیک مزارعت فاسد ہوگئی یا جس صورت مین صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہوتی ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہوگئی اور کاشتکار یا زمیندار نے چاہا کہ ہم کو زراعت حلال ہوجائے تو اُسکے واسطے حیلہ وہ ہی جو شیخ اسمٰعیل الزاہد رحمہ اللہ تعالے سے نقل کیا گیا ہی کہ زمیندار و کاشتکار دونون کا حصہ الگ کیا جاوے پھر زمیندار کاشتکار سے یون کہے کہ میرا تجھپر زمین کا اجرالمثل یا نقصان زمین واجب ہوا ہی اور تیرا مجھپر تیرے کام اور تیرے بیلون کے کام کا اجرالمثل و تیرے بیجون کا مثل واجب ہوا ہی پس آیا تو اسقدر گیہون پر اس حق سے جو تیرا مجھپر واجب ہوا ہی اُس سے جو میرا تجھپر واجب ہوا ہی باہمی صلح کرتا ہی پس کاشتکار کہے کہ مین نے صلح کرلی یا کاشتکار زمیندار سے کہے کہ میرا تجھپر میرے اور میرے بیلون کے کام کا اجرالمثل واجب ہوا ہی اور تیرا مجھپر تیری زمین کا اجرالمثل یا نقصان زمین واجب ہوا ہی پس آیا تو نے اُس حق سے جو تیرا مجھپر واجب ہی اس سے جو میرا تجھپر واجب ہوا ہی اسقدر گیہون پر صلح کی پس مالک زمین کہے کہ مین نے صلح کرلی پھر جب دونون اس بات پر راضی ہوگئے تو صلح جائز ہی اور جو حصہ جس کو پہونچا وہ اسکو حلال ہوگا اسواسطے کہ حق انھین دونون مین دائر ہی ان دونون سے باہر کسی کا حق نہین ہی پس جب دونون باہم راضی ہوگئے تو حرمت کا سبب دور ہوگیا یہ نہایہ مین ہی۔ پھر جس صورت مین مزارعت فاسد نہوا گر ایسی صورت مین بیل ایک کے ذمہ شرط کیے تو باوجود اسکے کہ ایک کے ذمہ بیل کرایہ لینا شرط کیا ہی مزارعت فاسد نہوگی۔ اگرچہ عقد مزارعت مین ایک دوسرا عقد شرط کیا یعنے بیل کرایہ پر لینا پس مشروط صفقہ در صفقہ ہوا جاتا ہی مگر

سلہ قال المترجم اس مین اشارہ ہی کہ اپنا خرچہ بھی نکال لے ۱۲ سکہ قال المترجم یعنے ازراہ حکم باوجود عدم پیداوار کے اجرالمثل واجب ہوتا ہی مگر ازراہ تقوے ایسی صورت مین اُسکو لینا نہ چاہیے کہ اخذ مال المسلم بغیر شے ہے ۱۲ منہ سٹہ قال المترجم اسکا بیان یہ ہی کہ مثلاً حصہ مسمّٰی نصف ہی اور فرض کرو کہ پیداوار چالیس۴۰ من ہوئی تو بیس۲۰ من ہوا اور اجرالمثل ایسے کاشتکار کے کام کا فرض کرو کہ تیس۳۰ من ہوتا ہی تو دس۱۰ من ساقط ہونگے بیس۲۰ من سے زیادہ نملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک پورے تیس۳۰ من ملین گے اور اگر فرض کرو کہ اجرالمثل پندرہ۱۵ من ہے تو یہ معنے ہین کہ پندرہ۱۵ من دیا جائیگا بیس۲۰ من نہ دیا جائیگا اور یہ بالاتفاق ہی۱۲

سکہ یعنے اسکا حق اُسپر ہے اور اُسکا حق اسپر ہے ۱۲

مزارعت فاسد ہونا اسوجہ سے ہی کہ بیل کرایہ لینے سے مراد فقط اس بات کا اظہار ہی کہ کس کے ذمہ بیل واجب ہین اور در حقیقت بیلون کو کرایہ پر لینا مقصود نہین ہی اور اسپر دلیل یہ ہی کہ جبپر بیل کرایہ لینے کی شرط کیجاتی ہی اگر اُسنے بیل کرایہ پر نہ لیے بلکہ خود ہی زمین کو گوڑ دیا یا ایسے بیل سے جو اُسکو ہبہ مین ملا ہی یا میراث مین ملا ہی زمین کو جوتا یا کوئی بیل خرید کر اُس سے زمین جوتی تو یہ جائز ہی اگرچہ اُسنے بیل کرایہ پر نہین لیے پس معلوم ہوا کہ بیل کرایہ لینے کے ذکر سے مقصود فقط یہ ہی کہ ہل جوتنے کے بیل دونون مین سے ایک کے ذمہ شرط کردے اور حقیقۃً بیل کرایہ پر لینا مقصود نہین ہی (تا کہ صفقہ در صفقہ لازم آوے۔ اور مزارعت فاسد ہوجاوے) کذا فی المحیط ✣ ✣

تیسرا باب - مزارعۃ مین شرطین پائی جانیکے بیان مین - زیدؔ نے عمرو کو زمین اور بیج اس شرط سے دیے کہ خود آپ اور اپنے بیل اور اپنے نوکرون سے زراعت کرے پس اگر دونون نے یہ شرط کی کہ تمام پیداوار زید کی ہوگی تو یہ جائز ہی ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا ہی اور امام محمد رح نے جائز کہنے سے یہ مراد نہین رکھی ہی کہ مزارعت جائز ہی کیونکہ یہ عقد مزارعت نہین ہوسکتا ہی اسواسطے کہ مزارعت مین جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین مشترک ہوتی ہی حالانکہ اس صورت مین پیداوار مشترک نہین ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ پوری پیداوار زید کیواسطے شرط کرنا جائز ہی۔ اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ پوری پیداوار کاشتکار یعنے عمرو کیواسطے ہی تو یہ بھی جائز ہی اور مراد امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کی یہ ہی کہ عمرو کیواسطے پوری پیداوار کی شرط لگانا جائز ہی۔ اور اگر بیج کاشتکار یعنے عمرو کیطرف سے ہون تو اسکی چند صورتین ہین ایک یہ کہ مالک زمین نے مثلاً عمرو سے یہ کہا کہ میری زمین مین اپنے ایک کر گیہون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار میری ہوگی تو یہ فاسد ہی اسواسطے کہ اس صورت مین عمرو پورے پیداوار کے بدلے زمین کا اجارہ پر لینے والا ہوگیا اور شرع نے زمین کو بعوض بعض پیداوار کے اجارہ لینا خلاف قیاس جائز فرمایا ہی پس پوری پیداوار کی عوض زمین اجارہ لینا اصل قیاس پر رہا (اور قیاس اسکو جائز ہی نہین رکھتا ہی) اور جب عقد فاسد ہوا تو پوری پیداوار عمرو کی ہوگی اور عمرو پر مالک زمین کے واسطے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پھر عمرو کے حق مین اس پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے اور جو کچھ اُسنے اجر المثل دیا ہی حلال ہوگا اور باقی زیادتی کو صدقہ کردیگا۔ اور اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ میرے واسطے میری زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کردے بشرطیکہ تمام پیداوار میری ہوگی تو یہ شرط جائز ہی اور کاشتکار مالک زمین کو بیج قرض دینے والا ہوگا اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار اس کام مین از راہ احسان مالک زمین کا معین قرار دیا جائیگا اور اگر کاشتکار سے یون کہا کہ میرے واسطے میری زمین مین اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کردے کہ تمام پیداوار تیری ہوگی تو یہ فاسد ہے اور تمام پیداوار

له اسامی مسئلہ مفرد ہ مترجم ہین ۱۲ منہ

مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار کیواسطے مالک زمین پر اُسکے بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے اور اُسکے کام کے مثل کام کی جو اجرت ہو وہ واجب ہوگی۔ اور اگر کاشتکار سے مالک زمین نے یہ کہا کہ میری زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ تمام پیداوار تیری ہوگی تو یہ جائز ہی اور تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور مالک زمین اپنی زمین اُسکو عاریت دینے والا قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر کاشتکار سے مالک زمین نے یون کہا کہ میرے واسطے میری زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی تو یہ مزارعت جائز ہی اور تمام پیداوار دونون مین آدھون آدھ مشترک ہوگی اور مزارع اپنے بیج مالک زمین کو قرض دینے والا قرار دیا جائیگا بمقتضائے حکم مالک زمین کے کہ اُسکو حکم دیا کہ میرے واسطے زراعت کر پس مالک زمین حکماً ان بیجون کا قابض ہوگیا اسوجہ سے کہ اُسکی ملک سے یہ بیج متصل ہوگئے آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ مجھے سو درم قرض دے پھر اُنکے عوض میرے واسطے ایک کر گیہون خرید کر میری زمین مین اس شرط سے بووے کہ تمام پیداوار ہم دونون آدھون آدھ مشترک ہوگی تو یہ جائز ہی پس ایسے ہی اس صورت مین بھی جائز ہی اور اگر کاشتکار نے مالک زمین کو مزارعت پر بیج دیے مثلاً مالک زمین کو ایک کر گیہون اس شرط سے دیے کہ اس سال زراعت کر کے انکو اپنی زمین مین بووے بدین شرط کہ اللہ تعالے جو کچھ پیداوار کر دے وہ ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی تو یہ فاسد ہی اور تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی ایسا ہی مزارعۃ الاصل مین مذکور ہی اور کتاب الماذون کے اوائل مین یون ذکر فرمایا کہ تمام پیداوار مزارع یعنے مالک زمین کی ہوگی اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب المزارعۃ مین فرمایا کہ دونون مسئلون مین فرق نہین ہی لیکن جو ہمنے کتاب الماذون سے نقل کیا ہی اُسکی تاویل یہ ہی کہ بیجون کے مالکنے مالک زمین سے یون کہا کہ اسکو اپنے واسطے بووے اور پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہو اور اس صورت مین تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی کیونکہ بیجون کا مالک اس صورت مین مالک زمین کو بیج قرض دینے والا ہوگیا اور یہ امر اُسکے اس کہنے سے معلوم ہوا کہ انکو اپنے واسطے بووے پھر جب مزارعت فاسد ہوئی تو یہ کھیتی مالک زمین کیواسطے رہگئی اور ہشام رحمہ نے بھی مسئلہ ماذون کو اپنے نوادر مین ایسا ہی ذکر کیا ہی جیسا ہمنے بیان کیا اور کتاب المزارعۃ مین یہ ذکر نہ کیا کہ بیجون کے مالکنے مالک زمین سے کہا کہ اپنے واسطے انکی زراعت کر لے بلکہ یہ ذکر کیا ہی کہ بیجون کے مالک نے مالک زمین سے یون کہا کہ انکو بووے تاکہ پیداوار ہم دونون مین مشترک ہو اور اس صورت مین مالک زمین بیجون کا قرض لینے والا نہوگا بلکہ بیج اسپنے

سلہ مترجم کہتا ہی کہ وجہ اسکی یہ ہی کہ جب مالک زمین نے اپنے واسطے زراعت کرائی تو کھیتی اُسکی ہوگی اور اس شرط کا کہ کھیتی تیری ہوگی کچھ اعتبار نہین ہی اور چاہیے تھا کہ کاشتکار کے واسطے سوائے بیجون کے اجر المثل واجب نہو مگر اسوجہ سے واجب ہوا کہ مالک نے اسکو اجرت دینے کا وعدہ کیا تھا اگرچہ بطور فاسد یعنی تمام کھیتی تیری ہوگی اسوجہ سے اجر المثل واجب ہوگا مگر تمام پیداوار سے زیادہ نہوگا فتدبر ۱۲ منہ

مالک کی ملک مین رہین گے پس فساد مزارعت کی صورت مین بیجون کا منافع انکے مالک کا ہوگا اور اگر یون کہا کہ ان بیجون کو تو اپنی زمین مین اپنے واسطے زراعت کرلے بدین شرط کہ تمام پیداوار ہم دونون مین مشترک ہوگی اور باقی مسئلہ بحالہا رہتا تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوتی جیسا کہ کتاب الماذون کے مسئلہ مین مذکور ہوا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے بیج دیکر کہا کہ انکو اپنی زمین مین بووے تاکہ تمام پیداوار تجھے حاصل ہو یا کہا کہ اپنی زمین مین میرے بیجون سے زراعت کر تاکہ تمام پیداوار تجھے حاصل ہو تو یہ جائز ہی اور بیجون والا مالک زمین کو یہ بیج قرض دینے والا ہوجائیگا تاکہ وہ اپنی زمین مین ایسی زراعت کرے اور مالک زمین کا اُسپر قبضہ حقیقۃً ہاتھ سے پایا گیا ہی۔ اور اگر بیجون کے مالک نے اُس سے کہا ہو کہ میرے واسطے اپنی زمین مین میرے بیجون سے زراعت کر اور تمام حاصلات پیداوار تیری ہوگی تو یہ فاسد ہی اور تمام پیداوار بیجون والے کو ملیگی۔ اور اگر بیجون کے مالک نے اپنے بیج مالک زمین کو دیے کہ اپنی زمین مین بووے بدین شرط کہ تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی تو یہ شرط جائز ہی اور بیجون کا مالک زمین کے مالک سے اُسکی زمین عاریت لینے والا ہوجائیگا اور اُس سے بونیکے کام مین استعانت چاہنے والا ہوجائیگا کہ اسکے بیج اس مستعار زمین مین بووے اور یہ سب جائز ہی اور اگر یون کہا کہ ان بیجون کو اپنے واسطے اپنی زمین مین بووے بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو وہ سب میری ہوگی تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ بیجون والے کو اُسکے بیجون کے مثل ادا کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین زراعت کیواسطے دوسرے کو اس شرط سے دی کہ جو کچھ پیداوار اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس زمین مین ہو وہ ہم دونون مین آدھی آدھی مشترک ہوگی اور دونون نے بیل کاشتکار کے ذمہ شرط کرنے سے سکوت کیا یا کاشتکار کے ذمہ شرط کیے تو بہرحال بیل کاشتکار کے ذمہ ہونگے خواہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون یا مالک زمین کیطرف سے ہون اسواسطے کہ بیل آلات زراعت مین سے ہی پس اُسی کے ذمہ چاہیے جسکے ذمہ زراعت کا کام ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر عقد مزارعت مین کسی قدر پیداوار سوائے مالک زمین و کاشتکار کے کسی غیر شخص کیواسطے شرط کی گئی تو دیکھا جاوے کہ اگر اس غیر کے (یعنی حقیقۃً تابع ۱۲) ذمہ کار زراعت کرنا مشروط نہین ہی تو اس سے عقد مزارعت مین فساد نہ آوے گا اور جسقدر اس غیر کیواسطے شرط کیا گیا ہی وہ اُسکو ملیگا جسکی طرف سے بیج ہین۔ اور اگر مزارعت کا کام اس غیر کے ذمہ مشروط ہو پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون مثلاً ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اسواسطے دی کہ اپنے بیجون اور بیل سے اسمین زراعت کرے اور اسمین یہ شخص غیر بھی کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیداوار ہو اسمین سے ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک تہائی کاشتکار کی جسکی طرف سے بیج ہین اور تہائی اس کارگزار کی جسکی طرف سے بیج نہین ہین تو ایسی مزارعت فاسد ہی اور مراد یہ ہی کہ مزارعت اس دوسرے شخص کارگزار کے حق مین فاسد ہی اور یہ نہین مراد ہی کہ شخص اول کے حق مین فاسد ہی اسواسطے کہ دوسری

مزارعت پہلی مزارعت میں شرط نہیں ہوسکتے کہ اگر دوسری مزارعت پہلی مزارعت میں مشروط ہو مثلاً یوں کہا کہ بدیں شرط کہ یہ شخص کارگزار اُسکے ساتھ مزارعت کا کام کرے تو بعض مشائخ کے نزدیک مزارعت اولی بھی فاسد ہو جائیگی اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالے اسی پر فتوے دیتے تھے - اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں اور باقی مسئلہ بحالہا ہے تو یہ مزارعت جائز ہوگی اسلیے کہ بیج جب زمیندار کیطرف سے ہوئے تو زمیندار ان دونوں کام کرنے والوں کو بعض پیداوار کی عوض اجارہ لینے والا ہوگیا اور یہ جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر عقد مزارعت میں بعض پیداوار دونوں میں سے کسی کے غلام کیواسطے شرط کی گئی تو اسکی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں اور تہائی مالک زمین کیواسطے اور تہائی پیداوار کاشتکار کیواسطے اور تہائی مالک زمین کے غلام کیواسطے شرط کیگئی تو یہ مزارعت جائز ہے خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو خواہ غلام پر بھی مزارعت کا کام کرنا شرط کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ حکم اُسوقت ہے کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں اور مالک زمین یا غلام کیواسطے تہائی پیداوار کی شرط کی گئی ہو اور اگر کاشتکار کے غلام کیواسطے تہائی پیداوار کی شرط کیگئی ہو تو بھی مزارعت جائز ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو خواہ کاشتکار کے ساتھ اُسکے غلام کا کار زراعت انجام دینا مشروط ہو یا نہو یہ اُسوقت ہے کہ جب بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں پس اگر مالک زمین کے غلام کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کیگئی تو مزارعت جائز ہے بشرطیکہ غلام مذکور پر قرضہ نہو اور نہ اُسکے ذمہ کار زراعت شرط کیا گیا ہو اور جسقدر غلام کیواسطے شرط کیا گیا ہے وہ ابتدا سے مولی کیواسطے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا اور اگر غلام مذکور کے ذمے کار زراعت مشروط ہوا اور اسپر قرضہ نہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق مزارعت فاسد ہوگی اور اگر غلام مذکور پر قرضہ ہو وے پس اگر غلام مذکور کے ذمہ کار زراعت مشروط نہو تو مزارعت جائز ہے اور جسقدر غلام کیواسطے مشروط ہے وہ ابتدا سے اُسکے مولی کیواسطے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا گویا دونوں نے ابتدا سے یہ شرط کرلی تھی کہ پیداوار میں سے دو تہائی مالک زمین کو اور ایک تہائی کاشتکار کو ملیگی اور اگر باوجود اسکے غلام مذکور کے ذمہ کار زراعت مشروط ہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق مزارعت فاسد ہے اور اگر اس صورت میں کاشتکار کے غلام کیواسطے تہائی پیداوار مشروط ہو پس اگر غلام پر قرضہ نہو اور نہ اُسکے ذمہ کار زراعت شرط کیا گیا ہو تو یہ جائز ہے اور دو تہائی پیداوار کاشتکار کی اور ایک تہائی مالک زمین کی ہوگی اور اگر اُس کے ساتھ غلام کا کار زراعت انجام دینا بھی دونوں نے شرط کیا ہو پس اگر عقد مزارعت میں غلام کا کار زراعت انجام دینا شرط کیا ہو تو مزارعت دونوں کے حق میں فاسد ہوگی اور اگر غلام کے ذمہ کار زراعت انجام دینا نفس عقد میں مشروط نہو بلکہ گفتگوے مزارعت سے یہ بات بھی بطور عطف طاری ہو تو مالک زمین و کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہوگی اور غلام کے حق میں فاسد ہوگی اور اگر غلام مذکور پر قرضہ ہو پس اگر غلام کا کار زراعت شرط نہ کیا گیا ہو تو مزارعت جائز ہوگی اور جسقدر غلام کے واسطے مشروط ہے وہ کاشتکار کیواسطے ابتدا سے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا اور اگر اسکے ذمہ کار زراعت شرط کیا گیا ہو تو اس صورت میں وہی حکم ہے جو حکم اور بصورت غلام پر قرضہ نہونے اور اسکے ذمہ کار زراعت مشروط ہونیکے مذکور

ہوا ہی اور اگر دونون مین سے ایک کے بیل کیواسطے بعض پیداوار شرط کی گئی تو اسکا وہی حکم ہی جو حکم درصورت کسی کے غلام کیواسطے درصورت غلام پر قرضہ نہونیکے بعض پیداوار شرط کرنے مین مذکور ہوا ہی اور اگر مساکین کیواسطے تہائی مثلاً پیداوار شرط کیگئی تو مزارعت جائز ہی اور جسقدر مساکین کیواسطے شرط کیا ہی وہ اُس شخص کیواسطے ابتدا مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا جسکی طرف سے بیج ہون پس بیج والے کو ملیگا مگر بیج والے پر فیمابینہ و بین اللہ تعالے واجب ہوگا کہ یہ اناج مساکین پر صدقہ کردے لیکن قاضی ایسا کرنیکے واسطے اُسپر جبر نہین کرسکتا ہی اور نہ موجب فساد مزارعت ہوگا۔ اور جو حکم ہمنے دونون مین سے کسی کے غلام کیواسطے بعض پیداوار شرط کیے جانے کی صورت مین بیان کیا ہی وہی حکم دونون مین سے کسی کے مدبر یا ایسے مملوک کیواسطے جسکی کمائی کا مولی مالک ہوتا ہی بعض پیداوار شرط کیے جانیکی صورت مین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک کے مکاتب یا اُسکے قریب کیواسطے یا کسی اجنبی کیواسطے تہائی پیداوار کی شرط کی پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور دونون کے اُس شخص کے کار زراعت انجام دینے کی شرط کی تو جائز ہی اور شخص اس عقد مزارعت مین کاشتکار کے ساتھ ہوگا اور اُسکو تہائی پیداوار ملیگی اور اگر دونون نے اُسکے کار زراعت انجام دینے کی شرط نہ کی تو مزارعت جائز ہی اور یہ مشروط باطل ہی اور تہائی پیداوار مالک زمین کو ملیگی اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون پس اگر شخص ثالث کے کار زراعت انجام دینے کی شرط نہ کی ہو تو مزارعت جائز ہی اور جسقدر اس ثالث کیواسطے شرط کیا گیا ہی وہ کاشتکار کا ہوگا اور شخص ثالث کو کچھ نہ ملیگا اور اگر شخص ثالث کے کار زراعت انجام دینے کی شرط کی ہو اور اُسنے کام کیا تو اُسکا اجر المثل کاشتکار پر واجب ہوگا اور جسقدر حصہ پیداوار اُسکے واسطے شرط کیا گیا تھا وہ کاشتکار کو ملیگا کیونکہ مالک زمین و کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہی۔ اور کاشتکار اور اس شخص ثالث کے درمیان جسکی نسبت کار زراعت انجام دینا شرط کیا گیا ہی مزارعت باطل ہی اور یہ صورت ایسی ہوگئی کہ جیسے ایک شخص نے اپنی زمین دو شخصون کو زراعت کیواسطے اس شرط سے دی کہ دونون مین سے ایک اپنے بیجون سے زراعت کرے اور دوسرا فقط[1] زراعت کا کام کرے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین اپنے بیجون اور اپنے عمل سے تہائی بٹائی پر زراعت کرے اور تہائی مالک زمین کی ہوگی بدین قرارداد کہ اسکو فلان شخص کے بیل سے جوتے دوسرا دے بدین شرط کہ تہائی پیداوار فلان شخص کی ہوگی اور فلان شخص اس امر پر راضی ہوگیا تو کاشتکار پر فلان شخص کیواسطے اُسکے بیل کا اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ اُسنے بیل والے سے تہائی پیداوار پر بیل کرایہ لیا حالانکہ بیل عقد مزارعت مین بالمقصود داخل نہین کیا جاتا ہی پس ان دونون مین عقد فاسد ہوگا مگر اُسنے بیل والے کے بیل سے منفعت پوری حاصل کرلی ہی پس اُسکے واسطے اجر المثل واجب ہوگا اور پیداوار مین سے ایک تہائی مالک زمین کو ملیگی اور دو تہائی کاشتکار کیلئے ہوگی اور اُسکے حق مین حلال ہوگی کیونکہ اُسکے اور مالک زمین کے درمیان عقد فاسد نہین ہوا ہی۔ اور اگر اس

[1] فقط الخ یعنے اسکی طرف سے بیج نہین بلکہ فقط کام ہے ۱۲ منہ

صورت مین بیج مالک زمین کیطرف سے ہون تو دو تہائی پیداوار اُسکو ملیگی اور بیل کا اجر المثل اُسی پر واجب ہوگا کیونکہ اُسنے عمل کو تہائی پیداوار پر اجارہ لیا اور یہ جائز ہی مگر بیل کو تہائی پیداوار پر (یعنی عامل کو ۱۲) بالمقصود اجارہ لینا فاسد ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہو تو مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہی اور بیل والیکے ساتھ فاسد ہی اور مالک زمین پر بیل والیکے بیل کا اجر المثل واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر دونون نے باہم یون شرط لگائی کہ جو کچھ اس گوشہ مین پیدا ہو وہ ایک کا ہی اور باقی پیداوار دوسرے کی ہو تو یہ نہین جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر زمین خراجی ہو اور دونون نے یہ شرط لگائی کہ خراج دیکر باقی کو نصفا نصف بانٹ لینگے تو یہ فاسد ہی مگر یہ حکم اُسوقت ہی کہ خراج موظف[1] ہو اور فاسد اسوجہ سے ہی کہ شاید زمین مین فقط اسیقدر پیدا ہو جس سے خراج موظف ادا ہو سکے اور اگر خراج مقاسمہ ہو جیسے تہائی پیداوار یا چوتھائی پیداوار وغیرہ تو جائز ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر دونوںمین سے جس کے بیج ہین اُسکے واسطے یہ شرط لگائی کہ پیداوار مین سے دسوان حصہ جسکے بیج ہین اُسکو دیکر باہم تقسیم کرلینگے تو مزارعت صحیح ہی اسواسطے کہ اس شرط سے پیداوار مین شرکت منقطع نہین ہوتی ہی کیونکہ پیداوار اگرچہ کیسی ہی قلیل ہو اُسکا دسوان حصہ نکل سکتا ہی اور جس کی طرف سے بیج ہین اگر اُسنے چاہا کہ اپنے بیجون کے قدر مجھے پہونچ جاوے پھر باقی مین بٹائی ہو تو اُس کیواسطے یہی حیلہ ہی کہ اپنے واسطے دسوان یا تہائی وغیرہ کوئی حصہ بقدر بیجون کے شرط کرلے اور باقی دونون مین بٹائی پر مشروط رکھے کذا فی النہایہ اور اگر ایسے شخص کیواسطے جسکی طرف سے بیج نہین دیے گئے ہین دسوان حصہ شرط کیا اور باقی باہم دونون مین بٹائی پر مشروط رکھا تو یہ جائز ہی۔ اور اگر یہ زمین عشری ہو اور دونون نے شرط لگائی کہ عشر نکالکر باقی بٹائی پر رہے پس اگر یون کہا کہ اگر یہ زمین کسی کھودی ہوئی نہر سے سینچی گئی تو عشر نکالکر اور اگر چرسہ سے سینچی گئی تو آدھا عشر نکالکر باقی غلہ ہم دونونمین برابر مشترک ہوگا تو یہ جائز ہی پس اگر پیداوار ہوئی تو سلطان وقت عشر یا نصف عشر اپنا حق لے لیگا اور باقی دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا پس اگر سلطان نے ان دونون سے کچھ نہ لیا یا اہل کار سلطان نے ان لوگون سے تھوڑا سا اناج سلطان سے پوشیدہ لے لیا اور سلطان کو اطلاع بھی نہوئی تو عشر جو سلطان کو دینا شرط کیا گیا تھا وہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قول مین بقیاس جائز دانندہ مزارعت کے مالک زمین کو ملیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک وہ بھی دونونمین موافق شرط بٹائی کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ سلطان ہم سے پورا عشر لیگا یا نصف عشر لیگا بہرحال مین تجھ سے اس طرح معاملہ کرتا ہون کہ جو کچھ سلطان لے لے اُسکے لینے کے بعد زمین کی پیداوار مین سے آدھا میرا اور آدھا تیرا ہی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قول کے قیاس پر یہ فاسد ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک

---

[1] موظف وہ خراج جو مقاسمہ نہو یعنے پیداوار کی بٹائی پر نہین ہے بلکہ سو روپیہ یا دو سو روپیہ مثلاً وظیفہ بندھا ہوا ہے ۱۲ منہ

جسطرح دونون نے کہا اسیطرح جائز ہوگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب بارش زیادہ ہوتی ہے تو زمین کو فقط بارش کا پانی کافی ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بارش کم ہونیکی صورت مین چرس سے سینچنے کی ضرورت پڑتی ہے پس سلطان ایسی صورت مین اپنا عشر لینے یا نصف لینے کیواسطے اغلب کا اعتبار کرتا ہے پس دونون نے گویا یہ کہا کہ ہمکو نہین معلوم کہ اس سال بارش کیسی ہوگی اور سلطان ہم سے پیداوار زمین کیا لیگا پس دونون نے اس طریقہ سے باہم معاملہ کیا پھر امام اعظم رح کے نزدیک عشر یا نصف عشر مالک زمین پر واجب تھا ہی پس اس شرط سے دونون نے پیداوار مین سے مالک زمین کیواسطے ایک جزو مجہول یعنے عشر یا نصف عشر شرط کیا اور ایسی جہالت مفسد عقد ہے اور صاحبین رح کے نزدیک عشر یا نصف عشر پیداوار مین سے واجب ہوتا ہے اور پیداوار دونون مین برابر مشترک ہے پس ایسی شرط لگانیکے[۱] معنی گویا یہ ہوئے کہ پوری پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہے اور یہ مفسد عقد نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مزارعت مین دونون نے باہم اسطرح شرط کی کہ جسقدر گیہون پیدا ہون وہ دونون مین برابر مشترک ہون اور جسقدر جو پیدا ہون وہ ہم دونون مین سے خاص[۲] اسکے ہون یا یون شرط لگائی کہ گیہون خاص ایک کے اور جو خاص دوسرے کے ہون اور حالانکہ بیج چاہے جسکی طرف سے ہون تو یہ جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر زمین خراجی ہو اور مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ ہم کو نہین معلوم کہ سلطان اس سال ہم سے خراج موظف لیگا یا خراج مقاسمہ لیگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ بعضی اراضی پر خراج موظف مقرر ہوتا ہے مگر بعضے سال یہ اراضی خراج موظف کو برداشت نہین کر سکتی ہے پس ایسی حالت مین سلطان کو روا نہین ہے کہ خواہ مخواہ خراج موظف وصول کرے بلکہ خراج مقاسمہ لے سکتا ہے اور خراج مقاسمہ آدھی پیداوار تک ہوتا ہے سو مالک یہی کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہین کہ اس سال اراضی کو خراج موظف برداشت کرنے کی طاقت ہوگی کہ سلطان خراج موظف لے لے بنابرین کاشتکار سے کہتا ہے کہ مین تیرے ساتھ اسطور پر معاملہ کرتا ہون کہ اسمین سے حصہ سلطان خواہ خراج موظف ہو یا خراج مقاسمہ ہو دیکر باقی ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگا تو ایسی مزارعت فاسد ہے۔ اور اگر اپنی زمین دو شخصون کو اس شرط سے دیدے کہ دونون اپنے بیج سے اسمین زراعت کرین بدین شرط کہ دونون مین سے ایک کو تہائی پیداوار ملیگی اور دوسرے کو نصف پیداوار ملیگی تو امام رح کے قیاس کے موافق پوری مزارعت فاسد ہے اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی والیکے حق مین جائز ہے اور جسکے واسطے نصف پیداوار مشروط ہے اسکے حق مین فاسد ہے یہ کافی مین ہے اگر عقد مزارعت مین زمین جوتنا مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو مزارعت فاسد ہے اور اگر بیج

[۱] قول شاید خلجان ہو کہ عشر یا نصف عشر نکالنے کے بعد پانی مین اشتراک ہے اور نکالنا دو چیزون مین متردد ہے کہ نصف ہے یا عشر ہے تو باقی مجہول ہوا جواب یہ کہ متردد خاص پیداوار سے متعلق ہے اور کسی شریک کے ساتھ خاص نہین ہے تو وہ بھی کل مین شامل ہے گویا کل دونون مین مشترک ہے ۱۲ [۲] ایک کسی کے واسطے کہا ۱۲ م

مالک کیطرف سے ہوں تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کاشتکار کے ذمہ نہر لگانا اور کاریز میں درست کرنا شرط کیا یہانتک کہ عقد فاسد ہوگیا پس اگر زراعت کے بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی کیونکہ اُسی کے بیجوں سے پیدا ہوئی ہے اور مالک زمین کا اُسپر اپنی زمین کا کرایہ[ا] واجب ہوگا اور کاشتکار کا نہر و کاریز کے درستی کے کام کا اجرالمثل مالک زمین پر واجب ہوگا پس دونوں باہم مقاصہ کرلیں اور جسکا بڑھتی نکلے وہ لے لے۔ اور اگر نہر لگانا عقد مزارعت میں کاشتکار کے ذمہ شرط نہ کیا گیا ہو مگر کاشتکار نے خود ہی نہر لگا دی تو مزارعت جائز ہوگی اور کاشتکار کیواسطے نہر لگانے کی کچھ اجرت واجب نہوگی اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں اور عقد مزارعت میں کاشتکار کے ذمہ نہر لگانا و مناة درست کرنا شرط کیا گیا تو عقد فاسد ہوگا اور تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور عامل کیواسطے مالک زمین پر کار زراعت کا و اصلاح کاریز و نہر دونوں کا اجرالمثل واجب ہوگا۔ اور اگر دونوں نے مالک زمین کے ذمہ نہر لگانا و کاریز درست کر دینا شرط کیا تاکہ زمین میں پانی آوے تو مزارعت دونوں کی شرط کے موافق جائز ہوگی خواہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں یا مالک زمین کیطرف سے ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر عقد مزارعت میں دونوں میں سے کسی کے ذمہ کھاد ڈالنا شرط کیا گیا پس اگر کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو مزارعت فاسد ہوگی چاہے بیج دونوں میں سے کسی کی طرف سے ہوں پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں تو تمام پیداوار اُسی کی ہوگی اور اُسپر زمین کا اجرالمثل واجب ہوگا اور کاشتکار نے جو کھاد زمین میں والی ہے اُسکی قیمت کی بابت مالک زمین پر کاشتکار کو کچھ دینا واجب نہوگا۔ اور اگر بیج مالک کیطرف سے ہوں تو تمام پیداوار اُسی کی ہوگی اور اُسپر کاشتکار کا اجرالمثل و جو کھاد ڈالی ہے اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر کھاد ڈالنا مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں تو مزارعت فاسد ہے اور تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور کاشتکار پر زمین کا اجرالمثل اور کھاد کی قیمت واجب ہوگی اور اگر بیج زمیندار کیطرف سے ہوں تو مزارعت جائز ہوگی اور اگر عقد مزارعت سے علیحدہ[ب] کھاد ڈالنا شرط کیا گیا تو اسکا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور قاضی امام عبدالواحد شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر عقد سے خارج کھاد ڈالنا کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو مزارعت جائز ہوگی چاہے بیج دونوں میں سے کسی کی طرف سے ہوں اور اگر مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر

[ا] قال المترجم کرایہ سے اجرالمثل یعنے جو ایسی زمین کا پوتہ پڑتا ہو وہ مراد ہے ۱۲ منہ [ب] قولہ علیحدہ الخ اصل میں یہ قید مذکور نہیں ہے ولیکن مترجم نے اسواسطے بڑھائی کہ اصل مسئلہ میں یہ قید قطعی ضروری ہے کیونکہ بدون اس کے احکام بدل جائیں گے اور اصل کی عبارت میں یا تو تسامح ہے کیونکہ علماء اکثر ایسا کرتے ہیں تاکہ نا سمجھ کو جرءت نہ ہو یا اصلی نسخہ میں مذکور ہو۔ اور مکاتب کی غلط نویسی سے ساقط ہوگئی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ [ج] یعنی مالک زمین پر واجب ہوگا کہ نہر و کاریز کو درست کردے تاکہ پانی آوے ۱۲ منہ

بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں تو جائز نہیں ہے جیسا کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہونیکی صورت میں مالک زمین کے ذمہ زمین جوتنے کی شرط نہیں جائز ہے اور اگر بیج بھی مالک زمین کیطرف سے ہوں تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہونیکی صورت میں مالک زمین نے یہ شرط کی کہ زمین میں کھاد ڈالے تو بعض نے فرمایا کہ متقدمین کے نزدیک مزارعت فاسد ہے اور متاخرین کے نزدیک مزارعت فاسد نہیں ہوتی ہے اور فتوی متاخرین کے قول پر ہے۔ یہ شیخ خجندی اور عزیز ابن ابی سعید نے فرمایا ہے کذا فی جواہر الاخلاطی۔ ایک شخص نے اپنا باغ انگور یا دین معاملہ یا مزارعت پر کسی شخص کو دیا اور یہ شخص کھاد ڈالنے اور کار پرورست کرنے اور نہر آگار نے اور گڈھے وغیرہ پاٹنے کا التزام کرتا ہے پس اگر یہ امور اُسکے ذمہ شرط کیے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر سکوت کیا تو یہ امور اُسکے ذمہ لازم نہونگے اور اگر اُسنے وعدہ کر لیا تو شاید نہ وفا کرے تو اسکی صورت یہ نکلتی ہے کہ عامل کو تھوڑی سی اجرت پر آگاہ کر کے بدون عقد میں مشروط کرنیکے ان کاموں کیواسطے اجارہ پر لے لے پس یہ صحیح اور اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور عقد بھی فاسد نہوگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اور اگر چرخ و چرس دونوں میں سے ایک کے ذمہ شرط کیا گیا تو مثل بیل[ل] کے شرط کرنے کے ہے اسواسطے کہ چرخ و چرس سینچنے کے آلات میں سے ہے اور سینچنا کاشتکار پر واجب ہے پس اگر چرخ و چرس کاشتکار کے ذمہ مشروط ہو تو یہ جائز ہے خواہ بیج دونوں میں سے کسی کیطرف سے ہوں اور اگر مالک کے ذمہ مشروط ہوں حالانکہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہیں تو فاسد ہے اور اگر بیج مالک کیطرف ہوں تو جائز ہے جیسا کہ بیل کی شرط لگانیکی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر سینچنے کا چوپایہ مع چارا کے ایک کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر چوپایہ مع چارا کے کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو جائز ہے بیج دونوں میں سے چاہے جسکی طرف سے ہوں جیسا کہ بیل کے شرط لگانیکی صورت میں مذکور ہوا ہے۔ اور اگر مالک زمین کے ذمے اسکی شرط لگائی پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں تو فاسد ہے اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں تو جائز ہے جیسا کہ بیل شرط کیے جانیکی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر چوپایہ مع چارا کے مالک کے سوائے کسی شخص غیر کے ذمہ شرط کیا گیا تو یہ فاسد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مالک زمین نے یوں شرط لگائی کہ اگر کاشتکار نے زمین جوت کر زراعت کی تو اسکو تہائی ملیگا اور اگر بغیر جوتے زراعت کی تو چوتھائی ملیگا تو مزارعت جائز ہے پھر جو اصل میں مذکور ہے اسکو جسطرح ابو حفص رحمہ اللہ تعالی نے روایت کیا ہے اُسکے بہ نسبت ابو سلیمان رح کی روایت میں کچھ زیادتی یہ ہے کہ مالک نے کہا کہ اور اگر کاشتکار نے زراعت کی اور دو بار زمین کو جوتا تو اُسکو آدھا ملیگا اور ذکر کیا کہ اگر کاشتکار نے دو بار جوتا اور زراعت کی تو موافق شرط کے پیداوار دونوں میں نصفا نصف ہوگی۔ اور شیخ عیسی بن ابان نے اس پر طعن کیا اور کہا کہ جیسے ذکر کیا ہے کہ اگر اُسنے دو بار جوت کر زراعت کی تو پیداوار موافق شرط کے

ل یعنی بیل مالک کے ذمہ مشروط کیا گیا ۱۲ منہ

دونوںنین برابر تقسیم ہوگی اسکے صحت کی صورت نظر نہین آتی ہے کیونکہ مالک زمین نے اُسکو تین عقدون مین اختیار دیا ہے اور جب وہ ان تینون مین سے کسی عقد کیجانب میل کریگا تو ایسا ہو جائیگا کہ گویا ابتدا سے سواے اسکے اور کوئی عقد نہ تھا اور ظاہر ہے کہ اگر ابتداسے دونون نے یہ شرط لگائی ہوتی کہ دوبارہ گوڑ کر زراعت کرے اور اسکو نصف پیداوار ملیگی تو مزارعت فاسد ہوتی (پس ایساہی اس صورت مین بھی فاسد ہونی چاہیے) اور اسی طرف شیخ ابوالقاسم الصفار بلخی رحمہ نے میل کیا ہے مگر فقیہ ابوبکر بلخی رحمہ نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ نے جو یہ روایت ابو سلیمان ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے اور فقیہ ابوبکر ان دونون صورتون مین فرق کرتے تھے کہ اگر ابتدا سے فقط دوبار جوتنے پر عقد مزارعت قرار دیا تو مزارعت جائز نہین ہے اور اگر دوبار جوت کر زراعت کرنیکے ساتھ اور عقود بھی ہون تو دوبار جوتنے کی شرط سے مزارعت جائز ہے یہ محیط مین ہے اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ دانہ و بھوسا دونون مین نصفا نصف ہو تو جائز ہے اور دانہ و بھوسہ دونوںنین موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ ریع یا زرع یا خارج ہم دونوںنین برابر مشترک ہو تو جائز ہے اور موافق شرط کے سب دونون مشترک ہوگی۔ اور اگر دونون نے اسیطرح شرط کی کہ دانہ فقط ایک کا ہے اور بھوسہ دوسرے کا ہو تو اسمین آٹھ صورتین ہین جنمین سے چھ فاسد ہین اور دو جائز ہین پس فاسدہ صورتون مین ایک یہ ہے کہ دونون نے شرط کی کہ دانہ مالک زمین کا اور بھوسہ کاشتکار کا ہو دوسری یہ کہ بھوسہ مالک زمین کا اور دانہ کاشتکار کا ہو اور تیسری یہ کہ دونون نے شرط کی کہ دانہ مالک زمین کا ہو اور بھوسہ دونوںنین مشترک ہو اور چوتھی یہ کہ دونون نے شرط لگائی کہ دانہ کاشتکار کا اور بھوسہ دونون مین مشترک ہو۔ پانچوین یہ صورت ہے کہ دونون نے یون شرط لگائی کہ دانہ دونون مین مشترک ہو اور بھوسہ مالک زمین کا اور اس صورت مین اگر بھوسہ ایسے شخص کیواسطے شرط کیا جسکی طرف سے بیج ہین تو جائز ہے اور اگر اُسکے واسطے شرط کیا ہے جسکی طرف سے بیج نہین ہین تو جائز نہین ہے اور امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے کہ یہ بالکل نہین جائز ہے اور بعضے مشائخ سے مروی ہے کہ اگر دونون نے اسطرح سے شرط لگائی کہ دانہ دونوںنین مشترک ہو اور بھوسے کے بیان سے سکوت کیا تو عرف و رواج کے موافق بھوسہ بھی دونون مین مشترک ہوگا اور چھٹی صورت یہ ہے کہ دونون نے یہ شرط کی کہ بھوسہ دونوںنین مشترک اور غلہ کے بیان سے سکوت کیا تو جائز نہین ہے پس ان صورتون مین مزارعت صحیح نہین ہے اسواسطے کہ یہ ایسی شرط ہے کہ اصل مقصود کی شرکت کو قطع کرتی ہے بوجہ اسکے کہ احتمال ہے کہ دونون مین سے ایک چیز حاصل ہو دوسری حاصل نہو اور اگر اپنی زمین زراعت کیواسطے دی اور اُسکی کھیتی سا گا ہو گئی تھی اور دونون نے یہ شرط لگائی کہ غلہ دونوںنین برابر مشترک ہو اور بھوسہ مالک زمین کو ملے تو نہین جائز ہے اور اگر دونون نے یہ شرط کی ہو کہ غلہ دونوںنین برابر مشترک ہو اور بھوسے کے بیان سے سکوت کیا ہو تو عقد جائز ہوگا اور بھوسہ مالک زمین کو ملیگا

۵ یہ سب الفاظ یعنی حاصلات پیداوار ہے ۱۲ منہ

اور اگر دونون نے بھوسہ کاشتکار کیواسطے شرط کیا ہو تو فاسد ہے کیونکہ ایسی کھیتی جو ساگا ہو چکی ہے مزارعت پر دینا زمین و بیج مزارعت پر دینے کے مانند ہے اور اس صورت مین اگر بیج والے کیواسطے بھوسہ شرط کیا جاوے تو جائز ہو سکتا ہے اور اگر دوسرے کیواسطے شرط کیا جاوے تو نہین جائز ہوتا ہے (پس ایسا ہی صورت مذکورہ مین بھی ہے) یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر کاشتکار کے ذمہ شرط لگائی کہ کسم بووے اور دونون نے کسم اور کڑا دونون ڈنٹھلیون مین شرکت شرط کر لی تو جائز ہے اور اگر کسم و کڑ دونون نے مشترک ہونیکی شرط کر لی اور ڈنٹھلیان کسی ایک کیواسطے ہونیکی شرط کی پس اگر ڈنٹھلیان اُسکے واسطے مشروط کین جسکی طرف سے بیج ہے تو جائز ہے اور اگر اُسکے واسطے شرط کین جسکی طرف سے بیج نہین ہے تو نہین جائز ہے اور اگر یون شرط کی کہ کسم و کڑا ایک کی ہو اور ڈنٹھلیان دوسرے کی ہون تو نہین جائز ہے اور اگر یون شرط کی کہ کسم ایک کا اور کڑ دوسرے کی ہو تو بھی نہین جائز ہے اسیطرح اگر اپنی زمین دوسرے کو کُٹ بونیکے واسطے دی اور دونون نے شرط کی کہ کٹ ایک کی اور بیج دوسرے کے ہون تو بھی یہی حکم ہے کہ عقد جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے اگر اپنی زمین زراعت کیواسطے دی کہ اسمین گیہون و جو بووے بدین شرط کہ گیہون خاص ایک کے اور جو خاصۃً دوسرے کے ہون تو فاسد ہے اسی طرح ہر شئے جسکی حاصلات مین دو نوع حاصل ہون جنمین سے ہر ایک[2] مقصود ہو سکتی ہے اسمین یہی حکم ہے جیسے بذر کتان و کتان کہ اگر ایک کیواسطے خاصۃً کتان شرط کی اور دوسرے کیواسطے خاصۃً بذر کتان شرط کی تو نہین جائز ہے۔ اور خربزہ و ککڑی کے بیج خاصۃً ایک کیواسطے شرط کرنا بمنزلہ بھوسے کے شرط کرنیکے ہے بخلاف رُطبہ و تخم رطبہ یا کسم و کڑا کہ انمین ایسا نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اصل یہ ہے کہ مالک زمین و کاشتکار دونون نے اگر عقد مزارعت مین شرط فاسد لگائی تو اس شرط کو دیکھنا چاہیے پس اگر ایسی شرط ہو کہ ہر دو متعاقدین مین سے کسی کو اس شرط سے کچھ فائدہ نہین ہے مثلاً دونون نے ایک کے ذمہ شرط لگائی کہ اپنا حصہ پیداوار فروخت نہ کرے یا نہ کھاوے تو مزارعت[3] جائز ہے اور اگر ہر دو متعاقدین مین سے کسی کیواسطے اس شرط مین کوئی فائدہ ہو تو اسکی دو صورتین ہین یعنی اگر یہ شرط صلب عقد مین داخل ہو بدین طور کہ اُسکے واسطے کچھ بدل مقرر ہو کیونکہ[1] عقود معاوضات مین صلب عقد ہیکے مقابلہ مین جبتک بدل نہو تب تک عقد جائز نہین ہوتا ہے پس اگر شرط اسطرح داخل ہو تو ایسی مزارعت شروط فاسدہ ہو گی اور کبھی عود کر کے جائز نہ ہو جاوے گی اگرچہ وہ شخص جسکے واسطے مفاد شرط تھا شرط کو باطل کر دے مثلاً عقد مزارعت

ف۱ واضح ہو کہ عبارت الاصل یہ ہے۔ فان البدل من صلب العقد فی المعاوضات لا یجوز العقد بدونہ یہ عبارت محرف ہے واللہ اعلم اور میرے نزدیک تحقیق وہ ہے جو ترجمہ ہوا اور حاصل یہ کہ جو عقد ایسا ہو کہ طرفین سے مبادلہ ہے تو جبتک صلب عقد اور لباب معاملہ کے مقابلہ مین عوض نہو تو یہ عقد معاوضہ نفس ذات مین نہ رہا پس باطل ہو جائیگا جیسے بیع بغیر ثمن کے بیع نہین ہے بلکہ جب یہ شرط مذکور داخل صلب عقد ہے تو ضرور اسکے مقابلہ مین عوض ہو گا اسی طرح جس شرط کے مقابلہ مین عوض ہو اور وہ عقد مین مشروط ہو تو وہ داخل صلب عقد ہو گی فافہم ۱۲ ف۲ یعنی ہر ایک دانہ بالذات مقصود ہو گی ہے ۱۲

ف۳ اور شرط باطل ہے ۱۲

مین دونون نے ایک کیواسطے نصف پیداوار کے ساتھ بیس درم شرط کیے پھر جسکے واسطے بیس درم شرط کیے گئے تھے اُسنے قبل عمل کے شرط باطل کردی یا مثلاً دونون نے کھیتی کاٹنا اور روندنا دونومین سے ایک کے ذمہ شرط کیا تھا کہ حکم مذکورہ کتاب کے موافق فاسد ہوا پھر جسکے واسطے یہ شرط تھی اُسنے یہ شرط باطل کردی تو عقد مذکور جائز ہوجائے گا۔ اور اگر ایسی شرط صلب عقد مین داخل نہ ہو بلکہ عقد سے مستفاد ہو لیکن اس طور سے کہ اس کے واسطے بدل مین سے کچھ حصہ نہ ہو مثلاً مزارعت مین دونون مین سے ایک کیواسطے خیار مجہول[1] یا میعاد مجہول کی شرط کی پھر جسکے واسطے شرط تھی اُسنے مفسد متقرر ہونے سے پہلے شرط مذکور کو ساقط کردیا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک عقد مزارعت منقلب ہوکر جائز ہوجائیگا اور اگر ایسی شرط دونون کیواسطے مشروط ہو تو تقرر مفسد سے پہلے جب تک دونون اسکے ابطال پر متفق نہ ہون تب تک عقد منقلب ہوکر جائز نہوجائیگا اور فقط ایک کے باطل کرنے سے یہ نہین ہوسکتا ہے کہ منقلب ہوکر جائز ہوجاوے اسلیے کہ شرط مفسد دوسرے کیواسطے باقی رہیگی اور اسقدر فساد عقد کے واسطے کافی ہے اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ ایک شخص اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے تو مزارعت فاسد ہوگی پھر اگر بائع نے یا مشتری نے اس شرط کو باطل کیا تو عقد جائز نہوجائیگا ہان اگر دونون نے متفق ہوکر باطل کردی تو عقد منقلب ہوکر جائز ہوجائیگا اور اگر ایک نے دوسرے پر یہ شرط لگائی کہ پیداوار مین سے اپنا حصہ مجھے ہبہ کردے تو مزارعت فاسد ہوگی پھر اگر موہوب لہ نے قبل عمل کے یہ شرط باطل کردی تو عقد جائز ہوجائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا ہے کہ فقط موہوب لہ کے باطل کرنے سے واجب ہے کہ عقد مزارعت جائز نہوجاوے لیکن اصح وہی ہے جو کتاب مین مذکور ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دی اور بعضے کام کاشتکار پر یا اپنے اوپر شرط کیے تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون پس اسمین تین صورتین ہین یا تو اُسنے کاشتکاری کے بعض کام کاشتکار کے ذمہ شرط کیے اور باقی سے سکوت کیا یا ایسے بعضے کام اپنے اوپر شرط کیے اور باقی سکوت کیا یا بعضے کار مزارعت اپنے اوپر شرط کیے اور بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پس اگر بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کرکے باقی سے سکوت کیا ہو مثلاً زمین جوتنا و زراعت کرنا اُسکے ذمہ شرط کرکے سینچنے کے ذکر سے سکوت کیا تو اسمین چھ صورتین ہین یا تو زمین ایسی ہوگی کہ بدون سینچے اسمین کچھ پیدا نہو یا کچھ پیدا ہو مگر ایسا نہو جیسا ایسی زمین سے پیداوار ہونے کی اُمید ہے اور ان دونون صورتون مین مزارعت فاسد ہوگی اسیطرح اگر اس زمین سے بدون سینچنے کے ایسی کھیتی اُگے جیسی اس زمین سے اُمید ہے لیکن بدون سینچنے کے خشک ہوجاتی ہے تو بھی مزارعت فاسد ہوگی۔ اور اگر اس زمین سے جیسی اُمید ہے ویسی کھیتی اُگے اور بدون سینچنے کے خشک نہو مثلاً یہ زمین ایسے شہر مین واقع ہو جہان بارش کثرت سے ہوتی ہے تو مزارعت جائز ہوگی اسیطرح اگر سینچنے سے

[1] خیار مجہول یعنے یہ نہین بتلایا کہ کس کے واسطے خیار ہے ۱۲ سے جسکے نفع کیواسطے ۱۲

اتنا فائدہ ہو کہ پیداوار جید ہو جاوے تو بھی مزارعت جائز ہو گی اسی طرح اگر یہ معلوم نہو کہ آیا سینچنے سے پیداوار جید ہو گی یا یونہی ہو گی باین طور کہ یہ معلوم نہو کہ بارش زیادہ ہو گی یا کم ہو گی تو بھی یہی حکم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جب مالک زمین نے بعضے کام مثلاً سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کے ذکر سے سکوت کیا تو اُسکا حکم اُسی بنا پر ہے جیسا ہمنے ذکر کیا ہے کہ اگر یقیناً معلوم ہو کہ پیداوار زمین اس سینچنے کی کچھ تاثیر نہین ہے تو مزارعت جائز ہو گی اگرچہ اس مزارعت مین مالک زمین کے ذمہ کار زراعت مشروط ہے اور اسکے ماسوائے سب صورتون مین مزارعت فاسد ہے اور اگر مالک زمین نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کاشتکار پر رکھا تو یہ صورت اور جبکہ سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کے ذکر سے سکوت کیا ہے دونون یکسان ہین۔ تیسری صورت یہ کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور مالک زمین نے بعضے کام کاشتکار کے ذمہ شرط کیے مثلاً تخم ریزی اُسکے ذمہ شرط کی اور مثلاً سینچنے کے ذکر سے سکوت کیا تو مزارعت جائز ہے۔ اور اگر بعضے کام مالک زمین نے اپنے اوپر شرط کیے اور بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کیے تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا حکم کہ مالک زمین کیطرف بیج ہونیکی صورت مین جب مالک زمین نے بعضے کام اپنے اوپر شرط کیے ہین یا بعضے اپنے اوپر اور بعضے کاشتکار پر شرط کیے ہین مذکور ہوا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین اور بیج دوسرے کو دیے اور مزارعت اس شرط سے قرار دی کہ جو بیج تو نے زمین جوت کر بوے اُسمین یہ بٹائی اور جو بغیر جوتے بو دیے اُسمین یہ بٹائی اور اگر جوت کر اور پھر دوبارہ جوت کر بوے اُسمین یہ حساب بٹائی کا ہوگا تو یہ جائز ہے اسیطرح اگر یون کہا کہ اس زمین مین سے جو زمین تو نے جوت کر زراعت کی اسمین یہ بٹائی اور اسمین سے جو زمین بغیر جوتی ہوئی زراعت کی اسمین یہ بٹائی ہو گی تو بھی جائز ہے اور جو کام کاشتکار نے اسمین سے اختیار کیا اُسکو بٹائی مین وہی ملیگا جو اُسکے مقابلہ مین شرط کیا گیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ ثانیہ مین جو حکم مذکور ہے وہ خطا ہے اُسکے صحیح ہونیکی کوئی صورت نہین ہے اور ہرگاہ اُسنے (اس زمین مین سے) کہا تو مزارعت کا فاسد ہونا واجب ہے کیونکہ جب اُسنے (اس زمین مین سے) یہ لفظ کہا تو یہ لفظ تبعیض پر بولا جاتا ہے پس اُسنے یہ شرط لگائی کہ بعض زمین جوت کر بووے اور بعض بغیر جوتی بووے اور یہ بعض ٹکڑا مجہول ہے اُسکی مقدار معلوم نہین پس یہ مزارعت کے فاسد ہونیکا موجب ہوا اور یہ جو ہم نے کہا ہے اسکی صحت کی دلیل چند مسائل ہین جو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاصل مین ذکر فرمائے ہین از انجملہ یہ ہے کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین مین سے جسمین تو نے گیہون کی زراعت کی تو تجھے یہ حصہ بٹائی ملیگا اور اس زمین مین سے جسمین تو نے جو بوئے تو تجھے یہ بٹائی ملے گی۔ اور اس زمین مین سے جسمین تل بوئے تو تجھے یہ بٹائی ملے گی تو ان صورتون مین مزارعت فاسد ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین مین سے جتنی

ف باوجود عدم شرط کے ۱۲ منہ ف یعنی سابق مین جا بجا صریحاً و اشارۃً مذکور ہو چکی ہے ۱۲ منہ ف یعنے قولہ اسیطرح اگر یون کہا ۱۲ منہ

تونے جمادی الاولےٰ مین بوئی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی اور اسمین جتنی تونے جمادی الآخر مین بوئی تو تجھے یہ بٹائی ملے گی تو یہ مزارعت فاسد ہے اور از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین مین سے جتنی تونے بارش کے پانی سے بوکر تیار کی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی اور اسمین سے جتنی تونے چرس و ڈول سے سینچکر تیار کی اسمین تجھے یہ بٹائی ملے گی تو مزارعت فاسد ہے اور شیخ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالے فرماتے تھے کہ جو حکم مسئلہ سابقہ یعنی جوتنے کے مسئلہ مین مذکور ہوا ہے وہ صاحبین رحمہما اللہ تعالے کا قول ہے اور ان مسائل مین جو حکم امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہے یہ بنابر قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے ہے یعنی اگر امام اعظم رح کے نزدیک مزارعت جائز ہوتی تو ایسے مسائل مین یہ حکم دیتے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ کلمہ منہا مین مِن جسکا ترجمہ اسمین سے ہے امام اعظم رح کے نزدیک تبعیض کیواسطے ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صلہ کیواسطے بولا گیا ہے پس صاحبینؒ کے موافق حاصل جواب ان سب مسائل مین یہ نکلا کہ مزارعت جائز ہے جیسا کہ جوتنے کے مسئلہ مین مذکور ہے اور لفظ مِن کو شیخ موصوف نے سب مسائل مین صلہ کیواسطے قرار دیا ہے اور سواے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ ان مسائل مین جو حکم مذکور ہے وہ سبھی صاحبینؒ کا قول ہے اور جوتنے کے مسئلہ مین جو حکم مذکور ہے وہ بھی صاحبینؒ کا قول ہے اور یہ مشائخ لفظ مِن کو سب مسائل مین تبعیض کیواسطے قرار دیتے ہین اسوجہ سے کہ حقیقۃً از روے لغت یہ کلمہ تبعیض کیواسطے ہے اور صلہ کیواسطے آتا ہے مگر مجازاً آتا ہے اور ہمارا کلام اسکے معنی حقیقی مین ہے اور برین تقدیر یہ مسئلہ مین جہالت ضرور ثابت ہوگی لیکن جوتنے کے مسئلہ مین یہ جہالت یعنی مقدار زمین کا مجہول ہونا موجب فساد مزارعت اسوجہ سے نہ ہوگا کہ تاکد[۱] مزارعت کیوقت یہ جہالت زائل ہوگئی اور جب یہ جہالت وقت تاکد مزارعت کے زائل ہوئی تو بمنزلہ اسکے ہوا کہ گویا وقت عقد مزارعت کے زائل تھی مگر جو و گیہون کے مسئلہ مین وقت تاکد عقد مزارعت کے بھی یہ جہالت قائم رہیگی کیونکہ گیہون بویا ہوا ٹکڑا اور جو بویا ہوا ٹکڑا جب معلوم ہوگا کہ جب وہ تخم ریزی کر چکے مگر تخم ریزی کر لینکے وقت جو تاکد عقد کا وقت ہے یہ معلوم نہوگا پس تاکد عقد کیوقت جہالت قائم ہوگی اور یہی صورت جمادی الاولے و جمادی الآخری کے مسئلہ مین ہے اور یہی بات سینچنے کے مسئلہ مین بھی ہے کیونکہ سینچنے سے اسکی مراد وہ سینچنا ہے جو ان لوگون مین معتاد تھا یعنی تخم ریزی کے بعد پانی دینا پس تاکد عقد کیوقت جہالت باقی رہیگی حتی کہ اگر اس سینچنے سے زراعت سے پہلے سینچنا مراد ہو تو مثل جوتنے کے مسئلہ کے اسمین بھی مزارعت صحیح ہوگی کیونکہ تاکد عقد کیوقت جہالت زائل ہوگئی۔ اور اگر عقد مین بعض کے لفظ سے تصریح کر دی ہو مثلاً یون کہا کہ اگر اس زمین مین سے بعض ٹکڑا تو نے جوت کر بویا اسمین تجھے یہ بٹائی ملیگی اور جو بعض ٹکڑا تونے بغیر جوتے اس زمین مین سے بویا اسمین تجھے یہ بٹائی ملے گی پس آیا عقد فاسد ہوگا

[۱] تاکد یعنی جس وقت عقد مزارعت جم کر مضبوط ہوتا ہے اُس وقت مجہول نہین رہا مترجم ۱۲ منہ [۱] یہ ان کے موسم زراعت کے موافق ہے ۱۲

سو اسکو امام محمد رحمہ اللہ تعالے لے کتاب مین نہین ذکر فرمایا اور بقیاس قول امام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالے کے مزارعت فاسد ہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنی زمین اسواسطے دی کہ امسال اسمین اپنے بیجون سے اور اپنی کاشت سے زراعت کرے بدین شرط کہ اگر اُسنے جمادی الاول کی پہلی تاریخ کھیتی بوئی تو تمام پیداوار دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اگر جمادی الثانی کی پہلی تاریخ کھیتی بوئی تو دو تہائی پیداوار مالک زمین کی اور ایک تہائی کاشتکار کی ہوگی تو جس عالم نے مزارعت کو جائز رکھا اُسکے نزدیک بنابر قیاس قول امام اعظم رح کے شرط اول جائز ہی اور شرط دوم فاسد ہی اور امام ابویوسف رح وامام محمد رح کے قول مین دونون شرطین جائز ہین پس بنابر قیاس قول امام اعظم رح کے اگر اُسنے جمادی الاول مین زراعت کی تو پیداوار دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی اور اگر اُسنے جمادی الثانی مین زراعت کی تو پوری پیداوار اُسکی ہوگی جسکی طرف سے بیج ہون پس اگر عامل کیطرف سے ہون تو اُسپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر مالک زمین کیطرف سے ہون تو اُسپر کاشتکار کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک چونکہ دونون شرطین جائز ہین لہذا اگر اُسنے جمادی الثانی مین زراعت کی تو تمام پیداوار دونونمین تین تہائی ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ جو کچھ اُس زمین سے فلان روز بوئے اسکی پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور جو کچھ اس زمین مین سے فلان روز بوئے اُسکی پیداوار ہم دونونمین اسطرح ہوگی کہ دو تہائی مالک کی اور ایک تہائی کاشتکار کی ہوگی تو یہ سب فاسد ہی۔ اور اگر مسئلہ اولی مین کاشتکار نے نصف زمین اول تاریخ جمادی الاول مین بوئی اور نصف زمین اول تاریخ جمادی الثانی مین بوئی تو جسقدر اُسنے وقت اول مین بوئی ہی اسکی پیداوار دونون مین موافق شرط کے نصفا نصف ہوگی اور جسقدر وقت دوم مین بوئی ہی وہ بقیاس قول امام اعظم رح بیجون والے کی ہوگی اور موافق قول صاحبین رح کے دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی بخلاف اسکے جسطرح اُسنے مسئلہ ثانیہ مین کہا ہی کہ جو کچھ اس زمین مین سے تو نے لیے آخرہ کہ اس صورت مین ایسا حکم نہین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ اگر کاشتکار نے کھیتی کو چرس یا دولاب سے سینچا تو کاشتکار کی دو تہائی اور مالک زمین کی ایک تہائی ہوگی اور اگر اُسکو نہر کے پانی یا بارش کے پانی سے بے خرچ سینچا تو پیداوار دونونمین نصفا نصف ہوگی تو یہ مزارعت موافق شرط کے جائز ہے اور یہ حکم امام اعظم رح کے دوسرے قول کے قیاس پر ہی اور امام اعظم رح کے اول قول کے قیاس پر دونون شرطین فاسد ہونگی اور اگر یون کہا کہ جسقدر اس زمین مین سے چرس سے سینچکر تیار کی اُسکی پیداوار مین سے ایک تہائی مالک کی اور دو تہائی کاشتکار کی ہوگی اور اگر اُسکو نہر کے پانی سے سینچا تو پیداوار دونونمین نصفا نصف ہوگی تو یہ مزارعت فاسد ہے۔ (یعنی بالاتفاق فاسد ہی علی قول جمہور المشائخ اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی علی قول الامام ابی بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ علی ماظہر للمترجم) کذا فی المبسوط اگر ایک شخص نے اپنی زمین

سلہ اور صاحبین رح کے نزدیک دونون جائز ہین ۱۲ منہ سلہ چنانچہ مذکور ہوا کہ سب فاسد ہے ۱۲ منہ ۔ ۔ ۔

دوسرے شخص کو اس شرط پر دی کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر اُسنے جَو بوئے تو تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی تو یہ جائز ہے کیونکہ مالک نے اُسکو مزارعت و اجارہ مین مختار کر دیا ہے پس اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی اور اگر جَو بوئے تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اگر زمین اس شرط سے دی کہ اگر کاشتکار نے گیہون بوئے تو دونون مین نصفا نصف ہونگے اور اگر جَو بوئے تو تمام پیداوار مالک کی ہوگی تو یہ عقد گیہون کے حق مین جائز ہے یعنی اگر گیہون بوئے تو دونون مین برابر مشترک ہونگے اور اگر جَو بوئے تو تمام پیداوار کاشتکار[١] کی ہوگی اور کاشتکار پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو زمین کا اجر المثل دیوے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اور ایک کر گیہون اور ایک کر جَو اس شرط سے دیے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور سب مالک کو واپس کرنے واجب ہونگے اور اگر اُسنے جَو بوئے تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار اُسکے سب گیہون اُسکو واپس کریگا تو یہ سب موافق دونون کے شرط کرنیکے جائز ہے اور اگر جَو کی تمام پیداوار کاشتکار کیواسطے مشروط کی ہو تو بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کرے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر جَو بوئے تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اگر تل بوئے تو پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی تو یہ عقد گیہون اور جَو کے حق مین جائز ہے اور تلون کے حق مین فاسد ہے اور اگر اس صورت مین بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو یہ جائز ہے کیونکہ مالک نے اُسکو تین باتون مین مختار کیا کہ چاہے مزارعت کرے یا استعانت کرے یا زمین عاریت قبول کرے اور بیج قرض قبول کرے اور ایسا کرنا اجارۂ[٢] محضہ مین جائز ہے یہ محیط مین ہے ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین دی کہ اس سال اس مین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کرے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر اسمین جَو بوئے تو مالک زمین کے واسطے تہائی ہوگی اور اگر تل بوئے تو چوتھائی مالک زمین کی ہوگی تو یہ عقد موافق دونون کے اشتراط کے جائز ہے اسلیے کہ مالک زمین کے حق مین بیج چھوڑنے کیوقت عقد کا تاکد ہوگا اور اس حالت مین معلوم ہو جائیگا کہ کون بیج بوئے ہین اور اگر بعض ٹکڑے مین جَو بوئے اور بعض مین تل بوئے تو بھی موافق اشتراط کے جائز ہے جس قسم کے بیج مین جو شرط ٹھہرائی ہے اُسی کے موافق رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر تین[٣] برس کیواسطے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین گیہون یا جَو یا تمام بیج خریف کا بویا وہ دونون مین نصفا نصف

١ہ قال المترجم ہم اس صورت مین ہے کہ بیج کاشتکار کے ہون جیسا کہ سیاق سے واضح ہے ورنہ اگر مالک کے بیج ہون گے تو پیداوار مالک کی ہوگی اور مالک پر واجب نہ ہوگا کہ کاشتکار کو اجر المثل ادا کرے ١٢ منہ

٢ہ اجارہ محضہ یعنے جنکا بیان کتاب الاجارت مین گذرا سوا ے خاص اجارہ کے جو مزارعت ہے ١٢ منہ

٣ہ اور کاشتکار پر اجر المثل واجب نہوگا ١٢ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ

تقسیم ہوگا اور اس زمین مین سے جہان درخت لگایا یا انگور لگائے یا خرما کے درخت جمائے وہ دونون مین تین تہائی ہونگے کہ مالک زمین کی ایک تہائی اور عامل کی دو تہائی ہوگی تو یہ عقد موافق اشتراط باہمی کے جائز ہے خواہ اُسنے کل زمین مین دونون قسم مین سے ایک ہی قسم کو لگایا یا بعضی زمین مین زراعت کی اور بعضے مین تاک انگور وغیرہ لگائی سب ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے شخص کو بشرطیکہ اسکے بیجون اور اسکے بیل سے اس شرط پر زراعت کرنیکے واسطے دی کہ بعض ٹکڑے مین گیہون بووے اور بعض ٹکڑے مین جو بووے اور بعض مین تل بووے پس زمین سے جسقدر ٹکڑے مین سے گیہون بوویگا اُسمین آدھے کی بٹائی اور جسقدر ٹکڑے مین جو بوویگا اُسمین مالک کی ایک تہائی اور جسقدر ٹکڑے مین تل بوویگا اُسمین مالک زمین کی دو تہائی ہوگی تو یہ سب فاسد ہے اور جب عقد فاسد ٹھہرا تو پوری پیداوار بیج والے کی ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر اپنی زمین ایک شخص کو اس سال اپنے بیجون و بیل واپنے کام سے بدین قرار داد کہ کارزراعت کیواسطے اپنے مال سے مزدور مقرر کرے مزارعت پر دی تو یہ جائز ہے اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ مالک زمین کے مال سے مزدور مقرر کرے تو یہ مزارعت فاسد ہے کیونکہ مالک زمین کے مزدور کے ساتھ کام کرنا شرط کرنا مثل مالک زمین کے ساتھ کام کرنے کے ہے حالانکہ یہ مفسد مزارعت ہے اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار اپنے مال سے بدین شرط مزدور مقرر کرلے کہ کاشتکار پیداوار مین سے پہلے یہ مال مزدوری واپس نکال لے پھر جو باقی رہے اُسکی وہ دونون مین بٹائی ہو تو یہ بھی فاسد ہے کیونکہ پیداوار مین سے جسقدر کاشتکار کیواسطے واپس نکال لینا شرط کیا وہ ایسا ہے کہ گویا کاشتکار کے واسطے ابتداء مشروط کیا اور چونکہ یہ مقدار معلوم ہے اسواسطے ایسا ہوگیا کہ گویا کاشتکار کیواسطے پیداوار مین سے کچھ قفیز مین معلوم مشروط کردین حالانکہ یہ ناجائز ہے اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار اپنے مال سے مزدورونکی مزدوری دے تو جائز ہے اور اگر مالک زمین کے مال سے مزدورون کی مزدوری شرط کی تو نہین جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ مالک بیج و زمین کا کاشتکار کے ساتھ کام کرنا شرط کیا اسی طرح اگر دونون نے یہ مزدوری کاشتکار کے ذمہ مشروط کی مگر بدین شرط کہ کاشتکار اسقدر مال مزدوری کو پیداوار مین سے واپس لے تو بھی فاسد ہے جیسا کہ کاشتکار کیواسطے پیداوار مین سے اتنی مقدار معلوم شرط کرنا فاسد ہے پس ایسے واقعہ مین عقد مزارعت[۱] فاسد ہوگا اور پوری پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی اور کاشتکار کیواسطے اسکے کام اور اسکے مزدورون کے کام کا اجر المثل واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہے

چوتھا باب۔ مزارعت و معاملت مین مالک زمین و باغ کے خود متولی کار ہوجانے کے بیان مین امام محمد رحمہ نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دی پھر مالک زمین نے کارزراعت خود انجام دیا تو اوسکی دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اسکی بھی دو صورتین

---

[۱] یعنے مقدار شائع نہین ہے ۱۲ [۲] یعنے مقولہ اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون ۱۲

ہین اول یہ کہ کاشتکار کے حکم سے اُسنے کار زراعت انجام دیا اور اسمین تین صورتین ہین ایک یہ کہ کاشتکار نے
مالک زمین سے اپنے کام مین مدد لی اور ایسی صورت مین تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے نصفا نصف
ہوگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہے اُسی صورت مین ہے کہ زراعت کیوقت مالک
زمین نے یہ نہ کہا ہو کہ مین اپنے واسطے اس زمین مین زراعت کرتا ہون اور اگر یہ لفظ کہدیا ہو تو پوری پیداوار
مالک زمین کی ہوگی اور مزارعت ٹوٹ جاوے گی لیکن امام محمد رح نے حکم کو مطلقاً بیان فرمایا ہے اور شیخ الاسلام
نے فرمایا کہ جیسا کہ حکم مطلقاً امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے وہی صحیح ہے دوسری صورت یہ کہ کاشتکار نے کچھ درم
معلومہ پر مالک زمین کو مزدور کیا کہ کار زراعت انجام دے پس ایسی صورت مین اجارہ باطل ہوگا اور مزارعت
اپنے حال پر رہیگی اور تیسری صورت یہ ہے کہ کاشتکار نے مالک زمین کو یہ زمین اپنے حصہ مین سے کچھ بٹائی دینے کی
شرط پر مزارعت کیواسطے دی تو ایسی صورت مین یہ دوسرا عقد مزارعت فاسد ہوگا اور پہلی مزارعت اپنے حال پر رہیگی
پس اُس صورت مین کہ مالک زمین نے بحکم مزارع کار زراعت خود انجام دیا ہو اور اگر بیج مالک کیطرف سے ہون
اور مالک نے بدون حکم کاشتکار خود کار زراعت انجام دیا ہو تو وہ مزارعت کا توڑنیوالا ہو جائیگا اور اگر بیج کاشتکار
کیطرف سے ہون تو ایسی صورت مین کاشتکار کے حکم سے زراعت کرنے اور بلا حکم زراعت کرنے مین ویسا ہی حکم
ہے جیسا کہ پہلی صورت مین مذکور ہوا مگر ایک بات سے فرق ہے وہ یہ ہے کہ اس صورت[۵] مین اگر مالک زمین نے کاشتکار
کے حکم سے یا بلا حکم زراعت کی تو کاشتکار کیواسطے اُسکے بیجون کے مثل بیجون کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے کاشتکار
کے بیج اُسکے پاس سے برباد کیے ہین اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون یا کاشتکار کیطرف سے ہون اور
کاشتکار نے مالک زمین کو حکم دیا کہ اس کام کیواسطے ایک مزدور مقرر کرلے تو تمام پیداوار مالک زمین و کاشتکار
کے درمیان باہمی شرط کے موافق ہوگی اور مزدور کی مزدوری مالک زمین کاشتکار سے واپس لیگا بخلاف اسکے
اگر کاشتکار نے مالک زمین سے استعانت لی اور اُسکو کسی مزدور مقرر کرنے کیواسطے حکم نہ دیا کہ ایسی صورت مین
مالک زمین مزدوری کاشتکار سے واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور جیسا حکم مزارعت مین مذکور ہوا ہے ویسا ہی معاملت
یعنی درختون کو بٹائی دینے کی صورت مین ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنا درخت خرما
آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دیا کہ اُس کی ترائی لگا دے اور اُسکی حفاظت کرے
اور اُسکو سینچے پھر عامل نے مالک درخت سے اس کام مین استعانت لی اور مالک درخت نے یہ کام کردیا تو
پھلون کی حاصلات دونون کی شرط کے موافق دونون مین مشترک ہوگی اور اگر مالک درخت نے بغیر حکم عامل
کے درخت پر قبضہ کرلیا اور یہ کام اپنے آپ انجام دیے تو تمام حاصلات مالک درخت کی ہوگی اور عقد معاملہ ٹوٹ
جائیگا اگرچہ مالک درخت بلا عذر عقد معاملہ توڑنے کا اختیار نہین رکھتا ہے اور اگر مالک درخت خرما نے شگوفہ خرما
برآمد ہونے کے بعد اپنے عامل کی بلا اجازت خود اُسکی پرداخت کی تو پھلون کی حاصلات دونون مین مساوی مشترک

---

۵ یعنی بیج کاشتکار کی طرف سے ہون ۱۲

ہو گی ۔ اور اگر مالک نے شگوفہ برآمد ہونے سے پہلے درخت مذکور کو لے لیا اور اُسکی پرداخت کی پھر مالک سے عامل نے لیکر اُسکی پرداخت کی یہانتک کہ پھل پورے چھوہارے ہوگئے تو یہ سب پھل مالک درخت کے ہونگے اور اگر کسی نے اپنی زمین اور بیج کسی دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دیئے پھر کاشتکار نے زمین پر قبضہ کر نیکے بعد مالک زمین کو مزارعت پر اس شرط سے دی کہ پیداوار میں سے ایک تہائی کاشتکار کی اور دو تہائی مالک زمین کی ہو گی تو دوسری مزارعت فاسد ہے اور جو کچھ پیداوار ہو گی وہ دونوں میں نصفا نصف[له] ہو گی یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص کو اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر دی اور بیج کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پھر جب کاشتکار نے اُسمین کھیتی بوئی اور سینچی اور وہ اُگی تو اُسکے بعد کاشتکار کی بلا اجازت مالک زمین آپ خود اور اپنے مزدوروں کو لیکر اُسکی پرداخت کرنے لگا اور اُسکو سینچا یہانتک کہ کھیتی تیار ہو کر کاٹی گئی تو تمام پیداوار مالک و کاشتکار کے درمیان موافق باہمی شرط کے مشترک ہو گی ۔ اور اگر کاشتکار نے تخم ریزی کر دی مگر ہنوز اُسنے پانی نہ دیا اور نہ کھیتی اُگی تھی کہ مالک زمین نے کاشتکار کی بلا اجازت اُگنے سے پہلے اُسکو سینچا تو بدلیل قیاس تمام پیداوار مالک زمین کی ہونی چاہیے کیونکہ بیج اُگنے سے پہلے درحقیقت زمین کے اندر رکھا ہوتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بہ تکلیف اُسکو مٹی سے صاف کر سکتے ہیں پس اُسکا زمین کے اندر ہونا مانند زمین کے اوپر ہونیکے ہوا اور زمین کے اوپر سے اگر مالک زمین بیج لیکر بووے اور سینچے یہانتک کہ بیج جم آوے تو مزارعت کا توڑنیوالا ٹھہرایا جاتا ہے پس ایسا ہی زمین کے اندر بیج ہونیکی صورت میں بھی حکم ہونا چاہیے لیکن بدلیل استحسان یہ حکم ہے کہ تمام پیداوار دونوں میں موافق شرط مزارعت کے مشترک ہو گی کیونکہ ایسی حالت میں مالک زمین کا سینچنا دلالۃً کاشتکار کی اجازت سے ہوا ہے ۔ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ کاشتکار نے تخم ریزی کی اور مالک نے بدون اُسکی اجازت کے پانی دیا اور اگر کاشتکار کی بلا اجازت مالک نے تخم ریزی کر دی اور ہنوز اُگی نہ تھی کہ پھر کاشتکار نے اُسکو سینچا اور تمام اُسکی پرداخت کی یہانتک کہ کھیتی تیار ہو کر کاٹی گئی تو ذکر فرمایا کہ تمام پیداوار دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہو گی اور اس صورت میں قیاس و استحسان کو ذکر نہ فرمایا ۔ اور اگر بیج زمین کے اوپر رکھے ہوں اور مالک نے آکر یہ بیج لے کر خود زراعت کر دی اور کاشتکار سے اجازت نہیں لی تو مزارعت کا توڑنیوالا ہو گا اور اگر کاشتکار نے آکر مالک کی بلا اجازت تخم ریزی کی اور سینچا تو پیداوار دونوں میں موافق شرط باہمی کے قیاساً و استحساناً مشترک ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے ۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین اور بیج دوسرے شخص کو امسال مزارعت کیواسطے بدین شرط دی کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ ہم دونوں میں نصفا نصف ہو گی اور کاشتکار نے اُسمین تخم ریزی کر کے پانی دیا یہانتک کہ کھیتی اُگی پھر بغیر اجازت کاشتکار کے مالک زمین نے خود مع اپنے مزدوروں کے اُسکی پرداخت کی اور اُسکو سینچا یہانتک کہ کھیتی تیار[له] ہو کر کاٹی گئی تو تمام پیداوار دونوں میں

له واضح ہو کہ اتحاد لایق درد شدن کشت بر سبیل مسامحہ ترجمہ آن چنین کنندہ است و مفاد آن ظاہر است ۱۲ منہ

له یعنی پہلی بٹائی کے موافق ۱۲ منہ

نصفا نصف ہو گی اور مالک زمین اپنے کام مین متطوع قرار دیا جائیگا۔ اور اگر مالک زمین نے جو کام خود کر دیا ہے اسکے واسطے کوئی مزدور مقرر کر کے اس سے یہ کام کروایا ہو (یعنے احسان کیا ہو) تو اسکے مزدور کا کام کرنا مثل اسکے کام کرنیکے ہے اور مزدور کی مزدوری مالک کے ذمہ ہو گی کیونکہ اُسنے خود ہی مزدور مقرر کیا ہے اور اگر کاشتکار نے تخم ریزی کی اور ہنوز کھیتی اُگی نہین اور نہ کاشتکار نے اُسمین پانی دیا تھا کہ اُگنے سے پہلے اسکے مالک نے سینچا اور اُگی اور برابر اُسکی پرداخت کرتا رہا یہانتک کہ تیار ہو کر کاٹی گئی تو استحساناً تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہو گی اور مالک زمین اس کام مین متبرع قرار دیا جائیگا اور قیاساً یون ہونا چاہیے کہ تمام پیداوار مالک زمین کی ہو گی کیونکہ اُگنے سے پہلے جو بیج کے گیہون زمین کے اندر ہین وہ ایسے ہین کہ گویا زمین کے باہر بورون مین بھرے ہین مگر فتوے اس مسئلہ مین حکم استحسان کے موافق ہے کیونکہ زمین مین بیج ڈالنا اُگنے کا سبب ہوتا ہے اور اسیوجہ سے قصداً مزارعت فسخ کرنیکا اختیار نہین رکھتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مالک زمین نے تخم ریزی کی اور پانی نہ دیا اور ہنوز کھیتی اُگی نہ تھی کہ کاشتکار نے اسکو پانی دیا اور برابر اُسکی پرداخت کرتا رہا یہانتک کہ تیار ہو کر کاٹی گئی تو موافق شرط کے تمام پیداوار دونون مین مشترک ہو گی اور اگر مالک زمین نے اسکو لیکر زمین مین تخم ریزی کر دی اور سینچا اور کھیتی اُگی پھر کاشتکار اسکو پانی دیتا رہا اور پرداخت کرتا رہا یہانتک کہ کھیتی تیار ہو کر کاٹی گئی تو تمام پیداوار مالک کی ہو گی اور کاشتکار اپنے کام مین متطوع قرار دیا جائیگا اور اُسکے واسطے کچھ اُجرت نہو گی کذا فی المبسوط۔

پانچوان باب۔ کاشتکار کا کسی غیر کو مزارعت پر دینے کے بیان مین اگر کاشتکار نے چاہا کہ زمین کسی دوسرے شخص کو مزارعت پر دیدے پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون تو کاشتکار کو یہ اختیار نہو گا کہ زمین دوسرے شخص کو مزارعت پر دیدے لیکن اگر مالک زمین نے اسکو صریحاً اس بات کی اجازت دی ہو یا دلالۃً اجازت دی ہو مثلاً یون کہا کہ اس کام مین تو اپنی رائے پر عمل کر تو ایسا کر سکتا ہے۔ اور کاشتکار کو اختیار ہو گا کہ کار زراعت انجام دینے کیواسطے اپنے مال سے مزدور مقرر کرے بشرطیکہ مالک زمین نے یہ شرط نہ کی ہو کہ کاشتکار خود ہی کار زراعت کرے اور اگر کاشتکار نے کسی غیر کو آدھے کی بٹائی پر زمین مزارعت کیواسطے دیدی حالانکہ مالک زمین نے اسکو صریحاً یا دلالۃً کسی طرح اسکو اس کام کی اجازت نہ دی تھی تو مذکور ہے کہ کاشتکار اول و کاشتکار ثانی کے درمیان مزارعت جائز ہو گی اور مالک زمین کو کچھ نہ ملے گا اور مالک زمین و بیج کو اختیار ہو گا کہ اپنے بیج دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے پس اگر اُسنے کاشتکار اول سے تاوان لیا تو وہ دوسرے کاشتکار سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اسنے دوسرے سے تاوان لیا تو وہ پہلے کاشتکار سے واپس لے گا اور اگر زمین مذکور مین نقصان آگیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اور آخر قول پر امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکا نقصان دوسرے کاشتکار پر ہو گا اور کاشتکار اول پر نہو گا یہ ذخیرہ مین ہے۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ جسقدر کاشتکار اول کے حصہ مین آیا ہے یعنی نصف پیداوار اُسمین سے کاشتکار اول کو صرف اُسی قدر حلال ہو گا جسقدر اُسنے مالک زمین کو تاوان دیا ہے۔ اور زیادتی

کو صدقہ کر دے کیونکہ اُسنے یہ زیادتی زمین منصوبہ سے حاصل کی ہے اور جسقدر دوسرے کاشتکار کے حصہ میں آیا اسکی بابت مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ سب اُسکو حلال ہے اور اگر مالک زمین و بیج نے کاشتکار کو صریحاً یا دلالۃً اس بات کی اجازت دیدی ہو مثلاً کہدیا ہو کہ اسمین اپنی رائے سے کام کر اور مالک زمین نے اُسکے ساتھ آدھی بٹائی کی شرط کی تھی پھر کاشتکار اول نے دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدی تو دوسری مزارعت جائز ہوگی اور زمین میں جو کچھ پیداوار ہوگی اُسمین سے نصف مالک زمین کی اور نصف دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور پہلا کاشتکار درمیان سے نکل جائیگا۔ اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے سے یہ شرط کی ہو کہ آدھی پیداوار تو مالک زمین کی ہوگی اور آدھی ہم دونوں میں تین تہائی یا آدھوں آدھ ہوگی تو یہ بھی جائز ہے۔ اور تمام پیداوار ان سب میں موافق شرط کے تقسیم ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنی زمین اور بیج اس شرط سے دیدے کہ اس سال اُسمین آدھے کی بٹائی پر زراعت کرے اور یہ نہ کہا کہ اُسمین اپنی رائے سے کام کرے پھر کاشتکار نے دوسرے کاشتکار کو یہ زمین اس شرط سے دی کہ اس سال انھیں بیجون سے اسمین بدین شرط زراعت کرے کہ دوسرے کی پیداوار میں سے ایک تہائی ہوگی اور اول کی دو تہائی ہوگی پس دوسرے نے اس شرط سے زراعت کی تو تمام پیداوار دونوں میں اُس شرط کے موافق جو ان دونوں کے باہمی عقد میں ٹھہری ہے تقسیم ہوگی اور پہلا کاشتکار بغیر رضامندی مالک زمین کے دوسرے کاشتکار کو پیداوار میں شریک کرنیکی وجہ سے خلاف کرنیوالا ہو گیا پس مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ دونوں سے جس سے چاہے اپنے بیجون کا تاوان لے اور اسیطرح قول امام محمد رح اور اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق نقصان زمین کا تاوان بھی دونوں میں سے جس سے چاہے لے پس اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو یہ سب تاوان کاشتکار اول سے واپس لیگا اور اگر اُسنے اول سے تاوان لیا تو وہ دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ اور آخر قول امام ابو یوسف رح کے موافق نقصان زمین کا تاوان فقط دوسرے کاشتکار سے لے سکتا ہے پھر دوسرا اُسکو اول سے واپس لیگا پھر کاشتکار اول اپنے حصہ پیداوار میں سے جسقدر اُسنے بیجون کی ضمان دی اور تاوان دیا ہے نکال لیگا اور باقی کو صدقہ کر دیگا اور دوسرا کاشتکار اپنے حصہ میں سے کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر مالک زمین نے کاشتکار اول سے یہ کہا ہو کہ اسمین اپنی رائے سے عمل کر اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو دوسرے کاشتکار کو تہائی پیداوار ملیگی اسوجہ سے کہ کاشتکار اول نے عقد صحیح کے ساتھ اُسکے واسطے تہائی پیداوار شرط کر دی پس یہ پیداوار خاصتہً اُسی کے حصہ میں سے رکھی جائیگی پس یہ پیداوار کاشتکار اول کے حصہ کی دو تہائی ہوئی اور مالک زمین نصف پیداوار کا مستحق ہوگا جیسا کہ اُسنے اپنے واسطے شرط کر لی تھی اور کاشتکار اول کے حصہ میں سے باقی ایک تہائی حصہ یعنے تمام پیداوار کا چھٹا حصہ وہ اس کاشتکار اول کو ملیگا کہ اُسنے کار زراعت کے انجام دہی کی ضمانت کر لی تھی اور اگر اسطرح واقع ہوا کہ مالک زمین نے بیج اور زمین اس شرط پر کاشتکار کو دیدے کہ اس سال اُسمین زراعت کرے سو جو کچھ اسمین اللہ تعالےٰ روزی کرے وہ ہم دونوں میں

نصفا نصف ہوگا اور اگر کہدیا کہ اس بات مین اپنی راے پر عمل کرے پھر کاشتکار نے اُسکو کسی دوسرے[1] کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیا تو جائز ہی اور تمام پیداوار مین سے نصف اس دوسرے کو ملیگی اور باقی نصف پیداوار مالک زمین اور کاشتکار اول کے درمیان نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ اس صورت مین مالک نے اپنے واسطے تمام پیداوار کا نصف شرط نہین کیا بلکہ فقط یہ شرط کی ہی کہ کاشتکار اول کو جو کچھ خدا تعالے روزی کرے اُسکا نصف میرا ہوگا پس یہ پیداوار کاشتکار دوم کا حصہ نکال کر جو باقی رہے وہ ہی پس وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور صورت سابقہ مین یہ تھا کہ مالک زمین نے اپنے واسطے تمام پیداوار کا نصف شرط کر لیا تھا پس کاشتکار اول کا دوسرے کے ساتھ عقد مزارعت کرنے سے مالک کا حق کم نہوگا اسی طرح اگر مالک زمین نے کاشتکار سے یون شرط کیا ہو کہ اسمین جو کچھ پیداوار تجھے اللہ تعالے دے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی یا جو کچھ اسکی پیداوار مین سے تیرے ہاتھ آوے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ قول اور قول مذکور کو جو کچھ اسمین اللہ تعالے روزی کرے دونون یکسان ہین اور اگر مالک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اسمین اپنی راے پر عمل کر اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دوسرے کاشتکار کے زراعت کرنیکے وقت کاشتکار اول خلاف کرنے والا اور ضامن ہوجائیگا اور تمام پیداوار دونون کاشتکارون مین نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین کو اُسمین سے کچھ نہ ملے گا اور مالک زمین اپنا بیج دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے اور نقصان زمین کے تاوان لینے مین خلاف ہی جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہی۔ اور اگر دوسرے نے ہنوز زراعت نہ کی ہو کہ اُسکے پاس بیج تلف ہو گئے یا زمین غرق ہو گئی اور فاسد ہوگئی اور اُسمین ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس سے زمین مین نقصان آگیا تو اس سے ان دونون مین سے کسی پر تاوان لازم نہوگا اس لیے کہ پہلا کاشتکار زمین بیج دوسرے کاشتکار کو فقط دیدینے سے ضامن نہین ہوجاتا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسنے زمین و بیج کسی دوسرے شخص کو دیکر اس سے کار زراعت مین استعانت چاہی یا اُسکو کار زراعت کیواسطے اجیر مقرر کیا تو مخالف نہین ہوتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے کاشتکار سے استعانت لی ہو تو تمام پیداوار کاشتکار اول اور مالک زمین کے درمیان مشترک ہوگی اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے کو یہ زمین عاریت دیدی تاکہ اپنے واسطے اسمین زراعت کر لے تو عاریت دینا جائز ہی اور جب مستعیر اُسمین زراعت کریگا تو تمام پیداوار اُسی کو دیجائیگی اور پہلا کاشتکار تمام زمین کا اجر المثل اُسکے مالک کو تاوان دیگا کیونکہ اُسنے آدھی[2] پیداوار دینے پر مالک زمین سے زمین اجارہ پر لی تھی حالانکہ مالک زمین کو پیداوار زمین سے کچھ نہ دیا اور اس صورت مین اور اس دوسری صورت مین کہ کاشتکار نے زمین کسی کو عاریت نہ دی اور نہ خود زراعت کی یا عاریت دی مگر مستعیر نے اُسمین زراعت نہ کی ان دونون مین فرق ہی کہ اس صورت ثانیہ مین کاشتکار پر مالک زمین کیواسطے زمین کے اجر المثل مین سے

[1] دوسرے الخ کیونکہ راے پر عمل کرنے مین یہ اجازت بھی شامل ہی فافہم ۱۲ [2] اقول یہ اسی صورت مین ہی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہو لن ۱۲

کچھ واجب نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو زمین دی کہ اس سال اسمیں اپنے بیجوں سے بدین شرط زراعت کرے کہ تمام پیداوار ہم دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور کہدیا کہ اسمیں اپنی رائے سے کام کرے یا یہ نہ کہا پھر کاشتکار نے یہ زمین اور اسکے ساتھ بیج بھی کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیے تو یہ جائز ہے پھر جب پیداوار حاصل ہوئی تو اسمیں سے آدھی دوسرے کاشتکار کی اسکے کام کے مقابلہ میں ہوگی جیسے کہ کاشتکار اول یعنے بیجوں کے مالک نے شرط کردی تھی اور آدھی مالک زمین کے منافع میں ہوگی جیسے کہ بیجوں کے مالک یعنے کاشتکار اول نے شرط کردی تھی اور کاشتکار اول کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر دوسرے کاشتکار کیواسطے دونوں مسئلوں میں تہائی پیداوار کی شرط کی ہو تو جائز ہے اور دوسرے کو ایک تہائی اور مالک زمین کو آدھی ملیگی اور چھٹا حصہ کاشتکار اول کا ہوگا اور اس کو حلال ہوگا۔ اور اگر کاشتکار اول کو اس شرط سے زمین دی کہ اسمیں اپنے بیجوں سے آدھے کی بٹائی پر زراعت کرے پھر کاشتکار اول نے دوسرے کو اس شرط سے کہ اسمیں اپنے بیجوں سے اس شرط سے زراعت کرے کہ دو تہائی پیداوار دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور ایک تہائی کاشتکار اول کی ہوگی اور اُسنے اسی شرط سے زراعت کی تو پیداوار میں سے دو تہائی دوسرے کاشتکار کی ہوگی اسواسطے کہ جو کچھ پیدا ہوا ہے وہ اسکے بیجوں سے پیدا ہوا ہے پس اُسکے بیجوں کی پیداوار میں سے کوئی غیر کچھ نہیں لے سکتا ہے الا شرط کے ساتھ اور شرط میں اُسنے فقط تہائی پیداوار کاشتکار اول کیواسطے مشروط کی ہے۔ پھر یہ تہائی پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین کا کاشتکار اول پر تہائی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر بیج کاشتکار اول کیطرف سے ہوں تو دو تہائی پیداوار دوسرے کاشتکار کی ہوگی جیسے کہ کاشتکار اول نے شرط کی ہے اور تہائی پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین کا کاشتکار اول پر اپنی تہائی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المبسوط فی باب تولیۃ المزارع ومشارکتہ والبذر من قبلہ اور اگر کسی شخص کو اپنی زمین اور بیج بدین شرط مزارعت پر دی کہ پیداوار میں سے بیس قفیز کاشتکار کی اور باقی پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار سے یہ کہا یا کہ اسمیں اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا پھر کاشتکار نے یہ زمین اور بیج کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیے اور اُسنے زراعت کی تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور دوسرے کاشتکار کا اپنے کام کا اجر المثل پہلے کاشتکار پر اور پہلے کاشتکار کا اپنے اس کام کا اجر المثل مالک زمین پر واجب ہوگا اسیطرح اگر اس زمین میں کچھ نہ پیدا ہوا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کسی کاشتکار کو اپنی زمین اور بیج آدھے کی بٹائی پر دیے اور کہا کہ اسمیں اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا پھر کاشتکار نے دوسرے کاشتکار کو اس شرط سے کہ اُسکو پیداوار میں سے بیس قفیز ملینگے مزارعت پر دی تو اول و ثانی کے درمیان مزارعت فاسد ہے اور دوسرے کا اول پر اپنے کام کا اجر المثل واجب ہوگا اور تمام پیداوار کاشتکار اول اور مالک زمین کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر کاشتکار کو زمین اس شرط سے دی کہ اپنے کام اور اپنے بیجوں سے بدین شرط مزارعت کرے کہ بیس قفیز پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور باقی کاشتکار کی ہوگی یا بیس قفیز کاشتکار

اور باقی مالک زمین کی ہوگی پھر کاشتکار نے یہ زمین دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدی اور بیج کاشتکار
اول کیطرف سے ٹھہرے یا کاشتکار دوم کی طرف سے ٹھہرے پس دوسرے کاشتکار نے زراعت کی تو
تمام پیداوار دونوں کاشتکاروں میں نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین کیواسطے اُسکی زمین کا اجر المثل کاشتکار اول
پر واجب ہوگا اور اگر دونوں کاشتکاروں کی عقد مزارعت واقع ہوجانیکے بعد قبل اسکے کہ کاشتکار دوم بیج کی
زراعت شروع کرے مالک زمین نے چاہا کہ اپنی زمین لے لے اور جو عقد مزارعت دونوں میں ہوا ہے اسکو توڑدے
تو اسکو ایسا اختیار ہے پس اگر عقد دوم میں بیج کاشتکار دوم کیطرف سے ہو تو اُسکے اور کاشتکار دوم کے درمیان
نقض عقد ہوگا کیونکہ عقد اول بسبب فاسد ہونیکے مستحق نقض تھا اور اگر بیج کاشتکار اول کیطرف سے ہو تو کاشتکار
اول کا دوسرے کاشتکار کو کار زراعت کیواسطے اجارہ لینا توڑا جائیگا یہ بھی بسبب اسکے کہ عقد اول فاسد تھا اور
اگر دوسرے کاشتکار نے کار زراعت شروع کردیا ہو یعنے بیج بودیا ہو تو مالک زمین کو زمین لینے کا اختیار نہوگا
یہانتک کہ کھیتی کاٹی جاوے۔ اور اگر مالک زمین نے کاشتکار اول کو آدھے کی بٹائی پر زمین دیدی اور کہا کہ تمین
اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا ہو پھر کاشتکار اول نے کاشتکار دوم کو زمین اور اسکے ساتھ بیج بھی بعوض[1]
قفیز پیداوار پر مزارعت کیواسطے دی تو دوسرا عقد فاسد ہوگا اور دوسرے کاشتکار کا اجر المثل کاشتکار اول پر
واجب ہوگا اور تمام پیداوار کاشتکار اول و مالک زمین کے درمیان نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر اس صورت میں
بیج دوسرے کاشتکار کیطرف سے ہو تو تمام پیداوار اُسی کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ اول کاشتکار کو زمین
کا اجر المثل دے اور کاشتکار اول پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دے کذا فی المبسوط فی باب
مشارکۃ العامل مع الآخر۔ مالک زمین مثلاً زید نے اپنی زمین کاشتکار مثلاً عمرو نامی کو اسواسطے دی کہ ہم دونوں کے
بیجوں سے زراعت کرے اور بیل عمرو کی طرف سے ٹھہرے بدین شرط کہ جو کچھ پیدا ہو وہ ہم دونوں میں
نصفا نصف ہوگا پھر عمرو نے اپنے حصہ میں ایک شخص خالد کو شریک کرلیا جنے اُسکے ساتھ کار زراعت انجام
دیا تو مزارعت اور شرکت دونوں فاسد ہیں اور تمام کھیتی زید و عمرو کے درمیان دونوں کے بیجوں کی مقدار
کے حساب سے مشترک ہوگی اور زید کا آدھی زمین کا اجر المثل عمرو پر واجب ہوگا اور خالد کا اپنے کام کا اجر المثل
بھی عمرو پر واجب ہوگا کیونکہ اُسنے بطور اجارہ فاسدہ کے کام کیا ہے اور عمرو کا اپنے کام کا اجر المثل زید پر واجب
نہوگا کیونکہ اُسنے ایسی چیز میں کام کیا ہے جسمیں وہ شریک تھا پس شرکت کیوجہ سے مستحق اجرت نہوگا اور عمرو
پر لازم ہوگا کہ اپنے خرچہ اور بیجوں کی مقدار اور تاوان کی مقدار حاصلات میں سے نکالکر جو کچھ بڑھے اُس کو
صدقہ کردے کیونکہ یہ زیادتی اُسکو غیر شخص کی زمین سے اجارہ فاسدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے یہ فتاوے
کبرے میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو اس شرط سے دی کہ اپنے بیجوں اور بیل سے اس
دوسرے شخص کے ساتھ زراعت کرے بدین شرط کہ جو کچھ اسمیں پیداوار ہوگی وہ تین تہائی اسطرح ہوگی کہ ایک

[1] یہ اجر المثل کے واجب ہونے کی دلیل ہے ۱۲ منہ

تہائی مالک زمین کی اور ایک تہائی بیجون اور بیل والے کی اور ایک تہائی دوسرے شخص کارگزار کی ہوگی پس یہ مزارعت مالک زمین اور پہلے کاشتکار کے حق مین صحیح ہے اور عامل کارگزار کے حق مین فاسد ہے پس پیداوار مین سے ایک تہائی مالک زمین کی ہوگی اور دو تہائی کاشتکار اول کی ہوگی اور دوسرے[۱] کاشتکار کا اجر المثل واجب ہوگا حالانکہ اس صورت مین یہ واجب تھا کہ مزارعت سب کے حق مین فاسد ہوجاوے کیونکہ بیجون کے مالک یعنی کاشتکار اول نے زمین کا اجارہ لینا اور عامل یعنی کار زراعت انجام دینے والے کا اجارہ لینا ایک مین جمع کرلیا ہے اور اس مسئلہ مین اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون تو مزارعت سب کے حق مین صحیح ہوگی اور تمام پیداوار ان سب مین موافق شرط کے مشترک ہوگی کذا فی البدائع

چھٹا باب ایسی مزارعت کے بیان مین جسمین معاملہ[۲] مشروط ہو۔ اگر مزارعت مین معاملہ مشروط ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو مزارعت اور معاملت دونون فاسد ہونگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو مزارعت اور معاملت دونون جائز ہونگی اور اگر مزارعت مین معاملہ مشروط نہو بلکہ بطور عطف بیان کیا گیا ہو تو مزارعت جائز ہے خواہ بیج دونون مین سے کسی کیطرف سے ہون۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین مزروعہ جس مین درختان خرما ہین دوسرے شخص کو اس شرط سے دی کہ اسکو اپنے بیجون سے زراعت اور درختون مین کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اس مین حاصلات ہوگی وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور چند سال معلومہ کے واسطے یہ عقد مشروط قرار دیا تو یہ عقد فاسد ہے اس واسطے کہ زمین کے حق مین کاشتکار اس زمین کو نصف پیداوار پر اس شرط سے اجارہ لینے والا ہے کہ اپنے بیجون اور اپنے کام سے زراعت کرے اور درختون کے حق مین درختون کا مالک کاشتکار کو آدھی حاصلات پر اجارہ لینے والا ہے پس یہ دونون عقد بوجہ اس کے کہ ہر ایک مین معقود علیہ مختلف ہے باہم مختلف ہوئے حالانکہ ایک عقد دوسرے مین مشروط ہے اور یہ امر مفسد عقد ہے کذا فی المحیط پھر جو کچھ حاصلات ہوگی اُس مین زمین کی تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی اور اُس پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دے اور بیجون کی مقدار اور تاوان کو پیداوار مین سے نکال کر جسقدر بڑھے اُسکو صدقہ کردے کیونکہ یہ زیادتی اُسنے غیر شخص کی زمین سے بذریعہ عقد فاسد حاصل کی ہے اور درختون کی پوری حاصلات درختونکے مالک کی ہوگی اور سب حاصلات اُسکے واسطے پاک و حلال ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ عامل کو اُسکے کام[۳] کا اجر المثل دے اور اگر درختون کی حاصلات کی بابت دونون مین تہائی دو تہائی کی شرط ٹھہری ہو یا کھیتی کی بابت تہائی دو تہائی کی شرط ٹھہری ہو تو بھی حکم یہی ہوگا۔ اور اگر زراعت کے حق بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو عقد مذکور جائز ہوگا کیونکہ اس صورت مین مالک مین

[۱] یعنی کاشتکار اول کے ذمے واجب ہوگا ۱۲ منہ [۲] معاملہ یعنی درختون کا بٹائی پر دینا ۱۲ منہ [۳] یعنی درختون مین جو اس نے محنت کی ہے ۱۲ منہ ہ جو مذکور ہوا ہے ۱۲

درختان نے کاشتکار کو اس غرض سے اجارہ لیا کہ میری زمین و درختون کا کام انجام دے پس عقد دونون مین واحد ہوگا بدین وجہ کہ معقود[1] علیہ واحد ہی یعنے کاشتکار کی ذات سے منفعت حاصل کرنا۔ اسی طرح اگر مالک نے کاشتکار سے شرط کر لی کہ درختون کے پھلونمین سے نو دسوین[2] حصے پر اور زراعت مین سے نصف پر بٹائی ہوگی تو بھی جائز ہی اسواسطے کہ تخم مشروط کی مقدار مختلف ہونے سے عقد مختلف نہین ہوتا ہی بلکہ معقود علیہ مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہی۔ اور اگر اپنی زمین و باغ انگور اسی طور سے شرط کر کے دوسرے شخص کو دیا تو اسکا حکم بھی ویسا ہی ہوگا جیسا کہ درختان خرما کی صورت مین مذکور ہوا ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین مزروعہ جسمین درختان خرما ہین دوسرے شخص کو دی اور کہا کہ مین تجھے یہ زمین دیتا ہون کہ تو اپنے بیجون اور اپنے کام سے اسمین زراعت کر بدین شرط کہ جو کچھ اسمین پیداوار ہوگی وہ ہم دونونمین نصفا نصف ہوگی اور مین تجھے یہ درخت معاملت پر اس شرط سے دیتا ہون کہ تو ان درختون کو سینچا کر اور نر مادی لگا اور جو کچھ اس مین سے حاصلات ہوگی وہ ہم دونونمین نصفا نصف ہوگی یا تجھے تہائی ملے گی اور مجھے دو تہائی اور اس عقد کیواسطے چند سال معلومہ کا بٹہ دیدیا تو یہ جائز ہی کیونکہ اس صورت مین اُسنے ایک عقد کو دوسرے مین مشروط نہین کیا ہی بلکہ معطوف کیا ہی اسی طرح اگر اپنی زمین اور باغ انگور دوسرے شخص کو دیا اور کہا کہ تو اس زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر اور اس باغ انگور کا جو کام ہی اسکو انجام دے کہ اسکو پیراستہ کر اور پانی دیا کر تو یہ عقد صحیح ہی کیونکہ اُسنے ایک عقد کو دوسرے مین مشروط نہین کیا ہی کذا فی المبسوط ۔

ساتوان باب۔ مزارعت مین خلاف شرط عمل کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس شرط سے دی کہ اسمین گیہون کی زراعت کرے تو کاشتکار کو سوائے گیہون کے دوسری چیز کا اختیار نہین ہی اگرچہ دوسری قسم کا اناج زمین کے لحاظ سے اُگنا آسان ہو اور بہ نسبت گیہون کے زمین کے حق مین کم مضر ہو اسی طرح اگر یون کہا خذ ہذہ الارض تزرعہا حنطۃ او لتزرعہا حنطۃ او قال فازرعہا حنطۃ بالفاء یعنے یہ زمین لے کہ تو اسمین گیہون کی زراعت کرے یا تاکہ اسمین گیہون کی زراعت کرے پالیکہ اسمین گیہون کی زراعت کر تو یہ سب شرط ہین حتے کہ اگر اُس نے سوائے گیہون کے دوسری چیز بوئی تو مخالف ہوجائیگا[3] کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر یون کہا کہ وازرعہا حنطۃ بالواو یعنی یہ زمین لے اور اسمین گیہون کی زراعت کرنا پس آیا یہ شرط ہی یا مشورہ[4] ہی تو اس مسئلہ کو کتاب المزارعۃ مین ذکر نہین فرمایا اور کتاب المضاربۃ مین یون ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص کے ہزار درم دوسرے شخص کو مضاربت پر دے اور کہا کہ تو یہ درم آدھے کی مضاربت پر لے اور ساتھ کوفہ مین کام کرنا یہ مشورہ ہی حتے کہ اگر اُسنے سوائے کوفہ کے دوسری جگہ کام کیا تو خلاف کرنیوالا ہوگا۔ پس ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہی

[1] معقود علیہ جس پر عقد ٹھہرا وہ فقط کاشتکار کی ذاتی منفعت یعنے محنت و مشقت ہی ۱۲ [2] یعنے مثلاً دس حصہ مین سے نو حصے لون گا ۱۲ منہ [3] یعنے بخلاف شرط عمل کرنے والا ۱۲ منہ [4] یعنے بطور مشورہ ذکر کیا ہے ۱۲ منہ

کہ مزارعت مین بھی یہی حکم ہوئے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالے فرماتے تھے کہ مزارعت مین یہ لفظ شرط قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی شرط قرار دینے کی صورت مین یہ کلام تخم کی قسم کا بیان ہوجائیگا پس مزارعت قیاساً و استحساناً دونون طرح جائز ہوجائیگی اور اگر ہم اس لفظ کو مشورہ قرار دین تو تخم کی قسم کا بیان نہوا پس مزارعت قیاساً جائز نہوگی بخلاف مضاربت کے یہ محیط مین ہے۔ ایک سال کے بھادوں کی کاشتکار نے زمین مین زراعت کی پھر سب کھیتی ٹیڑیان کھا گئین یا اکثر کھیتی کھا گئین اور کچھ تھوڑی سی بچ رہی پس کاشتکار نے چاہا کہ باقی مدت مین اسمین کوئی دوسری چیز بووے مگر مالک زمین نے اسکو منع کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونون مین کسی قسم معین کے بیج بونیکی شرط پر مزارعت ٹھہری ہو تو کاشتکار کو اسکے سواے دوسرے قسم کے بیج بونیکا اختیار نہوگا اور اگر عقد مزارعت عام ہو کہ جو چاہے بووے یا مزارعت مطلقہ ہو تو کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ باقی مدت مین جو چاہے بووے۔ اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اگر دونون نے کسی خاص قسم کے بیج بونیکی شرط پر مزارعت ٹھہری ہو تو یہی چاہیے کہ اسکو اختیار ہو کہ جو تخم زمین کے حق مین تخم مشروطہ کے مثل ہو یا اسکی بہ نسبت ضرر مین کم ہو وہ بووے کذا فی فتاوی قاضی خان

آٹھوان باب۔ مالک زمین و درخت کیطرف سے یا کاشتکار و عامل کیطرف سے کمی و بیشی کرنے کے بیان مین۔ اصل یہ ہے کہ اگر معقود علیہ ایسی حالت مین ہو کہ ابتداے مزارعت اسپر جائز ہو تو اسپر بڑھانا بھی جائز ہوگا اور اگر ایسی حالت مین ہو کہ ابتداے عقد مزارعت اسپر جائز نہو تو اسپر زیادہ کرنا بھی جائز نہوگا کیونکہ بدل بڑھانیکا اعتبار اصل پر ہے اور اصل کسی معقود علیہ کی مقتضی ہے تاکہ اسکے مقابلہ مین ہو پس اسیطرح زیادت بھی کسی معقود علیہ کی مقتضی ہوگی تاکہ اسکے مقابلہ مین ہو۔ اور کمی کرنا دونون حالتون مین جائز ہے۔ کیونکہ کمی کرنا بعض بدل کا ساقط کرنا ہے پس قیام بدل کو چاہتا ہے قیام معقود علیہ کو نہین چاہتا ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے حصہ پیداوار مین کچھ بڑھایا پس اگر کھیتی پوری تیار ہوجانے اور خرما کی کیریون کی باڑھ پوری ہوجانے سے پہلے بڑھایا تو جائز ہے کیونکہ پیداوار غلہ پر عقد مزارعت ابتدا سے جائز ہے جبتک کہ یہ پیداوار ابھرتی اور بڑھتی جاتی ہو پس عقد مین اسکی زیادتی بھی جائز ہے جیسا کہ بیع و اجارہ مین ہوتا ہے اور اگر کھیتی پوری تیار ہوجانے اور خرما کی کیریان پوری بڑھجانیکے بعد بڑھایا تو جسکی طرف سے بیج اور جس کے درخت ہین اسکی طرف سے نہین جائز ہے اور جسکی طرف سے بیج نہین ہین اسکی طرف سے جائز ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بیجون کے مالک کیطرف سے زیادہ کرنا ایسی حالت مین ہے کہ ابتداے مزارعت ایسی پیداوار پر نہین جائز ہے پس بدل مین زیادہ کرنیکی تصحیح نہین ممکن ہے اسواسطے کہ معقود علیہ یعنے منافع فوت ہوچکے ہین اور یہ بھی تجویز کرنا کہ یہ حط ہے۔ نہین ممکن ہے کیونکہ جسکی طرف سے بیج ہین

۱؎ مضاربت مین مشورہ قرار دینے سے کبھی مضاربت قیاساً و استحساناً جائز رہتی ہے ۱۲ منہ ۲؎ کوئی لفظ عام یا خاص نہ بیان کیا ہو ۱۲ منہ
۳؎ اس واسطے کہ پوری ہوچکی اب کسی کو اجارہ لینے کی کوئی حاجت نہین ہے ۱۲ منہ ۴؎ یعنے منافع بدنی محنت و مشقت ۱۲ منہ ۵؎ اپنا حق گھٹانا ۱۲ منہ

وہ متاجر ہی اور متاجر گو یا منافع کا مشتری ہی اور مشتری کیطرف سے زیادتی کو گھٹانا تجویز نہین کیا جاسکتا ہی اسواسطے کہ ثمن اُسپر ہوتا ہی اُسکا نہین ہوتا ہی پس ثمن کے مانند اس صورت مین پیداوار ہی پس اُسکا حط تجویز کرنا ممکن نہوگا اور رہا وہ شخص جسکی طرف سے بیج نہین ہین وہ موا جر ہی اور موا جر کیطرف سے اجرت کا گھٹانا متصور ہی پس اُسکی طرف سے بیجون والے کو پیداوار مین سے کچھ بڑھانا یون تجویز کیا جاسکتا ہی کہ اُسنے اپنی اجرت مین سے کچھ گھٹا دیا حالانکہ گھٹا دینا معقود علیہ کے فوت ہوجانیکی حالت مین بھی جائز ہی اور ہرچند کہ کھیتی گھٹانے کیوقت مال عین تھی اور عین مال مین گھٹانا نہین صحیح ہوتا ہی لیکن عقد کیوقت یہ کھیتی عین نہ تھی پس بلحاظ عقد کے گھٹانا صحیح ہوا اور جسقدر اپنے حصہ مین سے گھٹا کر دوسرے کیواسطے بڑھایا ہی وہ دوسرے کی ملک ہوگیا جیسا کہ بائع نے اگر ثمن پر قبضہ کرلیا پھر مشتری کیواسطے بعض ثمن گھٹا دیا تو صحیح ہی اگرچہ گھٹانیکے وقت ثمن مال عین ہوگیا تھا یہ محیط سرخسی رح مین لکھا ہی۔ اگر دو آدمیون نے آدھے کی بٹائی پر مزارعت یا معاملت کی اور عامل نے اپنا کام انجام دیا یہانتک کہ جو کچھ پیدا ہوا تھا وہ حاصل ہوا پھر دونون مین سے ایک نے دوسرے کے واسطے اپنے حصہ مین سے چھٹا حصہ بڑھایا کہ دوسرے کی دو تہائی ہوگئی اور دوسرا اس بات پر راضی ہوگیا پس اگر یہ امر کھیتی پوری تیار ہونے اور پھلون کی باڑھ پوری ہونے سے پہلے واقع ہوا تو جائز ہے اور اگر کھیتی پوری تیار ہونے اور پھلون کی باڑھ پوری تیار ہونے کے بعد واقع ہوا پس اگر بڑھانے والا مالک زمین ہو یا مالک درختان نے معاملہ مین بڑھایا ہو تو باطل ہی اور اگر دوسرے نے یعنے عامل نے ایسا کیا تو جائز ہی اسیطرح اگر مالک زمین نے جسکی طرف سے بیج نہون اسنے عامل کے واسطے جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین بڑھایا تو بھی جائز ہی۔ اور اگر معاملہ یا مزارعۃ مین آدھے کی بٹائی کی شرط کی اور دونون نے ایک کے ذمہ بیس درم شرط کیے تو مزارعت و معاملت فاسد ہوگی بیج چاہے جسکی طرف سے ٹھہرے ہون یا کسی نے شرط کردی ہو۔ پھر مزارعت کی صورت مین تمام پیداوار بیج والے کی ہوگی اور معاملت مین تمام حاصلات مالک درختان کی ہوگی اسیطرح اگر ایک نے دوسرے کیواسطے بیس قفیز بڑھا دینے کی شرط کی تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی

نوان باب۔ کھیتی پوری تیار ہونے سے پہلے یا درختون کے پھل کچی ہونے کی حالت مین مالک زمین کے مرجانے یا مدت گذر جانے کے بیان مین۔ اور جو اسکے متصلات ہین کہ کاشتکار یا عامل کے مرجانے یا مدت عقد کے اندر مرجانے کے بیان مین اور اس باب مین کھیتی کے خرچہ کے بعضے مسائل داخل ہین اگر ایک

سلہ یعنے زمیندار کیطرف سے اس عقد مین بیج نہین ٹھہرے ہین ۱۲ سلہ قفیز خلاصہ یہ کہ جب معین چیز بڑھاوے گا تو باطل ہی اور جب پیداوار مین سے حصہ شائع مانند دسوان بیسوان وغیرہ بڑھاوے تو جائز ہے ۱۲ منہ

سلہ یعنے اس مین موافق فرض کے کچھ نمو و زیادتی نہ تھی بلکہ پوری تیار ہوکر عین ہوگئی تھی ۱۲ منہ سلہ اور گھٹانا بڑھانا اصل عقد کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے ۱۲ منہ

شخص نے دوسرے کو اپنی زمین مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہین پھر کھیتی تیار ہو کر کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے اُسکے اُگنے کے بعد مالک زمین مر گیا تو بدلیل قیاس یہ حکم ہے کہ عقد مزارعت ٹوٹ جائے اور وارثان[۱] مالک کو یہ اختیار ہو کہ اپنی زمین لے لین اور استحسانا یہ حکم ہے کہ کھیتی کاٹنے کیوقت تک عقد مزارعت باقی رہیگا اور یہ نہوگا کہ از سر نو اجارہ ثابت ہو جاوے اور وارثان مالک زمین کو تین طرح کا اختیار حاصل ہو جائے چاہین تو کھیتی کو اُکھاڑین اور اُکھاڑی ہوئی کھیتی ان لوگوں مین مشترک ہوگی یا چاہین تو قاضی کے حکم سے زراعت کا خرچہ اُٹھاوین حتے کہ تمام خرچہ حصہ رسد کاشتکار سے واپس لینگے یا چاہین تو کاشتکار کو اُسکا حصہ زراعت تاوان دیدین پس کھیتی وارثون کی ہو جائیگی یہ سب اس صورت مین ہے کہ کھیتی کرنیکے بعد مالک زمین مر گیا اور اگر کھیتی بونے سے پہلے مر گیا مگر کاشتکار نے زمین مین کچھ درستی کر دی تھی مثلاً زمین کو گوڑ دیا تھا اور اُسکی نہرین کھودی تھین اور مسناۃ[۲] درست کر دی تھین پھر مالک مر گیا تو مزارعت ٹوٹ جائیگی اور کاشتکار کے ان کامون کی نگاہداشت کیواسطے یہ نہوگا کہ عقد باقی رہے اور مالک زمین کھیتی بونیکے بعد اُگنے سے پہلے مر گیا پس آیا مزارعت باقی رہے گی یا نہین سو اسمین مشائخ رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر اس صورت مین مالک زمین نے انتقال نہ کیا لیکن یہ صورت ہوئی کہ کاشتکار نے بونے مین تاخیر کی یہانتک کہ سال کے آخر مین اُسنے کھیتی بوئی اور سال گذرا حالانکہ کھیتی ہنوز ساگ تھی قابل کاٹنے کے نہ تھی پھر مالک زمین نے چاہا کہ کھیتی کو اُکھاڑ ڈالے اور کاشتکار نے روکا تو مالک زمین کو اُکھاڑ ڈالنے کا اختیار نہوگا اور کھیتی مین کاشتکار کے حق کی نگاہداشت کیواسطے ان دونون کے درمیان آدھی کھیتی مین کھیتی کاٹے جانیکے وقت تک حکماً اجارہ ثابت ہو جائیگا حتے کہ کاشتکار مالک زمین کو اس زمین کا آدھا اجر المثل دیگا۔ اور درصورتیکہ مالک زمین نے پٹہ کی میعاد کے درمیان مین انتقال کیا اور کاشتکار نے کہا کہ مین کھیتی نہین اُکھاڑونگا تو از سر نو اجارہ ثابت نہو جائیگا بلکہ عقد مزارعت باقی رہیگا حتے کہ کاشتکار وارثان مالک زمین کو اجر المثل کچھ نہ دیگا اور کھیتی کاٹنے کے قابل ہونیکے وقت تک دونوں پر اُسکا کام آدھا آدھا لازم ہوگا اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے حکم کے ہے کہ مالک زمین نے سال کے بیچ مین انتقال کیا حالانکہ اُسوقت تک کھیتی ساگ تھی تو پورا کام کاشتکار پر واجب[۳] ہوگا حتے کہ اُسپر کھیتی اُکھاڑ لینا لازم نہین ہے بلکہ زمین کا نصف اجر المثل لازم ہوگا۔ اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ کاشتکار نے کھیتی اُکھاڑ لینے کا ارادہ نہ کیا اور اگر کاشتکار نے کھیتی اُکھاڑ لینے کا ارادہ کیا تو مالک زمین کو وہی تین[۴] اختیار حاصل ہونگے جو ہمنے صورت اول مین وارثان مالک زمین کے حق مین بیان[۵] کیے ہین۔ اور واضح ہو کہ درصورتیکہ کھیتی ساگ ہونیکی حالت مین مالک زمین نے درمیان میعاد مین انتقال کیا اور درصورتیکہ کھیتی ساگ ہونیکی حالت مین مدت مزارعت گذر گئی ان دونون صورتون مین فرق ہے چنانچہ موت کی صورت مین فرمایا ہے

۱؎ یعنی وارثون و کاشتکار مین ۱۲ منہ ۲؎ مسناۃ اندر دنی نالیان و بر ا وغیرہ ۱۲ ۳؎ یعنی بلکہ اُکھاڑنے سے کاشتکار نے روکا ۱۲ منہ

۴؎ یعنی قولہ چاہین تو کھیتی کو اُکھاڑین الخ شروع باب دیکھو ۱۲ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ منہ

کہ اگر وارثون نے بحکم قاضی کھیتی کا خرچہ اٹھایا تو حصہ رسد تمام خرچہ کاشتکار سے واپس لین گے اور مدت گذر جانیکی صورت مین حکم فرمایا ہے کہ اگر مالک زمین نے بحکم قاضی کھیتی کا خرچہ اُٹھایا تو کاشتکار سے بقدر حصہ رسد نصف قیمت واپس لیگا۔ اور اگر عقد معاملہ کی صورت مین پھل کچے ہونے کی حالت مین پٹہ کی میعاد گذر گئی اور عامل نے کچے پھل توڑنے سے انکار کیا تو بغیر اجارہ کے یہ درخت اُسکے پاس چھوڑے جاوینگے بخلاف اسکے اگر عقد مزارعت کی صورت مین کھیتی ساگا ہونیکی حالت مین پٹہ کی میعاد گذر گئی تو یہ زمین کاشتکار کے پاس باجرت چھوڑی جاوے گی یہ محیط مین ہے اور اگر مزارعت مین بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور کاشتکار نے زراعت کی پھر کھیتی کے تیار ہوکر کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کاشتکار مر گیا اور اُسکے وارثون نے کہا کہ ہم لوگ سابق دستور کار زراعت انجام دینگے تو انکو یہ اختیار ہے اسواسطے کہ وہ لوگ اپنے مورث کے قائم مقام ہین اور اُنکے واسطے کچھ اُجرت نہوگی اور نہ اُن پر کچھ اُجرت واجب ہوگی۔ اور اگر اُنھون نے کہا کہ ہم کام نہین کرتے ہین تو اُن پر جبر نہ کیا جائیگا اور مالک زمین سے کہا جائیگا۔ کہ تو کھیتی اکھاڑ لے وہ تیرے اور وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی[1] یا اُن لوگون کو اُنکے حصہ زراعت کی قیمت دیدے یا کھیتی مین اُنکے حصہ کا خرچہ اُٹھا اور تیرا خرچہ ان لوگون کے حصہ پیداوار مین سے وصول ہوگا اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور جب کھیتی ساگا ہوئی تب ہی مزارعت کی میعاد گذر گئی تو دونون مین سے جو شخص دوسرے کے غائب ہونیکی حالت مین کھیتی کی بابت کچھ خرچ کریگا وہ اس خرچہ مین متطوع[2] قرار دیا جائیگا اور مالک زمین کا کاشتکار کے ذمہ کچھ پوتہ واجب نہوگا اور اگر مالک زمین کے غائب ہونیکی حالت مین کاشتکار نے یہ امر قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی اُسکو حکم دیگا کہ اپنے دعوے کے گواہ پیش کرے۔ پھر اگر گواہ پیش کرنے مین تاخیر ہوئی اور کھیتی خراب ہو جانیکا خوف ہوا تو قاضی اُس سے فرماویگا کہ اگر تو سچا ہے تو مین نے تجھے کھیتی کی درستی مین خرچ کرنیکا حکم دیا پس اسطرح حکم دینے سے نظر اصلاح حاصل ہو جائیگی اسواسطے کہ اگر کاشتکار مذکور سچا ہوگا تو حکم مذکور اپنے موقع پر ہوا اور اگر جھوٹا ہوگا تو قاضی کیطرف سے کوئی حکم ثابت نہوا۔ اور قاضی کاشتکار پر نصف زمین کا اجر المثل[3] لازم کرے گا یہ ظہیریہ مین ہے اگر کسی شخص نے اپنی زمین اور اپنے بیج کسی کاشتکار کو دیے کہ اس سال آہین بدین شرط زراعت کرے کہ پیداوار دونوں مین نصفا نصف ہوگی پس کاشتکار نے زراعت کی اور ہنوز کھیتی کاٹنے کے لائق نہوئی تھی کہ کاشتکار چھوڑ کر بھاگ گیا پھر مالک زمین نے بحکم قاضی کھیتی کے کام مین خرچ کیا یہانتک کہ کھیتی تیار ہوئی پھر کاشتکار آیا تو جب تک مالک زمین کو اُسکا پورا خرچہ نہ دے تب تک کاشتکار کو کھیتی[4] مین سے لینے کی کوئی

[1] یعنی جبکہ عقد مزارعت مین آدھے کی بٹائی ٹھہری تھی ۱۲ منہ [2] کھیتی یعنی پیداوار مین سے کچھ نہین لے سکتا جب تک خرچہ مالک کو نہ دے ۱۲ [3] یعنی زمین کا پوتہ ۱۲ منہ [4] یعنی دوسرے سے اس کے حصہ کے موافق واپس نہین لے سکتا ہے ۱۲ منہ

راہ نہو گی اور واضح ہو کہ قاضی مالک زمین کو خرچہ کا حکم نہ دیگا جب تک کہ مالک زمین اپنے قول کے گواہ پیش نہ کرے کیونکہ مالک زمین ایسا دعوے کرتا ہی کہ قاضی کو لازم آتا ہی کہ اس کھیتی کی بابت بنظر اصلاح خرچ کرنیکا حکم فرما دے حالانکہ قاضی اسکا باعث نہیں جانتا ہی پس اسکو اس بات کیواسطے گواہ پیش کرنے کا حکم دیگا اور حال کھلنے کے واسطے ایسے گواہ مدعی کیطرف سے بغیر خصم کے قبول کرے گا یا خود قاضی اس مین خصم ہوگا جیسا کہ ودیعت اور لقطہ کی صورت مین خرچہ[۱] نفقہ کے دعوے مین ہوتا ہی پھر جب اُسنے گواہ قائم کیے تو قاضی کا اُسکو خرچہ کا حکم دینا مثل مستودع کو خرچہ اور نفقہ کا حکم دینے کے ہوگا پس اُسکو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہی وہ واپس لے کذا فی المبسوط اور اگر دونون نے مقدار خرچہ مین اختلاف کیا تو مزارع کا قول قبول ہوگا مگر مزارع سے اُسکے علم پر قسم لیجائے گی کذا فی المحیط اور کاشتکار بھاگ نہ گیا بلکہ یہ صورت ہوئی کہ کاشتکار کی کھیتی پوری تیار ہونے سے پہلے مزارعت کی میعاد گذر گئی حالانکہ کاشتکار غائب ہی تو قاضی مالک زمین سے فرمائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو تو اپنے خرچہ سے کھیتی کو تیار کر پھر جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہو جائے گی تو کاشتکار جب تک تیرا خرچہ نہ دیگا تب تک کھیتی کو ہاتھ نہیں لگا سکیگا اور اگر اُسنے تیرا خرچہ دینے سے انکار کیا تو مین اُسکا حصہ زراعت فروخت کر کے اُسکے ثمن مین سے تیرا خرچہ دیدونگا اور اگر اُسکا حصہ زراعت تیرا خرچہ ادا ہونے کیواسطے کافی نہوگا تو تیرا اس سے زیادہ اُسپر کچھ نہ ہوگا پھر اگر کاشتکار نے مالک زمین کو اُسکا خرچہ دینے سے انکار کیا تو قاضی اُسکا حصہ فروخت کریگا۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم بنا بر قول صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک قاضی اُسکا حصہ زراعت فروخت نہ کریگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہین بلکہ یہ حکم بالاجماع سب کے نزدیک ہی اور ان مسائل مین دونون مین سے کوئی شخص جو کچھ کھیتی اُسکے حصہ مین آئی ہی اُسمین سے کچھ صدقہ نہ کریگا کیونکہ جس سبب سے ہر ایک کو اپنا حصہ ملا ہی اُسمین کوئی خبث و فساد متمکن نہین ہوا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر مزارعت کی میعاد گذر گئی حالانکہ ہنوز کھیتی ساگ ہی اور کاشتکار یا مالک دونون مین سے کوئی غائب ہی پس اگر مالک زمین غائب ہوا اور کاشتکار نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا تاکہ قاضی اُسکو حکم دے کہ کھیتی کی درستی مین اپنے پاس سے خرچ کرے تو قاضی اُسکو حکم نہ دیگا جب تک کہ اس دعوے کے گواہ نہ لادے کہ یہ کھیتی میرے اور فلان غائب کے درمیان مشترک ہی پس جب اُسنے اس دعوے کے گواہ قائم کیے تب اُسکو خرچ کرنیکا حکم دیگا اور ان گواہون کی سماعت کرنا اسواسطے نہین ہی کہ غائب[۲] پر حکم فرما دے چنانچہ اگر مالک زمین نے حاضر ہو کر شرکت سے انکار کیا

[۱] خرچہ یعنی مثلاً زید آیا اور کہا کہ یہ بکری میرے پاس ودیعت ہے یا یہ میرے پاس لقطہ ہے آپ اس پر خرچہ کا حکم دیجیے تاکہ مجھے مالک سے خرچہ واپس ملے ۱۲ منہ [۲] غائب الخ یعنی غائب پر حکم دینا جائز نہین ہے تو یہان گواہون کی سماعت کچھ اس غرض سے نہین ہے بلکہ خرچہ کا حکم دینے کے واسطے ہے ۱۲ منہ

اور کہا کہ یہ زمین اور کھیتی سب میری ہے تو نے مجھ سے غصب کر لی ہے تو کاشتکار کو اس سے اپنا خرچہ واپس لینے کا حق حاصل نہوگا جب تک کہ دوبارہ اس بات کے گواہ پیش نہ کرے کہ یہ کھیتی ہم دونوں میں مشترک ہے بلکہ اس گواہی کی سماعت فقط اسوجہ سے ہے کہ حفاظت قاضی کے ذمہ واجب ہے کیونکہ مدعی نے جو دعوے کیا اُس سے مراد یہ ہے کہ قاضی پر حفاظت واجب ہے اسوجہ سے کہ غائب کے مال کی حفاظت کرنا قاضی پر واجب ہے پس قاضی کو اختیار رہا کہ مدعی کے محض دعوے پر یہ بات اپنے ذمہ لازم نکرے تاوقتیکہ مدعی اپنے دعوے کے گواہ قائم نہ کرے پھر گواہ قائم کرنے سے پہلے قاضی کو اختیار ہے چاہے اُسکو اس طرح حکم دیدے کہ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا تو بیان کرتا ہے تو میں نے تجھے خرچ کرنے کا حکم دیا اور گواہ قائم کرنے کے بعد اُسکو مطلقاً حتماً[1] خرچ کرنے کا حکم دیگا اور فرمائے گا کہ تو خرچ کر اور اگر گواہ قائم کرنے سے پہلے قاضی کو کھیتی خراب ہو جانیکا خوف ہوا تو قاضی اُسکو شیر ملیہ[2] خرچ کرنیکا حکم دیگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے (یعنی اگر بات یون ہے جیسی تو بیان کرتا ہے تو میں نے تجھے خرچ کرنیکا حکم دیا) اور واضح ہو کہ قاضی نے جو فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا تو بیان کرتا ہے اسکی مراد یہ ہے کہ اگر یہ کھیتی فلان شخص اور تیرے درمیان مشترک ہے تو میں نے تجھے خرچ کرنیکا حکم کیا یہ ذخیرہ میں ہے اور فتاوی عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر اُسنے بغیر حکم قاضی کے خرچ کیا تو متبرع قرار دیا جائیگا اور کاشتکار پر آدھی زمین کا اجر المثل واجب نہوگا اسی طرح اگر غائب نے حاضر ہو کر اسکے خرچ کرنے سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مدت مزارعت گذرنے سے پہلے کاشتکار غائب ہو گیا تو قاضی کے حکم سے جو شخص حاضر ہے یعنی مالک زمین خرچ کریگا اور جو کچھ خرچ کیا ہے وہ سب کاشتکار سے واپس لے گا خواہ کھیتی رہے یا تلف ہو جاوے اسیطرح اگر کاشتکار تنگدست ہو اُسکے پاس خرچ کرنے کو نہو تو بھی یہی حکم ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور اگر اسنے بغیر حکم قاضی خرچ کیا تو متبرع قرار دیا جائیگا اور اگر کاشتکار خوشحال ہو تو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر مزارعت کی مدت گذر گئی حالانکہ کھیتی ساگا ہے۔ اور مالک زمین نے کھیتی اکھاڑنی چاہی اور کاشتکار نے انکار کیا تو جو اختیارات کہ مالک زمین کو حاصل ہوئے ہین وہ کاشتکار کو حاصل نہونگے چنانچہ اگر کاشتکار نے کہا کہ مین مالک زمین کے حصہ زراعت کی قیمت اُسکو دیے دیتا ہون تو بدون رضامندی مالک زمین کے ایسا اختیار نہین رکھتا ہے اور اگر کاشتکار نے اکھاڑنی چاہی اور مالک زمین نے اُسکو اُس کے حصہ کی قیمت دینی چاہی تو بدون رضامندی کاشتکار کے اُسکو یہ اختیار ہے اور فرق یہ ہے کہ مالک زمین صاحب اصل ہے اور کاشتکار صاحب تبع ہے اور مالک اصل بدون رضامندی صاحب تبع کے تابع کا مالک ہو جاسکتا ہے اور صاحب تبع بدون رضامندی صاحب اصل کے اصل کا مالک نہین ہو سکتا ہے کذا فی المحیط۔۱۲

[1] یعنی بلا شرط ۱۲ [2] یعنی قاضی پر واجب ہو جائیگا ۱۲ [3] یعنی واپس نہین لے سکتا ہے ۱۲

دسوان باب - دو[1] شریکون مین سے ایک کی زمین مشترک مین مزارعت کرنے اور غاصب کی زراعت کر سکنے کے بیان مین - اگر اراضی چند لوگون مین مشترک ہوا و ربعض نے بعض زمین بقصد خود اپنے بیجون سے زراعت کی اور بعض نے سب کے مشترک پانی مین سے سینچنے کیواسطے لیا اور اسی طرح چند سال تک زمین مشترک رہی اور یہ سب باتین شریکون کے بغیر اجازت واقع ہوئین پس اگر یہ زمین جو اُسنے اپنی کھیتی مین لگائی ہی اتنی ہو کہ اگر بالفرض مہایاۃ واقع ہوتی تو اتنی ہی زمین اُسکے حصہ مین آتی یا اس سے پہلے مہایاۃ کرتے ہون اور اُسکے شریکون نے تقسیم کی درخواست نہ کی ہو تو جسقدر زمین اُسنے اپنے کام مین لگائی ہی اُسکی بابت اُسپر ضمان واجب نہوگی اور جو کچھ اُسنے اس زمین شرکت مین حاصل کیا ہی اُسمین اُسکے شریک لوگ شرکت نہین کر سکتے ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی - امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہی کہ اگر کسی مسلمان کاشتکار کو اپنی زمین دی[2] اور اجازت دیدی کہ اسمین کھیتی کرے پس اُسنے زراعت کی پھر مالک زمین نے چاہا کہ کاشتکار کو نکالدے تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ مسلمان کو تغریر دینا حرام ہی اور اگر اُس سے مالک زمین نے کہا کہ اپنا بیج اور خرچہ لے لے اور کھیتی میری ہو جائیگی اور کاشتکار اُسپر راضی ہو گیا پس اگر کھیتی اُگنے سے پہلے ایسا ہوا تو جائز نہین ہی - اسواسطے کہ اُگنے سے پہلے کھیتی کی بیع نہین جائز ہی خواہ بیج زمین مین موجود ہون یا تلف ہو گئے ہون دونون صورتون مین کچھ فرق نہین ہی - یہ وجیز کردری مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین زراعت کی اور مالک زمین کو پہلے معلوم نہوا اور اُسوقت معلوم ہوا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق تھی پھر جسوقت معلوم ہوا وہ اسوقت راضی ہو گیا یا ایک مرتبہ یہ کہا کہ مین نہین راضی ہوتا ہون پھر کہدیا کہ مین راضی ہو گیا تو کاشتکار کیواسطے کھیتی حلال ہو گی اس کو خانیہ مین صریح بیان فرمایا ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہی اور ہم اسی کو لیتے ہین - یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اگر تین آدمیون نے ایک زمین آدھے کی بٹائی پر زراعت کیواسطے بشرکت لی اور اُن مین سے ایک غائب ہو گیا پھر باقی دونون نے تھوڑی زمین مین گیہون کی زراعت کی پھر تیسرا حاضر ہوا اور اُسنے باقی زمین مین جو بوئے[3] پس اگر ان لوگون نے ہر ایک کی اجازت سے ایسا کیا تو گیہون ان سب مین مشترک ہونگے مگر مالک زمین کا حصہ نکالنے کے بعد جن دونون نے گیہون بوئے ہین وہ تیسرے سے مقدار بیج مین سے بقدر تہائی کے اُسکے حصۂ پیداوار مین سے لے لینگے اسی طرح جو بھی ان سب مین مشترک ہونگے اور مالک زمین کا حصہ نکالنے کے بعد تیسرا شخص دونون کے حصہ پیداوار مین سے بیجون کا حصہ بقدر دو تہائی کے لے لیگا - اور اگر ان لوگون نے اسطرح زراعت باہمی اجازت سے نہ کی ہو تو گیہون مین سے ایک تہائی مالک زمین کی ہو گی اور دو تہائی دونون کاشتکارون کی اور دونون کاشتکار تہائی

---

[1] دو الخ واضح ہو کہ دو عدد کی خصوصیت نہین ہی بلکہ یہ کم سے کم تعداد ہے ۱۲ [2] قال یہ اُس صورت مین ہی کہ عقد مزارعت عام ہو یا مطلق ہو ۱۲ منہ [3] یعنے عاریت دی ۱۲

زمین کا نقصان مالک زمین کو تاوان دینگے اور تہائی پیداوار دونون کے واسطے حلال ہوگی اور باقی تہائی مین سے اپنا خرچہ نکالکر باقی کو صدقہ کردینگے اسواسطے کہ اُس مین سے بقدر دو تہائی کے اُنکا حصہ تھا جسکو اُنھون نے لیا ہے پس وہ تو موافق شرط کے حلال رہا اور باقی ایک تہائی مین دونون غاصب ہوئے پس اس مغصوب کی پوری پیداوار انھین دونون کی ہوگی۔ رہا تیسرا کاشتکار پس اُسکو جَو کی پیداوار مین سے پانچ[۱] چھٹے حصے ملینگے اور چھٹا حصہ مالک زمین کو ملیگا کیونکہ اُسنے اسمین سے دو تہائی بطور غصب کے بوئی ہے پس اسکی پیداوار اُسی کی ہوگی اور ایک تہائی اُسنے حق طور سے بوئی ہے پس اُسمین سے بھی آدھا موافق شرط کے اُسکا ہوگا اور جتنی زمین اُسنے بوئی ہے اُسمین سے دو تہائی زمین کا نقصان مالک زمین کو تاوان دیگا پس اُسکی پیداوار مین سے بقدر تاوان و خرچہ کے نکالکر باقی کو صدقہ کر دے گا۔ یہ فتاوی کبری مین ہے۔ اگر غاصب کے زراعت کرنے سے زمین مغصوبہ مین نقصان آگیا پھر مالک زمین کے فعل سے یہ نقصان زائل ہوگیا تو غاصب بالکل بری ہوگا۔ اور اگر بدون مالک کے فعل کے زائل ہوگیا ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ اگر مالک زمین کو واپس دینے سے پہلے زائل ہوگیا ہو تو غاصب بری ہوگا اور اگر واپس دینے کے بعد زائل ہوا ہو تو بری نہوگا اور بعضون نے فرمایا کہ دونون صورتون مین بری ہو جائیگا اور اسی پر فتوے ہے جیسا کہ مبیع کے عیب زائل ہو جانے کی صورت مین حکم ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک زمین دوسرے کو مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پس مزارع نے اُسمین زراعت کی پھر ایک شخص نے آکر استحقاق ثابت کر کے زمین لے لی تو زمین کو بدون زراعت کے لیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ کھیتی اکھاڑنے کیواسطے حکم کرے اگرچہ زراعت مذکور ہنوز سا گا ہوا اور یہ نہوگا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوتے تک زمین مذکور کاشتکار کے پاس اجارہ پر چھوڑ دی جاوے اور اُکھڑی ہوئی کھیتی اس دینے والے اور کاشتکار کے درمیان نصفا نصف ہوگی پھر کاشتکار کو اختیار ہے چاہے اُکھڑی ہوئی آدھی کھیتی لینے پر راضی ہو جاوے اور اس سے زیادہ اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو اُکھڑی ہوئی کھیتی اُس شخص کو جس نے زمین دی تھی دیدے اور اُس سے اپنے حصہ کی قیمت اس حساب سے کہ سقدر زراعت اُسی کی زمین مین ثابت ہے۔ نہ غیر کی زمین مین ہے لے لے اور اس قول[۲] کے یہ معنی ہین کہ ایسی کھیتی مین سے جسکو زمین مین برقرار رہنے کا حق ثابت ہے اپنے حصہ کی قیمت لے لے کذا فی المحیط۔ پھر امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قول کے موافق جس نے استحقاق ثابت کیا ہے وہ اس زمین کا نقصان فقط کاشتکار سے لیگا اور کاشتکار یہ تاوان اُس شخص سے جسنے اسکو یہ زمین دی ہے واپس لیگا اور یہی امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول ہے اور اول قول امام ابو یوسف کے

---

[۱] پانچ چھٹے یعنے منجملہ چھ حصون کے پانچ حصے ملینگے اسوجہ سے دو تہائی غصب کے بعد ایک تہائی مین دونون مین شرکت ہین تو نصف تہائی یعنے ایک چھٹا حصہ بھی اسکو ملیگا تو کل پانچ چھٹے پاویگا ۱۲

[۲] یعنے قولہ اپنے حصہ کی قیمت اس حساب سے الی آخرہ ۱۲

موافق اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے قول کے موافق صاحب استحقاق کو اختیار ہے چاہے زمین دینے والے سے نقصان لے یا کاشتکار سے لے پس اگر اُسنے کاشتکار سے لیا تو کاشتکار اسکو زمین دینے والے سے واپس لیگا اور یہ غصب العقار[له] کے مسئلہ پر مبنی ہے کذا فی المبسوط۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور اگر زمین دینے والے[۵] کیطرف سے بیج ٹھہرے ہون اور صاحب استحقاق نے زمین لے لی اور ان دونون کو اُسنے کھیتی اُکھاڑنے کا حکم کیا اور دونون نے کھیتی اُکھاڑی تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے اُکھڑی ہوئی آدھی کھیتی لینے پر راضی ہو جاوے اور اسکے سوائے اُسکو کچھ نہ ملے گا یا چاہے تو اُکھڑی ہوئی کھیتی دینے والے کو دیدے اور فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ اللہ تعالے کے قول پر اُس سے اپنا اجر المثل لے لے اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ کے قول پر اُس سے اپنے حصہ زراعت کی قیمت لے لے اور اگر صاحب استحقاق نے مزارعت کی اجازت دیدی تو اس صورت کو امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے کتاب اصل مین ذکر نہین فرمایا ہے اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اس کا حکم تفصیل کے ساتھ ہے یعنے اگر بیج زمین دینے والے کیطرف سے ہون تو صاحب استحقاق کی جانب کچھ کارآمد نہوگی اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو مزارعت کے پہلے اُسکی اجازت صحیح ہوگی اور بعد مزارعت کے اُسکی اجازت صحیح نہوگی اور یہ صورت ایسی ہوگئی کہ ایک شخص نے دوسرے کا دار کرایہ پر دیدیا پھر مالک دار نے اجارہ کی اجازت دیدی پس اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے اجازت دی تو جائز ہے اور اگر مدت گذرنے کے بعد اجازت دی تو نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ منتقی مین مذکور ہے کہ ابو سلیمان نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر کے ایک شخص کو ایک سال کیواسطے مزارعت پر دی پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور کاشتکار نے اُسمین زراعت کی اور ہنوز کھیتی اُگی نہ تھی کہ مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی تو اُسکی اجازت جائز ہے اور جو کچھ زمین مین پیدا ہو وہ مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان اُسی شرط سے جو غاصب نے ٹھہرائی ہے مشترک ہوگا اور اُسپر کچھ ضمان واجب نہوگی لیکن اگر مالک زمین کی اجازت سے پہلے کچھ نقصان آیا ہو تو بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ کے کاشتکار یہ نقصان مالک زمین کو تاوان دیگا اور بقول امام محمد رح کے مالک زمین کو اختیار ہے چاہے کاشتکار سے یہ نقصان تاوان لے یا غاصب سے اور اگر کھیتی اُگی ہے کہ ایسی ہوگئی کہ اُسکی کچھ قیمت ہے پھر مالک زمین نے اجازت دی تو مزارعت جائز ہو جائیگی اور پھر مالک کو بعد اجازت دینے کے مزارعت توڑنیکا اختیار نہوگا لیکن مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا اور جو کچھ اُسمین غلہ پیدا ہوگا وہ سب کاشتکار و غاصب کے درمیان مشترک ہوگا اور پھر مالک زمین نے اجازت دی تو مزارعت جائز ہو جائے گی اس کے یہ معنی ہین کہ اجازت دینے

له قوله غصب العقار یعنی مسئلہ یہ کہ عقار مانند زمین وغیرہ کے غصب ہو سکتا ہے یا نہین چنانچہ کتاب الغصب مین اختلاف بیان ہوا ہے ۱۲ ۵ غاصب زمین ۱۲

کے بعد مالک زمین کو یہ اختیار نہو گا کہ کاشتکار سے کھیتی اُکھاڑ لینے اور زمین خالی کر دینے کا مطالبہ کرے اور قبل اجازت دینے کے اُسکو ایسا اختیار تھا اور یہ معنی نہیں ہیں کہ کھیتی مالک زمین کی ہو جائے گی اور نیز منتقی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر کے کسی کو آدھے کی بٹائی پر دی اور بیج غاصب کیطرف سے ٹھہرے پھر مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی اور یہ اجازت قبل زراعت کے یا بعد زراعت کے واقع ہوئی تو اجازت باطل[1] ہے حتے کہ مالک زمین کو زراعت میں سے کچھ نہ ملیگا اور موافق اشارہ شیخ الاسلام کے اسکے معنی یہ ہیں کہ جب بیج غاصب کیطرف سے ہوئے تو عقد مزارعت بحق مستحق واقع نہوا اور منتقی میں فرمایا کہ زمین مذکور بعد اجازت کے غاصب کاشتکار کے پاس بمنزلہ عاریت کے ہو گی او راگر اجازت دینے کے بعد مالک نے چاہا کہ اپنی اجازت سے پھر جائے اور زمین لے لے پس اگر کاشتکار نے ہنوز زراعت نہ کی ہو تو اسکو ایسا اختیار ہے اور اگر کاشتکار قبل اجازت کے زراعت کر چکا ہو اور بعد اجازت کے اُگ آئی ہو یا اُسنے بعد اجازت کے زراعت کی اور وہ اُگ آئی ہو یا بعد اجازت کے زراعت کی اور ہنوز نہ اُگی ہو تو ان صورتوں میں مالک کو ایسا اختیار نہ ہو گا کیونکہ اسکے رجوع کر جانے میں مسلمان کے حق میں تغریر[2] ہے اور یہ حرام ہے۔ اسی طرح اگر کھیتی میں بالیان آجانے کے بعد مالک نے مزارعت کی اجازت دی ہو حالانکہ ہنوز کھیتی قابل کاٹنے کے نہوئی تھی پھر مالک نے اپنی اجازت سے رجوع کرنا چاہا تو اسکو ایسا اختیار نہو گا ولیکن غاصب سے کہا جائیگا کہ کھیتی جب تک کاٹنے کے قابل ہو تب تک تو اسکی زمین کے اجر المثل کا ضامن ہو اور غاصب و کاشتکار میں جسطرح عقد مزارعت تھا اسی طرح رہے گا۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ میں فقط اپنے حصہ زراعت کے حساب سے اجر المثل تاوان دینے کا ضامن ہونگا تو اس سے زیادہ کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا اور کاشتکار سے کہا جائے گا کہ تو بقدر اپنے حصہ زراعت کے اجر المثل کا ضامن ہو پس اگر دونوں نے تاوان اجر المثل قبول کیا اور دونوں راضی ہو گئے تو کھیتی کاٹنے کے قابل ہونے تک کار زراعت غاصب و کاشتکار دونوں کے ذمہ ہو گا اسواسطے کہ جس وقت غاصب نے پوری اجرت دینے سے انکار کیا تو ایسا ہو گیا کہ گویا دونوں نے کسی غیر کی زمین میں یہ زراعت کی ہے۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ میں اجر المثل کچھ نہ دونگا اور میں اپنی کھیتی اُکھاڑے لیتا ہوں تو کاشتکار کو اختیار ہو گا چاہے اُس کے ساتھ اپنا حصہ بھی اُکھاڑ لے یا زمین[3] کا اجر المثل اپنے مال سے ادا کر کے خود مع اپنے مزدوروں کے زراعت کا کام کرے پھر جب کھیتی کاٹی جاوے تو غاصب کا حصہ نکالکر اسمیں سے جس قدر کاشتکار نے غاصب کے حصہ کا اجر المثل اور مزدوروں کی مزدوری دی ہے وہ کاشتکار لے لیگا اور جو بڑھیگا وہ غاصب کا ہو گا اور اسمیں سے عاملوں کی اجرت نہ لیگا۔ اور اگر کاشتکار نے کہا کہ میں کچھ تاوان اجر المثل نہیں اُٹھاتا ہوں اور نہ اسمیں کوئی کام کرونگا بلکہ میں کھیتی اُکھاڑے لیتا ہوں پس اگر غاصب نے بھی اُسکے ساتھ اتفاق کیا تو

۱؎ باطل ہے یعنی مالک کو کچھ فائدہ نہیں ہے ۱۲ ۲؎ تغریر یعنی تکلیف و ایذا بیوجہ ہو ۱۲ ۳؎ زمین یعنی کل کھیتی ۱۲

دونون کھیتی اکھاڑ کر خالی زمین اُسکے مالک کو سپرد کردین اور اگر غاصب نے اس سے انکار کیا تو غاصب کو اختیار ہوگا کہ زمین کا اجر المثل اپنے مال سے ادا کرے اور اُس سے کہا جائیگا کہ تو خود اپنے مزدورون کیساتھ کار زراعت انجام دے یہانتک کہ کھیتی کاٹی جاوے پھر تو حصہ کاشتکار مین سے جسقدر تو نے اسکی طرف سے تاوان زمین اور مزدورون کی مزدوری دی ہو لے لینا اور تیرے حق مین سب وہی باتین ہون گی جو پہلی صورت مین کاشتکار کیواسطے مذکور ہوئی ہین اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ یہ قضاء قاضی ہوا اور اگر دونون مین سے کسی نے بغیر حکم قاضی اور بغیر اجازت دوسرے کے ایسا کیا تو وہ متطوع[1] قرار دیا جائے گا اور دوسرے کو اُسکا حصہ زراعت پورا دیا جائے گا اور دونون مین سے کسی پر یہ واجب نہوگا کہ جسقدر اُسکو زراعت مین سے حصہ ملا ہو اُسمین سے حصہ صدقہ کردے لیکن غاصب کیواسطے مالک کی اجازت سے پہلے جو کچھ حصہ زراعت واجب ہوا ہو وہ حاصلات غصب ہو اُس کا یہ حکم نہین ہو۔ اور اگر تخم ریزی سے پہلے مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی پھر کاشتکار نے تخم ریزی کی پس بیج نہ اُگے اور اسی حال مین مالک زمین نے اپنی زمین لینی چاہی پس کاشتکار نے کہا کہ مین مزارعت چھوڑے دیتا ہون اور مجھے کام کرنیکی ضرورت نہین ہو اسواسطے کہ بیج نہین اُگے۔ اور غاصب نے کہا کہ مین مزارعت باقی رکھونگا اسواسطے کہ بیج زمین مین ڈالا گیا تو فاسد ہوگیا ہو تو غاصب سے کہا جائیگا کہ کھیتی کاٹنے تک تجھپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پس اگر وہ اسپر راضی ہوگیا تو کاشتکار پر واجب ہوگا کہ مزارعت کو موافق اشتراط غاصب کے پورا کرے اور تمام اجرت غاصب پر واجب ہوگی اور حصہ کاشتکار مین سے کچھ اجرت واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر غاصب نے کہا کہ مین زمین کا اجر المثل نہ دونگا اور اپنا بیج لے لونگا یعنے مالک زمین سے لے لونگا۔ تو کاشتکار سے کہا جائیگا کہ تجھے اختیار ہو چاہے مزارعت باطل کرکے غاصب کو اُسکا بیج دیدے اور مالک زمین کو اُسکا اجر المثل دیدے اور اگر چاہے تو تجھپر زمین کا اجر المثل کھیتی کاٹنے کیوقت تک واجب ہوگا پس اگر وہ اسپر راضی ہوگیا تو مزارعت جائز ہوگی اور بیجون والے کو اپنے بیج لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور کاشتکار نے جو کچھ زمین کا اجر المثل تاوان دیا ہو اُسمین متطوع قرار دیا جائے گا اور مزارعت یعنی حاصلات زراعت دونوںمین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور جسقدر اناج دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین آویگا اُسمین سے کوئی کچھ صدقہ نہ کریگا یہ محیط وذخیرہ مین ہو اگر کسی شخص نے بیج غصب کرکے اپنی زمین مین بوئے تو ان بیجون کے اُگنے سے پہلے بیجون کے مالک کو اختیار ہو کہ غاصب کے فعل کی اجازت دیدے اسواسطے کہ بیج اُگنے سے

سلہ انکار کیا یعنی کہا کہ مین کھیتی نہین اُکھاڑونگا بلکہ کل اجر المثل کا ضامن ہون ۱۲ سلہ متطوع یعنے دوسرے کے حصہ مین سے کچھ تاوان نہین لے سکتا ہو ۱۲ سلہ اور اگر چاہے یعنی مزارعت باطل مت کر اور پوری زمین کا اجرت اپنے ذمہ لے ۱۲ سلہ صدقہ نہ کریگا کیونکہ مالک زمین نے اجازت لیے وقت دی کہ بیج بحالہ موجود اور بقیمت ہو ۱۲ سلہ بلکہ صدقہ کرے ۱۲ سلہ اگر پیدا ہو ۱۲

پہلے زمین مین قائم ہو پس اسکا اعتبار اسی طرح ہوگا کہ گویا زمین کے اوپر رکھا ہو اور بیج اُگنے کے بعد
اگر اُسنے اجازت دی تو اُسکی اجازت کارآمد نہو گی یہ محیط مین ہو ایک زمین غصب کرکے اُسمین زراعت
کی پھر اُسکی زراعت پر کسی دوسرے شخص نے کھیتی بوئی تو کھیتی دوسرے کاشتکار کی ہو گی اور
پہلے کو اُسکے بیجون کے مثل بیج تاوان دیگا اور اگر زمین مین نقصان آیا تو نقصان کا تاوان غاصب
اول پر واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو عیون مین لکھا ہو کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب
کرکے اُسمین گیہون بوئے پھر دونون نے خصومت کی حالانکہ ہنوز بیج ویسے ہی تھے اُگے نہ تھے تو مالک
زمین کو اختیار ہوگا چاہے اُگنے تک چھوڑ دے پھر اُگنے کے بعد اُس سے کہے کہ اپنی کھیتی اُکھاڑ لے یا
بیجون کیوجہ سے جو کچھ زیادتی ہوگئی ہو وہ غاصب کو دیدے اور امام محمد رح سے اسکی تفسیر یون مروی ہو
کہ ایک مرتبہ زمین بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاوے اور ایک بار زمین مذکور تخم ریختہ اندازہ کیجاوے پس جو
تفاوت ہو وہی زیادتی ہو اور مختار یہ ہو کہ مالک اُسکو اُسکے بیجون کی قیمت تاوان دیگا مگر بیج اس حساب سے
اندازہ کیے جاوینگے کہ غیر کی زمین مین ریختہ ہین یہ خلاصہ مین ہو اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین تخم ریزی
کی اور وہ نہ اُگی اور اُسکو ایک اجنبی نے سینچا پس اُگی تو قیاس چاہتا ہو کہ کھیتی سینچنے والے کی ہو مگر استحساناً یہ
حکم ہو کہ کھیتی مالک زمین کی ہو گی اسواسطے کہ مالک زمین از روے دلالت ایسے سینچنے پر راضی ہو بخلاف
تخم ریزی سے پہلے سینچنے کے کہ اسمین ایسا نہین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو اور خلاصہ مین بنابر
حکم قیاس کے ذکر فرمایا کہ کھیتی سینچنے والے کی ہو گی اور اُسپر بیجون کی قیمت اس حساب سے کہ ایسی زمین
مین ریختہ ہین جسمین اُنکو برقرار رہنے کا حق حاصل ہو واجب ہو گی بشرطیکہ بیج مذکورہ کے زمین مین
خراب ہو جانے سے پہلے اُسنے سینچا ہو اور اگر خراب ہو جانے کے بعد اس طرح اُگنے سے پہلے کہ اُسکی
کچھ قیمت ہو اُسنے پانی دیا اور اُسکے سینچنے سے بیج اُگے تو بحکم قیاس اُسپر نقصان زمین واجب ہوگا
یعنے ایک بار یہ زمین اسطرح اندازہ کی جائیگی کہ اسمین تخم ریزی ہوئی اور بیج خراب ہوگئے ہین اور
ایک بار اسطرح اندازہ کیجاوے کہ اس زمین مین تخم ریزی نہین ہوئی ہو پس جو کچھ تفاوت ہو وہ
نقصان تاوان دے اور یہ کھیتی اسی سینچنے والے کی ہو گی۔ اور اگر کھیتی اُگ کر کچھ قیمت دار ہو جانیکے
بعد سینچنے والے نے اسمین پانی دیا تو جسدن اُسنے پانی دیا ہو اُسدن جو کھیتی کی قیمت تھی وہ سینچنے والے پر
واجب ہو گی اور کھیتی سینچنے والے کی ہو گی۔ اور اگر کھیتی کو ایسے وقت مین سینچا کہ اُسوقت سینچنے کی
حاجت کامل نہ تھی لیکن سینچنے سے کھیتی عمدہ جید ہوگئی تو یہ کھیتی مالک زمین کی ہو گی اور سینچنے والے
کو کچھ نہ ملیگا اور یہ جواب فقیہ ابو جعفر رح کا ہو اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے یون جواب فرمایا ہو کہ بہر حال
اجنبی سینچنے والا متطوع ہو اور کچھ نہ ملیگا کذا فی الخلاصہ مترجم کہتا ہو کہ اس دیار مین بھی موافق حکم
فقیہ ابو اللیث رح کے فتوی واجب ہو فافہم۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین تخم ریزی کی پھر

مالک زمین نے اُسکو سینچا یہانتک کہ کھیتی تیار ہوئی۔ تو اس صورت مین حکم قیاس لیا گیا ہے یعنے پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی پھر اگر مالک زمین نے کھیتی کو ایسی حالت مین پانی دیا کہ دانہ زمین مین ویسا ہی تھا تو اُسپر واجب ہوگا کہ بیج والے کو اُسکے بیجون کی قیمت اس حساب سے کہ دوسرے کی زمین مین بغیر حق القرار[1] ریختہ ہین تاوان دے اور اگر بیج زمین مین خراب ہوجانیکے بعد اُسنے پانی دیا اور کھیتی جمی حالانکہ اگر پانی نہ دیتا تو نہ جمتی یا جمتی مگر اُسکی کچھ قیمت نہو تی تو پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور اُسپر بیجون والے کیواسطے کچھ ضمان واجب نہوگی۔ اور اگر بیج مالک زمین کے سوائے کسی دوسرے شخص کی طرف سے ہون اور پانی بھی مالک زمین کے سوائے کسی دوسرے شخص نے دیا تو اس مسئلہ مین پانی دینے والے کیواسطے وہی حکم ہوگا جو مالک زمین کیطرف سے بیج ہونے کی صورت مین پانی دینے والے کے حق مین مذکور ہوا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین بیج بوئے پھر دوسرے شخص نے اگر اُسمین[2] اپنے بیج ڈالے پھر کھیتی اُگی پس اگر یہ کھیتی بدون پانی دینے کے اُگی تو پوری کھیتی دوسرے شخص یعنے غیر مالک زمین کی ہوگی اور بقیاس قول امام اعظم رح اُسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکے بیجون کی قیمت بدین حساب کہ یہ بیج زمین مین ریختہ ہین جسمین اُنکو برقرار رہنے کا استحقاق حاصل ہے ادا کرے اور اگر مالک زمین کے بیج زمین مین خراب ہوجانے کے بعد اُسنے اپنے بیج ڈالے ہون پھر دوسرا بیج اُگے تو اس دوسرے شخص پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو نقصان زمین اس حساب سے کہ یہ زمین ایسے تخم سے مزروعہ ہے جنکو اس زمین مین برقرار رہنے کا استحقاق ہے ادا کرے اور پوری کھیتی دوسرے شخص کی ہوگی اور اگر مالک زمین کی کھیتی اُگنے اور قیمت دار ہوجانیکے بعد دوسرے شخص نے اپنے بیج اُس زمین مین ڈالے پھر یہ سب کھیتی ملی ہوئی جمکر تیار ہوئی تو دوسرے شخص پر واجب ہوگا کہ جس روز اُس کی کھیتی کا مالک زمین کی کھیتی کے ساتھ ملنا ظاہر ہوا ہے اُس دن مالک زمین کی کھیتی کی جو کچھ قیمت تھی وہ اس حساب سے قیمت لگا کر کہ اس کھیتی کو اس زمین مین برقرار رہنے کا استحقاق ہے مالک زمین کو ادا کرے اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہے۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ ان سب صورتون مین یہ سب کھیتی ان دونون مین مشترک ہوگی۔ یہ سب حکم اُس صورت مین ہے کہ جب یہ کھیتی بدون سینچنے کے تیار ہوئی ہو یا دوسرے[3] شخص کے سینچنے سے تیار ہوئی ہو۔ اور اگر مالک زمین کے سینچنے سے تیار ہوئی ہو

[1] قولہ بغیر حق القرار یعنے وہان ان بیجون کو باقی رکھنے کا حق حاصل نہین ہے کیونکہ غیر کی زمین ہے اور اگر مالک نے ایسا کیا تو حق القرار حاصل ہے ۱۲ [2] مراد یہ ہے کہ امام اعظم رح کے قیاس پر حکم فرضی ہے ورنہ امام رحمہ اللہ مزارعت کے قائل نہین ہین فافہم اور بعضے علما نے تصریح کی کہ امام رحمہ اللہ نے باوجود عدم تجویز مزارعت کے بھی مسائل مزارعت کی تفریعات فرمائی ہین یہ جانکر کہ میرا قول لوگ اختیار نہ کرینگے یہ ان کی کرامت ہے وفیہ نظر ۱۲

[3] اسی زمین مین ۱۲ [4] جسکی زمین نہین ہے ۱۲ منہ

تو پوری کھیتی مالک زمین کی ہو گی پھر اگر دوسرے شخص کے بیج خراب ہونے سے پہلے مالک زمین نے پانی دیا ہو تو مالک زمین پر لازم ہوگا کہ دوسرے شخص کو اُس کے بیجون کی قیمت دے اور اگر دوسرے شخص کے بیج خراب ہو جانے کے بعد اُسنے پانی دیا ہو تو اُس پر ضمان واجب نہو گی کذا فے المحیط۔ اور اس جنس کے مسائل ہم نے کتاب الغصب کے گیارھوین باب مین ذکر کر دیے ہین قال المترجم یعنے اختلاط بمال غیرہ مسائل زراعت فافہم

گیارھوان باب۔ جو زمین مزارعت پر دی ہو اُسکے فروخت کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین ایک سال مزارعت کیواسطے بدین شرط دی کہ اسمین اپنے بیجون و آلات سے زراعت کرے اور جب کاشتکار نے اسمین کھیتی بوئی تو مالک زمین نے زمین مذکورہ کو فروخت کر دیا تو اسمین دو صورتین ہین۔ اول یہ کہ بیع کے وقت کھیتی سا گا ہوا اور اس صورت مین یہ بیع کاشتکار کی اجازت پر موقوف ہو گی خواہ مالک زمین نے کھیتی کے ساتھ زمین فروخت کی ہو یا بدون کھیتی کے فقط زمین فروخت کی ہو پس اگر کاشتکار نے زمین و کھیتی دونون کی بیع کی اجازت دیدی تو بیع نافذ ہو جائیگی اور اُسکا ثمن زمین پر اور کھیتی کی بیع کے روز کی قیمت پر تقسیم ہو گا پس جسقدر زمین کے پڑتے مین آئیگا وہ مالک زمین کا ہو گا۔ اور جسقدر کھیتی کے پڑتے مین آئیگا وہ مالک زمین و کاشتکار کے درمیان نصفا نصف[1] تقسیم ہو گا۔ یہ اُس صورت مین کہ کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہو گا چاہے کھیتی تیار ہونے تک انتظار کرے یا چاہے بیع کو فسخ کر دے یہ اُس صورت مین کہ مالک نے زمین اور کھیتی ایک ساتھ فروخت کر دی ہو۔ اور اگر مالک زمین نے فقط زمین فروخت کی کھیتی فروخت نہ کی اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو زمین مشتری کی ہو گی۔ اور کھیتی بائع اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط بٹائی کے آدھی آدھی ہو گی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو جس طرح ہم نے بیان کیا ہے مشتری کو خیار حاصل ہو گا اور اگر مالک نے زمین اور اپنا حصہ زراعت فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو مشتری پورے ثمن مین زمین کو اور مالک زمین کے حصہ زراعت کو لے لیگا اور اگر کاشتکار نے اجازت نہ دی تو اُسکو مثل مذکورہ بالا خیار حاصل ہو گا اور اگر اس صورت مین کاشتکار نے چاہا کہ بیع فسخ کر دے تو صحیح یہ ہے کہ اُسکو یہ اختیار نہو گا صورت دوم یہ ہے کہ مالک زمین نے زمین ایسے وقت فروخت کی کہ جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہو گئی تھی پس اگر زمین بدون کھیتی کے فروخت کی تو بلا توقف بیع جائز ہو گی۔ اور اگر زمین کو تمام کھیتی کے ساتھ فروخت کیا تو یہ بیع زمین اور مالک کے حصہ زراعت کے حق مین نافذ ہو گی اور

[1] یعنے جبکہ مزارعت آدھے کی بٹائی پر ہو ۱۲ منہ [2] وہی اختلاف ہے جو اجارہ مین ہے اور کتاب البیوع مین گذر چکا ہے ۱۲ منہ

کاشتکار کے حصہ زراعت کے حق میں موقوف رہے گی پس اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو کاشتکار کو ثمن میں سے اوسکے حصہ زراعت کے حساب سے حصہ ملیگا اور باقی سب ثمن مالک زمین کا ہوگا اور اگر کاشتکار نے اجازت نہ دی پس اگر مشتری کو خریدنے کیوقت مزارعت سے آگاہی نہ تھی تو چونکہ مشتری کے حق میں صفقہ متفرق ہوتا ہے مشتری کو اختیار ہوگا چاہے لے یا نہ لے اور اگر کھیتی سا گا ہونے کی حالت میں مالک نے زمین اور کھیتی فروخت کردی اور کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری کو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہوا مگر اوسنے بیع فسخ نہ کی یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو بیع مذکور زمین اور مالک زمین کے حصہ زراعت کے حق میں نافذ ہوجائیگی لیکن مشتری کو اختیار ہوگا چاہے زمین و مالک کا حصہ زراعت بعوض ان دونون کے حصہ ثمن کے لے یا ترک کردے اور اگر مالک نے زمین مع اپنے حصہ زراعت کے فروخت کی ہو اور کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے بیع فسخ نہ کی یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو بیع مذکور نافذ ہوجائیگی اور مشتری زمین اور مالک کے حصہ زراعت کو پورے ثمن میں لیگا اور مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اسی طرح اگر مالک نے زمین کو بدون زراعت کے فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے بیع فسخ نہ کی یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو زمین کی بیع نافذ ہوجائے گی اور مشتری کو خیار حاصل نہوگا یہ محیط میں ہے فتاوائے فضلی میں لکھا ہے کہ اگر اپنی زمین مزارعت پر دی پھر کاشتکار کے زراعت کرنے سے پہلے اسکو فروخت کیا تو اسمین دو صورتیں ہیں اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون پس اس صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا چاہے کاشتکار کو زراعت سے منع کرے پھر اگر کاشتکار نے کام شروع نہ کیا ہو اور کار کاشتکاری میں سے کوئی کام نہ کیا ہو تو کاشتکار کیواسطے حکماً و دیانتہً کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر اوسنے بعضے کارہائے زراعت جیسے نہر اگانا و کاریز میں درست کرنا انجام دیلے ہون تو بھی قضاءً یہی حکم ہے لیکن دیانتہً مالک زمین پر فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ لازم ہوگا کہ جو کام اوسنے کیا ہے اوسکی بابت اسکو راضی کرلے اگرچہ شرعاً قضاءً یہ حکم نہیں ہے دوم یہ کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون پس اس صورت میں مشتری کو اختیار نہوگا کہ کاشتکار کو زراعت سے منع کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے شخص کو بٹائی پر دیا اور عامل نے باغ مذکور میں تھوڑا کام انجام دیا پھر عامل مذکور کی رضامندی سے مالک نے باغ مذکور فروخت کیا پس اگر باغ انگور یا درختان خرما میں سے کچھ پھل وغیرہ حاصلات نہوے ہون تو عامل کو ثمن میں سے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ عامل کیطرف سے فقط عمل پایا جاتا ہے اور خالی عمل کی کچھ قیمت نہیں ہے۔ اور اگر مالک نے باغ انگور میں پھل آنیکے بعد زمین کو مع اپنے حصہ کے فروخت کیا پس اگر عامل نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہے اور پھلون میں سے بائع کا حصہ مشتری کا ہوگا اور عامل کا حصہ عامل کا ہوگا اور اگر پھل برآمد ہونے سے پہلے ایسی بیع واقع ہوئی تو حکم قضا کی راہ سے عامل کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ پھل

آنے سے پہلے وہ کسی چیز کا مالک نہین وہ تو پھل آنے کے بعد البتہ مالک ہوتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی ایک زمین جسمین تخم ریزی ہو چکی ہی مگر ہنوز اُگی نہین ہی فروخت کی پس اگر تخم مذکور زمین مین خراب ہوگیا ہو تو وہ مشتری کا ورنہ بائع کا ہوگا اور اگر مشتری نے زمین مین پانی دیا یہانتک کہ کھیتی اُگی اور بیع کیوقت بیج زمین مین بگڑا نہ تھا تو بھی کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری نے جو کام کر دیا اُسمین متطوع قرار دیا جائے گا اسیطرح اگر بیج جم آیا ہو مگر ہنوز اُسکی کچھ قیمت نہوئی ہو تو بھی یہی حکم ہی اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی کہ سب صورتونمین کھیتی بائع کی ہوگی لیکن اگر اُسنے زمین کے ساتھ اس تخم کو صریحاً یا دلالۃً فروخت کیا ہو تو ایسا نہین ہی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الکبرے

بارھوان باب۔ مزارعت و معاملت مین عذر واقع ہونے کے بیان مین۔ جو امور مزارعت کی فسخ کے واسطے عذر ہوتے ہین وہ چند انواع ہین بعضے مالک زمین کیطرف راجع ہین اور بعضے کاشتکار کیطرف پس اول یعنے جو مالک زمین کیطرف راجع ہین وہ دین قادح ہی کہ جو بدون اس زمین کے ثمن کے ادا نہین ہو سکتا ہی یعنے یہ زمین اس دین مین فروخت کیجاوے پس ایسے عذر سے عقد مزارعت فسخ ہوگا بشرطیکہ فسخ ممکن ہو بایطور کہ یہ امر قبل زراعت کے ہو یا بعد زراعت کے کھیتی تیار ہو کر قابل درو ہو جانیکے بعد ہوا سوجہ عقد کو باقی رکھنا اور پورا کرنا[کاٹنا ۱۲] اس سے بدون ضرر برداشت کرنے کے ممکن نہین ہی پس اُسپر ضرر برداشت کرنا لازم نہین ہی پس قاضی پہلے زمین کو اُسکے قرضہ مین فروخت کردیگا پھر مزارعت فسخ کردیگا اور فقط عذر پیش آنے سے مزارعت خود فسخ نہوجائے گی۔ اور اگر فسخ ممکن نہو باین وجہ کہ کھیتی تیار ہو کر قابل درو نہوئی ہو تو قرضہ مین فروخت نہ کیجائیگی اور عقد فسخ نہ کیا جاویگا یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے قابل ہوجاوے اور مالک زمین مذکور قید سے رہا کیا جائیگا اگر قرضخواہ نے اسکو قید کرایا ہو یہانتک کہ کھیتی پک کر تیار ہوجاوے اسواسطے کہ قید سزا ے نادہندی ہی اور یہ شخص کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے نادہند نہین ہو سکتا اسواسطے کہ زمین فروخت کرنے سے یہ شخص شرعاً ممنوع ہی اور شخص ممنوع معذور ہی۔ پھر جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجاوے تو دوبارہ[ملہ] بدین غرض قید کیا جائیگا کہ اپنی زمین فروخت کرکے خود ہی قرضہ ادا کرے ورنہ قاضی اُسکی طرف سے فروخت کریگا۔ اور دوم جو کاشتکار کیطرف راجع ہین وہ عذر مثل مرض کے کہ کاشتکار کام کرنے سے معذور ہوا اور مثل[ملہ] سفر کے کیونکہ وہ محتاج الیہ ہی اور جیسے ایک حرفہ چھوڑ کر دوسرا اختیار کرنا اسوجہ سے کہ بعض پیشہ ایسا ہوتا ہی جس سے اُسکا پیٹ نہ بھرے اور جیسے کوئی ایسا مانع پیش آوے جو اُسکو کام کرنے سے باز رکھے کذا فی البدائع۔ اور معاملہ مین یعنے درختون کی بٹائی مین اگر دونون مین سے

ملہ دوبارہ اقول یہ لازم نہین ہی بلکہ اگر وہ خود فروخت کرنے سے انکار کرے تب البتہ قید کیا جاوے کیونکہ یہی علت ہے اور اسی طرف اشارہ بھی کیا ہی ۱۲ ملہ مثل سفر یعنے مرض کی طرح سفر و دیگر امور جو آئندہ بیان ہوئے جیسے حرفہ چھوڑ کر دوسرا حرفہ شروع کرنا وغیرہ ۱۲

کسی نے موافق مقتضاے عقد کے کارروائی کرنے سے انکار کیا تو بدون کسی عذر کے اُسکو یہ اختیار نہوگا پس معاملہ دونون طرف سے لازم ہوتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مین فرمایا کہ اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور اُسنے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اس سال مزارعت کو چھوڑ دون یا کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اس سال اس زمین کے سواے دوسری زمین مین زراعت کرون تو اُسکو اختیار ہے اور مزارعت کو فسخ کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ مرض کی صورت مین بھی سفر کے قیاس پر تفصیل ہونا واجب ہے کہ اگر اُسنے درختون کی بٹائی اس شرط سے لی کہ خود اور اپنے مزدورون سے کام کرے تو اُسکا بیمار ہونا عذر نہوگا اور اگر عقد معاملہ اس شرط سے کیا کہ خود ہی کام کرے تو اُسکا بیمار ہونا عذر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے اور مالک درختان و مالک زمین کیطرف سے منجملہ عذر کے یہ ہے کہ اُسکے ذمہ ایسا قرضہ لاحق ہوجاوے جو سواے ثمن درختان و ثمن زمین کے کسی طرح ادا نہین ہوسکتا ہے۔ اور ایسی حالت مین فسخ عقد صحیح ہونے کے واسطے موافق روایت کتاب الزیادات کے حکم قاضی یا طرفین کی باہمی رضامندی ضرور ہے اور موافق روایت کتاب المزارعۃ و اجارات اور جامع صغیر کے حکم قضاء و کاشتکار یا عامل کی رضامندی کی احتیاج نہین ہے پس ہمارے بعضے مشائخ متاخرین نے روایت زیادات کو لیا ہے اور بعضون نے کتاب الاصل و جامع صغیر کی روایت کو لیا ہے اور اگر اُسنے قبل فروخت کرنے کے قاضی سے عقد مزارعت یا عقد معاملت فسخ کرنیکی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کریگا پس اُسکو چاہیے کہ خود فروخت کرے اور قاضی کے سامنے قرضہ ہونا ثابت کر دے تاکہ قاضی اس بیع کو تمام کر دے اور عقد مذکور حکماً ٹوٹ جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور جن چیزون سے عقد مزارعت بعد واقع ہونے کے فسخ ہوجاتا ہے اُسکے چند انواع ہین۔ ازانجملہ فسخ ہے اور وہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک فسخ صریح اور وہ اسطرح ہوتا ہے کہ بلفظ فسخ یا اقالہ ہو اور دوسرا بدلالت اور وہ دو طرح کا ہے اول یہ کہ جسکیطرف سے بیج ٹھہرے ہون وہ مقتضاے عقد کے موافق کارروائی کرنے سے انکار کرے پس اگر اُسنے کہا کہ مین اس زمین کی مزارعت نہین چاہتا ہون تو عقد فسخ ہوجائیگا اسواسطے کہ عقد مذکور اُسکے حق مین لازمی نہین ہے پس اُسکو بمقتضاے عقد کارروائی کرنے سے بلا عذر انکار کرنیکا اختیار باقی ہے دوم یہ کہ ماذون نے اپنی زمین و بیج کسی شخص کو مزارعت پر دیے پھر اُسکو اُسکے مولے نے مجور کر دیا تو عقد فسخ ہوجائیگا ازانجملہ یہ کہ مدت مزارعت منقضی ہوجاوے ازانجملہ یہ کہ مالک زمین مرجاوے خواہ زراعت سے پہلے مرجاوے یا بعد زراعت کے مرے خواہ اُسوقت کھیتی تیار ہوگئی ہو یا ہنوز ساگا ہو۔ ازانجملہ یہ کہ کاشتکار مرجاوے خواہ زراعت سے پہلے مرجاوے یا بعد زراعت کے خواہ اُسوقت کھیتی تیار ہوکر کاٹنے کے لائق ہوگئی ہو یا نہوئی ہو کذا فی البدائع

تیرھوان باب۔ اُن صورتون کے بیان مین کہ کاشتکار یا عامل مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُس نے کھیتی یا پھل کیا کیے ہین۔ امام محمدرحمہ نے فرمایا کہ اگر کاشتکار مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے کھیتی کے ساتھ

کیا گیا تو زراعت مین سے مالک زمین کا حصہ کاشتکار کے مال مین دین قرار دیا جائیگا اور اگر وارثون نے دعوی کیا کہ کھیتی چوری ہوگئی ہے تو اُنکے قول پر التفات نہ کیا جائیگا اور یہ حکم اسوجہ سے ہے کہ مالک زمین کا حصہ کاشتکار کے پاس بدین دلیل امانت تھا کہ اگر تمام کھیتی کاشتکار کے پاس تلف ہوجاتی تو مالک زمین کے واسطے کچھ ضامن نہوتا پس جب ثابت ہوا کہ اُسکے پاس امانت تھا حالانکہ وہ بدون امانت کا حال بیان کیے ہوئے مرگیا تو یہ شخص ایسا امین ہوگیا جو امانت کو مجہول یعنے بلا بیان چھوڑ کر مرجاتا ہے[1] پس ضامن ہوجائیگا اور اگر وارثان کاشتکار و مالک زمین نے اس امر مین اختلاف کیا کہ کاشتکار کی موت سے قبل زراعت کی قیمت کسقدر تھی تو وارثان کاشتکار کا قول قبول ہوگا۔ اسیطرح اگر درختون کا عامل مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے پھلون کے ساتھ کیا کیا ہے تو بھی اسیطرح حکم ہے۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ کھیتی کا جمنا اور پھلون کا نکلنا معلوم ہوجاوے اور اگر یہ امر معلوم نہو تو کاشتکار یا عامل مذکور ضامن نہوگا۔ اور اگر عامل نے اپنے ترکہ مین درہم و دینار چھوڑے حالانکہ اُسپر حالت صحت کے قرضے موجود ہین تو ایسی صورت مین مالک زمین و درخت باقی قرضخواہون کے ساتھ شریک کردیا جائیگا اور اس قول سے امام محمد رح کی مراد یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ عقد مزارعت و عقد معاملت حالت صحت مین واقع ہوا ہے اور عقد مزارعت و معاملت کا واقع ہونا فقط باقرار مریض یعنے عامل و کاشتکار کی حالت مرض کے اقرار سے معلوم ہو تو یہ قرضہ بمنزلہ ایسے قرضہ کے ہوگا جو حالت مرض مین مریض کے اقرار سے واجب ہوتا ہے پس دیون الصحۃ سے مؤخر ہوگا کذا فی الذخیرہ

چودھوان باب۔ مریض کے مزارعت و معاملت کرنیکے بیان مین۔ اس باب کے مسائل ایک قاعدہ پر مبنی ہین وہ یہ ہے کہ جو شخص مریض مرض الموت ہے اُسکا تصرف ایسے امور مین جن سے قرضخواہون یا وارثون کا حق متعلق نہین ہے مثل صحیح تندرست کے تصرف کے ہے اور جن امور سے قرضخواہون یا وارثون کا حق متعلق ہے اُس مین تصرف دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اس تصرف سے قرضخواہون و وارثون کا حق باطل نہوجاوے بلکہ اُنکا حق ایک محل سے منتقل ہوکر دوسرے ایسے محل مین جاوے جو مالیت مین مثل محل اول کے ہے جیسے بیع[2] و اُسکے اشباہ پس ایسا تصرف مریض کا اور تندرست صحیح کا یکسان ہے اور دوسرے یہ کہ تصرف سے قرضخواہون و وارثون کا حق باطل ہوتا ہووے اور اس قسم کا تصرف مریض سے مجور[3] ہے جیسے تبرعات کے طور پر تصرف کرنا پھر واضح ہو کہ قرضخواہون و وارثون کا حق اُسی مال سے متعلق ہوتا ہے جسمین میراث جاری ہو جیسے اعیان ترکہ اور جسمین میراث نہین جاری ہوتی ہے جیسے منافع اُس سے ان لوگون کا حق متعلق نہین ہوتا ہے

[1] مرجاتا ہے چنانچہ کتاب الودیعۃ مین مستوفی کہ ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مرنا مفصل بیان ہوا اور وہ ضامن ہوتا ہے ۱۲
[2] بیع مثلاً مریض نے کوئی مال فروخت کیا خواہ نقد تو وارثون وغیرہ کا حق مال سے بدل کر نقد سے متعلق ہوا یا بعوض مال کے تو ایک مال سے بدل کر دوسرے مال سے متعلق ہوا لیکن ضرور ہے کہ اول سے دوم مین قیمت کی برابری ہو ۱۲
[3] صحت کے قرضے ۱۲ مثلاً تمام مال کسی شخص کو بخش دینا ۱۲

اسیطرح جسمین میراث جاری ہوتی ہی مگر وہ مال نہین ہی اور نہ وہ مال کے حکم مین ہی اُس سے بھی ان لوگونکا حق متعلق نہین ہوتا ہی امام محمد رحنے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر کسی مریض مرض الموت نے اپنی زمین بشرط مزارعت کسی کو کاشتکاری کیواسطے دی تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور اس صورت مین مزارعت جائز ہی خواہ کاشتکار اجنبی ہو یا وارث ہو اور خواہ مریض پر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام ترکہ کو محیط ہی یا نہو اور خواہ مریض کیواسطے پیداوار مین سے اسقدر مشروط ہو جو زمین کے اجر المثل کے برابر ہی یا اس سے کم مشروط ہوا ور خواہ مریض کا سوائے اس زمین کے کچھ مال ہو یا نہو دوم یہ کہ بیج بھی مریض کی طرف سے ہون اور مریض کے پاس سوائے اس زمین و بیج کے کچھ مال نہوا ور اسس صورت مین دو صورتین ہین اول یہ کہ کاشتکار شخص اجنبی ہوا ور میت پر قرضہ نہو پس اس صورت مین زراعت مین سے زراعت کے جمکر قیمت دار ہو جانے کے روز حصہ کاشتکار کی قیمت کو اور کاشتکار کے اجر المثل کو دیکھا جائیگا پس اگر زراعت مین سے زراعت جمکر قیمت دار ہو جانے کے روز حصہ کاشتکار کی قیمت اور اُسکا اجر المثل برابر ہو یا حصہ کاشتکار کی قیمت بہ نسبت اجر المثل کے کم ہو تو کاشتکار کو اُسکا حصہ زراعت دیا جائیگا اور اگر زراعت جمکر قیمت دار ہو جانیکے روز زراعت مین سے حصہ کاشتکار کی قیمت بہ نسبت اُسکے اجر المثل کے زیادہ ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر حصہ کاشتکار میت کی تہائی مال سے برآمد ہو تا ہو تو کاشتکار کو اُسکا پورا حصہ دیا جائیگا بعض بطور وصیت کے اور بعض بطریق معاوضہ کے اور اگر زراعت سے حصہ کاشتکار میت کے تہائی مال سے نہ نکل سکتا ہو پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو بھی یہی حکم ہی کہ کاشتکار کو اُسکا پورا حصہ زراعت دیا جائیگا اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو کاشتکار کو سہام سے بقدر اُسکے اجر المثل کے بطور معاوضہ دیا جائیگا پھر سب جسقدر اُسکے واسطے مشروط تھا اُسکے مابقی مین سے ایک تہائی اُسکو بطور وصیت دیدیا جائیگا اور باقی دو تہائی وارثون کا ہوگا۔ اور جس قدر اجر المثل سے بڑھا ہی اُسمین وصیت کا اعتبار یوم حصاد پر ہوگا یعنے جسقدر اجر المثل سے بڑھا ہی اُسکی قیمت کھیتی کاٹنے کے روز کی معتبر ہوگی۔ یہ اُس صورت مین ہی کہ کاشتکار اجنبی ہوا ور میت پر قرضہ نہوا ور اگر میت پر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام مال کو محیط ہو خواہ قرضہ صحت یا قرضہ مرض تو ایسی صورت مین زراعت مین سے جس روز اُگنے کے بعد قیمت دار ہوگئی ہی قیمت حصہ کاشتکار اور اُسکے کام کے اجر المثل کیطرف دیکھا جائیگا پس اگر زراعت اُگنے اور قیمت دار ہونیکے روز زراعت سے حصہ کاشتکار کی قیمت اُسکے اجر المثل کے برابر ہو یا کم ہو تو جسقدر کاشتکار کیواسطے مشروط ہی وہ کاشتکار کو دیا جائیگا بلکہ جسقدر اُسکے قبضہ مین ہی اُسمین مریض کے قرضخواہ لوگ شریک ہونگے اور یہ مقبوضہ ان سب مین موافق ہر ایک حصہ کے تقسیم ہوگا بشرطیکہ سوائے اسکے مریض کا کچھ مال نہو پس کاشتکار کے حصہ مین وہ قیمت لگائی جائے گی جو اس حصہ زراعت کے لائق

درو ہونیکے وقت تک بڑھکر ہوگئی ہو اور قرضخواہ لوگ اپنے اپنے قرضہ کی مقدار پر شریک کیے جاوینگے اور اگر زراعت مین سے اسکے اُگنے اور قیمت دار ہونیکے وقت حصہ کاشتکار کی قیمت کاشتکار کے اجرالمثل سے زائد ہو تو کاشتکار فقط اپنے اجرالمثل کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور جسقدر زیادہ ہو وہ منہ لگایا جائیگا اور قرضخواہ لوگ اپنے اپنے حقوق کے ساتھ شریک کیے جاوینگے اور کاشتکار کے اجرالمثل سے جسقدر اسکا حصہ زائد ہو اس زیادتی مین سے اسکو کچھ نہ دیا جائیگا لیکن یہ ہوگا کہ جسقدر اس تقسیم مین کاشتکار کے حصہ مین پڑیگا وہ اسکو زراعت مین سے لیگا اور جو قرضخواہون کے حصہ مین پڑے گا وہ فروخت کر کے اُنکے قرضے[1] ادا کیے جاوینگے یہ سب جو ہم نے ذکر کیا ہو اُس صورت مین ہو کہ کاشتکار کوئی اجنبی ہو اور اگر کاشتکار وارث ہو پس اگر امام اعظم رحمہ اللہ جواز مزارعت کے قائل ہوتے تو اُن کے قیاس پر یہ حکم ہو کہ مزارعت فاسد ہوتے کہ وارث کاشتکار پیداوار مین سے کچھ مستحق نہین ہو بلکہ فقط اسکو اُسکے اجرالمثل مین درم ملین گے اور کچھ نہ ملے گا خواہ مریض پر قرضہ ہو یا نہو اور خواہ زراعت مین سے حصہ وارث کی قیمت اسکے کام کی اُجرت مثل کے برابر ہو یا زائد ہو اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر یہ حکم ہو کہ اگر مریض پر قرضہ نہو تو زراعت کے جمکر قیمت دار ہونے کے روز زراعت مین سے حصہ وارث کی قیمت اور اسکے اجرالمثل کو دیکھا جاویگا پس اگر زراعت مین سے اُگنے اور قیمت دار ہونیکے روز حصہ وارث کی قیمت اسکے کام کی اُجرت مثل کے برابر ہو یا کم ہو تو اسکو اپنا حصہ مشروط ملیگا اور اس دن کے بعد کھیتی تیار ہونے اور کاٹنے کے روز تک جسقدر زیادہ ہو جاوے اُسمین وہی حکم ہو جو اجنبی کی صورت مین مذکور ہوا ہو۔ اور اگر زراعت جمکر قیمت دار ہونیکے روز زراعت مین سے حصہ وارث کی قیمت اسکے اجرالمثل سے زائد ہو تو اسکو پیداوار مین سے بقدر اپنے اجرالمثل کے ملیگا اور حصہ مشروط جسقدر اس اجرالمثل سے زائد ہو اُسمین سے وارث کو بالکل کچھ نہ ملیگا کیونکہ اگر اسمین سے اسکو کچھ ملنے کا استحقاق ہو تو یہ استحقاق بطریق وصیت ہو سکتا ہو حالانکہ وارث کے واسطے وصیت نہین ہو اور اگر مریض پر اسقدر قرضہ ہو کہ جو اُسکے تمام مال کو محیط ہو تو اسصورت مین وہی حکم ہو جو اجنبی کی صورت مین مذکور ہوا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک صحیح نے اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر کسی مریض کاشتکار کو دی اور بیج کاشتکار کیطرف سے ٹھہرے حالانکہ کاشتکار کا اسکے سوائے کچھ مال نہین ہو پھر زمین مذکور مین کھیتی پیدا ہوئی پھر مریض کاشتکار مر گیا تو اُسکا حکم وہی ہو جو اس صورت مین مذکور ہوا ہو کہ ایک مریض نے اپنی زمین دوسرے کو مزارعت پر دی اور بیج مالک زمین یعنے مریض کیطرف سے ٹھہرے ہین اسواسطے کہ اسصورت

---

[1] قال المترجم یہ اُسوقت ہو کہ جب اُن کے قرضے برخلاف اس جنس اناج کے ہون جو پیدا ہوئے ورنہ شاید اسی جنس کا اناج قرض ہو برخلاف اسکے جو اناج کا قرض جائز نہین کہتا ہے فافہم ۱۲ منہ [2] بخلاف اجنبی کے کہ اسکو ایک تہائی ملے گی ۱۲ منہ [3] خلاف مریض ۱۲ منہ

مین مریض مذکور کاشتکار کا بعوض بعض پیداوار کے اجارہ پر لینے والا اقرار پایا ہے اور جو صورت ہم نے یہان بیان کی ہے اسمین کاشتکار مریض بعوض بعض پیداوار کے زمین اجارہ پر لینے والا اقرار پایا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کسی مریض نے اپنی زمین جسمین کھیتی ہے مگر ہنوز ساگا ہے قابل درو نہین ہوئی ہے یا درختان خرما جسمین کفرے ہین یا اور درخت جسمین کچی ہری کیریان ہین ایسی نہین ہین کہ اُن کی کچھ قیمت اندازہ کیجاوے کسی شخص کو اس شرط سے دی کہ اسمین سے جو کچھ اللہ تعالے نصیب کرے وہ ہم دونوںمین نصفا نصف ہوگا تو اس کا حکم وہی ہے جو ہم نے مزارعت کی صورت مین جب کہ بیج مریض مالک زمین کیطرف سے ہون بیان کیا ہے۔ اور اگر کسی مریض نے اپنا باغ درخت خرما بٹائی پر اس سال کے واسطے اس شرط سے دیا کہ اسکی پرداخت کرے اور پانی دے اور نرمادی لگاوے اور جو کچھ اسمین اللہ تعالے روزی کریگا وہ ہم دونوںمین نصفا نصف ہوگا پھر درخت خرما مین کفرے نکلین کہ اسمین آدھی کفرے عامل کے اجرالمثل کے برابر یا اُس سے کم قیمت تھین پھر عامل اسکی برابر پرداخت کرتا رہا اور پانی دیتا رہا یہانتک کہ یہ کفرے گدر ہوئین کہ انکی قیمت مال کثیر ہے پھر یہ گدر خرما خراب ہوکر حشف[۱] ہوگئے کہ انکی قیمت کفرے جب نکلین تھین انکی قیمت سے بھی کم ہوگئی پھر درخت کا مالک مرگیا حالانکہ اُسپر بہت قرضہ ہے کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہے تو جو کچھ میت نے چھوڑا ہے وہ عامل اور قرضخواہون مین اسطرح تقسیم کیا جائیگا کہ قرضخواہ لوگ اپنے اپنے قرضہ کی مقدار سے شریک ہو جاوینگے اور عامل آدھے[۲] حشف کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور خرما کی بربادی کا عامل ضامن نہوگا اور اگر میت پر قرضہ نہو اور باقی مسئلہ بحالہٖ ہے تو عامل کو آدھے خرما ئے تباہ شدہ ملینگے اور آدھے وارثون کو ملینگے کذا فی المحیط

اس باب کے متصل فصل دربیان اقرار مریض درمعاملہ ومزارعہ

امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک کاشتکار بیمار ہوا اور اُسکے پاس کسی شخص کی زمین ہے جسمین وہ زراعت کرتا ہے اور اُسپر حالت صحت کا قرضہ ہے پس مریض مذکور نے اقرار کیا کہ بیج اُسکی طرف سے تھا اور اسنے مالک زمین کیواسطے دو تہائی پیداوار شرط کی تھی پھر مرگیا اور قرضخواہون نے اس سے انکار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مریض نے کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجانیکے بعد ایسا اقرار کیا تو اُسکے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی اور پہلے قرضخواہان صحت کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جب قرضخواہان صحت کا قرضہ ادا ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دو تہائی پیداوار مین سے کچھ بچا تو مالک زمین کو اسمین سے بقدر اُسکی زمین کی اجرالمثل کے دیا جائیگا اور اس سے زیادہ پوری دو تہائی پیداوار تک جو رہا وہ بطور وصیت کے مالک زمین کو دیا جائیگا بشرطیکہ مال میت[۳] کا تہائی ہوتا ہو۔ اور اگر مریض نے ایسا اقرار ایسی حالت مین کیا کہ اُسوقت کھیتی ساگا تھی تو قرضخواہان صحت کے حق مین بھی اُسکے قول کی تصدیق

۱؎ حشف آہ خرما خراب شدہ ناکارہ ۱۲ منہ ۲؎ آدھے یہ اسوقت کہ معاملہ آدھے پیداوار پھل کی بٹائی پر ہو ۱۲ ۳؎ خرما کی گیریان
چھوہارے خرما بلند ناکارہ ۱۲ ۴؎ یعنی یہ مقدار تہائی مال میت سے ہو ۱۲

کیجائے گی۔ اور اگر قرضہ ادا کر دیا گیا اور مال مین سے کچھ باقی رہا تو باقی مال میت کی تہائی مین سے مالک زمین کو اُسکا حق مشروط پورا کر دیا جائیگا یہ اُسوقت ہی کہ مریض مذکور پر قرضہ صحت ہو۔ اور اگر مریض پر ایسا قرضہ مرض ہو کہ حالت مرض مین اُسکے اقرار ہی سے ثابت ہوا ہو پھر مریض نے جسطرح ہم نے بیان کیا ہی مزارعت مین اقرار کیا پس اگر اُسنے کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین ایسا اقرار کیا تو پہلے مالک زمین کا حق ادا کرنا شروع کیا جائیگا بس دو تہائی پیداوار زمین سے اُسکی زمین کا اجر المثل اُسکو دیا جائیگا اگر دو تہائی پیداوار اُسکی اجر المثل سے زیادہ ہو اور اگر مریض نے یہ اقرار ایسی حالت مین کیا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہو گئی تھی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اقرار مزارعت بہ نسبت اقرار قرضہ کے پہلے واقع ہوا ہو تو پہلے مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دیا جائیگا پھر مریض کا حالت مرض کا اقراری قرضہ ادا کیا جائیگا اور اگر اقرار قرضہ اقرار مزارعت سے پہلے ہو تو مالک زمین اُس شخص کے ساتھ جسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہی بقدر زمین کے اجر المثل کے حصہ دار کر دیا جائیگا۔ یہ سب اُسوقت مین ہی کہ جب کاشتکار کیطرف سے بیج ہونے کی صورت مین کاشتکار نے ایسا اقرار کیا ہو۔ اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہونیکی صورت مین کاشتکار مریض نے ایسا اقرار کیا تو اُسکے اقرار کی تصدیق کیجائیگی خواہ اُسنے کھیتی قابل درو ہونیکے پہلے ایسا اقرار کیا ہو یا قابل درو ہونیکے بعد ایسا اقرار کیا ہو اور اگر مسئلہ مذکورہ مین مالک زمین مریض ہو اور اُسنے ایسا اقرار کیا تو اُسکا حکم سب صورتون مین ویسا ہی جو کاشتکار کے اقرار کرنیکی صورتونمین بیان کیا گیا ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنا باغ خرما دوسرے کو بٹائی پر دیا پھر جب باغ کے پھل پورے تمر یعنے خرما ہو گئے تو عامل بیمار[1] ہو گیا اور کہا کہ مالک باغ نے میرے واسطے چھٹا حصہ شرط کیا ہی اور مالک باغ نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی مگر قرضخواہون و وارثون نے تکذیب کی تو عامل کا قول قبول ہوگا پھر اگر اُسکے وارثون یا قرضخواہون نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ پیش کرتے ہین کہ مالک باغ نے اُسکے واسطے نصف حاصلات کی شرط کی ہی تو اُنکے گواہون کی سماعت نہو گی اور اگر اُنھون نے اپنے دعوے پر مالک باغ سے قسم طلب کی تو قاضی اُنکے دعوے پر کہ مالک مذکور سے قسم نہ لیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب مین مذکور ہی کہ اُنکے اس دعوے پر کہ مالک باغ نے عامل کیواسطے نصف حاصلات شرط کی ہی مالک باغ سے قسم نہ لیجائے گی یہ امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح کے قول پر قسم لیجائیگی۔ اسیطرح اگر عامل زندہ رہا اور وہ اقرار کر چکا تھا کہ میرے واسطے مالک باغ نے چھٹا حصہ شرط کیا تھا پھر دعوے کیا کہ مالک نے میرے واسطے نصف شرط کیا ہی اور مین نے چھٹا حصہ شرط کرنیکا جھوٹا اقرار کیا تھا اور درخواست کی کہ مالک باغ سے قسم لیجاوے تو مالک باغ سے قسم لینا چاہیے یہ اُسوقت ہی کہ عامل کوئی اجنبی ہو۔ اور اگر عامل مالک باغ کا وارث ہو اور عامل نے اقرار کیا کہ مالک باغ نے میرے واسطے چھٹا حصہ شرط کیا اور یہ اقرار خرما ہو جانے کے بعد واقع ہوا تو اُسکے اقرار کی تصدیق کیجائیگی اور اگر وارثان مالک

[1] یعنے مرض الموت کا بیمار ہوا ۱۲ منہ

اور راہن کے قرضخواہون نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ پیش کرتے ہین کہ مالک باغ نے عامل کیواسطے نصف شرط کیا ہے تو اُنکے گواہون کی سماعت ہوگی اور اگر اُنھون نے مالک باغ سے اس دعوے پر قسم لینی چاہی تو مالک باغ سے قسم لیجاے گی اور اگر ایک مریض نے اقرار کیا کہ مین نے اپنا باغ خرما اپنے فلان وارث کو بٹائی پر دیا ہے حالانکہ ہنوز اُسکے پھل پختہ نہوئے تھے پھر مریض مذکور نے حالت مرض مین قرضہ کا اقرار کیا پھر مر گیا تو پہلے عامل کا قرضہ ادا کیا جائیگا پس اُسکے کام کا اجر المثل[1] اُسکو دیا جائیگا پھر وہ قرضہ ادا کیا جائیگا جس کا اُسنے مرض مین اقرار کیا ہے ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہے اور شاید یہ قول صاحبین رحمہما اللہ کا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر یہ مسئلہ صحیح ہونا چاہیے۔ پھر اگر وارث عامل نے کہا کہ میرا پورا حق مجھے نہین ملا ہے کچھ باقی رہ گیا ہے اور باقی وارثون نے کہا کہ تیرا کچھ حق باقی نہین رہا اسواسطے کہ تیرا حق اجر المثل تھا اور وہ سب تجھے پہونچ گیا پس عامل نے چاہا کہ باقی وارثون سے قسم لے پس آیا قسم لے سکتا ہے تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر وارث عامل نے اقرار کیا ہو کہ عقد حالت صحت مین واقع ہوا اور اقرار حالت مرض مین تو اسکو قسم لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ عقد حالت مرض مین واقع ہوا ہے تو قسم نہین لیسکتا ہے کذا فی المحیط

پندرھوان باب۔

رہن مین مزارعت و معاملہ کرنے کے بیان مین۔ ایک شخص نے اپنی زمین و باغ خرما رہن کیا اور مرتہن کو سپرد کرنے کے بعد مرتہن سے کہا کہ اُسکو پانی دے اور نرہادی لگا اور اسکی حفاظت کر بدین شرط کہ جو کچھ حاصلات ہو وہ نصفا نصف ہوگی اور مرتہن نے اسکو قبول کیا تو عقد معاملہ فاسد ہے اور مرتہن کو نرہادی لگانے اور سینچنے کا اجر المثل ملیگا اور حفاظت کرنیکا کچھ نہین ملیگا اور جو کچھ پیدا ہوگا وہ رہن رہیگا اسیطرح اگر کھیتی بوئی ہوئی زمین رہن کی مگر ہنوز ساگا تھی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کوئی زمین قابل زراعت یعنے خالی کھیت رہن ہو اور راہن نے اُسکو مزارعت پر دیا اور مرتہن نے قبول کیا اور بیج مرتہن کیطرف سے ہین تو مزارعت جائز ہے اور جو حاصلات ہو وہ موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور زمین مذکور رہن سے نکل جاوے گی اور بدون تجدید رہن کے رہن کیطرف عود نہ کریگی اور اگر بیج راہن کیطرف سے ہون تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ بعد زراعت کے اُسکو رہن مین کر لے اور اگر کسی شخص نے خالی کھیت جسمین درخت خرما ہین رہن کیا پھر مرتہن کو حکم دیا کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے آدھے کی بٹائی پر کار زراعت کرے اور درختون کی پرداخت کرے اور سینچے اور حفاظت کرے اور آدھے کی بٹائی شرط کر دی تو مزارعت جائز ہے اور معاملہ فاسد ہے کیونکہ اگر تنہا مزارعت زمین کا عقد قرار دیتا تو جائز تھا۔ اور یہ زمین رہن سے باہر ہو جائے گی اور اگر تنہا عقد معاملہ قرار دیتا تو جائز نہ تھا پس اسیطرح جب کہ دونون کو جمع کیا تو جو

[1] اجر المثل اسواسطے کہ عامل یہان وارث ہے اور وارث کے لیے وصیت جائز نہین ہے تو حق مستحق بقدر اجر المثل کے ترکہ پر قرضہ ہے اور وہ اس پیداوار مین حق نہین ہے پس پہلے اسکو دیا جاوے ۱۲

تھا جائز تھا وہ جائز ہوا اور جو تھا جائز نہ تھا وہ ناجائز ہوا اور معاملہ کا فاسد ہونا موجب فساد مزارعت اس وجہ سے نہین ہوا کہ مزارعت پر معاملہ معطوف ہے مشروط نہین ہے

کذا فی محیط السرخسی

سولھوان باب۔ ایسے عتق وکتابت کے بیان مین جسمین مزارعت ومعاملت ہو۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو اس شرط سے آزاد کیا کہ میری زمین مین بدین شرط زراعت کرے کہ جو کچھ اللہ تعالے اسمین پیدا کرے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس غلام اسپر راضی ہوگیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ زمین مولی کیطرف سے ہو اور بیج اور کام غلام کیطرف سے ہو تو ایسی صورت مین مزارعت فاسد ہے اور عتق جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایسی مزارعت فاسد ہے جسمین عتق مشروط ہے اور ایسا عتق ہے جسمین مزارعت مشروط ہے لیکن مزارعت ایسا عقد ہے جسمین دوسرا عقد شرط کرنے سے باطل ہوجاتا ہے اور عتق باطل نہین ہوتا ہے۔ اور اگر ایسے عقد پر غلام مذکور نے زراعت کی اور کھیتی پیدا ہوئی تو پوری کھیتی غلام کی ہوگی اور غلام پر مولے کے واسطے اسکی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا جسطرح تمام مزارعات فاسدہ مین ہوا کرتا ہے اور غلام پر یہ بھی لازم ہوگا کہ اپنی قیمت جسقدر ہو ادا کرے دوم یہ کہ زمین و بیج مولی کیطرف سے ہو اور غلام کیطرف سے خالی کام ہو اور ایسی صورت مین بھی مزارعت فاسد ہے اور عتق جائز ہے اور اس صورت مین تمام پیداوار مولی کی ہوگی اور مولے پر غلام کے کار زراعت کا اجر المثل جسقدر ہو غلام کیواسطے واجب ہوگا اور مولے کیواسطے غلام پر غلام کی قیمت جسقدر ہو واجب ہوگی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا غلام اس شرط سے مکاتب کیا کہ اس سال مکاتب اپنے مولے کی زمین مین اس شرط سے زراعت کرے کہ جو کچھ اللہ تعالے اسمین پیدا کرے وہ دونون[1] مین مشترک ہو تو اس مسئلہ کی بھی دو صورتین ہین اول یہ کہ زمین و بیج مولی کیطرف سے ہو اور مکاتب کیطرف سے فقط کار زراعت ہو تو اس صورت مین مزارعت فاسد ہے اور کتابت بھی فاسد ہے اور جب کتابت فاسد ہوئی تو مولے کو اسکے توڑ دینے کا اختیار ہوگا جیسا کہ غلام مذکور کو بعوض شراب و سور کے مکاتب کرنیکی صورت مین ہے پس اگر مولے نے کتابت کو نہ توڑا حتے کہ مکاتب نے زمین مذکور مین زراعت کی اور زمین مین کھیتی پیدا ہوئی تو پوری کھیتی مولی کی ہوگی اور مولے پر مکاتب کیواسطے اسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور مکاتب آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ مکاتب نے وہ شرط پوری کی جسپر عقد کتابت مشروط تھا یعنی اس سال اس زمین کی زراعت کرنا اور اس سال زراعت زمین وقت تعلیق عقد کے معلوم[2] تھی اور جس امر کے ساتھ کتابت فاسدہ کی تعلیق ہے جب وہ وقت

[1] دونون مین مشترک ہو یہ محاورہ ہے جس سے مراد یہ کہ نصفا نصف شرکت ہو اس واسطے کہ اصل اس مین مساوی شرکت ہے اور وہ دونون مین بالضرور نصفا نصف ہوئی فافہم ۱۲ منہ [2] معلوم یعنے مجہول چیز نہین بلکہ معلوم بات ہے کہ اس سال اس زمین کی زراعت کرے ۱۲ منہ

عقد کے معلوم ہوا اور مکاتب اُسکو پورا کردے تو عتق ہوجاتا ہے جیسے کہ اُسکو شراب یا سور پر مکاتب کیا اور مکاتب نے اُسکو ادا کردیا تو یہی حکم ہے پس مولے کیواسطے مکاتب پر مکاتب کی قیمت واجب ہوئی اور مولی پر مکاتب کیواسطے مکاتب کے کام کا اجر المثل واجب ہوا پس اگر دونون برابر ہون تو مقاصہ واقع ہوجائے گا اور اگر مکاتب کی قیمت اُسکے کام کے اجر المثل سے زیادہ ہو تو بقدر زیادت کے مولے اُس سے لے لیگا اور اگر اُس کے کام کا اجر المثل اُس کی قیمت سے زیادہ ہو تو وہ مولے سے کچھ نہین لے سکتا ہے دوم یہ کہ زمین مولی کی طرف سے اور بیج اور کام مکاتب کی طرف سے ہو اور اس صورت مین بھی کتابت اور مزارعت دونون فاسد ہین اور مولے کو اختیار ہوگا کہ کتابت کو توڑ دے اور اگر اُسنے کتابت نہ توڑی اور مکاتب کے کام سے زمین مین کثیر زراعت پیدا ہوئی یا کچھ بھی نہ پیدا ہوئی تو مکاتب آزاد نہوگا اور جو حکم مزارعت مین مذکور ہوا ہے جبکہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون ویساہی عقد معاملت[1] صورت مین حکم ہے کذا فی المحیط

سترھوان باب۔ عقد مزارعت ومعاملہ مین تزویج وخلع وعمداً خون سے صلح واقع ہونیکے بیان مین

فرمایا کہ اگر کسی عورت سے اپنی زمین اس سال زراعت کرنے پر بدین شرط نکاح کیا کہ یہ عورت اس سال اپنے بیجون اور کام سے اسمین زراعت کرے اور جو کچھ اسمین پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو نکاح جائز ہے اور مزارعت فاسد ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک عورت مذکورہ کا مہر اس زمین کی اُجرت کے نصف کے مثل ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکا مہر اُسکے مثل عورتون کے مہر اور زمین کے اجر المثل دونون مین سے کم مقدار ہوگی پس اگر عورت مذکورہ نے زمین مین زراعت کی اور پیداوار ہوئی یا نہ ہوئی اور مالک زمین نے اُسکو طلاق نہ دی تو تمام پیداوار عورت کی ہوگی اور اُسپر زمین کا نصف اجر المثل لازم ہوگا اور شوہر پر اُسکا مہر کچھ واجب نہوگا یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اُسپر پوری زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور شوہر پر اُسکا مہر اُسکے مہر المثل و زمین کی اُجرت دونون مین سے کم مقدار واجب ہوگی پس اگر اُسکا مہر المثل زمین کی اُجرت کے برابر ہو یا زیادہ ہو تو اُسنے اپنا حق جو کچھ شوہر پر واجب ہوا تھا بھر پایا پس مقاصہ واپس ہوجائیگا اور اگر مہر المثل کم ہو تو پوری اُجرت زمین سے جسقدر کم ہے اُسقدر شوہر کو واپس دے کذا فی المحیط السرخسی اور اگر اسکے بعد شوہر نے اُسکو طلاق دیدی پس اگر عورت کو قبل دخول کے طلاق دی پس اگر یہ طلاق قبل زراعت کے واقع ہوئی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے عورت کیواسطے شوہر پر زمین کے اجر المثل کا چوتھائی واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب مزارعت کے اُسپر کچھ واجب نہوگا اور بنا بر قول امام محمد رح کے

[1] عقد معاملت یعنی اگر درختون کی بٹائی پر مکاتب کیا یا آزاد کیا تو اسکا حکم وہ ہے جو مزارعت پر کتابت مین گذرا بشرطیکہ بیج مالک کی طرف سے ٹھہرے ہون ۱۲ منہ

عورت کیواسطے متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد زراعت کے واقع ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے قول پر عورت کیواسطے زمین کے اجر المثل کا چوتھائی مہر واجب ہوگا اور شوہر کا اُسپر بسبب مزارعت کے فاسد ہونیکے تمام زمین کا پورا اجر المثل واجب ہوگا پس بقدر چوتھائی کے مقاصہ ہوجائیگا اور باقی تین چوتھائی اجر المثل زمین کا عورت اسکو واپس دے گی اور بنا بر قول امام محمدرح کے چونکہ شوہر نے قبل دخول کے اسکو طلاق دی ہے۔ اسواسطے شوہر پر متعہ واجب ہوگا اور شوہر کا اُسپر زمین کا پورا اجر المثل واجب ہوگا اور باہم مقاصہ نہوگا۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ شوہر نے عورت کے ساتھ دخول سے پہلے اُسکو طلاق دیدی اور اگر بعد دخول کے اُسکو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے طلاق دی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے عورت کیواسطے شوہر پر نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب مزارعت کے عورت مذکورہ پر کچھ واجب نہوگا اور بنا بر قول امام محمد رح کے عورت کا بوجہ نکاح کے شوہر پر مہر مثل اور تمام زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو واجب ہوگی اور شوہر کا عورت پر بسبب مزارعت کے کچھ واجب نہوگا اور اگر بعد زراعت کے طلاق دی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے شوہر کا عورت مذکورہ پر بسبب فساد مزارعت کے پوری زمین کا اجر المثل واجب ہوا اور عورت کا بسبب نکاح کے شوہر پر نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوا پس بقدر نصف کے مقاصہ واقع ہوجائے گا اور باقی نصف زمین کا اجر المثل عورت پر شوہر کو واپس دینا واجب ہوگا اور بنا بر قول امام محمد رح کے عورت کا بسبب نکاح کے شوہر پر مہر المثل و زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو وہ بطور مہر واجب ہوئی اور شوہر کی عورت پر زمین کی پوری اُجرت مثل واجب ہوئی پس اگر اسکا مہر مثل پوری زمین کی اُجرت کے برابر یا زیادہ ہو تو وہ شوہر کو کچھ واپس نہ دیگی اور مقاصہ واقع ہوجائیگا۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ بیج و کار زراعت عورت کیطرف سے ہو اور مرد کی طرف سے فقط زمین ہو اور اگر اسکا الٹا ہو کہ عورت کیطرف سے زمین اور مرد کی طرف سے بیج و کار زراعت ہو اور باقی مسئلہ بحالہا ہے[1] تو نکاح جائز ہے اور مزارعت فاسد ہے اور اگر اسکے بعد شوہر نے زراعت کی تو پوری پیداوار شوہر کی ہوگی اور شوہر پر بسبب مزارعت کے عورت کیواسطے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور عورت کیواسطے شوہر پر بسبب نکاح کے بالاجماع مہر المثل چاہیے جس قدر ہو واجب ہوگا اسواسطے کہ شوہر نے اُسکے بضع کے مقابلہ میں نصف پیداوار بدل ٹھہرائی ہے حالانکہ یہ مجہول ہے اور بالاجماع جب مقابلہ بضع میں تسمیہ[2] مجہول ہو تو مہر المثل واجب ہوتا ہے بخلاف اسکے اگر بیج عورت کیطرف سے ہولت تو امام ابو یوسف رح کے قول پر جہالت اسوجہ سے نہیں ہے کہ شوہر نے اس صورت میں عورت کے بضع کے مقابلے میں منفعت زمین قرار دی ہے اور یہ معلوم ہے پس وجوب مہر المثل سے مانع ہوئی پھر اگر شوہر نے قبل دخول کے

[1] باقی یعنی ایک عورت نے ایک مرد سے اس شرط پر نکاح منظور کیا کہ مرد اس کی زمین میں امسال اپنے بیجوں سے زراعت کرے اس شرط پر کہ جو کچھ پیدا ہو وہ دونوں میں مساوی مشترک ہو ۱۲ منہ
[2] یعنی جب نفع بضع کے مقابلہ میں جو مہر ٹھہرایا وہ مجہول ہو ۱۲ منہ

عورت کو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے ہو تو عورت کیواسطے شوہر پر بسبب نکاح کے متعہ واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب مزارعت کے عورت پر کچھ واجب نہوگا اور اگر بعد زراعت کے طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے متعہ واجب ہوگا اور بسبب مزارعت کے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر شوہر نے عورت مذکورہ سے دخول کے بعد اسکو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے مہر المثل واجب ہوگا اور بسبب زراعت کے شوہر پر کچھ واجب نہوگا اور اگر زراعت کے بعد طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے مہر المثل اور بسبب مزارعت کے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر بیج و زمین شوہر کیطرف سے ہو اور عورت کی طرف سے فقط کار زراعت ہو تو یہ صورت اور جس صورت مین کہ بیج و کار زراعت دونون شوہر کیطرف سے مذکور ہوئے ہین دونون کا حکم یکسان ہین اور اگر زمین[۵] و بیج عورت کیطرف سے ہو اور شوہر کیطرف سے فقط کار زراعت ہو تو یہ صورت اور جس صورت مین کہ بیج و کام عورت کی طرف سے ہو دونون یکسان ہین کذا فی المحیط اور اگر ایک عورت سے اس شرط سے نکاح کیا کہ اسکو اپنا باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دے تو عورت کیواسطے مہر المثل واجب ہوگا کیونکہ شوہر نے اسکے بضع اور اسکے عمل کے مقابلہ مین نصف حاصلات قرار دی ہے اور یہ مجہول ہے پس مہر المثل واجب ہوگا بنابر علے قول الشافعی رحمہ اللہ) اور اگر عورت سے اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اسکو ایک باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دے تو اس مسئلہ مین اختلاف ہے اسواسطے کہ شوہر نے اسکے بضع اور آدھی حاصلات کے مقابلہ مین اپنے کام انجام دینے کا التزام کیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے یہ مسائل خلع سو واضح ہو کہ باب خلع مین عورت اور باب نکاح مین مرد ایک دوسرے کی نظیر ہے کیونکہ باب بضع مین جس سے بدل کی توقع ہے وہ عورت ہے چنانچہ باب نکاح مین جس سے بدل کی توقع ہوتی ہے وہ مرد ہوتا ہے پس اگر عورت نے اپنی منفعت بضع کے مقابلہ مین منفعت زمین قرار دی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک شوہر کا عورت پر بسبب خلع کے زمین کا نصف اجر المثل واجب ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک شوہر نے جسقدر مہر عورت کا قرار دیا ہے اس سے اور زمین کے اجر المثل سے جو مقدار کم ہو وہ مرد کے واسطے واجب ہوگی۔ اور اگر عورت نے منفعت بضع کے مقابلے مین نصف پیداوار قرار دی تو بالاجماع سب کے نزدیک شوہر کیواسطے وہ مہر واجب ہوگا جو اسنے نکاح کیوقت عورت کیواسطے مقرر کیا تھا اور عمداً خون سے صلح واقع ہونیکا حکم نظیر اس حکم کا ہے جو خلع مین مذکور ہوا ہے کہ جس سے بدل کی توقع ہے یعنے قاتل نے اگر اپنی زمین یا اپنے نفس کے منفعت کو بدل قرار دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ولی قتیل کو زمین کے اجر المثل کا نصف اور قاتل کے کام کا نصف اجر المثل ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک مقتول کے وارث کو مقتول کی دیت اور تمام زمین کے

---

[۵] زمین بیج یعنے نکاح مین عورت کیطرف سے زمین و بیج ہے اور مرد کیطرف سے فقط کار زراعت ہے تو بھی نکاح جائز ہے اور حکم وہ ہے جو بیج و کام عورت کیطرف سے ہونے مین مذکور ہوا ۱۲ منہ

اجر المثل سے جو کم مقدار ہو وہ ملیگی اور اگر قاتل نے اندرین صورت کہ بیج اُسکی طرف سے ہون نصف پیداوار کو بدل قرار دیا تو (سب کے نزدیک بالاتفاق) ولی قتیل کیواسطے قاتل پر مقتول کی پوری دیت واجب ہوگی اور عفو ہر حال مین مثل نکاح کے صحیح ہو کیونکہ عفو[1] ایسی چیز ہو جو شروط فاسدہ سے مثل خلع و نکاح کے باطل نہین ہوتا ہو۔ یہ سب اُس صورت مین ہو کہ عمداً خون سے صلح واقع ہوئی ہو اور اگر قتل خطا سے یا ایسے قتل عمد سے جسمین قصاص نہین لیا جاسکتا ہو صلح واقع ہوئی حتے کہ مال ہی واجب ٹھہرا تو مزارعت و صلح دونون فاسد ہون گی اور ولی مقتول کا حق ارش[2] جنایت لینے مین قاتل کیطرف ویسا ہی باقی رہیگا جیسا صلح سے پہلے تھا اور جب صلح فاسد ہوئی تو اُسکا وجود و عدم یکسان ہوا پس ولی مقتول کا حق ارش جنایت لینے مین یون ہی رہا جیسا ہم نے بیان کیا ہو کذا فی المحیط

اٹھارھوان باب۔ مزارعت اور معاملت مین وکیل کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص کو حکم دیا کہ میری زمین مزارعت پر یا میرا باغ خرما معاملت پر دیدے اور اس سے زیادہ نہ کہا تو جائز ہو بشرطیکہ زمین و باغ خرما کو توکیل مین معین کردیا ہو اور اگر مدت بیان نہ کی تو اس سال کی اول زراعت کیطرف متصرف ہوگا اور اگر پیداوار کا حصہ بیان نہ کیا تو صاحبین رح کے نزدیک عرف کے ساتھ مقید کیا جائیگا اور ایسا ہی امام اعظم رحمہ اللہ کے قیاس پر ہو اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور ایسا ہی حکم باغ خرما کی بٹائی مین ہو اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو امام اعظم رح کے نزدیک بقلیل و کثیر دینا جائز ہو اور صاحبین رح کے نزدیک مقید بعرف ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کے حکم سے مخالفت کی تو غاصب ہوجائیگا اور اگر اُسکے حکم کے موافق کاربند رہا تو پیداوار پر قبضہ کرنیکا حق موکل کو حاصل ہوگا بشرطیکہ بیج اُسی کی طرف سے ہون اور یہی حکم درختون کی بٹائی مین ہو اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو پیداوار پر قبضہ کرنے کا حق وکیل کو حاصل ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین معین مزارعت پر دینے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے وہ زمین کسی شخص کو مزارعت پر دی اور اس سے شرط کرلی کہ اس مین گیہون بووے یا جَو بووے یا تِل بووے یا جوار بووے تو یہ جائز ہو۔ اسیطرح اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین اور اسکے ساتھ بیج مزارعت پر لے پس وکیل نے زمین کو گیہون کے بیج یا جو وغیرہ اقسام حبوب مین سے کسی کے ساتھ لیا تو موکل کے حق مین جائز ہو۔ اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین مزارعت پر لے پس اُسنے مالک زمین سے اپنے موکل کیواسطے اس شرط سے لی کہ اسمین گیہون کی زراعت کرے یا جو کی

[1] عفو یعنی صلح خون سے متضمن ہو کہ قصاص عفو کرکے مال منظور کیا تو عفو ہر صورت مین صحیح ہو جیسے نکاح ہر صورت مین صحیح رہتا تھا اگرچہ عقد مزارعت و معاملہ فاسد ہو ۱۲ منہ

[2] ارش جنایت یعنی جرم کا جرمانہ جو شرع مین موافق نوعیت زخم کے علیحدہ علیحدہ مقرر ہے دیکھو کتاب الجنایات ۱۲ منہ [3] اس صورت مین ۱۲ [illegible] یعنی آدھے یا تہائی وغیرہ کی شمالی ہے

زراعت کرے یا اسکے سوائے اور کسی قسم کے اناج کی شرط کی۔ تو موکل اس زمین میں سوائے اس بیج کے جسکی مالک زمین نے شرط کی ہے کوئی بیج نہیں بو سکتا ہے۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میری زمین اس سال مزارعت پر دیدے پس وکیل نے گیہوں یا جو بونے کیواسطے بعوض ایک کُر درمیانی گیہوں یا ایک کُر کے جو یا تل یا چانول وغیرہ کے جو زمین میں پیدا ہوتے ہیں زمین مذکور دیدی تو یہ استحساناً جائز ہے اور قیاساً وکیل مخالف ہے اسواسطے کہ موکل تو اسی امر پر راضی ہوا تھا کہ میری زمین مزارعت پر دیدے تاکہ موکل اُسکی پیداوار میں شریک ہو اور وکیل نے اسکے برخلاف فعل کیا کہ اُسنے اُجرت معینہ پر اجارہ پر دیدی ولیکن امام رح نے استحسان کیا اور فرمایا کہ وکیل کے فعل سے موکل کا مقصود بطور نفع کے[1] حاصل ہوا کیونکہ اگر وکیل مزارعت پر دیتا پھر کاشتکار اسمیں زراعت نہ کرتا یا کھیتی پر کوئی آفت آ جاتی تو مالک زمین کو کچھ نہ ملتا اور جو فعل وکیل نے کیا ہے اسمیں موکل کا حق بطور دین کے مستاجر کے ذمہ ثابت ہو گیا جبکہ مستاجر کو زراعت کرنیکا قابو ملا اگرچہ مستاجر زراعت نہ کرے یا کھیتی پر آفت آ جاوے اور جب وکیل ایسا فعل کرے جو اُسی جنس سے ہو جسکا موکل نے حکم کیا ہے اور جس خاص فعل کا موکل نے نام لیا ہے اُسکی بہ نسبت موکل کے حق میں زیادہ نافع ہو تو وکیل مخالف نہ ہوگا اور جب وکیل مخالف نہ ٹھہرا تو اُسکا عقد کرنا ایسا ہے گویا موکل نے خود ہی عقد کیا ہے پس مستاجر کو اختیار ہوگا کہ جو اُسکی رائے میں آوے زراعت کرے کیونکہ گیہوں یا جو وغیرہ کی تقیید اس صورت میں مالک زمین کے حق میں کچھ مفید نہیں ہے کیونکہ پیداوار میں اُسکی شرکت نہیں ہے بخلاف مزارعت پر دینے کے کہ اسمیں شرکت ہوتی ہے اور اگر وکیل نے زمین مذکور کو بعوض درموں و کپڑوں وغیرہ مالوں کے ساتھ جنکی زراعت نہیں ہوتی ہے اجارہ پر دیا ہو تو یہ عقد اجارہ موکل کیواسطے جائز نہوگا[2] کیونکہ اُسنے جنس میں اختلاف کیا کہ رب الارض نے صریح حکم دیا کہ مزارعت پر دے اور اسکے یہ معنی ہیں کہ زمین کا ایسی چیز کے عوض اجارہ دینا جو زمین میں پیدا ہوتی ہے پس جب وکیل نے ایسی چیز کے عوض اجارہ پر دی جو زمین میں نہیں پیدا ہوتی ہے تو اُسنے اس چیز کی جنس میں خلاف کیا جس کا موکل نے صریح حکم دیا تھا پس یہ وکیل بمنزلہ ایسے وکیل کے ہے جو ہزار درم کے عوض فروخت کرنیکا وکیل کیا گیا اور اسکو سو دینار کے عوض فروخت کی کہ یہ بیع موکل کے حق میں نافذ نہوگی بخلاف اسکے اگر اُسنے دو ہزار درم کے عوض فروخت کی تو استحساناً نافذ ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین مزارعت پر لے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس وکیل نے ایک کُر گیہوں وغیرہ اناج کے عوض اجارہ پر لے لی تو جائز نہیں[3] ہے لیکن

[1] قولہ نفع تو یہ اُس وقت ہے کہ جو اُجرت ٹھہرائی اسی قدر موکل کو پیداوار میں سے ملنے کی اُمید ہو پس یہ لحاظ رکھنا چاہیے ۱۲ منہ [2] جائز نہوگا بلکہ وکیل اس صورت میں غاصب ہو گیا جو نقصان کا ضامن ہے ۱۲ [3] یعنی موکل کے حق میں تھا ۱۲ منہ

اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور وکیل نے زمین مذکور اس شرط سے لی کہ تمام پیداوار مالک زمین کی ہو گی اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ کاشتکار کو ایک کر گیہون دے یا جو زمین مین پیدا ہوتا ہے شرط کیا تو جائز ہے اور اگر وکیل نے مالک زمین کے ذمہ درم یا کپڑے شرط کیے تو جائز نہین ہے لیکن اگر موکل اس سے راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ نوع کلمہ بان یا خذہا لہ مزارعۃ بالثلث اگر وکیل کو اسواسطے وکیل کیا کہ یہ زمین میرے واسطے تہائی کے ساتھ بٹائی دینے پر لے پس وکیل نے اسکو اس شرط سے لیا کہ کاشتکار اسمین زراعت کرے اور تہائی پیداوار کاشتکار کی اور دو تہائی مالک زمین کی ہو تو یہ عقد کاشتکار کے حق مین جائز نہوگا اسواسطے کہ جو کلام کاشتکار نے کہا ہے اُسکا موقع یہ ہے کہ مالک زمین کیواسطے تہائی ہو کیونکہ ہم نے بیان کردیا کہ مالک زمین ہی اپنی زمین کی منفعت کے عوض پیداوار کا مستحق ہے پس جس لفظ پر حرف جار داخل ہے وہ پیداوار مین سے اُسی کا حصہ ہوگا حالانکہ وکیل نے اُسکے ضد و برخلاف کیا۔ اور اگر موکل نے اسکو یون حکم کیا کہ یا خذالارض والثلث کہ زمین اور تہائی لے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو یہ عقد کاشتکار کے حق مین جائز ہوگا کیونکہ اسمین معقود علیہ کاشتکار کا عمل ہے اور وہ بمقابلہ اپنے کام کے پیداوار کا مستحق ہے جب وکیل نے اُسکے واسطے تہائی کی شرط کی تو اُسکے حکم کا فرمانبردار ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری زمین اس سال ایک کر درمیانی گیہون کے عوض اجارہ پر دیدے اور وکیل نے اسکو آدھے کی بٹائی پر دیدیا بدین شرط کہ کاشتکار اسمین گیہون کی زراعت کرے اور کاشتکار نے زراعت کی تو وکیل مخالف ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میری زمین تہائی کی بٹائی کے ساتھ مزارعت پر دیدے اور وکیل نے اس شرط سے دیدی کہ تہائی مالک زمین کی ہو تو یہ جائز ہے اور اگر مالک زمین نے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ کاشتکار کیواسطے تہائی ہو تو اُسکی تصدیق نہ کیجاے گی لیکن اگر بیج اُسی کی طرف سے ہون تو ایسی صورت مین قول اسی کا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے

انیسوان باب۔ کاشتکار پر ضمان واجب ہونے کے بیان مین۔ اگر کاشتکار نے باوجود قدرت پانے کے زمین کا سینچنا ترک کیا یہانتک کہ کھیتی خشک ہوگئی تو آگی ہوئی کھیتی کا ضامن ہوگا اور قیمت اندازہ کرنے مین وہ وقت معتبر ہے کہ جب کھیتی ایسی حالت مین تھی کہ اسکو پانی نہ دینا مضر تھا پس اگر ایسی حالت مین کھیتی کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت لگائی جاوے پس جسقدر دونون اندازون مین فرق ہو اُسکے نصف کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ کاشتکار نے پانی دینے مین تاخیر کی پس اگر یہ تاخیر معتاد ہو کہ ایسا لوگ کرتے ہون تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر کاشتکار نے کھیتی کی حفاظت چھوڑدی حتے کہ اسکو کوئی آفت جیسے جانورون کا چرجانا وغیرہ پہونچی تو ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسنے ٹیڑیون کو نہ ہانکا حتے کہ ٹیڑیون نے کھیتی چاٹ لی تو دیکھا جائیگا کہ اگر ٹیڑیان اس کثرت سے تھین کہ اُنکا ہانکنا اور دفع کرنا اس سے ممکن نہ تھا

تو اسپر ضمان واجب نہوگی۔ اور حاصل یہ ہے کہ جس صورت مین کاشتکار نے حفاظت باوجود قادر ہونے کے چھوڑ دی ہے اسپر ضمان واجب ہوگی ورنہ واجب نہ ہوگی۔ یہ اسوقت ہے کہ کھیتی پختہ نہوئی ہو اور اگر پختہ ہوگئی ہو تو کاشتکار پر حفاظت چھوڑ دینے سے ضمان واجب نہوگی کذا فی الذخیرہ قال المترجم واما فی بلادنا فینبغی ان یجب فلا فرق فی ذلک فیما اذا کان الزرع بقلا او مدرکا للعرف۔ فاری[1] نے اگر کدس[2] کی حفاظت رات مین چھوڑ دی تو ضامن ہوگا بشرطیکہ رات مین اسکے ذمہ حفاظت کرنیکا رواج ہو یہ قنیہ مین ہے فتاوے ابواللیث مین ہے کہ اگر کاشتکار نے بدون اجازت اس شخص کے جسنے زمین مزارعت پر دی ہے یعنے زمین دہندہ کی کھیتی کو کاٹا اور کھلیان کیا اور روندا اور یہ امر دہندہ نے اسکے ذمہ شرط نہ کیا تھا تو دہندہ کا حصہ کاشتکار مذکور کے ذمہ مضمون ہوگا اور اگر دہندہ نے یہ امر اسکے ذمہ شرط کیا ہو پھر کاشتکار نے اس فعل مین غفلت کی یہانتک کہ کھیتی تلف ہوگئی تو فقیہ ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا۔ اور فقیہ ابواللیث نے ذکر کیا کہ اگر کاشتکار مذکور نے اسقدر تاخیر کی کہ اسکے مثل لوگ تاخیر نہین کرتے ہین تو ضامن ہوگا اور اگر ایسی تاخیر کی کہ اسکے مثل لوگ تاخیر کرتے ہین تو ضامن نہوگا اور یہ بنا بر مختار ائمہ بلخ کے ہے کہ ان کامونکا کاشتکار کے ذمہ شرط کرنا صحیح ہے کذا فی المحیط اسیطرح کپاس کی روئی جب پھول جاوے تو اسکے چن لینے مین بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ کاشتکار نے جزر و تر گیہون میدان صحرا مین نہ ڈالے حالانکہ عقد مین یہ فعل اسکے ذمہ مشروط تھا تو ضامن ہوگا یہ دجینر کردری مین ہے۔ مجموع نوازل مین امام ابویوسف رح سے روایت ہے کہ ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہے ان مین سے ایک نے اسکو پانی دینے سے انکار کیا تو اسپر جبر کیا جائے گا اور اگر حاکم کے پاس اس امر کے مرافعہ کرنے سے پہلے کھیتی خراب ہوگئی تو اسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر قاضی کے پاس مرافعہ کرکے اور قاضی کے سینچنے کا حکم دینے کے بعد اسنے سینچنے سے انکار کیا اور کھیتی خراب ہوگئی تو ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ والخلاصہ۔ فتاوے نسفی مین ہے کہ مالک زمین کا بیل کاشتکار کے پاس ہے کاشتکار نے اسکو چرواہے کے پاس چراگاہ بھیجا تو کاشتکار ضامن نہوگا اور نہ چرواہا ضامن ہوگا اور جو بیل مستعار ہو یا کرایہ پر لیا گیا ہو اسکا بھی یہی حکم ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین مشائخ سے روایات مضطرب آئی ہین اور فتوے اس روایت مذکورہ پر ہے کیونکہ مستودع مال ودیعت کو مثل اپنے مال کے حفاظت کرتا ہے اور وہ اپنے بیل کو چراگاہ مین محفوظ جانتا ہے پس ایسی ہی ودیعت کے بیل کے ساتھ ہے۔ اور اگر اسنے بیل کو چرتا چھوڑ دیا تو مشائخ نے اس مین اختلاف کیا ہے اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوے اسپر ہے کہ وہ ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہے امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس شرط سے دی کہ اس سال اس مین

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ ہمارے دیار مین خواہ کھیتی پختہ ہو یا نہو بہرصورت ضامن ہونا چاہیے کیونکہ عرف رائج ہوگیا ہے ۱۲ [2] ذارکا روندکر دانہ نکالنے والا۔ کہ اس سے مراد کھلیان ہے ۱۲ [3] یعنے مولف ۱۲

زراعت کرے اور معاوضہ مین ایک گرگیہون جو کاشتکار کے پاس موجود ہین قرار دیدے تو جائز ہے پس اگر پورے اسال کاشتکار مذکور نے زراعت کی پھر جب سال گذر گیا اور کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو کاشتکار نے وہ گیہون جسکے عوض زمین اجارہ پر لی تھی تلف کردیا تو کاشتکار کے ذمہ زمین کا اجرالمثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو اور اس اناج کے مثل اناج اُسپر واجب نہوگا کیونکہ جب اجارہ فاسد ہوا تو کاشتکار پر لازم آیا کہ منفعت زمین جو اُسنے پوری حاصل کی ہے واپس کرے مگر چونکہ منفعت بعینہ واپس کرنا متعذر ہے اسواسطے کہ اسکے ذمہ قیمت منفعت یعنے اجرالمثل واپس کرنا واجب ہوا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کا شرب[1] تلف کردیا یعنے غیر شخص کے شرب یعنے پانی سے اپنی زمین سینچی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ بذریعہ فتوے دریافت کیا گیا کہ رواج یہ ہے کہ باغبان گرمیون مین رہتے ہین اگر کوئی باغبان گرمیون مین باغ مین نہ رہا اور باغ کو ضائع چھوڑ دیا حتے کہ کسی نے درخت کاٹ لیا یا چوب وارنج لے گئے تو بالاتفاق جواب استفتا سب مشائخ نے یہی دیا کہ باغبان پر ضمان واجب ہوگی اور اسی جنس کا یہ مسئلہ ہے کہ اہل سمرقند کا رواج یہ ہے کہ جاڑون مین باغبان محلون مین رہتے ہین باغون مین نہین رہتے ہین لیکن گرمیون مین باغون مین جاتے ہین اور اسکو دیکھ بھال آتے ہین اور اس دیکھ بھال کو منجملہ حفاظت کے سمجھتے ہین اور اگر جاڑون مین کوئی شخص باغ مین آیا اور چوب وارنج لیگیا یا درخت کاٹ لیا تو یہ حکم ہے کہ اگر باغبان نے معمولی دیکھ بھال کرلی ہو تو ضامن نہوگا اور اگر معمولی دیکھ بھال نہ کی ہو تو ضامن ہوگا کذا فی المحیط

بیسوان باب۔ مزارعت و معاملت مین کفالت کے بیان مین۔ اگر مزارعت[2] معاملت مین کفالت بالزراعۃ شرط کی اور بیج کاشتکار کیطرف سے ہے تو دونون فاسد ہوجائینگے اور اگر مزارعت مین کفالت مشروط نہو تو کفالت باطل ہوگی اور مزارعت صحیح ہوگی اور وجہ یہ ہے کہ ہرگاہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہے تو کام کرنا اُسکے ذمہ مضمون نہین ہے چاہے کام زراعت انجام دے یا مزارعت ترک کردے اور غیر مضمون کی کفالت فاسد ہوتی ہے پس جب مزارعت مین ایسی کفالت شرط کی تو ایسی شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین ہے پس مثل بیع و اجارہ کے عقد فاسد ہوگا اور اگر عقد مین ایسی کفالت مشروط نہو تو عقد شرط مفسد سے خالی ہوگا پس عقد صحیح ہوگا اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہو پس دو حال سے خالی نہین یا تو مزارعت مین کاشتکار کا اپنے ہاتھون کام انجام دینا مشروط ہے یا ایسی شرط نہین ہے پس اگر مشروط نہین ہے تو کفالت و مزارعت دونون صحیح ہونگی

[1] شرب وہ حصہ پانی کا جو نہر مین سے اس کی زمین کے واسطے معین ہے اور قولہ غیر شخص یعنی جس کا شرب تلف کیا ہے قولہ وارنج جس پر انگور کے بیلون کا بڑھاؤ ہوتا ہے ۱۲ منہ [2] مزارعت اس شرط پر کہ زراعت کرنے کا فلان کفیل دے ۱۲ منہ

[2] کا شتکار بھی شامل ہے ۱۲ منہ

خواہ یہ امر عقد مین مشروط کیا ہو یا بعد عقد کے شرط کر لیا ہو کیونکہ کفیل نے ایسے مضمون کی کفالت کی جس کا استیفا[ملہ] کفیل سے ممکن ہے کیونکہ یہ کام کاشتکار کے ذمہ مضمون ہے کہ اُسکے ایفاء پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور بحکم مزارعت اُسکے ذمہ لازم ہو گیا اسکا استیفا کفیل سے ممکن ہے۔ اور اگر مکفول لہ نے کفیل کو کام کیواسطے پکڑا اور کفیل نے یہ کام انجام دیا تو کاشتکار پر کفیل کیواسطے اُسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر کاشتکار پر بذات خود کام انجام دینا مشروط ہو پس اگر کفالت عقد مزارعت مین مشروط ہو تو دونون فاسد ہو جائینگی اور اگر عقد مین مشروط نہو تو مزارعت صحیح ہوگی اور کفالت باطل ہوگی اور وجہ یہ ہے کہ کفیل نے ایسے فعل کی کفالت کی جس کا استیفا کفیل سے ممکن نہین ہے کیونکہ جس طرح کاشتکار کے ہاتھون سے کام ہوگا وہ غیر سے ممکن نہین ہے پس یہ کفالت باطل ہوگی جیسا کہ اجارہ مین ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور عقد معاملہ مین اگر مالک باغ نے عامل سے اُسکے کام کا کفیل لیا تو اسکا حکم نظیر حکم مزارعت ہے جبکہ مزارعت مین مالک زمین کیطرف سے بیج ہون۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر دی اور مالک زمین نے کاشتکار سے اپنے حصہ کا کفیل لیا یا کاشتکار نے مالک زمین سے اپنے حصہ کا کفیل لیا تو یہ کفالت فاسد ہے پس اگر عقد مزارعت مین مشروط ہوگی تو مزارعت فاسد ہوگی اور اگر مشروط نہوگی تو مزارعت فاسد نہ ہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے سے اپنے حصہ کی بابت اس امر کا کفیل لیا کہ دوسرا میرا حصہ تلف نہ کرے تو ضامن ہو پس اگر ایسی کفالت عقد مزارعت مین مشروط ہو تو مزارعت فاسد اور کفالت جائز ہوگی اور اگر مزارعت مین مشروط نہو تو مزارعت وکفالت دونون جائز ہونگی۔ اور اگر مزارعت فاسد ہو اور ہر ایک نے دوسرے سے اپنے حصہ زراعت کی بابت کفیل لیا تو کفالت باطل ہوگی کذا فی المحیط

اکیسوان باب۔ نابالغ وماذون کی مزارعت کے بیان مین۔ غلام ماذون نے اگر اپنی زمین شرائط[سلہ] کے ساتھ مزارعت پر دی تو مزارعت جائز ہے بنا بر قول اُس مجتہد کے جو جواز مزارعت کا قائل ہے خواہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون یا ماذون کیطرف سے۔ اسی طرح اگر اُسنے مزارعت پر کوئی زمین بشرائط مزارعت لی تو بھی جائز ہے اور اسی طرح جس نابالغ لڑکے کو اپنے باپ یا وصی کیطرف سے تجارت کی اجازت حاصل ہو وہ زمین کو مزارعت پر لینے و دینے کا اختیار رکھتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ماذون نے ایک زمین مزارعت پر دی پھر اُسکے مولے نے اُسکو مجور کر دیا تو دو حال سے خالی نہین یا تو بیج غلام کیطرف سے ہونگے یا کاشتکار کی طرف سے ہونگے پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو مزارعت باقی رہیگی خواہ مولے نے اُسکو قبل زراعت کے مجور کر دیا ہو یا بعد زراعت کے اور اگر بیج ماذون کیطرف سے ہون پس اگر بعد زراعت کے مجور کیا ہو تو مزارعت باقی رہے گی اور اگر قبل زراعت کے مجور کیا تو مزارعت ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر

سلہ شرائط یعنے صحت کے شرائط مین کچھ خلل نہین ہے ۱۲ منہ ملہ قولہ استیفا حاصل کرنا یعنے پورا کرنا کاشتکار پر کام کرنا لازم ہے تو وہ کفیل سے پورا کرا لیا

ماذون نے کوئی زمین مزارعت پر لی پھر مولے نے اُسکو مجور کر دیا پس اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو مزارعت باقی رہیگی اسواسطے کہ غلام کی طرف مزارعت لازم ہو گی پس اُسکے حق مین مجور کرنا کارآمد نہوگا اور اگر بیج ماذون کی جانب سے ہون تو بعد زراعت کے مجور کرنے کی صورت مین یہی حکم ہو کیونکہ مزارعت لازم ہوگئی اور قبل زراعت کے مزارعت باطل ہوجائے گی کیونکہ مولے کو اختیار ہو کہ اُسکو کار زراعت سے منع کرے کیونکہ زراعت اُسپر لازم نہین ہو پس حجر کار آمد ہوا اور باوجود حجر کے کار زراعت انجام دینا متعذر ہوا پس معقود علیہ فوت ہوگیا پس عقد فسخ ہو جائے گا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر غلام ماذون نے اپنی زمین و بیج کسی شخص کو امسال آدھے کی بٹائی پر مزارعت کیواسطے دی پھر مولے نے زراعت سے منع کردیا اور مزارعت فسخ کر دی لیکن اُسنے اپنے غلام کو مجور نہین کیا تو مزارعت بر حال خود باقی رہیگی اور مولے کی ممانعت کارآمد نہوگی اور کاشتکار کو زراعت کرنے کا اختیار ہوگا کیونکہ یہ حجر خاص اذن عام پر واقع ہوا ہو پس صحیح نہوگا اسی طرح اگر غلام ماذون نے کوئی زمین مزارعت پر لی اور بیج ماذون کی طرف سے ہین پس مولے نے اُسکو منع کیا اور مجور نہ کیا تو اُسکی ممانعت کارآمد نہوگی اور ماذون زراعت کر سکتا ہو اور وجہ؎ وہی ہو جو ہمنے بیان کر دی ہو یہ محیط مین ہو۔ نابالغ یا غلام مجور نے اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر کسی کاشتکار کو دی تو یہ باطل ہو پس اگر کاشتکار نے کام کیا اور کھیتی پیدا ہوئی اور مزارعت سے نقصان نہوا تو استحساناً پیداوار دونون نصفا نصف ہوگی اور اگر زراعت سے زمین مین نقصان آیا تو کاشتکار نقصان کا ضامن ہوگا اور پیداوار پوری اُسی کی ہوگی اور جب غلام آزاد ہو جائیگا تو کاشتکار نے جو مال نقصان اُسکے مولے کو دیا ہو وہ غلام مذکور سے واپس لیگا اور نابالغ سے بعد بالغ ہونیکے یہ مال نہین لے سکتا ہو پھر غلام اُس کاشتکار سے نصف پیداوار لے لیگا اُسمین سے غلام کو اُسیقدر ملیگا جسقدر اُسنے کاشتکار کو تاوان دیا ہو اور اگر کچھ باقی رہا تو وہ زیادتی مولے کی ہوگی اور اگر مولے نے کہا کہ مین نقصان زمین نہین دیکھتا ہون اور آدھی پیداوار لینے پر راضی ہون تو غلام کی آزادی سے پہلے اور بعد اُسکو یہ اختیار ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر بیج ماذون کیطرف سے ہون تو مزارعت صحیح نہین ہو خواہ مزارعت سے زمین مین نقصان آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اور اگر شخص آزاد نے اپنی زمین بشرائط مزارعت کسی غلام مجور کو یا طفل مجور کو جو مفاد عقد کو جانتا ہو مزارعت پر دی پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور غلام کاشتکار عمل سے زندہ بچ رہا تو قیاس سے یہ حکم ہو کہ مزارعت باطل ہو اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور استحساناً مزارعت صحیح ہو اور تمام پیداوار دونون موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجانیکے بعد غلام یا طفل مرگیا تو اُس مین دو صورتین ہین یا تو اپنی موت سے مرا یعنے مشقت کار زراعت سے نہین مرا تو مالک زمین غلام کی صورت مین

؎ وجہ یعنے عام اجازت کے بعد کسی خاص کام سے منع کرنا باطل ہو قولہ مفاد عقد کو الخ یعنے اس معاملہ سے جو کچھ مستفاد ہوتا ہے ۱۲

غلام کی قیمت تاوان دیگا اور لڑکے کی صورت مین کچھ ضامن نہوگا اور جب اُسنے غلام کی قیمت تاوان دیدی تو پوری پیداوار مالک زمین و بیج کی ہوگی اور طفل کی صورت مین پیداوار مالک زمین و وارثان طفل کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگی وجہ دوم یہ کہ دونون مشقت کار زراعت سے مرگئے تو غلام کی صورت مین مالک زمین اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ ایسے کام سے مرا ہو جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کیا ہو یا ایسے فعل سے جو اُسنے کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے بعد کیا ہو اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی غلام کے مولے کو اُسمین سے کچھ نہ ملیگا اور طفل کا شتکار ہونے کی صورت مین اگر طفل مذکور ایسے کام سے مرا جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کیا ہو تو مالک زمین کی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی اور اگر ایسے کام سے مرا جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہو جانے کے بعد کیا ہو تو ضمان واجب نہوگی اور اگر مسئلہ مذکورہ مین بیج غلام یا طفل کیطرف سے ہون تو پوری پیداوار طفل و غلام کی ہوگی اور مالک زمین کو اس مین سے کچھ نہ ملیگا اور ان دونوں پر کچھ اُجرت زمین واجب نہوگی اور نہ تاوان نقصان زمین لازم ہوگا پس تاوان نقصان اسوجہ سے لازم نہوگا کہ دونون نے زراعت مالک زمین کی اجازت سے کی ہو اور اُجرت زمین واجب نہونا جو فرمایا اس سے یہ مراد ہو کہ غلام پر فی الحال اُجرت واجب نہوگی مگر بعد آزاد ہونیکے واجب ہوگی اور لڑکے کی صورت مین لڑکے پر فی الحال و بعد بلوغ کے دونون وقتون مین اُجرت واجب ہوگی پس غلام مجحور تو اپنے اقوال کی ضمانت مین بعد آزاد ہونے کے پکڑا جاتا ہو اور قبل آزاد ہونے کے نہین ماخوذ ہوتا ہو اور طفل مجحور کبھی ماخوذ نہین ہوتا ہو یہی بیان ہو۔ ایک وصی جس یتیم کا وصی تھا اُسکی زمین خود مزارعت پر لیا کرتا تھا پس مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہو جیسے کسی دوسرے کو مزارعت پر دینے کا حکم ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیج یتیم کی طرف سے ہون تو نہین جائز ہو کیونکہ اسمین فی الحال اُسکے بیجون کا اتلاف[1] ہو اور اگر بیج وصی کی طرف سے ہون تو جائز ہو کیونکہ وصی اُسکی زمین کا اجارہ لینے والا ہو جائے گا پس یہ امر بمنزلہ اسکے ہوا کہ وصی نے خود یتیم کو اجارہ پر مقرر کیا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جائز ہو کہ یتیم کے حق مین بہتر ہی اور مختار یہی ہو۔ کہ اگر اجر المثل یا ضمان المثل یا ضمان نقصان و تخم یتیم کے حق مین بہ نسبت اُس حصہ پیداوار کے جو اُسکو ملتا ہو بہتر ہو تو مزارعت جائز نہ رہے گی (یعنے اُسکو یہ تاوان دلایا جائیگا اور تمام پیداوار وصی کی ہوگی) اور اگر حصہ پیداوار یتیم کے حق مین بہتر ہو تو مزارعت جائز ہوگی اسواسطے کہ پوری نظر شفقت یتیم کے حق مین یون ہی ہو اور امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہو کہ اگر وصی نے یتیم کے بیج لے کر اُسی کی زمین مین بوئے اور مزارعت پر گواہ کر لیے تو اُسنے یہ بیج قرض لیے اور زمین اجارہ پر لی پس اگر پیداوار یتیم کے حق مین بہتر ہوگی تو اُسکو پیداوار ملے گی اور اگر اُجرت زمین اُسکے حق مین بہتر ہوگی تو اُسکو

[1] (تلاف خاک مین ملانا یعنی کھلا ہوا نفع نہیں بلکہ ضرر کا احتمال ہو اور احکام وصی ملاحظہ کرو ۱۲

اجرت ملیگی یہ فتاوی کبری مین ہے

بائیسوان باب۔ مالک زمین و کاشتکار کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ جو اختلاف مالک زمین و کاشتکار کے درمیان واقع ہوتا ہے وہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ دونون جواز مزارعت و فساد مزارعت مین اختلاف کرین یعنے ایک شخص اس طرح مدعی جواز ہو کہ مزارعت آدھی یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصے کی شرط سے جو پیداوار مین موجب قطع شرکت نہین ہے واقع ہوئی ہے اور دوسرا شخص ایسی شرط کا دعوے کرے جو پیداوار مین شرکت کو قطع کرتی ہے اور اسکی چند صورتین ہین ایک یہ کہ چند قفیز معلومہ پر مزارعت واقع ہونیکا دعوے کرے دوم یہ کہ نصف پیداوار پر دس قفیز زیادتی کا دعوے کرے سوم یہ کہ نصف پیداوار سے دس قفیز کمی کا دعوے کرے۔ پس اگر ایک نے نصف[مثلاً ۱۲] یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصہ پیداوار پر مزارعت مشروط ہونے کا دعوے[۱] کیا اور دوسرے نے چند قفیز معلومہ پر مزارعت مشروط ہونے کا دعوے[۲] کیا تو اس مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون پس اگر قبل زراعت کے ایسا اختلاف ہوا تو مدعی[۳] فساد کا قول قبول ہوگا خواہ مدعی فساد مالک زمین ہو یا کاشتکار ہو اور دونون نے اپنے گواہ قائم کیے تو گواہ اُسکے مقبول ہونگے جو جواز زراعت کے ایسا اختلاف کرکے دونون نے اپنے گواہ قائم کیے تو گواہ اسکے مقبول ہونگے جو جواز مزارعت کا دعوے کرتا ہے۔ اور اگر ایسا اختلاف زراعت کے بعد پڑا تو جسکے بیج ہین اُسکا قول قبول ہوگا خواہ وہ جواز کا مدعی ہو یا فساد کا مدعی ہو خواہ زمین مین کچھ کھیتی اُگی ہو یا نہ اگی ہو اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مدعی جواز کے گواہ قبول ہونگے۔ دوم یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اس صورت مین مالک مین ویساہی جیسا صورت اول مین کاشتکار تھا پس صورت اول مین جو احکام کاشتکار کے واسطے مذکور ہوئے ہین وہ سب اس صورت مین مالک زمین کیواسطے ثابت ہونگے یہ بیان اس صورت کا ہے کہ ایک نے نصف و ثلث وغیرہ حصہ کا دعوے کیا ہے اور دوسرے نے چند قفیز معلومہ کا دعوے کیا ہے اور اگر ایک نے نصف پیداوار مشروط ہونیکا دعوے کیا اور دوسرے نے نصف پیداوار کے ساتھ زیادہ دس قفیز مشروط ہونیکا دعوے کیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اس صورت مین اگر دس قفیز کے زیادہ ہونیکا مدعی بیجون کا مالک ہو یعنے مالک زمین تو کاشتکار کا قول جو فقط نصف پیداوار مشروط ہونے کا دعوے کرتا ہے مقبول ہوگا خواہ ایسا اختلاف قبل زراعت کے ہو یا بعد زراعت کے واقع ہو۔ اور اگر دونون نے اپنے گواہ قائم کیے تو جو شخص دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا دعوے کرتا ہے اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دس قفیز زیادہ مشروط ہونیکا مدعی وہ شخص ہو جس کی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار پس اگر دونون نے قبل زراعت کے ایسا اختلاف کیا تو مدعی جواز کا قول قبول ہوگا یعنے جسکی طرف سے بیج ہین اور اگر بعد زراعت کے ایسا اختلاف کیا تو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے گواہ قائم کیے تو جو شخص

[۱] مدعی فساد یعنی جو شخص مزارعت فاسد ہونے کا مدعی ہے ۱۲ [۲] یعنی جواز کا دعوے کیا ۱۲ [۳] یعنی فساد کا دعوی کیا ۱۲ [۴] یعنی

دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کو ثابت کرتا ہے اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ اسوقت ہے کہ بیج مالک زمین کیطرف سے
ہون اور اگر کاشتکار کی طرف سے ہون تو اس صورت مین کاشتکار ویسا ہی ہوگا جیسا صورت اول مین مالک
زمین ہے پس جو احکام مالک زمین کیواسطے اُس صورت مین مذکور ہوئے ہین وہ سب اُس صورت مین کاشتکار
کے واسطے ہون گے۔ یہ اسوقت ہے کہ ایک نے نصف حصہ مشروط ہونیکا اور دوسرے نے نصف کے ساتھ
دس قفیز زیادہ مشروط ہونیکا دعوے کیا ہو۔ اور اگر دوسرے نے نصف سے دس قفیز کم مشروط ہونیکا دعویٰ کیا ہو تو
اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہو اور اسمین بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ
اختلاف بعد زراعت کے ہو پس اگر زمین مین کچھ کھیتی اگی ہو اور نصف مشروط ہونے کا مدعی وہ ہو جس کی
طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون کے گواہ قائم کیے
تو گواہ کاشتکار کے قبول ہونگے اور اگر زمین مین کچھ کھیتی اُگی نہو تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے
گواہ قائم کیے تو گواہ بھی اُسی کے جس کیطرف سے بیج ہین یعنے مالک زمین کے قبول ہون گے۔ یہ
اسوقت ہے کہ بعد زراعت کے دونون نے اختلاف کیا اور دوم یہ کہ دونون نے قبل زراعت اختلاف کیا
تو اسمین بھی دو صورتین ہین کہ مدعی صحت وہ شخص ہو جس کی طرف سے بیج ہین پس قول اُسی کا قبول
ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی اُسی کے قبول ہون گے اور اگر مدعی صحت کاشتکار ہو تو قول
مالک زمین کا اور گواہ کاشتکار کے قبول ہونگے کذا فی الذخیرہ۔ یہ سب جو مذکور ہوا ہے اس صورت مین ہے
کہ دونون نے عقد مزارعت کے جائز ہونے و فاسد ہونے مین اختلاف کیا ہو اور اگر دونون نے عقد جائز
ہونے پر اتفاق کیا مگر مقدار مشروط مین اختلاف کیا مثلاً جسکی طرف سے بیج ہین اُسنے دوسرے سے کہا
کہ مین نے تیرے واسطے تہائی پیداوار شرط کی ہے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے میرے واسطے
نصف پیداوار شرط کی ہے تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اس صورت
مین اگر قبل زراعت کے اختلاف واقع ہوا اور دونون مین سے کسی ایک کے پاس یا دونون کے پاس
گواہ نہین ہین تو دونون سے ہر ایک کے دعوے پر قسم لیجاوے گی اور پہلے کاشتکار سے قسم لینی شروع
کیجاوے گی اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا پہلا قول ہے اور دوسرا
قول امام ابو یوسف رح کا یہ ہے کہ پہلے مالک زمین سے قسم لینی شروع کیجاوے گی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ امام
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے کاشتکار سے قسم لیجاوے گی اور یہی امام محمد رح کا قول ہے
پھر اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دونون کے درمیان عقد فسخ کر دے گا بشرطیکہ دونون مین سے
کوئی فسخ کی درخواست کرے اور اگر دونون کے قسم کھالینے کے بعد کسی ایک نے گواہ قائم کیے پس اگر قاضی
دونون کے درمیان سے عقد کو فسخ کر چکا ہو تو اُسکے گواہون کیطرف التفات نہ کریگا اور اگر ہنوز قاضی نے
عقد فسخ نہ کیا ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور باہمی قسم واقع ہونے سے پہلے دونون مین سے جسنے

اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو کاشتکار کے گواہ قبول ہون گے یہ اُسوقت ہی کہ قبل زراعت کے دونون نے اختلاف کیا اور اگر زراعت کے بعد دونون نے اختلاف کیا پس اگر دونون مین سے کسی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو کاشتکار کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو دونون سے باہم قسم لیجائے گی یہ سب اُس صورت مین ہی کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو اس صورت مین کاشتکار ویسا ہی ہی جیسا کہ صورت اول مین مالک زمین ہی پس اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک زمین کے مقبول ہون گے اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون پس اگر بعد زراعت کے اختلاف ہو تو دونون سے باہمی قسم لیجائے گی اور اگر قبل زراعت کے اختلاف ہو تو دونون سے باہمی قسم لیجائے گی اور پہلے مالک زمین سے قسم شروع کیجائے گی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب مین مذکور ہی کہ اس مسئلہ مین دونون سے باہمی قسم لیجائے گی یہ محمول ایسی صورت پر ہی کہ بیجون کے مالک نے یہ کہا ہو کہ مین مزارعت کو نہین توڑتا ہون اور اگر اُسنے کہا کہ مین مزارعت کو توڑتا ہون تو باہمی قسم کے کچھ معنی نہین ہین۔ یہ سب جو ہم نے ذکر کیا اُس صورت مین ہی کہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ بیج اس شخص[1] کیطرف سے ہین کذا فی المحیط۔ اور اگر دونون مین سے ایک یا دونون مر گئے اور دونون کے وارثون نے حصص کی شرط مین اختلاف کیا تو مالک زمین کے وارثون کا قول اور کاشتکار کے وارثون کے گواہ قبول ہون گے۔ اور اگر دونون نے اسطرح اختلاف کیا کہ بیج کس کی طرف سے ہین تو قول کاشتکار اور اُسکے وارثون کا قبول ہوگا اور گواہ مالک زمین یا اُس کے وارثون کے قبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے بیجون و شرط مین اختلاف کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک زمین کے قبول ہونگے کیونکہ وہی خارج ہی اور کاشتکار صاحب الید یعنی فی الحال قابض ہی یہ محیط سرخسی مین ہی ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین زراعت کی پھر جب کھیتی کاٹی تو مالک زمین نے کہا کہ تو میرا اجیر تھا تو نے میرے بیجون سے زراعت کی تھی اور کاشتکار نے کہا کہ مین کاشتکار تھا مینے اپنے بیجون سے زراعت کی ہی تو قول کاشتکار کا قبول ہوگا کیونکہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا ہی کہ بیج کاشتکار کے قبضہ مین تھے پس اس صورت مین قول قابض کا قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر ایک شخص نے اپنی زمین و بیج دو شخصون کو اس شرط سے دیے کہ دونون اسمین اس سال زراعت کرین اور جو کچھ اسمین اللہ تعالی پیدا کرے اُسمین سے اس شخص کا تہائی ہوگا اور مالک زمین کا دو تہائی ہوگا اور دوسرے کاشتکار کیواسطے

سلہ اس شخص یعنی کسی کو دونون نے معین کیا خواہ زمیندار یا کاشتکار ہو قولہ حصص کی شرط یعنی مثلاً مالک کے ورثا نے کہا کہ کاشتکار کے لیے چہارم شرط تھی اور اُنھون نے کہا کہ نہین بلکہ یہ زمیندار کے لیے شرط تھی ۱۲

سلہ جب کہ کاشتکار مر گیا ۱۲

مالک زمین پر سو درم ہونگے تو یہ مزارعت موافق شرط کے جائز ہی کیونکہ مالک زمین نے دونون مین سے ایک کو بعوض بدل معلوم یعنے سو درم کے کسی قدر مدت معلومہ کیواسطے اجارہ پر مقرر کیا اور دوسرے کو حصہ تہائی[۱۲] پیداوار کے عوض مدت معلومہ تک کام کرنے کیواسطے اجارہ پر مقرر کیا اور ان دونون عقدون مین سے ہر ایک تنہا جائز ہی پس دونون کو جمع کر دینے کی صورت مین بھی جائز ہی پھر اگر زمین مین بہت پیداوار ہوئی اور دونون عاملون نے باہم اختلاف کیا اور ہر ایک نے دعوے کیا کہ مالک نے جسکے واسطے تہائی پیداوار شرط کی ہی وہ مین ہون تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ میرے واسطے تہائی مشروط تھی تو جسکے واسطے مالک زمین نے تہائی کا اقرار کیا ہی وہ مالک زمین کے اقرار سے تہائی پیداوار لیگا اور دوسرا اپنے گواہون سے تہائی پیداوار لیگا مگر اسکو اجرت مین سے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ تہائی پیداوار کے استحقاق کے ساتھ ضرور ہی کہ اجرت منتفی[ا؎] ہو جسکا مالک زمین نے اقرار کیا ہی اور اگر زمین مین کچھ نہ پیدا ہوا اور دونون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسکے واسطے مالک نے اجرت قرار دی ہی وہ مین ہون تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک زمین پر ہر ایک کیواسطے سو درم اجرت واجب ہوگی پس ایک کیواسطے اسوجہ سے کہ مالک نے اسکے واسطے اقرار کیا ہی اور دوسرے کیواسطے اسوجہ سے کہ اسنے اپنے گواہون سے ثابت کی ہی اور اس صورت مین اور نیز صورت اول مین ان دونون کے گواہون کے مقابلہ مین مالک زمین کے گواہون کیطرف التفات نہ کیا جائیگا اور اگر مالک زمین[؎۲] اپنی زمین دو کاشتکارون کو اس شرط سے دی کہ دونون اپنے بیجون سے اس مین زراعت کرین اور جو کچھ اسمین پیدا ہوگا اسمین سے خاص[؎۳] اس ایک کیواسطے نصف پیداوار ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اسپر سو درم اجرت واجب ہوگی اور دوسرے کے واسطے تہائی پیداوار ہوگی اور مالک زمین کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا تو یہ جائز ہی اس واسطے کہ اسنے اپنی زمین دونون کو اجارہ پر دی یعنی نصف زمین خاص ایک کاشتکار کو بعوض سو درم اجرت کے دی اور نصف زمین دوسرے کو اس نصف کی پیداوار مین سے تمام زمین کی پیداوار کی تہائی کے حساب سے دینے پر دی[؎۴] اور ان دونون عقدون مین سے ہر ایک تنہا صحیح ہی پس باجتماع بھی صحیح ہی پھر اگر دونون نے زمین مذکور مین زراعت کی اور زمین مین کچھ پیدا نہوا پس دونون مین سے ہر ایک نے مالک زمین سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے چھٹا حصہ زراعت شرط کیا ہی پس دونون مین سے ہر ایک اپنے زعم مین جسقدر شرط کرنے کا زعم کرتا ہی اسمین اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو مالک

[ا؎] منتفی یعنی نادار ہو مراد یہ کہ جس کے لیے پیداوار ہی اس کے لیے سو درم نہین سکتے ۱۲ [؎۲] [؎۳] خاص یعنے ایک کو معین کیا ۱۲ [؎۴] دینے پر دی یعنی تمام زمین کی پیداوار سے تہائی دیکھی جاوے مثلاً سو من ہوئی تو یہ کاشتکار اپنے نصف کی پیداوار مین سے سو من دے جو تمام زمین کی تہائی پیداوار ہے ۱۲

زمین کے گواہ قبول ہونگے اور اگر زمین مین زراعت کثیر پیدا ہوئی اور دونون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسنے اُجرت زمین دینے کی شرط کی تھی وہ مین ہون اور مالک زمین نے دونون مین سے ایک پر اُجرت کا دعوے کیا اور دوسرے پر چھٹے حصہ پیداوار کا دعوے کیا تو مالک زمین نے جسپر اُجرت کا دعوے کیا ہی اُس سے اُجرت لے لیگا کیونکہ دونون نے اُسپر اُجرت مشروط ہونے پر اتفاق کیا ہی اور دوسرے پر مالک نے بعض پیداوار کا دعوی کیا حالانکہ وہ منکر ہی تو قول منکر کا قبول ہوگا اور مالک زمین سے کہا جائیگا کہ تو نے اسپر چھٹے حصہ پیداوار کا دعوے کیا ہی اُسکے گواہ پیش کر اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دو شخصون نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو اس شرط سے دی کہ اُسمین اپنی بیجون و کام سے زراعت کرے اور جو کچھ اُسمین پیدا ہوگا اُسمین سے دو تہائی کاشتکار کا اور ایک تہائی خاص اس مالک زمین کا ہوگا اور دوسرے مالک کیواسطے اُسکے حصہ کی بابت کاشتکار پر سو درم واجب ہونگے تو یہ جائز ہی پھر اگر زمین مذکور مین بہت پیداوار ہوئی اور دونون مالکون مین سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ جسکے واسطے تہائی پیداوار مشروط ہی وہ مین ہون تو کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون مالکون مین سے ہر ایک نے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کو تہائی پیداوار ملیگی اور ان دونون کے گواہون کے مقابلہ مین کاشتکار کے گواہ مقبول نہونگے۔ ایک شخص نے دو کاشتکارون کو اپنی زمین و بیج اس شرط سے دی کہ خاص اس کاشتکار کو تہائی پیداوار ملے گی اور دوسرے کو پیداوار مین سے بیس قفیز ملینگے۔ اور باقی مالک زمین کی ہوگی پس دونون نے زراعت کی اور زمین مین پیداوار بہت ہوئی تو جس کاشتکار کیواسطے تہائی شرط کی تھی اُسکو تہائی ملے گی اور باقی دو تہائی مالک زمین کی ہوگی اور دوسرے کاشتکار کیواسطے اُسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا خواہ زمین مین کچھ پیدا ہو یا نہو اسواسطے کہ عقد مزارعت مالک اور اُس کاشتکار کے درمیان جسکے واسطے تہائی مشروط تھی صحیح ہی اور مالک اور دوسرے کاشتکار کے درمیان فاسد ہی لیکن ایک کے ساتھ جو عقد ہی وہ بحرف عطف دوسرے کے عقد پر معطوف ہی اُسمین مشروط نہین ہی۔ اور اگر دونون کاشتکارون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ میرے واسطے تہائی مشروط ہی تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کاشتکار کو تہائی پیداوار ملیگی پس ایک کاشتکار کو اسوجہ سے کہ مالک زمین نے اُسکے واسطے اقرار کیا ہی اور دوسرے کو اسوجہ سے کہ اُسنے اپنے گواہون سے ثابت کیا ہی۔ اور اگر زمین مین کچھ پیداوار نہوئی اور دونون کاشتکارون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسکے واسطے اجر المثل ہونا چاہیے وہ مین ہون تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا کہ یہ شخص ہی جسکے واسطے اجر المثل چاہیے ہی اور اگر دونون نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے کیونکہ مالک زمین اپنے گواہون سے اپنے اور دوسرے کاشتکار کے درمیان عقد صحیح ہونا ثابت کرتا ہی اور دوسرا کاشتکار اپنے گواہون سے اُس کی نفی کرتا ہی پس جسکے

گواہوں سے شرط صحت عقد ثابت ہوتی ہے اسکو ترجیح ہے - اور اگر دو مالکوں نے اسی شرط سے اپنی زمین ایک کاشتکار کو دی اور بیج کاشتکار کیطرف سے ہیں . تو ان سب صورتوں میں جو ہم نے بیان کردی ہیں کاشتکار کے واسطے وہی احکام ثابت ہوں گے جو مسئلہ مذکورۂ بالا میں مالک زمین کے حق میں جس کی طرف سے بیج ہیں مذکور ہوئے ہیں کیونکہ یہ دونوں فی المعنی یکساں ہیں کذا فی المبسوط

تیئیسواں باب بغیر عقد کے اراضی کی زراعت کے بیان میں - ایک شخص نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو ایک سال مزارعت کیواسطے اس شرط سے دی کہ اپنے بیجوں سے اسمیں زراعت کرے پس کاشتکار نے اُسمیں زراعت کی پھر سال گذرنے کے بعد بدون اجازت مالک زمین کے اُسمیں زراعت کی پھر مالک زمین کو یہ بات معلوم ہوئی خواہ کھیتی اُگنے سے پہلے یا اُسکے بعد مگر اُسنے اجازت نہ دی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس گاوں کے لوگوں میں یہ عادت جاری ہے کہ ایکبار کے بعد مکرر بدون تجدید عقد کے زراعت کرتے ہیں تو یہ جائز ہے اور جو پیداوار ہوئی ہے وہ سال گذشتہ کے عقد کی شرط کے موافق دونوں میں مشترک ہوگی اور شیخ امام اسمٰعیل زاہد رح سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ کتاب میں یہ مسئلہ ذکر کر کے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے اور کاشتکار پر یہ لازم ہے کہ مثل صورت غصب کے پیداوار میں سے بقدر اُجرت اپنے کام اور اپنے بیلوں کے اور اپنے بیجوں کے لیکر باقی صدقہ کر دے اور ہمارے مشائخ اسی حکم کے موافق جو کتاب میں مذکور ہے فتوے دیتے تھے مگر میں نے بعض کتب میں دیکھا کہ یہ جائز ہے اور ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو دی اور کہا کہ میں نے یہ زمین تجھے اُسی طور پر دی جس طرح فلاں کاشتکار کے پاس پہلے سال تھی تو یہ جائز ہے پس صورت مسئلہ بدرجہ اولے جائز ہونا چاہیے اور مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حکم یوں ہے کہ اگر یہ زمین مزارعت پر دینے کیواسطے رکھی گئی ہو اور پیداوار میں سے کاشتکار کا حصہ اس گاؤں کے لوگوں کے عرف سے معلوم ہو اور کبھی مختلف نہوتا ہو پھر کسی شخص نے ایسی زمین میں زراعت کر لی تو استحساناً جائز ہے اور اگر یہ زمین مزارعت پر دینے کے واسطے نہ رکھی گئی ہو یا پیداوار میں سے کاشتکار کا حصہ اس موضع میں یکساں نہو بلکہ ہر ایک کے قرارداد کے موافق مختلف ہوتا ہو تو جائز نہیں ہے اور کاشتکار غاصب قرار دیا جائے گا اور واضح ہو کہ عادت کی طرف اُسوقت لحاظ کیا جائیگا جب یہ معلوم نہو کہ کاشتکار نے براہ غصب اسمیں کھیتی کی ہے - اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس شخص نے براہ غصب زراعت کی ہے مثلاً وقت زراعت کے کاشتکار نے یوں اقرار کیا کہ میں اس زمین میں اپنے واسطے زراعت کرتا ہوں مزارعت پر زراعت نہیں کرتا ہوں یا یہ شخص ایسا ہو جو زمین کو مزارعت پر نہیں لیتا ہے اُسکو عار جانتا ہے تو یہ شخص غاصب ہوگا اور پیداوار اُسی کی ہوگی اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان واجب ہوگا اسیطرح اگر اُسنے بعد زراعت کے اقرار کیا کہ میں نے اس زمین میں براہ غصب زراعت کی ہے تو قول اُسی کا قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ پیداوار میں غیر کا کچھ استحقاق ہونے سے انکار کرتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - میں نے بعض فتاوی

مین یون لکھا دیکھا کہ زمینین جو دیہات مین ہین یا وقف یا ملک اور اس مواضع کی عادت یہ ہے کہ جس کا جی چاہتا ہے ان زمینون مین زراعت کرتا ہے اور متولی وقف سے اجازت نہین مانگتا ہے اور نہ مالک زمین سے اور متولی و مالک لوگ اُنکو منع نہین کرتے ہین اور کاشتکار لوگ غلہ تیار ہونے پر بٹائی و دہقانی[ہ] کا حصہ دیدیتے ہین اور یہ لوگ انکار نہین کرتے ہین اگر ایسی زمینون مین کوئی شخص کھیتی کرے بدون اسکے کہ متولی یا مالک سے مزارعت پر لے تو یہ زراعت بطور مزارعت کے ہو گی۔ اور اگر کوئی ایسا موضع ہو کہ جسمین زراعت کیواسطے مالک کی اجازت ضرور ہوتی ہے اور اگر کوئی مالک کی بلا اجازت زراعت کرے تو مالک اُسکو منع کرتا ہے یا مالک زمین خود کاشت کرتا ہے اور کبھی کاشتکار کو دیدیتا ہے پس ایسے موضع مین اگر کسی نے بلا اجازت مالک کے یا بے اجازت متولی وقف کے زمین ملکی یا وقفی مین زراعت کی تو زمین وقفی مین مزارعت پر حمل[ہ] کرین گے اور زمین ملکی مین نہین کذا فی المحیط۔ کاشتکار نے زمین سے پیداوار غلہ اُٹھا لیا مگر زمین مذکور مین گیہون کے دانہ چھٹکے رہ گئے اور وہ اُگے اور کھیتی تیار ہو گئی تو یہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان بحساب ہر ایک کے حصہ پیداوار کے تقسیم ہو گی اسواسطے کہ دونون کے مشترک بیج سے اُگی ہے مگر کاشتکار کو چاہیے کہ اپنے حصہ سے زائد کو صدقہ کر دے اور اگر مالک زمین نے اُس کو سینچا ہو اور پرداخت کی ہو حتے کہ وہ اُگی تو یہ اُسی کی ہو گی کیونکہ جب اُسنے پانی دیا تو اسکا مالک ہو گیا پس اگر ان دانون کی قیمت ہو تو مالک زمین اسکا ضامن ہو گا ورنہ نہین۔ اور اگر اسکو کسی اجنبی نے پانی دیا مگر بطور تطوع تو یہ اُگی ہوئی کھیتی کاشتکار و مالک زمین کے درمیان مشترک ہو گی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین بغیر کسی کے بوئے ہوئے کوئی درخت یا کھیتی اُگی تو وہ مالک زمین کی ہو گی کیونکہ اُس کی زمین سے پیدا ہوئی ہے پس زمین کا جزو ہو گی پس مالک زمین کی ہو گی کذا فی المحیط ✤ ✤

چوبیسوان باب۔ متفرقات مین اگر اپنی زمین و بیج کسی کو اس شرط سے دی کہ امسال اس مین زراعت کرے اور جو کچھ اسمین سے اللہ تعالےٰ روزی کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہو گا پس کھیتی تصبیل[ہ] ہو گئی پھر دونون نے چاہا کہ اسکو کاٹ کر فروخت کر دین تو اُسکا کاٹنا و فروخت کرنا دونون کے ذمہ ہو گا خواہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون یا مالک زمین کیطرف سے۔ اور اگر کھیتی قابل درو ہو گئی مگر سلطان نے اُنکو اُسکے کاٹنے سے منع کیا خواہ براہ ظلم منع کیا یا کوئی مصلحت دیکھکر منع کیا یا اس غرض سے منع کیا کہ اپنا خراج وصول کرے تو اسکی حفاظت ان دونون پر لازم ہو گی یہ مبسوط باب مالیف المزارعۃ مین ہے۔ اگر کوئی زمین

سہ دہقانی یعنے زمینداری کیونکہ اصل وہ قاآن یعنے سردار قریہ ہے سہ حمل یعنے قرار دین گے کہ اس نے بطور مزارعت کے زراعت کر لی ہے ۱۲ منہ سہ تصبیل یعنے اسمین بالیان نہ آئین جس کو جری کہتے ہین ۱۲ سہ لینے حصہ کاشتکار ۱۲ منہ

کسی کے پاس رہن ہوا اور کسی غیر شخص نے چاہا کہ یہ زمین راہن سے مزارعت پر لے تو اُسکو چاہیے کہ مرتہن کی اجازت سے راہن سے مزارعت پر لے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی زمین ایک سال یا دو سال کے واسطے مزارعت پر دی اور بیج مالک زمین کیطرف سے ہیں پھر مالک زمین نے چاہا کہ اپنی زمین کاشتکار کے ہاتھ سے نکال لیوے پس اُسنے کاشتکار سے کہا کہ تیرا جی چاہے تو یہ زمین اپنے بیجوں سے زراعت کر یا میرے پاس چھوڑ دے پس کاشتکار نے کہا کہ مجھے میرے کام کا اجر المثل دیدے پس مالک زمین نے کہا کہ تجھے دیدونگا پھر مالک زمین نے چاہا کہ خود اُسمین زراعت کرے پھر جب کاشتکار کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُسنے جاکر زمین مین زراعت کی پھر کھیتی پختہ ہوکر تیار ہوئی پس اگر مالک زمین نے اُسکے اس فعل کی اجازت دیدی ہو تو پیداوار دونون مین مشترک ہوگی اور یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے ہے یعنی ایسا واقعہ ہوا تھا اور اسپر یون فتوے دیا گیا ہے۔ اور اگر ایک کاشتکار مر گیا اور متاجر نے وارثان کاشتکار کو بیج دیکر کہا کہ ان سے اس زمین مین زراعت کرو پس اُنھون نے زراعت کی تو پیداوار کس کی ہوگی اور یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے ہے پس تمام مفتیون کے جواب مین اس امر پر اتفاق تھا کہ پیداوار وارثان کاشتکار کی ہوگی اسواسطے کہ عقد مزارعت کاشتکار کے مرنے سے فسخ ہوگیا پس یہ فعل متاجر کیطرف سے وارثان کاشتکار کو بیج قرض دینے مین شمار ہوا اسواسطے کہ متاجر کے قول مین کوئی ایسی بات نہین ہے جس سے ثابت ہو کہ اُسنے پیداوار مین سے اپنے واسطے کچھ شرط کرلیا ہے مثلاً یون کہا ہو کہ ان بیجون سے اس زمین مین میرے واسطے زراعت کردو یا یون کہا ہو کہ تاکہ کھیتی ہمارے وتمھارے درمیان مشترک ہو اور متاجر کیواسطے وارثان کاشتکار پر ان بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے یہ محیط مین ہے۔ قاضی بدیع الدین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے بالغ پسر کی زمین معاملہ پر دیدی اور بیٹا آتا جاتا تھا تو فرمایا کہ یہ رضامندی نہین ہے۔ اور نیز قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک متاجر نے کاشتکار کو اپنا باغ انگور ایک سال کیواسطے ہزار من انگور فلانسی پر بعقد معاملہ دی تو فرمایا کہ نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص سے ایک سال یا دو سال کیواسطے اُجرت معلومہ پر ایک زمین اجارہ لی پھر یہ زمین کسی کاشتکار کو مزارعت پر دی پس اگر بیج متاجر کیطرف سے ہون تو جائز ہے اور اگر کاشتکار کیطرف سے ہون تو نہین جائز ہے ایسا ہی حاکم احمد رح سمرقندی نے اپنے شروط مین ذکر فرمایا ہے اور ابن رستم نے اپنے نوادر مین یہ مسئلہ ذکر کیا اور اسکو امام محمد رح کا اول قول قرار دیا اور بنابر دوم قول امام محمد رح کے یہ حکم ہے کہ کاشتکار کو یہ زمین مزارعت پر دینا نہین جائز ہے خواہ بیج کاشتکار اول کیطرف سے ہون یا اجارہ لینے والے کیطرف سے ہون یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر کسی نے اپنا باغ انگور یا زمین حرام یا نجس پانی سے سینچا تو جو کچھ پیدا ہو وہ حلال ہے جیسے کسی نے اپنی گدہی کو غیر کی گھاس چرائی پھر ہو گیا[1]

---

[1] مقیس علیہ سے پورا انطباق اس کی علت مین جب ہو سکتا ہے کہ اُسکا دودھ حلال ہو فتامل ۱۲

آوے وہ اسکو حلال ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے زید نے عمرو سے ایک زمین اجارہ لی پھر وہ زمین عمرو کی جورو یا بیٹے کو مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کیطرف سے ہین اور یہ بیٹا اپنے باپ کی عیال میں ہے پس باپ یعنے عمرو نے اسمین زراعت کی پس اگر بیٹے کی اعانت کے طور پر زراعت کر دی یا اینطور کہ بیج اپنے بیٹے کو قرض دیدے تو پیداوار غلہ اس بیٹے اور زید کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگا اور اگر عمرو نے اپنے واسطے زراعت کر لی باینطور کہ بیٹے کو بیج قرض نہ دیے تو پوری پیداوار عمرو کی ہوگی جس نے کاشت کی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک عورت سے ایک زمین اجارہ پر لیکر قبضہ کرنیکے بعد یہ زمین عورت مذکورہ کے شوہر کو مزارعت یا معاملت یا مقاطعت پر دیدی تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے اولاد صغار و کبار و زوجہ چھوڑی اور یہ اولاد بالغ اسی عورت سے ہے یا میت کی کسی دوسری زوجہ سے ہے پس اولاد بالغ نے کھیتی کا کام شروع کیا اور اپنے درمیان مشترک زمین میں یا غیر کی زمین میں بطریق کاشتکاروں کے جیسا لوگ کیا کرتے ہین زراعت کی اور یہ سب اولاد زوجہ زندہ کی عیال ہین یہی عورت اُنکے احوال کی نگران ہے اور یہ اولاد کبار زراعت کرتے ہین اور ایک ہی بیت میں سب غلہ جمع کرتے ہین اور سب اسمین سے خرچ کرتے ہین پس یہ تمام غلہ عورت اور اولاد کے درمیان مشترک ہوگا یا فقط زراعت کرنیوالون کا ہوگا یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے تھا یعنے ایسا واقعہ ہوا تھا۔ پھر فتوی طلب کیا گیا تھا پس علماے مفتین کے جواب اس باب پر متفق ہوئے کہ اگر زراعت کرنیوالون نے اپنے سب لوگون کے باہمی مشترک بیجون سے باقیون کی خود اجازت سے اگر وہ لوگ بالغ ہین یا اُنکے وصی کی اجازت سے اگر نابالغ ہین زراعت کی ہے تو یہ سب غلہ سب میں مشترک ہوگا اور اگر زراعت کرنے والون نے اپنے ذاتی بیجون سے زراعت کی ہے تو یہ سب غلہ فقط زراعت کرنیوالون کا ہوگا۔ اور اگر زراعت کرنے والون نے باہمی مشترک بیجون سے باقیون کی بلا اجازت یا اُنکے وصی کی بلا اجازت زراعت کی ہے تو یہ سب غلہ زراعت کرنے والون کا ہوگا کیونکہ زراعت کرنے والے بیج کے غاصب ہوگئے اور جو شخص غصب کے بیج سے زراعت کرے تو غلہ غاصب کا ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو مزارعت پر دی حالانکہ زمین مذکور میں کپاس کے ٹھونٹھ ہین تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ ٹھونٹھ زراعت سے مانع نہوون تو مزارعت جائز ہے اور اگر مانع ہون تو مزارعت فاسد ہوگی لیکن اگر عقد مزارعت ایسے وقت کیطرف مضاف کیا جو وقت زمین مذکورہ بالکل خالی ہو جاوے تو عقد جائز رہیگا اور اگر اس سے سکوت کیا تو جائز نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ زید نے عمرو کو ایک زمین بشرائط مزارعت مزارعت پر دی اور عمرو نے اسمین زراعت کی اور غلہ پیدا ہوا پھر خالد آیا اور کہا کہ میں نے یہ زمین بکر سے خریدی ہے اور یہ زمین اُسی کی ملک تھی پس نصف غلہ بٹائی کا مجھے چاہیے ہے

۱؎ بالمقطع ۱۲ ۲؎ چھوٹے بچے ۱۲ ۳؎ بالغ اولاد ۱۲

پھر اُسنے نصف غلہ لے لیا پھر زید آیا پس اگر اُسنے خالد کے قول کی تصدیق کی اور عمرو سے مخاصمہ نہ کیا تو اُسکو
کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسنے خالد کی تکذیب کی اور عمرو سے مخاصمہ کیا پس اگر خالد نے نصف غلہ براہ تغلب
لے لیا ہو تو زید کو اختیار ہوگا کہ باقی نصف مین عمرو کے ساتھ شرکت کرے کیونکہ جسقدر مال مشترک مین سے
تلف ہوا وہ شرکت مین گیا اور جو باقی رہا وہ شرکت مین رہا پھر دونون نے ملکر مدعی یعنی خالد سے جو اُسنے
لیا ہے واپس لینگے اگر اُسکو پاوین۔ اور اگر خالد نے تغلب کی راہ سے نہ لیا ہو بلکہ عمرو نے باختیار خود اُسکو
دیا ہو تو زید کو اختیار ہوگا کہ عمرو سے باقی نصف لے لے۔ اور اگر خالد نے جو وقت نصف غلہ لیا ہے عمرو
سے کہا ہو کہ یہ زمین میری طرف سے مزارعت پر لے اور اُسنے لے لی پس آیا یہ مزارعت صحیح ہوگی اور
مزارعت اولے فسخ ہو جائے گی تو حکم یہ ہے کہ اگر بیج عمرو کیطرف سے نہون تو یہ مزارعت صحیح نہوگی اور
نہ مزارعت اولے فسخ ہوگی اور اگر بیج عمرو کیطرف سے ہون حتے کہ اُسکو فسخ کا اختیار ہو تو باوجود اس کے
بھی اس مقام پر چاہیے کہ مزارعت فسخ نہو بخلاف اسکے اگر اُسنے ابتداءً فسخ کی تو فسخ ہو سکتی ہے یہ ذخیرہ
مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے کو معاملہ پر دیا اور عامل باغ مذکور مین کچھ کام نہ کیا تو باغ کے
پھلون مین اُسکا کچھ استحقاق نہوگا اسیطرح اگر اُسنے کام تو کیا مگر درختون وپھلون کی حفاظت نہ کی حتے کہ پھل
ضائع ہوگئے تو کچھ مستحق نہوگا اسواسطے کہ حفاظت کرنا بھی عامل کے حق مین منجملہ عمل کے ہے مگر کاشتکار نے
اگر زراعت مین مثل تشذیب[۱] وسقی[۲] کے نہ کیا یہان تک کہ زراعت مین نقصان آیا پس آیا پیداوار مین کچھ
استحقاق رکھتا ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ حکم بتفصیل ہے یعنی اگر بیج اُسکی طرف سے ہون تو مستحق ہوگا
بخلاف[ل] عامل کے کہ اگر اُسنے باغ انگور مین کچھ کام نہ کیا اور پھل کسی شخص نے توڑ لیے یا خراب ہوگئے
تو کچھ مستحق نہوگا اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون تو چاہیے کہ کچھ مستحق نہو اسواسطے کہ پیداوار اُسکی
ملک سے نہین اُگی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کی مزارعت پر ایک زمین دی پھر کھیتی سال کے تمام
ہونے سے پہلے تیار ہوکر کاٹ لی گئی تو مزارعت ٹوٹ جائیگی بشرطیکہ جب باقی سال کسی دوسری چیز کی زراعت
کیواسطے کافی نہو یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنی زمین دی کہ اسمین خرما کی گٹھلیان بووے اس شرط
سے کہ انکو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرے اور حاصلات دونون مین مشترک ہوگی تو اس کی
دو صورتین ہین ایک یہ کہ موضع تحویل معین کر دیا مثلاً یون کہا کہ یہان سے اس دوسری زمین مین منتقل کردے
یا کہا کہ اسی زمین کے اس جانب سے دوسری جانب منتقل کر دے تو اس صورت مین عقد فاسد ہوگا خواہ

ل قال المترجم والحق ان المزارعۃ والمعاملۃ فے ہذا علے نہج واحد فان المعاملۃ بالاشجار اذا کانت فی الثمار کانت کمزارعۃ
کانت فیہا البذر علے رب الارض وفے ہذہ المزارعۃ اذا لم یعمل المزارع ماذکرہ فی الکتاب لم یستحق شیئا
فقولہ بخلاف العامل ینبغی ان یتصل بالشق الثانی وہناک لاحاجۃ الی ذکر ہذا الخلاف فافہم ۱۲ منہ [۱] کھیتی
پیراستہ کرنا ۱۲ [۲] سینچنا ۱۲ [۳] لیے بیجون سے ۱۲

بیج کاشتکار کیطرف سے ہو یا مالک زمین کیطرف سے اور اگر اُسنے موضع تحویل معین نہ کیا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ جائز نہو اور استحساناً عقد جائز ہے اور جو چیز ایسی ہو کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر تحویل کیجاتی ہو اُسکا یہی حکم ہے اور بعض فتاوے مین مثالاً بیان کیا کہ جیسے بادنجان وغیرہ کے درخت۔ قال المترجم یہ وہان کا عرف ہے اور دیار ہند مین امید ہے کہ یہ حکم نہو واللہ اعلم ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین کھنڈل اس شرط سے دی کہ کاشتکار اسکی تعمیر[۱] کرے اور کاشتکار مع مالک زمین کے دونون کو بیجون سے تین برس تک زراعت کرے تو مزارعت فاسد ہے اسواسطے کہ کاشتکار کے ذمہ تعمیر کی شرط مفسد عقد ہے پس اگر مالک و عامل نے دونون کے بیجون سے ایک سال بویا تو مالک زمین کو اختیار[۲] ہوگا کہ زمین کو لے لے اور تمام کھیتی دونون مین بقدر ہر ایک کے بیج کے مشترک ہوگی اور کاشتکار کیواسطے مالک زمین پر اپنے کام یعنی تعمیر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور مالک زمین کیواسطے کاشتکار پر اپنی اُسقدر زمین کا جتنی کاشتکار کے بیجون کی زراعت مین گھری تھی اجر المثل واجب ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے بیجون کے کنارے کی زمین مین زراعت کی اور کھیتی تیار ہوگئی پھر ایک قوم نے آکر دعوے کیا کہ زمین ہماری ہے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھیتی تو بیجون والے کی ہوگی اور رقبۂ زمین مزروعہ کا یہ حکم ہے کہ اگر قوم مذکور نے اُسپر اپنا استحقاق ثابت کیا تو اُنکا ہوگا ورنہ اُسکا ہوگا جس نے اُسکو تیار کیا ہے کذا فی الحاوی۔ ایک بند آب دو زمینون کے درمیان ہے ایک زمین بہ نسبت دوسری زمین کے اونچی ہے اور کاریز مذکور پر درخت لگے ہین کہ اُنکا لگانیوالا معلوم نہین ہوتا ہے تو شیخ الاسلام ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اگر نیچی زمین مین بدون کاریز کے پانی ٹھہرا رہتا ہے اور امساک آب مین کاریز کی احتیاج نہین ہے تو کاریز کے مقدمہ مین قسم کے ساتھ اونچی زمین والے کا قول قبول ہوگا اور جب کاریز کے مقدمہ مین اُسکا قول قبول ہوا تو اُسپر جو درخت ہین وہ بھی اُسی کے ہون گے تاوقتیکہ دوسرا اپنے گواہ قائم نہ کرے۔ اور اگر نیچی زمین امساک آب مین کاریز کی محتاج ہے تو کاریز اور جو درخت اُسپر ہین سب دونون مین مشترک ہون گے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے کسی نے دعوے کیا کہ خاصۃً میری ہے تو بدون گواہون کے اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائے گی مگر دونون مین سے ہر ایک کو دوسرے سے قسم لینے کا اختیار ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر دو شخصون نے مزارعت پر ایک زمین اس شرط سے لی کہ دونون اس زمین مین مالک زمین کے بیجون سے زراعت کرین بشرطیکہ جو کچھ پیداوار ہو وہ تین تہائی ہوگی ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک ایک تہائی ہر ایک کاشتکار کی پھر دونون نے اسمین زراعت کی مگر کوئی ایسی آفت کھیتی کو پہونچی کہ کچھ پیدا نہوا پھر دونون مین سے ایک کاشتکار نے کہا کہ مین اسمین فصل خریف کی زراعت نہ کرونگا پھر ایک نے بدون علم دوسرے کے اسمین فصل خریف بوئی اور پیداوار حاصل ہوئی

---

[۱] تعمیر زمین کو آراستہ کر کے زراعت کے قابل کرنا ۱۲ [۲] نام دریا ۱۲ [۳] بنجر زمین کو قابل زراعت کرنا ۱۲

پس آیا درست ہے کہ کاشتکار کو اس فصل خریف کی پیداوار زمین سے بسبب اُس کام کے جو اُسنے اس زمین مین گذشتہ فصل مین کیا ہے کچھ ملیگا تو فرمایا کہ نہین ملیگا لیکن اگر کچھ دیکر اُسکی رضامندی حاصل کرلے تو یہ افضل ہے اور ایسے مسائل مین اصل یہ ہے کہ بدون عقد کے عمل کی کچھ قیمت نہین ہوتی ہے پس بدون عقد کے محض عمل کیوجہ سے کچھ مستحق نہوگا لیکن امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب المزارعۃ مین اسی کے مثل مسئلہ مین ذکر فرمایا ہے کہ وہ عامل کو رضامند کرلے یہ ذخیرہ مین ہے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین محدود مین بیع الوفا واقع ہوئی اور ہر دو متعاقدین نے ہر دو عوضوں مین قبضہ کرلیا اور مشتری نے اس زمین مین چند سال تک زراعت کی اور غلہ لے لیا تو خراج کس پر واجب ہوگا فرمایا کہ بائع پر اگر زمین مذکور مین بوجہ زراعت کے نقصان آیا ہو پھر دریافت کیا گیا کہ اگر بائع نے اس سے ضمان نقصان کا مطالبہ نہ کیا تو بھی اُسپر خراج لازم ہوگا فرمایا کہ ہان۔ آدھے حصے کی شرط پر خرمن کوبی نہین جائز ہے کیونکہ یہ قفیز الطحان کے معنی مین ہے۔ اور تہائی یا چوتھائی پر کپڑا بننے کے مسئلہ مین ذکر کیا کہ مشائخ بلخ رحمہم اللہ نے لوگون کے تعامل کیوجہ سے حکم جواز اختیار کیا ہے اور مشائخ بخارا نے ظاہر کتاب کے موافق کہ یہ قفیز الطحان کے معنی مین ہے جائز نہین ہے اختیار کیا ہے علی ہذا پنبہ چیدن[1] وارزن کوفتن وگندم درودن مین بھی یہی اختلاف ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر کسی مرتد نے اپنی زمین و تخم کسی کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دی اور اُسنے اسی شرط پر زراعت کی اور کھیتی پیدا ہوئی پس اگر مرتد مذکور مسلمان ہوگیا تو یہ زراعت دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر حالت ردت مین قتل کیا گیا تو پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور دینے والے کو بیجون اور نقصان زمین کا تاوان دیگا یہ اُسکا قول ہے جس نے بقیاس قول امام اعظم رح مزارعت کی اجازت دیکر اختیار کیا ہے اور یہ تاوان ہر حال مین کاشتکار پر واجب ہوگا خواہ زمین مین کچھ پیدا ہوا یا نہوا اور بنا بر قول صاحبین رحمہما اللہ کے یہ مزارعت صحیح ہے اور پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور مرتد حالت ردت مین قتل کیا گیا پس اگر زمین مین نقصان آیا ہو تو کاشتکار نقصان زمین کا تاوان دیگا اور پوری زراعت اُسی کی ہوگی۔ اور اگر زمین مین نقصان نہ آیا ہو تو قیاس چاہتا ہے کہ پوری پیداوار اُسی کی ہو مگر استحساناً تمام پیداوار کاشتکار و وارثان مرتد کے درمیان مشترک ہوگی اور قیاس و استحسان بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ مزارعت صحیح ہے۔ اور اگر کاشتکار مرتد ہوا اور بیج اُسی کیطرف سے ہون پس اگر مرتد مذکور اپنی حالت ردت پر قتل کیا گیا تو امام اعظم رح کے قول پر تمام پیداوار اُسی کی ہوگی اور مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون تو بالاجماع سب کے نزدیک تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر دونون مرتد ہون اور بیج مالک زمین

[1] پنبہ چیدن روئی چننا ارزن کوفتن دھان کوٹنا گندم درودن گیہون کاٹنا یعنے ان چیزون مین انھین مین سے کچھ دینا شرط کیا ۱۲

کی طرف سے ہون تو پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اسپر واجب ہوگا کہ بیج اور نقصان زمین تاوان دے اسواسطے کہ کاشتکار کیواسطے مالک زمین کا حکم بالمزارعۃ صحیح نہوا تو کاشتکار مثل غاصب کے ہوگیا کہ اُسنے زمین و بیج غصب کیے ہین اور اگر دونون مسلمان ہوگئے یا بجیون کا مالک مسلمان ہوگیا تو تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی جیسا کہ اگر وقت عقد کے مسلمان ہوتا تو یہی حکم تھا۔ اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون حالانکہ وہ حالت ردت مین قتل کیا گیا تو پیداوار اُسی کی ہوگی اور اسپر نقصان زمین کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ مالک زمین کا حکم بالمزارعۃ وارثون کے حق مین صحیح نہین ہے اور اگر زمین مین کچھ نقصان آیا ہو تو مثل غصب[1] کے وارثان مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا اسیطرح اگر مالک زمین مسلمان ہوگیا تو بھی ایسا ہے کہ جیسے وقت عقد کے مسلمان تھا یعنی حکم یہی ہے اور اگر دونون مسلمان ہوگئے یا کاشتکار مسلمان ہوا اور مالک زمین حالت ردت مین قتل کیا گیا تو کاشتکار و وارثان مقتول مذکور کو نقصان زمین تاوان دیگا اسواسطے کہ مالک مذکور کا کاشتکار کو زراعت کیواسطے حکم دینا وارثون کے حق مین صحیح نہین ہے اور اگر زمین مین کچھ نقصان نہ آیا ہو تو قیاس یہ ہے کہ پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور وارثان مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا مگر استحساناً پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر دونون قتل کیے گئے یا دونون مسلمان ہوگئے یا دونون دار الحرب مین جا ملے یا دونون[2] مرگئے تو پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی۔ اور مرتدہ عورت کی مزارعت و معاملت مین بھی امام اعظم کا یہی قول ہے یہ مبسوط مین ہے اور مسلمان و حربی کے درمیان دار الاسلام یا دار الحرب مین عقد مزارعت صحیح ہے اسیطرح دو حربیون یا دو مسلمانون کے درمیان دار الحرب مین عقد مزارعت جائز ہے خواہ یہ دونون مسلمان امان لیکر دار الحرب مین گئے ہون یا وہین مسلمان ہوئے ہون اور اگر دار الحرب پر مسلمان غالب ہوگئے اور اُنھون نے فتح کرلیا تو یہ سب اراضی فئی[3] و مال غنیمت ہوگی پس جو حصہ زراعت حربی کا ہے وہ بھی فئی ہوگا اگر جو حصہ مسلمان کا ہے وہ فئی نہوگا اور اگر امام نے ان حربیون کی اراضی اُنکے پاس چھوڑدی اور انپر منت و احسان کیا یا یہ لوگ مسلمان ہوگئے تو جو معاملات ان کے درمیان جسطرح تھے بحالہ باقی رہینگے لیکن جو معاملہ دو مسلمانون مین فاسد ہوتا ہے وہ فاسد ہوجائیگا۔ اگر مسلمان نے حربی کیواسطے عقد مزارعت مین دس قفیز پیداوار شرط کی تو امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین صحیح ہے۔ اور اگر ایسا عقد مزارعت ایسے دو مسلمانون مین جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے ہین واقع ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین و بیج بطور مزارعت فاسدہ دی اور مزارع نے زمین جوتی

[1] مثل غصب یعنی جیسے غصب کچھ نہین ملتا تھا کیونکہ زراعت باجازت ہے ۱۲ منہ [2] قولہ مرگئے تو دونون کے وارثون مین مشترک ہوگی ۱۲ منہ [3] یعنی جو مرد مرتد کی صورت مین بیان ہوا ۱۲ [4] فئی الخ غنیمت جو جہاد مین حاصل ہوا الخ ۱۲ منہ

اور مہرین اُگا رین پھر بیجون کے مالک نے مزارعت باقی رکھنے سے انکار کیا تو اُسپر کاشتکار کے کام کا اجر المثل واجب ہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ مجموع النوازل مین مذکور ہی کہ ایک کاشتکار نے ایک زمیندار سے درخواست کی کہ اپنی زمین مجھے چوتھائی کی بٹائی پر دیدے پس زمیندار نے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اس شرط سے زراعت کر کہ تہائی میری ہوگی ورنہ نہین پھر جب اُس نے بعد زراعت کے کھیتی کاٹی تو دونون نے اختلاف کیا تو مذکور ہے کہ تہائی زمیندار کی ہوگی اور باقی پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور نیز مجموع النوازل مین ہے جب کہ ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہے ان مین سے ایک غائب ہوگیا اور دوسرے نے کھیتی کو کاٹا تو یہ متبرع قرار دیا جائے گا کذا فے المحیط

کتاب المعاملۃ

اسمین دو باب ہین

باب اول: معاملہ کی تفسیر و شرائط و احکام کے بیان مین۔ معاملہ کی تفسیر یہ ہی کہ معاملہ[1] عبارت ہی کام کے اوپر بعوض بعض حاصلات کے عقد قرار دینے سے مع تمام شرائط جواز معاملہ کے۔ اور معاملہ کیواسطے چند شرطین ہین ازانجملہ یہ ہی کہ عاقدین معاملہ دونون عاقل ہون پس جو شخص عقد معاملہ کو نہ سمجھتا ہو اُسکا عقد جائز نہوگا اور بالغ ہونا شرط نہین ہی اور ایسی ہی حریت یعنے آزاد ہونا بھی شرط نہین ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ جس نے معاملہ کو جائز رکھا ہی اُسکے نزدیک بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالے یہ چاہیے کہ دونون عقد کرنیوالے مرتد نہون حتے کہ اگر دونون مین سے کوئی مرتد ہوا اور عقد معاملہ واقع ہوا پس اگر مالک درخت مرتد ہو پھر وہ اسلام لایا تو حاصلات دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر حالت ردت مین قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب مین جاملا تو پوری حاصلات مالک کی ہوگی کیونکہ اُسی کی ملک سے پیدا ہوئی ہے اور عامل کو اگر اُسنے کام کیا ہو تو اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک دونون صورتونمین تمام حاصلات عامل مسلمان اور وارثان مالک مرتد کے درمیان مشترک ہوگی جیسا کہ اگر دونون مسلمان مرے تو یہی حکم ہی۔ اور اگر عامل مرتد ہو پس اگر وہ مسلمان ہوگیا تو بالاجماع جو حاصلات ہو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی یہ سب اُس صورت مین ہے کہ عقد معاملہ ایک مسلمان اور ایک مرتد کے درمیان واقع ہوا اور اگر دو مسلمانونمین واقع

[1] یعنے چوتھائی تیری ہوگی باقی پیداوار میری ہوگی ۱۲ [2] یعنی بعض حاصلات کے عوض کام پر مزدور قرار دینے کو معاملہ کہتے ہین مگر اسمین سب شرائط جواز موجود ہون ۱۲ منہ [3] یعنے توڑ دیا ۱۲

ہوا پھر دونوں مرتد ہو گئے یا ایک مرتد ہو گیا تو حاصلات دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہو گی اور عقد معاملہ عورت مرتدہ کا بالاجماع بلا خلاف جائز ہے۔ ازانجملہ یہ شرط ہے کہ اگر ایسا درخت جس میں پھل موجود ہیں معاملہ پر دیا تو پھل ایسی حالت میں ہوں کہ ان میں عامل کے کام سے زیادتی ہو۔ پس اگر ایک خرما کا درخت جسمیں طلع[1] یا بسر ہیں کہ سرخ یا سبز ہو گئے ہیں مگر انکا بڑھنا پورا نہیں ہو گیا ہے تو معاملہ جائز ہوگا اور اگر انکا بڑھنا پورا ہو گیا مگر ہنوز وہ رطب نہوئے ہوں تو معاملہ فاسد ہوگا اور پوری حاصلات مالک درخت خرما کی ہو گی۔ ازانجملہ یہ ہے کہ حاصلات دونوں کیواسطے مشروط ہوں پس اگر دونوں نے ایک کیواسطے حاصلات مشروط کی تو معاملہ فاسد ہوگا۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ بعض حاصلات جو ہر ایک کیواسطے مشروط ہے وہ مشترک[2] و معلوم القدر ہو یعنے تہائی و چوتھائی وغیرہ مقدار حصہ مشترک معلوم ہو اور ازانجملہ یہ ہے کہ جس میں عقد معاملہ قرار پایا ہے وہ عامل کے سپرد کر دے یعنے اسکے اور عامل کے درمیان تخلیہ کر دے کوئی مانع اور کچھ لگاؤ نہ رکھے حتے کہ اگر دونوں کے ذمہ اسمیں کام کرنا عقد میں مشروط ہو تو معاملہ فاسد ہوگا اور واضح ہو کہ مدت کا بیان کرنا جواز معاملہ کیواسطے استحساناً شرط نہیں ہے کیونکہ بدون بیان مدت کے لوگوں میں اسکا تعامل جاری ہے پس پہلا پھل جو سال کے اول میں اترتا ہے اسپر عقد معاملہ کا وقوع ہوگا یعنے اسی پر مدت قرار دیجائیگی۔ اور اگر کوئی زمین دی کہ اسمیں رطاب کی کاشت کرے یا ایسی زمین دی جسمیں اصول رطبہ[3] باقی ہیں اور مدت بیان نہ کی پس اگر ایسی شے ہو کہ اسکے[4] درکا ٹنے کی ابتدا و انتہا کا وقت معلوم نہو تو معاملہ فاسد ہوگا اور اگر اسکے کاٹنے کا وقت معلوم ہو تو معاملہ جائز ہے اور پہلی کٹائی جو واقع ہو اسی پر مدت کی انتہا قرار دیجائیگی جیسا پھلدار درختوں میں ہوتا ہے۔ اور شرائط مفسدہ کے چند انواع ہیں ازانجملہ یہ کہ تمام حاصلات دونوں میں سے ایک کیواسطے مشروط ہوں پس یہ شرط مفسد عقد ہے۔ ازانجملہ یہ کہ دونوں میں سے ایک کیواسطے کسی قدر قفیز معلومہ مشروط ہوں۔ ازانجملہ یہ کہ مالک زمین کے ذمہ کام مشروط ہو۔ ازانجملہ یہ کہ حاصلات تقسیم ہونے کے بعد اسکا اٹھالانا[5] اور حفاظت کرنا شرط کیا گیا ہو ازانجملہ یہ کہ اگر خرما کے پھل توڑنا یا انگور کے پھل توڑنا عامل کے ذمہ شرط کیے تو بلا خلاف یہ شرط مفسد ہے۔ ازانجملہ کاشتکار کے ذمے ایسے کام کی شرط کرنا جسکی منفعت مدت معاملہ گذرنیکے بعد باقی رہے جیسے کھاد ڈالنا و انگوروں کی ٹٹیاں کھڑی کرنا یا درخت جمانا و زمین گوڑنا اور جو اسکے مانند کام ہوں کیونکہ یہ امور مقتضائے عقد نہیں ہیں اور نہ ایسے ہیں کہ ضرورات

[1] طلع جیسے آم کا بور اور بسر جیسے آم کی کچی کیریاں ۱۲ منہ [2] قال المترجم اگر باغ انگور دیا اور عامل کے واسطے دس من انگور مشروط کیے تو معاملہ فاسد ہے اس واسطے کہ حاصلات مشترک نہ رہی اور اگر یوں کہا کہ میں نے یہ باغ انگور تجھے معاملہ پر بدین شرط دیا کہ آدھی حاصلات میں سے بعض حاصلات میری اور بعض تیری ہو گی تو فاسد ہے اسواسطے کہ حصہ مشترک بھی نامعلوم القدر ہے ۱۲ منہ [3] مثلاً [4] [5] عامل کے ذمہ شرط کیا کہ مالک کا حصہ بعد تقسیم کے اٹھا کر اسکے گھر پہونچا دے یا جب تک نہ اٹھایا جاوے تب تک اسکی حفاظت کرے یا دونوں کا مشترط ہے ۱۲ منہ

معقود علیہ اور اُسکے مقاصد مین سے ہون۔ از انجملہ یہ ہے کہ جس مین عامل کا کام بعقد معاملہ قرار دیا گیا ہے آئین معاملہ پر دینے والا شرکت رکھتا ہو تو معاملہ فاسد ہے چنانچہ اگر ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک شریک نے دوسرے شریک کو مدت معلومہ کیواسطے معاملہ پر دیدیا بدین شرط کہ جو حاصلات ہو وہ دونون مین تین تہائی ہو اسطرح کہ دو تہائی اُس شریک کی جسنے کام کیا ہے اور ایک تہائی اُس شریک کی جسنے کام نہین کیا ہے۔ تو ایسا معاملہ فاسد ہے اور تمام حاصلات دونون مین بحساب ہر ایک کی ملک کے تقسیم ہوگی مگر جس شریک نے کام کیا ہے اُسکے واسطے دوسرے شریک پر کام کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر دونون یون شرط کرتے کہ تمام حاصلات دونون مین بحساب ہر ایک کی ملک کے تقسیم ہوگی۔ تو معاملہ جائز ہوتا اور اگر شریک ساکت نے شریک عامل کو حکم دیا کہ جس سے درخت خرما کی زیادتی لگائی جاتی ہے وہ خرید کرے اور اُسنے خرید کی تو جسقدر دام اُسنے دیے ہین اُسکے آدھے دام اُس سے واپس لیگا۔ اور معاملہ جائز ہے خواہ عامل ایک شخص ہو یا زیادہ ہون چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دو شخصون کو بٹائی پر دیا تو جائز ہے خواہ اُسنے دونون عاملون کا حصہ برابر رکھا ہو یا کم زیادہ رکھا ہو پھر واضح ہو کہ معاملہ صحیحہ کے احکام چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ عقد معاملہ مین جن کامون کی ضرورت درختون و باغ انگور و رطبہ و اصول بادنجان وغیرہ کو اس قسم کی ہے جیسے سینچنا و نہر درست کرنا و حفاظت کرنا و درختان خرما کی زیادتی لگانا تو ایسے کام سب عامل کے ذمہ ہین اور جو کام ایسے ہین کہ اُن مین درختون و باغ انگور و زمین مین خرچ پڑتا ہے جیسے زمین مین کھاد دینا اور ایسی زمین گوڑنا جس مین انگور وغیرہ کے درخت و رطبہ ہے اور انگور کی ٹٹیان کھڑی کرنا اور اُسکے مثل کام جن مین خرچ ہے وہ دونون پر بقدر ہر ایک کے حق کے واجب ہوگا اور خرما کے پھل توڑنا اور انگور کے خوشہ چننا بھی اسی مین داخل ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ جو حاصلات ہو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی از انجملہ یہ ہے کہ اگر درختون مین کچھ نہ آوے تو دونون مین سے کسی کو کچھ نہ ملیگا۔ از انجملہ یہ ہے کہ عقد معاملہ طرفین سے لازم ہوتا ہے حتے کہ دونون مین سے کسی کو انکار کا یا فسخ عقد کا بدون دوسرے کی رضامندی کے اختیار نہین ہے لیکن اگر کوئی عذر پیش آوے جسکا شرع مین اعتبار ہے تو فسخ کر سکتا ہے۔ از انجملہ یہ کہ عامل پر کام کیواسطے جبر کر سکتا ہے لیکن اگر عامل معذور ہو تو ایسا نہین کر سکتا ہے از انجملہ یہ کہ جو حصہ شرط کیا گیا ہے اُسپر بڑھانا یا اُس سے گھٹانا جائز ہے مگر اصل یہ ہے کہ بڑھانے مین بڑھانا اُسی صورت مین جائز ہوگا جب ابتدا سے عقد قرار دینا ہو سکے ورنہ نہین اور گھٹانا دونون صورتون مین جائز ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دیا اور پھل نکلے پس اگر انکا بڑھنا پورا نہو گیا ہو تو دونون مین سے ہر ایک کی طرف سے دوسرے کے حق مین حصہ مشروط پر کچھ حصہ بڑھا دینا جائز ہے اور اگر کیریون کا بڑھنا پورا ہو گیا تو عامل کیطرف سے مالک باغ کیواسطے بڑھانا جائز ہے اور مالک کی طرف عامل کیواسطے کچھ

ف ہو سکے یعنی معقود علیہ اس قابل باقی ہو کہ اسپر ابتدا سے عقد ہو سکتا ہو ۱۲ منہ

بڑھانا نہین جائز ہی ازانجملہ یہ ہی کہ عامل کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے عامل کو معاملہ پر دیدے لیکن اگر دوسرے عامل سے یہ کہدیا ہو کہ اپنی راے پر عمل کر تو دے سکتا ہی۔ اور واضح ہو کہ حکم معاملہ فاسدہ کے چند انواع ہین۔ ازانجملہ یہ کہ عامل پر کام کرنے کیواسطے جبر نہین کیا جاسکتا ہی۔ ازانجملہ یہ کہ پوری حاصلات مالک کو ملیگی اور مالک آمین سے کچھ صدقہ نہ کرے گا ازانجملہ یہ کہ عامل کے کام کا اجر المثل پھلون کے پیدا ہونے پر نہین ہی بلکہ اجر المثل واجب ہوگا خواہ پھل پیدا ہون یا کچھ نہ پیدا ہو انجملہ یہ کہ اجر المثل بقدر مسمے پر مقدر ہوگا اس سے زیادہ نہین دیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح کے نزدیک پورا واجب ہوگا یہ بخلاف اس صورت مین ہی کہ عقد معاملہ مین نہین ہر ایک کا حصہ بیان کیا گیا ہو اور اگر بیان نہ کیا گیا ہو تو بلا خلاف پورا اجر المثل واجب ہوگا اور واضح ہو کہ جو امور فسخ معاملہ مین عذر ہوتے ہین ازانجملہ یہ کہ عامل چور ہو چوری مین مشہور ہو کہ اسکی ذات سے پھلون کی نسبت چوری کیا جاوے اور جن امور سے عقد معاملہ خود فسخ ہوجاتا ہی وہ اقالہ کرنا ہی اور مدت معاملہ گذر جانا اور متعاقدین کا مرجانا کذا فی البدائع اور عقد معاملہ عامل کے بیمار ہونے سے فسخ ہوجاتا ہی بشرطیکہ کام کرنا اسکو اسطرح مضر ہو کہ وہ کام سے ضعیف ہوتا ہو۔ اور اگر عامل نے چاہا کہ مین کام نہ کرون تو صحیح قول کے موافق اسکو یہ قابو نہ دیا جائیگا یہ تبیین مین ہے

دوسرا باب متفرقات مین۔ اگر درختون و باغہاے انگور مین بعض پھلون کے عوض معاملہ قرار دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ مدت معلومہ اور جز و مشاع یعنے مثل تہائی چوتھائی وغیرہ کے بیان کردیا ہو اور فتوے اس امر پر ہی کہ معاملہ جائز ہی اگرچہ مدت بھی بیان نہ کی ہو یہ سراجیہ مین ہی اور رطبات و اصول بادنجان مین مساقات جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر باغ خرما اور درخت خرما یا باغ انگور کسی شخص کو چند ماہ معلوم کیواسطے معاملہ پر دیا حالانکہ یقیناً یہ بات معلوم ہی کہ نخل یا شجر یا انگور مین اتنی مدت مین پھل نہ آوے گا تو معاملہ فاسد ہی اور اگر اتنی مدت ہو کہ جسمین کبھی پھل آجاتا ہی اور کبھی نہین آتا ہی تو عقد معاملہ موقوف رہیگا پس اگر اس مدت مقررہ مین پھل آگیا تو معاملہ صحیح ہوجائیگا ورنہ اگر نہ آیا تو فاسد ہوجائیگا اور یہ اسوقت ہی کہ اس مدت مین ایسا پھل آگیا ہو جیسا اس معاملہ مین لیے ہی اور اگر ایسا پھل آیا کہ جیسا ایسے معاملہ مین مرغوب نہین ہوتا ہی تو معاملہ جائز نہوگا کیونکہ جو مرغوب نہین ہی اس کا وجود و عدم یکسان ہی اور اگر اس مدت مقررہ مین درخت خرما مین پھل نہ آئے تو دیکھا جاویگا کہ اگر اس مدت کے بعد اس سال پھر مین ان درختان مین کچھ پھل پیدا نہ ہوسکے یا کسی علت سے

۱؎ قال المترجم اس کے معنے یہ ہین کہ اجر المثل اگر مثلاً دس ہو اور مسمے بارہ تو دس ملینگا اور اگر اجر المثل اس صورت مین چودہ ہو تو بارہ سے زیادہ نہ ملے گا یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اس صورت پورے چودہ ملین گے ۱۲ منہ ۲؎ مرغوب نہین مثلاً درخت خرما مین سڑا ہوا آم کی امید تھی حالانکہ خود سوا آم آگئے تو فاسد ہے ۱۲

نہ آئے تو معاملہ جائز ہے اور اگر اس مدت گذرنے کے بعد اسی سال مین اُسمین پھل آگئے تو معاملہ فاسد ہے یہ خلاصہ[۱] مین ہے۔ اور اگر کوئی زمین پانچ سو برس کیواسطے معاملہ پر دی تو نہین جائز ہے اور اگر ساٹھ برس کیواسطے دی حالانکہ دینے والے کی عمر بیس برس کی ہے تو جائز ہے اور اگر بیس برس سے زیادہ[۲] ہو تو نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر باغ خرما کسی شخص کو بعقد معاملہ اس شرط سے دیا کہ درخت و پھل دونون نصفا نصف ہون پس اگر یہ درخت حد نمود زیادتی کی حالت مین ہون تو عقد معاملہ درختون و پھلون دونون کے حق مین جائز ہوگا اور اگر یہ درخت حد نمود زیادت سے خارج ہوگئے ہون تو معاملہ فاسد ہے اور درختون کا حد نمود زیادت سے خارج ہونا یون پہچانا جاتا ہے کہ جب پورے ہو جاوین اور پھل آجاوین یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک باغ انگور معاملہ پر دیا حالانکہ اُس مین جو درخت ہین وہ سوائے حفاظت کے کسی کام کے محتاج نہین ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ اگر اُسکی حفاظت نہ کیجاوے تو اُسکے پھل پکنے سے پہلے ہاتھ سے جاتے رہین تو معاملہ جائز ہوگا اور اس صورت مین یہ حفاظت نمو و زیادت کیواسطے کار معاملہ شمار ہوگی اور اگر ایسی حالت ہو کہ پکنے سے پہلے اگر حفاظت نہ کیجاوے تو بھی پھل ہاتھ سے نجاوینگے تو معاملہ جائز نہوگا اور عامل کو ان پھلون مین سے کچھ حصہ نہ ملیگا۔ اور اگر درختان جوز (اخروٹ ۱۲) کسی شخص کو معاملہ پر دیے تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ انکا معاملہ جائز ہے اور عامل کو اسمین سے حصہ ملیگا کیونکہ یہ سینچنے یا حفاظت کے محتاج ہوتے ہین حتے کہ اگر ان دونون باتون مین سے کسی کے محتاج نہون تو معاملہ جائز نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور مختصر شیخ الاسلام خواہر زادہ رح مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے باغ خرما دو شخصون کو بدین شرط معاملہ پر دیا کہ ایک عامل[۳] کیواسطے چھٹا حصہ اور دوسرے (معین ۱۲) کیواسطے نصف اور مالک کیواسطے تہائی ہوگی تو یہ جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنا درخت خرما دو عاملون کو بدین شرط دیا کہ دونون اپنے پاس سے[۴] اُسکی تلقیح[۵] کرین اس شرط سے کہ پیداوار ہم سب مین تین تہائی ہوگی تو یہ جائز ہے اور اگر یون شرط لگائی کہ مالک درخت کے واسطے ایک تہائی اور خاص اس عامل کیواسطے دو تہائی ہوگی اور دوسرے عامل کیواسطے اس عامل پر جس کے واسطے دو تہائی حاصلات مشروط ہے سو درم واجب ہون گے تو یہ فاسد ہے اور جب معاملہ فاسد ہوا تو پوری حاصلات مالک درخت کی ہوگی اور دوسرے عامل کیواسطے اس عامل پر جس کے واسطے دو تہائی حاصلات مشروط تھی اجر المثل

[۱] قولہ خلاصہ اسیطرح اصل مین مذکور ہے اور بظاہر یہ کہ حکم برعکس ہونا چاہیے واللہ تعالے اعلم ۱۲ [۲] قولہ زیادہ اقول بنابرین محتمل مدت اس زمانے مین اس سے بہت کم ہونی چاہیے کہ برقیاس مفقود وغیرہ چنانچہ فتوی بضرورت مفقود مین یہ کہ چار برس کے بعد اسکی زوجہ اپنا نکاح کرے کما فی الشامی اور یہ مدت در زمانہ امام مجتہد کے وقت کے لحاظ سے مذکور ہے یعنی ایک سو بیس برس ۱۲ منہ [۳] قولہ ایک عامل یعنے معین کے واسطے اور اگر غیر معین کیواسطے ایسا کیا ہو فاسد ہے ۱۲ منہ

[۴] یعنے اپنے خرچہ سے ۱۲ منہ [۵] نر مادی لگانا ۱۲ منہ

واجب ہوگا مگر مقدار مسمیٰ یعنے سو درم سے زائد نہ کیا جائیگا پھر یہ عامل جس کے واسطے دو تہائی مشروط تھی مالک زمین سے اپنے کام کا اجر المثل اور دوسرے عامل کے کام کا اجر المثل پورا چاہے جس قدر ہو لے لیگا اور اگر مالک باغ نے عامل کے ذمہ بعض کاروبار معاملہ کی شرط لگائی اور باقی کامون سے سکوت کیا مثلاً سینچنے کے کام سے سکوت کیا پس وہ کام جس سے سکوت کیا ہو اگر ایسا کام ہو کہ پھلوں کے حاصل ہونے کے واسطے یہ کام ضروری ہو یعنے بدون اس کام کے مثلاً بدون سینچنے کے بالکل پھل نہ آوین یا کچھ پھل آوین مگر ایسے نہ آوین کہ جیسی اس باغ سے امید تھی یا ایسے ہی پھل آوین جیسی اس باغ سے اُمید ہو لیکن بدون سینچنے کے خشک ہو جاوین تو ان سب صور تون مین معاملہ فاسد ہوگا۔ اور اگر وہ کام جس سے سکوت کیا ہو ایسا کام ہو کہ پھلوں کی پیدائش مین بالکل موثر نہ ہو یا پھلوں کے جید ہونے مین موثر ہو اور یہ بات فی الحال معلوم ہو یا فی الحال یہ معلوم نہو کہ یہ کام پھلوں کے جید ہونے مین موثر ہوگا یا نہوگا تو معاملہ جائز ہوگا اور اگر مالک باغ نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا پس اگر یہ معلوم ہو کہ سینچنا پھلوں کی پیدائش مین موثر نہین ہے تو معاملہ جائز ہوگا اگرچہ اسمین مالک باغ کے ذمہ کام مشروط ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ سینچنا پھلوں کی پیدائش مین موثر ہے خواہ اس طرح کہ بدون سینچنے کے بالکل پھل پیدا نہونگے یا پیدا ہونگے مگر سینچنے سے جید ہو جاوینگے تو معاملہ فاسد ہے اور اگر یہ معلوم نہو کہ سینچنا پھلوں کی پیدائش مین کچھ موثر ہوگا یا نہوگا تو بھی معاملہ فاسد ہے۔ اور اگر مالک باغ نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کام عامل کے ذمہ شرط کیے تو اس طرح کا معاملہ اور وہ معاملہ کہ جسمین سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کام سے سکوت کیا ہو دونون یکسان ہین۔ اور اگر مالک باغ کے ذمہ حفاظت کرنا شرط کیا گیا پس اگر درختان باغ ایسی جگہ مین واقع ہون کہ وہان حفاظت کی ضرورت نہین ہے مثلاً باغ کے گرد چہار دیواری ہو اور یہ چہار دیواری ایسی ہو کہ اُس سے پوری حفاظت ہو تو اُسکا حکم وہی ہے جو مالک زمین کے ذمہ سینچنے کی شرط مین جبکہ سینچنا پھلوں کی پیدائش مین بالکل موثر نہ تھا مذکور ہوا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنا باغ خرما معاملہ پر اس شرط سے دیا کہ حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوگی اور اس شرط سے کہ عامل سو درم کے عوض فلان شخص کو کام کیواسطے مزدور کرے تو یہ فاسد ہے بخلاف اسکے اگر یہ شرط لگائی کہ عامل سو درم پر کسی شخص کو اجیر مقرر کرے اور اجیر کو خود معین نہ کیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہے دونون نے باغ مذکور ایک عامل کو دیا کہ اس سال اس کی پرداخت کرے اور جو کچھ پیدا ہوگا اُس کا نصف عامل کا ہوگا اس نصف مین سے دو تہائی ایک کے حصہ مین سے اور ایک تہائی دوسرے کے حصہ مین سے ہوگی اور باقی حاصلات دونون مالکون کے درمیان اس طرح ہوگی کہ دو تہائی اُس مالک کی ہوگی جس کے حصہ مین سے عامل کیواسطے تہائی مشروط ہے

اور ایک تہائی باقی دوسرے مالک کیواسطے ہوگی تو یہ جائز ہی اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ باقی کی دو تہائی اُس مالک کی جسکے حصہ مین سے عامل کیواسطے دو تہائی[1] مشروط ہی تو معاملہ فاسد ہی یہ محیط سرخسی مین ہی ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہی دونون نے اُسکو مدت معلومہ کیواسطے ایک شخص کو اس شرط سے معاملہ پر دیا کہ آدھی پیداوار عامل کی ہوگی اور آدھی دونون مالکون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہی اور یہ تو ظاہر ہی اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ نصف حاصلات دونون مین سے خاص اس مالک کی ہوگی اُس مین کچھ کمی نہووے اور باقی آدھے مین عامل و دوسرا مالک نصفا نصف کے شریک ہونگے یا شرط کی کہ تین تہائی کے شریک ہونگے تو یہ فاسد ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر باہم یون شرط ٹھہرائی کہ عامل کی نصف حاصلات ہوگی جسمین سے ایک تہائی ایک مالک کے حصہ مین سے اور دو تہائی دوسرے کے حصہ مین سے ہوگی اور باقی نصف دونون مالکون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ فاسد ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دو شخصون کو دیا کہ دونون اس کی پرداخت کرین۔ بدین شرط کہ خاص اس عامل کے واسطے نصف پیداوار ہوگی اور دوسرے کیواسطے چھٹا حصہ ہوگی اور مالک کیواسطے تہائی ہوگی تو یہ جائز ہی کیونکہ اُسنے دو عاملون کو اس طرح اجیر کیا کہ ایک کو نصف پر اور دوسرے کو چھٹے حصہ پر مقرر کیا اسی طرح اگر مالک نے اپنے عامل کیواسطے تہائی حاصلات شرط کی اور اپنے واسطے دو تہائی اور دوسرے عامل کیواسطے اُسنے اوپر سو درم مزدوری شرط کی تو بھی جائز ہی کیونکہ اُس نے دو مزدورون کو مختلف مزدوری پر مزدور مقرر کیا ہی اور یہ بطور علیحدہ علیحدہ جائز ہی پس بحالت اجتماع بھی جائز ہی اور اگر سب نے باہم یون شرط لگائی کہ مالک باغ کے واسطے تہائی حاصلات ہو اور خاص اس عامل کیواسطے دو تہائی ہو اور دوسرے عامل کیواسطے اس عامل پر جسکے واسطے دو تہائی مشروط ہی سو درم اجرت ہو تو عقد فاسد ہوگا کیونکہ یہ ایسی شرط ہی جس کو عقد معاملہ مقتضی نہین ہی کیونکہ معاملہ اس امر کو مقتضی ہوتا ہی کہ عاملون کی اُجرت مالک باغ پر واجب ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر نصف باغ خرما معاملہ پر دیا تو نہین جائز ہی۔ اور اگر ایک شخص نے معاملہ پر باغ خرما اس شرط سے دیا کہ عامل بھی اُس مین کام کرے پھر درختان باغ و اُنکی حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ معاملہ فاسد ہی اور واضح ہو کہ اس صورت مین اور کھیتی کی صورت مین فرق

[1] قال المترجم سنے نسخۃ الاصل بشرط الثلثین من نصیبہ آہ اقول یہ تو بعینہ صورت اول ہی پھر حکم مختلف ہو جہ باطل ہی پس صحیح میرے نزدیک یہ کہ جس کے واسطے چھٹا حصہ مشروط ہی پس کاتب سے غلطی واقع ہوئی اور جو مین نے صحیح کہا اُس کی وجہ یہ ہے کہ دونون مالکون مین سے ایک نے اپنے نصف حصہ مین سے اس کے لیے تہائی شرط کی اور یہ مقدار کل کی تہائی ہوگی اور جب یہ تہائی شرط کی اس سے مراد یہ کہ کل کی تہائی شرط کی اور یہی باقی کی دو تہائی [illegible] [illegible] مقدار [illegible] کہ دونون برابر ہوجا دین [illegible] [illegible]
چنانچہ سابق مین [illegible]

یعنے اگر دوسرے کو ایسی زمین دی جس مین کھیتی ہی جو ہنوز ساگا ہی اس شرط سے کہ اس کی پرداخت کرے اور سینچے یہان تک کہ کاٹنے کے لائق ہو جاوے اور جو کچھ اللہ تعالے کے فضل سے پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہو گی تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر کسی نے دوسرے کو درخت لگانے کے لائق زمین پودے بٹھلانے کو اس شرط سے دی کہ درخت اور ان کے پھل دونون مین مشترک[1] ہون گے تو یہ جائز ہی اور اگر یہ شرط لگائی کہ درخت ایک کے ہون گے اور پھل دوسرے کے ہون گے تو یہ جائز نہین ہی کیونکہ اس شرط سے قطع شرکت ہوتی ہی کہ شاید اس مدت مین ان درختون مین پھل نہ آوین پس عامل کو کچھ حاصل نہ ہوگا اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ پھل دونون مین نصفا نصف ہون اور درخت خاصۃً ایک کے ہون پس اگر پودے اس شخص کے واسطے شرط کیے جس کے پودے تھے تو یہ جائز ہی اور اگر اس شخص کیواسطے شرط کیے جسنے اپنے مال سے نہین خریدے ہین تو یہ فاسد ہی حالانکہ بدلیل قیاس یہ حکم ہی کہ دونون صورتون مین جائز نہو اور امام ابو یوسف رحمہ سے بھی نوادر مین یہ روایت مروی ہی اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ پھل دونون مین مشترک ہون اور درختون کے ذکر سے سکوت کیا تو درخت اسکے ہون گے جس نے اپنے پاس سے دیے ہین یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی شخص نے اپنی زمین جو درخت جمانے کے لائق ہی دوسرے شخص کو چند سال معلومہ کیواسطے بدین شرط دی کہ اسمین درخت یا انگور کے درخت یا خرما کے درخت لگا دے اس شرط سے کہ اللہ تعالے کے فضل سے درخت یا درختان خرما یا درختان انگور جو تیار ہونگے وہ دونون مین نصفا نصف ہون گے اور اس شرط سے کہ زمین بھی دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ فاسد ہی اور جب ایسا معاملہ فاسد ہوا حالانکہ عامل نے اسی معاملہ پر زمین اپنے قبضہ مین لے کر اسمین نخل یا شجر یا درختان انگور لگائے اور اسمین پھلون کی بہت حاصلات ہوئی تو سب درخت و شجر و درختان انگور مالک زمین کے ہون گے اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ عامل کو جتنے یہ پودے لگائے ہین ان پودون کی قیمت اور اسکے کام کا اجر المثل ادا کرے۔ اسی طرح اگر مالک زمین نے عامل کیواسطے زمین مین سے کچھ دینا شرط نہ کیا مگر یہ کہا کہ تو اس زمین مین شجر یا درختان خرما یا انگور لگا بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے اسمین سے پیدا کرے گا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور بدین شرط کہ تیرے واسطے مجھپر سو درم واجب ہونگے یا ایک کر گیہون ہونگے یا اس زمین کے سوائے جسمین پودے لگائے ہین دوسری زمین مین سے نصف زمین دینی واجب ہوگی تو یہ سب فاسد ہی یہ محیط مین ہی اور اگر پودے مالک زمین کیطرف سے ہون اور اسنے اور مالک زمین نے باہم یہ شرط کی کہ جو کچھ اسمین سے پیدا ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور یہ شرط کی کہ عامل کیواسطے مالک زمین پر سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہی اور اگر اسنے اسی قرارداد پر کام کیا تو حاصلات دونون مین نصفا نصف

---

[1] قال المترجم نظر بتقسیم ہی درخت مراد وہی ہی جو فقرہ اول سے مفہوم ہی یعنے پودے اسکے ہون یا کسی طور سے اسکی ملک ہون ۱۲ منہ

[2] یعنے مشتری جسنے اپنے مال سے خریدے ہین ۱۲ منہ

ہوگی اور اگر پودے عامل کیطرف سے ہوں اور دونوں نے یوں شرط کی کہ حاصلات دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور یہ شرط کی کہ مالک زمین کیواسطے کاشتکار پر سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہے پس سب حاصلات عامل کی ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اپنی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر پودے اور بیج مالک زمین کی طرف سے ہوں اور باقی مسئلہ بحالہا ہو تو بھی فاسد ہے اور سب حاصلات عامل کی ہوگی اور مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر اسکی زمین کا اجر المثل اور پودوں کی قیمت واجب ہوگی اور اسکے بیجوں کے مثل بیج واجب ہونگے۔ اسی طرح اگر عامل نے بجائے سو درم کے گیہوں یا حیوان میں سے کوئی جانور معین یا غیر معین مالک کیواسطے شرط کیا ہو تو یہ شروط بھی سب مفسد عقد کے معنی میں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ فتاوے عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کیریاں نکل آنیکے بعد اپنا باغ خرما دوسرے کو معاملہ پر دیا پس اگر عامل کے کام سے ان پھلوں میں زیادتی ہوتی کہ عامل ان میں شریک ہو جاوے تو جائز ہے اور اگر یہ استحقاق میں لے لیے گئے تو عامل مذکور اس شخص سے جسنے اسکو دیا ہے اپنا اجر المثل لے لیگا ورنہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس غرض سے دی[عہ] کہ اسمیں اپنی طرف سے اشجار لیکر یا شاخہائے کرم لیکر انگور لگاوے اور اسکے واسطے کوئی مدت مقرر نہ کی پس شخص مذکور نے پودے جمائے پھر درختان انگور تیار ہوئے اور اشجار بڑے ہو گئے اور مالک زمین سے زمین سالانہ کسی قدر اجرت معلومہ کے عوض کرایہ پر لی پھر مالک زمین نے شخص مذکور سے ایام ربیع میں نوروز سے پہلے کہا کہ اس زمین سے اپنے درخت دور کر دے تو مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ اگر اسنے پھل نکلنے کے وقت ایسا کہا تو اسکو اختیار ہے اسواسطے کہ ایسے وقت میں بونے والے کو اپنے درخت اکھاڑنے میں زیادہ ضرر نہوگا مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اگر سال پورا ہونے سے پہلے ایسا کہا حالانکہ شخص مذکور نے مالک زمین سے یہ زمین سالانہ اجارہ پر لی ہے تو مستاجر پر درخت اکھاڑنے کیواسطے جبر نہیں کیا جا سکتا ہے اگر وہ انکار کرے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ زید نے اپنے ایک فرزند عمرو نامی کو ایک زمین دی تاکہ اسمیں اپنی طرف سے درخت لگا دے بدیں شرط کہ درختوں سے جو کچھ حاصلات ہوگی وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور کوئی مدت مقرر نہ کی پس عمرو نے اسمیں درخت لگائے پھر زید مر گیا اور عمرو کے ساتھ اور بھی وارث چھوڑے پھر باقی وارثوں نے چاہا کہ زمین تقسیم کرنے کے واسطے عمرو سے یہ زمین خالی کرا دیں اور اس سے کہیں کہ اپنے درخت اسمیں سے دور کر دے تاکہ زمین تقسیم کیجاوے تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اگر یہ زمین محتمل قسمت ہو تو ان سب میں موافق حصص کے تقسیم کیجائیگی پس جسقدر عمرو کے حصہ میں پڑے وہ زمین مع اسکے درختوں کے اسکی ہوگی اور جسقدر غیروں کے حصہ میں آوے اس کی بابت عمرو کو حکم دیا جاویگا کہ اپنے درخت اکھاڑ کر زمین برابر کرے بشرطیکہ ان لوگوں میں باہم صلح نہو جاوے

عہ یعنی عاریت دی ۱۲ منہ

اور اگر یہ زمین محتمل[1] تقسیم نہو تو عمرو کو حکم دیا جائیگا کہ سب درخت اکھاڑ لے لیکن اگر اُن مین باہم کسی طور سے صلح ہوجاوے تو ایسا نہین ہے ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین درخت لگا دے بدین شرط کہ جو پیدا ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر مدت مقررہ گذر گئی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا چاہے درختون کی نصف قیمت اُسکے بونیوالے کو دیکر سب درخت اپنی ملک مین لے لے یا اُنکو اکھاڑے یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے اپنی زمین کسی عامل کو دی اُسنے مالک کے حکم سے اُسمین درخت لگائے پس اگر پودے مالک کے ہون تو درخت مالک کے ہونگے اور اگر مالک نے عامل مذکور سے کہا کہ میرے واسطے پودے لگا دے تو بھی یہی حکم ہے اور عامل کے واسطے مالک پر اُسکے پودون کی قیمت لازم ہوگی - اور اگر یہ کہا ہو کہ اسمین پودے لگا دے اور یہ نہ کہا اور میرے واسطے لگا دے پس عامل نے اپنے پاس سے اس مین پودے لگائے تو یہ سب پودے عامل کے ہونگے اور مالک اُس سے کہہ سکتا ہے کہ ان کو اکھاڑ لے اور اگر یون کہا ہو کہ اسمین اس شرط سے پودے لگا دے کہ سب درخت نصفا نصف مشترک ہونگے تو جائز ہے یہ وجیز کردری مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اسواسطے دی کہ اُسمین درخت لگا دے اور پودے اُسکو دیدیے پھر مالک زمین نے کہا کہ پودے مین نے دیے ہین پس درخت میرے ہین اور بونیوالے نے کہا کہ وہ پودے تو میرے پاس سے چوری گئے اور مین نے اپنے پاس سے پودے جمائے ہین پس درخت میرے ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ درختون کے باب مین مالک زمین کا قول قبول ہوگا کیونکہ یہ درخت اُسکی زمین سے متصل ہین اور جو پودے اُسنے جمانے والے کو دیے تھے اُن کی بابت عامل کا قول قبول ہوگا کہ چوری گئے یہانتک کہ عامل ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ امین تھا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو دی تاکہ وہ باغ انگور لگا دے تو یہ سب مالک زمین کا ہوگا اور لگانیوالے کو جو اُسنے پودے وغیرہ[2] لیے ہین اُنکی قیمت اور اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا یہ جواہر الفتاوے مین ہے اگر ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے کو معاملہ پر دیا اور ایک مدت تک عامل نے اُسکے کامون کی انجام دہی مین کوشش کی پھر اُسکو چھوڑ کر چلا گیا پھر پھل پختہ ہونے کے وقت آیا اور حصہ شرکت طلب کیا پس اگر اُسنے مالک کو یہ باغ انگور پھل برآمد ہونیکے بعد ایسی حالت مین واپس کیا کہ اگر یہ پھل اندازہ کیے جاتے تو کچھ قیمت ہوتی تو اُسکی شرکت باطل نہوگی اور شرط سابق کے موافق وہ شریک ہوگا اور اگر پھل نکلنے سے پہلے اُسنے واپس کیا یا بعد پھل نکلنے کے ایسے وقت واپس کیا کہ اگر اُسوقت قیمت اندازہ کیجاتی تو کچھ قیمت نہوتی تو عامل مذکور ان پھلون مین شریک نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے - اگر ایک شخص نے اپنا رطبہ جو اپنے کاٹنے کی میعاد پر پہونچ گیا ہے دوسرے کو اس شرط سے دیا کہ یہ شخص اسکی پرداخت کرے اور

---

[1] محتمل یعنے اس قابل ہو کہ بعد بٹوارہ کرنے کے جو نفع پہلے حاصل تھا وہ حاصل ہوسکے ۱۲ [2] قولہ لیے ہین یعنے خرید کیے ہین انکی قیمت یعنے جو خرچ ہوا ہو ۱۲ منہ

اُسکو سینچے یہانتک کہ اُسکے بیج برآمد ہون بدین شرط کہ اللہ تعالے اِسکے بیجون مین سے جسقدر نصیب کریگا وہ ہم دونون مین مشترک ہونگے تو استحساناً یہ جائز ہی اگرچہ دونون نے اسکا وقت نہین بیان کیا ہی۔ اسواسطے کہ بیج پک جانیکا وقت معلوم ہی پس اُسکے بیج دونون مین مشترک ہون گے اور رطبہ فقط اسکے مالک کا ہوگا اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی ہو کہ رطبہ دونون مین مساوی مشترک ہو تو معاملہ فاسد ہوگا کذا فی الظہیریہ اگر شجر[1] یا نخل کے پودے بوئے ہوئے جو زمین مین جم گئے ہین۔ مگر ہنوز اُن مین پھل نہین آئے ہین کسی دوسرے کو اس شرط سے دیئے کہ اُنکی پرداخت کرے اور پانی دے اور اُسکے نخل کی تلقیح[2] کرے اور جو کچھ اس مین حاصلات ہو گی وہ دونون مین نصفا نصف ہو گی تو ایسا معاملہ فاسد ہی لیکن اگر چند سال معلوم بیان کر دیئے تو ہوسکتا ہی کیونکہ یہ نہین معلوم کہ کتنے دنون مین نخل یا شجر یا کرم باردار ہونگے کیونکہ ایک ہی قسم کے درختون مین زمین کی قوت وضعف کیوجہ سے تفاوت ہوجاتا ہی یعنے کسی درخت کی زمین قوی ہوتی ہی اور کسی کی ضعیف پس اگر دونون نے مدت معلومہ بیان کر دی تو مقدار معقود علیہ یعنے عامل کے عمل کی مقدار معلوم ہوجائے گی پس معاملہ جائز ہوگا اور اگر اُنھون نے اسکو بیان نہ کیا تو جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی نے اپنے درخت خرما کو بٹائی پر دیا اور عامل نے چاہا کہ درختون مین پیوند کرے تو شاخ پیوند مالک کے ذمہ ہو گی پھر پیوند کا کام یعنے درخت مین آلہ سے شگاف کرنا جسمین شاخ پیوند کرے اور جو اسکے مانند کام جس سے پیوند تمام ہو سب عامل کے ذمہ ہین اور علے ہذا انگور کا باغ لگانے مین وہ شاخ جس سے دبہ لگایا جاوے مالک کے ذمہ ہی اور وہ کام جس سے دبہ لگ جاوے یعنے دبہ لگا دینا عامل کے ذمہ ہی اسیطرح ستون[3] مالک کے ذمہ اور اُنکا نصب کرنا باغ انگور مین عامل کے ذمہ ہی ایسے ہی ہمارے دیار مین عرف وعادت جاری ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک کاشتکار نے ایک زمین مین بدون حکم مالک زمین کے درختون کے پودے بو دیئے پھر جب بڑے درخت ہوگئے تو دونون نے ان درختون کی بابت جھگڑا کیا پس اگر مالک زمین اس امر کا مقر ہو کہ کاشتکار نے یہ درخت میری زمین مین لگا دیئے ہین تو وہ کاشتکار کے ہون گے لیکن کاشتکار کے حق مین از راہ دیانت فیما بینہ وبین اللہ تعالے حلال نہون گے اگر اُسنے مالک کی بلا اجازت لگائے ہون اور اگر اُسنے مالک کی اجازت سے بدون شرط شرکت کے لگائے ہین تو اُسکے حق مین حلال ہونگے یہ فتاوی کبری مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک[4] پودا دیا تاکہ اسکو ایک گاؤن والون کے نہر کے کنارے لگا دے اور اُسنے لگا دیا پھر جب وہ پودا درخت ہوگیا تو دینے والے نے لگانے والے سے کہا کہ تو میرا خادم تھا اور میرے عیال مین تھا مین نے تجھے یہ پودا دیا تھا کہ تو اس کو میرے واسطے جما دے پس درخت میرا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ یہ پودا اس جمانیوالے کا تھا تو درخت اُسی کا ہوگا

[1] شجر بمعنے درخت اور کرم بمعنے درختان انگور اور نخل بمعنے درختان خرما ۱۲ م [2] تلقیح نر مادی لگانا یا درخت بار دار ہونا ۱۲ [3] ایک پودا یا کئی پودے ۱۲ [4] یعنے انگور کے پھیلانے کے واسطے ۱۲

اور اگر پودا جس نے دیا ہے اُسکا ہو پس اگر جمانیوالا اس دینے والے کے عیال میں ہو کہ اُسکے واسطے ایسے کام کرتا ہو تو درخت اس دینے والے کا ہوگا کیونکہ ظاہر حال اُسی کے واسطے شاہد ہے اور اگر اُسکے واسطے ایسے کام نہ کرتا ہو اور نہ اُسکی اجازت و حکم سے یہ پودا جما دیا ہو تو درخت اس جمانیوالے کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ دینے والے کو پودے کی قیمت ادا کرے اسی طرح اگر کسی پودا لگانے والے نے کسی شخص کی زمین سے کوئی پودا اُکھاڑ لیا پھر اُسکو زمین میں جما دیا تو یہ جمانے والے کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکے پودے کی وہ قیمت جو اُسکے اُکھاڑ لینے کے روز تھی ادا کرے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک شخص نے اپنا باغ انگور کسی شخص کو معاملہ پر دیا پھر اسمین پھل آئے اور دینے والا اُسکے گھر کے لوگ ہر روز اس باغ میں جاتے اور پھل کھاتے اور اپنے ساتھ لاتے تھے اور عامل باغ مذکور میں فقط کبھی کبھی جاتا تھا پس اگر دینے والے کے گھر کے لوگون نے بلا اجازت اس دینے والے کے پھل کھائے یا باندھ لائے ہین تو تاوان انھین لوگون پر لازم ہوگا دینے والے پر واجب نہوگا جیسے اجنبی کی صورت مین حکم ہے یعنے اگر اجنبی نے بلا اجازت مالک ایسا کیا تو یہی حکم ہے۔ اور اگر ان لوگون نے دینے والے کی اجازت سے ایسا کیا ہو حالانکہ یہ لوگ ایسے ہین کہ انکا نفقہ اس دینے والے پر واجب ہے تو دینے والا حصہ عامل کا ضامن ہوگا جیسا کہ اگر وہ خود لے کر ان لوگون کو دیتا تو یہی حکم تھا اور اگر یہ لوگ ایسے نہون کہ جنکا نفقہ اس دینے والے پر واجب ہے تو دینے والے پر ضمان واجب نہوگی کیونکہ وہ اس صورت مین سبب[ل] ہوا تو یہ لازم آوے گا کہ دینے والے نے لوگون کو مال غیر تلف کرنے کی راہ بتائی حالانکہ ایسی صورت مین ضمان لازم نہین آتی ہے پس اس صورت مین بھی ضمان لازم نہ آوے گی لیکن یہ لوگ ضامن ہون گے، یہ فتاوے کبرے مین ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنا باغ خرما بٹائی پر اس شرط سے دیا کہ اُسکی پرداخت کرے اور پانی دے اور اسمین نرمادی لگاوے پس جو کچھ اسمین اللہ تعالے پیدا کرے گا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس عامل نے اُسکی پرداخت کی اور اسمین نرمادی لگائی حتے کہ پھل آئے اور کیریان سبز ہوگئین پھر مالک زمین مر گیا تو قیاساً یہ حکم ہے کہ عقد معاملہ ٹوٹ جائے گا اور پھل جس حالت سے موجود ہین وہ وارثان مالک اور عامل کے درمیان نصفا نصف ہونگے کیونکہ مالک نے عامل کو بعوض بعض حاصلات کے اجارہ پر لیا ہے حالانکہ بعوض کسی قدر دراہم معلومہ کے اجارہ پر لیتا تو دونون مین سے کسی کی رضا سے اجارہ ٹوٹ جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی کہ بعض حاصلات کے عوض اجارہ پر لیا ہے اجارہ ٹوٹ جائیگا پھر یہ ٹوٹ جانا بوجہ کسی ایک عاقد کے مرنے کے ایسا ہے کہ گویا دونون نے اپنی زندگی مین باہمی رضامندی سے توڑ لیا حالانکہ اگر زندگی مین باہمی رضامندی سے ایسی حالت مین کہ کیریان کچی ہین دونون اجارہ توڑتے تو یہ حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوتی پس ایسا ہی اس صورت مین ہے لیکن امام رحمہ اللہ

ل سبب ہوا یعنی تلف ہونے کا سبب یہ شخص ہوا ہے اور جو کوئی سبب ہو وہ ضامن نہین ہوتا بلکہ جو مرتکب ہو ۱۲ منہ

تعالیٰ نے استحساناً فرمایا کہ عامل کو اختیار ہوگا چاہے اس باغ کی پرداخت کرے جیسے پہلے کرتا تھا کیے جاوے یہانتک کہ پھل پک جاوین اگرچہ وارث لوگ اس بات کو مکروہ جانین اسواسطے کہ مالک زمین کے مرنے سے عقد معاملہ ٹوٹ جانے مین عامل کے حق مین ضرر رسانی اور اسکے اُس حق کا ابطال ہی جسکا بذریعہ عقد معاملہ کے وہ مستحق ہوا تھا یعنے پھل درختون پر پکنے کے وقت تک چھوڑ دینا حالانکہ اگر معاملہ ٹوٹ جاوے تو فی الحال اُسکو توڑ لینے لازم ہونگے اور اسمین عامل کیواسطے ضرر ہی اور جسطرح نقض اجارہ ضرر دفع کرنیکی غرض سے جائز ہی اجارہ باقی رکھنا بھی دفع ضرر کی غرض سے جائز ہی۔ اور جیسے دفع ضرر کی غرض سے ابتدائً انعقاد عقد ہوجانا جائز ہی تو اس عقد کا باقی رکھنا تاکہ ضرر دور ہو بدرجہ اولے جائز ہی اور اگر عامل نے کہا کہ مین آدھی کیریان لیے لیتا ہون تو اُسکو اختیار ہی اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اُسکی فوات سے ضرر دور کرنے کے واسطے تھا پھر جب اُسنے اپنے اوپر ضرر کا التزام کر لیا تو مالک زمین کے مرنے سے عقد ٹوٹ جائیگا لیکن عامل کو یہ اختیار نہین ہی کہ مالک زمین کے وارثون کو ضرر لاحق کرے پس وارثون کو اختیار حاصل ہوگا چاہین ان کیریون کو توڑ کر عامل کے ساتھ نصفا نصف بٹوارہ کرلین اور اگر چاہین تو عامل کو کیریون کی نصف قیمت دیدین۔ اور تمام کیریان اُنکی ہوجائینگی۔ اور اگر چاہین تو کیریان پختہ ہونے تک جو کچھ خرچہ پڑے وہ اُٹھا دین پھر عامل کے حصہ کے ثمن[1] سے اپنا نصف خرچہ واپس لین اور اگر عامل مرگیا تو اُسکے وارثون کو اختیار ہی کہ معاملہ کے باغ وغیرہ پر سابق دستور درستی سے کام کرین اگرچہ مالک زمین اسپر راضی نہ ہو کیونکہ یہ لوگ عامل کے قائم مقام ہین۔ اور اگر عامل کے وارثون نے کہا کہ ہم ان کیریون کو توڑ کر تقسیم کیے لیتے ہین تو مالک زمین کو وہی اختیارات حاصل ہون گے جو پہلی صورت مین ہم نے مالک کے وارثون کیواسطے بیان کیے ہین۔ اور اگر دونون مرگئے تو درختون کی پرداخت کرنے یا نہ کرنے مین عامل کے وارثون کا اختیار ہی کیونکہ عامل کو اپنی زندگی مین مالک زمین کے مرجانے کی صورت مین ایسا اختیار تھا اور وارث لوگ اُسکے قائم مقام ہین پس اُنکو بھی یہی اختیار ہوگا اور یہ امر از باب توریث الخیار[2] نہین ہی بلکہ از باب خلافت ہی کہ جو حق مورث کو باستحقاق حاصل تھا یعنے پھل پختہ ہونے تک پھلون کو درخت پر لگا رکھنا وہ وارثون کو بطور خلافت حاصل ہوگا اور اگر ان لوگون نے

[1] یعنے اسکے حصہ مین سے خرچہ نہین پاسکتے ہین بلکہ فروخت کرنے سے جو ثمن آوے اسمین سے لیلین ۱۲ منہ [2] قولہ توریث الخیار اقول یہ اعتراض ہوتا تھا کہ تم حنفیہ لوگ اختیارات کو میراث ہونا نہین کہتے ہو جیسے خیار الشرط وغیرہ مین کتاب البیوع مین گذرا پھر یہان کیون قائل ہوئے جواب دیا کہ یہان خیار کی میراث ہم نہین کہتے ہین بلکہ نیابت کہتے ہین یعنے یہ لوگ اپنے مورث کے قائم مقام مین پس جو اختیار مورث کو تھا وہی ان کو حاصل ہی وقال المترجم اگر کہو کہ میراث خود قائم مقامی ہے تو جواب یہ کہ اسمین یہ معنی حاصل ہیں تا آنکہ ورثہ صرف یہی ہی کہ سب وارث برابر ہو جاوین تو علمائے حنفیہ نے وراثت کو قائم مقامی کے معنی مین کہا ہو فقال فیہ ۱۲ منہ [3] یعنے باقی نہ ہون ۱۲ منہ جبکہ مالک مرا ۱۲ منہ منہ منہ منہ منہ

درختون کی پرداخت کرنے سے انکار کیا تو وارثان مالک زمین کو ویسے ہی اختیارات حاصل ہون گے جیسے ہم نے صورت اول مین بیان کیے ہین اور اگر دونون مین سے کوئی نہ مرا لیکن معاملہ کی مدت گذر گئی حالانکہ اس وقت تک کیریان کچی سبز تھین تو یہ صورت اور موت کی صورت دونون یکسان ہین یعنے خیار عامل کو حاصل ہوگا اگر چاہے تو بدستور سابق کام کرتا رہے یہانتک کہ پھل پختہ ہو جاوین اور پھر دونون نصفا نصف تقسیم ہون گے لیکن اس صورت مین یہ بات ہے کہ اگر عامل نے پھلون کا درخت پر لگا رکھنا اختیار کیا تو اسوقت سے پختہ ہونے تک اسپر زمین کا نصف اجر المثل واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہے اگر ایک شخص نے اپنا باغ انگور بٹائی پر دیا پھر عامل سال کے اندر مر گیا اور مالک نے بدون حکم قاضی پھلون کے پختہ ہونے تک خرچہ اٹھایا تو متبرع نہوگا بلکہ پھلون سے وصول کر لیگا اور عامل کو پھلون مین اپنے حصہ لینے کی کوئی راہ نہوگی جب تک مالک کا خرچہ نہ دے اور یہی حکم مزارعت مین ہے۔ اور اگر عامل غائب ہوگیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو مالک زمین اپنا خرچہ واپس نہین لے سکتا ہے یہ سراجیہ مین ہے اگر مرد آزاد نے اپنا باغ خرما کسی غلام مجور یا طفل مجور کو بٹائی پر دس سال کیواسطے دیا بدین شرط کہ اسکے کامون کی پرداخت کرے اور اسکو سینچے اور نگہبانی کرے اور جو کچھ اللہ تعالے اس مین پیدا کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس عامل مذکور نے اسی معاملہ پر کام کیا تو استحسانا اگر غلام و طفل مذکور سکام کرنے سے صحیح سالم بچ رہا تو سب حاصلات اسکے و مالک کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر باغ مذکور مین کام سے غلام مذکور یا طفل مذکور مر گیا پس غلام کی صورت مین تمام حاصلات مالک باغ کی ہوگی اور اسپر واجب ہوگا کہ غلام کے مالک کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اگر طفل مجور عامل ہو تو حاصلات مالک اور طفل کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور مالک باغ کی مددگار برادری پر اسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ غلام ماذون یا طفل ماذون نے اپنا باغ خرما کسی کو بٹائی پر دیا اور ہنوز عامل نے کام نہ کیا تھا کہ دینے والا مجور کیا گیا تو معاملہ ٹوٹ جائیگا اسواسطے کہ معاملہ طرفین سے لازم ہوتا ہے حتے کہ غلام کو قبل عامل کے کام کرنے کے معاملہ توڑنیکا اختیار نہین ہے پس معاملہ ٹوٹنے کے حق مین اسکا مجور ہونا کارآمد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اگر غلام مجور یا طفل مجور نے جسکے قبضہ مین ایک باغ خرما ہے دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دیا اور عامل نے کام کیا تو پوری حاصلات مالک باغ کی ہوگی پھر اگر دینے والا طفل مجور ہو تو عامل کو کبھی کچھ اجرت نہ ملیگی۔ نہ فی الحال اور نہ طفل مذکور کے بالغ ہونے کے بعد اور اگر غلام مجور ہو تو فی الحال نہین ملسکتی ہے مگر غلام آزاد ہو جانے کے بعد اس سے اپنی اجرت کا مواخذہ کرسکتا ہے یہ محیط مین ہے ایک کاشتکار نے زمیندار کی زمین مین درخت جمائے پھر بعد مدت معاملہ منقضی ہوگئی پس اگر اسنے زمیندار کے واسطے جمائے ہون تو کاشتکار متبرع ہوگا اور اگر زمیندار نے اسکو حکم دیا ہو کہ انکو میرے لیے

سلہ متبرع یعنی احسان کرنیوالا ۱۲ ھ جبکہ مالک مرا ۱۲ سو

خرید کر سپرد واسطے جماوے تو بھی یہ درخت زمیندار کے ہونگے مگر زمیندار پر واجب ہوگا کہ کاشتکار نے جتنے داموں کو یہ درخت خریدے ہیں وہ کاشتکار کو دیدے اور اگر کاشتکار نے اپنے واسطے زمیندار کی جانب سے لگائے ہیں تو کاشتکار کے ہونگے اور زمیندار کو اختیار ہوگا کہ اُس سے کہے کہ یہاں سے اُکھاڑ لے اور زمین برابر کر دے ایک گاؤن کے لوگوں نے متفق ہو کر ہر ایک نے تھوڑا تھوڑا بیج لا کر ایک معلم کیواسطے بویا تو جو کچھ پیداوار ہو وہ بیج والوں کی ہوگی اسواسطے کہ ان لوگوں نے بیج معلم کو نہیں سپرد کیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک نہر دو آدمیوں میں مشترک ہے اُسکے کنارے درخت لگے ہوئے ہیں پس دونوں میں سے ہر ایک نے ان درختوں کا دعوے کیا کہ خاصّہ میرے ہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر انکا لگانے والا معلوم ہو جاوے تو اُسکے ہونگے اور اگر نہ معلوم ہو تو جسقدر درخت دونوں میں سے کسی کی خاص ملک میں ہوں وہ اُسکے ہونگے اور جسقدر دونوں کی مشترک جگہ میں ہوں وہ دونوں میں مشترک ہونگے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ باغ انگور کو ایک شخص نے اجارہ طویلہ اجارہ پر لیا پھر اُسنے درختوں و زراجین؎ کو خریدا پھر درختوں و زراجین کو بعقد معاملہ دوسرے شخص کو دیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک کاشتکار نے بٹائی پر زمین کو بویا اور تھوڑا اُکھاڑا اور تھوڑا ویسا ہی بغیر اُکھاڑا چھوڑ دیا پھر مدت معاملہ گذر جانے کے بعد کاشتکار کے پانی دینے اور اُگانے سے وہ اُگا تو جسقدر ایسا اُگا ہے جو زمین میں تھا اُکھاڑا نہیں گیا تھا وہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان اُس شرط کے موافق جو ان میں قرار پائی تھی مشترک ہوگا اور جو ایسا اُگا ہے جو اُکھاڑا گیا تھا اور زمین سے بھی اُکھڑ گیا تھا تو وہ اُس کاشتکار کا ہوگا جس نے اسکو سینچکر اُگایا ہے اور اُسپر ضمان استہلاک واجب ہوگی۔ اور اگر بدون سینچنے کے اُگا ہو تو چاہیے کہ دونوں کے درمیان اس حساب سے تقسیم ہو کہ جسقدر ہر ایک کا بیجوں میں حق تھا اُسی حساب سے پیداوار ہر ایک کو ملے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے گاؤن کے حوض کے کنارے ایک درخت جما دیا پھر اُسکے بعد اسکو کاٹ لیا پھر اُسکی جڑ پھوٹی اور درخت ہوا تو یہ بھی اُسی کا ہوگا جس نے بو دیا جما دیا تھا کیونکہ اُسی کی ملک کی شاخ ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ خربزوں کے ایک فالیز میں کچھ بقیہ رہ گیا تھا اُسکو لوگوں نے لوٹ لیا پس اگر بقیہ وہ اسواسطے چھوڑا گیا تھا کہ جسکا جی چاہے لے لے تو اسمیں کچھ خوف نہیں ہے جیسا کہ اگر کھیتی کاٹ لی اور کھیت میں کچھ بالیاں رہ گئیں تو اُنکے چُننے لینے میں ڈر نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ عامل پر واجب ہے کہ اپنے آپ کو حرام سے بچاوے اور اُسکے حق میں جائز نہیں ہے کہ ہانڈی پکانے میں درختوں و خشک شاخوں میں سے کچھ جلاوے اور نہ دعائم؎ و عرایش میں سے نکالکر جلانا جائز ہے اور جب وقت ربیع کے خشک شاخیں دور کی گئیں اور باغ انگور سے باہر نکالی گئیں تو اُسکے حق میں ان خشک شاخوں میں سے لے لینا حلال نہیں ہے۔ اور بدون اجازت مالک باغ کے اپنے مہمان وغیرہ کیواسطے باغ میں سے انگور یا اور پھل باہر لانا جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے

نقصان ۱۲

؎ زراجین جمع زرجون تاک انگور ۱۲ ؎ دعائم کھمبے جن پر لکڑیاں ہیں عریش وہ مچان جس پر انگور کی بیل پھیلتی ہے ۱۲ ؎ یعنے ہیں مطلق

فتاوی قاضیخان مین ہی ایک مریض نے اپنا باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دیا اور عامل نے اُسکی پرداخت کی اور نرمادی دی اور سینچا یہانتک کہ پھل آئے پھر مالک باغ مرگیا اور سوائے اس باغ واُسکے پھلون کے کچھ مال نہ چھوڑا تو ان پھلون کو دیکھا جائیگا کہ شگوفہ برآمد ہوکر کفرے[1] ہوجانے کے روز ان کی کیا قیمت تھی پس اگر انکی نصف قیمت عامل کے اجرالمثل کے برابر یا کم ہو تو عامل کو آدھے پھل ملین گے اور اگر اُسکے اجرالمثل سے زیادہ ہو تو جس روز تقسیم واقع ہوئی ہی اُس روز عامل کے اجرالمثل کیطرف لحاظ کرکے بقدر اُسکے اجرالمثل کے دیا جائیگا پھر جسقدر اسکے پورے حصہ تک رہگیا ہی وہ میت کی تہائی مین سے عامل کو بطور وصیت دیا جائیگا لیکن اگر عامل مذکور وارث ہو تو اُسکو وصیت مین کچھ نہ ملے گا اور اگر مریض پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہو پس اگر نصف کفرے کی قیمت وقت طلوع کے اُسکے اجرالمثل کے برابر ہو۔ تو قرضخواہون کے ساتھ عامل تمام پھلون کے نصف کے ساتھ شریک کیا جائیگا۔ اور اگر نصف کفری کی قیمت اُسکے اجرالمثل سے زائد ہو تو قرضخواہون کے ساتھ بقدر اپنے اجرالمثل کے شریک کیا جائیگا اور اگر صحیح آدمی نے مریض کو اپنا باغ خرما اس شرط سے بٹائی پر دیا کہ عامل کو پیداوار کے تنو حصون مین سے ایک حصہ ملے گا پس مریض نے اپنے مزدورون و مددگارون سے باغ مذکور مین کام کیا اور سینچا اور نرمادی دی یہانتک کہ پھل پیدا ہوئے پھر عامل مریض مرگیا اور سوائے اس حاصلات کے کچھ مال نہ چھوڑا حالانکہ اُسپر قرضہ ہی۔ اور مالک باغ اُسکے وارثون مین سے ہی اور عامل مذکور کے کام کا اجرالمثل اُسکے حق سے زائد ہی تو اُسکو فقط اسی قدر مل سکتا ہی جسقدر اُسکے واسطے مشروط ہی کیونکہ مریض کا تصرف اس صورت مین ایسی چیز مین ہی جس سے وارثون کا اور قرضخواہون کا کچھ حق متعلق نہین ہی یعنے منافع بدن پر مبسوط مین ہی۔ ایک قوم کی مشترک نہر کے کنارے کچھ درخت لگے ہین اور یہ نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری ہی اور بعضے درخت اس محلہ کے درمیانی میدان مین لگے ہین پھر اس کوچے کے آدمیون مین سے بعض نے دعوے کیا کہ ان درختون کا لگانے والا فلان شخص ہی اور مین اُسکا وارث موجود ہون اور اہل محلہ مذکور نے اس سے انکار کیا تو مدعی سے اُسکے دعوے کے گواہ طلب کیے جاوینگے پس اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو جسقدر درخت اس نہر کے حریم سے باہر لگے ہون وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک ہونگے اور جسقدر حریم نہر پر واقع ہون تو وہ سب نہر والون مین مشترک ہونگے کیونکہ جب درخت لگانیوالا معلوم نہوا اور نہ بودون کا مالک معلوم ہوا تو یہ زمین حکم قرار دیجاوے گی یہ فتاوے کبرے مین ہی فتاوے ابواللیث رحمہ اللہ مین ہی کہ ایک درخت ایک شخص کی زمین مین ہی اُسکی بعضی جڑین جاکر دوسرے کی زمین مین اُگین پس اگر دوسری زمین والے نے پانی دیکر اُگایا ہو تو اُگایا ہوا اُسی کا ہوگا اور اگر خود اُگا یا ہو تو درخت کے مالک کا ہوگا بشرطیکہ دوسرا زمین والا اس امر کی تصدیق کرے کہ یہ اُسکے درخت کی

[1] کفرے براشدہ و مقصود رہ دہ کیریان جو نکلی ہین حریم گرد اگرد نہر و کنوان دیکھو باب احیاء موات ۱۲ منہ منہ منہ منہ منہ

جڑ پھوٹی ہی اور اگر اُسنے تکذیب کی تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ایک شخص کی گٹھلی کو ہوا دوسرے کے باغ انگور مین اُڑا لے گئی اور وہان اُس سے درخت اُگا تو مالک باغ کا ہوگا اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہین ہی اسیطرح اگر کسی کا اخروٹ دوسرے کے باغ انگور مین جا پڑا اور وہان اُگا تو یہ درخت مالک باغ کا ہوگا اسواسطے کہ گویا ضائع ہوجانیکے بعد گٹھلی سے یہ درخت اُگا ہی پس یہ صورت اور صورت اول دونون یکسان ہین یہ فتاوی کبری مین ہی۔ اگر باغ خرما مین پھل برآمد ہونے کے بعد[1] زمین و درخت سب استحقاق مین لے لیے گئے تو یہ سب صاحب استحقاق کے ہونگے اور عامل اُس شخص سے جسنے اسکو معاملہ پر باغ مذکور دیا تھا اپنا اجر المثل لے لیگا اور اگر کچھ پھل برآمد نہوے ہون تو عامل کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہی۔ ایک شخص کے درخت کی دوسرے کی ملک مین جا کر جڑین پھوٹین اور پودے پیدا ہوئے پھر مالک درخت نے یہ پودے کسی شخص غیر کو سواے اُس زمین کے مالک کے ہبہ کر دیے پس اگر یہ پودے ایسے ہون کہ درخت اصل قطع کیے جانے پر خشک ہو جاوین تو ہبہ جائز نہوگا اور اگر خشک نہون تو ہبہ جائز ہوگا یہ فتاوی کبری مین ہی۔ اگر عامل[2] نے مدت معاملہ کے اندر زمیندار کے باغ انگور مین پودے لگائے پھر مدت معاملہ گذر گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے زمیندار کیواسطے لگائے ہین تو درخت زمیندار کے ہونگے اور عامل متبرع ہوگا اور اگر زمیندار نے اسکو حکم دیا ہو کہ پودے میرے واسطے خرید کر میرے باغ مین لگا دے تو بھی یہ درخت زمیندار کے ہونگے مگر زمیندار پر واجب ہوگا کہ جتنے درمون کو اُسنے خریدے ہین وہ عامل کو دیدے اور اگر اُسنے زمیندار کی اجازت سے اپنے واسطے لگائے ہون تو درخت اُسکے ہونگے مگر زمیندار اُس کو اُکھاڑ لینے کیواسطے حکم دے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایسے شخص نے جسکے پاس باغ انگور بٹائی پر تھا شہتوت کے پتے کسی کے ہاتھ فروخت کر دیے حالانکہ مالک باغ سے اجازت نہ لی تو دیکھا جائے گا کہ اگر پتے باقی موجود ہونے کی حالت مین مالک باغ نے بیع کی اجازت دیدی تو ثمن اسکو ملے گا اور اگر مشتری نے یہ پتے تلف کر دیے پھر مالک نے اجازت دی یا نہ دی تو اسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا ہان اسکو اختیار ہوگا چاہے عامل سے تاوان لے یا مشتری سے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے درخت بٹائی پر دیے مگر درختون مین بالکل پھل نہ آیا پھر مالک نے یہ درخت فروخت کر دیے تو بیع نافذ ہوجائے گی اور معاملہ فاسد ہوجائیگا کیونکہ عامل نے انکو بعوض پیداوار کے اجارہ پر لیا تھا اور جب اُنمین کچھ پیدا نہوا تو عامل کا حق اس سے متعلق نہوا پس بیع صحیح ہوگئی اور اگر اُسنے درختون کی حفاظت کی اور سینچا ہی تو اسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے واسطے ایسا کیا تھا اور اُسکا حق پھلون سے متعلق تھا اور پھل پیدا نہ ہوئے یہ وجیز کردری

[1] اس واسطے اقول اس سبب کہ کوئی مقدار نہین ہی۔ قولہ ہبہ جائز نہوگا یہ امام رح کا قول ہونا چاہیے اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہوگا ۱۲
[2] یہ مسئلہ سابق مین بنام کاشتکار گذرا اور مراد وہان بھی عامل ہی فافہم ۱۲ منہ

مین ہی - اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان باغ خرما معاملہ پر لے پس وکیل نے ایسی شرط سے لیا کہ جسکے اندازہ[1] مین لوگ خسارہ برداشت کرتے ہین تو یہ معاملہ موافق شرط کے موکل کے حق مین جائز ہوگا اور مالک درخت ہی اپنے حصہ کے وصول کرنیکا متولی ہوگا اور اگر وکیل نے عامل کے حق مین اسقدر کم حصہ شرط کیا کہ جسقدر لوگ اندازہ قیمت مین خسارہ برداشت نہین کرتے ہین تو عامل کے ذمہ لازم نہوگا لیکن اگر چاہے تو قبول کر لے پھر اگر اُسنے کام کیا خواہ اپنا حصہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو تو اسکو وہی حصہ ملیگا جو اُسکے واسطے شرط کیا گیا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دوسرے کو دیکر وکیل کیا کہ اسکو اس سال کیواسطے بٹائی پر دیدے پس وکیل نے اسقدر خسارہ پر دیا کہ لوگ اندازہ قیمت مین اتنا خسارہ نہین اُٹھاتے ہین اور عامل نے اُسمین کام کیا تو پوری حاصلات درختون کے مالک کی ہوگی اور عامل کیواسطے وکیل پر اپنے کام کا اجر المثل واجب ہوگا - اور مزارعت مین اگر ایسا واقع ہو تو پوری پیداوار کاشتکار و وکیل کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے اپنے درخت دوسرے کو اس شرط سے دیے کہ انکی پرداخت کرے اور جنمین باندھنے کی ضرورت ہو انکو باندھے اور جنمین تشذیب[2] کی ضرورت ہو انکی تشذیب کرے پھر عامل نے درختون کے باندھنے مین تاخیر کی یہانتک کہ انکو پالا[3] مار گیا حالانکہ یہ درخت ایسے تھے کہ اگر باندھے نہ جاوین تو اُن کو پالا مار جاوے تو پالے سے جسقدر نقصان ہوا ہی اُسکا عامل مذکور ضامن ہوگا یہ فتاوے کبرے مین ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو باغ خرما و درختان کے معاملہ مین وکیل کیا پس اگر عامل کی طرف سے وکیل ہو تو باتفاق روایات حصہ عامل وصول کرنیکا وہی متولی ہوگا اور اگر درختون کے مالک کیطرف سے وکیل ہو تو کتاب المعاملہ کی روایت کے موافق وکیل کو مالک[وکیل ۱۲] باغ کے حصہ وصول کرنیکا اختیار نہین ہی اور کتاب الوکالۃ کی روایات کے موافق اختیار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر عامل نے زمین مین زمین دینے والے کی اجازت سے درخت خرما یا انگور یا اور قسم کے درخت لگائے پھر جب وہ بڑے ہو کر پھل لائے تو کسی دوسرے شخص نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو وہ اپنی زمین لے لیگا اور درختان خرما و انگور وغیرہ جو درخت اُسمین لگائے گئے ہین اُکھڑوا دے گا اور جب وہ لوگ ان درختون کو اکھاڑین تو دونون سے بالاتفاق وہ نقصان جو اکھاڑنے سے زمین مین پیدا ہو گیا ہی تاوان لے گا اور درخت جمانے والا اُسکا نقصان غرس[4] بھی دے گا یہ امام اعظم رح کا اور آخر قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور عامل نے اکھاڑنے اور درخت جانے سے جو کچھ نقصان تاوان دیا ہے وہ اُس شخص سے جس نے زمین اُس کو دی تھی واپس لے گا اور اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق اور یہی قول امام محمد رح کا ہے

---

[1] یعنے اسقدر خسارہ پر لیا کہ قیمت اندازہ کرنے مین کوئی آنکنے والا اتنے کو اندازہ کرتا ہی اور کوئی اس سے خلاف پس بقدر تفاوت خسارہ ہی مگر ایسا ہی کہ پہلا اندازہ نیوالا اسکو اُٹھا گیا تھا ۱۲ منہ [2] تشذیب چھانٹ کر آراستہ کرنا ۱۲ [4] درخت جانا ۱۲

استحقاق ثابت کرنے والے کو اختیار ہے کہ یہ سب نقصان اُس شخص سے لے جس نے عامل کو
زمین دے دی تھی امام محمد رح کے نزدیک غصب کرنے والا مثل تلف کرنے والے کے ضامن
ہے اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحقاق ثابت کرنے والا یہ ضمان
تلف کرنے والے سے لے سکتا ہے نہ غصب کرنے والے سے پھر جس نے درخت لگائے ہیں
یعنی تلف کرنے والا وہ اس مال تاوان کو اُس شخص سے جس نے اُس کو زمین دی ہے یعنی
غاصب سے واپس لے گا کیونکہ اُس نے درخت جمانے والے کو باہمی عقد معاوضہ میں دھوکا
دیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنا باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دیا اور یہ نہ کہا کہ اپنی
رائے پر عمل کرے پھر عامل نے دوسرے عامل کو بٹائی پر دے دیا اور اُس نے کام کو انجام
دیا تو جو کچھ پیداوار حاصل ہو وہ مالک باغ کی ہوگی اور دوسرے عامل کے واسطے پہلے عامل
پر اپنے کام کا اجر المثل چاہئے جس قدر ہو واجب ہوگا اور پہلے عامل کو کچھ اُجرت نہ ملے گی اور
واضح ہو کہ یہ جو فرمایا کہ اجر المثل چاہئے جس قدر ہو یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح
و امام اعظم رح کے قول میں یہ ہے کہ اجر المثل مقدار مسمّٰی سے زیادہ نہ کیا جائے گا کذا فی
المحیط۔ اور اگر دوسرے عامل کے پاس تمام پھل جو درختوں پر لگے تھے درختوں پر خراب
ہوگئے بدون اسکے کہ دوسرے عامل کے فعل کا اس میں کچھ دخل ہو تو دونوں میں سے کسی پر
تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر عامل ثانی کے فعل سے جس میں اُس نے عامل اول کے حکم کے
برخلاف کیا ہے خراب ہوگئے تو مالک کے واسطے اس کا تاوان دوسرے عامل پر واجب
ہوگا نہ عامل اول پر۔ اور اگر عامل ثانی کے فعل سے جس میں اُس نے عامل اول کے حکم کے
برخلاف نہیں کیا ہے خراب ہوگئے تو باغ کے مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے
چاہے تاوان لے پس اگر اُس نے عامل اول سے تاوان لینا پسند کیا تو اول یہ مال تاوان
دوسرے عامل سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو وہ مال
تاوان عامل اول سے واپس لے گا۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ مالک نے عامل اول سے
یہ نہ کہا ہو کہ اسمیں اپنی رائے سے عمل کرے اور اگر یہ کہا ہو اور اُسکے واسطے آدھی حاصلات شرط کردی
ہو اور اُس نے دوسرے کو تہائی پیداوار پر دیدیا تو یہ جائز ہے اور جو کچھ پھل پیدا ہوں اُس میں
سے آدھے مالک باغ کے اور چھٹا حصہ عامل اول کا ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل میں
ذکر فرمایا کہ اگر مالک نے عامل سے یہ نہ کہا کہ اسمیں اپنی رائے سے عمل کرے اور اُس کے
واسطے کچھ شے معلوم شرط کردی اور عامل اول نے دوسرے کے واسطے بھی یوں ہی شرط کی تو دونوں

سلہ یعنی بنابر قول آخر ۱۲ منہ سلہ جو شرط ٹھہری ہے سلہ اور تہائی دوسرے کی ۱۲ سلہ یعنی تہائی و چوتھائی وغیرہ معلوم ۱۲ م

فاسد ہین اور عامل اول پر تاوان لازم نہوگا کذا فی البدائع

کتاب الذبائح

اسمین تین باب ہین

باب اول۔ ذکوۃ کے رکن وشرائط وحکم وانواع کے بیان مین قال المترجم ذکوۃ بذال معجمہ وسا صل لغت بمعنے گردن کاٹنا ومراد شرعی طور سے جس سے شرع مین جانور حلال ہوجاوے گردن کاٹنا ہی قال ذکوۃ دو قسم کی ہوتی ہی ایک اختیاری دوسری اضطراری پس جو جانور ذبح کیے جاتے ہین ان مین ذکوۃ اختیاری کا رکن ذبح کرنا ہی جیسے بکری وگائے وغیرہ اور جو جانور نحر کیے جاتے ہین اُن مین نحر کرنا ذکوۃ اختیاری کا رکن ہی جیسے اونٹ مگر ذبح یا نحر کا رکن ہونا اسوقت ہی کہ جب ذبح ونحر پر قادر ہو پس بدون ذبح ونحر کے یہ جانور حلال نہ ہونگے۔ اور ذبح یعنے بریدن رگہاے گلوا ے گردن کی رگین کاٹنا مگر اسکا محل اوپر کی گردن کے کنارہ اور دونون جبڑون کے بیچ مین ہی اور نحر یعنی بریدن رگہاے گلواے گردن کی رگین کاٹنا مگر اسکا محل آخر حلق ہی اگر کسی نے جو جانور ذبح کیا جاتا ہی اسکو نحر کیا یا جو نحر کیا جاتا ہی اسکو ذبح کیا تو حلال ہوگیا کیونکہ گردن کی رگین کٹ گئین۔ مگر یہ مکروہ ہی اسواسطے اونٹ کے حق مین سنت ہی کہ نحر کیا جاوے اور سواے اونٹ کے دوسرے جانورون مین ذبح کرنا مسنون ہی یہ بدائع مین ہی اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ ذبح کرنے مین اوپر کی گردن یا بیچ کی گردن یا نیچے کی گردن مین جہان ذبح کرے کچھ ڈر نہین ہی اور فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک بر قصاب نے اندھیری رات مین ایک بکری ذبح کی اسطرح کہ حلقوم سے اوپر یا حلقوم سے نیچے کاٹ دیا تو اسکا کھانا حرام ہی کیونکہ اُسنے مذبح یعنے حلقوم کے سواے دوسری جگہ ذبح کی۔ اور اگر اس صورت مین قصاب مذکور بعض مقام کاٹنے پایا تھا کہ اسکو معلوم ہوگیا پس اُس نے دوبارہ گردن کاٹی قبل اسکے کہ پہلے کاٹنے سے بکری مرجاوے تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر اُس نے پہلی دفعہ پورا کاٹ دیا تھا تو ایسی صورت مین وہ بکری حلال نہوگی کیونکہ پہلے زخم سے بہ نسبت دوسرے کے وہ بکری جلد مرجاوے گی اور اگر اُس نے پہلی دفعہ تھوڑا کاٹا تھا تو اس صورت مین دوبارہ گردن کاٹنے سے حلال ہوجاویگی یہ ذخیرہ ومحیطین مین ہی۔ اور ذکوۃ اضطراری کا رکن یہ ہی

ل یہ مخالف سابق ہی کیونکہ غاصب ہی حالانکہ یہان اسکو ضامن نہین کہا فافہم اور اگر قولہ کچھ شے معلوم سے مراد تغیر معلوم ہین تو پہلے ہی سے فاسد ہو ہان اگر کہا کہ اپنی راے سے عمل کرے تو البتہ ضامن ہوگا ۱۲ ک قادر ہو مثلاً قابو مین ہو اور اگر اضطرار ہو تو یہ رکن نہین چنانچہ آتا ہی اور اسکو حفظ رکھنا چاہیے ۱۲ ک قال مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد ہی لقولہ علیہ السلام ۱۲ منہ ک حلال کرنا ۱۲ ک کیونکہ اُسنے خلاف سنت عمل کیا ۱۲

کہ عقر یعنی بطرح یا جاوے خواہ کسی جگہ ہو اور یہ بات صید مین ہوتی ہی اسیطرح اونٹ یا گائے یا دنبہ بکری مین سے جو اس طرح بدک جاوے کہ اُسکا مالک اُسپر قدرت نپاوے اسمین بھی ذکوۃ اضطراری ہوتی ہی کیونکہ وہ صید کے معنی مین ہی۔ اگرچہ پہلے متانس تھی اور اونٹ و گائے و بیل خواہ جنگل مین اسطرح بدک جاوے یا شہر مین بہر حال اُسکی ذکوۃ بھی عقر ہی ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہی اور بکری اگر جنگل مین اسطرح بدک جاوے تو اُسکا حلال کرنا عقر سے ہوگا اور اگر شہر مین بدک جاوے تو عقر سے اُسکا حلال کرنا روا نہین ہی اسیطرح جو جانور انہین سے کنوین مین گر پڑے اور اُسکا مالک اُس کے نکالنے پر یا اُسکے ذبح کرنیکی جگہ یا نحر کرنے کی جگہ پر چھری چلانے پر قابو نہ پاوے تو عقر سے وہ بھی ذبح ہوجائیگا۔ منتقی مین مذکور ہی کہ اگر اونٹ نے کسی شخص پر حملہ کیا اور اُس شخص نے حلال کرنے کی نیت سے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکا کھانا حلال ہی کیونکہ جب وہ شخص اُسکے پکڑنے پر قادر نہوا تو وہ بمنزلہ صید کے ہوگیا۔ اور شرائط ذکوۃ چند انواع ہین بعض تو ذکوۃ اختیاری و ذکوۃ اضطراری دونون کو شامل ہین اور بعض خاص ایک کے ساتھ مخصوص ہین نہ دوسرے کے ساتھ۔ پس جو شرائط دونون کو شامل ہین ازانجملہ یہ ہی کہ ذبح کرنے والا عاقل ہو پس مجنون کا یا جو لڑکا ذبح کو نہین سمجھتا ہی اُسکا ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اور اگر لڑکا ذبح کو سمجھتا ہو اور ذبح کرنے پر قادر ہو اُسکا ذبیحہ کھایا جائے گا اور سکران یعنی جو شخص نشہ مین ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی ازانجملہ یہ ہی کہ ذبح کرنیوالا مسلمان ہو یا کتابی ہو پس مشرکون کا ذبیحہ اور مرتدون کا ذبیحہ نہ کھایا جائے گا کیونکہ مرتد جس دین کیطرف منتقل ہوگیا ہی اُسکا مقر نہین ہی۔ اور اگر مرتد ایک طفل مراہق یعنی قریب بلوغ ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا ذبیحہ نہ کھایا جائے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کھایا جائیگا بنا برین کہ طرفین کے نزدیک اُسکی ردت صحیح ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نہین صحیح ہی۔ اور اہل کتاب کا ذبیحہ کھایا جائیگا خواہ اہل حرب ہون یا غیر ہون خواہ نصارائے بنی تغلب ہون یا غیر ہون کیونکہ نصارائے بنی تغلب نصارائے عرب کے دین پر ہین۔ اگر کوئی کتابی اپنا دین چھوڑ کر کسی غیر کتابی کافرون کے دین پر ہوگیا تو اُسکا ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اور اگر کوئی غیر کتابی کافر اپنا کفر چھوڑ کر کسی اہل کتاب کے دین مین آگیا تو اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا۔ اور اصل یہ ہی کہ ذبح کرنے والا کا حال و دین اُسکے ذبح کرنے کیوقت کا دیکھا جائے گا اُسکے ماسوا کا کچھ اعتبار نہین ہی۔ اور ہمارے اصحاب کے اصول مین سے ہی کہ جو شخص کفر کی ملتون مین سے کسی ملت کو چھوڑ کر دوسری ملت کفر مین جو اُسکے قریب ہی داخل ہوگیا تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا در اصل وہ اسی ملت کے لوگون مین سے ہی۔ اور جو شخص کہ کتابی و غیر کتابی سے پیدا ہوا ہی اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا خواہ باپ کتابی ہو یا مان کتابی ہو یہ حکم ہمارے نزدیک ہی اور صابیہ فرقہ کا ذبیحہ امام اعظم کے نزدیک کھایا

سلہ جرح دھار سے پھاڑ دینا ۱۲ سلہ شخص یعنی ہنوز طفل عاقل ہو ۱۲ سلہ یعنی شکار ۱۲ منہ سلہ یعنی ملی ہوئی ۱۲

جائیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک نہیں کھایا جائیگا پھر واضح ہو کہ اہل کتاب کا ذبیحہ جبھی کھایا جائے گا کہ جب اُسکے ذبح کرنے کیوقت وہان حاضر نہو اور نہ اُس سے کچھ سُنا ہو یا حاضر ہو اور اس سے فقط اللہ تعالیٰ کا نام سُنا ہو کیونکہ جب اُس سے کوئی لفظ نہین سُنا تو بحسن ظن اس امر پر محمول کیا جائیگا کہ اُسنے فقط اللہ تعالےٰ کا نام لیا ہے جیسا مسلمان کے ساتھ حسن ظن کیا جاتا ہی اور اگر اُس کی زبان سے اللہ تعالےٰ کا نام سُنا گیا مگر اُسنے اللہ تعالےٰ عزوجل کے لفظ سے مسیح علیہ السلام کو مراد لیا ہی تو مشائخ رح نے فرمایا کہ اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا لیکن اگر اُسنے صریح اس طرح بیان کیا کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنی ایسے اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہون جو تین میں سے ایک ہی تو اُسکا ذبیحہ حرام ہی اور اگر اُسکی زبان سے فقط مسیح علیہ السلام کا نام سُنا گیا یا اُسنے اللہ سبحانہ تعالےٰ کا نام اور مسیح علیہ السلام کا نام لیا تو اُسکا ذبیحہ نہ کھایا جائیگا ازانجملہ ہمارے نزدیک شرط ہی کہ ذکوۃ کی حالت مین اللہ تعالےٰ کا نام لے خواہ کوئی نام ہو خواہ نام کے ساتھ کوئی صفت ملاوے جیسے اللہ اکبر اللہ اعظم اللہ اجل اللہ الرحمن اللہ الرحیم وغیرہ یا نہ ملاوے جیسے فقط اللہ یا رحمن یا رحیم وغیرہ کہے اور یہی حکم تہلیل و تسبیح و تحمید کا ہی اور خواہ تسمیہ معہودہ یعنے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور خواہ تسمیہ زبان عربی مین ہو یا فارسی وغیرہ کسی زبان مین ہو اور خواہ وہ عربی الفاظ اچھی طرح ادا کرسکتا ہو یا نہ ادا کرسکتا ہو ایسا ہی بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہی کہ اگر کسی شخص نے ذبیحہ پر بزبان رومی یا فارسی تسمیہ کہا خواہ وہ عربی اچھی طرح ادا کرسکتا ہی یا نہین تو یہ تسمیہ کافی ہی اور تسمیہ کی شرائط مین سے یہ ہی کہ ذبح کرنیوالا تسمیہ کہے حتے کہ اگر غیر نے تسمیہ کہا اور ذبح کرنیوالا خاموش رہا حالانکہ بھولا نہین ہی یاد ہی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور ازانجملہ یہ ہی کہ تسمیہ سے یہ قصد کرے کہ ذبیحہ پر اللہ تعالےٰ کا نام لیتا ہی اور اگر اُسنے تسمیہ سے شروع کام پر اللہ تعالےٰ کا نام لینا مراد لیا ہی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور علیٰ ہذا اگر الحمد للہ کہا اور اس سے تسمیہ کی نیت نہ کی بلکہ اُسنے بطریق شکر کے اللہ تعالےٰ کے حمد کرنے کی نیت کی تو ذبیحہ حلال نہوگا اسیطرح اُسنے تسبیح یا تہلیل یا تکبیر کہی اور اس سے ذبیحہ پر تسمیہ کہنے کی نیت نہ تھی بلکہ فقط یہ نیت تھی کہ صفات مخلوقات سے اللہ تعالےٰ کے پاک ہونے اور اُسکی وحدانیت کے وصف کو بیان کرے تو ذبیحہ حلال نہوگا کذا فی البدائع اور اگر اُسکو چھینک آئی پس اُسنے الحمد للہ کہا یعنے چھینک پر تحمید کی نیت کی پھر ذبح کر دیا تو یہ جانور حلال نہوگا یہ فتاوےٰ قاضیخان مین ہی ازانجملہ یہ ہی کہ غیر کے نامون سے اللہ تعالےٰ کے نام کی تجرید کرے یعنی فقط اللہ تعالےٰ کا نام زبان سے کہے کسی غیر کا نام نہ ملاوے اگرچہ نبی علیہ السلام کا نام کیون نہو ازانجملہ یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کے نام ذکر کرنے سے خالص اُسکی تعظیم کا قصد کرے اسمین معنے دعا کا شائبہ نہو حتے کہ اگر اُسنے کہا کہ اللھم اغفرلی تو یہ تسمیہ نہوگا کیونکہ یہ دعا ہی اور دعا مین محض تعظیم ہی مقصود نہین ہوتی ہی (وقت بیان تسمیہ کا) پس

ذکوۃ اختیاری مین وقت ذبح کے بیان کیے اُس سے مقدم کرنا جائز نہین ہی مگر یون ہی کچھ پہلے نہایت تھوڑی سی دیر کہ جس سے بچاؤ نہین ہو سکتا ہی اور ذکوۃ اضطراری مین تیر پھینکنے اور سکھایا ہوا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت تسمیہ کہے اور جو شرط مذکی کی طرف یعنے جسکی ذکوۃ مطلوب ہی راجع ہی وہ یہ ہی کہ یہ جانور حلال ہو اور یہ ذکوۃ اضطراریہ مین ہی۔ نہ اختیاریہ مین۔ اور جو قسم شرط کہ محل ذکوۃ کی طرف راجع ہی انا بجملہ یہ ہی کہ ذکوۃ اختیاری کے ساتھ وقت تسمیہ کا محل معین کرے اور اسی سے اس صورت کا حکم نکلتا ہی کہ اگر تسمیہ کہکر ایک جانور ذبح کیا پھر دوسرا ذبح کیا اور گمان کیا کہ پہلا تسمیہ اسکے حق مین بھی کافی ہوگیا ہی تو یہ جانور نہ کھایا جائیگا اور ضرور ہی کہ ہر جانور کے واسطے علیحدہ تسمیہ کہے انا بجملہ یہ ہی کہ جو جانور شکار نہو اسمین وقت ذبح کے اصل حیات باقی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اصل حیوۃ کافی نہین ہی بلکہ حیوۃ مستقرہ ہونا چاہیے کذا فی البدائع اور متردیہ و منخنقہ و موقوذہ اور بکری مریضہ و نطیحہ و مشقوقۃ البطن اگر ذبح کیگئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسمین حیوۃ مستقرہ باقی ہی تو ذبح سے بالاجماع حلال ہو جائیگی اور اگر اسمین حیوۃ مستقرہ نہو تو بھی ذبح سے حلال ہو جائیگی خواہ زندہ رہسکتی ہو یا نہ رہسکتی ہو یہ امام اعظم رح کا مذہب ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور جو جانور بدون ذبح کے حلال نہین ہوتے ہین آیا ان مین بعد ذبح کے خون کا نکلنا آیا حلال ہونیکی شرائط مین سے ہی یا نہین تو اسمین کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین آئی اور بعضے فتاوے مین مذکور ہی کہ دو باتون مین سے ایک بات ہونا چاہیے یا تو ذبیحہ حرکت کرے یا خون نکلے اور اگر کوئی بات نہ پائی گئی تو حلال نہوگا یہ بدائع مین ہی اگر کوئی گاے یا بکری ذبح کی گئی اور اُس سے خون نکلا مگر اُسنے حرکت نہ کی اور خون ایسا نکلا جیسا زندہ سے نکلا کرتا ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مذبوحہ کھائی جائے گی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین۔ ایک شخص نے ایک بیمار بکری ذبح کی اور اُسکے مُنہ کے سوائے کسی جزو بدن نے حرکت نہ کی پس اگر اُسنے مُنہ کھولدیا تو نہ کھائی جائیگی اور اگر بند کر لیا تو کھائی جائے گی۔ اور اگر آنکھ کھولدی تو نہ کھائی جائے گی اور اگر آنکھ بند کر لی تو کھائی جائے گی اور اگر اُسنے پاؤن پھیلا دیے تو نہ کھائی جائے گی اور اگر کھینچ لیے تو کھائی جائیگی اور اگر اُسکے بال نہ کھڑے ہوئے تو نہ کھائی جائے گی اور اگر کھڑے ہوگئے تو کھائی جائیگی اور یہ سب ایسی بکری مین ہی جسکا ذبح کیوقت زندہ ہونا معلوم نہوتا کہ ان علامات سے اُسکا زندہ ہونا پہچانا جاوے اور اگر وقت ذبح کے یقیناً اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو تو ہر حال مین کھائی جائے گی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور ذکوۃ کا حکم یہ ہی کہ جو جانور ذبح کیا گیا ہی وہ طاہر ہو جاتا ہی پس اگر حلال جانورون مین سے ہو تو اُسکا کھانا بھی حلال ہو جاتا ہی اور اگر حلال جانورون مین سے نہو تو سوائے کھانے کے اُس سے اور طور پر نفع اُٹھانا جائز ہو جاتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور خنثے اور مخنث کا ذبیحہ جائز ہی ؟

جوہرہ نیرہ میں ہی بچھڑی کا ذبح کرنا اور روٹی و ہانڈی پکانا مکروہ نہیں ہی مگر اسکے سوائے اگر دوسرا یہ کام کر لے تو اولے ہی یہ غرائب میں ہی عورت مسلمہ و کتابیہ ذبح کرنے میں مثل مرد کے ہی۔ اور گونگے کا ذبیحہ خواہ مسلمان ہو یا کتابی ہو کھایا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور محرم نے جو صید ذبح کیا خواہ حل میں ذبح کیا ہو یا حرم میں وہ حلال نہیں ہی۔ اور جو جانور حرم میں ذبح کیا گیا وہ حلال نہیں ہی اسیطرح حرم میں جو صید ذبح کیا گیا خواہ حلال[۱] نے ذبح کیا یا محرم نے وہ حلال نہیں ہی بخلاف اسکے اگر محرم نے سوائے صید کے ذبح کیا تو اسکا یہ حکم نہیں ہی کیونکہ یہ فعل مشروع ہی یہ کافی میں ہی۔ ایک نصرانی نے حرم میں ایک صید ذبح کیا تو حلال نہیں ہی یہ سراجیہ میں ہی۔ ایک مسلمان نے ایک مجوسی کی بکری آگکے آتشکدہ کیواسطے ذبح کی یا کافر کی بکری اُسکے آتشکدے کے واسطے ذبح کی تو اُسکا کھانا جائز ہی کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالے کا نام لیا ہی مگر مسلمان کے حق میں ایسا فعل کرنا مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی جامع الفتاوے سے منقول ہی مشکل میں لکھا ہی کہ اگر کسی نے مہمان کے پیش نظر اُسکی تعظیم[۲] کیواسطے کوئی جانور ذبح کیا تو اُسکا کھانا حلال نہیں ہی اسی طرح اگر کسی امیر وغیرہ کی آمد میں اُسکی تعظیم[۳] کیواسطے ذبح کیا تو بھی اُسکا کھانا حلال نہیں ہی ہاں اگر مہمان کی غیبت میں اُسکی ضیافت کیواسطے ذبح کیا تو کچھ ڈر نہیں ہی یہ جوہرہ نیرہ میں ہی۔ تجرید میں ہی کہ اگر مسلمان نے جانور ذبح کیا پھر بعد ذبح کے مجوسی نے اُسکے گلے پر چھری پھیر دی تو حرام نہو جائیگا اور اگر مجوسی نے ذبح کیا بعد اُسکے ذبح کے مسلمان نے اُسکے گلے پر چھری پھیر دی تو حلال نہو جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہی واضح ہو کہ ذکوۃ میں جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں ایک حلقوم یعنے سانس کی آمدورفت کا راستہ دوسری مری یعنی کھانے پانی کا راستہ تیسرے و چوتھے دو ودا جین[۴] یعنے گردن کے مٹکے کی دونوں طرف دو رگیں ہیں جنمیں خون کی آمدورفت ہی پس اگر یہ چاروں کٹ گئیں تو ذبیحہ حلال ہو گیا اور اگر اکثر کٹ گئیں تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ حلقوم و مری و دونوں وداجین میں سے ایک[۵] کا کٹ جانا ضرور ہی مگر صحیح قول امام اعظم رح کا ہی کیونکہ جو حکم کل کا ہوتا ہی وہی اکثر کا ہوتا ہی یہ مضمرات میں ہی۔ اور جامع صغیر میں لکھا ہی کہ اگر نصف حلقوم و نصف مری و نصف وداج کٹ گئی تو ذبیحہ حلال نہوگا کیونکہ حلت کل یا اکثر کے قطع ہونے پر ہی اور موضع احتیاط

۱ حلال وہ شخص جو احرام میں نہو ۱۲ م ۲ کے واسطے مراد یہ کہ بظاہر صورت اُنکے واں ذبح کی مگر حقیقت میں اللہ تعالے کے واسطے ذبح کی کیونکہ آگے خود مذکور ہی کہ اللہ تعالے کا نام لیا اور اگر وہ آگ و بت وغیرہ کے لیے ذبح کرتا تو مرتد ہو جاتا چنانچہ کتاب الردۃ میں صریح مسئلہ مذکور ہی اور یہاں اس کو مسلمان رکھا تو معنی یہ ہوئے کہ اس نے درحقیقت اللہ تعالے کے نام پر تعظیم اللہ تعالے کے لیے ذبح کی فافہم ۱۲ ۳ تعظیم اقول پس مدار یہی تعظیم ہی جب سوائے خدائے تعالے کے کسی کیواسطے ہو تو ذبیحہ حرام ہی پھر قولہ مضمرات میں مترجم کہتا ہی کہ اکثر یہاں تین کے قریب ہے چنانچہ کافی سے ظاہر ہوتا ہی پس فرق نہ ہوا ۱۲

۵ معبودون و نیتون ۱۲ ۱م ۴ حلقوم و مری ۵ و ایک وداج ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

مین نصف کو کل کا حکم نہین دیا گیا ہے کذا فی الکافی اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر حلقوم و مری و اکثر ہر دو نون ودجین مین سے کٹ گئین تو جانور حلال ہو جائیگا ورنہ حلال نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ سب جوابات مین سے یہ جواب اصح ہے۔ اور اگر گدی کیطرف سے بکری ذبح کی گئی پس اگر اسکے مرنے سے پہلے ان رگون مین سے اکثر کٹ گئین تو حلال ہو جائے گی اور اگر اکثر یہ رگین کٹ جانے سے پہلے وہ مر گئی تو حلال نہو گی اور یہ فعل مکروہ ہے اسوجہ سے کہ ایک تو خلاف سنت ہے اور دوسرے اسمین زیادہ تکلیف دہی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک گائے یا بکری بچہ جننے پر آگئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا ذبح کرنا مکروہ ہے کہ اسمین بچہ کی تضییع ہے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ماں کے حلال کرنے سے بچہ پیٹ کا حلال نہین ہوتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر کسی شخص نے اونٹنی یا گائے حلال کی پھر اسکے پیٹ مین سے مردہ بچہ نکلا تو وہ کھایا نہ جائیگا خواہ اسکو اس بات کا شعور ہوا ہو یا نہوا ہو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اسکی خلقت پوری ہو گئی ہو تو کھایا جائے گا کذا فی الہدایہ۔ اور اگر جنین یعنے پیٹ کا بچہ زندہ نکلا اور اتنی مہلت[۱] نہ تھی کہ اسکو ذبح کیا جا سکے پس وہ مر گیا تو کھایا جائیگا اور یہ تفریع بنا بر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے ہے نہ بنا بر قول ابی حنیفہ رح کے کذا فی النہایہ ایک شخص نے بکری کا پیٹ پھاڑ کر زندہ بچہ نکالکر اسکو ذبح کیا پھر بکری کو ذبح کیا تو مشائخ نے فرمایا[۲] کہ اگر بکری اس زخم سے زندہ نہ رہ سکے تو حلال نہو گی اسواسطے کہ اسکی موت پہلے زخم سے ہو گی اور یہ زخم ذکوۃ نہین ہے اور اگر اس سے زندہ رہ سکے تو ذبح سے حلال ہو جائے گی کیونکہ ذکوۃ یہ وہی پہلا[۳] یعنے ذبح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے ایک شخص کی گائے پر بچہ پیدا ہونے مین بہت تکلیف پیش آئی اور بچہ پیدا ہونا مشکل ہو گیا پس اسنے گائے کی فرج مین ہاتھ ڈالکر پیٹ ہی مین اسکا بچہ ذبح کر دیا خواہ مذبح سے اسکو ذبح کیا یا ذبح کرنے کی جگہ کے سوائے دوسری جگہ سے ذبح کر دیا پس اگر ذبح کی جگہ سے ذبح کیا تو حلال ہے اور اگر غیر جگہ سے ذبح کیا پس اگر وہ شخص ذبح کرنیکی جگہ سے ذبح نہین کر سکتا تھا تو حلال ہوگا اور اگر ذبح کی جگہ سے ذبح کر سکتا تھا مگر اسنے غیر جگہ سے ذبح کیا تو حلال نہوگا یہ جواہر ذخیرہ[؟] مین ہے۔ ایک بلی نے مرغی کی گردن کاٹ دی تو وہ ذبح کرنے سے حلال نہو گی اگرچہ پھڑکتی ہے یہ ملتقط مین ہے۔ اور آلہ دو طرح کا ہوتا ہے قاطع[۴] و فاسخ[۵] پھر قاطع دو طرح کا ہوتا ہے دھاردار اور کند۔ پس دھاردار سے بلا کراہت ذبح کرنا جائز ہے خواہ لوہے کا ہو یا نہو جیسے کسی نے نرکل کے پوست سے یا سنگ مرمر سے یا عصا کی کھپاچ سے یا لکڑی کی کھپاچ سے ذبح کیا تو جائز ہے اور کند آلہ سے ذبح کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے اور اگر اکھڑے ہوئے دانت یا ناخن سے ذبح کیا تو حلال ہے مگر یہ فعل مکروہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور جو

[۱] مترجم کہتا ہے کہ ان دونوں کے نزدیک ماں کا ذبح دہی بچہ کا ذبح ہے بدلیل حدیث اور یہی مختار اور راجح ہے یہ فتوی ہے ۱۲ منہ [۲] قال المترجم یہ مسئلہ بقول صاحبین متفرع ہے فافہم ۱۲ منہ [۳] یعنے اتنی دیر زندہ نہ رہا کہ اسکو ذبح کیا جا سکے ۱۲ منہ [۴] کاٹنے والا ۱۲ [۵] شکستہ کرنے والا ۱۲

آقا سنجہ سے ہوتا ہی وہ ناخن قائم ہو یا دندان قائم ہو کہ اُس سے بالاجماع ذبح کرنا جائز نہین ہی اور اگر ذبح کیا (اکھڑا ہوا نہ ہو ۱۲)
تو جانور مردار ہو جائیگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اونٹ کے ذبح کرنے مین سنت طریقہ یہ ہی کہ اُس کا
بایان بازو وساق باندھکر کھڑا کرکے نحر کرے یعنی آخر حلق سے ذبح کرے پس اگر اونٹ کو کروٹ
سے لٹا کر نحر کیا تو جائز ہی مگر طریقہ اول افضل ہی۔ اور بکری گاے مین سنت یہ ہی کہ اُسکو کروٹ سے
لٹا کر ذبح کرے کیونکہ اس طریقہ سے رگون کا کاٹنا اچھی طرح ممکن ہی اور سب صورتون مین اپنے ساتھ
جانور کو قبلہ رُخ رکھے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ مستحب یہ ہی کہ دن مین ذبح کرے اور ذبح اختیاری مین
مستحب ہی کہ لوہے کے تیز آلہ سے جیسے چھری و تلوار وغیرہ سے ذبح کرے اور بغیر حدید[1] کے اور
رات[2] مین حدید[3] سے مکروہ ہی اور مستحبات مین سے ہی کہ رگون کو اچھی طرح کاٹے اور تکیہ لگانا اس حال
مین مکروہ ہی اور حلقوم کیطرف سے ذبح کرنا مستحب ہی اور گدی کیطرف سے مکروہ ہی اور منجملہ مستحبات
کے یہ ہی کہ رگین سب کاٹے اور بعض نہ کاٹنا مکروہ ہی اور یہ مستحب ہی کہ فقط رگین کاٹنے پر اقتصار کرے
اور سر کو جدا نہ کردے اور اگر ایسا کیا تو مکروہ ہی اور ذبح کے وقت یہ کہنا کہ اللہم تقبل عن فلان[4] مکروہ
ہی ہان یہ لفظ ذبح سے فارغ ہونیکے بعد کہے یا اُس سے پہلے کہہ لے لیکن اگر اُس نے ذبح کیوقت
کہا تو ذبیحہ حرام نہوگا اور ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے ذبیحہ کی کھال کھینچنا مکروہ ہی اور اگر
ذبیحہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اُسکی نخاع تک چھری بھونکی یا کھال کھینچی تو اُسکے کھانے مین ڈر نہین ہی
اور مذبح کیطرف جانور کے پاؤن پکڑکے کھینچ لے جانا مکروہ ہی اور اُسکو لٹا کر اُسکے سامنے چھری
تیز کرنا مکروہ ہی مگر یہ سب باتین ایسی ہین کہ ان سے ذبیحہ حرام نہین ہوجاتا ہی یہ بدائع مین ہی اور
جس جانور کو نحر کرنا چاہیے اگر اُسکو ذبح کیا یا جسکو ذبح کرنا چاہیے اُسکو نحر کیا تو جائز ہی مگر مکروہ ہی کہ اُسنے
سنت کو ترک کیا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر کسی نے اونٹ یا گاے یا بکری کی گردن ماری اور سر جُدا
کردیا مگر تسمیہ کہا پس اگر حلقوم کیطرف سے گردن ماری ہی تو وہ کھائی جائے گی مگر اس شخص نے بہت
بُرا کیا اور اگر اُسنے درنگی و توقف کے ساتھ گردن ماری ہی تو نہ کھائی جائیگی کیونکہ وہ ذکوۃ سے پہلے
مرگئی پس مردار ہوگئی اور اگر اسکے مرجانے سے پہلے اُسکی رگین کاٹ دین تو کھائی جائیگی کیونکہ ذکوۃ
مین جو فعل چاہیے ہی وہ اُسکی زندگی مین پایا گیا لیکن یہ فعل مکروہ ہی کیونکہ اُسنے بلا حاجت اُسکی تکلیف
بڑھادی اور اگر اُسنے اپنا فعل بلا توقف پورا کردیا تو کھائی جائیگی کیونکہ ظاہر ہی کہ وہ ذکوۃ سے مری ہی یہ
بدائع مین ہی۔ اگر جانور کو بدون قبلہ کی طرف توجہ کے ذبح کیا تو حلال ہوگا مگر مکروہ ہی یہ جواہر اخلاطی مین
ہی۔ ایک شخص کا بیل مرنے لگا اور مالک کے پاس کوئی آلہ نہین ہی سوائے ایسی چیز کے جس سے

[1] حدید سے مراد تیز دھار ہے خواہ لوہا ہو یا دوسری چیز ہو ۱۲ [2] اگرچہ دن مین ہو ۱۲ [3] یعنی اگرچہ حدید سے ہو ۱۲
[4] اللہ اُسکو فلان کی طرف سے قبول فرما ۱۲

اُسکے مذبح مین جرح کرسکے اور اگر وہ ذبح کرنے کا آلہ تلاش کرتا ہی تو اتنی دیر مین وہ مرجائیگا اسکو حلال کرنا نہ ملیگا پس اُسنے بیل مذکور کے مذبح کو مجروح کردیا تو حلال ہوگا لیکن اگر رگین کاٹ دین تو حلال ہوجائیگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور نخع مکروہ[۱] ہی یعنے اُسکے نخاع تک چھری بھونکنا مگر ذبیحہ کھایا جائیگا اور نخاع رقبہ کی ہڈی مین ایک سپید رگ ہی (جسکو حرام مغز کہتے ہین) اور بعض نے فرمایا کہ نخع کے یہ معنی ہین کہ اسکا سر پکڑ کر کھینچے تاکہ اسکا مذبح پھیل جاوے اور بعض[۲] نے فرمایا کہ نخع اسکو کہتے ہین کہ تڑپنے سے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اُسکی گردن توڑ دے بہرحال یہ سب مکروہ ہی اسواسطے کہ یہ بلاضرورت حیوان کی تعذیب ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو بات ذکوۃ مین محتاج الیہ نہین ہی مگر اسمین جانور کے حق مین زیادہ تکلیف ہی وہ مکروہ ہی یہ کافی مین ہی۔ بقالی نے فرمایا کہ مستحب یہ ہی کہ یون کہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ مکروہ ہی کہ واو سے فی الفور تسمیہ ہونا مقطوع ہوجاتا ہی کذا فی المحیط۔ ایک ذبح کرنیوالے نے اللہ تعالے کے نام کے ساتھ ملا ہوا بغیر واو کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ذکر کیا تو اسمین تین صورتین ہین یا تو لفظ محمد کو نصب کے ساتھ ذکر کیا یا جر کے ساتھ یا رفع کے ساتھ اور ان سب صورتون مین ذبیحہ حلال رہا اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بطریق عطف کے نہین مذکور ہی پس مبتدا ہوگا لیکن مکروہ ہی اسواسطے کہ صورت مین وصل پایا جاتا ہی۔ اور اگر اُسنے واو کے ساتھ ذکر کیا پس اگر جر کے ساتھ ذکر کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا کیونکہ یہ شخص ان دونون نامون کے ساتھ ذبح کرنیوالا ہوگیا اور اگر اُسنے رفع سے ذکر کیا تو ذبیحہ حلال ہوگا کیونکہ لفظ محمد مبتدا ہوگا اور اگر لفظ محمد نصب کے ساتھ ذکر کیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور علیٰ ہذا القیاس اگر اللہ تعالے کے نام پاک کے ساتھ کوئی نام دوسرا ذکر کیا تو اسمین یہی حکم ہی یہ نہایہ مین ہی۔ قال المترجم اللہ تعالے کے نام کے ساتھ دوسرا نام ذکر کرنے مین دو صورتین ہین یا بلا واو ذکر کیا یا بواو ذکر کیا پس صورت اولی مین یعنے جب بلا واو ذکر کیا پس یا تو بزبان عربی تسمیہ کہا سو اسکا حکم وہی ہی جو کتاب مین مذکور ہی اور اگر بزبان اُردو بیان کیا تو شاید وہی حکم ہو جو عربی زبان مین ہی مگر اُردو والے کبھی حرف عطف دور کردیتے ہین جیسے ہم تم مل کر یہ کام کرلین حالانکہ عطف مقصود ہی مگر بظاہر بنا ر حکم شرعی ملفوظ پر ہوگی اور اگر بواو ذکر کیا تو میرے نزدیک بہرحال ذبیحہ حرام ہی کیونکہ اسمین نصب وجر وغیرہ شقوق کا احتمال نہین ہی فان حلتہ ارا قتہ الدم انما یجوز بذکر اسم اللہ تعالے وحدہ فلا یحل ادخال اسم مع اسمہ تعالے وان کان من اسمار الانبیاء والاولیاء ولا عبرۃ بما یفعلہ الجہلۃ وان کانوا فی صورۃ المشائخ والعلماء واللہ تعالے اعلم بالصواب اور اگر کسی نے بسم اللہ بغیر ہا کہا پس اگر اُس سے تسمیہ کا ارادہ کیا تو ذبیحہ حلال ہوگا ورنہ نہین کیونکہ عرب کے لوگ

---

[۱] قال شاید جان نکلنے کے واسطے ایسا کرتے ہین ۱۲ منہ [۲] قال یہ دونون قول اقرب ہین بلکہ فی الواقع دونون کے ایک معنی ہین فقط اختلاف عبارت ہی ۱۲ منہ [۳] یعنے ہنوز ٹھنڈا نہ ہوا ہو ۱۲

کبھی ترخیم کر کے حذف کر دیتے ہین اسی طرح اگر یون کہا کہ اللہم تقبل من فلان تو ذبیحہ حلال ہوگا مگر
فعل مکروہ ہے اور اگر ذبح کرنے سے پہلے یا بعد یون کہا کہ اللہم تقبل من فلان تو کچھ ڈر نہین ہے یہ
محیط سرخسی مین ہے اگر ذبح کے وقت کہا کہ لا الٰہ الا اللہ اور دونون وداجین و حلق و مری مین سے
نصف قطع کیا پھر کہا محمد رسول اللہ پھر باقی قطع کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا کہ تسمیہ کو مجرد اللہ تعالے کے نام
کہنا فرض ہے یہ قنیہ مین ہے اور اگر کہا بسم اللہ و صلی اللہ علے محمد یا کہا صلے اللہ علے محمد یون واو کے تو
ذبیحہ حلال ہوگا ولیکن یہ فعل مکروہ ہے اور بقالی مین لکھا ہے کہ ذبیحہ حلال ہوگا اگر موافقت تسمیہ ہو اور
بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسنے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے اشتراک فی التسمیہ مراد لیا ہے
تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اگر اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے تبرک فعل ذبح قصد کیا تو ذبیحہ حلال
ہوگا ولیکن یہ فعل مکروہ ہے یہ محیط مین ہے اور جس شخص نے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا ہے اسکا ذبیحہ حلال نہوگا اور
اگر اسنے بھولے سے چھوڑ دیا ہے تو حلال ہوگا اور مسلمان و کتابی دونون تسمیہ چھوڑنے کے حکم مین یکسان
ہین کذا فی الکافی اور فتاوی عتابیہ مین ہے کہ لڑکا اور بالغ بھولنے کے حکم مین یکسان ہین یہ تاتارخانیہ
مین ہے۔ اگر کسی قصاب سے اپنا جانور ذبح کرایا اسنے کہا کہ مین نے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا ہے تو جانور حلال
نہوگا اور قصاب اُس جانور کی قیمت تاوان دیگا۔ یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر اسنے بسم اللہ کہا مگر اسکے
دل مین نیت نہ آئی تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ ذبیحہ کھایا جائیگا اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان مین
ہے۔ اگر ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور چھری ہاتھ مین لی اور تسمیہ کہا پھر اسکو چھوڑ کر دوسری بکری کو ذبح
کیا اور عمداً اُسپر تسمیہ نہ کہا تو وہ حلال نہوگی یہ خلاصہ مین ہے اور اگر ایک بکری کو لٹایا تاکہ ذبح کرے اور
چھری ہاتھ مین لی۔ اور تسمیہ کہا پھر یہ چھری چھوڑ کر دوسری چھری لیکر اُس سے بکری ذبح کر دی تو وہ
حلال ہوگی۔ اور اگر شکار مین ایک تیر لیا اور تسمیہ کہا پھر یہ تیر رکھدیا اور دوسرا تیر لیکر مارا تو شکار اسی تسمیہ
کی وجہ سے حلال نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اگر ذبح کرنے کیواسطے ایک بکری کو لٹایا اور تسمیہ کہا پھر
کسی شخص سے کچھ کلام کیا یا پانی پیا یا چھری تیز کی یا ایک لقمہ کھا لیا اور اسکے مثل کوئی کام جو عمل کثیر
نہین ہے کیا تو ذبیحہ اس تسمیہ سے حلال ہو جائیگا اور اگر بہت کلام کیا یا بہت عمل کیا تو اس ذبیحہ کا کھانا
مکروہ ہوگا اور عمل کثیر کیواسطے اس مقام پر کوئی تقدیر نہین بلکہ جہان واقعہ ہو وہان کے لوگون کی عادت
کو دیکھا جائیگا پس اگر لوگ اپنی عادت مین اُس کام کو کثیر سمجھتے ہون تو کثیر ہوگا اور اگر قلیل گنتے ہون
تو قلیل ہوگا پھر واضح ہو کہ اس صورت مین مکروہ کا لفظ ذکر فرمایا ہے اور مشائخ نے اس کراہت
مین اختلاف کیا ہے۔ اور اضاحی زعفرانی مین ہے کہ اگر اپنی چھری تیز کی تو تسمیہ منقطع ہو جائیگا کچھ تفصیل
نہین ہے کہ عمل کثیر ہو یا قلیل ہو یہ محیط مین ہے اگر ایک شخص تسمیہ کہہ چکا تھا پھر بکری ہاتھ سے چھوٹ گئی

سلسلہ ٥ یعنے بھولے سے تسمیہ چھوڑ دیا ۱۲ سلسلہ ٥ یعنی کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی ۱۲

اور لیٹے سے اُٹھ کھڑی ہوئی پھر اُسنے اسکو لٹا دیا تو تسمیہ منقطع ہوگیا یہ بدائع مین ہی ایک شخص نے حمار وحشی کا ایک گلہ دیکھکر تسمیہ کہکر اور اپنا کتا چھوڑا اور اُسنے کوئی گدھا پکڑا تو وہ حلال ہی یہ ذخیرہ کردری مین ہی ایک شخص نے اپنی بکریون کو دیکھا پس کہا کہ بسم اللہ پھر ایک کو پکڑ کر لٹایا اور ذبح کردیا اور عمداً تسمیہ اس گمان پر چھوڑ دیا کہ وہی تسمیہ کافی ہوگا تو یہ بکری نہ کھائی جاوے گی یہ بدائع مین ہی۔ اگر ایک بکری کو دوسری بکری پر لٹایا پس اگر دونون کو ایک بار چھری چلانے مین ذبح کر ڈالا تو ایک ہی تسمیہ کافی ہی۔ چند گوسپند ایک شخص کے ہاتھ مین ہین پس اُسنے تسمیہ کہکر ایک کو ذبح کیا پھر اُسی کے پیچھے ہی دوسرے کو ذبح کیا مگر تسمیہ نہ کہا تو دوسری حلال نہوگی۔ اور اگر اُسنے سب پر ایکبارگی چھری چلائی تو ایک ہی تسمیہ کافی ہی کذا فی خزانۃ المفتین

دوسرا باب۔ اُن حیوانون کے بیان مین جنکا کھانا جائز ہی اور جنکا کھانا نہین جائز ہی۔ حیوان در اصل دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جو پانی مین جیتے ہین اور دوسرے وہ جو خشکی مین جیتے ہین پس جو پانی مین جیتے ہین اُن سب حیوانونکا کھانا حرام ہی سوا سے مچھلی کے کہ خاصۃً مچھلی کا کھانا حلال ہی لیکن مچھلیون مین سے بھی جو مچھلی مر کر اوپر تیر آوے وہ حرام ہی اور جو حیوانات خشکی مین جیتے ہین وہ تین طرح کے ہین ایک وہ جن مین بالکل خون نہین ہی دوم وہ کہ جنمین خون سائل نہین ہی سوم وہ کہ جنمین خون سائل ہی پس جن جانورونمین بالکل خون نہین ہی جیسے ٹیڑی اور شہد کی مکھی و بھڑ اور مکھیان و مکڑی و جزوۃ[رزان ۱۲] بچھو وغیرہ یہ سب حلال نہین ہین سوا سے ٹیڑی کے کہ فقط ٹیڑی حلال ہی اسیطرح وہ جانور جنمین خون سائل نہین ہی جیسے سانپ و وزغ و سام ابرص و تمام حشرات و ہوام الارض جیسے چوہا و جزو و قنافذ و ضب و یربوع و ابن عرس وغیرہ سب حلال نہین ہین[چھپکلی ۱۲] [گرگٹ ۱۲] [خار پشت ۱۲] [سوسمار] اور ان جانورون کی حرمت مین کسی نے خلاف نہین کیا ہی مگر فقط گوہ مین کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہی۔ اور جن جانورون مین خون سائل ہی وہ دو طرح کے ہوتے ہین ایک مستانس اور دوسرے متوحش پس بہائم یعنے چوپایہ مین سے جو مستانس ہین وہ مثل اونٹ و گائے و بکری کے بالاجماع حلال ہین اور جو متوحش ہین جیسے ہرن و نیل گائے و حمار وحشی و اونٹ وحشی پس بالاجماع مسلمین حلال ہین اور درندون مین سے جو مستانس ہین یعنی کتا و چیتا و بلی پس یہ حلال نہین اسی طرح سباع مین جو متوحش ہین جنکو سباع وحشی کہتے ہین اور سباع الطیر[درندہ ۱۲] [پرندہ ۱۲] اور سباع مین سے ہر ذی ناب اور طیر مین سے ہر ذی مخلب[۱] حلال نہین ہی پس سباع وحشی مین سے

[۱] ذی مخلب درندہ پنجہ دار مانند شکرہ وغیرہ کے اور واضح ہو کہ جانورون مین عموماً حلت و حرمت قیاسی ہی اور مجتہدون نے بنظر قیاس حکم دیا ہی کسی طرف قطعی نہین ہی لیکن عمل اپنے اعتقاد پر واجب ہی جیسے اجتہادی مسائل مین حکم ہی ۱۲ یہ مکروہ ہی ۱۲ منہ جمع قنفذ یعنے سا ہی ۱۲ جنگلی چوہا ۱۲ منہ ہیولا فارسی راسو ۱۲ منہ یعنے ضب ۱۲ منہ دانتون والا ۱۲ منہ جس کی چونچ شکرہ وغیرہ کے مثل ہلالی

ہی ۱۲ منہ ۱۲ درندہ ۱۲ ۔۔۔

ذی ناب مثل شیر و بھیڑیا و کفتار و پلنگ و چیتا و لومڑی و سنور بری و سنجاب و سمور و دلق و دب و قرد و فیل
و اسکے امثال پس ان سب کی حرمت مین کسی کا خلاف نہین ہی سواے کفتار کے کہ وہ امام شافعی
رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہی اور طیور مین سے جو ذی مخلب ہین جیسے باز و باشہ و چرغ و شاہین
و چیل و بغاث و نسر طائر و عقاب و اسکے امثال یہ سب حرام ہین۔ اور طیور مین سے جنکی مخلب نہین
ہوتی ہی اور وہ مستانس ہین جیسے مرغی و بط یا متوحش ہوتے ہین جیسے کبوتر و فاختہ و گوریا و
کبک و کلنگ و زاغ زراعت یعنے جو کوا دانہ و کھیتی وغیرہ اور ایسی چیزین کھاتا ہی یہ سب بالاجماع
حلال ہین یہ بدائع مین ہی۔ اور قمری و سودانیہ و زرزر کے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی اور ماہل جلالہ کا گوشت مکروہ ہی اور جلالہ وہ ابل ہی جسکی بیشتر غذا نجاست ہو
اسواسطے کہ وہ اکثر نجاست کھائیگا تو اسکا گوشت متغیر ہو کر بدبودار ہو جائیگا پس اسکا کھانا مثل طعام
بدبودار کے مکروہ ہی اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا ہی کہ اس سے کام وغیرہ کا انتفاع
حلال نہین ہی مگر جب کہ چند روز قید رکھا جاوے اور اسکو چارہ کھلایا جاوے تو پھر اس سے انتفاع
حلال ہی اور جو قدوری رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا ہی وہ اجود ہی پھر واضح ہو کہ اسکے قید رکھنے
کیواسطے ظاہر روایت مین کوئی مدت مقرری نہین ہی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے مروی
ہی کہ انھون نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح اس کے قید رکھنے کی کوئی میعاد نہین مقرر فرماتے تھے
اور یہ کہتے تھے کہ یہانتک قید رکھی جاوے کہ نظیف ہو جاوے اور امام ابو یوسف رح نے امام
ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ وہ تین روز تک قید رکھی جاوے اور ابن رستم نے امام محمد رح سے
روایت کی کہ اونٹنی اور بکری اور بیل جب جلالہ ہو گی کہ جب اس سے بدبو آنے لگے اور متغیر ہو جاوے
اور اس سے بدبو پھوٹے تو اسوقت وہ جلالہ ہو گی کہ اسکا دودھ نہ پیا جائیگا اور اسکا گوشت نہ کھایا
جائیگا مگر اسکا بیع کرنا اور ہبہ کرنا جائز ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب وہ نجاست مین کچھ اور نہ ملاتی ہو بلکہ
اکثر خالی نجاست کھاتی ہو۔ اور اگر اس نے مخلوط کر کے نجاست کھائی تو جلالہ نہو گی پس کھانا
مکروہ نہو گا کیونکہ اسمین بدبو نہ آوے گی۔ اور جو مرغی چھوٹی پھرتی ہو اسکا گوشت وغیرہ مکروہ نہین
ہی اگرچہ وہ نجاست کھاتی ہو کیونکہ نجاست اسکی غذا مین غالب نہین ہوتی ہی بلکہ وہ نجاست کو دوسری
چیز سے ملا دیتی ہی یعنے دانہ بھی کھاتی ہی مگر افضل یہ ہی کہ مرغی قید رکھی جاوے تا کہ اس کے
پیٹ سے جو کچھ نجاست ہی وہ جاتی رہے پھر اسکو کھاوے یہ بدائع مین ہی۔ ابابیل و صلصل
کے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ یہ پرندے ذی مخلب نہین ہوتے ہین یہ ظہیریہ مین ہی امام ابو یوسف
سے روایت ہی کہ مین نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا عقعق کا کھانا کیسا ہی تو فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہی

ف خواہ تر ہو یا ہو ۱۲ منہ ف پرندہ ایست و بعضے گفتہ کہ فاختہ است و نیز معروف است ۱۲ منہ ف ایک قسم کوا ۱۲ منہ (از قسم زاغ ۱۲)

ہین سے نے کہا کہ وہ نجاسات کہاتا ہی تو فرمایا کہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملا لیتا ہی پہر کہاتا ہی پہر اصل
امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہی کہ جو جانور نجاست کو دوسری چیز سے ملا لے جیسے مُرغی اُس کے
کہانے مین کچہ ڈر نہین ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ عقعق مکروہ ہی جیسے مرغی مکروہ ہی یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی۔ اور دوده[1] زنبور مین جب تک جان نہ ڈالی جاوے تب تک اُسکے کہانے مین
کچہ ڈر نہین ہی کذا فی الظہیریہ اور شیخ خلف رح سے مروی ہی کہ زنبورونکا چہتہ کہانا مکروہ ہی یہ ملتقط
کے باب الکراہیتہ مین ہی۔ اور وکیسی کہایا جاوے گا یعنی اُسکا کہانا روا ہی اور چمگادڑ کے حق مین بعض
جگہ مذکور ہی کہ اُسکا کہانا روا ہی اور بعض جگہ مذکور ہی کہ نہین روا ہی کیونکہ اُسکے دانت ہوتے ہین یعنی
ذی ناب ہی اور بعض مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شقراق کا کہانا روا نہین ہی اور لوم[2] کا کہانا روا ہی۔
قال المؤلف رح کہ یہ مین نے اپنے والد رحمہ اللہ کے خط سے لکہا ہوا دیکہا ہی اور شقراق ایک سبز
پرندہ ہوتا ہی جسمین قلیل سرخی کا میل ہوتا ہی کہ ہر چیز پر حملہ کرتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی ابراہیم سے مروی ہی کہ
ائمہ رحمہم اللہ پرندون مین سے ہر ذی مخلب کو اور جو محض مردار خوار ہین مکروہ جانتے تھے اور ہم اسکو
اختیار کرتے ہین کیونکہ جو پرند نجس و مردار خوار ہی جیسے دیسی کالا کوا اور جنگلی کوا اُسکو طبیعت پاکیزہ پلید
و خبیث جانتی تھی ہان جو کوا کہ جنگل مین کہیتی اور دانہ چن چن کہ کہاتا ہی وہ مباح و پاک ہی اور اگر
کوا کہانیکو مخلوط کرتا ہو کہ کبھی نجاست کہاتا ہو اور کبھی دانہ چنتا ہو تو امام ابو یوسف رح سے مروی ہی
کہ وہ مکروہ ہی اور امام اعظم رح سے مروی ہی کہ اُسکے کہانے مین کچہ ڈر نہین ہی اور مرغی کے قیاس[3] سے
یہی صحیح ہی یہ مبسوط مین ہی پالو گدہے کا گوشت حرام ہی اور اسی طرح اُسکا دودہ اور اُسکی چربی بھی حرام
ہی۔ اور سوائے کہانے کے اور طور پر اُسکی چربی استعمال کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون
نے اُسکو کہانے پر قیاس کر کے حرام کہا ہی اور بعضون نے اُسکو مباح کہا ہی اور یہی صحیح ہی۔ یہ ذخیرہ
مین ہی۔ اور حمار وحشی اگر اہلی ہو جائے یعنی اُسکو پالو کر لین اور اسپر اکاف[4] ڈالنا شروع کرین یعنی مثل
پالو کے ہو جاوے تو وہ کہایا جائیگا اور اگر پالو گدہا وحشی ہو جاوے تو بھی نہین کہایا جائیگا یہ شرح
طحاوی مین ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک گہوڑون کا گوشت مکروہ ہی مگر صاحبین رح نے اس مین
خلاف کیا ہی اور مشائخ نے کراہت کے معنی مین اختلاف کیا ہی مگر صحیح یہ ہی کہ امام اعظم رح نے
مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد لیا ہی اور گہوڑیکے دودہ کا حکم اُسکے گوشت کے مثل ہی کذا فی فتاوے
قاضی خان اور شیخ امام سرخسی نے فرمایا کہ امام اعظم نے جو حکم دیا ہی وہ احوط[5] ہی اور صاحبین رح نے

[1] یعنی اسکے چہتہ مین سپید سپید اُسکے بچے ہوتے ہین وہ دود زنبور ہین ۱۲ منہ [2] اقول ظاہرا بوم سے مراد یہی الّو ہے کہ
جانور پرند معروف ہے اور شاید کوئی اور جنس مراد ہون واللہ اعلم اسی واسطے مترجم نے بعینہ لفظ چہوڑ دیا ۱۲ منہ [3] یعنی مکروہ
نہ ہو ۱۲ منہ [4] پالان ۱۲ [5] یعنی مکروہ مین زیادہ احتیاط ہے ۱۲

جو حکم دیا ہی وہ اوسع ہی کذا فی السراجیہ اور بغل یعنے خچر سوا امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال میں اُس کا گوشت مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک بھی یہی حکم ہے در صورتیکہ اسپ نر و مادہ خر سے پیدا ہوا ہو اور اگر نر گدہے اور مادہ گھوڑی سے پیدا ہوا ہو تو بعض نے فرمایا کہ صاحبین رح کے نزدیک مکروہ نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر بکری کا بچہ گدھی یا سورنی کا دودھ پلا پلا کر پالا گیا پس اگر چند روز تک اُسکو گھاس کھلائی گئی ہو تو اُسکے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہی کیونکہ وہ بمنزلہ جلالہ کے ہوگا اور جلالہ میں یہ حکم ہی کہ اگر چند روز تک اُسکو خالی گھاس کھلائی جاوے تو اُسکے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہی پس ایسا ہی اس صورت میں بھی حکم ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہی

تیسرا باب۔ متفرقات میں ایک بکری نے کتے کی صورت کا بچہ دیا پس اُسکی حالت میں اشکال پیش آیا پس اگر کتے کیطرح آواز کرتا ہو تو نہ کھایا جائیگا اور اگر بکری کیطرح آواز کرتا ہو تو کھایا جائیگا اور اگر دونوں کیطرح آواز کرتا ہو تو اُسکے سامنے پانی رکھا جاوے پس اگر زبان سے پیے تو نہ کھایا جاوے کیونکہ وہ کتا ہی اور اگر منھ سے پیے تو کھایا جاوے کہ وہ بکری ہی اور اگر دونوں طرح سے پیے تو بھوسہ اور گوشت اُسکے سامنے رکھا جاوے پس اگر اُسنے بھوسا کھایا تو بکری ہی کھائی جائیگی اور اگر گوشت کھایا تو کتا ہی نہ کھایا جاوے اور اگر اُسنے دونوں کو کھایا تو ذبح کیا جاوے پس اگر امعاء یا انتین نکلیں تو نہ کھایا جاوے اور اگر کرش یعنے اوجھ نکلا تو کھایا جاوے یہ جواہر اخلاطی میں ہی۔ اور چوپایہ حیوان میں سے جسکا کھانا حرام ہی وہ سات ہیں اول دم مسفوح یعنے خون جو تیزی کے ساتھ رگوں سے آوے اور دوم ذکر یعنے نر کا خایہ سوم دونوں خصیے چہارم قبل یعنے مادہ کی پیشاب گاہ پنجم غدہ ششم مثانہ ہفتم مرارہ یعنے پتا یہ بدائع میں ہی قال المترجم بال و کھر و سینگ و ہڈی کو بسبب ظہور کے بیان نہ کیا حالانکہ انہیں حرمت یا کراہت بنفسہ نہیں ہی کہ اگر کسی نے کوئی بکری ذبح کی اور وہ تڑپ کر پانی میں گر کر مری یا اونچے سے نیچے گر پڑی تو اُسکی ذکوٰۃ میں کچھ ضرر نہیں ہی کیونکہ فعل ذکوٰۃ انہیں مستقر ہوا پس اُسکا انزہاق روح اسی فعل سے ہوا اور بعد استقرار فعل ذکوٰۃ کے اُسکے اضطراب کا کچھ اعتبار نہیں ہی پس یہ گوشت ہی کہ پانی میں گر پڑا۔ یا اونچے سے نیچے گر پڑا ہی یہ مبسوط میں ہی۔ ایک شخص کی مرغی کسی درخت میں اُڑ کر لٹک گئی حالانکہ اُسکا مالک اُس تک نہیں پہونچ سکتا ہی پس اگر مالک کو اُسکے ہاتھ سے جاتے رہنے یا مر جانے کا خوف نہیں ہی اور باوجود اسکے اُسنے اُسکو تیر وغیرہ مارا تو وہ نہ کھائی جائے گی اور اگر اُسکو اُسکے جاتے رہنے کا خوف ہو پس اُسنے تیر پھینک مارا تو کھائی جاے گی۔ اور کبوتر اگر مالک کے پاس سے اُڑ گیا اور اُسکو مالک نے یا غیر نے تیر پھینک مارا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ گھر آنا جانتا ہو

لہ یعنے لوگوں پر آسانی ہی ۱۲ منہ ملہ جو حلال جانور نجاست کھانے لگے ۱۲ سہ یعنے حلال جانور میں سے ۱۲

للعہ یعنے جگر وغیرہ کھانا جائز ہی ۱۲ منہ

تو اُسکا کھانا حلال ہی خواہ یہ تیر اُسکے مذبح پر لگا ہو یا اور جگہ لگا ہو کیونکہ یہ شخص ذکوۃ اختیاری سے عاجز ہی اور اگر گھر آنا جانتا ہو پس اگر یہ تیر اُسکے مذبح پر لگا تو حلال ہی اور اگر دوسری جگہ لگا تو مشائخ رح نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ حلال نہوگا یہی امام اعظم رح سے مروی ہی کیونکہ جب وہ کبوتر اپنے گھر آنا جانتا ہی تو یہ شخص ذکوۃ اختیاری پر قادر ہی اور اگر ہرنی گھر مین ہل گئی ہو پھر وہ جنگل مین نکل گئی پھر کسی شخص نے تسمیہ کہکر تیر مارا پس اگر اُس کی مذبح پر پہونچا تو حلال ہی ورنہ نہین حلال ہی لیکن اگر وہ وحشی ہوگئی ہو کہ بدون شکار کے ہاتھ نہ آوے تو حلال ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے ایک بکری ذبح کی اور حلقوم و رگین کاٹ ڈالین مگر ہنوز اُس مین جان باقی تھی کہ کسی شخص نے اُسکے جسم سے ایک ٹکڑا کاٹ لیا تو یہ کٹا ہوا ٹکڑا کھانا حلال ہی۔ یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے زید کو حکم دیا کہ میری بکری ذبح کردے اور اُسنے ذبح نہ کی یہانتک کہ مالک نے وہ بکری عمرو کے ہاتھ فروخت کردی پھر زید نے اُسکو ذبح کر ڈالا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنے حکم دینے والے سے یہ مال تاوان واپس نہین لے سکتا ہی خواہ اُسکو بیع کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ اگر بھیڑیے نے بکری کی چکتی کاٹ لی تو یہ کٹی ہوئی چکتی کھانا روا نہین ہی اور زمانہ جاہلیت کے عرب لوگ اُس کو کھا لیتے تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زندہ جانور مین سے جو ٹکڑا جدا کرلیا جاوے وہ مردار ہی اور شکار مین دیکھا جائیگا کہ اگر صید مذکور بدون اس جدا کیے ٹکڑے کے زندہ رہ سکے تو اسکا کھانا روا نہین ہی اور اگر بدون اسکے زندہ نہ رہ سکے جیسے سر تو جدا کیا ہوا اور باقی دونون کا کھانا روا ہی۔ اور اگر بھیڑیے نے کسی بکری کی کھوپڑی اُتار لی تو جبتک وہ زندہ ہی تبتک اُسکے لبہ یعنی اوپر کے کنارہ گردن اور جبڑے کے درمیان چھری چلاکر ذبح کر لینے سے حلال ہوجائے گی یہ ذخیرہ کردری مین ہی منتقی مین ہی کہ ایک اونٹ ایک کنوین مین گر پڑا جانتا ہی کہ اُس سے نہ مریگا حالانکہ وہ مرگیا تو نہ کھایا جائیگا اور اگر مشکل ہو تو کھایا جائیگا یہ محیط کی کتاب الصید مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی بکریان ایک چرواہے کے سپرد کین اُسنے ان بکریون مین سے ایک بکری ذبح کی اور کہا کہ مین نے اسکو ایسی حالت مین ذبح کیا ہی کہ جب یہ مردہ تھی اور مالک نے کہا کہ نہین بلکہ تونے اسکے زندہ ہونیکی حالت مین ذبح کیا ہی تو قسم سے چرواہے کا قول قبول ہوگا[1] اور اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ ایک بھیڑیے نے ایک بکری کی رگہاے گردن کاٹ ڈالین اور ہنوز وہ زندہ موجود تھی تو اُسکی ذکوۃ یعنے ذبح کرکے حلال کرنیکی کوئی صورت نہین ہی کیونکہ محل ذبح جاتا رہا ہی یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین

[illegible]

---

[1] اس واسطے قول قبول ہوا کہ وہ امانت دار ہے ۱۲ منہ [2] پس ذکوۃ اضطراری معتبر نہ ہوگی ۱۲ منہ

[3] یعنے حالت مشتبہ ہو ۱۲ منہ ۔ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے ایک بکری کے دو ٹکڑے کر دیے پھر دوسرے نے اُسکی رگہائے گردن کاٹ دین درحالیکہ اسکا سر حرکت کرتا تھا یا ایک شخص نے اُسکا پیٹ پھاڑ کر جو کچھ اُسکے پیٹ مین تھا باہر نکال دیا پھر دوسرے نے اُس کی رگہائے گردن کاٹ دین تو یہ بکری نہ کھائی جاوے گی کیونکہ پہلے شخص کا فعل قاتل ہے اور امام قدوری رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اسمین دو صورتین ہین کہ اگر پہلے شخص کی ضرب اُس کے بیٹھ کے متصل واقع ہوئی تو یہ بکری نہ کھائی جائیگی اور اگر سر کے متصل واقع ہوئی تو کھائی جاوے گی

کذا فے البدائع ۱۲ - ۱۲

کتاب الاضحیہ

اس کتاب مین نو باب ہین

باب اول - اضحیہ کی تفسیر و رکن و صفت و شرائط و حکم کے بیان مین اور جس شخص پر یہ واجب ہوتا ہے اور جس پر نہین ہوتا ہے اسکے بیان مین شرع مین حیوان[1] مخصوص بسن مخصوص کو جو یوم مخصوص مین بہ نیت قربت وقت وجود شرائط و سبب اس نیت کے ذبح کیا جاوے اضحیہ کہتے ہین یہ بتبیین مین ہے اور جس جانور کا قربانی کرنا جائز ہے اسکو قربانی کی نیت سے قربانی کے دنون مین ذبح کرنا اضحیہ کا رکن ہے کیونکہ رکن الشئے وہ ہے جس سے اُس شے کا تقوم ہو اور اضحیہ کا تقوم اس فعل سے ہے پس یہ رکن ہوا کذا فے النہایہ رہا صفت تضحیہ کا بیان سو تضحیہ دو طرح کا ہوتا ہے واجب و تطوع[2] پھر واجب کے چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ غنی و فقیر دونون پر واجب ہو از انجملہ یہ کہ فقیر پر واجب ہو نہ غنی پر و از انجملہ یہ کہ غنی پر واجب ہو نہ فقیر پر پس جو غنی و فقیر دونون پر واجب ہوتا ہے وہ منذور ہے یعنے نذر کی ہو مثلاً کہا کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے مجھپر واجب ہے کہ مین ایک بکری یا ایک بدنہ یا یہ بکری یا یہ بدنہ قربانی کرون اسیطرح اگر اُسنے ایسا کلام اپنی تنگدستی کیحالت مین کہا پھر وہ ایام نحر[3] مین فراخ حال ہو گیا تو اُسپر دو بکریان قربانی کرنی واجب ہونگی کیونکہ نذر کیوقت اُسپر کوئی قربانی واجب نہ تھی پس یہ کلام محتمل اخبار نہین ہوسکتا ہے تو حقیقت شرعیہ پر محمول کیا جائیگا پس ایک اضحیہ اسپر اپنی نذر سے

[1] قال المترجم قولہ حیوان مخصوص یعنے وہ جانور جو قربانی ہوتے ہین جیسے بکری گائے و اونٹ قولہ بسن مخصوص مثلاً بکرا علے الاصح سال بھر سے کم نہ ہو قولہ یوم مخصوص یعنے ذی الحجہ کی دسوین سے تا آخر ایام قربانی ۱۲ منہ [2] نفل یعنے واجب نہین مگر بنظر ثواب ہے ۱۲ منہ [3] ایام قربانی ۱۲ منہ یعنے جس جانور کے قربانی کی نذر کی ہے وہ دو واجب ہون گی ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

کیوجہ سے واجب ہوگا اور دوسرا ایجاب شرع واجب ہوگا۔ اور اضحیہ تطوع وہ ہی جو مسافر یا فقیر کرے جسکی طرف سے قربانی کرنے کی نذر نہین پائی گئی اور نہ اضحیہ کی خرید ثابت ہوئی ہی اور تطوع اسوجہ سے ہوگا کہ سبب و شرط وجوب معدوم ہی۔ اور جو اضحیہ کہ فقیر پر واجب ہوتا ہی نہ غنی پر وہ ایسا اضحیہ ہی جسکو فقیر نے اضحیہ کیواسطے خرید کیا مثلاً ایک فقیر نے ایک بکری بدین نیت خریدی کہ مین اسکی قربانی کرونگا اور اگر غنی ہو تو اسپر خریدنے سے واجب نہوگی اور اگر کسی شخص کی ملک مین ایک بکری ہو پس اُسنے نیت کی کہ مین اسکی قربانی کرونگا یا کسی نے ایک بکری خریدی مگر خریدنے کیوقت اسکی قربانی کرنے کی نیت نہ کی پھر نیت کی کہ اسکی قربانی کرون تو قربانی اُسپر واجب نہو جائے گی خواہ یہ شخص فقیر ہو یا غنی ہو اور جو اضحیہ کہ فقط غنی پر واجب ہوتا ہی نہ فقیر پر وہ ہی کہ بدون نذر و بدون نیت اضحیہ خرید کرنے کے واجب ہو یعنی شکر نعمت حیات اور طریقہ موروثی حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ السلام زندہ کرنے کی غرض سے واجب ہو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے ان ایام مین ایک مینڈھا[1] ذبح کرنے کا حکم فرمایا تھا یہ بدائع مین ہی اور قربانی واجب ہونے کے شرائط ازانجملہ یہ ہی کہ فراخ دستی ہو اور فراخ دستی سے مراد ہی جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہی ایسی فراخ دستی نہین مراد ہی جس سے زکوۃ واجب ہوتی ہی اور بلوغ و عقل شرط نہین ہی حتے کہ اگر نابالغ کا مال ہو تو اسکی طرف سے اسکا باپ یا باپ کا وصی اُسکے مال سے خرید کر قربانی کردیگا مگر گوشت صدقہ نہ کریگا اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ان دونون مین سے کوئی ضامن نہوگا اور اگر گوشت صدقہ کردیا تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور ازانجملہ یہ کہ اسلام شرط ہی پس کافر پر واجب نہوگی اور واضح ہو کہ تمام وقت مین اول سے آخر تک اسلام شرط نہین ہی حتے کہ اگر اول وقت مین کافر ہو پھر آخر وقت مین اسلام لایا تو اسپر قربانی واجب ہوگی۔ ازانجملہ حریت ہی پس غلام پر قربانی واجب نہوگی اگرچہ غلام ماذون التجارۃ یا مکاتب ہو اور یہ شرط نہین ہی کہ اول وقت سے آزاد ہو [آزادی ۱۲] بلکہ اگر آخر جزو وقت مین آزاد ہو گیا تو کافی ہی چنانچہ اگر آخر وقت مین آزاد ہوا۔ اور نصاب کا مالک ہوا تو اسپر اضحیہ واجب ہوگا ازانجملہ یہ شرط ہی کہ مقیم ہو پس مسافر پر واجب نہین ہی اور پورے وقت مین مقیم ہونا شرط نہین ہی حتے کہ اگر اول وقت مین مسافر ہو پھر آخر وقت مین مقیم ہو گیا تو اسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر اول وقت مین مقیم تھا اگر سفر کیا پھر آخر وقت مین مقیم ہوا تو اسپر قربانی واجب ہوگی یہ اسوقت ہی کہ اس نے قربانی کا جانور خریدنے سے پہلے سفر کیا ہو اور اگر قربانی کیواسطے بکری خریدی پھر سفر کیا تو منتقی مین مذکور ہی کہ اسکو اختیار ہی کہ یہ بکری فروخت

[1] قال المترجم علماء مختلف ہین کہ ذبیحہ فدیہ اسحاق تھا یا فدیہ اسمعیل اور طحطاوی و شامی و بحر العلوم وغیرہ نے قول اول لیا ہے اور اصح یہ کہ فدیہ اسمٰعیل تھا بلکہ یہی صحیح ہے اور مترجم نے تفسیر اردو مین جس کا نام مواہب الرحمٰن ہے خوب محقق بیان کیا ہی ۱۲

کر دے یا باقی نہ کرے اور ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہے کہ وہ اسکو فروخت کر دے اور بعضے مشائخ نے تنگدست و فراخ دست مین فرق کیا ہے یعنے فرمایا کہ اگر فراخ دست ہے تو یہی حکم ہے اور اگر تنگدست ہے تو چاہیے کہ اُسپر واجب ہو اور سفر کیوجہ سے اُس سے ساقط نہو۔ اور اگر اُسنے وقت آنیکے بعد سفر کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسا ہی حکم ہونا چاہیے ہے اور سب شرطین جو ہمنے ذکر کر دی ہین انمین مرد و عورت یکسان ہین یہ بدائع مین ہے۔ اور قربانی کا حکم یہ ہے کہ دنیا مین جو امر اُسکے ذمہ واجب ہوا تھا اُس سے ادا ہو گیا اور اللہ تعالے کے فضل سے عقبی مین اسکو ثواب ملیگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور موسر یعنے فراخ دست ظاہر الروایۃ کے موافق وہ شخص ہے جو اپنے مسکن و متاع خانہ و سواری و خادم وغیرہ سے جنکی اسکو حاجت ہے کہ اُنسے بے پروا نہین ہو سکتا ہے انکے سوائے دو سو درم یا بیس دینار یا اتنی قیمت کی کوئی چیز رکھتا ہو اور ضروری چیزین جو مذکور ہوئین ان کے سوائے اگر اُسکے پاس سوائم یا رقیق یا گھوڑے یا متاع تجارت وغیرہ ہون تو وہ سب اُسکی فراخ دستی مین شمار ہونگے۔ اور اگر اُسکے پاس عقار و کرایہ پر چلانے کی ملک ہو تو مشائخ متاخرین نے خلاف کیا ہے پس شیخ زعفرانی و شیخ علی رازی نے اُسکی قیمت کا اعتبار کیا ہے اور شیخ ابو علی دقاق رحمہ اللہ وغیرہ نے آمدنی کا اعتبار کیا ہے پھر باہم اختلاف کیا کہ شیخ ابو علی دقاق رح نے فرمایا کہ اگر اس سے اُس شخص کو ایک سال کھانیکی آمدنی حاصل ہوتی ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور انھین مشائخ مین سے بعض نے کہا کہ ایک مہینہ کھانے کی آمدنی حاصل ہوتی ہو اور ہرگاہ کہ اسمین سے دو سو درم یا زیادہ بچے تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر کوئی عقار اُسپر وقف ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر قربانی کے ایام مین اسکے واسطے دو سو درم یا زیادہ واجب ہوئے ہین تو اُسپر قربانی واجب ہوگی ورنہ نہین یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر اُسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اگر مال موجود قرضہ مین صرف کیا جاوے تو نصاب پورا نہے کم ہو جاوے تو اُسپر قربانی واجب نہوگی اسی طرح اگر اُسکا مال ہو مگر اُسکے پاس نہو غائب ہو کہ ایام قربانی مین اسکو نہ ملے تو اُسپر قربانی واجب نہوگی اور یہ شرط نہین ہے کہ یہ شخص ہر وقت مین غنی ہو حتے کہ اگر اول وقت قربانی مین فقیر ہو پھر آخر وقت مین غنی ہو گیا تو اُسپر واجب ہوگی۔ اور اگر اُسکے پاس دو سو درم ہوں پھر اُسپر سال گذر گیا اور اُسنے پانچ درم زکوۃ مین دیدیے پھر قربانی کے ایام آئے اور اسکا مال ایک سو پچانوے ۱۹۵ درم ہین تو اُسمین ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہین ہے اور شیخ زعفرانی نے ذکر کیا کہ اُسپر اضحیہ واجب ہوگا کیونکہ مال مین کمی ایسے طریق سے آئی ہے کہ وہ خود قربت ہے پس یہ مال تقدیراً موجود قرار دیا جائیگا حتے کہ اگر اُسنے اسمین سے پانچ درم نفقہ مین خرچ کر دیے ہون تو اُسپر قربانی واجب نہوگی۔ اور اگر فراخ دست آدمی نے قربانی کیواسطے ایک بکری خریدی وہ ضائع ہو گئی پھر اُسکے نصاب مین کمی آ گئی اور وہ فقیر ہو گیا پھر ایام نحر آ گئے تو اُسپر یہ واجب نہوگا کہ دوسری بکری

خریدے اور اگر اُسنے قربانی کے دنون مین وہی بکری جو ضائع ہوگئی تھی پائی حالانکہ وہ تنگدست ہے
اُسپر اُسکی قربانی کرنی واجب نہوگی۔ اور اگر پہلی بکری ضائع ہوگئی پھر اُسنے فراخ دستی کی حالت
دوسری بکری خرید کر قربانی کی پھر تنگدست ہوگیا اور تنگدستی کی حالت مین اُسنے پہلی بکری پائی تو اُسپر کچھ
کردینا واجب نہوگا۔ یہ بدائع مین ہی۔ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک مہر کیوجہ سے عورت کی تو
کا اعتبار جبھی ہوگا۔ کہ جب اُسکا خاوند توانگر ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرے قول کے موافق
عورت توانگر نہین شمار ہوتی ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ائمہ مین یہ اختلاف مہر مؤجل مین ہی جسکو فارسی
دست پیمان کہتے ہین اور اگر مہر معجل ہو جسکو فارسی مین کابین کہتے ہین تو ایسے مہر کیوجہ سے عورت با
توانگر نہین شمار ہوگی۔ اور اجناس مین لکھا ہی کہ اگر کسی باورچی کے پاس دوسو درم قیمت کے گیہون ہو
جس سے تجارت کرتا ہو یا دوسو درم قیمت کا نمک ہو یا کندی گر کے پاس دوسو درم قیمت کا صابون
ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی کے پاس دوسو درم کا مصحف مجید ہو اور یہ شخص
ہو کہ اُسکو اچھی طرح پڑھ سکتا ہو تو اُسپر قربانی واجب نہوگی خواہ وہ شخص اس مصحف سے پڑھتا ہو یا
کرتا ہو نہ پڑھتا ہو۔ اور اگر وہ شخص اس مصحف سے نہ پڑھ سکتا ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر
چھوٹا لڑکا ہو اُسکے واسطے اُسنے قرآن شریف کی جلد رکھ چھوڑی ہو کہ ذرا بڑا ہووے تو اُس کو
اُستاد کے سپرد کرے تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور کتب علم وحدیث اس حکم مین مثل مصحف مجید
ہین کذا فی الظہیریہ اور فتاوے صغرے مین ہی کہ کتابون کیوجہ سے غنی نہین شمار ہوتا ہی الا اُس صو
مین کہ اُسکے پاس ہر قسم کی دو کتابین ایک ہی شیخ سے ایک ہی روایت سے ہون اور اگر ایک ہی
سے دو روایتون سے ہون جیسے شیخ ابوحفص نے اور شیخ ابوسلیمان نے امام محمد سے روایت کی
تو ایسے مکرر نسخہ ہونے سے اُسپر قربانی واجب نہوگی اور وہ غنی شمار نہوگا اگر اُسکے پاس احادیث واد
کی کتابین وتفسیر کی کتابین ہون اگرچہ اُسکے پاس ہر قسم کی دو کتابین ہون۔ اور جسکے پاس طب ونجوم
کی کتابین ہون پس اگر انکی قیمت نصاب کو پہونچے تو وہ غنی شمار ہوگا یہ دجیز کردری مین ہی۔ اجناس مین
ہی کہ ایک شخص لنگ کرتا ہی اُسنے دوسو درم قیمت کا ایک گدھا خریدا اُسکے ذریعہ سے سوار ہوکر
حاجتون مین آتا جاتا ہی تو اُسپر قربانی واجب نہوگی حالانکہ ہنوز اُسکی وہی قیمت ہی اور اگر ایک شخص
پاس ایک دار ہو جسمین دو بیت ہون ایک جاڑے کا اور ایک گرمی کا یا فرش جاڑے وگرمی کا ہو تو
وجہ سے غنی نہوگا اور اگر اس دار مین تین بیت ہون اور تیسرے بیت کی قیمت دوسو درم ہون
قربانی واجب ہوگی اسیطرح اگر تیسرا فرش ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اور غازی یعنے جہاد کرنیوالا دو گھ
سے غنی نہین ہوتا ہی تیسرے سے ہوسکتا ہی اور غازی ہتھیارون سے غنی نہین ہوتا ہی الا اُس

ــه اس مین سے روایتون کا اختلاف ہوتا ہی ۱۲ منہ

ہین کہ اُسکے پاس ہر قسم کے دو ہتھیار ہون کہ ایک جوڑ کی قیمت دو سو درم ہون تو غنی شمار ہوگا اور فتاوے
مین ہی کہ زمیندار ایک گھوڑے یا ایک گدھے سے غنی نہین ہوتا ہی اور اگر اُسکے پاس دو گھوڑے یا
دو گدھے ہون کہ ایک کی قیمت دو سو درم ہون تو وہ غنی صاحب نصاب قرار دیا جائے گا۔ اور کاشتکار
دو بیلون اور آلات کاشتکاری سے غنی نہین ہوتا ہی اور ایک گائے سے غنی ہوتا ہی اور اگر تین بیل ہون
کہ ایک بیل کی قیمت یا گائے کی قیمت دو سو درم ہو تو وہ صاحب نصاب ہی اور کپڑون والا اگر تین دستہ کپڑے
سے ایک ہر وقت کے پہننے کے دوسرے درمیانی کپڑے تیسرے ذرا اچھے عیدون مین پہننے کے
کپڑے سے غنی نہین ہوتا ہی ہان اگر چوتھا دستہ ہو تو غنی ہو سکتا ہی۔ اور جسکے پاس باغ انگور ہی وہ غنی
ہی اگر اُسکی قیمت دو سو درم ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اور کسی شخص پر یہ لازم نہین ہی کہ اپنی بالغ اولاد کیطرف
سے یا اپنی جورو کی طرف سے قربانی کرے لیکن اگر انمین سے کسی نے اُسکو اذن دیا ہو تو قربانی کرے
اور نابالغ فرزند کیطرف سے قربانی کرنے مین امام اعظم رح سے دو روایتین ہین ظاہر الروایۃ مین مستحب ہے
واجب نہین ہی بخلاف صدقہ فطر کے کہ وہ واجب ہی اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی
ہی کہ اُسپر واجب ہی کہ اپنے نابالغ فرزند کیطرف سے اور اپنے بیٹے کے بیٹے کیطرف سے جسکا باپ
مر گیا ہی قربانی کرے مگر فتوے ظاہر الروایۃ کے موافق ہی۔ اور اگر نابالغ کا مال ہو تو ہمارے بعض مشائخ
نے فرمایا کہ باپ پر اُسکی طرف سے قربانی کرنی واجب ہی کذا فے فتاوے قاضی خان اور یہی اصح ہی یہ
ہدایہ مین ہی۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک وصی کو اختیار ہی کہ مال صغیر سے اُسکی طرف سے قربانی کرے
بقیاس صدقہ فطر کے مگر وصی اُسکا گوشت صدقہ نہ کرے گا بلکہ صغیر اُسکو کھائیگا پھر اگر اسقدر بچ رہا کہ اُسکا
رکھ چھوڑنا ممکن نہین ہی تو اُسکے عوض ایسی کوئی چیز خریدے جس سے عین سے وہ نفع اُٹھائے
کذا فی فتاوے قاضی خان اور صحیح یہ ہی کہ یہ واجب نہین ہی اور وصی اُسکے مال سے ایسا کرنیکا اختیار
نہین رکھتا ہی کذا فی المحیط۔ اور بنا بر اُس روایت کے جسمین مذکور ہی کہ مال صغیر مین قربانی واجب نہین
ہوتی ہی باپ و وصی کو اُسکے مال سے اُسکی طرف سے قربانی کرنیکا اختیار نہین ہی اور اگر باپ نے ایسا
کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک کچھ ضامن نہوگا اور اسی پر فتوے ہی اور اگر وصی نے
ایسا کیا تو امام محمد رح کے قول کے موافق ضامن ہوگا اور امام اعظم رح کے قول کے موافق مشائخ نے اختلاف
کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ جیسے باپ ضامن نہین ہوتا ہی وصی بھی ضامن نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ
اگر صغیر کھاتا ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور معتوہ و مجنون اس حکم مین مثل نابالغ کے ہین مگر جو
مجنون ایسا ہو کہ کبھی اُسکو جنون رہتا ہو اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہو وہ مثل صحیح کے ہی یہ فتاوی قاضی خان

لہ یعنے جبکہ اُسکی قیمت دو سو درم ہو ۱۲ ملہ یعنے جب دو سو درم قیمت ہو ۱۲ سہ یعنے کہا کہ میری طرف سے قربانی کر دے ۱۲ منہ
ملہ یعنے اُسکے مال سے و قدمرت الروایۃ فیما تقدم اشح من ہذہ و فیہ فیہ ۱۲ منہ صہ یعنے کھانے پینے کی کوئی چیز نہ خریدے ۱۲ منہ

مین ہے۔ اور یہ کسی شخص پر واجب نہین ہے کہ اپنے رقیق یعنے محض لونڈی و غلام کی طرف سے قربانی کرے
اور نہ یہ واجب ہے کہ اپنی ام ولد کیطرف سے قربانی کرے یہ ملتقط مین ہے مگر مستحب ہے کہ اپنے مملوکون
کیطرف سے قربانی کرے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور جو نابالغ کہ ایام قربانی مین بالغ ہوگیا حالانکہ وہ توانگر
ہے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بالاجماع اُسپر قربانی واجب ہوگی یہ بدائع مین ہے اور مسافر پر قربانی
واجب نہین ہوتی ہے اور نہ حاجیون پر جبکہ وہ احرام مین ہون اگرچہ اہل مکہ مین سے ہون یہ شرح
طحاوی مین ہے اور رہا بیان کیفیت وجوب سو از انجملہ یہ ہے کہ قربانی اپنے ایام مین بطور موسع[1] واجب
ہوتی ہے یعنے تمام وقت مین کسیوقت قربانی کرے کوئی وقت معین نہین ہے پس جسپر قربانی واجب ہوئی
اگر اُسنے ایام قربانی مین سے کسیوقت قربانی کردی تو واجب ادا ہوجائیگا خواہ اُسنے اول وقت
قربانی کی ہو یا درمیان مین یا آخر وقت مین اور اسی سے نکلتا ہے کہ اگر اول وقت مین قربانی واجب ہونیکی
اہلیت نہ رکھتا ہو پھر آخر وقت اسکا اہل ہوگیا مثلاً اول وقت مین کافر یا غلام یا فقیر یا مسافر تھا پھر آخر وقت
مین اہل ہوگیا یعنی مسلمان آزاد توانگر و مقیم ہوگیا تو اُسپر قربانی واجب ہوجائے گی اور اگر اول وقت مین
اہلیت رکھتا تھا پھر آخر وقت مین نااہل ہوگیا مثلاً مرتد ہوگیا یا فقیر ہوگیا یا مسافر ہوگیا تو اُسپر واجب نہ ہوگی
اور اگر کسی نے اول وقت مین قربانی کردی حالانکہ وہ فقیر تھا پھر آخر مین توانگر ہوگیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ
دوبارہ قربانی کرے اور یہی صحیح ہے اور اگر تمام وقت مین توانگر رہا مگر قربانی نہ کی پھر فقیر ہوگیا تو قربانی کے لائق
ایک بکری کی قیمت اُسکے ذمہ قرضہ ہوجائیگی کہ جب اُسکو یہ قیمت ہاتھ آجاوے تو اُسکو صدقہ کردے اور اگر
قربانی کے ایام مین توانگر مرگیا اور ہنوز اُسنے قربانی ادا نہ کی تھی تو اُسکے ذمہ سے ساقط ہوجائیگی۔ از انجملہ
یہ ہے کہ قربانی کے ایام مین جب تک وقت باقی ہے تب تک قربانی کرنیکے قائم مقام دوسری چیز نہین ہوسکتی
ہے حتے کہ اگر اُسنے بعینہ بکری یا بکری کی قیمت ایام قربانی مین صدقہ کردی تو اُسکی قربانی ادا نہوگی۔ از انجملہ یہ ہے
کہ قربانی کرنے مین نیابت جاری ہوتی ہے پس جائز ہے کہ آدمی خود ذبح کرے یا اُسکی اجازت سے دوسرا
اُسکی طرف سے ذبح کردے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ یہ قربت مال سے متعلق ہے پس اسمین نیابت ہوسکتی ہے
خواہ وہ شخص جسکو اجازت دی ہے مسلمان ہو یا کتابی ہو۔ از انجملہ یہ ہے کہ اگر قربانی اپنے وقت پر ادا نہ ہوئی
تو اُسکی قضا ہوتی ہے پھر اُسکی قضا کبھی اسطرح ہوتی ہے کہ بکری کی قیمت صدقہ کردے اور اگر اُسنے کسی
خاص بکری کا قربانی کرنا اپنے اوپر واجب کرلیا تھا مگر قربانی کے ایام گذر گئے اور اُسنے قربانی نہ کی تو اُس
بکری کو بعینہ زندہ صدقہ کردے خواہ یہ شخص توانگر ہو یا تنگدست ہو اسیطرح اگر اُسنے کوئی بکری اسواسطے
خریدی کہ اُسکی قربانی کرے مگر اُسکی قربانی نہ کی یہانتک کہ قربانی کے ایام گذر گئے تو بھی یہی حکم ہے اور از انجملہ

[1] موسع وہ وقت جو ادا ے فعل سے زائد ہو جیسے فرض ظہر کا وقت ہے۔ اور مضیق وہ وقت کہ بقدر فرض ہو جیسے روزہ
پورے دن مین ادا ہوتا ہے ۱۲ [2] گو قربانی نہ کی ہو ۱۲

یہ ہے کہ اُسکے وجوب نے ہر ذبح کو جو اس سے پہلے تھا جیسے عقیقہ و رجبیہ و عتیرہ وغیرہ سب کو منسوخ کردیا ہے کذا فے البدائع

دوسرا باب - بوجہ نذر کے یا جو اسکے معنی مین ہی قربانی واجب ہونیکے بیان مین - ایک شخص نے قربانی کیواسطے ایک بکری خریدی اور اپنی زبان سے اُسکی قربانی واپس کرلی پھر دوسری خریدی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکو پہلی بکری فروخت کرنیکا اختیار ہی اور اگر دوسری بکری بہ نسبت پہلی بکری کے خراب یعنے کم قیمت ہو اور اُسنے دوسری بکری ذبح کی تو جسقدر دونون بکریون کی قیمت مین تفاوت ہی وہ صدقہ کردے کیونکہ جب اُسنے پہلی بکری کو اپنی زبان سے واجب کرلیا تو پہلی بکری کی مالیت کی قدر اپنے اوپر اللہ تعالی کیواسطے واجب کرلیا پس اُسکو روا نہ ہوگا کہ اپنے واسطے کچھ بچا رکھے اسیواسطے دوسری کی قیمت سے جسقدر پہلی کی قیمت زائد ہی وہ صدقہ کرنا واجب ہی اور ہمارے بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہی کہ یہ شخص خریدنیوالا فقیر ہو اور اگر توانگر ہو تو اُسپر یہ واجب نہین ہے کہ بڑھتی قیمت صدقہ کرے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ غنی و فقیر دونون کا حکم یکسان ہی یعنی اُسپر واجب ہی کہ بڑھتی قیمت صدقہ کردے خواہ توانگر ہو یا فقیر ہو اسواسطے کہ غنی پر قربانی کا وجوب اگر بر ذمہ ہوتا ہی مگر تعیین اُسکے معین کرنے سے ہوجاتا ہی پس یہ بکری جو اُسنے معین کی بقدر اُسکی مالیت کے متعین ہوگئی اسواسطے کہ تعیین مین اسیٰ کا اعتبار کیا جائیگا اگر کسی توانگر نے قربانی کا جانور خریدا یعنے بکری پھر وہ گم ہوگئی پھر اُسنے دوسری خریدی پھر پہلی گم شدہ کو ایام قربانی مین پایا تو اُس کو اختیار ہی کہ دونون مین[1] سے جس کو چاہے قربانی کرے اور اگر تنگدست ہو اور اُسنے ایک بکری خرید کر اُسکی قربانی واجب کرلی پھر گم ہوجانے سے دوسری خریدی پھر پہلی کو پایا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر دونون کا قربانی کرنا لازم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر کسی نے دس جانور کی قربانی اپنے اوپر واجب کی تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر سوائے دو کے کوئی واجب نہوگی اسواسطے کہ اثر مین دو ہی کا بیان آیا ہی ایسا ہی کتاب مین مذکور ہی اور صحیح یہ ہی کہ اُسپر واجب ہونگی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر کسی نے قربانی کیواسطے ایک بکری خریدی پھر اُسکو فروخت کیا اور ایام قربانی مین دوسری خریدی تو اسمین تین صورتین ہین اول آنکہ قربانی کی نیت سے ایک بکری خریدی ہو دوم یہ کہ بغیر نیت قربانی کے بکری خریدی پھر قربانی کی نیت کی سوم یہ کہ بغیر نیت قربانی کے خریدی پھر اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کرلی یعنی یہ کہا اللہ تعالی کیواسطے مجھپر واجب ہی کہ اس سال مین اس کی قربانی کردن - پس اول صورت مین موافق ظاہر الروایۃ کے وہ بکری اُضحیہ نہ ہوجائیگی تاوقتیکہ اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب نکرے - اور امام ابو یوسف رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ وہ بکری مجرد نیت سے اُضحیہ ہوجائیگی جیسا کہ زبان سے اُسکی قربانی واجب کرنے مین ہوجاتی ہی اور

[1] اسی کا اعتبار ہی ورنہ معین وغیرہ مین یکسان ہین ۱۲

اسی کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اور بعض متاخرین نے لیا ہے۔ اور امام محمد رح سے منتقی مین مروی ہے کہ ایک شخص نے قربانی کیواسطے ایک بکری خریدی اور خرید کیوقت قربانی کی نیت دلمین رکھی تو وہ نیت کے موافق اضحیہ ہوجائیگی پھر اگر ایام قربانی سے پہلے اُسنے سفر کیا تو اُسکو فروخت کرسکتا ہے اور بوجہ مسافرت کے قربانی اس سے ساقط ہوجائیگی اور صورت دوم یعنے بغیر نیت قربانی کے خرید کر پھر قربانی کی نیت کی یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہے اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ وہ اضحیہ نہوجائیگی حتے کہ اگر اُسنے یہ بکری فروخت کردی تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور ہم اسی کو لیتے ہین اور تیسری صورت مین یعنی خریدنے کے بعد اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کی تو بالاتفاق سب کے نزدیک اضحیہ ہوجائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے ایسی بکری جسکو اُسنے بہ نیت قربانی خریدا تھا بلا نیت قربانی ذبح کیا تو جائز ہے کہ خریدنے کیوقت کی نیت کافی ہے یہ جنیز کردری مین ہے ایک شخص نے قربانی کی نیت سے ایک بکری خرید کر فروخت کردی پھر دوسری خرید کر قربانی کی اور پہلی بکری اُسنے بیس[1] درم کو فروخت کی اور مشتری کے پاس اس مین زیادتی ہوگئی یعنے وہ تیس درم کی ہوگئی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک پہلی بکری کی بیع جائز ہے اور اُسپر واجب ہوگا کہ دوسری سے پہلی مین جسقدر مشتری کے پاس زیادتی ہوگئی یہ زیادتی کی مقدار صدقہ کردے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پہلی بکری کی بیع باطل ہے پس پہلی بکری مشتری سے لیجائیگی۔ یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے تجارت کیواسطے ایک بکری خریدی پھر اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کر لی تو اُسپر واجب ہے کہ ایسا ہی کرے اور اگر نہ کیا یہانتک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسکو بعینہ صدقہ کردے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر دو بکریان قربانی کین تو اصح یہ ہے کہ دونون سے قربانی ہوگی کیونکہ حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ کچھ ڈر نہین ہے کہ ایک بکری سے قربانی کرے یا دو بکریون سے قربانی کرے یہ محیط سرخسی مین ہے کہ ایک شخص نے اضحیہ تیس درم کو خریدا تو دو بکریان بہ نسبت ایک کے افضل ہین بخلاف اسکے اگر بیس[2] درم کو خریدے تو ایک بکری بہ نسبت دو بکریون کے بہتر ہے کیونکہ تیس[3] درم مین قربانی کے واسطے جیسی سن کی اور جتنی بڑی چاہیے ہے اچھی پوری دو بکریان آتی ہین اور بیس درم مین نہین آتی ہین حتے کہ اگر کہین آتی ہون تو دو بکریان خریدنا بہتر ہوگا اور اگر تیس درم مین دو بکریان ایسی نہ ملین تو ایک بکری خریدنا افضل ہوگا یہ فتاوے کبری مین ہے۔ ایک شخص نے ایک بکری قربانی کرنیکی نیت کی اور کسی بکری کو معین نہ کیا تو اُسپر ایک بکری واجب ہوگی اور اسمین سے کھا نہین سکتا ہے اور اگر کچھ کھایا تو اسقدر کی قیمت صدقہ کرنی واجب ہوگی یہ جنیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ مین ایک بکری قربانی کرون پھر اُسنے بدنہ یا گائے قربانی کی تو جائز ہے کذا فی السراجیہ

ملہ ع یعنی قربانی ہوجاتی کی ۱۲ منہ

تیسرا باب - قربانی کے وقت کے بیان مین - قربانی کا وقت تین روز تک ہی یعنے ذیحجہ کی دسوین و گیارھوین و بارھوین اور اول تاریخ افضل ہی اور آخر تاریخ ادون ہی اور دسوین تاریخ طلوع فجر سے لیکر بارھوین تاریخ غروب آفتاب تک ان ایام کے دن و رات مین قربانی جائز ہی لیکن رات مین ذبح کرنا مکروہ ہی اور اگر یوم اضحے مین شک ہوا تو مستحب یہ ہی کہ تیسرے روز تک تاخیر نہ کرے اور اگر تاخیر کردی تو مستحب یہ ہی کہ اُسمین سے کچھ نہ کھاوے اور سب کو صدقہ کردے اور جس جانور کو ذبح کیا ہی اُسکی ذبح کی ہوئی حالت مین جو قیمت اندازہ کیجاوے اور جسقدر اُسکے زندہ ہونے کی حالت مین قیمت اندازہ کیجاوے ان دونون قیمتون مین جسقدر فرق ہو اُسقدر دام بھی صدقہ کردے کیونکہ اگر قربانی غیر وقت مین واقع ہوئی تو یہ شخص عہدہ واجب سے اُسکے خارج نہین[1] ہوسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی ایام نحر تین دن ہین اور ایام التشریق تین دن ہین اور دونون[2] چار مین پورے ہوتے ہین کہ ان چار مین سے اول روز فقط یوم النحر ہی اور ان چار مین سے آخر روز فقط یوم تشریق ہی اور بیچ کے دونون روز یوم نحر بھی ہین اور یوم تشریق بھی ہین اور ان ایام مین قربانی کرنا بہ نسبت قربانی کے دام صدقہ کرنے کے افضل ہی کیونکہ اگر اُس نے قربانی کی تو واجب ادا ہوا یا سنت ادا ہوئی اور اگر دام صدقہ کیے تو محض تطوع ہی پس اسپر اسکو فضیلت ہی یہ ہدایہ مین ہی اور سواد شہر والون کے واسطے وقت مستحب طلوع آفتاب کے بعد ہی اور اہل شہر کے حق مین خطبہ[3] کے بعد ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نماز مین تھا تو نہین جائز ہی اسی طرح اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے بقدر تشہد کے قعدہ نہین کیا تھا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے بقدر تشہد کے قعدہ کرلیا تھا مگر ہنوز سلام نہین پھیرا تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ بقیاس قول امام اعظم رح کے نہین جائز ہی جیسا کہ نماز مین ہونے کی حالت مین کیا کرنا نہین جائز ہی کیونکہ امام رح کے نزدیک اپنی حرکت سے نماز سے باہر ہونا فرض ہی کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے ایک سلام پھیرا تھا تو بالاتفاق قربانی جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر امام نماز سے فارغ ہوگیا اور ہنوز خطبہ نہین پڑھا ہی تو ذبح کرنا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور تشہد کے بعد جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو تب تک قربانی کرنا نہین جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ امام نے نماز پڑھی پھر لوگون نے قربانی کی پھر معلوم ہوا کہ امام نے بلاوضو نماز پڑھی ہی تو قربانی جائز ہوگی اور اگر لوگون کے متفرق ہونے سے پہلے امام کو یاد آگیا کہ مین نے بلاوضو نماز پڑھی ہی تو نماز کا اعادہ کیا جائیگا اور قربانی کا اعادہ نہین کیا جائیگا

---

[1] یعنی اگر غیر وقت مین واقع ہوئی تو اسپر واجب تھا کہ بکری زندہ صدقہ کردے یا اُسکی قیمت اور اس صورت مین ذبح ہوگئی تو زندہ کے حساب سے قیمت لگا کر جسقدر فرق ہو صدقہ کردے ۱۲ منہ [2] یعنے دسوین تاریخ ذیحجہ ۱۲ منہ [3] یعنے دسوین سے لیکر تیرھوین ہی ۱۲ منہ [4] یعنے خطبہ نماز ۱۲ منہ

اور بعضے لوگون نے کہا کہ لوگ نماز کا اعادہ نہ کرینگے فقط امام اعادہ کریگا اور اگر امام نے لوگون مین منادی کرا دی کہ نماز کا اعادہ کرین تو جس شخص نے اس بات سے واقف ہونے سے پہلے ذبح کیا ہو اسکی قربانی جائز ہو گی اور جس نے بعد جاننے کے ذبح کیا اُسکی قربانی جائز نہو گی اور اگر قبل زوال کے ذبح کیا یا بعد زوال کے ذبح کیا تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر دسوین تاریخ بسبب عذر کے یا بلا عذر نماز ترک کی تو جب تک زوال آفتاب نہو تب تک قربانی نہین جائز ہی اور اُسکے دوسرے روز یا تیسیر روز نماز سے پہلے قربانی جائز ہی کیونکہ پہلے روز زوال آفتاب سے نماز کا وقت فوت ہو گیا اور دوسرے روز جو نماز ادا کیجائیگی وہ قضا ہو گی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ واقعات مین ہی کہ اگر کسی شہر مین فتور واقع ہوا کہ اُسمین کوئی والی نرہا جو لوگون کو بقر عید کی نماز پڑھا دے پس لوگون نے بعد طلوع فجر کے قربانی کر دی تو جائز ہی اور یہی مختار ہی کیونکہ شہر مذکور اس حکم کے حق مین مثل سواد شہر کے ہو گیا کذا فی الفتاوے الکبری اور اسی پر فتوے ہی یہ سراجیہ مین ہی اگر کسی نے عرفہ کے روز یہ جانکر کہ یہ روز عرفہ ہی بعد زوال آفتاب کے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ یوم النحر تھا یعنے دسوین تاریخ تھی تو اُسکی قربانی جائز ہو جائیگی۔ اور اگر کسی نے یہ جانکر یہ یوم النحر ہی یعنے دسوین تاریخ ہی نماز سے پہلے قربانی کر دی پھر ظاہر ہوا کہ یہ دوسرا روز یعنے گیارھوین تاریخ تھی تو بھی اُسکی قربانی ادا ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر امام نے ایک شخص کو خلیفہ مقرر کیا کہ ضعیف لوگون کو جامع مسجد مین نماز پڑھا دے اور خود قوی آدمیون کو لیکر صحرا کی طرف یعنی عیدگاہ مین گیا پھر عیدگاہ والون کی نماز تمام ہونے سے پہلے جامع مسجد والون کی نماز تمام ہو جانے کے بعد ایک شخص نے قربانی کر دی تو قیاساً یہ ہی کہ جائز نہو مگر استحساناً قربانی جائز ہی اور عیدگاہ والون کے فارغ ہونے کے بعد اہل مسجد کے فارغ ہونے سے پہلے اُسنے قربانی کر دی تو قیاساً و استحساناً جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ دونون صورتون مین قیاس و استحسان ایک ہی ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ اُس صورت مین ہی کہ جس فریق نے نماز پڑھی ہی اُس فریق کے آدمی نے قربانی کی ہو اور اگر اُس فریق کے آدمی نے جسنے نماز نہین پڑھی ہی قربانی کر دی تو قیاساً و استحساناً اُسکی قربانی جائز نہو گی اور امامی زعفرانی مین ہی کہ اگر بڑے شہر کے دو ٹکڑون مین سے کسی شخص نے جو ایسی طرف کے لوگون مین سے ہی جنھون نے نماز پڑھ لی ہی قربانی کی یا دوسری جانب کے لوگون مین سے ہی جنھون نے نہین پڑھی ہی تو اُسکی قربانی جائز ہو گی یہ محیط مین ہی۔ اور مستحب یہ ہی کہ قربانی کو دن مین ذبح کرے نہ رات مین کیونکہ دن مین اُسکی سب رگین اچھی طرح کاٹنا ممکن ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ اگر امام نے عرفہ کے روز نماز عید پڑھی پھر لوگون نے اسکے بعد قربانی کر لی تو آیا دو صورتین ہین یا تو اُسکے سامنے لوگون نے ذی الحجہ کے چاند دیکھنے کی گواہی دی تھی یا نہین دی تھی پس اول صورت مین نماز و قربانی دونون جائز ہین اور دوسری صورت مین نماز و قربانی دونون جائز نہین ہین اور اس

ناجائز صورت مین اگر دوسرے روز لوگون نے قربانی کی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو امام دوسرے روز نماز پڑھیگا یا نہ پڑھیگا پس پہلی صورت مین قربانی جائز نہوگی اور دوسری صورت مین مسئلہ دو طرح پر ہے یا تو قبل زوال کے قربانی کی یا بعد زوال کے قربانی کی پس اگر قبل زوال کے قربانی کی پس اگر اسکو اُمید تھی کہ امام نماز پڑھیگا تو قربانی جائز نہوگی اور اگر اسکے نماز پڑھنے کی اُمید نہ تھی تو قربانی جائز ہوگی اور اگر لوگون نے بعد زوال کے قربانی کی ہو تو ادا ہو جائیگی۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ روز عرفہ ہے اور اگر یہ ظاہر نہوا ولیکن لوگون نے اسمین شک کیا تو صورت اول مین یعنی جب لوگون نے امام کے سامنے گواہی دی ہو لوگون کو اختیار ہوگا چاہین دوسرے روز زوال کے بعد ذبح کرین یا زوال سے پہلے اور دوسری صورت مین کہ جب لوگون نے اُسکے سامنے گواہی نہ دی ہو تو احتیاط یہ ہے کہ دوسرے روز زوال کے بعد قربانی کرین یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر لوگون نے بعد زوال کے یون گواہی دی کہ یہ دن یوم اضحی ہے یعنے دسوین تاریخ ذی الحجہ ہے تو لوگ قربانی کرین اور اگر لوگون نے قبل زوال کے ایسی گواہی دی تو قربانی جائز نہوگی مگر جب کہ آفتاب ڈھل جائے اور تجنیس خواہرزادہ مین ہے کہ اگر ایک شخص نے مسافرت اختیار کی ہے اور اپنے اہل کو حکم دیا کہ میری طرف سے شہر مین قربانی کرین تو جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہو تب تک اُس کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب۔ ان صورتون کے بیان مین جو متعلق بزمان و مکان ہین۔ اگر سواد شہر کے لوگون مین سے کوئی شخص نماز بقرعید کے واسطے شہر مین آیا اور اپنے اہل سے کہا آیا کہ قربانی کر دین تو اُن لوگون کو اختیار ہے کہ اُسکی طرف سے بعد طلوع فجر کے قربانی کر دین۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ہم اس باب مین قربانی کے مقام کو دیکھتے ہین اسکی طرف سے لحاظ نہین کرتے ہین جسکی طرف سے قربانی ہے۔ کذا فی الظہیریہ اور حسن بن زیاد سے بخلاف[1] اسکے مذکور ہے مگر قول اول اصح ہے اور ہم اُسی کو اختیار کرتے ہین یہ حاوی مین ہے اور اگر ایک شخص سواد شہر مین ہو اور اسکے اہل اس شہر مین ہون تو جب تک امام نماز سے فارغ نہو تب تک اُس کی طرف سے قربانی جائز نہوگی اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہے۔ اور صاحبین رح سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر ایک شخص ایک شہر مین ہو اور اسکے اہل دوسرے شہر مین ہون پس اُسنے اپنے اہل کو لکھا کہ میری طرف سے قربانی کرین تو جس جگہ قربانی واقع ہو وہ معتبر ہوگی یعنی اُسکے اہل پر لازم ہوگا کہ جس شہر مین اُسکی طرف سے قربانی کرتے ہین وہان کے امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اُسکی طرف سے قربانی کرین اور ابو الحسن[1] سے مروی ہے کہ قربانی جائز نہوگی جب تک دونون شہرون مین نماز نہو جاوے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور شہر سے باہر نکالا اور نماز عید سے پہلے اسکو ذبح کیا تو مشائخ نے فرمایا

---

[1] کان المراد بہ الشیخ ابو الحسن الکرخی رح ۱۲ [1] بخلاف قول امام محمد رح ۱۲ [1] قول امام محمد رح ۱۲ منہ

کہ اگر شہر سے اتنی دور نکل گیا ہو کہ وہان مسافر کو نماز قصر کرنا جائز ہے تو نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہوگی ورنہ نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور فقیری و توانگری و موت و ولادت مین آخر ایام النحر[1] کا اعتبار ہے اگر کسی نے اپنی ذات سے یا اپنے فرزند سے ایک بکری خریدی پھر قربانی نہ کی یہانتک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسپر واجب ہوگا کہ یہ بکری یا اُسکی قیمت صدقہ کردے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ اُسپر کچھ صدقہ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کسی شخص بکری کی قربانی واجب کرلی ہو یا قربانی کی نیت سے کوئی بکری خریدی ہو پھر ایسا نہ کیا یہانتک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسکو زندہ صدقہ کردے اور اُسمین سے کھانا جائز نہین ہے اور اگر اُسکو فروخت کیا تو اُسکے دام صدقہ کردے اور اگر اُسکو ذبح کرکے اُسکا گوشت صدقہ کردیا تو جائز ہے مگر اس بکری کے زندہ ہونے کے حالت کی قیمت اگر ذبح کی ہوئی سے زائد ہو تو جسقدر زائد ہو وہ بھی صدقہ کرے اور اگر اسمین سے کچھ کھایا ہو تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسنے ایسا نہ کیا یہانتک کہ دوسرے سال مین قربانی کے ایام آگئے اور اُسکو سال گذشتہ کی قربانی مین ذبح کیا تو یہ جائز نہین ہے پس اگر اُسکو بعد ایام قربانی کے فروخت کیا تو اُسکا ثمن صدقہ کردے پس اگر اُسکو اتنے دامون سے فروخت کیا کہ یہ لوگ اپنے اندازمین خسارہ اُٹھا لیتے ہین یعنے کوئی اندازہ کرنے والا اتنے کو اندازہ کرتا ہے تو خیر کافی ہے اور اگر اتنے کو فروخت کی کہ لوگون مین سے کوئی اسقدر کم قیمت نہین انداز کرتا ہے تو جتنی کمی ہے اُسکو بھی صدقہ کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کردیجا دے اور قربانی کا جانور بکری یا گائے وغیرہ کچھ نہ بتلایا اور نہ اُسکا ثمن بیان کیا تو یہ جائز ہے اور یہ وصیت بکری پر واقع ہوگی بخلاف اسکے اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری طرف سے قربانی کردے اور کوئی جانور نہ بتلایا اور نہ اُسکے دام بتلائے تو یہ نہین جائز ہے یہ بدائع مین ہے۔ اگر ایک شخص ایام نحر مین توانگر ہوا مگر اُسنے قربانی نہ کی یہانتک کہ قربانی کے ایام مین مرگیا قبل اسکے کہ ایام قربانی گذرجاوین تو اُسکے ذمہ سے قربانی ساقط ہوجائے گی حتے کہ اُسپر اپنی طرف سے قربانی کرنیکی وصیت واجب نہوگی۔ اور اگر ایام قربانی گذرنے کے بعد مرا تو اُسکے ذمہ سے بکری کی قیمت صدقہ کرنی ساقط نہ ہوگی حتی کہ اُس پر واجب ہوگا کہ اس قدر قیمت صدقہ کرنے کی وصیت کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ شہر کے رہنے والے نے ایک وکیل کیا کہ میری بکری قربانی کردے اور خود سواد شہر مین چلا گیا پھر وکیل یہ جانور قربانی کا شہر سے نکالکر ایسی جگہ لے گیا جو شہر مین سے نہین گنا جاتا اور وہان ذبح کردیا پس اگر موکل سواد شہر مین ہو تو وکیل کا اُسکی طرف سے قربانی کرنا جائز ہوگا اور اگر شہر مین لوٹ آیا ہو اور وکیل کو اُسکے واپس آنیکا حال معلوم ہو تو بلا خلاف وکیل کا قربانی کرنا موکل کیطرف سے جائز نہ ہوگا اور اگر وکیل کو موکل کا شہر مین واپس آنا معلوم نہو تو امام ابو یوسف

---

[1] آخر ایام النحر یعنے بارھوین ذی الحجہ مثلاً بارھوین کو فقیر ہے تو قربانی ساقط ہے اگرچہ دسوین کو توانگر تھا اور اگر ۱۲ کو توانگر ہے تو واجب ہے اگرچہ دسوین کو فقیر تھا اور علے ہذا موت و ولادت مین سمجھو ۱۲ [2] ایسی وکالت جائز نہین ۱۲ منہ [illegible]

وامام محمد رح نے اختلاف کیا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول کہ یہ قربانی موکل کی طرف سے جائز ہوگی یہ مختار ہے کذا فی الکبریٰ

پانچوان باب۔ محل اقامۃ الواجب کے بیان مین۔ یعنے جس جانور کا قربانی کرنا فیہ واجبہ سے جائز ہے اور اس باب مین جنس واجب و اُسکے نوع و سن و قدر و صفت کا بیان ہے۔ واضح ہو کہ جنس واجب مین یہ چاہیے کہ قربانی کا جانور اونٹ و گائے و غنم تین جنس سے ہو اور ہر جنس مین اُسکی نوع نر و مادہ اور خصی و فحل سب داخل ہین کیونکہ اسم جنس ان سب پر اطلاق کیا جاتا ہے اور معز(۱) نوع غنم(۲) ہے اور جاموس(۳) نوع بقر ہے۔ اور قربانی کے جانورون مین سے کوئی وحشی نہین جائز ہے اور اگر کوئی جانور ایک وحشی اور ایک انسی(۶) سے پیدا ہو تو مادہ کا اعتبار ہے پس اگر مادہ پالو ہو تو بچہ کی قربانی جائز ہوگی ورنہ نہین حتی کہ اگر وحشی ہو اور بیل پالو ہو تو ان دونون کا بچہ قربانی کرنا جائز نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر ہرن نے کسی پالو بکری سے جفتی کھائی پس اگر اس سے بکری پیدا ہوئی تو اُسکی قربانی جائز ہوگی اور اگر ہرن پیدا ہوا تو جائز نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر گھوڑی نے جنگلی گدھے سے گدھا جنا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر گھوڑا جنا تو اُسکا حکم مثل گھوڑے کے ہے اور اگر کسی شخص نے وحشی ہرن کی جو مانوس ہوگئی ہے یا وحشی گائے کی جو مانوس ہوگئی قربانی کی تو جائز نہین ہے۔ اور جو جانور قربانی ہوسکتا ہے اُسکے سن کا بیان یہ ہے کہ اونٹ و گائے و بکری مین سے ہر جنس کے ثنی سے کم قربانی کرنا نہین جائز ہے مگر خاصۃً ضان(۴) مین سے جذع جائز ہے جبکہ موٹا تازہ ہو اور ان الفاظ کے معانی کا بیان امام قدوری نے یون ذکر فرمایا کہ غنم کے چھ مہینہ کے بچہ کو جذع کہتے ہین اور ایک سال کا بچہ ثنی ہوتا ہے اور گائے کا ایک سال کا بچہ جذع ہوتا ہے اور دو برس کا گائے کا بچہ ثنی ہوتا ہے اور اونٹ کا چار برس کا بچہ جذع ہوتا ہے اور پانچ برس کا ثنی ہوتا ہے اور ہم نے جو سن مقرر کرکے ہر ایک جنس مین بیان کیا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اس سے کم عمر کا قربانی کرنا نہین جائز ہے اور اگر زیادہ عمر کا ہو تو قربانی ہوسکتا ہے حتے کہ اگر اس عمر سے کچھ بھی کم عمر کا قربانی کیا تو نہین جائز ہے اور اگر اس سے کچھ زیادہ عمر کا ذبح کیا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے۔ اور حمل(۵) و جدی و عجول و فصیل کسی کا قربانی کرنا نہین جائز ہے۔ اور مقدار واجب کا بیان یہ ہے کہ بکری اور بھیڑ فقط ایک آدمی کیطرف سے

(۱) قال المترجم قاموس و محیط سے واضح ہے کہ معز اُس کو کہتے ہین جس کے پشم ہوتی ہے اور ضان جس پر بال ہون وقیل بالعکس ۱۲ منہ (۲) قولہ غنم اسم جنس ہے بز و گوسپند دونون کو شامل ہے پس معز پشم دار بکریان نر کو کبش مادہ اور ضان بال دار تیس و معز کہلاتی ہین ۱۲ منہ (۳) اے گاؤمیش یعنے بھینس ۱۲ منہ (۴) قولہ ضان یعنے میش لغت مین ہے اور عوام مین میش و ترمیش یعنے بھینس و بھینسی کا دودھ مشہور ہے مگر یہ غلط کہتے ہین میش بھیڑ کو کہتے ہین ۱۲ منہ (۵) حمل بکری کا بچہ جدی بھیڑ کا بچہ عجول گائے کا بچہ فصیل اونٹ کا بچہ ۱۲ منہ (۶) معروفہ سے مقابل وحشی یعنے پالو ۱۲ منہ (۷) جو جفتی کرتا ہو ۱۲ (۷) مقابل وحشی یعنے پالو ۱۲

جائز ہی اگرچہ وہ بڑی اور موٹی ہو کہ ایسی دو بکریون کے برابر ہو کہ جنمین سے ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہی۔ اور ایک اونٹ یا ایک گائے کی قربانی سات آدمی سے زیادہ کیطرف سے نہین جائز ہی پس سات آدمی شریک ہون یا کم ہون تو اُنکی طرف سے ہو سکتی ہی اور یہ عامہ علما کا قول ہی اور صفت واجب یہ ہی کہ عیوب فاحشہ[۲] سے سالم ہو کذا فی البدائع اور جسکے سینگ نہون یا سینگ ٹوٹا ہو اُسکی قربانی جائز ہی کذا فی الکافی اور اگر مشاش مین شکستگی ہو تو کافی نہین ہی اور مشاش ہڈیون کے سرون کو کہتے ہین جیسے گھٹنے و کہنیان یہ بدائع مین ہی اور مجبوب کی یعنی جو جماع کرنے سے عاجز ہی اُسکی قربانی اور جسکو کہانسی آتی ہو اور جو بڑھاپے کے سبب سے بچہ جننے سے عاجز ہو اور جسکو داغ دیا گیا ہو اور جسکا دودھ بدون کسی علت کے نہ اُترتا ہو اور جسکا بچہ موجود ہو سب کی قربانی جائز ہی اور اجناس مین ہی کہ اگر اُسکا الیتہ چھوٹا ہو کہ پیدایشی دم گزہ کے مشابہ ہو وہ جائز ہی اور اگر اُسکی پیدایشی الیتہ نہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جائز ہی کذا فی الخلاصہ اور تاریک چشم اور عوراء[۱] جسکا ایک چشم ہونا کھلا ہوا ہو اور لنگ جسکا لنگڑا ہونا کھلا ہوا ہو یعنے قربانی کی جگہ تک اپنے پیرون سے نہ چل سکے اور مریضہ جسکا بیمار ہونا کھلا ہوا ہو اور وہ جسکی دونون کان و الیتہ و دم بالکلیہ کٹی ہوئی ہو اور وہ جسکے پیدایشی کان نہون سب کی قربانی جائز نہین ہی اور جسکے کان چھوٹے ہون وہ جائز ہی اور جسکا پورا ایک کان کٹا ہوا ہو یا جسکا پیدایشی ایک ہی کان ہو وہ جائز نہین ہی اور اگر کان و الیتہ و دم و آنکھ ان اعضا مین تھوڑا گیا ہو اور تھوڑا نہ گیا ہو تو جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جسقدر جاتا رہا ہی اگر وہ بہ نسبت باقی کے زیادہ ہو تو قربانی جائز نہین ہی اور اگر کم ہو تو جواز قربانی سے مانع نہین ہی اور ہمارے اصحاب نے قلیل و کثیر کی تعداد مین اختلاف کیا ہی اور امام ابو حنیفہ رح سے چار روایتین ہین اور امام محمد رح نے امام اعظم رح سے اصل اور جامع مین روایت کی کہ اگر تہائی عضو یا اس سے کم جاتا رہا ہو تو قربانی جائز ہی اور اگر تہائی سے زیادہ گیا ہو تو نہین جائز ہی اور صحیح یہی ہی کہ اگر تہائی یا اس سے کم ہو تو قلیل ہی اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو کثیر ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور آنکھ مین سے آدھی یا تہائی کا جاتا رہنا اسطرح پہچانا جاوے کہ بکری کو ایک یا دو روز تک چارہ نہ دیا جاوے پھر اُسکی عیب دار آنکھ پر پٹی باندھ دیجاوے اور تھوڑی تھوڑی گھاس اسکے قریب کیجاوے پس جس جگہ سے وہ آنکھ سے دیکھے اُس مقام پر نشان کر دیا جاوے پھر یہ صحیح آنکھ باندھ دیجاوے اور تھوڑی تھوڑی گھاس اُسکے قریب کیجاوے پس عیب دار آنکھ مین سے جس جگہ سے نظر کرے وہ نشان کر دیا جاوے پھر پہلے نشان و اس نشان دونون کے درمیان کی مسافت انداز کیجاوے پس اگر بقدر تہائی کے مسافت ہو تو تہائی آنکھ جاتی رہی اور دو تہائی باقی ہی اور اگر آدھی ہو تو آدھی گئی اور آدھی باقی ہی یہ کافی مین ہی۔ اور جس بکری کے دانت نہون پس اگر وہ چرتی اور چارہ کہا سکتی ہو تو جائز ہی ورنہ نہین کذا فی البدائع

[۱] عوراء جس کی ایک آنکھ جاتی رہی ہو یا آنکھ کی بینائی جاتی رہی ہو و مراد معنی ثانی ہین سطے قول الفقہاء ۱۲ منہ
[۲] یعنی اسمین کوئی عیب فاحش نہو اور اسکا بیان آتا ہی ۱۲ منہ

اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور مجنونہ جائز ہے لیکن اگر یہ امر اسکے چرنے اور چارہ کھانے سے مانع ہو تو نہین جائز ہے۔ اور خارشتی جائز ہے بشرطیکہ موٹی تازی ہو اور اگر دُبلی ہو تو نہین جائز ہے اور شرقاء یعنے جسکا کان طول مین پھٹا ہوا ہو اور مقابلہ یعنے جسکا کان آگے سے کٹا ہوا لٹکتا ہو بالکل الگ نہ ہوا ہو اور مدابرہ یعنے جسکا کان پیچھے کیطرف سے کٹا ہوا لٹکتا ہو یہ سب جائز ہین اور یہ جو روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرقاء اور مقابلہ ومدابرہ وخرقاء کی قربانی کرنے سے ممانعت فرمائی ہے پس شرقاء ومقابلہ ومدابرہ کی ممانعت تو اسپر محمول ہے کہ بسبیل ندب منع فرمایا ہے اور خرقاء کی ممانعت اسپر محمول ہے کہ جسکی خرق کثیر ہو اُس سے منع فرمایا ہے اور خرق کثیر کی تعریف مین اقوال مختلف ہین یہ بدائع مین ہے۔ اور جسکی ناک کٹی ہو وہ جائز نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور جو احول ہو یعنے جسکی آنکھ بھینگی ہو وہ جائز ہے اسی طرح جسکی پشم اُتار لی گئی ہو وہ بھی جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور جس کے تھن کٹے ہوئے ہون وہ نہین جائز ہے۔ اور جو اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکتی ہو اور جسکے تھن خشک ہو گئے ہون وہ نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور یتیمیہ مین لکھا ہے کہ مین نے شیخ ابو الحسن علی المرغینانی کو لکھا کہ اگر بکری کی زبان کٹی ہوئی ہو تو اسکی قربانی جائز ہے تو جواب مین فرمایا کہ ہان جائز ہے بشرطیکہ ایسی نہو کہ اُسکے چارہ کھانے مین خلل آتا ہو اور اگر چارہ کھانے مین خلل آتا ہو تو اُسکی قربانی نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر زبان کٹا ہوا بیل ہو تو قربانی نہین ہو سکتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر غنم مین سے کسی کی زبان نہو تو اُسکی قربانی جائز ہے اور اگر بقر مین سے ہو تو نہین جائز ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور شیخ عمر و بن الحافظ رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر قربانی کے جانور کے دونون کانون مین سے ہر ایک کا چھٹا حصہ جاتا رہا ہو پس آیا یہ جمع کیا گیا ہے حتے کہ امام اعظم رح کے قول پر تہائی ہو کر قربانی سے مانع ہو جیسا کہ بدن پر جو نجاسات تھوڑی تھوڑی لگی ہون وہ جمع کیجاتی ہین تاکہ دریافت ہو کہ قدر درم ہین یا زائد ہین اسی پر قیاس کر کے اسکو بھی جمع کرینگے یا جس طرح دونون موزون کے شگاف کو جمع نہین کرتے ہین بلکہ ہر ایک موزہ کا علیحدہ اعتبار ہے اسیطرح اسمین بھی جمع نہ کیا جائیگا پس قربانی جائز رہیگی تو فرمایا کہ جمع نہین کیا جائیگا۔ اور یہ بھی دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص نے قربانی کے جانور کی تہائی سے زیادہ زبان کاٹ ڈالی پس آیا امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق اُسکی قربانی جائز ہے فرمایا کہ نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور جلالہ نہین جائز ہے یعنے وہ جانور جو فقط نجاست کھاتا ہے اور کچھ نہین کھاتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور جو جانور اسقدر دُبلا ہو کہ جسکی ہڈیون مین گودہ نہو نہین جائز ہے یہ مبسوط مین ہے اگر دُبلی ہو مگر اُسمین کسیقدر چربی ہو تو جائز ہے یہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے اور اگر خریدنے کے وقت دُبلی تھی پھر بعد خریدنے کے موٹی ہو گئی تو جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور جس کے تھنون کے سرے کٹے ہوئے ہون وہ نہین جائز ہے

سلہ یعنی ہر قول مین جو قدر خرق کثیر بیان کیا گیا ہے اُسی کے موافق ممانعت بھی قرار دیجائیگی اور مختار یہ کہ تہائی یا زائد کثیر ہے وقیل غیر ذلک اصح

ایضاً ۱۲ منہ سلہ یعنی جائز نہین ہے ۱۲ منہ سلہ یعنی بقدر تین تین انگشت کے ۱۲ منہ

اور اگر ایک تھن مین سے آدھے سے کم سر اکٹا ہوا ہو تو اسمین ویساہی اختلاف ہی جیسا آنکھ و کان مین ہی۔ اور اگر دنبہ و بکری کے کسی ایک تھن کی گھنڈی پیدایشی نہو یا کسی آفت سے جاتی رہی ہو اور ایک باقی ہو تو نہین جائز ہی اور اونٹ و گائے مین اگر ایک گھنڈی جاتی رہی ہو تو جائز ہی اور اگر دو جاتی رہی ہون تو نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر چوپایہ کے چارون پاؤن مین سے ایک کٹا ہوا ہو تو نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور خنثی[1] بکری کی قربانی نہین جائز ہی کیونکہ اسکا گوشت نہین گلتا ہی قربانی کے جانور کے بال غیر وقت قربانی مین کترے گئے تو وہ جائز ہی بشرطیکہ اسکی ہڈیون مین گودہ موجود ہو یہ قنیہ مین ہی اور شطور نہین جائز ہی اور شطور بکریون مین سے اسکو کہتے ہین جسکے دونون تھنون مین سے ایک کا دودھ خشک ہو جاوے اور گائے و اونٹ مین سے اسکو کہتے ہین جسکے دو تھنون کا دودھ خشک ہو جاوے کیونکہ ان دونون کے چار[2] چار تھن ہوتے ہین یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور مشائخ مین سے بعض نے اس فصل عیوب مین ایک اصل ذکر فرمائی اور فرمایا کہ جو عیب ایسا ہو کہ منفعت کو پورا پورا زائل کردے یا جمال کو پورا پورا زائل کردے وہ قربانی سے مانع ہوتا ہی اور جو ایسا نہو وہ مانع نہین ہوتا ہی پھر جو عیب کہ قربانی سے مانع ہی وہ توانگر کے حق مین بہرحال یکسان ہی خواہ وہ قربانی کے جانور کو ایسا ہی عیب دار خریدے یا خریدنے کیوقت صحیح و سالم خریدے پھر وہ اس عیب کے ساتھ عیب دار ہو جاوے ہرحال مین جائز نہین ہی اور تنگدست[3] کے حق مین ہرحال مین جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے قربانی کی بکری خریدی حالانکہ وہ موٹی تازی تھی پھر اسکے پاس اسقدر دُبلی ہو گئی کہ اگر وہ ایسی حالت پر خریدتا تو جائز نہوتی پس اگر خریدنے والا توانگر ہو تو اُسکی طرف سے قربانی ادا نہو گی اور اگر تنگدست ہو تو ادا ہو جائیگی اسواسطے کہ قربانی توانگر پر اُسکے ذمہ واجب ہوتی ہی پس اگر اس بکری کو قربانی کیواسطے خریدا ہو تو نیت کیوجہ سے یہ بکری متعین ہو جائے گی حتے کہ اگر فقیر نے اپنے اوپر قربانی واجب کرلی ہو تو اُسکی طرف سے بھی یہ بکری جائز نہو گی اور اگر قربانی کا جانور خریدا اور اسوقت اسکی دونون آنکھین صحیح و سالم تھین پھر مشتری کے پاس وہ اعور ہو گئی یا اُسکا کان پورا لیا یا دُم کاٹی گئی یا اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا کہ چل نہین سکتی حالانکہ یہ مشتری توانگر ہی تو یہ قربانی اُسکی طرف سے ادا[4] سے کافی نہو گی اور اُسپر واجب ہو گا کہ بجائے اُسکے دوسری قربانی کرے بخلاف فقیر کے کہ اسکے حق مین ایسا حکم نہین ہی اسی طرح اگر اُسکے پاس مر گئی یا چوری گئی تو بھی یہی حکم ہی اور اضحیہ کو قربانی کیواسطے آگے بڑھایا اور اُسنے اُس جگہ جہان ذبح کرنا چاہا

[1] خنثی یعنی جسین نر و مادہ دونون کی علامت موجود ہو ۱۲ منہ [2] اس استدلال مین تسامح ہے گویا معتبر یہ ہے کہ آدھے تھنون کا دودھ خشک ہو پس استدلال بجائے خود ہوگا ۱۲ منہ [3] قال واضح ہو کہ فقیر یا تنگدست جہان مستعمل ہی اُس سے یہ مراد نہین ہے کہ گداگر ہو جیسے لوگ ٹکڑے مانگتے پھرتے ہین بلکہ جو ذی نصاب نہو اور علے ہذا توانگر سے ذی نصاب مراد ہے ۱۲ منہ [4] مترجم کہتا ہی کہ یہ قولہ لا یجزی عنہ کا ترجمہ ہے ہینا دی رو نے مفاتح مین لکھا ہی کہ بیاد لے کافی ہی ۱۲ منہ [5] قاعدہ کلیہ ۱۲

[6] یعنی بینائی جاتی رہی ۱۲ منہ

تھا مضطربانہ حرکت کی کہ جس سے اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا پھر اُس شخص نے اُسکو اُسی جگہ ذبح کر دیا تو قربانی ادا ہو گئی اُسی طرح اگر گائے اُسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اُسکی آنکھ مین ایسا صدمہ پہونچا جس سے اُسکی آنکھ جاتی رہی مگر اُسنے پکڑ کر وہین ذبح کر دی تو بھی یہی حکم ہے مگر قیاس کی دلیل سے یہ حکم ہے کہ جائز نہو گی اور وہ قیاس یہ ہے کہ یہ ایسا عیب ہے کہ اُس جانور کے ساتھ قربت متعین ہونے سے پہلے اُس جانور مین پیدا ہو گیا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا حالت ذبح سے پہلے اُسمین ایسا عیب تھا اور وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ ایسی بات ہے کہ جس سے احتراز ممکن نہین ہے کیونکہ بکری وغیرہ کا قاعدہ ہے کہ اضطرابی حرکتین کرتی ہین جس سے اُسمین عیوب پیدا ہو جاتے ہین اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر اُسنے اضحیہ کی ٹانگین پکڑین تاکہ اُسکو ذبح کرے پس اس سے اُسکی ٹانگ ٹوٹ گئی یا وہ کانی ہو گئی پھر اُسکو اسی روز یا دوسرے روز ذبح کر دیا تو قربانی ادا ہو جائیگی یہ بدائع مین ہے۔ سات آدمیون نے ایک گائے پچاس درم کو قربانی کے واسطے خریدی اور دوسرے سات آدمیون نے سات بکریان سو درم کو خریدین تو مشائخ نے باہم گفتگو (یعنی اختلاف کیا ہے ۱۲)[1] کی ہے کہ دونون مین سے کون افضل ہے اور مختار یہ ہے کہ دوم[2] افضل ہے یہ فتاوے کبری مین ہے۔ دس آدمیون نے ایک شخص سے دس بکریان اکبارگی خریدین اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ دس بکریان تم لوگون کے ہاتھ ہر بکری دس درم کے حساب سے فروخت کین اور ان لوگون نے کہا کہ ہم نے خریدین پس یہ سب بکریان ان لوگون مین مشترک ہو گئین اور ہر ایک نے ان مین سے ایک بکری لیکر اپنی طرف سے قربانی کر دی تو جائز ہے پھر اگر ان بکریون مین سے ظاہر ہوا کہ کوئی کانی تھی اور سب شریکون مین سے ہر ایک نے اس بات سے انکار کیا کہ یہ کانی بکری اُسکی ہو تو ان سب لوگون کی قربانی ناجائز ہو گی کیونکہ نو بکریان دس آدمیون کیطرف سے جائز قربانی نہین ہو سکتی ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور خصی[3] بہ نسبت فحل کے افضل ہوتا ہے کیونکہ اُسکا گوشت عمدہ ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہے کہ بدنہ[4] افضل ہے یا ایک بکری ہو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر بکری کی قیمت بہ نسبت بدنہ کے زیادہ ہو تو بکری افضل ہے کیونکہ بکری پوری فرض ہو گی اور بدنہ کا ساتوان حصہ فرض ہو گا اور باقی نفل ہو گا اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ بدنہ افضل ہے کیونکہ اُسمین بہ نسبت بکری کے گوشت زیادہ ہوتا ہے اور یہ جو مشائخ نے کہا کہ بدنہ کا باقی حصہ نفل ہو گا سو ایسا نہین ہے بلکہ جب ایک ہی شخص نے قربانی کیا تو پورا فرض ہو گا اور اسکو نماز کی قرأت کے ساتھ مشابہ کیا ہے کہ اگر نماز مین صرف اُسیقدر قرأت پر اقتصار کیا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے یعنے تین آیت پر تو جائز ہے لیکن اگر اس سے زیادہ پڑھی تو سب فرض ہو گی اور شیخ امام ابو حفص الکبیر نے فرمایا کہ جب بکری اور بدنہ کی قیمت برابر ہو تو بکری افضل ہے کیونکہ اُسکا گوشت عمدہ ہوتا ہے کذا فی الظہیریہ اگر بکری اور ساتوان حصہ گائے کا قیمت اور

[1] حسن ادب ہے کہ لا یعنی اختلاف نہ ہو ۱۲ منہ [2] کیونکہ عبادت مالی دبلا اشتراک غیر اور تعدد قربات ہے ۱۲ منہ
[3] جو جماع نہین کر سکتا ۱۲ منہ [4] فقہا کے نزدیک قربانی کا اونٹ یا گائے ۱۲ منہ

گوشت دونون مین برابر ہون تو بکری افضل ہی کیونکہ بکری کا گوشت عمدہ ہوتا ہی اور اگر گائے کا ساتوان حصہ مقدار گوشت مین زیادہ ہو تو ساتوان حصہ گائے کا افضل ہی اور ہمین حاصل یہ ہی کہ جب دونون قیمت و مقدار گوشت مین برابر ہون تو دونون مین جسکا گوشت عمدہ ہی وہ افضل ہی اور گوشت و قیمت مین مختلف ہون تو جو فاضل ہی وہ بہتر ہی پس جو فحل بیس درم کا ہی وہ پندرہ درم کے خصی سے افضل ہی اور اگر دونون کی قیمت برابر ہو مگر فحل مین گوشت زیادہ ہو تو فحل افضل ہی۔ اور اگر گائے اور بیل کی قیمت اور گوشت مین برابر ہون تو بیل سے بنسبت گائے افضل ہی کیونکہ گائے کا گوشت عمدہ ہوتا ہی اور ایک گائے چھ بکریون سے اچھی ہوتی ہی اگر دونون برابر ہون اور سات بکریان ایک گائے سے اچھی ہین یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور مینڈھا اور بھیڑی اگر دونون قیمت و گوشت مین برابر ہون تو مینڈھا اچھا ہی اور اگر بھیڑی قیمت یا گوشت مین زیادہ ہو تو وہی افضل ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ دس درم مین اضحیہ خریدکہ قربانی کر دینا بہ نسبت ہزار درم صدقہ کر دینے کے افضل ہی یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ امام صفار کے اصول التوحید مین لکھا ہی کہ اگر ایام قربانی مین ایسے شخص نے جسپر بسبب تنگدستی کے قربانی واجب نہین ہی کوئی مرغا یا مرغی ذبح کی تاکہ قربانی کرنیوالون کے ساتھ مشابہت ہو تو یہ مکروہ ہی کیونکہ یہ مجوسیون کی رسوم مین سے ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور مستحب یہ ہی کہ اضحیہ کا جانور خوب فربہ و خوبصورت و بڑا ہو اور افضل الشاۃ بینڈھا کبود رنگ سینگون والا ہی اور مستحب ہی کہ ذبح کرنیکا آلہ لوہے کا تیز ہو اور مستحب ہی کہ بعد ذبح کے اتنا انتظار کرے کہ ذبیحہ ٹھنڈا ہوجاوے اور تمام اعضا اسکے ساکن ہوجاوین اور تمام بدن سے روح نکلجاوے اور یہ مکروہ ہی کہ ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اُسکی کھال کھینچنا شروع کرے یہ بدائع مین ہی افضل یہ ہی کہ اگر خود اچھی طرح ذبح کرسکتا ہو تو خود ہی اپنے ہاتھ سے ذبح کرے کیونکہ قربات مین خود بنفسہ متولی ہونا اولے ہی اور اگر اچھی طرح ذبح نہ کرسکتا ہو تو افضل یہ ہی کہ دوسرے سے استعانت لے لیکن چاہیے کہ خود بھی قربانی کے وقت حاضر رہے یہ کافی مین ہی اور فرمایا کہ اگر اُسنے کسی مجوسی کو حکم دیا کہ میرا اضحیہ ذبح کردے اُسنے ذبح کیا تو جائز نہین ہی۔ اسوجہ سے کہ یہ فساد ہی تقرب نہین ہی کیونکہ مجوسی کا ذبح کیا ہوا جانور نہین کھایا جاتا ہی اور اگر اُسنے کسی یہودی یا نصرانی کو ایسا حکم دیا تو اُسکا ذبیحہ قربانی ہوجائیگا کیونکہ یہ دونون ذبح کی اہلیت رکھتے ہین لیکن یہ مکروہ ہی کیونکہ قربانی عمل قربت ہی اور یہودی و نصرانی کا فعل قربت نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور مستحب ہی کہ اپنی قربانی مین سے خود کھاوے اور دوسرے کو بھی کھلاوے اور افضل یہ ہی کہ تہائی صدقہ کردے اور تہائی اقارب و دوستون کی ضیافت کیواسطے قرار دے اور تہائی اپنے واسطے رکھ لے اور غیر کو کھلانے مین غنی و فقیر کی خصوصیت نہین ہی دونون کو کھلاوے یہ بدائع مین ہی۔ اور اسمین سے جسقدر چاہے غنی و فقیر و مسلمان

ملہ خواہ برائے طیب و براہ گوشت ۱۲ منہ ملہ جو خصی نہو ۱۲ منہ ملہ جبکہ دونوں کا گوشت برابر ہو ۱۲ ملہ آتش پرست ۱۲ منہ
ملہ یعنی جنس غنم مین سے بہتر ۱۲ ملہ دھار دار ۱۲ ملہ یعنے دوسرے سے ذبح کراوے ۱۲ [illegible]

و ذمی کو ہبہ کرے یہ عتابیہ مین ہی اور اگر اُسنے کل صدقہ کردیا تو جائز ہی اور اگر سب اپنے واسطے رکھ لیا تو جائز ہی اور اسکو اختیار ہی کہ سب اپنے واسطے تین روز سے زیادہ تک رکھ چھوڑے لیکن اُسکا کھلا دینا اور صدقہ کر دینا افضل ہی لیکن اگر وہ شخص ذی عیال اور فراخ حال نہو تو اُسکے حق مین افضل یہ ہی کہ اُسکو اپنے عیال کے واسطے چھوڑ دے اور اسکے ذریعہ سے انکو فراخی دے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر قربانی بوجہ نذر کے واجب ہوئی ہو تو نذر کرنیوالا نہ خود اسمین سے کھا سکتا ہی اور نہ کسی غنی کو کھلا سکتا ہی خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر ہو کیونکہ وہ تو صدقہ کرنیکے واسطے ہی اور صدقہ کرنیوالے کو یہ روا نہین ہی کہ اپنے صدقہ مین سے خود کھا دے یا کسی غنی کو کھلا دے یہ تبیین مین ہی۔ بشر بن الولید نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ایک شخص کے نو عیال ہین اور دسوان آپ ہی پس اُسنے دس دنبہ اپنے اور اپنے عیال کیطرف سے قربانی کیے اور کوئی دنبہ کسی کیواسطے معین نہ کیا بلکہ دسون اپنے اور اپنے عیال کیطرف سے قربانی کی نیت کی تو استحساناً جائز ہی اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کا قول ہی۔ یہ محیط مین ہے

چھٹا باب۔ اضحیہ کے حق مین جو مستحب ہی اور جو اُس سے انتفاع حاصل کر سکتا ہی اُسکے بیان مین مستحب ہی کہ ایام النحر کے چند روز پہلے اضحیہ کو باندھ رکھے اور اُسکی تقلیل و تجلیل کرے پھر اُسکو قربانی کی جگہ تک خوبی کے ساتھ ہانک لیجاوے اُسکے ہانکنے مین سختی نہ کرے اور نہ اُسکی ٹانگ پکڑ کے وہان تک کھینچ لیجاوے یہ بدائع مین ہی اور جب اُسکو ذبح کر چکے تو اُسکی جھولین اور قلادہ[ا] سب صدقہ کر دے یہ سراجیہ مین ہی اور اگر قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی تو مکروہ ہی کہ اُسکا دودھ دوھ لے یا اُسکی پشم نوچ لے اور اس سے نفع اُٹھاوے کیونکہ یہ بکری اُسنے قربت کیواسطے معین کردی ہی پس اقامت قربت سے پہلے اُسکے کسی جزو کے ساتھ اُس کو نفع لینا حلال نہین ہی جیسے کہ قربانی کیوقت سے پہلے اُسکو ذبح کر کے اُسکے گوشت سے نفع نہین اُٹھا سکتا ہی۔ اور مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی بکری کا ہی جسکی قربانی کی فقیر یا غنی نے معین کر کے نذر کی ہو اور ایسی بکری کا ہی جسکو تنگدست نے قربانی کے واسطے خریدا ہو۔ اور اگر غنی نے قربانی کے واسطے خریدی ہو تو اُسکے دودھ دوھ لینے اور اُسکی پشم نوچ لینے مین کچھ ڈر نہین ہی کذا فی البدائع مگر صحیح یہ ہی کہ اُسکا دودھ دوھ لینے اور پشم اُتار لینے مین غنی و فقیر دونون کا حکم یکسان ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر ذبح کرنے سے پہلے اضحیہ کا دودھ دوھا یا اُسکی پشم اُتار لی تو اُسکو صدقہ کر دے اور اُس سے انتفاع نہ لے یہ ظہیریہ مین ہی اور جب اُسنے ایام قربانی مین اُسکو ذبح کیا تو اُسکو جائز ہی کہ اُسکا دودھ دوھ لے اور اُسکی پشم اُتار لے اور اُس سے نفع اُٹھاوے کیونکہ ذبح کرنے سے قربت پوری ہو چکی اور قربت پوری ہونے کے بعد اُس سے نفع اُٹھانا مثل اُسکے گوشت کھانے کے ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکے تھنون مین دودھ بھرا ہو اور اس سے خوف بیماری ہو تو اُسکے تھنون پر ٹھنڈا پانی چھڑکین پس اگر اس سے سمٹ جاوین تو خیر ورنہ دودھ دوھ کر اُسکو صدقہ کر دے

ا گردن بند اور جو قربانی والے اونٹ کے گردن مین ڈالتے ہین ۱۲ ۔ لینے نیت سے ۱۲ منہ

اور قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اُسکو کسی کام مین لگانا مکروہ ہی اور اگر اُسنے ایسا کیا اور جانور مذکور مین نقصان آگیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ جسقدر نقصان آیا ہی اُتنے دام صدقہ کردے اور اگر اُسکو کرایہ پر دیا تو کرایہ صدقہ کردے اور اگر دودھار گائے خریدی اور اُسکی قربانی واجب کر لی پھر اُسکے دودھ سے مال حاصل کر لیا تو جسقدر حاصل کیا ہی اُسکے مثل[1] مال صدقہ کردے اور اُسکا گوبر صدقہ کردے اور اگر اُسکو چارہ دیتا ہو تو جو کچھ مال اُسکے دودھ سے کمایا ہی یا اُسکے گوبر سے نفع اُٹھایا ہی وہ اُسکا ہی کچھ صدقہ نہ کرے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اُسکی کھال صدقہ[2] کرے یا اُس سے چھلنی و تھیلا وغیرہ کے مثل بنالے اور اگر اُسکے عوض ایسی کوئی چیز خریدی جسکے عین سے اسطرح نفع اُٹھا سکتا ہی کہ وہ چیز بعینہ باقی رہے جیسے چھلنی وغیرہ تو استحساناً اسمین کچھ ڈر نہین ہے اور ایسی چیز نہین خرید سکتا ہے جس سے بدون استہلاک عین کے نفع حاصل نہ کر سکے جیسے گوشت و اناج وغیرہ اور کھال کو بعوض درمون کے نہین فروخت کر سکتا ہی تاکہ اُنکو اپنے اور اپنے عیال کے خرچ مین لاوے اور اُسکا گوشت صحیح قول کے موافق بمنزلہ کھال کے ہی حتی کہ اُسکو ایسی چیز کے عوض جس سے بدون استہلاک عین کے نفع نہ اُٹھا سکے فروخت نہین کر سکتا ہی اور اگر کھال و گوشت کو درمون کے عوض اس غرض سے فروخت کیا کہ درمون کو صدقہ کردے تو جائز ہی کیونکہ یہ بھی قربت ہی جیسے اسکا صدقہ کر دینا ہی یہ تبیین مین ہی اور ایسا ہی ہدایہ و کافی مین ہی اور اگر قربانی کے گوشت کے عوض ایک چمڑے کا تھیلا خریدا تو نہین جائز ہی اور اگر اُسکے گوشت کے عوض حبوب یعنے اناج خریدا تو جائز ہی اور اگر اُسکے گوشت کے عوض گوشت خریدا تو جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ صحیح حکم اس باب مین یہ ہی کہ کھانے کی چیز کی بیع بعوض کھانے کی چیز کے اور بے کھانیکی چیز کی بعوض بے کھانیکی چیز کے جائز ہی اور غیر ماکول کی بیع بعوض ماکول کے نہین جائز ہی اور ماکول کی بیع بعوض غیر ماکول کے بھی نہین جائز ہی یہ ظہیریہ و فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور اگر قربانی کی کھال ایک قرطالہ مین لگائی یا اُسکی تھیلی بنائی پس اگر تھیلی کو اپنے گھر کے کامون مین استعمال کیا تو جائز ہی اور اگر کرایہ پر دے دی تو جائز نہین ہی اور اُسپر واجب ہوگا کہ کرایہ صدقہ کردے۔ اور قرطالہ کو اگر اپنے گھر کے کامون مین استعمال کیا یا عاریۃً دیدیا تو جائز ہی اور اگر کرایہ پر دے دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جائیگا کہ اگر قرطالہ جدید ہو تو اُسپر کرایہ صدقہ کرنا لازم نہین ہی اور اگر پُرانا پھٹا ہو تو اُسپر فقط آدھا کرایہ صدقہ کرنا لازم ہوگا چنانچہ اگر دو دانگ کو کرایہ پر دیا تو ایک دانگ صدقہ کردے کیونکہ جب قرطالہ جدید ہوگا تو اُس سے نفع اُٹھانے مین کھال کی احتیاج ہوگی پس کھال اُسکے تابع ہوگی اور پوری اُجرت بمقابلہ قرطالہ کے ہوگی اور اگر قرطالہ کہنہ ہوگا تو اُس سے نفع اُٹھانے مین کھال کی ضرورت ہوگی پس نصف کرایہ بمقابلہ قرطالہ کے نصف بمقابلہ کھال کے ہوگا اور قرطالہ کو ارہ کہتے ہین یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور قربانی کے جانور کی چربی کا یا پائے

[1] اشارہ کیا کہ اگر تلف کر دیا ہو یا باقی ہو بہر حال صدقہ کرے پس باقی مین بعینہ استہلاک مین مثل ۱۲ منہ [2] یعنے خود کھال کا صدقہ کرنا ۱۲ منہ

یا سری یا صوف[1] یا دبر یا بال[2] یا اس دودھ کا جو اُسکے ذبح کرنے کے بعد دوہ لیا ہے کسی کو درم یا دینار یا ماکولات و مشروبات وغیرہ کسی ایسی چیز کے عوض جس سے بدون استہلاک عین کے نفع نہیں اُٹھا سکتا ہے بیع کرنا حلال نہیں ہے اور نہ ان چیزوں کو بکری یا اونٹ وغیرہ ذبح کرنیوالے کی اجرت میں دینا حلال ہے اور اگر ان چیزوں میں سے کسی کو بعوض اُسکے جو ہمنے بیان کیا ہے فروخت کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک بیع نافذ ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نافذ نہو گی اور اسکا ثمن صدقہ کر دے یہ بدائع میں ہے اور اگر قربانی کے جانور کے کسی طرف سے تھوڑا سا صوف ایام نحر میں پہچان کیواسطے نوچ لیا تو اُس کے واسطے یہ جائز نہیں ہے کہ یہ صوف پھینک دے اور نہ یہ جائز ہے کہ کسی کو ہبہ کر دے بلکہ اسکو فقیروں پر صدقہ کر دے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اضاحی زعفرانی میں لکھا ہے کہ اگر اضحیہ کے بچہ پیدا ہو تو اُسکے ساتھ اسکا بچہ بھی ذبح کرے ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم تنگدست کے حق میں ہے جسکے واجب کر لینے سے قربانی اُسپر واجب ہو گئی ہے اور غنی کے حق میں یہ حکم ہے کہ قربانی کے روز اُسپر بچہ کا ذبح کرنا لازم نہیں ہے پس اگر اُسنے بچہ کو قربانی کے روز اُسکی ماں سے پہلے یا بعد ذبح کر دیا تو جائز ہے اور اگر نہ ذبح کیا اور ایام قربانی میں اُسکو زندہ صدقہ کر دیا تو جائز ہے اور منتقی میں یوں لکھا ہے کہ اگر بچہ کو ایام قربانی میں زندہ صدقہ کر دیا تو اُسپر اُسکی قیمت صدقہ کرنی واجب ہو گی اور اگر اُسنے ایام قربانی میں اُسکا بچہ فروخت کر دیا تو اُسکا ثمن[1] صدقہ کر دے اور اگر اُسنے بچہ کو ذبح نہ کیا یہانتک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسپر واجب ہو گا کہ بچہ کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر اُسنے بچہ کو ماں کے ساتھ ذبح کیا تو ماں و بچہ دونوں کے گوشت میں سے کھا سکتا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بچہ کے گوشت میں سے نہ کھاوے اور اگر کھا لیا تو جسقدر کھایا ہے اُسکی قیمت صدقہ کر دے اور میرے نزدیک بچہ کو زندہ صدقہ کر دینا بہتر ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر قربانی کے جانور کو فروخت کر دیا تو جائز ہے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں جائز ہے پھر اُسکی قیمت سے دوسرا خریدے اور جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ صدقہ کر دے اور قربانی کے جانور کے بچہ کے صوف و بال کاٹ لینا بھی اُسکی ماں کے مانند نہیں جائز ہے کذا فی السراجیہ اور اگر یہ بچہ اُسکے پاس رہا یہانتک کہ بڑا ہو گیا اور اُسنے دوسرے سال کی قربانی میں دوسرے سال کے واسطے ذبح کیا تو جائز نہیں ہے اور اس سال کے واسطے دوسرا جانور قربانی کرے اور جسکو ذبح کیا ہے اُسکو ایسا ہی ذبح کیا ہوا صدقہ کر دے اور ذبح کرنے سے جسقدر اسکی قیمت میں نقصان آیا ہے وہ نقصان بھی اُسکے ساتھ صدقہ کرے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتاوی قاضیخان

[1] قال المترجم یہ شاید طرفین کے نزدیک ہے اور بقول امام ابو یوسف رح یہ چاہیے کہ مشتری سے پھیر لے اور بعینہ صدقہ کر دے ۱۲ [2] یہ اسوقت ہے کہ دوسرا کم قیمت ہو مثلاً پہلا دس درم کا اور دوسرا آٹھ درم کا تو دو درم صدقہ کرے ۱۲

[1] بکری کی پشم ۱۲ [2] اونٹ کی پشم ۱۲

ساتوان باب - غیر کیطرف سے قربانی کرنے کے بیان مین اور غیر کی بکری کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کے بیان مین - فتاوے ابو اللیث رح مین ہی کہ اگر غیر کیطرف سے ایک بکری کی قربانی کردی خواہ اس غیر کے حکم سے کی یا بغیر حکم کی تو یہ نہین جائز ہی کیونکہ غیر کی طرف سے کسی بکری کی قربانی جائز تجویز کرنا بدون اسکے ممکن نہین ہی کہ غیر کی ملکیت اس بکری مین ثابت کیجاوے اور ملکیت غیر کی اس بکری مین بدون اسکے ثابت نہوگی کہ غیر کا قبضہ پایا جاوے اور اس صورت مین غیر کا قبضہ اس بکری نہ اُسکی ذات سے پایا گیا اور نہ اُسکے نائب کی ذات سے پایا گیا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر غیر شخص کا قربانی کا جانور مالک کیطرف سے بدون اُسکے حکم صریح کے ذبح کردیا تو قربانی مالک کیطرف سے واقع ہوگی اور استحساناً ذبح کرنے والے پر ضمان واجب نہوگی اور اس مقام پر مطلقاً فرمایا کہ ضمان واجب نہوگی اس طرح مقید نہ کیا کہ اگر مالک نے اسکو قربانی کے واسطے لٹایا تو ایسا کرنے سے ضمان واجب نہوگی اور اجناس مین یہ قید لگائی ہی لیکن مختار وہی ہی جو اس مقام پر مذکور ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر ایک بدنہ اپنی طرف سے اور اپنی جورو اور اپنی اولاد کیطرف سے قربانی کیا تو یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہی اور حسن بن زیاد نے کتاب الاضحیہ مین ذکر کیا کہ اگر اسکی اولاد نابالغ ہون تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس سے اور اسکی اولاد سب کی طرف سے جائز ہوگی اور اگر بالغ ہون پس اگر ان سب کے حکم سے ایسا کیا تو بھی امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب کی طرف سے جائز ہوگی اور اگر اُن سب کے بلا حکم یا بعض کے بلا حکم ایسا کیا تو سب کیطرف سے ناجائز ہوگی نہ اُسکی طرف سے جائز ہوگی اور نہ اولاد کیطرف سے اسواسطے کہ جسنے اُسکو حکم نہین دیا تھا اُسکا حصہ محض گوشت ہوگیا پس سب گوشت ہوگیا اور حسن بن زیاد کا یہ قول ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ پانچ اولاد کیطرف سے اور اپنی ام ولد کیطرف سے اُسکی باجازت یا بلا اجازت ایک بدنہ قربانی کیا تو نہ اُسکی طرف سے جائز ہوگی اور نہ اُن لوگون کی طرف سے جائز ہوگی اور شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اسکی طرف سے قربانی جائز ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - ایک شخص نے غیر کا اضحیہ[۱] بدون اُسکے حکم کے اپنی طرف سے ذبح کیا پس اگر مالک نے اُس سے اس اضحیہ کی قیمت کی ضمان لی تو قربانی اس ذبح کرنے والے کیطرف سے جائز ہوگی نہ مالک کیطرف سے اسوجہ سے کہ یہ ظاہر ہوا کہ یہ قربانی اسکی ملک پر واقع ہوئی ہی اور اگر مالک نے اسیطرح ذبوحہ لے لی تو مالک کی طرف سے قربانی جائز ہوجائیگی کیونکہ مالک نے اُسکے قربانی کی نیت کی تھی پس غیر کا اسکو ذبح کردینا کچھ مضر نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اگر دو آدمیون نے اس طرح غلطی کھائی کہ ہر ایک نے دوسرے کا اضحیہ ذبح کردیا تو قربانی دونون کی طرف سے صحیح ہوجائے گی اور استحساناً دونون پر ضمان واجب نہوگی اور ہر ایک دوسرے سے اپنی کھال کھینچی ہوئی بکری لے لے گا اور اُس سے ضمان نہ لے گا اور اگر دونون نے اضحیہ مین سے کھالیا ہو پھر دونون کو یہ بات معلوم ہوئی تو چاہیے کہ دونون مین سے ہر ایک شخص دوسرے

---

[۱] یعنی بلا قید ۱۲ منہ [۲] یعنی جسکی قربانی کی نیت کی تھی ۱۲ منہ [۳] یعنی بعد ضمان کے ۱۲

سے تحلیل کرالے یعنے مجھے جو مین نے کھایا ہی معاف کرکے حلال کردے اور قربانی دونون کیطرف سے جائز ہوجائیگی اور اگر دونون نے جھگڑا کیا تو ہر ایک دوسرے سے اپنی بکری کی قیمت تاوان لیگا پھر اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو اس قیمت کو صدقہ کردے گا۔ کیونکہ یہ قیمت تاوان گوشت کا بدل ہی یہ کافی مین ہے۔ دو شخصون نے اپنی اپنی بکری ایک مربط[۱] مین داخل کین پھر دونون غلطی مین پڑے پس دونون نے ایک ہی بکری پر اپنا اپنا دعوے کیا اور دوسری بکری کی نسبت دونون نے دعوے نہ کیا یون ہی چھوڑی تو جس بکری کی نسبت دونون نے دعوے ترک کیا ہی وہ بیت المال کے واسطے ہوگی اور جسپر دونون دعوے کرتے ہین وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور دونون کیطرف سے اسکی قربانی جائز نہوگی اور اگر اونٹ یا گائے ہوتی تو دونون کیطرف سے ادا ہوجاتی اور یہی اصح ہی۔ چار آدمی ہین اور ہر ایک کے پاس ایک ایک بکری ہی اور چارون نے اپنی اپنی بکریان ایک ہی کوٹھری مین بند کردین پھر ان مین سے ایک بکری مرگئی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ یہ کس کی بکری تھی تو یہ سب بکریان فروخت کیجاوین اور انکے دامون سے ان سب کیواسطے چار بکریان ہر ایک کیواسطے ایک بکری خریدی جاوے پھر ان لوگون مین سے ہر ایک دوسرے کو ان سب بکریون مین سے ہر ایک کے ذبح کیواسطے وکیل[۲] کردے پھر ہر ایک شخص باقیون مین سے تحلیل بھی کرالے پس سب کیطرف سے قربانی جائز ہوجاویگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر تین آدمیون نے تین بکریان قربانی کی ایک ہی مربط[۳] مین باندھ دین پھر ان مین سے ایک بکری عیب دار پائی گئی کہ جسمین ایسا عیب ہی کہ اسکی قربانی نہین ہوسکتی ہی پس ان سب نے باہم جھگڑا کیا اور ہر ایک نے انکار کیا کہ یہ عیب دار بکری میری نہین ہی تو عیب دار بیت المال مین داخل کیجائیگی اور باقی دونون بکریون کی ڈگری تینون کے نام تین تہائی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے بطور بیع فاسد ایک بکری خریدی پھر اسکی قربانی کردی تو جائز ہے مگر بائع کو خیار حاصل ہوگا سو اگر اُسنے قربانی کرنے والے سے زندہ بکری کی قیمت تاوان لی تو قربانی کرنے والے پر کچھ واجب نہوگا اور اگر بائع نے ذبح کی ہوئی واپس لے لی تو بعض نے فرمایا ہی کہ قربانی کرنیوالا اس بکری کے زندہ ہونے کی حالت کی قیمت صدقہ کرے اسواسطے کہ جب بائع نے اسکو ذبح کی ہوئی لے لیا تو اسکے ذمہ سے قیمت ساقط ہوگئی پس گویا اُسنے اس بکری کو بائع کے ہاتھ اُسی قیمت کے عوض جو اسپر[۴] واجب ہوئی تھی فروخت کردیا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ قربانی کرنے والے پر مذبوحہ کی قیمت سے زیادہ صدقہ کرنا واجب نہین ہی اور یہی صحیح ہی۔ اور اگر بائع نے مذبوحہ بکری نہ لی بلکہ مشتری نے اُس قیمت سے جو اسپر واجب ہوئی ہی اسی مذبوحہ بکری پر بائع کے ساتھ صلح کرلی یا اسی قیمت کے عوض اُسکے ہاتھ فروخت کردی تو کچھ صدقہ نہ کریگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کو ایک بکری بطور ہبہ فاسد کے ہبہ کی گئی اور

۱؎ پوری تصویر فیصلہ مقدمہ ذکر نہین فرمائی بدین وجہ کہ مقصود بیان قربانی ہی ۱۲منہ ۲؎ تاکہ اجازت تمام ہوجاوے اگرچہ ایک کو ایک ہی ذبح کریگا ۱۲منہ ۳؎ بکریان جہان رہتی ہین ۱۲منہ ۴؎ اور اسپر زندہ بکری کی قیمت واجب ہوئی تھی ۱۲منہ

اُسنے اُسکی قربانی کردی تو واہب کو اختیار ہے چاہے موہوب لہ سے زندہ بکری کی قیمت تاوان سلے پس قربانی جائز ہوجائے گی اور موہوب لہ اُسمین سے کھا سکتا ہے۔ اور اگر چاہے تو مذبوحہ کو واپس کرلے اور نقصان کی قیمت سلے لے پس اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو یہ شخص یعنے موہوب لہ بقدر اُسکی قیمت کے صدقہ کردے گا اسی طرح اگر مرض الموت کے مریض نے حالت مرض مین کسی کو ایک بکری ہبہ کی حالانکہ مریض پر اسقدر قرضہ ہے کہ اُسکا سب مال قرضہ مین ڈوبا ہوا ہے پھر موہوب لہ نے اس بکری کی قربانی کردی تو قرضخواہون کو اختیار ہے چاہین یہ مذبوحہ بعینہ واپس کرلین پس قربانی کرنے والے پر اُسکی قیمت صدقہ کرنی واجب ہوگی اور اگر چاہین تو اُس سے بکری مذکور کی قیمت تاوان لین پس قربانی جائز ہوجائے گی اور وجہ یہ ہے کہ یہ بکری اُسکے ذمہ مضمون تھی تو جب اُسنے واپس دی تو اپنے ذمہ سے ضمان ساقط کردی یہ بدائع مین ہے۔ اگر ایک بکری بعوض ایک کپڑے کے خریدی پھر اُسکی قربانی کردی پھر بائع نے کپڑے مین کوئی عیب پاکر واپس کردیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے بکری کی قیمت تاوان لے لے پس قربانی کرنیوالا کچھ صدقہ نہ کرے گا اور بکری کے گوشت مین سے کھا سکتا ہے اور اگر چاہے تو مذبوحہ بکری واپس کرلے پھر دیکھا جائیگا کہ اگر کپڑے کی قیمت زیادہ ہو تو کپڑا صدقہ کردیگا گویا اُسنے کپڑے کے عوض فروخت کی ہے اور اگر کپڑے سے بکری کی قیمت زیادہ ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کردیگا کیونکہ بکری اُسکے ذمہ مضمون تھی پس اُسکے واپس کردینے سے اُسنے اپنے ذمہ سے ضمان ساقط کی گویا اُسنے جو اُسکی قیمت ہے اسقدر ثمن کے عوض اُسکو فروخت کیا ہے اور اگر قربانی کرنے والے نے مذبوحہ بکری مین بائع کے پاس کا کچھ عیب پایا تو بائع کو اختیار ہے چاہے بکری کو اُسی طرح قبول کرلے اور ثمن واپس کردے پھر مشتری اس ثمن کو صدقہ کردیگا مگر اسمین سے حصہ نقصان کو صدقہ نہ کریگا کیونکہ اُسنے بقدر حصہ نقصان کے اپنے ذمہ نہین واجب کیا ہے اور اگر بائع چاہے تو مذبوحہ بکری کو نہ قبول کرے اور حصۂ عیب کے قدر ثمن واپس کردے اور مشتری اسقدر حصہ کو صدقہ نہ کرے گا اسوجہ سے کہ اسقدر حصہ قربت مین داخل نہین ہوا ہے قربت مین تو اُسیقدر داخل ہوا ہے جو اُسنے ذبح کیا ہے حالانکہ اُسنے ناقص بکری ذبح کی ہے لیکن جزاے[عـــه] صید مین یہ نہین ہے بلکہ اُس صورت مین دیکھا جائیگا کہ اگر اس عیب کے ساتھ صید کیواسطے کوئی عدل مساوی نہ پایا جاوے تو اُسپر یہ زیادتی صدقہ کرنی واجب ہوگی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اُسکو قربانی کیا یا متعۃ الحج[عـــه] مین جو قربانی لازم آتی ہے اُسمین ذبح کیا یا جزاے صید مین ذبح کیا پھر واہب نے ہبہ سے رجوع کیا تو رجوع صحیح ہے اور قربانی و متعہ جائز ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہبہ سے رجوع کرنا نہین صحیح ہے اور موہوب لہ پر قربانی و متعہ کی صورت مین کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے ایک مریض[عـــه]

عـــه یہ مسئلہ کتاب الحج مین مفصل مذکور ہوا ہے ۱۲ منہ عـــه یعنے جزاے صید مین دوسرا دم دے ۱۲ منہ
عـــه مریض مرض الموت ۱۲ منہ

نے ایک شخص کو ایک بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اُسکی قربانی کر دی پھر مریض اسی مرض مین مر گیا اور سوائے اس بکری کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو وارثون کو اختیار ہوگا کہ موہوب لہ سے اُسکی دو تہائی قیمت زندہ ہونے کی حالت کی تاوان لین یا دو تہائی مذبوحہ واپس لین اور موہوب لہ پر لازم ہوگا کہ اُسکی دو تہائی کی قیمت مذبوحہ حالت کی صدقہ کر دے اور دونون صورتون مین اُسکی قربانی جائز ہوجائیگی کیونکہ اُسنے اپنی ملک کا جانور ذبح کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایام قربانی مین پانچ بکریان خریدین اور ان مین سے ایک بکری کی قربانی کا ارادہ کیا مگر اُسنے کوئی معین نہ کی پھر قربانی کے روز کسی شخص نے انہین سے ایک بکری بدون حکم مالک کے مالک کیطرف سے قربانی کی نیت سے ذبح کر دی تو وہ شخص ضامن ہوگا کیونکہ جب مالک نے اُسکو قربانی کیواسطے معین نہ کیا تھا تو بعینہ اُسکے ذبح کرنے کی اجازت بطور دلالت کے بھی مالک کیطرف سے ثابت[1] نہ ہوئی یہ ذخیرہ مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی قربانی کا جانور غصب کر کے اپنی طرف سے قربانی کر دیا اور مالک کو اُسکی قیمت تاوان دیدی تو جو اُسنے کیا ہے وہ ادا ہوگیا کیونکہ قیمت تاوان دینے سے وہ غصب کیوقت سے مالک ہوگیا یہ خلاصہ مین ہے اور اگر ایک شخص کی بکری غصب کر کے اُسکی قربانی کر دی تو جائز نہین ہے اور مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو مذبوحہ لے لے اور تاوان نقصان لے لے اور اگر چاہے تو اُس سے زندہ بکری کی قیمت تاوان لے لے پس غصب کے وقت سے یہ بکری غاصب کی ملک ہوجائیگی پس استحساناً قربانی جائز ہوجائیگی۔ اسی طرح اگر ایک بکری خریدی اور اُسکی قربانی کر دی پھر کسی شخص نے بکری پر اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مستحق نے بیع کی اجازت دے دی تو قربانی جائز ہے اور اگر مذبوحہ بکری واپس لی تو جائز نہو گی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے پاس ایک بکری ودیعت رکھی اور عمرو نے قربانی کے روز اُسکی قربانی کر دی پھر زید نے اُسکی قیمت تاوان لینی اختیار کی یا مذبوحہ واپس کر لی بہر حال عمرو کی قربانی ادا نہو گی اور جو حکم ودیعت مین معلوم ہوا وہی عاریت و اجارہ مین ہے مثلاً ایک اُونٹنی یا بیل یا گائے مستعار لیا یا اجارہ پر لیا پھر اُسکی قربانی کر دی تو اُسکی قربانی ادا نہو گی خواہ اُسکا مالک اس مذبوحہ کو لے لے یا قیمت تاوان لے لے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر کوئی بکری رہن ہو اُسکی قربانی کر دی اور اُسکی قیمت ضمان دیدی تو نہین جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان و خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے قصاب کو بلایا تاکہ میرے واسطے یہ جانور قربانی کر دے اور قصاب نے اپنی طرف سے قربانی کر دیا تو یہ قربانی مالک کیطرف سے ہو گی یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اضحیہ خریدا اور غیر کو حکم دیا کہ اس کو ذبح کر دے پس اُسنے ذبح کیا اور کہا کہ مین نے عمداً تسمیہ[2] کہنا چھوڑ دیا ہے

---

[1] قال المترجم بعض نے کہا کہ یہ قیاس ہے اور استحسان مین جواز و عدم تاوان ہے جبکہ ایک بکری ہو اور قربانی کی نیت ہو اور زیادہ بکریون مین بھی یہی حکم ہے کیونکہ مقصود ادائے قربت ہے مین کہتا ہون کہ نہین بلکہ صحیح یہ کہ ضامن ہوگا کیونکہ ایک مین مالیت متعین ہوگئی تھی اور یہان تعین نہین رہا تو فرق ظاہر ہوگیا ۱۲

[2] تسمیہ بسم اللہ کہنا اور مراد اللہ تعالی کا نام ہے ۱۲

تو ذبح کرنیوالا مالک کے واسطے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مالک اس قیمت سے دوسری بکری خرید کر قربانی کرے اُسکا سب گوشت صدقہ کردیگا اور کچھ نہ کھائیگا اور یہ اسوقت ہی کہ جب ایام قربانی باقی ہون اور اگر گذر گئے ہون تو اُسکی قیمت فقیرون پر صدقہ کردے گا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میری یہ بکری ذبح کردے پھر مامور نے اُسکو ذبح نہ کیا یہانتک کہ مالک نے وہ بکری فروخت کردی پھر مامور نے اُسکو ذبح کردیا تو مامور اُسکی قیمت مشتری کو تاوان دیگا اور جسنے اُسکو ذبح کرنیکا حکم دیا تھا اس سے واپس نہین لے سکتا ہی خواہ مامور کو بیع کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو کیونکہ اگر اُسکو بیع کا علم ہوگیا تھا تو یہ حکم ظاہر ہی اور اگر نہوا تھا تو اسوجہ سے کہ حکم دہندہ نے اُس کو دھوکا نہین دیا ہی کیونکہ جسوقت اُسنے اس شخص کو ذبح کرنیکا حکم دیا تھا اُسوقت یہ بکری اُسکی ملک تھی یہ واقعات ناطفی مین ہی۔ اجناس مین ہی کہ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ زید نے عمرو کو ایک بکری ذبح کرنیکا حکم دیا حالانکہ زید اُسکو فروخت کرچکا تھا پس عمرو نے اُسکو ذبح کردیا باوجودیکہ عمرو کو فروخت ہوجانیکا علم تھا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اُسکا ثمن بائع کو دے کر عمرو سے اُسکی قیمت تاوان لے اور عمرو کو یہ اختیار نہوگا کہ زید سے تاوان واپس لے اور اگر عمرو کو اُسکی بیع کا علم نہو تو مشتری کو عمرو سے تاوان قیمت لینے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ اگر مشتری اُس سے تاوان لے تو عمرو یہ مال تاوان زید سے واپس لیگا پس ایسا ہوگا کہ گویا زید نے خود ایسا کیا ہی تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ ذخیرہ ومحیط مین ہی۔ اور اگر تین آدمیون نے تین بکریان خریدین پھر ذبح کرتے کیوقت سب کو شبہہ پڑگیا کہ کون بکری کسکی ہی تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ چاہیے کہ ہر ایک آدمی دوسرون کو ذبح کرنے کیواسطے وکیل کردے تاکہ اگر ذبح کرنیوالے نے اپنی بکری ذبح کردی تو جائز ہوگی اور اگر دوسرے کی ذبح کی تو اُسکی اجازت کیوجہ سے جائز ہوگی۔ ایک شخص نے قربانی کرنی چاہی پس اُسنے قصاب کے ہاتھ کے ساتھ اپنا ہاتھ بھی لگایا تاکہ دونون کی مدد سے اچھی طرح ذبح ہوجاوے تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک پر تسمیہ واجب ہوگا حتے کہ اگر دونون مین سے ایک نے تسمیہ چھوڑ دیا تو جائز نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔

آٹھوان باب۔ اُن مسائل کے بیان مین جو قربانی کے جانورون مین شرکت ہونے سے متعلق ہین

جاننا چاہیے کہ بکری اگرچہ بڑی ہو مگر فقط ایک آدمی کے سواے زیادہ کیطرف سے نہین جائز ہی اور گاے[1] و گاے سات آدمی کی طرف سے جائز ہی بشرطیکہ سب لوگ اللہ تعالے کی رضامندی کیواسطے قربانی[2] کرنیکی نیت رکھتے ہون اور سات کی تعداد مقرر کرنے سے یہ مراد ہی کہ سات سے زیادہ آدمیون کیطرف سے جائز نہین ہی اور کم ہوتے مین قربانی ادا ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور قربانی کرنیوالا ایسے جانور مین جسمین شرکت

[1] قال المترجم اور گوشت کھانے کیواسطے ہر ایک کو چاہیے کہ دوسرون سے تحلیل کراے ۱۲ منہ [2] یعنی سب لوگ قربانی کرین کوئی ایسا نہو کہ جو قربانی نہین بلکہ گوشت کا حصہ چاہتا ہی ۱۲ منہ

ہو سکتی ہی ایسے شخص کو جو سرے سے کسی قربت کا قصد نہیں رکھتا ہی۔ شریک نہ کرے اور اگر شریک کر لیا تو اسکی قربانی ادا نہو گی اور یہی حکم تمام قربات میں ہی کہ اگر قربت چاہنے والے نے ایسے شخص کو جو قربت نہیں چاہتا ہی شریک کر لیا تو قربت ادا نہو گی اور اگر سب نے قربانی کا ارادہ کیا یا قربانی کے سوائے دوسری قربت کا قصد کیا تو سب کی مراد ادا ہو جائیگی خواہ یہ قربت واجبہ ہو یا نفل ہو یا بعض پر واجب اور بعض نے نفل ادا کی ہو اور خواہ جہات قربت ایک ہی ہوں یا مختلف ہوں جیسے بعض نے ہدی احصار کا اور بعض نے احرام میں کسی جرم کے کفارہ کا اور بعض نے ہدی تطوع کا اور بعض نے دم متعہ یا قران کا ارادہ کیا اور یہ ہمارے اصحاب ثلثہ کا قول ہی۔ اسی طرح اگر بعض نے اپنے فرزند کے عقیقہ کا جو پیشتر پیدا ہوا ہی قصد کیا تو بھی جائز ہی ایسا ہی امام محمد نے نوادر الضحایا میں ذکر کیا اور اگر کسی نے ولیمہ کا یعنے نکاح کی ضیافت کا قصد کیا تو یہ صورت مذکور نہیں ہی مگر چاہیے کہ جائز ہو وے۔ اور امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت ہی کہ انھوں نے جہات قربت مختلف ہونے کی صورت میں شرکت کو مکروہ فرمایا ہی۔ اور امام اعظم رح سے یہ بھی مروی ہی کہ اگر یہ اشتراک ایک ہی نوع قربت میں ہو تو مجھے زیادہ پسند ہی اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہی۔ اور اگر ہر شریک نابالغ ہو یا ساتویں حصہ کا شریک ایسا شخص ہو جو فقط گوشت چاہتا ہی یا نصرانی وغیرہ ہو تو دوسروں کی قربانی بھی جائز نہو گی یہ سراجیہ میں ہی اور اگر کوئی شریک ذمی ہو خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی ہو اور خواہ وہ گوشت کی غرض سے شریک ہو یا اپنے دین کے موافق کسی قربت کا قصد رکھتا ہو تو سب کی قربت جو انھوں نے نیت کی ہی ادا نہو گی یہ ہمارے نزدیک ہی اسواسطے کہ کافر کیطرف سے قربت متحقق نہیں ہوتی ہی تو اس کی نیت کالعدم ہو گی پس ایسا ہو گا کہ جیسے اسنے گوشت کی غرض سے شرکت کی اور مسلمان اگر گوشت کی غرض سے شرکت کرے تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہی۔ اسی طرح اگر کوئی شریک غلام یا مدبر ہو کہ وہ قربانی کی نیت رکھتا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع میں ہی۔ اگر قربانی کے ارادے سے ایک گائے خریدی پھر اس میں چھ آدمیوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہی مگر قربانی سب کیطرف سے ادا ہو جائیگی کیونکہ حکماً یہ بمنزلہ بکریوں کی بیع کے ہی لیکن اگر اسنے خریدنے کیوقت یہ قصد کیا ہو کہ اسمیں لوگوں کو شریک کر لیگا تو مکروہ نہیں ہی اور اگر ایسا کیا تو حسن ہو گا۔ اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب یہ شخص غنی ہو اور اگر فقیر تنگدست ہو تو اسنے خریدنے سے اپنے اوپر قربانی واجب کر لی پس اسکے حق میں یہ جائز نہیں ہی کہ اس گائے میں دوسروں کو شریک کرے

ہدی احصار جب احرام باندھکر طواف کعبہ ادا کرنے سے بوجہ بیماری و دشمن وغیرہ کے مجبور ہوا تو قربانی کرکے احرام سے نکلے ہدی تطوع نفل قربانی اگر سفر واحد میں ایک احرام سے عمرہ و حج ادا کیا تو قران کی شکریہ قربانی دے اور اگر دو احرام سے ادا کیا تو تمتع قربانی کرے ۱۲ منہ

فقط گوشت چاہتا ہی ۱۲ منہ

جیسے سب نے قربانی کی ۱۲ منہ

امام اعظم و ابو یوسف و امام محمد رح ۱۲ منہ

یعنے مکروہ تنزیہی ۱۲ منہ

یعنے قربانی یا دوسری قربت ہو ۱۲ منہ

کیونکہ اس کی طرف سے قربانی متحقق نہیں ہو سکتی ۱۲ منہ

اسی طرح اگر اُسنے صریح اپنے اوپر اُسکی قربانی واجب کر لینے کے بعد اسمین چھ آدمیون کو شریک کر لیا تو اسکی گنجائش نہین ہی کیونکہ اُسنے پوری گائے اللہ تعالے کیواسطے قربانی کرنی واجب کر لی ہی پھر اگر اُسنے شریک ہی کر لیا تو قربانی جائز ہو جائے گی مگر گائے مذکور کے چھ ساتوین حصے کا ضامن ہوگا یعنے صدقہ کرے اور غنی کے حق مین کہا گیا ہی کہ غنی ثمن کو صدقہ کر دے تین آدمی ایک گائے مین شریک ہوئے کہ ایک کے سات حصون مین سے تین حصے ہین اور باقی دونون مین سے ہر ایک کے دو دو حصے ہین پھر جسکے تین حصے ہین وہ مر گیا اور اُسنے یہ حصے ملا کر چھ سو درم چھوڑے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی دونون نابالغ چھوڑے پھر وصی نے گائے مین سے میت کا حصہ ان دونون کی طرف سے قربانی کر دیا تو قربانی سب شریکون کی طرف سے ادا نہو گی اسواسطے کہ لڑکی کا حصہ محض گوشت ہو گیا کیونکہ بیٹی فقیر ہی اسلیے کہ باپ کی میراث سے اسکو دو سو درم سے کم ملا ہی[۱] اور اگر میت نے گائے کے حصے کے سوائے چھ سو درم چھوڑے ہون تو قربانی سب کیطرف سے جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ لڑکی اس صورت مین غنی ہو گی یہ محیط سرخسی مین ہی پانچ آدمیون نے ایک گائے مین شرکت کی پھر ایک شخص آیا اور اُسنے درخواست کی کہ مجھے بھی شریک کر تو بس چار نے منظور کیا اور ایک نے انکار کیا پھر سبھون نے اس گائے کی قربانی کی تو جائز ہی کیونکہ جسکا حصہ قربانی چار کے حصون مین سے قرار دیا گیا ہی وہ گائے کے ساتوین حصہ سے زیادہ کا مالک ہوا پس گائے کے پچیس حصے لینے چاہیے کیونکہ ہمکو حساب کیواسطے ایسے عدد کی ضرورت ہی جسکا پانچوان حصہ نکلے اور پھر اُسکے چار پانچوین حصہ کا پانچوان حصہ نکلے پس پانچوان حصہ نکالنے کی اسوجہ سے ضرورت ہی کہ پانچ شریک ہین پس ہر واحد کا پانچوان حصہ ہوا اور چار پانچوین کا پانچوان اسوجہ سے نکالنے کی ضرورت ہی کہ چار شریکون نے اُسکی درخواست منظور کی ہی پس اسکو اپنے حصون مین برابر شریک کر لیا ہی اور اُنکے حصے چار پانچوین ہین پس چار پانچوین حصون کو پانچ آدمیون مین برابر مشترک کر لیا پس کمتر ایسا عدد پچیس ۲۵ ہی پس پانچ شریکون مین سے ہر ایک کے پانچ حصے ہوئے پھر چار نے درخواست منظور کر کے اُسکو اپنے ساتھ اپنے بیس ۲۰ حصون مین شریک کیا یعنے پانچ آدمی مین مشترک کر دیا کہ جسمین سے ہر ایک کے چار حصے ہوئے اور پچیس ۲۵ مین سے چار حصے پچیس ۲۵ کے ساتوین سے زائد ہین اور اسکی پہچان بسط و تجنیس کے ساتھ آسان ہوتی ہی کذا فی الظہیریہ۔ اور اگر چھ شریک ہون پھر ساتوین کی درخواست کو پانچ نے منظور کیا اور ایک نے نامنظور کیا تو اس صورت مین قربانی جائز نہو گی کیونکہ گائے کے ساتوین حصے سے اسکا حصہ کم پڑتا ہے کیونکہ اس صورت مین چھتیس ۳۶ حصے کرنے چاہیے ہین کہ جسمین سے ہر ایک کے چھ حصے ہوئے پس پانچ شریکون کے تیس ۳۰ حصے ہوئے کہ جنکو اُنھون نے سائل کی درخواست منظور کر کے چھ آدمیون مین مشترک کر دیا پس ہر ایک کے پانچ حصے ہوئے اور چھتیس ۳۶ مین سے پانچ حصے چھتیس کے ساتوین حصہ سے کم ہین

[۱] کیونکہ اسکے حصہ مین دو سو درم آتے ہین ۱۲ منہ

ایک گائے مین تین آدمی شریک ہین پس اُنمین سے ایک آدمی نے ایک شخص غیر کو چوتھائی کا شریک کرلیا تو جائز ہے مگر تہائی ان دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی اسوجہ سے کہ اُس نے اُس شخص غیر کو ہر ایک شریک کے برابر کردیا اگر ایسا کہ نا شریکون کے حصہ مین صحیح ہوا پس خاصۃً اسی کے تہائی حصہ مین صحیح ہوا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر تین آدمیون نے گائے خریدی پھر ایک نے کسی کو اپنے حصہ مین شریک کرلیا تو تہائی دونون مین مشترک ہوگی اور قربانی جائز ہوجائیگی۔ اور اگر اُسکو ساتوین حصہ کا شریک کیا پس اگر اُس کے شریکون نے اجازت دیدی تو قربانی جائز ہوجائیگی اور اگر شریکون نے اجازت نہ دی تو اس غیر کے لیے شریک کرنیوالے کے حصہ مین سے ساتوان حصہ ہوگا پس قربانی جائز نہ ہوگی اور اگر فقط ایک شریک نے اجازت دیدی تو اس غیر کو ان دونون کے حصون مین سے ساتوان حصہ ملیگا تو بھی قربانی جائز نہ ہوگی اگر ایک شخص نے ایک گائے خریدی اور سات آدمی شریک کرلیے تو قربانی جائز نہین ہے پس اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو ساتوین حصہ کی قیمت صدقہ کرے اور اُسکے شریکون پر کچھ صدقہ کرنا لازم نہ ہوگا۔ اور اگر اُسنے چھ آدمیون سے کہا کہ مین نے تم کو شریک کیا پس ایک نے قبول کیا تو اُسکو ساتوان حصہ ملیگا اور قربانی جائز ہوجائیگی اور اگر نصف گائے ایک کی ہو اور باقی نصف مین دو شریک ہون پھر وہ ضائع ہوگئی پھر ان لوگون نے دوسری گائے تین تہائی کی شرکت پر خریدی پھر پہلی گائے ملگئی پس اگر دوسری گائے بہ نسبت پہلی گائے کے تین ساتوین حصے سے کم ہو تو جسقدر اسکے مابین ہے اُسکو سب صدقہ کرین یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر قربانی کیواسطے ایک گائے خریدی اور اُسمین سے ایک ساتوان حصہ اس سال کی قربانی کی نیت سے اور باقی چھ ساتوین حصے سالہائے گذشتہ کی قربانی کی نیت سے ذبح کی تو اس سال کی قربانی جائز ہوجائے گی اور سالہائے گذشتہ کی ادا نہو گی یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر بعضے شریکون نے نفل قربانی کی اور بعض نے سالگذشتہ کی قربانی سے جو اُسکے ذمہ دین ہوگئی ہے اور بعض نے اسی سال کی قربانی واجبہ سے ذبح کرنے کی نیت کی تو سب جائز ہے کہ جسنے اس سال کی قربانی واجبہ سے ذبح کرنیکی نیت کی ہے اسکی اس سال کی قربانی ادا ہوگی اور جسنے قضاے سال گذشتہ کی نیت کی ہے اُس کی نفل قربانی اس سال ادا ہوگی اور قضا جو اُسکے ذمہ واجب ہے وہ ادا نہو گی اسکے واسطے درمیانی بکری کی قیمت صدقہ کردے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اونٹ یا گائے مین آٹھ آدمی شریک ہون تو کسی کی قربانی ادا نہو گی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتوین حصے سے کم پڑتا ہے اسیطرح اگر شریک لوگ آٹھ سے

سلہ وجہ یہ ہے کہ گائے کے ۳ حصے کیے جاوین پس ایک تہائی یعنی ۱/۳ تو اُسکے نکل گئے جسنے اجازت نہ دی اور باقی ۲/۳ مین ۳ شریک رہے ایک کا ساتوان حصہ یعنے ۱/۷ اور باقی دونون مین برابر لیکن پوری گائے کا ساتوان حصہ ۱/۷ ہے تو چھ والے کی قربانی نہوگی لیس اُس کا حصہ محض گوشت ہوگیا تو سب گائے قربانی نہوگا ۱۲ منہ سلہ اس بیان مین تشویش ہے فتامل ۱۲ م سلہ اسی طرح نسخہ مین ہے تو مقدمہ سے دونون مسائل مین توجہ چاہیے یا النسخۃ صحیحۃ دیگر ۱۲ ع ســہ پس تہائی مین اُسکا برابر شریک ہوگا ۱۲ منہ

کم ہون لیکن کسی شریک کا حصہ ساتوین حصہ سے کم ہو مثلاً ایک شخص مر گیا اور اُسنے ایک جورو و بیٹا و گائے چھوڑی پس وارثون نے گائے کی بقرعید کے روز قربانی کردی تو جائز نہوگی اسواسطے کہ عورت کا حصہ ساتوین حصہ سے کم ہی پس اُسکے حصہ کی قربانی ناجائز ہوئی اور جب اُسکے حصہ کی ناجائز ہوئی تو بیٹے کے حصے کی بھی جائز نہوئی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اضاحی زعفرانی مین ہی کہ اگر اونٹ یا گائے دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اسکی قربانی کی تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور مختار یہ ہی کہ یہ قربانی جائز ہوگی اور نصف حصہ ہفتم تابع ہوگا پس گوشت محض نہوگا اور صدر الشہید رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ امام والد نے یہ اختیار کیا ہی اور یہی فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالے کا مختار ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے ساڑھے تین دینار دیے اور دوسرے نے اڑھائی دینار دیے اور تیسرے نے ایک دینار دیا تو قربانی ان سب کی طرف سے جائز ہوگی کیونکہ کمتر حصہ قربانی ساتوان حصہ ہی اسیطرح اگر پانچ آدمیون نے شرکت کی اسطرح کہ ایک نے دو دینار دیے اور دوسرے نے اڑھائی دیے اور تیسرے نے تین دینار دیے اور چوتھے نے بھی تین دینار دیے اور پانچوین نے ساڑھے تین دینار دیے تو بھی سب کی طرف سے جائز ہی کیونکہ حصہ قربانی کمتر ساتوان حصہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر سات آدمیون نے ایک گائے قربانی کرنیکے واسطے خریدی پھر ساتون مین سے ایک مر گیا اور اُسکے بالغ وارثون نے کہا کہ تم لوگ اسکو اپنی طرف سے اور میت کیطرف سے قربانی کردو تو استحساناً جائز ہی اور اگر باقیون نے بلا اجازت وارثون کے ذبح کردی تو اُنکی طرف سے قربانی ادا نہوگی کیونکہ حصہ میت قربت نہوگا کیونکہ وارثون کیطرف سے اجازت نہین پائی گئی پس پوری گائے قربت مین مذبوح نہوگی کیونکہ تجزی نہ تھی یہ کافی مین ہی۔ اگر تین آدمیون مین سے ہر ایک نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی ایک نے دس۱۰ درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس۲۰ درم کو اور تیسرے نے تیس۳۰ درم کو خریدی اور ہر ایک بکری کی قیمت اُسکے ثمن کے مثل ہی پھر یہ بکریان باہم مختلط ہوگئین کہ ہر ایک شخص اپنی بکری پہچان نہین سکتا ہی پھر سبھون نے اُنکی قربانی کردی تو سب کیطرف سے ادا ہوجائیگی مگر تیس۳۰ درم کا خریدنے والا بیس درم صدقہ کردے اور بیس درم والا دس درم صدقہ کردے اور دس والا کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دیدی کہ بکری کو اُنکی طرف سے ذبح کرے تو سب کی طرف سے قربانی ادا ہوجائیگی اور انپر کچھ صدقہ کرنا لازم نہوگا[ل] یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر دس۱۰ آدمیون نے دس بکریان مشترک خریدین پھر ہر ایک نے ایک بکری ذبح کردی تو جائز ہی اور سب گوشت ان سب مین وزن سے تقسیم کیا جائیگا اور اگر انھون نے ڈھیری لگا لگا کر بانٹ لیا تو جائز ہی بشرطیکہ ہر ایک نے پائے اور سری اور کھال مین سے کچھ کچھ لیا ہو۔ اسی طرح اگر ہر ایک نے علیحدہ

ل لازم نہوگا کیونکہ اسنے اپنی بکری ذبح کی یا دوسرے کے حکم سے اس کی بکری ذبح کی ۱۲ منہ ۵ یعنی

الکل سے ۱۲ منہ

خریدی ہو مگر سب مختلط ہو گئیں پھر ہر ایک نے ایک ایک بکری ذبح کر دی اور اُسپر سب نے باہم رضامندی کر لی تو بھی جائز ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اضاحی زعفرانی میں ہے کہ سات آدمیوں نے باہم مشترک سات بکریاں خریدیں تاکہ ان بکریوں کو سب لوگ قربانی کریں اور ہر ایک کے واسطے کوئی بکری معین نہ کی پھر یونہی بلا تعیین ذبح کر دیا تو قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو مگر استحساناً جائز ہے واضح ہو کہ یہ جو فرمایا کہ باہم مشترک سات بکریاں خریدیں اسمیں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ اسطور سے خریدیں کہ ہر بکری ان سب میں مشترک ہو اور دوسرا یہ ہے کہ وہ بکریاں اسطور سے خریدیں کہ ہر ایک کیواسطے ایک بکری ہو مگر غیر معین نہ معین۔ پس اگر دوسرے طور سے خریدنا مراد ہے تو وہ باتفاق جائز ہے کیونکہ ہر ایک نے پوری بکری قربانی کی اور اگر اول مراد ہے تو جو حکم ذکر فرمایا ہے وہ دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق ہے کیونکہ اگر بکری دو شخصوں میں مشترک ہو اور دونوں نے اُسکی قربانی کی تو بعض مقام پر مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دو بکریاں دو شخصوں میں مشترک ہوں اور دونوں نے اپنے نسک سے اُنکی قربانی کر دی تو دونوں کا نسک ادا ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر دو غلام دو شخصوں میں مشترک ہوں اور دونوں نے اپنے اپنے کفارہ سے اُنکو آزاد کیا تو جائز نہیں ہے ایک اونٹ دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں نے اُسکی قربانی کر دی پس اگر دونوں میں سے کسی کا ساتواں حصہ یا دو ساتویں حصے ہوں اور باقی دوسرے کا ہو تو جائز ہے اور اگر دونوں میں نصفا نصف ہو تو بھی اصح قول کے موافق جائز ہے کذا فی خزانۃ المفتیین

نواں باب۔ متفرقات کے بیان میں۔ اگر قربانی کی غرض سے دو بکریاں خریدیں پھر دونوں میں سے ایک ضائع ہو گئی اور اُسنے دوسری کو قربانی کر دیا پھر ضائع شدہ کو ایام قربانی میں یا اسکے بعد پایا تو اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا خواہ یہ بکری اُسکی بہ نسبت جو قربانی کی ہے بہتر ہو یا کمتر ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے کالی گائے قربانی کیواسطے خرید دے اُسنے کبری گائے جسمیں سیاہی و سپیدی تھی خریدی تو موکل کے ذمہ[۱] پڑیگی اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے مینڈھا سینگوں دار فراخ چشم خرید دے اُسنے مینڈھا بے سینگوں والا غیر فراخ چشم خرید دیا تو موکل کے ذمہ پڑیگا کیونکہ یہ وصف ایسا ہے کہ لوگ قربانی کے جانور ایسی وصف سے مرغوب رکھتے ہیں پس وکیل نے موکل کے حکم کی مخالفت کی اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے گائے کا دوسرے برس کا بچہ خرید دے اور اُسکا کچھ ثمن بیان نہ کیا اور وکیل نے مسنہ خرید دیا تو اسمیں دو صورتیں ہیں کہ اگر ثنیہ[۲] بچہ بہ نسبت مسنہ کے کم داموں کو آتا ہو تو مسنہ موکل کے ذمہ پڑیگا اور اگر ثنیہ و مسنہ دونوں ایک داموں کو آتے ہیں تو مسنہ موکل کے ذمہ لازم ہوگا کیونکہ وکیل نے موکل کا حکم چھوڑ[۳] کر اُسکے حق میں بہتر چیز کی طرف خلاف کیا ہے اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک بکری قربانی کیلیے خرید دے پس وکیل نے خرید دی اور ایک شخص کو مزدور کیا جو اسکو ایکدرم اُجرت پر ہانک لایا تو یہ موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کہا اللہ کیواسطے مجھپر واجب ہے کہ ایک بکری ہدی بھیجوں یا ایک بکری قربانی کروں پھر اُسنے گائے یا اونٹ کی ہدی بھیجی یا گائے یا اونٹ قربانی کر دیا تو جائز ہوگا۔ ایک شخص

---

۱ ذمہ پڑیگی کیونکہ یہ وصف بیفائدہ تھا ۱۲ منہ ۲ ثنیہ جسکو دوسرا سال ہو اور مسنہ جسکو تیسرا سال ہو ۱۲ منہ ۳ یعنی پہچان نہوسکی ۱۲ منہ ۴ یعنی جو امر مثل قربانی وغیرہ کے اُسپر واجب تھا ۱۲ منہ ۵ یعنی ادا ہوگا ۱۲

نے نوے درم کی بکری قربانی کی اور دوسرے نے ستر درم کی گائے کی قربانی کی اور تیسرے نے سو درم صدقہ کر دیے تو بکری والے کی قربانی بہ نسبت گائے والے کے بہتر ہی کیونکہ بکری کی قیمت سے زیادہ ہی اور جسنے گائے قربانی کی ہی اسکا ثواب بہ نسبت صدقہ کرنیوالے کے بہت زیادہ ہی- ایک شخص[1] نے فقیری کی حالت مین ایام قربانی مین ایک بکری قربانی کیواسطے خرید کر اُسکی قربانی کر دی پھر ایام قربانی ہی مین غنی ہو گیا تو شیخ فقیہ ابو محمد حرمینی رح نے فرمایا کہ قربانی کا اعادہ کرے اور اُنکے سوائے دوسرے متاخرین نے فرمایا کہ اعادہ نہ کرے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک شاۃ قربانی کیلیے خریدے تو جاننا چاہیے کہ شاۃ اسم جنس ہی ضان و معز[2] دونوں کو شامل ہی- اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ضان خریدے اُسنے معز خریدی یا اسکے برعکس واقع ہوا تو موکل کے ذمہ لازم نہو گی یہ محیط مین ہی- اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کر دیجاوے اور کوئی جانور بیان نہ کیا تو وصیت جائز ہی اور بکری پر واقع ہو گی[3]- اسیطرح اگر وصیت نہین کی بلکہ کسی شخص کو حکم دیا کہ میری طرف سے قربانی کر دے اور کوئی جانور بیان نہین کیا تو بھی جائز ہی- اور اگر یون وصیت کی کہ تمام میرے مال متروکہ سے ایک گائے خرید کر میری طرف سے قربانی کیجاوے پھر مر گیا اور وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے بلا خلاف وصیت جائز ہی پس تہائی مال سے بکری خرید کر اُسکی طرف سے قربانی کیجائے گی- اور اگر یون وصیت کی کہ میرے مال سے بیس درم کو ایک گائے خرید کر میری طرف سے قربانی کر دیجائے پھر مر گیا اور اُسکا تہائی مال بیس درم سے کم ہی تو ہمارے مذہب کے موافق جسقدر پہونچے اُسکی بکری خرید کر قربانی کر دیجائیگی- یہ ذخیرہ مین ہی اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اگر مین مر جاؤن تو میرے ان بیس درمون سے ایک بکری خرید کر میری طرف سے قربانی کر دیجاوے پھر مر گیا اور ان درمون سے ایک درم جاتا رہا تو مابقی سے اُسکی طرف سے قربانی کرنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین رحمہما اللہ تعالی نے اُس مملوک[4] پر جو آزاد کرنیکے واسطے خریدا جاوے قیاس کر کے فرمایا کہ مابقی انیس درم سے اُسکی طرف سے جانور خرید کر قربانی کیا جائے گا- ایک شخص نے ایک گائے خریدی اور دوسرے شخص سے کہا کہ اے فلان شخص مین نے تجھے اسکی دو تہائی کا شریک کیا تو اُسکی دو تہائی ہو گی اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اسکے پورے کا شریک کیا تو نصف اُسکی ہو گی کیونکہ اگر ہم اسکو پوری گائے دین تو شرکت نہو گی اور اگر کہا کہ مین نے اسکا حصہ یا نکڑا تیرے واسطے کر دیا تو یہ باطل ہی ہر چند کہ اس قول سے مین نے تیرے واسطے اسکا ایک سہم کر دیا امام اعظم رح کے نزدیک چھٹا حصہ ہونا چاہیے کیونکہ امام کے نزدیک سہم کی تفسیر چھٹا حصہ ہی جیسا کہ کتاب الوصایا مین معلوم ہوا ہی لیکن چونکہ سہم سے چھٹے حصے سے کم مراد ہونیکا بھی احتمال ہی اسواسطے باطل قرار دیا گیا ایک شخص نے دس دینار کو ایک گائے خرید کر قبضہ کر کے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تجھے اسمین دو دینار کا شریک کیا اور اُسنے قبول کر لیا تو وہ شخص پانچوین حصہ کا شریک ہو گا یہ ظہیریہ مین ہی- ایک شخص نے ایک بکری خرید کر اُسکی قربانی کر دی پھر اسمین کوئی ایسا عیب پایا گیا کہ جس سے اُسکی قیمت مین نقصان آتا ہی مگر ایسا نہین ہی کہ اُسکی قربانی نہو سکے تو اسکو اختیار ہو گا کہ بائع سے نقصان عیب واپس لے اور جو کچھ واپس لیا اُسکا صدقہ کر دینا اُسپر واجب نہو گا کیونکہ وہی معیوبہ بکری کی قربانی ادا ہو گئی ہی اور اس سے

[1] یہ اس سبب سے ہی کہ سبھی یہ اقوال امام محمد سے کیے ہین ۱۲ منہ [2] بھیڑ و بکری ۱۲ [3] یعنی گویا یون کہا کہ بکری کی قربانی کر دیجاوے ۱۲ [4] خواہ غلام ہو یا باندی ۱۲

زیادہ اُسپر کچھ واجب نہین ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین مذبوحہ بکری واپس لیکے دیتا ہون اور ثمن واپس کر دیا تو
مشتری پر واجب ہوگا کہ یہ سب ثمن سوائے حصہ نقصان عیب کے صدقہ کر دے اور اگر اُسکا ثمن بائع پر ڈوب
گیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر کچھ وصول ہوا اور کچھ ڈوب گیا تو جسقدر وصول ہوا ہے اُسمین سے بھی جتنا
حصہ نقصان عیب کے پڑتے مین پڑتا ہو اُسکو نکالکر باقی حصہ صدقہ کرے مثلاً ثمن دس درم تھے اور عیب ایک درم
تو ثمن وصول شدہ مین سے نو دسوین حصے[1] صدقہ کرے یہ ذخیرہ مین ہے اور [illegible] کے ساتھ مشتہر مسائل مین مشتہر نہین ہے
قنیہ مین ہے۔ اگر کسی کا قربانی کیا ہوا جانور غصب کر لیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ غیر کا مال بدون اُسکی اجازت کے
لے لیا ہے اور جب قربانی کرنیوالے کو اُسکی قیمت وصول ہو جاوے تو اُسکو صدقہ کر دے کیونکہ غاصب اُسکی قیمت تاوان دینے
سے اُسکا مالک ہوگیا پس ایسا ہوا کہ گویا قربانی کرنیوالے نے اُسکے ہاتھ فروخت کر دیا اور فروخت کرنیکی صورت مین ثمن صدقہ
کرنا واجب ہوتا ہے ویسا ہی اس صورت مین واجب ہوگا اور یہ جائز نہین ہے کہ اضحیہ مذبوحہ کی قیمت کو کسی غیر کو ہبہ کر دے
اور اگر اُسنے غاصب کو قیمت واپس کر دی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا کیونکہ اضحیہ مذکور بدون اُسکے فعل کے تلف ہوا ہے اور
اگر قربانی کرنیوالے نے غاصب کو اُسکی قیمت سے بری کر دیا حالانکہ قربانی کرنیوالا غنی ہے یا فقیر ہے تو اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا
اسواسطے کہ ابتدا مین اُسکو اختیار تھا کہ اصل کو غاصب کو ہبہ کر دے پس ایسا ہی اُسکے بدل کو غاصب کی ملک کر دینے کا بھی اختیار
ہے اسیطرح اگر مذبوحہ اضحیہ کی قیمت سے کم پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو اُسپر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسکی قیمت اسکے ہاتھ آئی ہے اُسکو
صدقہ کر دے اس سے زیادہ صدقہ کرنا لازم نہین ہے کیونکہ یہ صلح ابرا بعض[4] و استیفاء بعض ہے۔ اور اگر کسی کھانیکی یا متاع پر
صلح کر لی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ یہ کھانیکی چیز کھاوے یا متاع سے نفع اُٹھاوے اسواسطے کہ استحساناً بدل بھی بر نہج و
بر صفت اصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک تنگدست نے ایک بکری خریدی اور وہ ایام قربانی مین مرگئی اور اسکے پیٹ
مین سے ایک بچہ نکلا تو استحساناً بچہ کو صدقہ کر دے یہ وجیز کردری مین ہے اور اگر اضحیہ کو سیم گداختہ[2] کے عوض جو معین تھی
خریدی اور اسکی قربانی کر دی پھر بائع نے کسی عیب کی وجہ سے یہ ٹکڑا چاندی کا واپس کیا اور مذبوحہ جانور کو لے لیا تو مشتری
ثمن مذکور کو صدقہ کر دے اور قربت ادا ہو جائیگی اور اگر دو شخصون نے مینڈھا و بھیڑی کے مبادلہ پر بیع کی اور دونون
اپنی خریدی ہوئی کو قربانی کیا پھر مینڈھا خریدنے والے نے اُسمین ایسا عیب پایا جس سے اُسکی قیمت مین دسوین
حصہ کا نقصان آتا ہے پس اگر چاہے تو بھیڑی ہی ذبح کی ہوئی کا دسوان حصہ واپس لیلے اور اسپر کچھ صدقہ واجب نہوگا مگر
دوسرا اُسقدر گوشت کی قیمت جتنا اس سے واپس لیا گیا ہے صدقہ کر دے اور اگر چاہے تو زندہ بھیڑی کے دسوین حصہ
کی قیمت تاوان لے اور اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا اور اگر مینڈھا بیچنے والے نے ذبح کیا ہوا مینڈھا واپس لینا پسند
کیا تو اُسکے مشتری کو اختیار ہے چاہے اُس سے اپنی بھیڑی کی قیمت تاوان لے اور اس سب کو صدقہ کر دے سوائے
حصہ عیب کے بشرطیکہ عیب ہو اور اگر چاہے تو مذبوحہ بھیڑی لے اور استحساناً اُسکو صدقہ نہ کرے اسی طرح جتنے بھیڑی واپس

[1] یعنے جملہ دس حصہ کرکے اسکے نو حصہ صدقہ کر دے ۱۲ منہ [2] گلائی ہوئی چاندی کے ٹکڑے ۱۲ منہ [3] [illegible] ہوئے ۱۲ منہ [4] بعضی قیمت سے بری کرنا اور بعضے سے لینا ۱۲

دی ہو وہ اس منیڈھے کو بھی صدقہ نہ کرے جسکے لینے پر راضی ہوگیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک عورت کا ایک[1] دار ہو کہ اُسکی قیمت نصاب کو پہنچتی ہو اسمین خود مع اپنے شوہر کے رہتی ہو۔ تو اُسپر قربانی و صدقہ فطر واجب ہو اور اگر اُسکا شوہر ساکن کرنے پر قادر ہو تو اُسپر قربانی و صدقہ فطر واجب ہوگا خواہ شوہر غنی ہو یا فقیر ہو۔ شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اس باب مین اختلاف ائمہ اس بات پر دال ہو کہ اگر عورت مذکورہ اُسمین نہ رہتی ہو تو بالاتفاق واجب ہونا چاہیے اور مین نے یہی فتوی دیا ہو یہ قنیہ مین ہو۔ شیخ علی بن احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ہو جسکا ایک متقرض مفلس پر قرضہ ہو پس آیا اُسکے واسطے زکوٰۃ حلال ہو فرمایا کہ نہین پھر دریافت کیا گیا کہ آیا اُسپر قربانی واجب ہو فرمایا کہ نہین جبتک کہ اُسکو وصول نہو جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک شخص کا قرضہ خواہ ایسا ہو جو فی الحال واجب الادا ہو یا میعادی ہو کسی مرد پر آتا ہو حالانکہ سردست اُسکے پاس اتنا نہین ہو کہ جس سے قربانی کیواسطے جانور خرید سکے تو اُسپر یہ لازم نہین ہو کہ قرض لیکر قربانی کرے اور یہ بھی لازم نہین ہو کہ جس وقت اسکو یہ قرضہ وصول ہو تو بقدر قیمت اضحیہ کے صدقہ کرے مگر یہ واجب ہو کہ اگر اُسکو گمان غالب ہو کہ قرضدار دیدیگا تو اُس سے اضحیہ کے دام مانگے ایک شخص کا مال کثیر ہو مگر غائب ہو کہ اُسکے شریک کے ہاتھ مین ہو یا مضارب کے قبضہ مین ہو اور خود اُسکے پاس درم و دینار یا متاع مین سے اسقدر ہو کہ اُس سے اضحیہ خرید کر سکتا ہو تو اُسپر قربانی کرنا واجب ہو یہ قنیہ مین ہو۔ مجموع النوازل مین ہو کہ چار آدمیون نے چار بکریان ہر ایک نے ایک بکری خریدی کہ جسکا رنگ[2] و مٹائی یکسان ہو پھر انھون نے انکو ایک جگہ بند کر دیا پھر صبح کو جو دیکھا تو ایک بکری مر گئی تھی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہو کہ کسکی بکری مر گئی تو یہ بکریان سب فروخت کر دیجائینگی اور ثمن سے چار بکریان خریدی جائینگی پھر ہر ایک شخص دوسرے کو ہر ایک کی ذبح کی اجازت دے اور ہر ایک دوسرے سے تحلیل بھی کرا لے تاکہ سب کیطرف سے قربانی جائز ہو جاوے یہ محیط مین ہو۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرا مہر اسقدر جو تیرے اوپر ہو اسمین سے ہر سال میری طرف سے قربانی کر دے پھر اسنے کر دی تو اسمین اختلاف ہو۔ قربانی کے ایام گذر جاوین و قربانی نہ کرے تو اُسکی قیمت صدقہ کرے گا لیکن اگر عورت نے یہ قیمت اپنے شوہر فقیر کو صدقہ مین دی تو نہین جائز ہو اور اگر شوہر نے اپنی عورت فقیر کو صدقہ دی تو نہین جائز ہو یہ خاصتہً انھین دونون کے حق مین امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور اگر اپنی باندی کو صدقہ مین دی تو نہین جائز ہو اور اگر کسی فقیر کو قربانی کا گوشت زکوٰۃ کی نیت سے دیا تو ظاہر الروایت کے موافق ادا نہوگی اور اگر کسی شخص نے اپنے شہر یا گاؤن مین قربانی کا جانور نہ پایا تو اسپر لازم ہو کہ جہان لوگ شہر سے بکریان خریدنے جاتے ہون وہان تک جاوے کذا فی القنیہ

---

[1] ایک عورت الخ اصل مین یون ہی مذکور ہے اور عنقریب مقام مین تحقیق ہوگی ۱۲ [2] قولہ رنگ اقول یہ رنگ و موٹائی صرف اتفاق بیان ہے تاکہ شناخت نہو ورنہ اگر بدون اسکے شناخت نہو تو بھی یہی حکم ہے ۱۲ منہ منکر نہین ہو ۱۲

مختصر فہرست کتب فقہ فارسی و اردو

ناظرین کی آگاہی کے لئے اسی فن کی چند کتب کی فہرست درج کیجاتی ہے مطول فہرست ہر قسم کی کتب کی طلب فرمانے پر بلاقیمت روانہ ہوگی۔ المشتہر

منیجر نولکشور پریس صیغہ بکڈپو لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
فقہ فارسی (اہل سنّت)			
حج الحج مسمے بہ **غایۃ الشعور**۔ اس مین احکام حج کی ضرورت اور صحت اور کعبہ کی عظمت کو دلائل سے ثابت کیا ہے از مولانا محمد شاہ صاحب۔	عہ/	اور متعدد فصلین ہین جن مین تمام ضروری مسائل بیان کئے ہین۔ اور آخری باب مین مناقب امام ابو حنیفہ رح کو بیان کیا گیا ہے از شیخ نصیر الدین مرحوم نہایت صحت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔	عہ ا/
تبیان فی احکام شرب الدخان حقّہ پینے نہ پینے کے احکام کی تصریح۔	ا/	**عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ** اس مین دودھ پلانے کے مسئلے۔ رضیع اور مرضعہ کے بابتہ احکام بالتفصیل درج ہین	ا/
نام حق منظوم۔ اس مین نماز و روزہ کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہین۔ از مولانا شرف الدین بخاری۔	۶ پائی	**مسلک المتقین**۔ فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے	عہ/
مائۃ مسائل۔ اس مین سو مسائل ضروری بطور سوال جواب کے بیان کئے ہین	۶/	**قدوری**۔ مترجمہ مولانا ابی القاسم ابن حسین۔	۸/
شرح وقایہ فارسی یعنی عربی شرح وقایہ کا فارسی مین ترجمہ اور حاشیہ پر حاشیہ ملتقی الابحر چڑھا ہوا ہے مترجمہ مولوی عبدالحق صاحب سرہندی	عہ/	**شرح فارسی مختصر وقایہ** مستند و مقبول عام شرح ہے از مولانا عبدالرحمن جامی	عہ/
فتاواے برہنہ۔ اس مین ۳۶۔ ابواب		**کنز الدقایق**۔ فارسی مشہور و معروف کتاب ہے۔ ترجمہ فارسی۔	۱۳/
		بالابد منہ۔ جملہ ضروری مسائل نماز روزہ	

نام کتاب	قیمت
جج زکوٰۃ از قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی معہ وصیت نامہ	۸/
شرح مختصر وقایہ کورمیری - یہ شرح داخل درس ہے مسائل مختصر وقایہ کو خوب حل کیا ہے از مولانا جلال الدین کورمیری	عہر/
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران نہایت ضروری رسالہ ہے۔	۱/
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان اسلام۔	۶ پائی
نادر المعراج - شب معراج کا مختلف آیات واحادیث سے ثبوت اور اُس کی فضیلت آنحضرت کا دنیا سے آسمان پر جانا اور مشاہدہ عجائبات وغیرہ وغیرہ دیگر ولایتون مین یہ کتاب بہت مروج ہے از مولانا شیخ الاسلام اکبرآبادی عہد شاہجہانی مین تصنیف ہوئی	۳/
مختصر وقایہ مترجم فارسی یعنی فارسی تحت اللفظ ترجمہ مع متن عربی -	۲عہ/
ایضاً - جلد اول	۱۰/
جلد دوم	۸/
قرۃ العواشی - شرح اصول الشاشی از نجم الغنی صاحب رامپوری	عہ/

نام کتاب	قیمت
ملتقی الابحر	۲عہ/
فقہ اُردو مذہب (اہل سنت)	
غایۃ الاوطار - ترجمہ اُردو در مختار کامل چار جلد - یہ وہی نادر کتاب فتاوی ہے جسمین کل معاملات شرعی و عرفی کا فیصلہ کر دیا گیا ہے بیع شری - حوالہ شہادت وکالت دعوے اقرار صلح مضاربت وغیرہ کے بالتفصیل بیان و احکام درج ہین کاغذ سفید	عہ۱۶/
کشف الحاجۃ - ترجمہ مالابد منہ از مولوی نورالدین بن محمد اشرف چاٹگامی	۴/
رسالہ خلاصۃ المسائل - معاملات و عبادات کے ضروری مسئلے۔	۶/
مرأۃ الصلوۃ اُردو - وضو اور نماز کے مسائل مین نہایت جامع کتاب ہے از مولوی محمد مرتضیٰ صاحب اعظمی بندوی یہ کتاب جدید الطبع ہے۔	۶/
ہزار مسئلہ - اس مین سات رسالے شامل ہین - جن مین سے ہر ایک اہل اسلام کے لئے ضروری ہے از مولوی عبداللہ	۲/